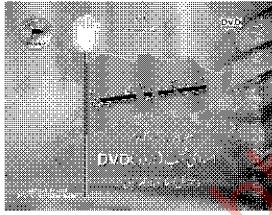


یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

شہزادہ علی اصغرؑ

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



شہزادہ
علی اصغر
علیہ السلام

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

سبیل سکینہ

حیدرآباد، پونٹ نمبر ۸-۷۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب :	شہزادہ علی اصغرؑ
تصنیف :	علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
اشاعت :	اول (۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء)
تعداد :	ایک ہزار
کمپوزنگ :	ریحان احمد
قیمت :	۸۰۰ روپے
ناشر :	مرکز علوم اسلامیہ
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال، بلاک-11	
کراچی۔ فون: 0213-4612868	
0300-2778856	

..... ﴿ کتاب ملنے کا پتہ ﴾

مرکز علوم اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشن اقبال
بلاک-11 کراچی فون: 0213-4612868
website: www.allamazameerakhtar.com

.....انتساب.....

سیدہ صفیہ سلطانہ

بنت

سید مرتضیٰ حسین زیدی

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ

تَسْبِيحُكَ يَا زَيْنُ الْعَبْدِ الْعَظِيمِ قُوْنِي
أَوْ سَمِعْتُكَ نَغْمًا رَفِيعًا
میرے دوستو اگر تم ٹھنڈی پانی پیتا تو مجھے اور بیمار کی عمر بچاؤ شہید سے متعلق سننا تو مجھ پر گریہ دینا کرتا

لَيْكُمُ فَيُؤْمِرُ بِالْغَنَاءِ وَيُؤْتِي الْيَتَامَى
كَيْفَ اسْتَسْقَى لَطْفًا يَوَافِقُ
ایک بار تم نے غنیوں کو اور یتیموں کو دیکھا ہے کہ تم نے ان کے لیے پانی کا علاج کیا تھا تو کوئی نے تم کو کیا

فہرست

- ۱۔ مقدمہ ۲۴
- ۲۔ خزینہ علم (ریحان احمد) ۳۱
- ☆ مجلس درحال شہزادہ علی اصغر علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی ۳۶
- ☆ مجلس درحال شہزادہ علی اصغر علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی ۹۳ تا ۵۱

..... باب اوّل ❦

فضائل حضرت اُمّ ربابؓ و علی اصغرؓ

- ۲۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا شجرہ اور خاندان ۹۵
- ۳۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا نکاح امام حسینؓ کے ساتھ ۹۵
- ۴۔ خواتین عالم میں بہترین خاتون حضرت اُمّ ربابؓ ۹۶
- ۵۔ امام حسینؓ کو اُمّ ربابؓ و سکنہ کی دُوری برداشت نہ تھی ۹۶
- ۶۔ مادرِ علی اصغرؓ اُمّ ربابؓ سے امام حسینؓ کی محبت ۹۶

فضائل علی اصغرؓ:

- ۷۔ نام علیؓ سے امام حسینؓ کی محبت ۹۸
- ۸۔ ججازی چاند جو کر بلا میں غروب ہو گیا ۱۰۲
- ۹۔ فضیلت خونِ علی اصغرؓ ۱۰۲
- ۱۰۔ پھول سا گلا علی اصغرؓ کا ۱۰۲
- ۱۱۔ شفاعت علی اصغرؓ ۱۰۲

- ۱۲۔ شہادتِ علی اصغرؑ سخت مصیبت تھی ----- ۱۰۳
- ۱۳۔ قافلہٴ حسینی میں علی اصغرؑ ذبیحِ عظیم ہیں ----- ۱۰۳
- ۱۴۔ حضرت علی اصغرؑ پر سلام ----- ۱۰۴
- ۱۵۔ حضرت اُمّ ربابؑ کے آنسو اور علی اصغرؑ کی خاموشی ----- ۱۰۵
- ۱۶۔ خلقِ اصغرؑ ----- ۱۰۷
- بعض معصومینِ غم سے علی اصغرؑ کی مشابہت ----- ۱۰۸
- ۱۷۔ حضرت ابراہیمؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت ----- ۱۰۸
- ۱۸۔ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت ----- ۱۰۸
- ۱۹۔ حضرت صالحؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت ----- ۱۱۰
- ۲۰۔ حضرت عیسیٰؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت ----- ۱۱۱
- ۲۱۔ حضرت یحییٰؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت ----- ۱۱۲
- ۲۲۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت ----- ۱۱۲
- ۲۳۔ علی اصغرؑ کمالاتِ انبیاء کا نمونہ تھے ----- ۱۱۲

﴿باب دوم﴾

مصائبِ حضرت علی اصغرؑ: (کر بلا کے راستے میں)

- ۲۴۔ خلافت خاندانِ ابوسفیان پر حرام ہے ----- ۱۲۳
- ۲۵۔ روضہٴ رسول پر امام حسینؑ کا خواب ----- ۱۴۵
- ۲۶۔ بچوں کو کر بلا لانے کا راز ----- ۱۴۶
- ۲۷۔ امام حسینؑ عورتوں کو کر بلا کیوں لائے ----- ۱۴۸
- ۲۸۔ امام حسینؑ بچوں کو لے کر مدینے سے روانہ ہو گئے ----- ۱۴۸

۲۹۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی اطلاع ----- ۱۲۸

۳۰۔ بنی اُمیہ کی دھوکا دہی ----- ۱۲۹

۳۱۔ حسینی بچوں نے تحریک حسینی کو زندہ کر دیا ----- ۱۲۹

۳۲۔ راتے کا ایک خواب ----- ۱۳۰

۳۳۔ کربلا میں داخل ہوتے وقت امام کا گریہ ----- ۱۳۰

مصائب علی اصغرؑ روزِ عاشور

(الف) علی اصغرؑ کی امید اپنے چچا عباسؑ سے

۳۴۔ عباسؑ، حسینؑ کے بچوں کا آرام دل و جاں ----- ۱۳۶

۳۵۔ حضرت علی اصغرؑ ہاتھوں پہ چلے گئے ----- ۱۳۷

۳۶۔ بچوں کی صدائے العطش العطش ----- ۱۳۸

۳۷۔ علی اصغرؑ کا پیغام گہوارے سے ----- ۱۳۸

۳۔ گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کیا ----- ۱۳۹

(ب) حضرت علی اصغرؑ کی پیاس

۳۹۔ چار سقے دشتِ کربلا میں ----- ۱۴۰

۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب) ----- ۱۴۱

۴۱۔ ظالم یزیدیوں نے علی اصغرؑ کو پانی نہیں دیا ----- ۱۴۳

۴۲۔ علی اصغرؑ کی پیاس کی شدت ----- ۱۴۳

۴۳۔ شیر خوار بچوں کی اہمیت اور علی اصغرؑ ----- ۱۴۰

۴۴۔ پیاس کی شدت سے زبانِ حلق میں چپک گئی تھی ----- ۱۶۱

۴۵۔ شیر خوار علی اصغرؑ پر پیاس کا غلبہ ----- ۱۶۲

- <http://fb.com/ranaabirabbas>

- ۸۵۔ خوئیں الوداع ----- ۱۸۲
- ۸۶۔ آسمان کی طرف خون پھینکنا ----- ۱۸۳
- ۸۷۔ شہادت علی اصغرؑ کے بعد امام حسینؑ نے ظالمین پر لعنت کہی ----- ۱۸۳
- ۸۸۔ قرآن حسینؑ کے ہاتھوں پر ----- ۱۸۴
- ۸۹۔ اس معصوم بچے پر رحم کرو ----- ۱۸۴
- ۹۰۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کے استغاثے پر لبیک کہا
(اے پدر گرامی آپ بے مددگار نہیں ہیں) ----- ۱۸۵
- ۹۱۔ ایک کان سے دوسرے کان تک علی اصغرؑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ----- ۱۸۵
- ۹۲۔ ایک گھونٹ پانی کا تقاضا ----- ۱۸۵
- ۹۳۔ ایک تیر سے علی اصغرؑ کی پیاس بجھائی گئی ----- ۱۸۶
- ۹۴۔ سر بریدہ مرغ کی طرح علی اصغرؑ کا سراگ ہو گیا ----- ۱۸۶
- ۹۵۔ حضرت علی اصغرؑ پر اصل مصیبت کیا تھی؟ ----- ۱۸۶
- ۹۶۔ ایک تیر اور تین نشانے ----- ۱۸۷
- ۹۷۔ پیاسوں کی شہادت ----- ۱۸۷
- ۹۸۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر لگانا ----- ۱۹۰
- ۹۹۔ آخری مشاہدات علی اصغرؑ ----- ۱۹۰
- ۱۰۰۔ تیر کا نشانہ علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا ----- ۱۹۱
- ۱۰۱۔ سلام ہو شہزادہ علی اصغرؑ پر ----- ۱۹۲
- ۱۰۲۔ سید الشہداء کی قربانی ----- ۱۹۳
- ۱۰۳۔ اوج تہائی امام حسینؑ ----- ۱۹۴

۱۰۴۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کا راز ----- ۱۹۵

۱۰۵۔ یہ تیر سقیفہ کا تیر تھا ----- ۱۹۷

۱۰۶۔ روحِ اصغرؑ پیاس سے آزاد ہو گئی ----- ۱۹۸

۱۰۷۔ علی اصغرؑ کو میدانِ کربلا میں لانے کی وجہ ----- ۱۹۹

۱۰۸۔ امام حسینؑ کی مظلومیت کی بڑی دلیل ----- ۱۹۹

روزِ عاشورہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد
(الف) آسمان کی طرف خونِ علی اصغرؑ کا پھینکنا

۱۰۹۔ کس وجہ سے خونِ علی اصغرؑ زمین پر نہ ڈالا گیا ----- ۲۰۲

۱۱۰۔ خونِ علی اصغرؑ حسینؑ نے چہرے پر مل لیا ----- ۲۰۲

۱۱۱۔ پروردگارِ قربانی علی اصغرؑ قبول فرما ----- ۲۰۳

۱۱۲۔ علی اصغرؑ کے کپڑوں پر خون ملنے کا راز ----- ۲۰۳

۱۱۳۔ خونِ علی اصغرؑ چہرے پر ملنے کا راز ----- ۲۰۳

۱۱۴۔ علی اصغرؑ تم ناقہِ صالح سے کم نہیں ہو ----- ۲۰۳

۱۱۵۔ خونِ علی اصغرؑ آسمان کی طرف نہیں پھینکا ----- ۲۰۴

انکارِ آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں ----- ۲۰۴

۱۱۶۔ امام حسینؑ کا گریہ ----- ۲۰۵

۱۱۷۔ ہدیہِ حسین ----- ۲۰۸

۱۱۸۔ پروردگار، تو ہمارا جلد بدلہ لے ----- ۲۰۸

۱۱۹۔ عظمتِ حضرت علی اصغرؑ ----- ۲۰۸

۱۲۰۔ علی اصغرؑ کا خون تمام شہیدوں سے افضل ہے ----- ۲۰۸

۱۲۱۔ خونِ علی اصغرؑ کے ایک قطرے کی عظمت ----- ۲۰۹

(ب) حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیامِ اہلِ حرم میں کھرام

۱۲۲۔ علی اصغرؑ حورانِ جنت کی آغوش میں ----- ۲۰۹

۱۲۳۔ نالہ حضرت زہنبؑ ----- ۲۱۰

۱۲۴۔ میرا بے شیر بچہ ----- ۲۱۰

۱۲۵۔ گریہ بر مصیبتِ شہادتِ علی اصغرؑ ----- ۲۱۱

۱۲۶۔ اس طرح سے حضرت اُمّ ربابؑ کو اصغرؑ کی اطلاع نہ دیں ----- ۲۱۱

۱۲۷۔ علی اصغرؑ کا خون بھرا کرتا ----- ۲۱۱

۱۲۸۔ میری بیٹی علی اصغرؑ کا لباس پکڑو ----- ۲۱۱

۱۲۹۔ سنگینی مصیبتِ علی اصغرؑ بی کے دل پر ----- ۲۱۲

۱۳۰۔ مرثیہ خوانی اُمّ کلثوم ----- ۲۱۲

(ج) علی اصغرؑ کو دفن کرنا

۱۳۱۔ ششما ہے کی نمازِ جنازہ پڑھنا ----- ۲۱۲

۱۳۲۔ سلام ----- ۲۱۲

۱۳۳۔ دفنِ علی اصغرؑ کا راز ----- ۲۱۳

۱۳۴۔ شرمندگی حضرت ابا عبد اللہ از حضرت اُمّ ربابؑ ----- ۲۱۳

۱۳۵۔ الوداع کہنا حضرت اُمّ ربابؑ کا شیر خوار کو ----- ۲۱۳

۱۳۶۔ اصغرؑ کو دفن کرنا ----- ۲۱۴

۱۳۷۔ علی اصغرؑ پر نماز پڑھنا ----- ۲۱۴

۱۳۸۔ قیامت میں شفاعت کا وسیلہ ----- ۲۱۵

۱۳۹۔ اصغرؑ کے دفن کرنے کی حکمت ----- ۲۱۵

۱۴۰۔ خون بھرے گرتے میں اصغرؑ کو دفن کرنا ----- ۲۱۶

۱۴۱۔ امام حسینؑ کی شرمندگی حضرت اُمّ ربابؓ سے ----- ۲۱۶

۱۴۲۔ علی اصغرؑ کے دفن کرنے میں جلدی کی وجہ کیا تھی ----- ۲۱۶

۱۴۳۔ قبر علی اصغرؑ ----- ۲۱۶

۱۴۴۔ رجزِ امام حسینؑ (میں علیؑ کا بیٹا ہوں) ----- ۲۱۷

۱۴۵۔ معصوم کی قبر میرے سینے میں ہے ----- ۲۱۷

﴿ مصائب ﴾ ۱ تا ۱۱ محرم اور عصرِ عاشور کے

۱۴۶۔ غارت کرنا گہوارہ علی اصغرؑ کا ----- ۲۲۰

۱۴۷۔ عاشورہ کو حضرت اُمّ ربابؓ کی حالت ----- ۲۲۰

۱۴۸۔ غمِ اصغرؑ معصوم ----- ۲۲۱

۱۴۹۔ علی اصغرؑ پیاسے کی یاد ----- ۲۲۱

قید خانے میں حضرت علی اصغرؑ کی یاد

۱۵۰۔ دربار میں شعرِ یزید ملعون ----- ۲۲۳

۱۵۱۔ یزید کی خوشی ----- ۲۲۳

۱۵۲۔ اللہم العن یزید بن معاویہ ----- ۲۲۳

۱۵۳۔ قید خانے میں ربابؓ کا رونا ----- ۲۲۳

۱۵۴۔ درخواستِ یزید از نعمان بن بشیر ----- ۲۲۶

۱۵۵۔ نعمان بن بشیر کو یزید کا حکم ----- ۲۲۶

۱۵۶۔ حضرت علی اصغرؑ کا رومال تبرک میں دینا ----- ۲۲۷

۱۵۷۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا علی اصغرؑ کیلئے رونا ----- ۲۲۸

اُمّہ معصومینؑ کا علی اصغرؑ کے غم میں رونا

۱۵۸۔ امام سجادؑ کا رونا غم علی اصغرؑ میں ----- ۲۳۰

۱۵۹۔ گریہ امام سجادؑ بچوں کو دیکھتے ہی رونا ----- ۲۳۰

۱۶۰۔ مرحوم کوثری کی مجلس عزاء ----- ۲۳۱

۱۶۱۔ قاتل علی اصغرؑ سے کیسے بدلہ لیا گیا ----- ۲۳۳

۱۶۲۔ حضرت امام محمد باقرؑ کا غم علی اصغرؑ منانا ----- ۲۳۴

۱۶۳۔ علی اصغرؑ کی پیاس کا ایک واقعہ ----- ۲۳۴

۱۶۴۔ مجلس علی اصغرؑ از زبان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ----- ۲۳۵

۱۶۵۔ امام زمانہؑ قبر علی اصغرؑ پر مرثیہ پڑھتے ہیں ----- ۲۳۶

۱۶۶۔ غم اصغرؑ میں امام زمانہؑ کا مرثیہ ----- ۲۳۶

۱۶۷۔ کون سے گناہ کی وجہ سے مارا گیا ----- ۲۳۸

۱۶۸۔ امام زمانہؑ پر اثر غم ----- ۲۳۸

۱۶۹۔ زیارت آل یاسین میں علی اصغرؑ کی مصیبت ----- ۲۳۹

حضرت اُمّ ربابؑ کا غم منانا

۱۷۰۔ حضرت اُمّ ربابؑ نے اشک اور خونِ دل سے اپنی دونوں آنکھوں

سے دریا بہا دیئے ----- ۲۴۱

۱۷۱۔ نوحہ خوانی حضرت اُمّ ربابؑ ----- ۲۴۲

۱۷۲۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا غم قبر علی اصغرؑ پر ----- ۲۴۲

۱۷۳۔ ایک سال تک عزاداری مرقدِ حسینؑ پر ----- ۲۴۲

- ۱۷۴۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی عزاداری و غم ----- ۲۴۳
- ۱۷۵۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی وفات ----- ۲۴۳
- ۱۷۶۔ دُوری از لذتِ دنیا ----- ۲۴۴
- ۱۷۸۔ اس عطر ہے درد ختم نہ ہوگا ----- ۲۴۴
- ۱۷۹۔ حضرت اُمّ ربابؓ، رسول اللہؐ کی قابلِ فخر بہو تھیں ----- ۲۴۴
- ۱۸۰۔ مرثیہ خوانی حضرت اُمّ ربابؓ ----- ۲۴۵
- ۱۸۱۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی محبت کی حد ----- ۲۴۵
- ۱۸۲۔ وفاتِ حضرت اُمّ ربابؓ ----- ۲۴۶
- ﴿باب سوم﴾

معجزات علی اصغرؑ

- ۱۸۳۔ جو کچھ میرے پاس ہے حضرت علی اصغرؑ کی وجہ سے ہے ----- ۲۴۹
- ۱۸۴۔ حضرت علی اصغرؑ کے ویلے سے کتاب شائع ہو گئی ----- ۲۵۰
- ۱۸۵۔ حضرت علی اصغرؑ کے چہرے کا حُسن ----- ۲۵۲
- ۱۸۶۔ علی اصغرؑ کے روضے کی برکت ----- ۲۵۲
- ۱۸۷۔ شیعہ مذہب میں بلند مقام ہے ----- ۲۵۳
- ۱۸۸۔ دعاؤں کی کُنجی ----- ۳۵۳
- ۱۸۹۔ دس رجبِ جشنِ ولادت حضرت علی اصغرؑ ----- ۲۵۴
- ۱۹۰۔ شہزادہ علی اصغرؑ سے زیادہ مظلوم کون ہو سکتا ہے ----- ۲۵۵
- ۱۹۱۔ حقیقی خونِ مظلوم کا بدلہ لینا ----- ۲۵۶
- ۱۹۲۔ حضرت علی اصغرؑ جو پیاسے رہے، حضرت خضرؑ کو آبِ حیات بخشتے ہیں ----- ۲۵۷

- ﴿پاب چهارم﴾
 ﴿پای پنجم﴾
 ﴿پای ششم﴾
 ﴿پای هفتم﴾
 ﴿پای هشتم﴾
 ﴿پای نهم﴾
 ﴿پای دهم﴾

شہزادہ علی اصغر..... تاریخ و مقاتل کی روشنی میں..... ۲۶۷ تا ۴۴۸

مقتل أبي مخنف	مقتل المهوف	روضۃ الشہدا
مناقب	تذکرۃ الخواص	نور العین فی مشہد احسین
البدایۃ والنبایۃ	جلاء العیون	منتہی الآمال
منتخب التواریخ	الدّمعة السّاکبہ	نفس المہموم
البصار العین فی انصار الحسین	ریاض القدس	
معالی السطین	ریاض الاحزان	مہج الاحزان
مجالس الشیعہ	ماتین فی مقتل احسین	سردار کربلا
سوغنامہ آل محمد	نہر المصائب	بحور الغمہ
مجالس علویہ	زبدۃ المصائب	مصائب الشہدا
مقتل سادات	بحر المصائب	اصحاب البہمین
ریاض الشہدا	زینت المجالس	توضیح عزرا
نزہت المصائب	بحور الغمہ	ذکر المصائب

﴿ خلاصۃ المصاب ﴾ ﴿ شہدائے آل ابوطالب ﴾

..... ﴿ باب پنجم ﴾

شہزادہ علی اصغرؑ خطیبوں کی نظر میں

- ﴿ علامہ حافظ کفایت حسین ﴾ ----- ۴۵۰
- ﴿ علامہ رشید ترائی ﴾ ----- ۴۵۴
- ﴿ مولانا سید علی نقی لکھنوی ﴾ ----- ۴۵۶
- ﴿ علامہ ظہر حسن زیدی ﴾ ----- ۴۶۴
- ﴿ علامہ نصیر الاجتہادی ﴾ ----- ۴۶۹
- ﴿ مولانا سید ظل حسین زیدی ﴾ ----- ۴۷۴
- ﴿ مولانا محمد اسماعیل دیوبندی ﴾ ----- ۴۷۷
- ﴿ علامہ سید محمد باقر "شاگرد شریف العلماء" ﴾ ----- ۴۷۹
- ﴿ عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین مجتہد ﴾ ----- ۴۸۲
- ﴿ مولانا سید نجم الحسن ثار لکھنوی ﴾ ----- ۴۸۶
- ﴿ علامہ محمد بشیر انصاری ﴾ ----- ۴۸۹
- ﴿ علامہ نصیر الاجتہادی ﴾ ----- ۴۹۹
- ﴿ علامہ طاہر جرولی ﴾ ----- ۴۹۵
- ﴿ علامہ سید ابن حسن جارچوی ﴾ ----- ۴۹۹
- ﴿ علامہ سید اکبر مہدی سلیم جرولی ﴾ ----- ۵۰۱
- ﴿ علامہ سید صفدر حسین نجفی ﴾ ----- ۵۰۵
- ﴿ مولانا سید غلام عسکری ﴾ ----- ۵۰۶

- ۵۰۸ ----- مولانا حکیم سید غلام حیدر کرار ﴿﴾
- ۵۱۳ ----- مولانا محمد سید قائم مہدی ﴿﴾
- ۵۱۶ ----- مولانا سید ریاض الحسن ﴿﴾
- ۵۱۹ ----- مولانا سید سیادت حسین نقوی ﴿﴾
- ۵۲۳ ----- علامہ محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی ﴿﴾
- ۵۲۸ ----- مولانا سید شاہ حسین نقوی سرسوی ﴿﴾
- ۵۳۱ ----- علامہ سید محمد مہدی ﴿﴾
- ۵۳۳ ----- علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی ﴿﴾

..... ﴿﴾ باب ششم ﴿﴾

شہزادہ علی اصغرؑ دانشوروں کی نظر میں

- ۵۳۶ ----- حضرت ربابؑ ﴿﴾ مولانا سید سعید اختر رضوی ﴿﴾
- ۵۴۳ ----- جناب عبداللہ شیرخوار ﴿﴾ مولانا محسن نواب ﴿﴾
- ۵۵۰ ----- حضرت علی اصغر علیہ السلام کا تبسم ﴿﴾ مرزا جعفر حسین ﴿﴾
- ۵۵۵ ----- شہادت علی اصغرؑ کی اہمیت ﴿﴾ پروفیسر احتشام حسین ﴿﴾
- ۵۵۹ ----- کربلا کا ننھا شہید ﴿﴾ علامہ راشد الخیری ﴿﴾
- ۵۶۶ ----- حضرت علی اصغرؑ کا جہاد ﴿﴾ شہید صفی پوری ﴿﴾
- ۵۷۵ ----- فوج حسینؑ کا ننھا سپاہی ﴿﴾ مسعود کشمیری ﴿﴾
- ۵۸۷ ----- حضرت علی اصغرؑ ”فاتح کربلا“ ﴿﴾ مولوی سید کلب عباس ﴿﴾
- ۵۹۱ ----- دفن حضرت علی اصغرؑ کے وجوہ ﴿﴾ خورشید حیدر جاسی ﴿﴾
- ۵۹۳ ----- غنچہ دہن علی اصغرؑ ﴿﴾ شیخ ممتاز حسین جوہوری ﴿﴾
- ۵۹۴ ----- تیر و کمان پر تاریخی و علمی نظر ﴿﴾ مولانا سید آغا مہدی لکھنوی ﴿﴾
- ۶۰۰ ----- شہادتِ اصغرؑ دراصل شہادتِ اکبر ہے ﴿﴾ مولوی رضی الدین حیدر ﴿﴾

- ۶۰۶ ﴿علی اصغرؑ امت کی نادانی پر نرس دیئے﴾ ﴿مولانا سید سیّد محمد ہادی﴾
- ۶۰۸ ﴿آہ! اصغرؑ معصوم.....﴾ ﴿سید حامد حسین﴾
- ۶۱۰ ﴿شہادت جناب علی اصغرؑ.....﴾ ﴿سید باقر رضا﴾
- ۶۲۰ ﴿حضرت علی اصغرؑ.....﴾ ﴿سید امیر حیدر رضوی﴾
- ۶۲۲ ﴿کر بلا میں شیر خوار مجاہد کی شہادت کا وزن.....﴾ ﴿زہرا پروین عابدی﴾
- ۶۲۵ ﴿معصوم بچہ.....﴾ ﴿رضیہ جعفری﴾
- ۶۳۶ ﴿شہادت شیر خوار کا پس منظر.....﴾ ﴿سید اکبر علی﴾
- ۶۵۰ ﴿پانی کی قیمت.....﴾ ﴿فضل لکھوی﴾
- ۶۵۳ ﴿فہرست شہدائے کر بلا میں شیر خوار کی جگہ.....﴾ ﴿سید علی خاں﴾
- ۶۵۹ ﴿راز شہادت معصوم.....﴾ ﴿سید محمد امیر﴾
- ۶۶۴ ﴿انسانی ہدایت کا ایک جھلکا تا چراغ.....﴾ ﴿سید شفیع حیدر ضیا﴾
- ﴿شہادت علی اصغرؑ و اہل بیتؑ کی تاریخی و تباہی
- ۶۶۸ ﴿الگینز اینڈ رگنل﴾
- ۶۷۲ ﴿شیر خوار مجاہد.....﴾ ﴿مولانا سید اسد علی﴾
- ﴿کر بلا کا ننھا شہید اور اُس کی شہادت کے دائمی اثرات
- ۶۸۶ ﴿جناب مہتاب جعفر رضا﴾
- ﴿امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ اور خیمے سے حضرت علی اصغرؑ کی رخصت .
- ۷۰۸ ﴿مولانا جعفر الزماں نقوی﴾
- ۷۳۵ ﴿ننھا شہید، نرالا مجاہد.....﴾ ﴿مولانا محمد حسین ممتاز الافاضل ساہیوال﴾

- حسین ابن علیؑ مدینہ تا کربلا..... حجت الاسلام محمد صادق نجفی (قم - ایران) ﴿۷۴۰﴾
- شہادت حضرت علی اصغرؑ..... ﴿مولانا محمد ناصر قاسمی﴾ ﴿۷۴۳﴾
- حضرت علی اصغرؑ..... ﴿مجلد الحب﴾ ﴿۷۴۶﴾
- کتب ”پیاسا شیر خوا“ سے اقتباس..... ﴿مولانا وحی محمد حسینی﴾ ﴿۷۵۶﴾

﴿باب ہفتم﴾

شہزادہ علی اصغر شاعروں کی نظر میں

کربلا کا ننھا مجاہد..... فاتح کربلا..... ۸۴۵ تا ۷۷۵

- ﴿۱﴾ میر شیر علی افسوس دہلوی ﴿۲﴾ مرزا پناہ علی بیگ افسردہ ﴿۴﴾ گدا علی گدا
- ﴿۵﴾ مرزا محمد رفیع سودا ﴿۶﴾ میاں سکندر ﴿۷﴾ احسان لکھنوی ﴿۸﴾ کنور سین مضر لکھنوی
- ﴿۹﴾ لکیر ﴿۱۰﴾ مظفر حسین ضمیر ﴿۱۱﴾ میر خلیق ﴿۱۲﴾ مرزا فصیح ﴿۱۳﴾ میر انیس
- ﴿۱۴﴾ مرزا دبیر ﴿۱۵﴾ میر مونس ﴿۱۶﴾ گلشن الدولہ مرزا علی خاں بہار لکھنوی
- ﴿۱۷﴾ شیخ امداد علی بحر لکھنوی ﴿۱۸﴾ آغاز بین دہلوی ﴿۱۹﴾ میر انس ﴿۲۰﴾ میرزا عشق
- ﴿۲۱﴾ میرزا عشق ﴿۲۲﴾ میر نقیس ﴿۲۳﴾ میر وحید ﴿۲۴﴾ مرزا اونج
- ﴿۲۵﴾ پیارے صاحب رشید ﴿۲۶﴾ میر عارف ﴿۲۷﴾ دولہا صاحب عروج
- ﴿۲۸﴾ ادب لکھنوی ﴿۲۹﴾ داغ دہلوی ﴿۳۰﴾ امیر مینائی ﴿۳۱﴾ میر محبوب علی
- ﴿۳۲﴾ خاں آصف ﴿۳۳﴾ فصاحت جنگ جلیل ﴿۳۴﴾ مہاراجہ کشن پرشاد شاد
- ﴿۳۵﴾ مسرور حیدر آبادی ﴿۳۶﴾ گلین حیدر آبادی ﴿۳۷﴾ اختر حیدر آبادی
- ﴿۳۸﴾ تراب یار جنگ سعید ﴿۳۹﴾ میر عثمان علی خاں ﴿۴۰﴾ تاثیر دہلوی ﴿۴۱﴾ نجم لکھنوی
- ﴿۴۲﴾ منیر شکوہ آبادی ﴿۴۳﴾ درخشاں لکھنوی ﴿۴۴﴾ صغیر الہ آبادی

﴿۴۷﴾ قیصر ﴿۴۸﴾ مہر ﴿۴۹﴾ آرزو لکھنوی ﴿۵۰﴾ صفی لکھنوی ﴿۵۱﴾ عزیز لکھنوی
 ﴿۵۲﴾ شاعِل لکھنوی ﴿۵۳﴾ بلاغت ﴿۵۴﴾ بہار لکھنوی ﴿۵۵﴾ ثروت
 ﴿۵۶﴾ ذاکر لکھنوی ﴿۵۷﴾ شوق موہانی ﴿۵۸﴾ قتیل لکھنوی ﴿۵۹﴾ مہدی لکھنوی
 ﴿۶۰﴾ ناصر لکھنوی (شاگرد ذاکر لکھنوی) ﴿۶۱﴾ نواب سید عسکری بلخ لکھنوی
 ﴿۶۲﴾ حامد لکھنوی ﴿۶۳﴾ ہادی لکھنوی ﴿۶۴﴾ شر لکھنوی ﴿۶۵﴾ مرزا کاظم حسین محشر مرحوم
 ﴿۶۶﴾ تمنا لکھنوی ﴿۶۷﴾ ذاکر لکھنوی ﴿۶۸﴾ زائر لکھنوی ﴿۶۹﴾ ظفر لکھنوی (نبیرہ
 مفتی میر محمد عباس) ﴿۷۰﴾ قمر لکھنوی (شاگرد عزیز لکھنوی) ﴿۷۱﴾ لیاقت لکھنوی
 ﴿۷۲﴾ وقار لکھنوی ﴿۷۳﴾ راز لکھنوی ﴿۷۴﴾ علی میاں کمال ﴿۷۵﴾ قدیم لکھنوی
 ﴿۷۶﴾ بابو صاحب فائق ﴿۷۷﴾ امید لکھنوی ﴿۷۸﴾ جاوید لکھنوی ﴿۷۹﴾ احسن مارہروی
 ﴿۸۰﴾ مولانا کلب حسین اختر ﴿۸۱﴾ روپ کماری ﴿۸۲﴾ راجہ محمود آباد (امیر احمد خاں محبوب)
 ﴿۸۳﴾ جناب احسن طباطبائی لکھنوی ﴿۸۴﴾ فضل نقوی ﴿۸۵﴾ سالک لکھنوی
 ﴿۸۶﴾ اکمال لکھنوی ﴿۸۷﴾ قتل لکھنوی ﴿۸۸﴾ جوالا پرشاد روشن لکھنوی
 ﴿۸۹﴾ آغا شاعر قزلباش ﴿۹۰﴾ نسیم امروہوی ﴿۹۱﴾ صبا کبر آبادی
 ﴿۹۲﴾ باقر امانت خانی ﴿۹۳﴾ ضیاء الحسن موسوی ﴿۹۴﴾ اصغر گونڈوی
 ﴿۹۵﴾ شوکت بکرامی ﴿۹۶﴾ مولانا سبط حسن ﴿۹۷﴾ شہید یار جنگ شہید
 ﴿۹۸﴾ شدید لکھنوی ﴿۹۹﴾ حامد لکھنوی ﴿۱۰۰﴾ یوسف علی خاں ناظم (والی راپور)
 ﴿۱۰۱﴾ نوح ناروی ﴿۱۰۲﴾ آرم لکھنوی ﴿۱۰۳﴾ احسان امروہوی ﴿۱۰۴﴾ جوش ملیح آبادی
 ﴿۱۰۵﴾ علامہ نجم آفندی ﴿۱۰۶﴾ استاد قمر جلالوی ﴿۱۰۷﴾ جعفر طاہر ﴿۱۰۸﴾ مجاہد لکھنوی
 ﴿۱۰۹﴾ سید محسن نقوی ﴿۱۱۰﴾ امید فاضلی ﴿۱۱۱﴾ وصی فیض آبادی ﴿۱۱۲﴾ پیام اعظمی
 ﴿۱۱۳﴾ علامہ ذکی سرور کوٹی ﴿۱۱۴﴾ ڈاکٹر آغا مسعود رضا خاکی ﴿۱۱۵﴾ وحید الحسن ہاشمی

﴿۱۱۶﴾ ہوش عابدی ﴿۱۱۷﴾ کلیم الہ آبادی ﴿۱۱۸﴾ اثر ترابی ﴿۱۱۹﴾ سید محمد علی رضوی (پچے) ﴿۱۲۰﴾ آصف عابدی ﴿۱۲۱﴾ قائم جعفری نجفی ﴿۱۲۲﴾ محمد امیر حسن خان ﴿۱۲۳﴾ مسعود جاتی ﴿۱۲۴﴾ حیدر اختر کاشمی ﴿۱۲۵﴾ حلیم آفندی ﴿۱۲۶﴾ حیدر علی حب ﴿۱۲۷﴾ میر حامد علی غیور ﴿۱۲۸﴾ سید فیض حسین فرد ﴿۱۲۹﴾ پرنس عباس مرزا ﴿۱۳۰﴾ طالب جارچوی ﴿۱۳۱﴾ منور عباس شہاب ﴿۱۳۲﴾ جعفر شیرازی ﴿۱۳۳﴾ مقبل ﴿۱۳۴﴾ وفا ﴿۱۳۵﴾ دارا ﴿۱۳۶﴾ نجف ﴿۱۳۷﴾ واجد لکھنوی ﴿۱۳۸﴾ آشفتنہ ﴿۱۳۹﴾ نصیر ﴿۱۴۰﴾ قانز ﴿۱۴۱﴾ خلیل لکھنوی ﴿۱۴۲﴾ ظہیر لکھنوی ﴿۱۴۳﴾ سید محمد شمیم (شاگرد مرزا دبیر) ﴿۱۴۴﴾ یحییٰ لکھنوی (شاگرد دبیر) ﴿۱۴۵﴾ وہاب مدرسی (شاگرد مرزا دبیر) ﴿۱۴۶﴾ راجہ الفت رائے الفت ﴿۱۴۷﴾ میر مہدی مجروح دہلوی (شاگرد غالب) ﴿۱۴۸﴾ فخر لکھنوی ﴿۱۴۹﴾ مولانا سید سبط حسن فاطر لکھنوی ﴿۱۵۰﴾ رضا علی خاں نواب رامپور ﴿۱۵۱﴾ شاہد نقوی ﴿۱۵۲﴾ رفیق رضوی ﴿۱۵۳﴾ تمیل رضوی ﴿۱۵۴﴾ سید سجاد احمد رزی ﴿۱۵۵﴾ حسین نظر ﴿۱۵۶﴾ فہیم ﴿۱۵۷﴾ چھنگا صاحب حسین لکھنوی ﴿۱۵۸﴾ شفیق ﴿۱۵۹﴾ شمر ﴿۱۶۰﴾ رفیع (نیرہ مرزا دبیر) ﴿۱۶۱﴾ زاہد حسن ﴿۱۶۲﴾ مودت لکھنوی ﴿۱۶۳﴾ نگار بارہ بنگوی ﴿۱۶۴﴾ سجاد علی خاں رہبر لکھنوی ﴿۱۶۵﴾ وقار نگری (مدراس) ﴿۱۶۶﴾ اعجاز زیدی لکھنوی ﴿۱۶۷﴾ ایوب مبارک پوری ﴿۱۶۸﴾ مظفر تاج پوری ﴿۱۶۹﴾ مولانا مرزا محمد اشفاق، شوق لکھنوی ﴿۱۷۰﴾ تصویر لکھنوی ﴿۱۷۱﴾ انور رائے بریلوی ﴿۱۷۲﴾ کاظم جرولی ﴿۱۷۳﴾ طیب کاشمی ﴿۱۷۴﴾ میرزا محبت لکھنوی ﴿۱۷۵﴾ ضیا الحسن ضیا نونہروی ﴿۱۷۶﴾ سید اطہر علی اطہر جلالوی ﴿۱۷۷﴾ سید افسر علی بقا جلالوی ﴿۱۷۸﴾ کمال لکھنوی ﴿۱۷۹﴾ آرزو سرسوی ﴿۱۸۰﴾ سید ظل

صادق زیدی ﴿۱۸۱﴾ سید ظن تقلین زیدی ﴿۱۸۲﴾ سید ظن رضا زیدی

..... ﴿باب ہشتم﴾

نوحے در حال حضرت علی اصغرؑ..... ۸۵۶ تا ۸۳۷

﴿۱﴾ مرزا پناہ علی بیگ افسردہ ﴿۲﴾ احسان لکھنوی ﴿۳﴾ میرزا گدا علی گدا دہلوی
﴿۴﴾ حیدر بخش حیدری، ﴿۵﴾ ذاکر لکھنوی، ﴿۶﴾ نواب باقر علی خاں تشفی لکھنوی،

..... ﴿باب نہم﴾

مرثیے در حال حضرت علی اصغرؑ..... ۹۶۹ تا ۸۶۱

﴿۱﴾ میر انیس ﴿۲﴾ میر انس ﴿۳﴾ مرزا دبیر ﴿۴﴾ محمد تقی اختر ﴿۵﴾ مرزا محمد جعفر اوج
﴿۶﴾ عشق ﴿۷﴾ روپ کماری ﴿۸﴾ چھنگا صاحب حسین لکھنوی ﴿۹﴾ میر مونس
﴿۱۰﴾ میر نفیس ﴿۱۱﴾ میر محمود علی لائق ﴿۱۲﴾ نسیم امروہوی ﴿۱۳﴾ مرزا فصیح
﴿۱۴﴾ میر ضمیر ﴿۱۵﴾ خلیل ﴿۱۶﴾ تشفی ﴿۱۷﴾ میر مونس ﴿۱۸﴾ ﴿۱۹﴾ امین



۱۔ مقدمہ

گل کر بلا کون ہے؟

گل کر بلا کہاں ہے؟

گل زہرا کون ہے؟

گل حسین کون ہے؟

اے چھ ماہ کے پھول تجھ پر کیا مصیبت گزر گئی؟

اے شہزادی فاطمہؑ زہراؑ کے پھول تجھے پانی کیوں نہیں دیا؟

اے شہزادی فاطمہؑ زہراؑ کے پھول تیرے گلے کے ساتھ کیا سلوک کیا

کس طرح تجھے سیر کیا

تجھے پیاسا کیوں شہید کیا گیا

پانی کی جگہ تیرے شعبہ مارا گیا

حضرت پر کیا قیامت گزری نہیں معلوم

تمہاری بھوپ بھی حضرت زینبؑ پر کیا گزری

تو اکیلا جنت کو سدھارا

بہنوں کو اکیلا چھوڑ گیا

اے کر بلا کے پھول

اپنے ننھے ہاتھوں پر کیسے سیر و سیراب ہوئے

اور کیسے تمہارے باپ نے خاک میں تمہارا چہرہ چھپایا

قبر میں دفن کیا

تم نے لشکر اعداء سے پانی مانگا تو
 اس کے بدلے میں
 تین بھال کا تیر مار کر تم کو شہید کیا گیا
 اے بی بی زہرا کے پھول
 تم امام حسینؑ کے ننھے ساتھی تھے
 آپ آخری مجاہد تھے
 اہل بیتؑ کی آخری امید تھے
 کیا آپ کو پتہ ہے کہ
 آپ کی شہادت کے بعد
 آپ کے پدر گرامی ٹڈھال ہو گئے
 وہ علی اکبرؑ، قاسمؑ، عونؑ و محمدؑ، عباسؑ و جعفرؑ کی شہادت کو تصور میں لاتے تھے
 لیکن یہ تصور میں نہ تھا کہ شش ماہہ علی اصغرؑ گود میں شہید ہو جائے گا
 تم نے اتنا گریہ کیا کہ تمام اہل حرم رونے لگے
 کر بلا میں نہ پانی تھا
 نہ ماں کا دودھ تھا
 اور تم پیاس کی شدت میں زبان منہ سے باہر نکالتے تھے
 تمہارے بابا تمہارا منہ چومتے تھے
 کہ ناگاہ تیر آیا اور تم کو شہید کر گیا
 اے معصوم علی اصغرؑ
 تمہاری موت سے

تمہارے دشمنوں کے عزائم کھل کر سب کے سامنے آ گئے
 کہ دشمن کس قدر سنگدل تھے
 تم کو امام حسینؑ نے کیسے وداع فرمایا
 اور مجھے نہیں معلوم کہ
 تمہارا غم فرشتوں، خداوندِ عالم اور زمین و آسمان کی مخلوق نے کیسے برداشت کیا
 تمہارے بابا تم کو پیار کرنا چاہتے تھے کہ
 اچانک تیر چلا اور آپ کو پارہ پارہ کر گیا
 اے معصوم تم کون سا اسلحہ لے کر دفاعی شکل میں گئے تھے
 بس کیوں شامی درندوں نے آپ سے دشمنی کی
 اگر انسان غور کرے تو پتہ چلے گا اور لوگ اس شہادت پر حیران ہیں
 اے گلِ زہرا تم نے نہیں دیکھا کہ
 کس بے دردی سے خیموں میں آگ لگائی گئی تھی
 اور تمہارے باپ کے جسم نازنین کے ساتھ دشمنوں نے کیا کیا؟
 لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے
 تم نے نہ دیکھا کہ
 تمہاری منہی بہنِ سکینتہ بی بی کے ساتھ کیا ظلم کیا گیا
 اور بی بی رقیہ کے ساتھ کیا بے رحمی کا سلوک کیا گیا
 اور تمہاری پھوپھیوں کے ساتھ کیا ظلم کیا گیا
 اور تمہاری مادرِ گرامی
 جنابِ اُمّ ربابؑ نے تمہاری فرقت میں کتنی بے تابی سے کام لیا

اے معصوم علی اصغرؑ

تمہارے چچا عباسؑ شیر کو موت نے مجبور کر دیا تھا

تمہارے بابا حسینؑ

اپنے بھائی شیر عباسؑ کو مدد کیلئے پکار رہے تھے

کہ آؤ عباسؑ دیکھو تمہارا بھتیجا معصوم اصغرؑ

کس طرح پیاسا ہاتھ پیر مار رہا ہے

اور اے ننھے معصوم

تمہاری شہادت کے بعد تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے

اور اے معصوم علی اصغرؑ

آپ تو جنت کو سدھار گئے

لیکن آج بھی سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد

تمہاری جاں گداز شہادت پر

دنیا خون کے آنسو روتی ہے اور تم کر بلا کی گتھی کو سلجھا گئے ہو

اور تمام دنیا کے چھ ماہ کے معصوم بچے آپ کو سلام کرتے ہیں کہ

آپ نے شہادت سے بہت بلند درجہ پالیا

اور فخر یہ کہتے ہیں کہ اے کاش

کہ ہم بھی کر بلا میں ہوتے

اور اے معصوم ننھی جان اصغرؑ

یہ تیر تمہارے گلے پر لگا

اور یہ تیر دل زہراؑ بنبر خدا اور خود خدا کے دل پر لگا ہے

اور امام حسینؑ و امام مہدیؑ آخر الزماں کے دل پر لگا ہے
 اور اے معصوم علیؑ اصغرؑ جب تیرا آپ کے گلوئے مبارک پر لگا
 تو آپ نے آواز دی کہ اے عمو جان، چچا عباسؑ
 اب میں پانی نہیں مانگوں گا
 آپ اپنا سر بلند رکھیں، شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے
 آپ دیکھیں کہ
 ان بے رحم درندوں نے
 مجھ جیسے طفلِ صغیرؑ شش ماہ پر بھی رحم نہیں کیا
 اے چچا جان
 اگر آپ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ
 میرے گلے کے ساتھ کیا ظلم کیا
 لیکن چلو یہ بھی اچھا ہوا کہ
 آپ موجود نہیں تھے
 اس لئے کہ آپ سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا
 اے بی بی پاک فاطمہؑ الزہراؑ کے بھول
 آپ نازک اور ننھے ہاتھوں سے ہم کو تھام لینا
 اے گلوئے بریدہؑ علیؑ اصغرؑ
 پارہ پارہ گلوئے نازنین
 ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو
 ہماری دلی تمنا کہ فوراً پوری ہو جائیں

اصغرؑ۔ ہم کو کربلا بلا لو، کربلائی بنا دو
 بیماروں کو شفا دلاؤ
 ہماری تمام پریشانیوں کو دور کر دو
 ہماری دعائیں پوری کرو
 اللہ تعالیٰ سے شہادت کی موت ہمارے لئے کہہ دو
 کربلا کے راستے ہم پر کھول دو اور
 امام زمانہؑ کو بھیج دو کہ
 وہ دنیا میں آکر آپ کے خونِ ناحق کا حساب جلدی سے لیں
 ہم کو امام حسینؑ کا نوکر قرار دو
 اپنے ننھے ہاتھ اٹھا کر اپنے دادا کے تمام شیعوں کیلئے دعا کر دو
 اور آپ کو قسم ہے ہمارے گناہوں کو بخشو اور
 ہم آپ کی عزا میں روتے ہوئے دنیا سے جائیں
 مرتے وقت ہماری مدد کرنا
 بل صراط پر اپنے ننھے ہاتھوں سے
 شیعوں کو تھا منا اور خیریت سے صراط سے گزارنا
 ہم تو علی اصغرؑ آپ کے غم میں غم مناتے ہیں اور خوشی میں خوشی
 ہم آپ کے عشق میں دیوانے ہو چکے ہیں
 آپ کے گلے کا واقعہ اور غم
 ہمارے دلوں میں بلکہ رگ و پے میں سمایا ہوا ہے
 اور ہماری دلی تمنا یہ تھی کہ

اگر ہم کربلا میں ہوتے تو
پانی آپ کو ضرور پلاتے
خواہ ہماری جان چلی جاتی
رجعت اور قیامت میں ہم آپ کے دیدار کے طالب ہیں

jabir.abbas@yahoo.com

ریحان احمد:

خزینہ علم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور دُرود و سلام محمد و آل محمد کے لئے
 شہزادہ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی عصمت مآب شخصیت پر علامہ ڈاکٹر ضمیر
 اختر نقوی کی تالیف زیر مطالعہ ہے اور مطالعہ...! انسان کا بہترین ساتھی ہے،
 بہترین ہتھیار ہے اور مطالعہ ہی انسان کا بہترین استاد بھی ہے۔ از خود مطالعہ ایک
 علم کی بھی اہمیت رکھتا ہے اور فن کی بھی، یعنی ایک مطالعہ تو یہ ہے کہ کسی تحریر کو سرسری
 طور پر پڑھا جاتا ہے...! اس سے اعلیٰ قسم مطالعہ کی وہ ہے کہ کسی تحریر کو باقاعدہ لفظ بہ
 لفظ پڑھا جائے...! اور اُس سے بھی اعلیٰ و ارفع صلاحیت مطالعہ یہ ہوتی ہے کہ نہ
 صرف پڑھا جائے بلکہ سمجھا بھی جائے...! یہاں تک تو مطالعہ علم ہے لیکن جب اس
 مطالعے سے حاصل معلومات کو حافظہ میں محفوظ رکھ کر بروقت استعمال کیا جائے تو اسے
 فن کہا جاتا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے سینکڑوں تالیفات فرمائیں، علامہ حسن بن یوسف بن علی
 المعروف علامہ حلیؒ نے ۵۰۰ سے زائد کتب تصنیف و تالیف فرمائیں، شیخ صدوقؒ
 نے ۳۰۰ سے زائد کتب تالیف فرمائیں، شیخ مفیدؒ کی ۲۰۰ سے زائد کتب کا ذکر کیا گیا
 ہے اور بھی دیگر علماء کرام نے سینکڑوں تصنیفات و تالیفات فرمائیں۔ آخر کس طرح
 ...! کتب میں اس صلاحیت کو کرامت لکھا گیا ہے... قصص العلماء میں علامہ حلیؒ کے

حال میں لکھا ہے کہ یہ ان کی کرامت تھی کہ ”ان کی تالیفات کو ان کی عمر کے ایام پر تقسیم کریں تو ہر دن میں ایک جزو تالیف کا قرار پاتا ہے اور حساب سے پتہ چلتا ہے کہ ہر روز ایک ہزار الفاظ لکھا کرتے تھے۔“ اللہ اکبر

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہ وہ علمائے کرام تھے جن کے سینکڑوں طلباء قریب رہتے تھے اور نہ صرف قریب رہتے تھے بلکہ یہ علمائے کرام حوزہ علمیہ میں تعلیم و تدریس کے فرائض باقاعدہ انجام دیتے تھے، دن دن بھر کی نشستیں ہوتی تھیں... اور اس دوران مختلف طلباء کوئی متذکرہ عالم سے احادیث سن سن کر جمع کرتا، کوئی ان سے مسائل پوچھ پوچھ کر کتب ترتیب دیتا، کوئی ان سے منفرد و نایاب و مستند کتب کی معلومات جمع کرتا تو کوئی ان علماء کی مدد سے سوانح حیات ترتیب دیتا...! اور اس طرح علماء کے علم کو انتہائی تیزی کے ساتھ کاغذ پر منتقل کر دیا جاتا... لیکن اب وہ صورتحال کہاں!

جب میں علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کے طریقہ کار کا مشاہدہ کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ علم کی ترسیل میں مصروف ہے، وہ خود ایک سمندر ہیں کہ جن کا علم ہے کہ ماشاء اللہ بڑھتا ہی جا رہا ہے... آپ مسلسل تقریر و تحریر میں مصروف ہیں اور وسعت پذیر موضوعات یا Ideas، فلسفیانہ نکات، نایاب احادیث اور تاریخی معلومات کا ایک ایسا گراں بہا خزانہ ہیں کہ جن کے دست و دہن سے، ذہن و فکر سے بے بہا تصنیفات و تالیفات تخلیق پانے کے لئے بیتاب ہیں...! یہ خزانہ کہہ رہا ہے کہ مجھ سے علم لے لو...، دعوت دے رہا ہے کہ میرے زور و جواہر سے فیضیاب ہو جاؤ... لیکن علامہ صاحب کی تقاریر کی مصروفیات کے باعث دامن وقت کی تنگی گنجائش نہیں دے رہی اور نہ ہی وہ لوگ موجود ہیں جو

ان کے پوشیدہ کبے علم کو کاغذ پر منتقل کر سکیں... البتہ علامہ صاحب اپنی ذات سے مسلسل اپنے مطالعہ، مشاہدے اور حافظے کی بدولت یکے بعد دیگرے نئے و منفرد موضوعات پر تقاریر فرما کر کتب تصنیف فرما کر بحث کے دروازے کھولتے جا رہے ہیں، ایک کے بعد ایک پاک ہستی کی سوانح اور احادیث کے ذخیرے کو سپردِ قریاس و قلم کر رہے ہیں۔ اور علم بانٹنے کے فرض سے مسلسل سبکدوش ہو رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس کتاب میں گزشتہ طویل عرصے کے دوران شہزادہ علی اصغر علیہ السلام کی شخصیت پر علامہ صاحب کے حاصل مطالعہ احادیث و روایات جمع کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ پیش کی گئی ہیں، منفرد و نایاب کتب کے واضح اشاروں کی مدد سے مستقبل کے محققین و مفکرین کے لئے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور علامہ صاحب کے ذوق مطالعہ کی آئینہ دار ہے لیکن واضح رہے کہ یہ ہر گز شہزادے کی سوانح حیات نہیں ہے بلکہ ان کی سوانح لکھنے والوں کے لئے ایک تحفہ کبیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس مقام پر یہ عرض کرنا چلوں کہ عمومی قارئین کرام جو گزشتہ ۱۰، ۱۲ یا اس سے زائد برسوں سے ایام عزاء کی مجالس میں شہزادہ علی اصغر علیہ السلام سے متعلق احادیث و روایات سماعت فرما چکے ہیں اور وہ احباب بھی جو شہزادے کی شخصیت پر دستیاب کسی ایک یا زیادہ کتب کا مطالعہ رکھتے ہیں... دونوں قسم کے قارئین کے لئے زیر نظر کتاب کی افادیت یکساں ہے۔ جہاں عام قاری کو اس کتاب میں شہزادے کی عصمت مآب شخصیت اور کرامات و فضائل کا علم ہوگا وہیں، کتب بین طبقات کے لئے یہ کتاب ایک ایسے انتخاب کی حیثیت رکھتی ہے جس میں نادر و نایاب کتب میں موجود روایات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ علامہ صاحب تقاریر کی مصروفیات کے باوجود ماشاء اللہ جس قدر تیزی کے ساتھ تصنیف و تالیف فرما رہے ہیں، اگر مکمل طور پر تصنیف و تالیف کے سلسلے سے وابستہ ہو جائیں تو سینکڑوں نایاب تصنیفات کے انبار لگ سکتے ہیں!... اور اگر علامہ صاحب کے چند خدمت گزار شاگرد قریب ہوں، جو آپ کی مرضی کے مطابق ان کی تالیفات کی نگرانی کر سکیں تو بیک وقت سینکڑوں تالیفات منظرِ عام پر آسکتی ہیں لیکن میں اس سلسلے میں صرف اپنی ہی بات کروں تو خود کو از حد مطلبی شاگرد سمجھتا ہوں جو اس صورتحال کا ادراک رکھتے ہوئے علم کے اس دریا سے فیضیاب ہونے کے بجائے محض اپنے مطلب کی خاطر کسی موضوع پر ان کے حافظے سے فائدہ اٹھانے، ان کے کتب خانے سے مستفیض ہونے یا ان کے علمی و ادبی کام میں مالی منفعت کے لئے ہاتھ بٹا دیتا ہوں... یقیناً... جاتا وقت مجھے اس کو تاہی کے لئے کبھی معاف نہیں کرے گا! آخر میں یہی دُعا ہے کہ رب العزت، مولائے کائنات و شہزادی کو نین کے صدقے علامہ صاحب کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور ہم ان کے گراں بہا علم سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین



یہ شہزادہ ادب و علم کے اعلیٰ وزیر ہیں
یہ ایسے ہیں کہ جیسے انیس و دیر ہیں
گستاخ تو ادب سے ذرا ان کا نام لے
عزت مآب قبلہ و کعبہ تعمیر ہیں
علی ارمان

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

معراجِ خطابت جلد چہارم (چھٹی مجلس)

دو معصوم شیرخوار

حضرت موسیٰؑ اور حضرت علیؑ اصغرؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمد و آلِ محمد کے لیے
آج سورہ قصص کی دسویں آیت پیش نظر ہے۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ (سورہ قصص آیت ۱۰)

جب موسیٰؑ کو ماں سے جدا کیا ہے تو مادرِ موسیٰؑ کا دل بے قرار ہو گیا۔ یہ ترجمہ کیا ہے
مفسرین نے لیکن بعض مفسرین تفسیر کرتے ہیں کہ عنقریب اُن کا دل پھٹ جاتا اس غم
سے کہ بیٹا جدا ہو گیا ہے۔ لیکن ہم نے مادرِ موسیٰؑ کے دل کو تھام لیا اس لیے دل کو تھام لیا
تا کہ مادرِ موسیٰؑ اہل یقین میں سے ہو جائیں منزل یقین تک پہنچ جائیں غور کیا آپ
نے یعنی کچھ لوگوں کا تعارف کروایا جا رہا ہے کہ کچھ لوگ اہل یقین ہیں۔ یہاں پر شاید
کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ مجالس تفسیر میں قرآن کی آیات پڑھی جا رہی ہیں اور
اُن کی تفسیر ہو رہی ہے۔ یہ اچانک گفتگو کا رخ اہل بیت کی طرف کیسے چلا جاتا ہے۔ تو
یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ مقصدِ مجلس یہ نہیں ہے کہ ہم آپ کو قرآن سنائیں یا اُس کی
تفسیر سنائیں ہم آیت اس لیے پڑھ رہے ہیں تاکہ آپ کو فضیلتِ آلِ محمد سنائیں۔

مقصد صرف آیت پڑھنا نہیں ہے مجلس میں آیت پڑھی ہی اس لئے جاتی ہے تاکہ فضیلت آل محمد بتائی جائے مجلس کا مقصد صرف فضائل و مصائب آل محمد ہے، اس کے علاوہ مجلس کا کوئی عنوان ہوتا ہی نہیں، اب چونکہ قرآن و اہل بیتؑ ساتھ ہیں اس لئے ہم نے آیت پڑھی اب یہ قرآن کا کمال ہے کہ وہ قصہ سنائے موسیٰ کا تو وہ درحقیقت موسیٰ و مادر موسیٰ کا قصہ نہیں سنارہا بلکہ وہ صاحبان ایمان کی عظمت و فضیلت کو بتانا چاہتا ہے کہ یہ قصہ ہم تم کو سنا کر صرف یہ اشارہ کر رہے ہیں تاکہ اُن لوگوں پر تم کو یقین کامل ہو جائے جو ان سے افضل تھے اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ ارشاد الہی ہے ہم نے مادر موسیٰ کے دل کو اس لئے سنبھالا تاکہ وہ اہل یقین میں سے ہو جائیں، کہاں تھے اہل یقین جن کے لئے اللہ نے چاہا کہ مادر موسیٰ کو اُن میں شامل کر دیا جائے، فطرت کا تقاضہ تھا کہ مادر موسیٰ کا کلیجہ بچے کی جدائی میں پھٹ جاتا وہ روتیں فریاد کرتیں کہ میرا بچہ مجھ سے جدا ہو گیا لیکن ہم نے اُن کے دل کو اس لئے مضبوط کر دیا کہ اے مادر موسیٰ ہم نہیں چاہتے کہ تم ایک پیغمبر کی ماں ہو کر ایک عام ماں بن جاؤ ہم تم کو وہ ماں بنانا چاہتے ہیں جو عظمت و بزرگی میں (IDEAL) مائیں ہیں۔ وہ جو اہل یقین میں سے مائیں ہیں اُن میں سے بنانا چاہتے ہیں تاکہ تمہارا مرتبہ افضل ہو جائے، تو اصل میں قرآن میں فضیلت مادر موسیٰ کی بیان نہیں ہو رہی بلکہ خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ مادر موسیٰ کا حال سن کر وہاں تک پہنچ جاؤ جو مادر موسیٰ سے افضل مائیں ہیں، ہم تفسیر کی روشنی میں اُس ماں کو تلاش کریں گے کہ جو اہل یقین میں سے ہوتا کہ ہم مادر موسیٰ کو پہچان سکیں کہ وہ کس صف میں ہیں تو آئیے دیکھیں وہ ماں جو سب سے پہلے اہل یقین میں ہم کو نظر آتی ہے وہ کون ہے، آج حضرت فاطمہؑ بنت اسد کی وفات کا دن ہے تو ہم سب سے پہلے نام لیتے ہیں اسلام میں اہل یقین ماں وہ ہیں حضرت

فاطمہ بنت اسد صلوٰۃ اللہ علیہا۔ آپ کہیں گے کہ کیا وہ اہل یقین میں سے تھیں تو آئیے ہم دیکھ لیں کہ وہ اہل یقین میں سے ہیں یا نہیں، اس لئے کہ جب مادرِ موسیٰ اور جنابِ فاطمہ بنت اسد کو ایک جگہ رکھ کر آپ دیکھیں گے تو یہ فرق صاف نظر آجائے گا کہ مادرِ موسیٰ نے ایک نبی موسیٰ جیسا پالا اور فاطمہ بنت اسد نے چار بیٹے موسیٰ جیسے پالے اور ایک بیٹا فخرِ موسیٰ سے بھی افضل ”محمدؐ“ پالا۔ وہاں ایک نبی کی پرورش ہے تو پورا سورہ اُس ماں کے لئے ہو جائے یہاں پانچ ویسے فرزند پالے چار اپنے بیٹے اور ایک حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کالال۔ پانچ بیٹے پالے ہیں اس ماں نے جس کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ اور سارے بیٹوں کی اولاد کو بھی دیکھا رسول اللہ کو بیٹا بنا کر پالا تو رسول اللہ کی اولاد کو بھی دیکھا۔ رسول اللہ کی شادی بھی کی۔ بڑے بیٹے حضرت طالب ہیں پھر جناب عقیل ہیں، پھر حضرت جعفر پھر علی ہیں۔ چار بیٹے پالے۔ فاطمہ بنت اسد اہل یقین میں ہیں۔ دیکھئے رسول خدا کو پالا۔ تو یا تو یہ مانئے کہ خدا نے کہا فاطمہ بنت اسد یہ بیٹا نبی بنے والا ہے۔ اس کی پرورش یوں کرنی ہے جیسے مادرِ موسیٰ نے موسیٰ کو پالا۔ اگر نہیں کہا اللہ نے اور پھر پال کر نبی بنا دیا یہ کریڈٹ (CREDIT) فاطمہ بنت اسد کا ہے، اور اللہ نے کہا ہے کہ ان کو اس طرح پالنا ہے جیسے ایک نبی کو پالا جاتا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ حضرت فاطمہ بنت اسد پہ وحی بار بار کرتا تھا۔ دو میں سے ایک بات ماننا پڑے گی۔

آپ نے کتابوں میں پڑھا اور سنا ہوگا کہ شاہی خاندانوں کے بچوں کی پرورش شاہی طریقے سے ہوتی ہے۔ اور عام بچوں کی پرورش عوامی طریقے سے ہوتی ہے عوام کے بچے پلتے ہیں جس کے گھرانے کا جو دستور ہوتا ہے وہ اپنے بچے کی پرورش اسی طریقے پر کرتا ہے۔ لیکن شاہی خاندانوں میں ایک ایک آداب سکھائے جاتے ہیں

ایک ایک طور اور طریقہ سکھایا جاتا ہے تاکہ جوانی کی منزلوں پر جب پہنچے تو اس کو کچھ سکھانا نہ پڑے بلکہ ہر چیز کا اسے علم ہو کہ بڑے لوگوں سے کیسے ملا جاتا ہے شاہی آداب کیا ہیں۔ نوکروں سے بات کیسے ہوتی ہے ماں باپ سے بات کیسے کی جاتی ہے۔ وزراء سے گفتگو کیسے ہوتی ہے۔ آپ یہ انداز دیکھیں گے اس کے معنی یہ ہیں کہ پرورش کرنے والوں کا کمال ہوتا ہے چاہے غریب گھرانے میں بچہ پلے یا امیر گھرانے میں۔ یعنی اپنے خاندان کی روایت پر بچے کی پرورش کرنا یہ ماں کی آغوش کا کمال ہوتا ہے تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ آداب و دستور جو نبوت کے گھرانے کے ہونا چاہیے ہیں وہ بچپن سے نبی کو بتاتے رہنا ہیں تو کیا فاطمہ بنت اسد کو نبوت کے دستور معلوم تھے۔ جو قدم قدم پر بتا رہی تھیں تو اس سے کون انکار کرے گا کہ فاطمہ بنت اسد نبی کے گھرانے کی بیٹی تھیں۔ باہر سے نہیں آئی تھیں حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کی بیٹی ہیں۔ بلکہ مورخ نے جب حضرت علی علیہ سلام کی سوانح حیات لکھی تو ایک جملہ لکھا کہ اسلام کا قریش میں پہلا بچہ جو باپ کی طرف سے بھی ہاشمی تھا اور ماں کی طرف سے بھی ہاشمی تھا۔ یہ فخر عرب کے صرف چار بیٹوں کو ملا۔ حضرت طالبؑ کو حضرت عقیلؑ اور حضرت جعفرؑ کو اور حضرت علیؑ کو آپ کی انھیال بھی ہاشمی ددھیال بھی ہاشمی، اس لئے کہ ختمی مرتبت جو ہیں وہ باپ کی طرف سے ہاشمی ہیں لیکن ماں کی طرف سے بنی زہرہ قبیلے سے ہیں۔ فاطمہ بنت اسد۔ حضرت اسد کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت اسد حضرت عبدالمطلب کے بھائی ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت ابوطالبؑ ہیں ایک بھائی کا بیٹا ایک بھائی کی بیٹی۔ ادھر سے بھی علیؑ ہاشمی ادھر سے بھی ہاشمی۔ تو گھرانے کے دستور کو فاطمہ بنت اسد سے بہتر کون سمجھے گا۔ اب اگر لوگ ناز کریں کہ صاحب فلاں یہ ناز فلاں پر ناز ارے آپ کس سے کس کا موازنہ کر رہے ہیں۔ اسلام آنے کے بعد جو عورتیں آئیں

ہیں اُن کا موازنہ کر رہے ہیں یہ افضل یا یہ افضل ہم تو کسی اور ہستی کی بات ہی نہیں کر رہے ہیں۔ ہم تو اُس وقت کی بات کر رہے ہیں جب اسلام نہیں آیا ہے۔ اور اُس وقت کی عورتوں سے ان کا مقابلہ کر کے دکھا دو جو بعد میں اسلام لائیں۔ اور اُن میں واحد خاتون فاطمہ بنت اسد ہیں جن کے لیے تاریخ یہ انکار کر کے دکھا دے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد مسلمان نہیں تھیں۔ کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت ابوطالب کے ایمان کا انکار مورخین نے کر دیا۔ لیکن کسی مورخ کی مجال نہیں ہوئی کہ فاطمہ بنت اسد کے ایمان سے انکار کرتا۔ حضور اکرم کا اصول تھا کہ جن مسلمان عورتوں کے شوہر مسلمان نہیں ہوتے تھے تو آپ اُن عورتوں کو طلاق دلوادیا کرتے تھے۔ تو اگر ابوطالب مسلمان نہیں تھے تو رسول اللہ نے فاطمہ بنت اسد کو طلاق کیوں نہ دلائی۔

رسول اللہ نے پرورش پائی آنکھ ابوطالب و فاطمہ بنت اسد میں۔

جب رسول اللہ کا ظہور نور ہوا تو سب سے پہلے حجرہ عصمت سے نکل کر فاطمہ بنت اسد نے بیٹی کی ولادت کی خبر سنائی۔ فاطمہ بنت اسد حضرت ابوطالب کے پاس آئیں چہرہ مبارک خوشی سے سرخ تھا کہنے لگیں میرے وارث میرے والی میرے سرتاج مبارک ہو اللہ نے حضرت آمنہ کو ایک چاند سا بیٹا عطا کیا۔ حضرت ابوطالب نے فرمایا فاطمہ بنت اسد آج سے تین برس بعد اللہ تم کو ایک ایسا ہی بیٹا عطا کرے گا۔ یہ ہے مبارک باد یعنی مبارک باد اُس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک نبی کے وصی کی خوشخبری نہ سنادی جائے۔ یعنی حضرت ابوطالب نے بتایا کہ محمد کے بعد علی ولی اللہ لازمی ہے اور جب تک وہ آئے گا نہیں اسلام کامل نہیں ہوگا۔ عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ ہم لوگ خانہ کعبہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے کہ اک روز صبح کا وقت تھا چاندنی پھیلی ہوئی تھی چاند ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ باد صبا آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

کئے کی ہوا ٹھنڈی تھی۔ ہم سب محو گفتگو تھے کہ اتنے میں مدھم چاندنی میں ہم نے دیکھا کہ اک سایہ محلّہ بنی ہاشم سے کعبے کی طرف آرہا ہے۔ پھر وہ چادر میں لپیٹا ہوا سایہ بجائے در کعبہ پر رکنے کے کعبے کے پیچھے کی دیوار رکن یمانی کے پاس آیا اُس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ دیوار شق ہو گئی۔ ہم ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ دیوار کیسے ٹوٹ گئی کہ وہ خاتون جو دعا مانگ رہی تھیں غائب ہو گئیں اور دیوار کا شکاف پھر بھر گیا۔ پورے مکے میں شور ہو گیا ابولہب و ابو جہل نے تالا کھولنا چاہا کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے مگر تالا نہ کھلا، تین دن گزر گئے مگر تالا نہ کھل سکا، بڑی حیرانی ہے، بات رسول اللہ تک پہنچی، آپ شانے پہ چادر ڈالے خوشی سے مسکراتے ہوئے خانہ کعبہ کے قریب پہنچے۔ آپ کا ہاتھ لگتے ہی تالا ٹوٹ کر گر گیا۔ آپ نے سب کو منع کر دیا کہ اندر کوئی نہ آئے، کل تک سب اندر آرہے تھے مگر آج کل ایمان آیا ہے کوئی کافر کعبے میں کیسے آسکتا ہے، شرط یہ ہے کہ صاحب ایمان آئے۔ رسول اللہ نے چچی کے پہلو میں ایک بچہ کو دیکھا آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں آپ حکم خدا سے کعبے میں آئی ہیں۔ بتائیے چچی بچے کا کیا حال ہے تو کہا بیٹا آج تیسرا روز ہے نہ دودھ پیتا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے۔

موسیٰ عام بچے نہیں تھے فرعون نے امتحان کر کے دیکھ لیا تھا آج تو دنیا دیکھ لے کہ خانہ خدا میں ظہور فرمانے والا بچہ بھی عام بچے نہیں ہے اس لئے کہ وہ فخر موسیٰ ہے وہ ایک فرعون سے ٹکر لینے آیا تھا یہ تین فرعونوں سے ٹکر لینے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا چچی جان بچہ مجھے دے دیجئے جیسے ہی بچہ رسول کے ہاتھوں پہ آیا چونک کر آنکھیں کھول دیں یعنی آنکھ کھول کر سب سے پہلے نبی کی زیارت کی یہ نور کا ٹکڑا عرصے سے چھڑا ہوا تھا۔ جب تک نور نور نہ دیکھ لے یہ آنکھیں کسی کو دیکھ نہیں سکتیں لوگ کہتے ہیں کہ اس لیے آنکھ نہیں

کھولی کہ آنکھ کھولنے تو بتوں پر نظر پڑ جاتی میں اس دلیل کو نہیں مانتا اس لیے کہ تاریخ یہ کہتی ہے کہ جیسے ہی حضرت علیؑ کی آمد ہوئی سارے بت منھ کے بھل زمین پر گر گئے۔ بتوں کے چہرے کہاں سلامت تھے سب تو سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ نور نور کے انتظار میں تھا۔ دونوں نے مل کر نگاہوں میں ایک دوسرے کو پیغام دے دیا۔ حضرت علیؑ نے یہ کہہ دیا میں آگیا اب اعلان نبوت کر دیجئے، رسول اللہؐ نے یہ بتا دیا تمہارا ہی تو انتظار تھا تم آگئے اب میرے بازو مضبوط ہو گئے اب ایک ایک عرب کو دیکھ لیں گے ہم اب بڑے بڑے بہادروں کو دیکھ لیں گے۔

عباس بن عبدالمطلبؑ کہتے ہیں پورا مکہ در کعبہ پر جمع تھا کہ دیکھیں یہ ماجرا کیا ہے مگر رسول خداؐ اپنی چچی اور بھائی کو لے کر در سے باہر نہیں آئے بلکہ پھر رکن یمانی کی دیوار میں شگاف ہوا وہاں سے باہر آئے بتانا یہ تھا کہ ہمارا وحی نئے در سے آتا ہے نئے در سے جاتا ہے۔ یہ شہر علم کا در ہے اس در سے نبیؐ چلے ہاتھوں پر علیؑ کو لیے ہوئے اور پیچھے پیچھے ایک بی بی چادر میں ہیں، نبیؐ اس شان سے چلے میں کیوں نہ کہوں کہ علیؑ کی سوانح حیات کا آغاز انہیں ہاتھوں سے ہوگا اور اختتام بھی انہیں ہاتھوں سے ہوگا۔ آج افتتاح ہوا ہے پچہ نبیؐ کے ہاتھوں پہ آیا ہے جب علیؑ جوان ہو جائیں گے تو رسول اللہؐ دونوں ہاتھوں سے بازو بلند کر کے کہیں گے "من کنٹ مولا فہذا علیؑ مولا"

بڑی عجیب بات ہے کہ جب بھی خدا کا دین ڈمگانے لگایا کائنات خطرے میں آگئی تو ایک اولوالعزم کے ہاتھ پر ایک علیؑ لایا گیا تاکہ وہ آکے کائنات کو تباہی سے بچالے یہاں مکہ کفرستان میں گھرا ہوا ڈمگا رہا تھا تو ایک بار اولوالعزم نبی محمدؐ نے علیؑ کو اپنے ہاتھوں پہ بلند کر کے کائنات کو تباہ ہونے سے بچالیا اور یہاں دس ہجری میں اسلام تباہی کی طرف جارہا تھا اور منافقت جال بنتی جارہی تھی تو غدیر خم میں ڈیڑھ لاکھ

کے مجمع میں پھر علیؑ کو ہاتھوں پہ بلند کر کے فرمایا۔ یہ ہے علیؑ پہچان لو تمہیں بتا ہی سے بچالے گا۔ اور ساٹھ برس کے بعد اسلام پھر بتا ہی پر تھا اور امام حسینؑ بار بار سمجھا رہے تھے مسلمان ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آخر میں امام حسینؑ نے فرمایا لو اب میں اپنے ہاتھوں پر علیؑ کو لے کر آگیا ہوں۔ اب اسلام بچ جائے گا امام حسینؑ علی اصغرؑ کو میدان میں اس طرح لائے کہ اصغرؑ پر چادر پڑی ہوئی تھی ایک لاکھ تیس ہزار کے لشکر میں منافقین یہ سمجھے کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں، یہ پروردگار کا تقیہ ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ ابھی اسے علیؑ سمجھیں بلکہ قرآن سمجھیں یہ پروردگار نے کئی بار چاہا جب بھی علیؑ کو چھپانا چاہا شب بھرت جب علیؑ چادر اوڑھ کر سو گئے تو دنیا سمجھی نئی سو رہے ہیں اور یہاں جب چھپایا تو دنیا سے کہلوادیا علیؑ نہیں بلکہ قرآن میں اور جب چادر ہٹے گی تو پتہ چلے گا کہ جسے قرآن سمجھ رہے تھے وہ قرآن صامت نہیں بلکہ قرآن ناطق ہے امام حسینؑ علی اصغرؑ کو لے کر آئے، کہاں آئے بلندی پر آئے اس لئے کہ اسلام کے آخری پیغام کے لیے نبیؐ نے پالان شتر کا منبر بنایا تھا بلندی پر جا کر علیؑ کو بلند کیا تھا تو آج حسینؑ نے بھی طے کیا کہ مجھ کو بلندی پر جا کر علیؑ کو دکھانا ہے۔ وہاں رسول اللہؐ نے علیؑ کے لیے بیعت مانگی تھی۔ کتنی عجیب بات ہے رسول خداؐ نے امت سے جو کچھ مانگا امت نے انکار کر دیا نبیؐ نے فرمایا قربی کے لئے موڈت مانگتا ہوں میرے قربی سے موڈت کرو۔ امت نے موڈت نہیں کی، رسولؐ نے کہا صرف میرے اہل بیتؑ پر درود پڑھو، امت نے اس میں اصحاب و ازواج سب کو شامل کر لیا۔ یا انکار کر دیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا ہمیں قلم و کاغذ دے دو امت نے انکار کر دیا ممکن تھا کہ امت کہتی بہت قیمتی چیزیں مانگ لی تھیں اس لئے نہیں دیں جناب سیدہ کو فذک نہیں دیا حضرت علیؑ کو خلافت نہیں دی رسولؐ کو قلم و کاغذ نہیں دیا۔ دیتے کیسے بہت قیمتی چیزیں تھیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اچھا اب میں

کائنات کی سب سے حقیر چیز مانگتا ہوں وہ ہے پانی، مگر اُمّت نے پانی بھی نہیں دیا۔ جب امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کو میدان میں لائے تو فرمایا: اے قومِ اشتیاء تمہارے زعم ناقص میں اگر تمہارا قصور وار ہوں تو میں ہوں اس بچے نے کیا خطا کی ہے یہ تین دن کا بیاسا ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ پھر کیا ہوا، جس لئے آئے تھے علی اصغرؑ نے اس چیز کو فتح کر لیا یہ ہے علی اصغرؑ کا کارنامہ۔ علی اصغرؑ کا کارنامہ یہ ہے کہ جس لئے آئے تھے میدانِ جنگ میں اُس میں کامیاب ہو گئے۔ آئے تھے جہاد کرنے ہر مجاہد کو جہاد کرنا تھا حضرت عباس علیہ السلام کا جہاد، حضرت علی اکبر علیہ السلام کا جہاد، حضرت قاسم علیہ السلام کا جہاد، حضرت عونؑ و محمدؑ کا جہاد، حضرت حبیبؑ کا جہاد، جہاد سے ہر مجاہد کا مقصد یہ تھا کہ امام حسینؑ کو بچالے اور خود شہید ہو جائے، یہ باتیں نظر میں رہیں کہ علی اصغرؑ کو رجز بھی پڑھنا ہے تلوار بھی چلانی ہے۔ مقابلہ بھی کرنا ہے لشکر کو اُلٹ بھی دینا ہے اور علی اصغرؑ نے کسی چیز میں کمی کی ہو تو بتائیے جب امام حسینؑ نے پانی مانگا تو پورا لشکر عمر سعد سے کہنے لگا کہ اس بچے کو پانی دیدے اس بچے نے کیا خطا کی ہے۔ تاریخ نے لکھا کہ اُس وقت پورا لشکر منہ پھیر پھیر کر رونے لگا۔ یہ بعد میں بتاؤں گا کہ کیوں رونے لگا۔ دولاکھ کا لشکر مسلمانوں کا رونے لگا۔ یہ تھا حضرت علی اصغرؑ کا جہاد۔ اسی کو قمر جلالوی نے کہا تھا۔

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوجِ شام
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے
خیبر کی لڑائی کے ہم پلہ تھی علی اصغرؑ کی لڑائی اور یہ شاعر کا کمال ہے کہ وہ ثابت
کردے فیضِ بھرت پوری کہتے ہیں۔

واں بڑی جنگ ہوئی تب درِ خیبر اُلٹا

یاں زباں ہونٹوں پہ پھیری تھی کہ لشکر اُلتا

یہ اپنے وقت کا علیؑ ہے اور اس شان سے آیا کہ اس کی سواری امام حسینؑ کے ہاتھوں پر تھی اور جب سواری چلی ہے تو پروردگار نے ملائکہ کو آواز دی کہ یہ چھ ماہ کا سپاہی جو اپنے باپ کے ہاتھوں پہ جا رہا ہے اُس کو چھ مہینے کا نہ سمجھنا اُس کو ملاو سیرتِ آدمؑ سے سیرتِ نوحؑ سے سیرتِ ابراہیمؑ سے، سیرتِ موسیٰؑ سے سیرتِ عیسیٰؑ سے علی اصغرؑ نے آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی نبوتوں کے کاموں سے بڑا کام کیا ہے اس لئے تمام انبیاء افضل ہیں علی اصغرؑ۔ اور اُس مقام پہ آگئے جہاں علی اصغرؑ نے اپنی سیرتِ علیؑ کی سیرت سے ملا دی اب اگر علی اصغرؑ کا موازنہ کرنا ہو تو پہلے انبیاء سے موازنہ کرنا پھر سیرتِ علیؑ کے آئینے میں علی اصغرؑ کو دیکھنا تب علی اصغرؑ سمجھ میں آئیں گے۔ یہ علیؑ نام کا اصغرؑ (چھوٹا) ضرور ہے مگر کر بلا کا فاتح اکبر ہے، ایک بار امام حسینؑ نے فرمایا کہ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس بچے کے بہانے سے میں خود پانی پینا چاہتا ہوں تو لو۔ میں اسے زمین پہ لٹائے دیتا ہوں تم خود آکر اسے پانی پلا دو۔ آپ نے یہ فرمایا اور علی اصغرؑ کو زمین پہ لٹا دیا۔ مگر فوراً ہی اٹھالیا اس لئے اٹھایا کہ یہ فخر اسماعیلؑ ہے اگر علی اصغرؑ بیڑیاں رگڑیں گے تو چشمہ جاری ہو جائے گا۔

امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں اٹھالیا اور اصغرؑ سے گفتگو شروع کی کہنے لگے اصغرؑ حجت کو تمام کرو، حجت کے کیا معنی ہیں؟ آپ زیارت میں کہتے ہیں امام زمانہ کو حجت خدا۔ اپنے وقت کا امام حجت ہوتا ہے۔ کاش اس جملہ کو مسلمان سمجھ سکتے۔ اور خاص طور سے صاحبانِ ایمان سمجھ سکتے۔ امام حسینؑ اُس وقت زمین پر حجت خدا تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے علی اصغرؑ تم حجت کو تمام کرو۔ حجت کو تمام وہ کرتا ہے جو حجت خدا کا فرزند ہوتا ہے۔ امام حسینؑ کا قول بتا رہا ہے کہ حجت خدا کا بیٹا بھی حجت تمام کر سکتا ہے یعنی اگر

جوان ہوتے تو اپنے وقت کے امام ہوتے۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ علی اصغرؑ نے حجت کو تمام کیسے کیا ؟ تو بات یہ تھی کہ جب امام نے پانی مانگا تو عمر سعد ملعون نے کہا کہ پہلے یزید ملعون کی بیعت کرو پھر پانی ملے گا۔ تو اب یہ بات علی اصغرؑ سے متعلق تھی نہ کہ امام حسینؑ سے تو امام حسینؑ نے علی اصغرؑ سے فرمایا بیٹا تم اس وقت پانی پاؤ گے جب تمہارا باپ یزید کی بیعت کرے گا۔ لہذا اب تم حجت کو تمام کرو اب تمام مورخین متفق ہیں یاد رکھئے حجت معجزہ ہے اگر آپ حجت کو معجزہ کہتے ہیں تو اگلے جملے پر حیرت نہیں کریں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا علیؑ اصغر حجت کو تمام کرو تو علی اصغرؑ نے کہا ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ شیخ عبدالعزیز کتاب ”وسیلۃ النجات“ میں ایک دوسری روایت میں لکھتے ہیں شاہزادہ علی اصغرؑ نے اس وقت نہایت فصیح آواز اور واضح الفاظ میں فرمایا ”لا واللہ“ پس باپ بیٹے میں یہی سوال وجواب ہوا تھا کہ تیرا شاہزادے کے گلوے پاک سے نکل کر دست حسینؑ کو چیرتا ہوا بیوست ہو گیا۔ میرا باپ اور یزید کی بیعت کرے۔

لعنت ہے شیطان پر اور اُس کی بیعت پر۔

آپ کہیں گے ہم کیسے مان لیں کہ علی اصغرؑ بولے۔ تو میں کس سورہ کی تفسیر کر رہا ہوں سورہ نقص جس میں حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ ہے، تاریخ میں ہے ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو گود میں اٹھا لیا اُسی وقت فرعون کو چھینک آگئی تو موسیٰؑ نے گود میں کہا ”الحمد للہ“ اور حضرت عیسیٰؑ نے تین دن کے سن میں جھولے سے آواز دی کہ میں حجت ہوں کتاب لایا ہوں۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ط اَتٰنِی الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (سورہ مریم آیت ۳۰)

تو جب جھولے میں بچہ نبی ہو سکتا ہے تو حسینؑ کے ہاتھوں یہ بچہ علیؑ ہو سکتا ہے اور

پھر خانہ کعبہ میں بچے کا بولنا نبی کے ہاتھ پر، یہاں بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پہ بولا اب آپ کہیں گے اس بات پر کوئی عقلی دلیل دو۔ تو عقلی دلیل یہ ہے کہ اس جملے کے علاوہ بچپن سے آپ نے کچھ سنا ہو تو ہمیں بتادیں کہ عمر سعد نے کہا۔

”حسینؑ کے کلام کو قطع کر دو۔“ تو میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ امام حسینؑ نے کون سا کلام کیا تھا جس کو قطع کر دیا گیا تھا۔ امام حسینؑ نے تو یہ کہا تھا کہ بچے کو پانی دے دو۔ اور اس کا جواب مل گیا کہ یزید کی بیعت کر لو تو پانی ملے گا۔ اس لئے امام کچھ بولے ہی نہیں تو کون سا کلام قطع کر دیا گیا۔ کوئی بات کاٹ دی گئی پتہ چلا کہ اب امام حسینؑ نہیں بولے بچہ بولا ہے۔ تو اب عمر سعد یہ کیسے کہتا کہ بچے کا کلام قطع کر دو۔ اگر یہ کہتا تو دو لاکھ کا مجمع کہتا کہ جب معجزے کو مان رہا ہے تو ایمان کیوں نہیں لاتا۔ یہ عمر سعد کی چالاکی تھی کہ علی اصغرؑ کے کلام کو قطع کرنا چاہتا تھا جواب میں کہا حرمہ حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے تاکہ لشکر کو یہ پتہ چلے کہ بچہ نہیں بولا اور ہرنی کے معجزے پر امام حسینؑ کا یہ معجزہ بھاری پڑ گیا۔ اصغرؑ کی شہادت کا معجزہ، تیر چلا اور تیر کھا کر شہزادہ مسکرایا اس مسکراہٹ پر کل عرض کروں گا کہ علی اصغرؑ کیوں مسکرائے تھے علی اصغرؑ کی مسکراہٹ ایک راز ہے کل بتاؤں گا انشاء اللہ۔

شہادت علی اصغرؑ پر علماء نے بحث کی ہے کہ یہ وہ واحد شہادت ہے جو امام حسینؑ کے سامنے ہوئی۔ حالانکہ عبداللہ ابن حسنؑ کی شہادت بھی آپ کی گود میں ہوئی ہے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام پر جب وار ہوا امام حسینؑ نے نہیں دیکھا۔ حضرت عباس علیہ السلام کے شانے امام حسینؑ کے سامنے نہیں گئے۔ شہادت اصغرؑ واحد شہادت ہے جو امام حسینؑ کے سامنے ہوئی ہے اور جب تیر لگا تو بے ساختہ امام حسینؑ نے فرمایا ”اے میرے شیعوں کاش تم ہوتے تو دیکھتے کہ میں بچے کے لئے کس طرح پانی مانگ

رہا تھا، اور پانی نہیں ملا، پھر لاشہ اصغر کو اٹھا کر کہا ”اے میرے اللہ یہ میرا بچہ ناقہ صالح سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اور پھر علی اصغر کا خون چلو میں لے لیا۔ یہاں علماء نے پورے باب لکھے ہیں کہ سب شہداء کا خون زمین پر گر اگر یہاں یہ اہتمام کیوں کیا کہ خون اصغر زمین پہ گرنے نہ دیا۔ امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ خون زمین پر گر ادیں لیکن۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں

اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

آسمان نے انکار کیا کہ بارش نہیں ہوگی زمین نے انکار کیا کہ دانہ نہیں اُگے گا۔ تو وہ خون گیا کہاں تو وہ خون کچھ تو امام حسینؑ نے اپنے چہرے پہ مل لیا کچھ رسولؐ نے شیشے میں لیا اور کچھ رسولؐ زادی فاطمہؑ زہراؑ نے آگے بڑھ کر چہرے پہ مل لیا۔ علی اصغر کا خون ہے۔ بڑا متبرک لہو تھا اس لئے گواہی میں اس خون کو رسولؐ بھی لینا چاہتے تھے اور حضرت زہراؑ بھی۔

بعد شہادت خیمے کی طرف چلے مگر عالم عجیب ہے۔ اس سے پہلے جتنے لاشے لائے سیدھے خیمے تک گئے مگر لاشہ اصغر لیے سات بار خیمے کی طرف بڑھے اور سات بار واپس آئے۔ ہر مرتبہ فرماتے تھے:-

”اَنَا لِلّٰهِ وَانَا اِلَيْهِ رَاَجِعُونَ رِضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لِامْرِهٖ“

خیال ہے کہ ماں اس عالم میں بچے کو کس طرح دیکھے گی پھر چھوٹی بہن کا بھی خیال ہے کئی جوابات حسینؑ کو دینے تھے اور امام حسینؑ حیران تھے۔

ایک بار کمر ہمت باندھ کر درخیمہ پر آواز دی ”رباب آؤ بچے کو لے جاؤ“

حضرت ربابؑ آئیں ہاتھوں کو پھیلا دیا میرے والی میرا بچہ مجھے دے دیجئے مگر

ربابؑ نے چہرہ حسینؑ دیکھا اور سب سمجھ گئیں کہ جب آقارن کو گئے تھے تو چہرے کا رنگ یہ نہیں تھا اب آئے ہیں تو چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے ربابؑ نے دل کو مضبوط کر لیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علی اصغرؑ کو دیکھ کر چیخ نکل جائے اور میرا رتبہ مادرِ موسیٰ اور مریمؑ سے گھٹ جائے ہاجرہ سے گھٹ جائے۔

امام حسینؑ نے فرمایا ربابؑ بتاؤ میں کون ہوں، ربابؑ نے عرض کی آپ میرے والی ہیں آقا ہیں میرے امام ہیں، حسینؑ نے فرمایا جو میں کہوں گا اُس پر صبر کرو گی بی بی نے عرض کیا ہاں آقا صبر کروں گی، تو آپؑ نے فرمایا ربابؑ کچھ دیر کے لئے اس امانتِ خدا کو اپنی گود میں سنبھال لو۔ ربابؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لے لیا اگر کوئی اور ماں ہوتی تو کلیجہ پھٹ جاتا۔ مگر امام وقت سے صبر کا وعدہ کیا ہے۔ خاموش رہیں صرف ایک جملہ کہا اور اتنا عظیم جملہ کہا کہ عرب میں یہ دستور ہے کہ بھیڑ کی قربانی کرتے ہیں تو جملہ کچھ اور ہے مگر جب اونٹ کو ذبح کرتے ہیں تو اُسے نحر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اونٹ کو کھڑے ہوئے اُس کی گردن میں نیزہ مار کر ذبح کرتے ہیں اس کو نحر کہتے ہیں۔ اور سورہ کوثر میں وہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (سورہ کوثر)

وہ قربانی دو جو سب سے بڑی قربانی ہے جسے نحر کہتے ہیں۔ یہاں سورہ کوثر کی تفسیر ہوئی تھی ربابؑ نے بتایا دنیا والوں سورہ کوثر کی تفسیر ربابؑ کے ہاتھوں پہ دیکھو۔ ایک بار بچے کو دیکھا اور آواز دی ”اے علی اصغرؑ کیا عرب میں چھ مہینے کے بچوں کو بھی نحر کیا جاتا ہے۔ یہ ہے نحر کی تفسیر کہ جب بھی سورہ کوثر پڑھنا تو جان لینا کہ اللہ نے سورہ کوثر میں جو رسولؐ کو نحر کا حکم دیا تو وہ قربانی کوئی تھی آج ربابؑ نے اپنے بچے کو پیش کر کے لفظ نحر کی تفسیر کر دی ہے۔

امام حسینؑ نے اصغرؑ کو حضرت ربابؑ کے حوالے کیا اور نیام سے ذوالفقار کھینچی پھر

خیمے کے پاس بیٹھ کے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ جناب ربابؑ علی اصغرؑ کو لیے کھڑی ہیں۔ کیا کہنا بی بی آج اب کو مریم سلام کرتی ہیں۔ ہاجرہ سلام کرتی ہیں۔ آپ کو مادرِ موسیٰ سلام کرتی ہیں قبر تیار ہو گئی امام حسینؑ نے ربابؑ کی آغوش سے لاشہٴ اصغرؑ لیا قبر میں علی اصغرؑ کو اتار دیا مٹی ڈال دی۔ اب بتائیے ماں کو تعزیت دینا ہے حسینؑ کیا کریں۔ تو عظیم جملہ کہا ربابؑ ہمیشہ اصغرؑ تمہارے پاس رہے آج اصغرؑ کو اُن کی دادی فاطمہ زہراؑ نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اب اصغرؑ ہمیشہ اُن کے پاس رہیں گے۔ گھبراؤ نہ ربابؑ علی اصغرؑ اپنی دادی کی گود میں پلپیں گے۔



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

معراج خطابت جلد چہارم (ساتویں مجلس)

دو معصوم شیر خوار

حضرت علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمدؐ و آل محمدؐ کے لیے

آپ حضرات مجالس تفسیر قرآن کے سلسلے کی سورہ قصص کے موضوع پر تقریریں
رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا سے متعلق کل اُن کی وفات کی تاریخ
ہے۔ سورہ قصص قرآن مجید کا اٹھائیسواں سورہ ہم آپ کے سامنے تلاوت کر رہے
ہیں۔ اور اس میں حضرت موسیٰ کا قصہ پروردگارِ عالم اپنے حبیبؑ کو سنارہا ہے اور آغاز
ولادت کے ذکر سے کیا ہے جیسا کہ میں نے ایک دن اپنی تقریر کے دوران یہ بات کہی
تھی کہ کچھ عنوانات کہ جن کا اعلان باب العلم میں ہوا تھا اور ایک عشرہ ایسا رکھا گیا تھا کہ
جس میں مختلف عنوانات تھے اور اُن عنوانات کا حق ذکر میں نے ادا نہیں کیا۔ تو ہم اس
سلسلے میں ایک ایک عنوان پر انشاء اللہ تقریر کریں گے۔ اُن دن عنوانات میں ایک عنوان
حضرت علی اصغر علیہ السلام تھا۔ یعنی اُن پر تقریر کرنے کے لئے ذکر کو عنوان دیا گیا تھا۔
ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ یہ بہت مشکل عنوان ہے کہ کسی ذکر سے آپ یہ کہیں کہ
صاحب حضرت علی اصغر علیہ السلام پر آپ تقریر کر دیتے دس منٹ پندرہ منٹ ہر ذکر

مصائب اور فضائل بیان کر سکتا ہے۔ اور کوئی صاحب بھی چاہیں اُن کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ کتنا ہی کیوں نہ ہو میرے خیال میں وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ حضرت علی اصغرؑ پر ایک گھنٹے کی تقریر ہو سکتی ہے۔ لیکن پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ نہ ہو سکتا اور ہے لیکن منبر کی برکت کچھ اور ہے۔

خطابت کی عظمت اور ہے، اور تحقیق کی یعنی ریسرچ کی تعریف علما نے دانشوروں نے یہی کی ہے کہ پوری دنیا کا قائد یہ ہے کہ ریسرچ کے لئے وہ عنوان دیا جاتا ہے جس کا وجود نہ ہو۔ اسی پر اُس کو ڈگری ملتی ہے۔ سائنس میں ہوا دب میں ہو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملتی ہی اُس وقت ہے کہ ایسا عنوان دیا جائے جس پر مواد موجود نہ ہو۔ یہی اُس کا امتحان ہے کہ وہ مواد کہاں سے لاتا ہے۔ اپنے موضوع کو وہ کیسے بناتا ہے کیسے سجاتا ہے۔ یہ جو آپ سنتے ہیں اور اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں کو نوبل پرائز مل گیا تو کس بات پر ملتا ہے یہ دنیا کا سب سے بڑا انعام آپ کے ملک میں ڈاکٹر عبدالسلام کو ملا تو کس بات پر ملا۔ یعنی اُس کا سبجیکٹ فزکس تھا اور اُس میں ہی اُس کو ڈاکٹریٹ کرنی تھی۔ تو اب اُس کو ایسی شعاعیں تلاش کرنی ہیں جن کو ابھی تک کسی سائنس داں نے تلاش نہ کیا ہو اور ان شعاعوں کو تلاش کر کے وہ یہ بتائے کہ ان کی تلاش میں نے کڑی ہے اب اس کو یوں لا کر آپ اس سے اگر الیکٹریک بنائیں گے تو الیکٹریک جو ہے وہ حد سے زیادہ ہو جائے گی اور کبھی کمی نہیں ہوگی۔ اس سے پہلے وہ موضوع نہیں تھا اُس نے ہی اُن شعاعوں کو دریافت کیا۔ یا آسمانی خلاوں کے جو سفر ہو رہے ہیں یہ بھی سائنس سے متعلق سبجیکٹ ہے۔ سیاروں کا علم ستاروں کا علم تو جب ریسرچ دی جاتی ہے تو وہ سامنے کے اشارے جن کا نام آپ کو معلوم ہے اُن پر نہیں ریسرچ کرنی ہے یعنی مریخ ہے زہرا ہے ان ستاروں کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے کہ کہاں آکسیجن ہے کہاں

کارین ڈائی آکسائیڈ ہے کہاں پانی ہے کہاں پانی نہیں ہے کہاں سبزی ہے کہاں کتنے سورج نکلتے ہیں کہاں بادل چھائے رہتے ہیں کہاں نائیڈروجن ہے۔ سب ریسرچ ہو چکی اک ایسا ستارہ دریافت کرنا ہے جو اب تک خُردین نے دور بین نے نہ دیکھا ہو۔ اُس کو تلاش کرنا ہے اُس کی سمت کیا ہے آب و ہوا کیا ہے۔ جب وہ تھیسس (THESEASE) لکھے گا تب اُس کو پی ایچ ڈی ملے گی تو آپ نے دنیا کے سارے علوم کے مقابلے میں خطابت کو اتنا حقیر کیوں سمجھا ہے کہ سبجیکٹ دیا جائے اور یہ انکار کر دیا جائے کہ صاحب اس پر مواد نہیں ہے ایک بار نہیں ہزار مرتبہ ہم آپ کو اپنے کانوں سے سنی ہوئی بات بتاتے ہیں کہ ہم نے جشنِ حضرت عباس علیہ السلام رضویہ میں منعقد کیا۔ مقررین کو دعوت دی۔ آپ یقین کیجئے کہ بلا اتفاق جتنے خطیب آئے تھے سب نے تقریر یہاں سے شروع کی کہ کیا بتایا جائے حضرت عباس علیہ السلام پر کوئی مواد نہیں ملتا۔ بڑے بڑے خطیبوں نے تقریر کا آغاز یہاں سے کیا تو یہ ہم نے جو آپ کو منبر پر بلایا ہے اس جملے کے لئے دعوت دی ہے کہ آپ یہ کہئے کہ میٹر نہیں ملتا ہے۔ دعوت ہم نے اس لئے دی تھی کہ چونکہ قوم کو میٹر نہیں ملتا آپ میٹر دیجئے۔ عوام میں اور خطیب میں یہ فرق ہونا چاہئے کہ عوام یہ کہیں کہ میٹر نہیں ملتا۔ منبر پر آنے والا یہ کیسے اعلان کر دیتا ہے کہ میٹر نہیں ملتا۔ جہاں اُس نے یہ بیٹھ کر شکست مان لی کہ فلاں چیز پر میٹر نہیں ملتا اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ وہ اپنے فن میں کامل ہے نہ اُسے فنِ خطابت آتا ہے۔ اب یہ ہٹ دھرمی ہے کہ اُس کے گردہ والے اُسے پسند کرنے والے یہ کہیں کہ یہ اپنے فن میں کامل ہے۔ یہ بہت بڑا خطیب ہے یہ کہہ دینے سے تاریخ میں آپ کے جملے سند بن کر نہیں لکھے جائیں گے اسی لئے عوام کی بات کو سند نہیں مانا جاتا اور دنیا کے کسی بھی آدمی نے پوری کائنات کی آواز کو سند نہیں مانا بلکہ اُن کی آواز کو سند مانا ہے

کہ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد جب اسکا لراپنا تھیسس (THESEASE) پیش کرتا ہے تو عوام ڈگری نہیں دیتے بلکہ دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں کو جمع کیا جاتا ہے وہ اُس کے تھیسس (THESEASE) میں سے پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد اورل ہوتا ہے زبانی امتحان ہوتا ہے اسی (THESEASE) میں سے اُس سے سوال کیئے جاتے ہیں آیا اس نے لکھا ہے یا کسی اور سے لکھوایا ہے بس جب یہ یقین ہو جاتا ہے کہ ہاں ہاں یہ ریسرچ اس کی ہے اس نے تلاش کیا ہے یہ زبانی ہر صفحہ اپنی کتاب کا بتا سکتا ہے تب اُسے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی جاتی ہے۔ تب اُسے ڈاکٹر صاحب کہا جاتا ہے یہ کامل ہو گیا اپنے علم میں، اپنے فن میں تو خطابت میں بھی آپ کو یہ تلاش کرنا ہے کہ بی اے کے اسٹوڈنٹ کتنے ہیں ایم اے کے کتنے ہیں میٹرک کے کتنے ہیں نواں پاس کتنے ہیں آٹھواں فیل کتنے ہیں اور کتنے پی ایچ ڈی ہیں۔ جب تک عوام یہ فیصلہ نہیں کریں گے خطابت کی عظمت اُجاگر ہو کر سامنے نہیں آئے گی اور ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اسی سورہ کے ذیل میں ہم اُن عنوانات پر گفتگو کریں گے تو آج کی حد تک ہم حضرت علی اصغر علیہ السلام پر گفتگو کریں گے۔ اور کوشش یہ کریں گے کہ چونکہ محرم نہیں ہے اور محرم میں مخصوص تاریخوں میں مصائب پڑھے جاتے ہیں تو ہم اُن گوشوں سے بچیں گے جہاں مصائب کے پہلو نکلیں گے اب تقریر اور زیادہ مشکل میرے لئے ہو جائے گی اس لئے کہ حضرت علی اصغرؑ کے مصائب ہی ہیں۔ مگر مصائب کے گوشوں سے بچ کر ہم کو فضائل پڑھنے ہیں تاکہ یہ شکوہ نہ رہ جائے کہ کربلا والوں کے فضائل بیان نہیں ہوتے۔ ہم یہاں تک پہنچے تھے سورہ قصص میں کہ پروردگار عالم نے یہ کہا کہ ہم نے نادر موسیٰؑ پر وحی کی ساتویں آیت ہے۔

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰی اُمِّ مُوسٰی اَنْ اَرْضِعِیْهِۚ فَاِذَا خَفَتْ عَلَیْهِ فَاَلْقَیْهِ فِی

الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (۷) فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۝ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ (سورہ قصص آیت ۷، ۸)

ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ان کو دودھ پلاتی رہنا سوجب ان کے بارے میں، فرعونوں سے خوف پیدا ہو، تو اسے صندوق میں رکھنے کے بعد، انہیں دریا میں ڈال دینا اور، اس فرمان کی انجام دہی سے نہ ڈرنا نہ ہی رنجیدہ ہونا، اس کے دور ہونے سے پریشان ہونا، کیوں کہ ہم انہیں آپ کے پاس واپس لے آئیں گے اور انہیں پیغمبر بنا دیں گے۔

پس موسیٰ کی ماں نے ایسا ہی کیا، کچھ ہی دیر بعد فرعونوں نے اسے دیکھا اور پانی سے سنبھال لیا تا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہو اور ان کے رنج کا باعث بنا۔ بیشک فرعون، ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

اب تفسیر بھی سن لیجئے۔ ہم نے مادرِ موسیٰ پر وحی کی ”أَوْحَيْنَا“ لفظ وحی کے بارے میں ذرا سا ہم اس کی بھی وضاحت کر دیں اس لئے کہ کل زیدی صاحب نے بعد مجلس ہم سے کہا کہ ”أَوْحَيْنَا“ کا ترجمہ کیا ہوگا یعنی الہام ہوا یہ وحی ہر نبی تو اس کی وضاحت میں کر دوں کہ لفظ ”وحی“ سے یہ دونوں لفظ بنے ہیں ایک جگہ کہا ہے ”ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی“ سورہ قصص میں ”أَوْحَيْنَا“ کا لفظ ہے سورہ نحل میں ”أَوْحَى“ کا لفظ ہے اور رسول اللہ کے لئے کہا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. إِنَّهُ هُوَ الْوَحَىٰ يُوحَىٰ (سورہ نجم آیت ۳ تا ۴)

”تو بولتا ہی نہیں جب تک تجھ پر وحی نہ کروں“ یہ نبی کے لئے کہا تو سارے لفظ جو میں ایک ہی روٹ کے ہیں اور ایک ہی لفظ ”وحی“ سے ”أَوْحَى“ ”أَوْحَيْنَا“ بن رہا

ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ ایک عورت پر جو نہ نبی ہے نہ رسول اُس پر وحی کیسے ہوگئی یہ وحی کی فکر کیا ہے تو اس کی میں وضاحت کر دوں کہ وحی کی قسموں میں صرف تین قسمیں ہیں اللہ جب کسی پر وحی کرتا ہے تو اُس کے تین طریقے ہیں چوتھا طریقہ نہیں ہے اور وہ تین طریقے کیا ہیں یا تو فرشتہ پکارے کان میں آواز آئے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دل میں پروردگار کوئی بات ڈال دے یہ وحی کی وہ قسم ہے جسے الہام کہتے ہیں، الہام ارتقاء پذیر ہو کر وحی بن جاتا ہے کہ پروردگار کسی کے دل میں بات ڈال دے وہ بھی از قسم وحی ہے۔ الہام بالکل الگ ہے یعنی عام انسانوں پر جو الہام ہوتا ہے وہ الہام ہے لیکن اگر مخصوص آدمی کے دل پر الہام ہوگا تو وہ وحی کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔ تیسری قسم ہے خواب دکھایا جائے یہ تینوں قسمیں قرآن میں خدا نے بیان کیں اس کا مطلب یہ ہوگا ہم نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اونچے مقامات پر اپنا چھتہ لگایا کرے اونچے درختوں پر یا پہاڑوں، پر اُس کے دل میں یہ بات ڈال دی، ظاہر ہے نہ تو مکھی پر فرشتہ نازل ہوگا نہ اللہ اُس کیڑے کو مخاطب کر کے بات کرے گا، دل میں ہم نے اس بات کو ڈال دیا یعنی اُس پر الہام کر دیا از قسم وحی خواب ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ سے بیان کرتے ہیں حضرت اسماعیلؑ فرماتے ہیں کہ آپ مجھے صابریں میں سے پائیں گے جو حکم الہی ہوا ہے وہی کیجئے، اس کا مطلب ہے کہ دونوں باپ بیٹے سمجھ رہے ہیں کہ یہ خواب نہیں وحی ہے اور قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ یہ وحی ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ جبریل امین ہمارے نبیؐ کے پاس آئیں اور وہ بولتے جائیں اور اللہ کے پیغام کو ہمارے نبیؐ سنتے جائیں۔

چوتھی کوئی قسم نہیں ہے وحی کی تو مادرِ موسیٰؑ پر کوئی وحی کی ”اَوَّحَيْنَا“ ہم نے دل میں یہ بات مادرِ موسیٰؑ کے ڈال دی از قسم وحی ہے اُن پر ملک نہیں آیا لیکن اس سے آپ انکار

نہیں کر سکتے کہ عورت پر وحی نہیں ہو سکتی لیکن دوسری جگہ کہہ رہا ہے کہ مریمؑ پر ہم نے ملک نازل کیا جس نے آکر یہ کہا کہ ہم تمہیں ایک بچہ عطا کریں گے تو وہاں وحی کی قسم یہ کہ ملک آتا ہے یہاں دل میں الہام ہوتا ہے۔ ہے از قسم وحی، اس سے انکار نہیں ہے کہ عظیم انسان کے دل میں جب الہام ہو اور پروردگار جب کوئی بات دل میں ڈال دے تو وہ وحی ہے وہ یا تو حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر ہوئی، مادرِ موسیٰؑ پر ہوئی یا جناب ہاجرہ پر ہوئی تین عورتیں ایسی ہیں جن پر اللہ نے وحی کی جب تین عورتیں ہو سکتی ہیں تو چوتھا نام لانے میں کیا ہرج ہے اگر اُس پر وحی ہوئی ہوا انکار تو نہیں کر سکتے یہ تو آپ نے مان لیا نا کہ عورت پر وحی ہو سکتی ہے جب ہو سکتی ہے تو اگر ہم چوتھا نام لے لیں اور دلیل بھی دے دیں اور دلیل یہ ہے کہ ایک عورت جاتی ہے خانہ کعبہ میں دعا مانگنے اُس کا کام ہے کہ دعا مانگے اور واپس آجائے اُس کو یہ کیسے معلوم ہے کہ ابھی جب میں جاؤں گی دیوارِ کعبہ کے پاس تو دیوار میں در بھی بن جائے گا اور مجھے اندر جانا ہے جب تک کوئی بلائے نہ وہ جائے گی نہیں بلایا گیا ہے اور جب بلایا گیا ہے تو وحی کے ذریعے بلایا گیا ہے ورنہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد کو پتہ کیسے چلا کہ مجھے اندر جانا ہے تو اب دل پر وحی ہوئی ہے یعنی الہام ہوا ہے۔ ”اَوْحَيْنَا“ جیسے مادرِ موسیٰؑ پر وحی ہوئی تو وہاں بھی بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا یہاں بھی بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا اگر موسیٰؑ کی ولادت کے وقت پروردگار مادرِ موسیٰؑ پر وحی کر سکتا ہے تو فخرِ موسیٰؑ کی ولادت کے وقت پروردگار حضرت فاطمہؑ بنت اسد پر بھی وحی کر سکتا ہے۔ اور خانہ کعبہ میں بلا سکتا ہے تو جب یہ طے ہو گیا کہ اس گھرانے کے مرد پر بھی وحی آ سکتی ہے عورت پر بھی وحی آ سکتی ہے تو اب اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب بھی ایسا عظیم مقام آجائے جہاں پروردگار کا کام بغیر اُس کے نہ چل رہا ہو تو وحی ہو سکتی ہے۔ یعنی حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں ہیں اور ملک

آکر یہ کہتا ہے کہ گھبراؤ نہ ہاجرہ بچے کی پیاس بجھ جائے گی تب ماں کا اضطراب تھا اور واپس ہوئیں، جب واپس ہوئیں تو بچے نے جہاں ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں پانی کا چشمہ جاری تھا اگر وحی نہ ہوتی تو واپس نہ آتیں، قیامت تک بچے کے لیے پانی کی تلاش میں دوڑتی رہتیں، ملک نے دوبارہ شکل دکھلائی حضرت ہاجرہ کو صفا اور مروہ کے درمیان میں۔ ہاجرہ پر وحی مادرِ عیسیٰ پر وحی مادرِ موسیٰ پر وحی مادرِ علی پر وحی، اب ایک ماں باقی ہے جو ان سب سے افضل ہے۔ اور وہ کون ہے وہ حسن اور حسین کی ماں ہے۔ جو ہاجرہ سے بھی افضل ہے، جو فاطمہ بنت اسد سے بھی افضل ہے، جو مریم سے بھی افضل ہے، جو مادرِ موسیٰ سے بھی افضل ہے، تو اس پر وحی کیوں نہ ہوگی اور اس کے لئے وحی کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیکھئے تین قسمیں ہیں وحی کی دل میں الہام ہو، خواب دکھایا جائے یا ملک آئے۔ یہاں تو گھر کے خادم ہیں ملک، وحی کے آنے کا کیا سوال ہے، یہاں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ محتاج وحی ہیں، یہاں تو ذرا سے اشارے کی بات ہے، یہاں تو بس بچوں نے کہہ دیا تھا کہ عید کا دن ہے مادرِ گرامی ہمارے کپڑے کہاں ہیں تو ماں نے مُصلیٰ بچھا کر بس اتنا کہا تھا کہ اللہ میں تیری کنیز خاص ہوں یہ بچے کپڑوں کے لئے مچل گئے ہیں بس بی بی نے اتنا کہا تو اللہ نے کہا اچھا زہرا ایسا کارنامہ تمہارے لیے پیش کریں گے کہ کائنات میں کسی کے لیے نہ ہوا ہو تو اب جو کپڑے لے کر آئے وہ ملک ہے مگر اس کی یہ مجال نہیں کہ وہ یہ کہہ دے کہ فرشتہ جنت آیا ہے۔ کیوں کہ حکم پر دروگاریہ ہے کہ زہرا نے بچوں سے یہ کہا ہے کہ درزی کپڑے لائے گا۔ خبردار اپنے کو ملک نہ کہنا درزی کہنا تو جہاں درزی بن کر ملک آجائے وہاں وحی کی محتاجی نہیں ہے۔ تو اب یہ گھر نہ مختص ہو گیا۔ اب جو بھی بی بی اپنے آپ کو حضرت زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی سیرت میں ڈھال لے اُس کے لیے پھر یہ بحث نہیں ہوگی کہ وحی

ہو سکتی ہے یا نہیں اب میں مثال دے دوں بعد کر بلا جناب اُمّ رباب کو چونکہ بڑے رئیس امراؤ القیس کی بیٹی تھیں یمن کے رئیس کی بیٹی تھیں لوگوں نے پیغام بھیجا کہ ہم سے شادی کر لیجئے۔ بڑے بڑے رئیسوں نے پیغام بھیجے۔ عرب میں بیوہ کے عقد کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیے تو لوگوں نے پیغام بھیجے۔ تو جواب تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن لسان وحی کے گھرانے کی زبان جب بولے گی تو کچھ اور بولے گی حضرت ربابؑ نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا ہوا ہے۔ اور ہر راوی نے لکھا ہے کہ جواب یہ دیا کہ رسول خدا کی بہو بننے کے بعد عرب کے ایرے غیرے نھو خیرے کی بہو بن جاؤں یہ کیسے ممکن ہے۔ میں قیامت تک رسول اللہ کی بہو ہوں گی یعنی کوئی اُس رشتے سے خارج نہیں کر سکتا۔ جناب ربابؑ ہمیشہ رسول اللہ کی بہو کہہ کر پکاری جائیں گی۔ اور دنیا اگر عظمت جان لیتی تو کسی کی ہمت نہ پڑتی کہ یہ فخر ہاجرہ ہے یہ فخر مریمؑ ہے یہ فخر مادرِ موسیٰؑ یہ فخر آسیہؑ ہے۔ بعد میں دنیا نے عظمت کو جانا اب آپ ذرا غور کیجئے گا ان آیات پر اور ترجمے پر۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ. فَإِذَا خِفَتْ عَلَيْهِ فَالْقِيَتْهُ فِي
الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ
الْمُرْسَلِينَ (۷) فَالْتَقَطَهُ الْفِرْعَوْنُ لِيَكُونَ لَّهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ
الْفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ (سورہ قصص آیت ۷، ۸)

مادرِ موسیٰؑ پر ہم نے وحی کی، کیا وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ پس تم ڈرو نہ اور اس کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو حزن نہ کرو پریشان مت ہو۔ یعنی اللہ وحی اس لئے کر رہا ہے کہ ایک ماں اپنے بچے کو جدا کرے گی یہ آسان کام نہیں ہے۔ شیر خوار بچے کو اپنے سے جدا کر دینا اس لئے اللہ نے وحی کی حزن نہ کرنا کیوں نہ کرنا، تحقیق ہم اس کو

تیری طرف پلٹانے والے ہیں۔ اطمینان دلایا جا رہا ہے یقین دلایا جا رہا ہے مادرِ موسیٰ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم اس کو مرسل نبی بنانے والے ہیں۔ یعنی اللہ نے ماں کو یقین دلادیا کہ یہ صندوق غرق نہیں ہوگا، بچہ زندہ رہے گا، جوان ہوگا، نبوت پائے گا، ماں کو اطمینان ہے بچہ مرے گا نہیں۔ خوشخبری سنادی گئی اور اُس کے بعد کہا گیا۔

فَالْتَقَطَهُ الْفِرْعَوْنُ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ (سورہ قصص آیت ۸)

پھر اٹھالیا اُس کو آلِ فرعون نے اور اُس کے بعد چار پانچ آیتیں چھوڑ کر کہا جاتا ہے۔ اس سے چونکہ ربط ہے اور وہ یہ ہے کہ جب صندوق کو ڈالا دریا میں تو اُس وقت کے لئے۔

وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَرِغَاطٌ إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَنْ رَبَّنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ قصص آیت ۱۰)

پروردگار عالم یہ کہتا ہے کہ جیسے ہی صندوق کو ڈالا دریا میں تو عنقریب مادرِ موسیٰ کا کلیجہ پھٹ جاتا۔ عجیب آیت ہے یہ اس سورہ کی ”عنقریب بچے کی جدائی میں ماں کا کلیجہ پھٹ جاتا“ ہم نے بڑھ کر مادرِ موسیٰ کے دل کو سنبھال لیا اور ہم نے کہا مادرِ موسیٰ چیخ نہ بلند ہونے پائے گھبرانا نہیں منزل ایسی تھی کہ پروردگار عالم کو ماں کے تاثرات قرآن میں بیان کرنا پڑے، بچہ جدا ہو رہا ہے ہم نے بڑھ کر ماں کے دل کو سنبھال لیا۔ ذرا غور کیجئے گا یہ منزل ہی ایسی ہوتی ہے کہ جہاں متا کا سوال آجائے کلیجہ پھٹ جاتے ہیں۔ اب آپ سے میں پوچھوں کہ اگر وحی نہ ہوتی تو کیا کلیجہ پھٹ نہ جاتا۔ اگر ہاجرہ کے دل کو نہ سنبھالتا تو صفا و مروہ کے درمیان ہاجرہ کا دل پھٹ جاتا اور اگر مریم کے دل کو نہ سنبھالتا تو مریم کا دل وہاں پھٹ جاتا تین ماؤں کا حال آپ نے سنا اب اُم

ربابؑ مادر علی اصغرؑ کا حال سینے ایسے موقع پر اُس کا کلیجہ نہ پھٹے تو یہ یقین کیجئے کہ پروردگار نے اُس کے دل کو سنبھالا ہے۔ اُس ماں کی عظمت کیا ہوگی جو خدا کی نگرانی میں کوئی بھی حیرت زدہ بات آجائے تو ماں کے لئے حیرت کا مسئلہ ہے لیکن ماں حیرت زدہ نہ ہو تو اس کے معنی وہ بچے کو پہچانتی ہے اس لئے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں یہ مثل کیوں مشہور ہوئی یعنی ماں ہی یہ جانتی ہے جھولے میں بچے کے پاؤں دیکھ لیتی ہے۔ اُس کو پتہ چل جاتا ہے کس شان کا بچہ ہے۔ عرب کا دستور تھا کہ بچے کو جب جھولے میں لٹایا جاتا تھا۔ عربی میں جھولے کو مہند کہتے ہیں۔ قرآن میں پانچ جگہ جھولے کا ذکر آیا ہے خاص طور سے جناب عیسیٰ علیہ السلام کے قصے میں سورہ مریم میں اللہ نے فرمایا ابھی جھولے میں تھے تو قوم نے حضرت مریم سے پوچھا بچہ کہاں سے لائیں تو حضرت مریم نے جھولے کی طرف اشارہ کیا ”اُس سے پوچھ لو“ تو قوم نے ہنس کر کہا ”بچہ بھی بولے گا“ تو حضرت مریم نے کہا کہ میں نے روزہ رکھا ہے خاموشی کا کہ حضرت عیسیٰ نے جھولے سے کہا ”انی عبد اللہ“ میں ہوں اللہ کا بندہ میں کتاب لیکر آیا ہوں میں جھولے میں ماں کی گود میں کتاب لیکر آیا ہوں نبی ہوں۔ بچہ بولا، بچہ نہ بولتا تو ماں کی عصمت کی گواہی کون دیتا حضرت مریم کا کوئی مددگار نہیں تھا پروردگار نے شیر خوار بچے کو گویا کر دیا۔ اس آیت کی روشنی میں یہ تو طے ہو گیا کہ تین دن کا بچہ بولتا ہے، اب دنیا کا کوئی مسلمان جو قرآن پر یقین رکھتا ہے وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ بچہ بول سکتا ہے اور اُسی وقت بول سکتا ہے جب حکم پروردگار ہوتا ہے، اللہ مدرک ہے، حقی ہے، عالم ہے، متکلم ہے، کیوں ہے اُس کا نام متکلم اس کی تعریف ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام پیدا کر دے، درخت بولنے لگے زمین بولنے لگے ذرہ بولنے لگے اس لئے اُس کو متکلم کہتے ہیں، اس لئے اُس کو متکلم

کہتے ہیں تو جہاں زمین بولنے لگے درخت بولنے لگے دیوار بولنے لگے تو بچہ بولنے لگے تو کیا حیرانی ہے، تو اب حیرت کی بات نہیں ہے کہ اگر بچے کو ہاتھ پر اٹھا کر تین دن کے عیسیٰ جھولے میں بولے۔ نبی نے ہاتھوں پر بچے کو اٹھایا کہا یا علیؑ کچھ سناؤ دیکھئے بھائی سے بھائی ملا ہے تو اب گفتگو ہے تین دن کے بچے سے کیا کہا جا رہا ہے کچھ سناؤ وہ تو لکڑی کے جھولے کا اثر تھا کہ عیسیٰ بولنے لگے، جہاں نبی کے ہاتھ جھولا بن جائیں یہ فضیلت ہی کچھ اور ہے، کون کہہ رہا ہے یہ بچہ بول رہا ہے کہ میں کہوں گا یہ جھولے کا اثر ہے جھولا بلوار ہا ہے یہ نبیؐ کے ہاتھ ہیں ”یا علیؑ کچھ سناؤ“ تو بچے نے یہ نہیں کہا کہ میں سنا تا ہوں بلکہ عجیب و غریب جواب دیا کہاں سے سناؤں تو ریت سے سناؤں یا انجیل سے سناؤں، زبور سے سناؤں یا قرآن سے سناؤں۔ یعنی چاروں کتابوں کا علم لیکر آیا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جھولے میں کیا کہا تھا میں کتاب لیکر آیا ہوں اگر یہ کہہ دیتے علیؑ کہ میں قرآن کا علم لے کر آیا ہوں تو ایک ہی کتاب کا علم ہوتا دونوں برابر ہو جاتے۔ یہ بچہ چاروں کتابوں کا علم لے کر آیا ہے تو جب بچہ ایسا ہے تو جس کے ہاتھوں پر بول رہا ہے وہ کتنی کتابوں کا علم رکھتا ہوگا۔ اب یہ نہ کہہ دینا کہ رسولؐ معاذ اللہ اُمّی تھا اُس کو کچھ آتا ہی نہیں تھا اُس کے ہاتھ پر آکر بچہ چاروں کتابیں سنانے لگتا ہے تو اُس کے علم کی تھاہ کیا ہے، یہ حضرت علیؑ علیہ السلام کا پچپنا ہے اور ایسا پچپنا کہ جب ماں بچے کو لے کر آئیں تو عرب کا دستور تھا کہ جب جھولے میں لٹاتے تھے تو اگر ماں کام میں لگی ہے تو بچے کو مقبل ہو کر اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیتے تھے، تو ماںیں یہ کرتی تھیں کہ ریشمی ڈوری اُسے عربی میں ”قماط“ کہتے ہیں اُس سے بچے کو باندھ دیتی تھیں۔ جب حضرت علیؑ کو ریشمی ڈوری سے باندھا گیا اُسی دن وہ اڑدھالا لایا گیا اور جب یہاں شور مچ گیا کہ اڑدھا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ جب شمر

سے یزید نے یہ پوچھا کہ کربلا میں لڑائی کیسے ہوئی تو شمر نے بیان کرنا شروع کیا تو ایک عجیب جملہ کہا کہ جب اس گھر کے بچے لڑنے آتے تھے تو لشکر کو الٹ کر چلے جاتے تھے تو یزید نے کہا بچوں کا یہ عالم تھا۔ تو شمر نے اُس پر کہا بچے کس کے ہیں بچے اُس کے ہیں جس نے جھولے میں گلہ اڑا کر کو چیر دیا تھا دشمن کی زبان سے فضائل یوں بیان ہوئے ہیں تاریخ میں

مرزا دیر کہتے ہیں:-

بولا یزید دیکھ کے سر کی شکوہ و شاں
سید کا سر یہی ہے کہا شمر نے کہ ہاں
شہزور تھا سپاہ حسینی کا ہر جوان
اطفال شیر خوار بھی تھے شیر بے گماں

رن میں انگوٹھے چوستے جھولے سے آتے تھے

پیکاں گلے پہ کھاتے تھے اور مسکراتے تھے

تو آپ غور کیجئے کہ جہاں بچپن میں جھولے کے واقعات تاریخ بن جائیں۔ ساٹھ ساٹھ برس کی عمر میں ہو جاتی ہیں۔ اور سوانح حیات لکھی جاتی ہے لوگ حالات ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ یہ گھرانہ ایسا ہے کہ ولادت سے لیکر وفات تک ہر جزئیات پر بحث ہو جاتی ہے ہر واقعہ مل جاتا ہے ہر گوشہ مل جاتا ہے۔ جہاں ہر گوشہ مل جاتا ہو وہاں چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات سمجھنا مشکل کیا ہے اس لئے کہ یہاں بچپن میں ہی سوانح حیات مکمل ہو جاتی ہے۔ کوئی یہ کہے صاحب چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات کیا سوانح حیات تو بت بنتی ہے کہ وہ بڑا ہوتا ہے تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہے اُس کی شجاعت ہو اُس کی سخاوت ہو اُس کی عبادت ہو اُس کی شادی ہو اُس کے بچے ہوں تب

زندگی کے حالات لکھے جائیں گے، چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات کا کمال یہی دکھانا ہے کہ اس گھرانے میں چھ مہینے کا بچہ بھی کامل زندگی گزار کر جاتا ہے اگر یہ نہیں ہوتا تو چھ مہینے والے سپاہی کو لانے کی ضرورت نہیں تھی تو جہ کیجئے اس جملے پر جہاں حبیب ہوں، جہاں زہیر ہوں، جہاں مسلم ابن عوسجہ ہوں، جہاں ندیدہ بوڑھوں کے مقابلے میں ایک چھ مہینے کے بچے کو لا کر رکھ دینا کیا امام حسین علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ یہ مکمل سوانح حیات والا ہے یا ادھوری سوانح حیات والا ہے مقابلہ کیسے ہوگا امام حسینؑ یہی بتانا چاہتے تھے کہ پوری زندگی یہاں گزار کر انسان چلے جائیں اور میں لا کر جس نمونے کو رکھ دوں چھ مہینے کا ہی کیوں نہ ہو برابری کر کے دکھائے گا قیامت تک۔ یہی تقریر کا موضوع ہے کہ امام حسینؑ یہ کیسے چاہتے تھے کہ سوانح حیات دکھا دی جائے۔ تو اب چھ مہینے والے کی سوانح حیات آپ کے سامنے ہے میں بیان کر رہا ہوں اب یہ امام حسین علیہ السلام کی بصیرت ہے کہ ہر بچے کا نام ”علیؑ“ رکھا تین بیٹے ہیں اور تینوں کا نام ”علیؑ“ ہے، کیوں اس لئے کہ وہ معرکہ ہونے والا ہے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ جو معرکہ ہونے والا ہے اُس کی بنیاد علیؑ کی دشمنی ہے۔ تم کو بڑی دشمنی ہے اس نام سے تم اس نام کو مٹانا چاہتے ہو ہم بار بار اس نام کو میدان میں لائیں گے، تین بیٹے ہیں دو کو تو ہم یہاں میدان میں لائیں گے اور تیسرا جو شام تک جائے گا پیغمبر بن کر تو قدم قدم پر تم پکارو گے حسینؑ کا بیٹا علیؑ، دشمن کی زبان سے علیؑ کہلوا دیا امام حسینؑ نے وہ ظالم دشمن جو حضرت علیؑ علیہ السلام کو مانتے نہیں تھے جب وہ محضر پڑھتے تھے تو حسینؑ کا بیٹا مارا گیا علیؑ، حسینؑ کا بیٹا مارا گیا علیؑ، بار بار زبان سے علیؑ کہلوا دیا۔ اس لئے ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھا تھا تا کہ جب یہ نام سامنے آئے تو تمہیں بار بار علیؑ یاد آئیں اور قدرت نے یہ انتظام کیا کہ نام تینوں کے علیؑ مگر صورت تینوں کی رسول اللہؐ کی جب میں ذہنی آزمائش کا پروگرام

دیا کرتا تھا تو ایک سوال تھا کہ حضرت علی اصغرؑ کی صورت کیسی تھی لوگوں نے مجتہدوں اور عالموں سے پوچھا تو جواب ملا یہ بھی کوئی سوال ہے چھ مہینے کے بچے کی شکل ہی کیا ہوتی ہے جو حضرت علی اصغرؑ کی شکل بتائی جائے۔ تو جب میں نے اس کا جواب چھاپا تو میں نے چھ کتابوں کے حوالے دیئے۔ شیخ مفید اور سید حسین ابن غفرانماب نے لکھا کہ جس طرح علی اکبرؑ شبیہ رسولؐ تھے اس طرح علی اصغرؑ بھی شبیہ رسولؐ تھے۔ اب اس میں راز ہے جو ہم ابھی عرض کریں گے کہ امام حسینؑ کے تینوں بیٹے شبیہ رسولؐ کیوں تھے امام حسینؑ کے بیٹے بھی شبیہ رسولؐ اپنے باپ کو پڑیں گے اپنے باپ کی شبیہ ہوں گے، اور کیوں بنایا گیا شبیہ رسولؐ یہ بھی ہم ابھی عرض کریں گے علی اصغرؑ کا نام علیؑ، شکل رسول اللہؐ کی ہے، پیدائش دس رجب ہے سن ساٹھ ہجری مدینے میں پیدا ہوئے، جب مدینے سے امام حسینؑ چلے تو حضرت علی اصغرؑ اٹھارہ دن کے تھے رجب کی، اٹھائیس تاریخ کو علی اصغرؑ اٹھارہ دن کے تھے چھ مہینے کے مدینے میں نہیں تھے کربلا میں آکر چھ مہینے کے ہوئے، یہ امام حسینؑ کے گھر کا دستور ہے کہ کنیت ہوتی ہے نام ہوتا ہے اور لقب ہوتا ہے، جیسے ”علی“ نام ہے کنیت ابوالحسنؑ اور ابو ترابؑ ہے، لقب اسد اللہؑ ہے۔ عین اللہؑ ہے، اسی طرح ”اصغر“ لقب ہے نام ”علی“ ہے یا وہ القابات جو بعد کربلا معصومینؑ نے عطا کئے یا جو آپؐ نوخوں میں یا سلام میں سنتے ہیں، شیر خوار مجاہد، ننھا سپاہی، حسین کا ہدیہ آخر، یہ القابات و خطابات ہیں زیارت ناحیہ میں جو نام آیا لقب کے ساتھ وہ ہے ”عبداللہ رضع“ کیوں اس لئے کہ امام حسینؑ کی کنیت ہے، ”ابو عبداللہؑ“ جب آپؐ زیارت پڑھتے ہیں تو ابو عبداللہؑ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو عبداللہؑ کس بیٹے کا نام ہے حضرت علی اصغرؑ کا نام ہے زیارت ناحیہ میں علی اصغرؑ کا نام ”عبداللہ رضع“ ہے اس بحث میں لوگ الجھ گئے کہ عبداللہؑ دوسرا بیٹا تھا اور رضع دوسرا بیٹا تھا اور علی اصغرؑ دوسرا بیٹا

تھا، ایک بچہ اور تھا اور ابو الکلام وغیرہ نے لکھ دیا کہ عاشور کے دن امام حسینؑ کو اطلاع دی گئی کہ ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے آپ نے فرمایا بچے کو میرے پاس لاؤ آپ درخیمہ پر بیٹھ گئے اور بچے کو پیار کرنے لگے، تیر تو صبح سے چل ہی رہے تھے اور ایک سنسنا تا ہوا تیر آیا بچے کے لگا بچہ انتقال کر گیا کون سا بچہ تھا نام نہیں معلوم یہ جو غلط فہمی تاریخ میں پیدا کی گی اس کا راز آپ کو معلوم ہے کہ مورخ کر بلائے واقعہ میں ہر چیز کی معذرت کر سکتا تھا۔ لیکن شہادت علی اصغرؑ کے لئے مورخ کے پاس معذرت نہیں ہے۔

ہاں ہاں عرب میں خون ریزیاں ہوتی تھیں یونہی ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے۔ ایک لشکر آیا دوسرے لشکر نے مار دیا۔ امام حسینؑ یہ سپاہی اس لئے لائے تھے کہ معذرت نہ پیش کی جاسکے۔ یہاں پر آکر مورخ کا قلم تھڑا جاتا تھا کہ معذرت کیا پیش کریں۔ لہذا ضرورت تھی کہ اس طرح شہادت کو چھپائیں یہ بچہ نہیں دوسرا بچہ ہے اور اس طرح تیر آگیا اور اتفاقہ لگ گیا یہ غلط فہمیاں پیش کی گئیں۔ اس لئے کہ وہاں پر چکرائے ہوئے تھے مورخ کہ یہ ہوا کیا یہ تو تاریخ میں حضرت آدمؑ سے حضور اکرمؐ تک جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں اس لئے کہ امام حسینؑ کی فتح بن جاتی تھی۔ یہاں پر آکر انسانیت کی تاریخ چکرا بھی جائے گی اور چیخ بھی اٹھے گی یہ تھا راز اور اس راز کے لئے امام حسینؑ نے تیاری کی تھی اور وہ تیاری کیا تھی اب آپ تیاری دیکھتے چلیں۔ حضرت ربابؑ سے عقد کیا بڑے اہتمام کا عقد کیا اور صرف دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک حضرت سکینہ صلوٰۃ اللہ علیہا ایک حضرت علی اصغرؑ بس ختم، اب کام صرف اتنا ہے دو بچوں کو کام کرنا ہے ماں کا آنا اور شادی اور اہتمام پھر امام حسینؑ کا اشعار کہنا اور بار بار یہ اشعار پڑھتے تھے امام حسینؑ کہ مجھے وہ گھر اچھا نہیں لگتا جس میں سکینہؑ اور ربابؑ نہ ہوں، دیکھئے واضح کرتے ہیں کہ گھر کی آبادی بیٹی اور اس بیٹی کی ماں سے ہے واسطہ

بیٹی ہے، اس لئے ماں پسند ہے کہ سیکھ جیسی بیٹی اُس کی بیٹی ہے۔ اب حضرت ربابؑ کی عظمت بڑھ رہی ہے اور پوشیدہ ہے اشعار میں یہ بات کہ وہ علی اصغرؑ کی بھی ماں ہے اس بات کو امام حسینؑ نے چھپایا ہوا ہے، پورے چھ مہینے میں ہمیں صرف ایک بار ملتا ہے کہ جہاں اچانک تاریخ میں علی اصغرؑ آ جاتے ہیں وہ موقع بڑا عجیب ہے۔ جب سواری چلی اور سرحد مدینہ پر پہنچی تو حضرت عباس علیہ السلام نے آکر کہا آقا سواری کو روک لیجئے امام حسینؑ نے فرمایا کیوں؟ حضرت عباسؑ نے کہا اس لئے کہ بیٹی ملنے آرہی ہے اور وہ دوبارہ ملنا چاہتی ہیں۔ سواریاں رُک گئیں، اور ماں کی سواری کے پاس آکر حضرت صفرا سلام اللہ علیہا نے آواز دی میں صرف اس لئے آئی ہوں کہ ایک بار میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کی شکل مجھے دکھا دیجئے، ناقہ بٹھا دیا گیا دوبارہ قاتیں لگیں بیبیاں قاتوں میں آکر بیٹھ گئیں۔ جناب ربابؑ نے بچے کو حضرت صفرا کی گود میں دے دیا، صفرا نے اصغر کو پیار کیا، گھرانے کا سب سے چھوٹا بچہ ہے اور جو سب سے چھوٹا بچہ ہوتا ہے، بھائی اور بہن کو اُس سے محبت ہو جاتی ہے کل اور پرسوں میں آپ سے یہ بات کہہ چکا کہ موسیٰ کی شکل جس نے بھی دیکھی دوست ہو یا دشمن پیارا آ جاتا تھا یہ فطرت انسانی ہے کہ اگر دشمن کا بچہ بھی ہو تو بچے کو دیکھ کر آپ سے آپ پیارا آ جاتا ہے تو ذرا آپ سوچئے کہ جب غیر کے بچے پر پیارا آ جاتا ہے تو اگر اپنا بچہ ہو تو کیا عالم ہوگا۔ تصویر میں یہ رہے تو بہن کہتی ہے کہ بھائی کو گود میں دے دیجئے صفرا نے اصغر کو سینے سے لگا لیا جب بہت دیر ہو گئی تو امام حسینؑ نے پکارا کہ سواریاں چلیں تو اندر سے کنیز نے کہا کیسے چلیں بچے کو چھوڑ دیں یا لے لیں، امام حسینؑ نے فرمایا بچے کو لے کر چلو تو اب حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اصغرؑ فاطمہ صفرا کو نہیں چھوڑ رہے ہیں، ماں نے بلایا بچہ نہیں آیا، سوانح حیات دیکھے یہاں سے شروع ہو گئی ہے ام رباب کی متناظر نظر

رہے اب علیؑ کے بچپن پہ نظر رہے حضرت فاطمہ بنت اسد کی متناظر رہے، حسن و حسینؑ کا بچپن نگاہ میں رہے، حضرت زہراؑ کی متناظر نگاہ میں رہے، اب ربابؑ کی متناظر نگاہ میں رہے، علی اصغرؑ کا بچپن بھی نظر میں رہے کہ ایک بار ماں نے آواز دی بیٹا آ جاؤ بچے نے توجہ نہیں کی، پھوپھی آگے بڑھیں کہا علی اصغرؑ آ جاؤ بچے نے توجہ نہیں کی اب امام حسینؑ نے آ کر پوچھا کیا بات ہے سواری کیوں نہیں چلتی تو جناب نہ ب سلام اللہ علیہا نے کہا بھیا علی اصغرؑ اس طرح فاطمہ صغراؑ سے لپٹ گئے ہیں کہ آغوش صغراؑ کو نہیں چھوڑتے، امام حسینؑ نے فرمایا اچھا ہم آپ آتے ہیں، صغراؑ نے حسینؑ کو دیکھا تو بچے کو اور لپٹا لیا کہا بابا چھینے کا نہیں اگر خود سے علی اصغرؑ آ جائیں تو آپ لے جائیے گا زبردستی میری گود سے نہیں لیجئے گا۔ امام حسینؑ نے کہا نہیں صغراؑ ہم چھینیں گے نہیں بس اتنی اجازت دے دو ہم علی اصغرؑ سے کچھ بات کر لیں، فاطمہ صغراؑ نے کہا ہاں بابا آپ ضرور اصغرؑ سے بات کیجئے اک بار امام حسینؑ نے جھک کر علی اصغرؑ کے کان میں کچھ کہا بس اک بار امام حسینؑ کا کہنا تھا کہ بچے نے صغراؑ کو چھوڑ کر باپ کی طرف ہاتھ بڑھائے فرمایا صغراؑ علی اصغرؑ آپ آئیں ہیں دیکھو ہم نے چھینا نہیں ہے، صغراؑ نے کہا بابا آپ کو اپنے حق کی قسم یہ بتا دیجئے کہ علی اصغرؑ کے کان میں آپ نے کیا کہا ہے، امام حسینؑ نے کہا ہم نے علی اصغرؑ کے کان میں صرف یہ کہا ”علی اصغرؑ نا کی اُمت کو بخشو“ نے نہیں چلو گے۔ اس واقعے سے امام حسینؑ یہ بتانا چاہتے تھے کہ بوڑھے تو بوڑھے ہم عام بچے لیکر نہیں جا رہے، اب اس جملے میں کیا راز ہے اور چند روز کے بچے نے اُس راز کو کیسے سمجھ لیا۔ یہ تو اُس وقت ہی پتہ چلے گا جب وہ موقع آجائے اب پوری تاریخ میں ڈھونڈ ڈالا ہم نے مکہ ہے اُس کے بعد منزلیں ہیں دو محرم کو کربلا میں پہنچے ہیں، ہم کو کہیں حضرت علی اصغرؑ کا ذکر نہیں ملتا چھ مہینے گزر گئے ہم علی اصغرؑ کی سوانح حیات کیسے

بیان کریں، ہمیں کہیں علی اصغرؑ کا ذکر ہی نہیں ملتا کہ عاشور کی شب آئی اب جو آدمی رات آئی تو اچانک چھ مہینے کے بعد علی اصغرؑ کا ذکر پھر آیا اور عجیب انداز سے آیا امام حسین علیہ السلام نے چراغ کو گل کر دیا اور فرمایا جس کا جہاں دل چاہے وہ چلا جائے، ہم نے بیعت اٹھالی اب توجہ رہے کہ امام حسینؑ اپنی بیعت اٹھا رہے ہیں، پھر فرمایا اچھا اب چراغ روشن کر دو، جب چراغ روشن ہو گئے پھر آپؑ نے فرمایا اے اصحاب باوفا ہم کو یہ یقین تھا کہ تم جاؤ گے نہیں، ہم کو تمہاری وفاؤں پر یقین ہے مجھے تمہاری وفاؤں پر ناز ہے اور اُس کے بعد فرمایا، عباسؑ اب محضر شہادت پڑھ کر سناؤ، حضرت عباسؑ نے نام پڑھنا شروع کیے، حبیبؑ، زہیرؑ، عونؑ و محمدؑ، علی اکبرؑ سب کی شہادتیں ہوں گی اور اُس کے بعد امام حسینؑ نے محضر کو حضرت عباسؑ کے ہاتھ سے لے کر رکھ دیا آپؑ نے فرمایا سب کے نام سن لیے۔ اک بار تیرہ چودہ برس کا بچہ اٹھا، یہ قاسمؑ تھے جو کہہ رہے تھے چچا جان سب کے نام سنا دیئے آپؑ نے اس میں میرا نام تو آیا ہی نہیں، کیا اس محضر نامے میں میرا نام نہیں ہے، دیکھئے اب امام حسینؑ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میرا تیرہ چودہ سال کا سپاہی کیسا ہے اور جب تیرہ سال کا سپاہی تمہاری سمجھ میں آجائے گا پھر بتائیں گے کہ چھ مہینے کا سپاہی کیا ہے، ان عمروں کے سپاہی تو تم پہچانتے ہو ہمیں بتانا یہ عمریں ہیں اگر چاہتے تو فوراً بتا دیتے کہ قاسمؑ تمہارا نام ہے لیکن نہیں کائنات پر یہ ظاہر کر دینا ہے کہ ہمارا تیرہ سال کا سپاہی موت کو کیا سمجھتا ہے، امام حسینؑ نے کہا قاسمؑ یہ بتاؤ آج تمہاری نظر میں موت کیسی ہے، قاسمؑ نے عرض کیا چچا جان شہد سے زیادہ شیریں ہے، امام حسینؑ نے جب یہ جملہ سن لیا تو کہا کامل ہے میرا سپاہی امام حسینؑ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ہے قاسمؑ اس محضر میں صرف تمہارا ہی نام نہیں بلکہ تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے، کمال دیکھئے کہاں پر علی اصغرؑ کا نام آیا

ہے چھ مہینے کے بعد نام آیا ہے یاد دینے میں اُس وقت ذکر تھا یا اب ذکر آیا ہے اور کس منزل پر ذکر آیا ہے صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے بات رک جاتی مگر بتانا یہ تھا کہ ہمارا سپاہی صرف شجاع نہیں بلکہ عقل میں بھی کامل ہے، ہے صرف تیرہ سال کا لیکن اب امام کے سوال پر جواب پیش کر لیا، حضرت قاسم نے کہا میں تو میدان جنگ میں جا کر لڑوں گا اور شہید ہو جاؤں گا لیکن کیا یہ ظالم خیموں میں گھس آئیں گے آپؑ نے فرمایا یہ کیوں پوچھا تم نے قاسمؑ نے کہا ظاہر ہے کہ جھوٹے کا بچہ کیسے قتل ہوگا۔ یہ سوال و جواب کیوں ہو رہا ہے تاکہ سب کو بتا دیا جائے کہ یہ سپاہی خود جا کر جنگ کرنے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا نہیں قاسمؑ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری اور تمہاری زندگی میں اشتقاق خیموں تک آجائیں بلکہ ایسا ہوگا کہ ہم علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر لے کر جائیں گے اور پورا واقعہ سنایا تو جدی آپؑ نے یعنی علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر بھی سب کو سنادی ہے یعنی اوّل سے آخر تک پورا واقعہ کر بلا سب کو امام حسینؑ نے سنایا ہے۔ موت کی خبر سن کر انسان تو لرزنے لگتا ہے۔ امام حسینؑ نے بتایا میرے سپاہی ایسے ہیں میں نے اسی سال کے بوڑھے سے لے کر چھ مہینے تک کے بچے کی شہادت کا طریقہ کار بتا دیا ہے ایک گیا ہو تو بتادو، ایک کا نپا ہو تو بتادو، ایک ڈرا ہو تو بتادو، اب بتائیے کہ جب علی اصغرؑ کی شہادت کا اعلان ہوا ہوگا تو کیا ماں نے نہیں سنا ہوگا۔ ماں کتنی شجاع ہے اب ہم فخر ہاجرہ کہیں یا نہ کہیں، فخر مریم کہیں یا نہ کہیں، ماں نے پردے سے یہ واقعہ سنا اور ماں کو اطمینان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غنقریب مادرِ موسیٰ کی چیخ نکل جاتی لیکن ہم نے آگے بڑھ کر دل کو سنبھال لیا ہم نے مادرِ موسیٰ پر وحی کی کہ تم نہ کرنا ہم بچے کو ملا دیں گے یہاں کیا وحی پروردگار نے کی ہوگی، وہاں تو کہا کہ ہم بچے کو ملا دیں گے یہاں حضرت ربابؑ سے کیا کہا ہوگا کہ ہم بچے کو ملا دیں گے۔

اب عظمت اور بڑھ گئی، ماں پر یہ وحی ہو گئی ہے کہ بچہ جائے گا واپس نہیں آئے گا۔ حضرت رباب کتنی بلند ہیں مادرِ موسیٰ سے، میں ان تاثرات کو کیسے بیان کروں میں نے حج کیا لوگ کہتے ہیں کہ صاحب خانہ کعبہ پر نظر پڑی اور رونے لگے مجھے نہیں رونا آیا حجرِ اسود کو چوما مجھے رقت نہیں آئی اُس کے بعد جب میں نے سعی کی اور صفا اور مروہ کے چکر لگا چکا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں رقت آتی ہے اور میں نے دیکھا کہ لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے ہیں، مجھ کو کیوں رونا نہیں آ رہا ہے۔ میں حیران تھا پھر جب میں نے آخری چکر لگایا اور اُس مسافت کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ یہیں پر حضرت ہاجرہ نے بچے کی پیاس کے لئے چکر لگائے تھے کبھی اس پہاڑی سے، اُس پہاڑی تک جاتیں اور کبھی اُس پہاڑی سے اس پہاڑی تک جاتی تھیں بس اچانک، میں نے سوچا ذرا رباب کو تو دیکھو اور میں رونے لگا اب جو میں نے مڑ کر دیکھا تو کئی ہزار آدمی رو رہے تھے پتہ نہیں ان کے ذہن میں کیا تصور تھا لیکن میرے ذہن میں یہ ماں تھی۔ جس کے لیے یہ ہے کہ رات بھر ہر ماں نے اپنے اپنے بیٹوں سے گفتگو کی ہے جس ماں کا بیٹا بولتا ہی نہیں ہے وہ کیا بات کر رہی ہوگی تو اب یہاں پر آ کر ہم کو اپنے شعرا کی عظمت ماننا پڑتی ہے۔ نجمِ آفندی نے کہ رات بھر ماں نے فاتحِ خیبر کی لڑائیاں لوری میں سنائی ہیں، ماں نے خندق اور بدر کی لڑائیاں سنائی ہیں کہ علی اصغرؑ تمہارے دادا علیؑ بہت شجاع تھے۔ اور ایک عجیب جملہ ہے جو میرا نیس نے پیش کیا ہے کہ ماں نے بچے سے کہا کہ دیکھو بنی ہاشم کی شان یہ ہے کہ جب زخم کھاتے ہیں تو زخم کی تکلیف کا احساس بڑوں اور بزرگوں سے نہیں کرتے، اس جملے میں راز چھپا ہوا ہے۔ یہاں سے علی اصغرؑ کی سوانحِ حیات شروع ہوتی ہے۔ کل کی تقریر میں سوانحِ حیات بیان کروں گا آج تمہید تھی۔ امام حسینؑ میدانِ جنگ میں تھے کہ کانوں میں رونے کی صدا آئی۔

خیمے میں واپس آئے کہا کیا بات ہے حضرت زینبؓ نے کہا بھیا علی اصغرؓ بار بار اپنے کو جھولے سے گرا دیتے ہیں، امام حسینؓ نے فرمایا میں سمجھ گیا اصغرؓ کیا چاہتے ہیں ہم ہل من ناصد کہہ رہے ہیں۔ اصغرؓ کہنا چاہتے ہیں بابا کیوں بار بار ناصروں کو پکار رہے ہیں میں جو آپ کا ناصرا بھی موجود ہوں۔ بہن علی اصغرؓ کو لا دو۔ جو بچہ ابھی تک رو رہا تھا وہ امام حسینؓ کے ہاتھوں پر آتے ہی خاموش ہو گیا اور میرا نیتس نے یہاں پر غزل کا شعر کہہ دیا جن لوگوں نے روتے بچوں کو گود میں اٹھایا ہے اور خوبصورت آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھے ہیں وہ ہی اس شعر کو سمجھیں گے انیس کہتے ہیں۔

روئے ہیں فرقتِ شہِ عالی جناب میں

زگس کے پھول تیر رہے ہیں گلاب میں

حسینؓ جب لے کر چلے تو ماں سامنے آئی اور ایک سفید چادر علی اصغرؓ پہ ڈال دی علماء نے لکھا ہے کہ سفید چادر کیوں ڈالی۔ ماں کو ڈر تھا دھوپ بہت تیز ہے میرا گلاب مرجھانہ جائے۔

ماں جانتی تھی کہ میرا بچہ شہید ہوگا چادر اس لئے ڈالی ہے کہ ماں کو معلوم ہے کہ میرے بچے کو کفن نہیں ملے گا۔ جب امام حسینؓ بچے کو لائے تو اشفیاء یہ سمجھے کہ حسینؓ قرآن لائے ہیں تاکہ قرآن سچ میں رکھ کر فیصلہ کر لیں۔ لیکن جب چادر ہٹی تو دیکھا کہ ایک کھلایا ہوا پھول تھا۔ جب شبِ ہجرت رسولؐ چلے تو پیچھے پیچھے کوئی آ رہا تھا۔ تو رسولؐ یہ سمجھے کہ پیچھے کوئی کافر آ رہا ہے۔ اور اس گھرانے میں چادر میں چھپا کر لایا جائے تو کافر یہ سمجھتا ہے قرآن آ رہا ہے۔ تو جس بچے کو کافر نے قرآن سمجھا ہو وہ بچہ کتنا عظیم ہے۔ یہاں سے فضائل علی اصغرؓ رک رہے ہیں۔ کل عرض کریں گے۔

یہ کر بلا کا معجزہ ہے کہ ڈھائی ہزار اشعار کا مرثیہ ”الیکز نڈر گئل“ فرنیچ شاعر جو پیرس

کارہنے والا تھا اُس نے لکھ دیا
حامد لکھنوی نوے سال کے شاعر پیارے صاحب رشید کے شاگرد تھے بہت سے
شعر کہے سلام کا ایک مطلع ہے۔

کہتے کہتے کچھ زبان بے زبانی رہ گئی
تیر کھا کر سو گئے اصغر کہانی رہ گئی
پیارے صاحب رشید میر انیس کے نواسے کہتے ہیں۔
یہ سمجھ کر لے گئے ہمراہ اصغر کو حسین
قید میں بانٹو سے یہ بچہ نہ پالا جائے گا
خطیب اعظم سبط حسن صاحب نے اس شعر کی تشریح میں اشارہ کر کے بتایا تھا کہ
قید میں ماں پالتی کیسے ہاتھ کہاں آزاد تھے۔
پیارے صاحب رشید کا ایک اور شعر یاد آیا۔

باغِ جنت میں دلِ فاطمہ بے تیر چھدا
حلقِ اصغر کا چھدا بازوئے شبیر چھدا
غزل کے شاعر ہیں امیر مینائی اُن کا شعر ہے۔
دکھائی اصغر معصوم نے جو خشک زباں
اجل نے پیار سے بوسے لب و دہن کے لیے
شہید یار جنگ کہتے ہیں۔

حسینؑ لاشہِ اصغرؑ پہ ڈال دیجئے عبا
ملا لکھ کی عبادت میں فرق آتا ہے
جوش ملیح آبادی کا مشہور شعر ہے۔

اصغرؑ میں بیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا

وہ دل ڈھڑک رہا تھا رسالتاب کا
ہندو شاعر جھنولال دلیگیر نام تھا۔ حضرت علی اصغر کی شکل اس طرح بتاتے ہیں میں
نے آپ کو بتایا کہ تینوں بھائی ہم شکل رسول تھے شیریں اُس وقت آزاد ہوئی تھی جب
علی اصغر کی ولادت نہیں ہوئی تھی راہ میں جب قافلہ شریں کے قلعے کے قریب ٹھہرا تو
اب ظاہر ہے جہاں شیریں نے سب کی شہادتیں سنی ہیں وہاں علی اصغر کا کارنامہ بھی
سنا ہوگا تو اب اُس کے دل میں یہ خواہش ہے کہ میں جس گھر کی کنیز تھی جہاں کے بچوں
کو میں نے کھلایا ہے کاش میں علی اصغر کو دیکھ سکتی کہ شکل و صورت کیسی تھی۔ تو شیریں
نے بی بی رہا بے سے یہ پوچھا کہ علی اصغر کی صورت کیسی تھی۔ اب یہاں ماں صرف
بتائے نہ بلکہ شکل دکھا دے یہ شاعر کا کمال ہے اس الہامی کیفیت کو دیکھئے تو مجھے یقین
ہے کہ آپ بعد مجلس شاعر کے لئے ایک سورہ فاتحہ پڑھیں گے۔ دلیگیر کہتے ہیں۔

شہر بانو سے جب شیریں نے یہ رور و عرض کی
کہئے مجھ سے کیسی شکل اصغر بے شیر تھی
دوسرے میں جواب ہے۔

سوئے عابد تب اشارہ کر کے باٹو نے کہا
ایسی ہی آنکھیں یہی چہرہ یہی تصویر تھی
عجیب تصور ہے اسی شاعر دلیگیر کا کہ جنت میں جب ماں گئی ہوگی تو سب سے پہلے
اُس نے اللہ سے خواہش کی ہوگی کہ میرے بچے علی اصغر کو دکھا دے۔ دلیگیر
کہتے ہیں۔

بعد اصغر کے جو فردوس میں پہنچی باٹو
نور کے جھولے میں اُس طفل کو پلتے دیکھا

اور یہ میرائیں کے بھتیجے وحید کا شعر ہے۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

یہ ہیں شدید لکھنوی۔

عجیب حسرت سے گردش کرتی تھیں بے شیر کی آنکھیں
نہ کرتا ذبح اصغر کو جو ہوتیں تیر کی آنکھیں
میر عارف میر تقی میر کے نواسے کہتے ہیں۔

معصوم کے جب عضو بدن چھپ گئے سارے

بسمل ہوا قلبِ شہ دیں درد کے مارے

منہ رکھ کے لحد پر بھد اندوہ پکارے

اے راحتِ جاں بانوئے ناشاد کے پیارے

ننھا سا گلا زخم سے دکھتا تو نہیں ہے

اصغر کہو اب پیاس کی ایذا تو نہیں ہے



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

یہ مجلس امام بارگاہ خیمہ سادات لاہور ۱۹۹۹ء میں پڑھی گئی
حضرت علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمد و آل محمد کے لئے

حضرت علی اصغرؑ کے ذکر پر پیر صاحب نے ختم کیا اپنی تقریر کو اور میں اپنی مجلس کو
شہزادہ علی اصغرؑ کے فضائل سے شروع کرتا ہوں، جہاں تک میری ہمت ساتھ دے گی
اور جہاں تک آپ ساتھ دیں گے وہاں تک تقریر ہوگی اور کسی وقت بھی اپنے وقت کے
اندر تقریر اختتام پذیر ہو جائے گی یہ آپ کے فہم و ادراک پر ہے کہ ایسے موضوع چونکہ
ممبر پر بحیثیت مصائب کے تو آپ نے سنا ہے لیکن آج میں آپ کو فضائل سنانا
چاہوں گا مصائب تقریر کے آخر میں آئیں گے پہلے فضائل سن رہا ہوں لیکن موضوع کو
ذرا سا واضح کر دوں موضوع ہے حضرت علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ چونکہ ایک طرف
فرمائش تھی کہ حضرت علیؑ پر تقریر ہو اور دوسری طرف ماجد رضا کی خواہش تھی کہ حضرت علی
اصغرؑ کے کچھ فضائل پڑھ دیں تاکہ اس سال جو مرثیہ وہ لکھنا چاہتے ہیں اُس کا موضوع
”حضرت علی اصغرؑ“ ہے آپ تو دونوں کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے میں دونوں
موضوعات کو ملتا رہا ہوں اور اتفاق سے پیر صاحب نے میرے اس مسئلے کو حل کر دیا، کہ
اپنی تقریر کو شہزادے کے ذکر پر ختم کیا تو وہ تسلسل بھی قائم رہا کچھ چیزیں ہیں جو میں
عرض کر رہا ہوں اور ہر چیز کی ایک چھوٹی چھوٹی تمہید ہوگی اور اس تمہید کے ذریعے آپ

شہزادے کو سمجھنے کی کوشش کیجئے گا، سوانح حیات اس کی ہوتی ہے جو بولتا ہو، اس کے حالات زندگی لکھے جاتے ہیں جس کی زندگی میں کوئی کارنامہ ہو بغیر اس کے تو حالات زندگی نہیں لکھے جاتے یہ کائنات کا واحد مدوح ہے جس پہ ہزاروں کتابیں لکھی گئیں نہ بولتا تھا نہ چلتا تھا نہ کوئی کارنامہ کیا تھا کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟ آپ حیران ہونگے کہ جو کبھی بولنا نہیں جو اپنے پیروں سے چلا نہیں جس نے اپنے ماں باپ سے کوئی بات نہیں کی، یہ حسرت لئے چلا گیا کہ میں بولوں گا ایک سال ڈیڑھ سال دو سال کے بعد بچہ بولتا ہے، دودھ ڈھائی سال تک بچہ ماں کا پیتا ہے ابھی تو دودھ چھڑائی میں ہی کافی دن باقی تھے، بچوں کی نفسیات جو لوگ ہمارے سامنے بیٹھے ہیں جنہوں نے بچے پالے ہیں جو دادا نانا بن گئے ہیں وہ بھی جو باپ بن چکے ہیں وہ بھی اور جو مائیں بن چکیں ہیں وہ بھی میرے ایک ایک جملے کو قیمتی سمجھیں کہ موتی کے برابر ہیں چھ مہینے کی عمر تک بچہ مٹھی بھی نہیں کھوتا جب تک مٹھی بند ہے جب تک بچے کی مٹھیاں بند ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی بچے نے یہ بھی نہیں سیکھا کہ چندا ماما آ جا میں فضائل پڑھ رہا ہوں، مصائب ابھی نہیں پڑھ رہا ہوں جب ماں بچے کو سکھاتی ہے بیٹا کہو چندا ماما آ جا تو یہ ماں سکھاتی ہے کہ اب مٹھیاں کھل گئیں اب اس کو بلانا آ گیا علی اصغرؑ نے ابھی اشارہ بھی نہیں سیکھا مٹھیاں بند ہیں یعنی اتنا سمجھ ہے بچہ کہ ابھی مٹھیاں نہیں کھلیں ابھی چاند کو دیکھ کر ہنسے نہیں ہیں یعنی عمر کی وہ حد ہے کہ جہاں شیرخواریت کا اظہار بھی نہیں ہوتا تو ایسے بچے کی تقریر میں ایک گھنٹے میں کیا کہوں سوال ہے لیکن کروں گا جیسے کل تھا طے کہ خوشبو یہ کیا بولنا ہے تو آج بھی اسی طرح آپ اور ذاکر کا ایک رشتہ ہوتا ہے سوال آپ کے ذہن میں پیدا ہونگے جواب یہاں سے آئیں گے آپ چاہے سوال نہ بنائیں میں جب بات کہوں گا تو آپ کچھ سوچنے لگیں گے فوراً ہی جواب آ جائے گا، یہ مجالس کا ایک معجزہ

ہے حضور کی حدیثوں میں قرآن کی آیات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو قیامت آنے سے چالیس برس پہلے بچے پیدا ہونا بند ہو جائیں گے، قرآن میں ہے چالیس برس پہلے بچے کائنات میں نہیں پیدا ہونگے یہی بات حضورؐ نے حدیث میں فرمایا کہ طوفانِ نوحؑ آنے سے چالیس برس پہلے قومِ نوحؑ میں بچے پیدا ہونے بند ہو گئے اس لئے کہ اللہ نے اپنے ہر نبیؑ سے یہ کہا کہ اگر کائنات میں ایک شیر خوار بچہ بھی رہے گا تو ہم عذاب نہیں بھیجیں گے قیامت جب آئے گی کہ جب کوئی دودھ پیتا بچہ ماں کی گود میں نہ ہو اس میں یہ قید نہیں ہے کہ مسلم بچہ اس میں یہ قید نہیں کہ شیعہ بچہ اس میں یہ قید نہیں ہے کہ سی بچہ، بچہ کافر کا بھی ہو تو شیر خوار معصوم ہے بچہ بچہ ہے یعنی اللہ کی نظر میں بچہ شیر خوار بچہ ہے چونکہ ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا ہے اس لئے اللہ آسمان سے عذاب نازل نہیں کرے گا میں نے کہا تھا تمہید ہو کے بات ہوگی تمہید جیسے ہی ختم ہوگی سمجھنے نکلندے گا اور وہ نکلندے آپ کے لئے ہوگا، آپ کے ادراک کے لئے آپ کے فہم کے لئے پھر سے سن لیجئے قیامت آنے سے چالیس برس پہلے بچے پیدا ہونے بند ہو جائیں گے، طوفانِ نوحؑ آنے سے چالیس برس پہلے بچے پیدا ہونے بند ہو گئے تھے ورنہ تاریخ لکھتی کہ بہت سے شیر خوار بچوں کو اللہ طوفان میں بہا لے گیا، عادل ہے بچے کی کیا خطا ہے؟ اس پہ کیوں عذاب آئے اس پہ کیوں قیامت آئے قیامت اس پر آئے جس نے گناہ کیا ہو تو یہ طے ہو گیا کہ چھ مہینے کا بچہ گناہ نہیں کرتا، چھ مہینے کا بچہ جہاں ہوتا ہے وہاں قیامت نہیں آتی وہاں اللہ کا عذاب نہیں آتا حسینؑ کو معلوم تھا کہ کربلا میں ایسی باتیں ہونگی کہ اس دن قیامت آسکتی ہے اس لئے علی اصغرؑ کو لائے تھے ایسے گناہ گار جمع ہو رہے تھے ایسے شرابی جمع ہو رہے تھے، بدمعاش جمع ہو رہے تھے عذاب آنا تھا، حسینؑ نہیں چاہتے کہ نانا کی اُمت پر عذاب آئے قیامت آئے اس

لئے علی اصغر کو لے گئے، ایسا کوئی رحیم نواسا بھی تو ہو جو نانا کی اُمت کی خیر چاہے۔
(صلوٰۃ)

تاریخ کے کیا ایک ایک اعتراض کا جواب دوں گا بچوں کو کیوں لائے اعتراض حسینؑ پر ہے یا کس پر ہو رہا ہے کہ علی اصغر کو کیوں لائے اعتراض کس پر ہو رہا ہے رسول کو معلوم تھا کہ جب میرا حسینؑ علی اصغر کو لے کر جائے گا تو اعتراض ہوگا، بچے کو کیوں لائے اس لئے رسولؐ جب مباہلے میں چلے تو حسینؑ کو گود میں لے کر چلے بتانے کے لئے کہ جب تک بچہ نہ آئے جھوٹے کو جھوٹا ثابت نہیں کیا جاسکتا اب جس قوم کے پاس علی اصغرؑ ہے وہ قوم جھوٹی نہیں ہے علی اصغرؑ فیصلہ کر رہے ہیں کہ کون سی قوم جھوٹی ہے اور جدھر علی اصغرؑ ہوئے لعنت اُدھر سے چلے گی کس پر کا ذبین پر لعنت اللہ کا ذبین، کیا کہتا ہے کا ذبین پر لعنت کرنی ہے یہ کیوں نہیں کہا کافرین پر لعنت کرنی ہے بچہ آئے بچہ آ کر فیصلہ کرنے مباہلے میں سب سے آگے حسینؑ تھے تو اب حسینؑ کے مقابل جو آئے وہ سب کا ذبین ہیں لعنت اللہ علی کا ذبین کافرین کیوں نہیں کہا چھوڑ دیا لفظ اس لئے کہ آپ محرم میں علی اصغرؑ کو لے کر آتے ہیں آپ کے ہاتھ پر علی اصغرؑ کا جھولا آپ کے پاس ہے مخالفت نے کہا یہ کافرین ہیں آپ نے فوراً کہا آپ کا ذبین ہیں، جھوٹا کسی کو کافر کیسے کہہ سکتا ہے جھوٹا تو جھوٹا ہے مومن کو کافر کہہ رہا ہے بھی موضوع سمجھ گئے تقریر آگے بڑھے۔ (صلوٰۃ)

لعنت اللہ علی کا ذبین، صادقین کے ساتھ ہو جاؤ نوح صادقین سچے کہاں ہیں سچے کو تلاش کرنا ہے سچے کو اس وقت تلاش کرو کہ جب ہاتھ پر بچہ لے کر آئے اللہ نے پہچان بتادی میرا رسول صادق اور صداقت کی گواہی بچہ جھوٹ نہیں بولتا کافر کا بچہ ہو یا مومن کا بچہ ہو بھی یہ تو نفسیات کی بات ہوئی یہ تو ماہر نفسیات بتاتے ہیں کہ بچے کی نفسیا

ت کیا ہے بچہ سامنے آ جائے اس کی گواہی سچی گواہی ہے کہاں سے تقریر شروع کی تھی پیر صاحب نے میں لنک (Link) ملارہا ہوں ہر پوائنٹ (Point) سے منسلک کرتا جاؤں گا کیا کہا اُمی یہاں سے تقریر شروع ہوئی تھی کہ آج کتابوں میں یا تحریرات میں لکھا جائے کہ نبی کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا یا درکھو جاہل کبھی علم کی باتیں نہیں کرتا، جاہل ہمیشہ یہ چاہتا ہے جہل پھیلتا رہے جاہل ہی نہیں ابو جہل نے علم پھیلا یا بھی کوئی بتائے ابو جہل نے کوئی کبھی علمی بات کی جاہل جاہل ہے اور کائنات میں سوا حضور کے یہ حدیث آج تک تو کوئی نہ کہہ سکا کہ علم حاصل کرو مہد سے طرک، جھولے سے قبر تک، مقابلے میں کہ اگر اس وقت کوئی اُمی کہہ رہا تھا تو کوئی تو پڑھا لکھا ہوگا ارے کوئی تو کاتب وحی ہوگا کوئی تو اُنھ کے پوچھتا کہ جھولے میں علم کیسے حاصل کیا جاتا ہے جو بچہ جھولے میں لیٹا ہے وہ علم کیسے حاصل کرے گا اور جو مر گیا قبر میں وہ علم کیسے حاصل کرے تو (معاذ اللہ) صادق غلط کہے گا اگر حضورؐ نے کہا ہے تو جھولے میں بھی علم ہے قبر میں بھی علم ہے اگر شیعیت نہ ہو تو کائنات میں کوئی سمجھا نہیں سکتا کہ جھولا بھی علم ہے قبر بھی علم ہے اب جو جھولے کے خلاف بولے وہ جاہل جو قبر کے خلاف بولے وہ جاہل، علم شروع کرو ماں کی گود میں بھی جھولا باپ کے ہاتھ بھی جھولا ماں کی بائیں بھی جھولا کپڑے کا ہو تو جھولا لکڑی کا ہو تو جھولا بولے کا ہو تو جھولا علم کا رشتہ جھولے سے علم اور جھولا قرآن میں مہد کا لفظ دو جگہ استعمال ہوا مہد معنی جھولا قرآن میں اللہ نے اس لفظ کو پسندیدہ قرار دیا ایک تو اس وقت یہ لفظ مہد کا استعمال ہوا محداً بیہا یہ بچہ کیسے بولے گا جو جھولے میں ہے، یہودیوں نے مریمؑ سے کہا مریمؑ نے کہا کہ اس سے پوچھو تو یہودیوں سے کہا یہ تو ابھی جھولے میں جھول رہا ہے یہ کیسے بولے گا یہودی وہ ہے جو یہ کہے کہ جھولے کا بچہ بولتا نہیں نبی ہمارا وہ ہے جو کہے علم حاصل کرو جھولے سے۔ یہودی

اور حضور کا فرق دیکھا جاہل قوم کہتی ہے مریم سے کہہ رہی ہے جاہل قوم یہ کیسے بولے گا مریم نبی کی بیٹی ہیں کہا پوچھو پوچھو کیا مطلب ہے مطلب منہ سے نہیں بول رہی ہیں اشارے سے کہہ رہی ہیں پوچھو پوچھو اصرار کر رہی ہیں بچے سے پوچھو تو منہ سے کیوں نہیں بول رہی ہیں وہ تو اب بتایا جو قوم منہ لگانے کے قابل نہیں ہوتی مریم نے بتایا کہ جو قوم ذلیل ہوتی ہے اس قوم سے نبی کی بیٹی بات نہیں کرتی منہ پھیر لیتی ہے اور کہتی ہے تم سب نا محرم ہو تم سے کیا بات کریں میرے بیٹے سے بات کرو اشارے سے کہتی ہیں اس سے بات کرو یہ بات کرے گا جھوٹے کا بچہ ماں کے لئے زہل ہوتا ہے مرد ہوتا ہے، ماں کے لئے جھوٹے کا بچہ مرد ہوتا ہے اور پھر اس ماں کے لئے جس کا شوہر نہ ہو کچھ سوچ کر کہ اگر مریم کے بچے کو یہودیوں نے کمزور سمجھا ہے تو اب جھوٹے کا بچہ مرد ہی نظر آئے گا تاکہ تمہیں یقین آ جائے کہ جھوٹے میں بچہ مرد کیسے ہوتا ہے ماں کا نام رکھا ہے فاطمہ بنت اسد باپ کا نام ہے ابو طالب جھوٹے میں بچہ ہے عیسیٰ بولے بول کر بتایا نبیوں کتاب لے کر آیا ہوں جلدی سے کہوں کہہ دیا کتاب لے کر آیا ہوں جاہل نہ سمجھنا جھوٹے میں علم پلتا ہے، آ کے کتاب نہیں لکھوں گا کتاب لکھ کے لایا ہوں اب کہو پڑھا لکھا نہیں ہے عیسیٰ تو کتاب لے کر جھوٹے میں آئے اور ہمارے نبی کو کہو چالیس برس میں بولے ”اُمی“ تھے ارے عیسیٰ کی ماں کو اتنا اعتماد ہے کہ جھوٹے میں بولے گا اور آ منہ کی توہین کر رہے ہیں جو لکھا پڑھا نہیں تھا نہیں جھوٹے میں وہ بھی کتاب لے کر آیا ورنہ یہ نہ کہتا جھوٹے سے عالم بنو جب میں جھوٹے میں عالم بن سکتا ہوں تو تم کیوں نہیں بن سکتے اور قبر میں بھی عالم بنو ہے کوئی مسلمان جو اٹھ کر آئے ہمارے پاس اور آ کر اس بات کا جواب دے کہ جھولا سمجھ میں آیا قبر میں علم کیسے حاصل کیا جائے کسی سے پوچھو گے آؤ پھر شیعوں کے مردوں کو دفن ہوتے دیکھو کہ قبر میں

جب مردے کو رکھواتے ہیں باز و پکڑ کے کہتے ہیں سن سمجھ سن پہلا امام علیؑ دوسرا امام حسن قبر میں علم حاصل کرو نبیؐ نے کہا اور ہم نے عمل کیا قبر والے کو بھی علم سکھایا، جھولے میں بھی علم ہے آؤ دیکھو جھولا باپ کا ہاتھ ہے جھولا ماں کی آغوش ہے جھولا اگر کپڑے میں بھی ماں بچے کو رکھ دے لڑکا دے تو جھولا جھولا ہے ایک طرف اللہ نے کہا کہ وہ جھولا جس میں عیسیٰؑ تھے اور مریمؑ نے اشارہ کیا اور یہودی کہہ رہے تھے کہ یہ بولے گا کیسے اور وہ بولا دوسری جگہ جھولے کا لفظ قرآن میں اللہ نے استعمال کیا، کہ ہم نے اس زمین کو تمہارے لئے جھولا بنا دیا، آیت ہے قرآن میں ہم نے ان انسانوں کے لئے زمین کو جھولا بنا دیا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو لسم اللہ الرحمن الرحیم سمجھ میں نہ آتا وہ رحمٰن ہے وہ رحیم ہے اب بھی نہیں سمجھے بچہ جب تک جھولے میں ہے ماں کی لوری ہے ماں کی شفقت ہے ماں کو نہیں معلوم کہ کافر نکلے گا مومن نکلے گا یہودی نکلے گا ہندو نکلے گا، دہشت گرد نکلے گا، کیا نکلے گا، جھولا جھلا رہی ہے، میرا بچہ سو رہا ہے اللہ اپنے ہر انسان کو ارے رحیم اور رحمٰن ہے جھولے میں جھلاتا ہے، کافر ہو، ہندو ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، زمین کو جھولا بنا کر بتایا ہم رحمٰن ہیں ہم رحیم ہیں لوریاں دے رہی ہے زمین انسان کو سکون دے رہی ہے۔ جھولا بچے کو سکون دیتا ہے اتنا پیار ہے اللہ کو اپنے انسانوں سے کہ زمین کو جھولا بنا دیا یہ سمجھ لیں ایک دم زمین چلتے چلتے رک جائے تو ہم نے کہا تھا سوچئے گا کبھی آپ بھی تو سوچیں جب آپ اس نکتے کو نہیں سمجھتے تو پھر سوچئے یہ زمین چل رہی ہے چل رہی ہے نایا رکی ہوئی سمجھتے ہیں آپ چوبیس گھنٹے چلتی ہے ناں چلتے چلتے رک جائے تو نہیں ہوگا کیا بتائیے تو ہوگا کیا ارے اگر رک جائے تو ہوگا کیا اگر گردش زمین کی رک جائے تو کیا ہوگا کائنات ختم ہو جائے گی، یہ ماں کے دل سے پوچھو کہ چلتا ہوا جھولا رک جائے تو کیا ہوگا میں نے کہا تھا میں فضائل پڑھ رہا ہوں میں بار بار نام نہیں لوں گا تاکہ

آپ وہاں تک پہنچیں معبود کہہ رہا ہے ہم نے جھولا بنایا ہوا ہے، اب اگر یہ رک جائے تو سائنسدان کہتے ہیں سب کے جگر پھٹ جائیں گے اور پتا بہہ جائے سارے انسانوں کا پتا بہہ جائے گا، اگر زمین چلتے چلتے رک جائے تو جگر پھٹ جائیں گے اور یہی ہوگا قیامت کے دن جگر پھٹ جائیں گے، اللہ نے قرآن میں بتایا کہ ہم نے مادر موسیٰ سے کہا بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو اور ہے نا الہام موسیٰ، اسی وقت ہم نے مادر موسیٰ پر وحی کی عنقریب تھا کہ مادر موسیٰ کا کلیجہ پھٹ جاتا، سورہ انبیاء قرآن کہتا ہے کہ جگر پھٹ جاتا مادر موسیٰ کا ہم نے آگے بڑھ کر مادر موسیٰ کا دل سنبھال لیا اگر جھولا ماں سے جدا ہو جائے تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے بچہ ماں سے جدا ہو جائے تو اللہ کو انبیاء کی ماؤں کے جگر کو پکڑنا پڑتا ہے اصغر چلے، رباب سے پوچھو اب پتہ چلا مادر موسیٰ سے افضل ہیں رباب مادر عیسیٰ سے افضل ہیں رباب، ابھی اصغر کی بات نہیں ہو رہی ہے پہلے پتہ تو چل جائے رباب کس صف میں ہیں قرآن کی ہاجرہ سے افضل ہیں ناموسی کی ماں سے افضل ہیں کہاں، کہا اللہ نے ہم نے کلیجہ پکڑ لیا، اللہ کو یہ اعلان نہیں کرنا پڑا کہ ہم نے رباب کا کلیجہ تھام لیا اس لئے کہ ایسی ماں کو ڈھونڈ کر اللہ کو لانا پڑا جو مادر موسیٰ سے زیادہ بہادر ہو یہ ہے کہ بلا کر بلا کر کیا قصوں میں ملاؤ گے کسی قصے سے کہہ رہا ہوتا ہے افضل ہے ماورئی ہے سوچیں مسلمان تو علم کا خزانہ ملے گا ہم نے زمین کو جھولا بنا دیا، اب ہر ماں کا ہاتھ ہر بھائی کا ہاتھ ہر باپ کا ہاتھ بچے کے لئے جھولا ہے تو علی کی سوانح حیات کو اگر سمیٹا جائے تو تریسٹھ برس کی زندگی کیسے سٹے گی دیکھئے میں سمیٹتا ہوں علی کی کل سوانح حیات دو جملوں میں اتنی ہے کہ کعبے سے اللہ کے گھر سے نبی کے ہاتھ پر آئے اور سوانح حیات ختم ہوئی نبی کے ہاتھوں پر من کنت مولاً فہذا بس ہوگی سوانح حیات یہ کل ہے علی کی زندگی میں نے کہا علی اور علی اصغر موضوع سمجھ رہے

ہیں نا آپ کیا ہے علیؑ کی سوانح حیات کعبے سے نکلے نبیؐ کے ہاتھ میں بچہ اب کیا ہے جھولا علیؑ کا نبیؐ کے ہاتھ تو اس ہاتھ کے عادی ہیں جھولے کے عادی ہیں تو نبیؐ نے چاہا کہ ایک مال دین ہو علم سے رشتہ جڑے تو پھر نبیؐ کا ہاتھ اتنا بلند ہو کہ بغل کی سفیدی نمودار ہو جائے کیوں بھی کیوں اٹھاؤں کیوں اس دن کعبے سے نکل کے بس اتنا لئے ہوئے تھے ہاتھ پہ آگے آگے چل رہے تھے اور آج کہا مجمع بہت ہے اٹھایا اس لئے کہ کوئی انکار نہ کر سکے دیکھا نہیں نبیؐ کے ہاتھ سے نبیؐ کے ہاتھ تک یہ ہے کل زندگی لیکن اسی اتنے سے کام میں تریسٹھ برس گزر گئے علی اصغرؑ نے بتایا دادا ہی تریسٹھ برس کا وقفہ چند لمحوں کا بناؤں گا حسینؑ کے ہاتھ پہ آئے کہاں سے آئے کچھ پوچھئے تو کہاں پیدا ہوئے علیؑ ولی اللہ کے گھر میں اصغرؑ کہاں پیدا ہوئے اللہ کے گھر میں حسینؑ کا گھر کہاں ہے صحن مسجد نبویؐ میں حسینؑ کا گھر ہے ارے علی اصغرؑ بھی خدا کے گھر میں پیدا ہوئے وہ کے میں یہ مدینے میں وہ پہلا گھر یہ دوسرا گھر وہ پہلا علیؑ یہ دوسرا علیؑ، ابوطالبؑ کی اولاد گئیے سب سے بڑی بیٹی اُم ہانیؑ پھر جمانہؑ پھر طالبؑ پھر عقیلؑ پھر جعفرؑ پھر علیؑ سب سے چھوٹا کون ہے ابوطالبؑ کے گھر میں، علیؑ یہاں کر بلا میں سب سے چھوٹا کون ہے علیؑ ارے وہ بھی علیؑ یہ بھی علیؑ وہ بھی چھوٹے یہ بھی چھوٹے کام برابر کام دونوں کے برابر جو کام انہیں تریسٹھ برس میں کرنا ہے اصغرؑ کو چند ساعتوں میں کرنا ہے جلدی ہے اصغرؑ کو کام جلدی کرنا ہے چند لمحوں میں اصغرؑ کو خدا کے گھر سے یہاں تک چھ مہینے میں سارے کام کرنے ہیں جو کام علیؑ تریسٹھ برس میں کرتے ہیں علی اصغرؑ کو چھ مہینے میں کرنے ہیں کعبے کے بعد کیا ہے علیؑ کی زندگی میں دعوتِ ذوالعشرہ ہے، کیا کہا نبیؐ نے، جو آج میری مدد کرے گا میرا وزیر، میرا وصی، میرا خلیفہ، میرا جانشین، علیؑ نے کہا میں کروں گا، مدد میں کروں گا، لکھ دے تاریخ آج چونکہ خلافت کا وعدہ کیا تھا، وزارت کا وعدہ کیا تھا اس

لئے مدد کا وعدہ علیؑ نے کر لیا اور کوئی کیوں نہیں بولا، علیؑ بولے کہا میں بنوں گا وصی جا
نشین وعدہ ہوا علیؑ نے وعدہ کیا نبیؐ نے کہا تھا میں بناؤں گا تو لکھ دے کوئی علیؑ اصغرؑ نے
کہا لکھنا بھی نہ میرے دادا کا معاملہ ہے یہاں جب امداد کی جاتی ہے جب دین کی
نصرت کی جاتی ہے تو خلافت کیا ہے وزارت کیا ہے، حسینؑ نے پکارا کون ہے میرا مدد
گار علیؑ نے اپنے کو جھولے سے گرایا نبیؐ نے پکارا کون میری مدد کرے گا علیؑ نے کہا ہاں
میں کروں گا لیکن کیا کہہ کے وزارت ملے گی خلافت ملے گی، وصایت ملے گی، جانشینی
ملے گی علیؑ نے کہا میں مدد کروں گا، حسینؑ نے کہا کون ہے میرا مددگار جانشینی ملے گی علیؑ
نے کہا میں مدد کروں گا حسینؑ نے کہا کون ہے میرا مددگار کیا یہ کہا کون خلافت لے گا،
کون وصایت لے گا کون وزارت لے گا، کون آج حسینؑ نے بتایا کہ جب نصرت کو
پکارا جاتا ہے تو عہدے کیا ہیں؟ تو حضرت علیؑ اصغرؑ نے پکارا اب تم بتاؤ مجھے کون سا
عہدہ چاہئے تو میرے دادا پہ شک نہ کرنا، یہاں عہدوں کیے لئے مدد نہیں کی جاتی نبیؐ
نے دعوت کر کے بلا کر کہا مدد کرو، علیؑ آئے بلانے پر دعوت ذوالعشیرہ میں مدد کرنے
والے کو بلایا گیا جس کو مدد کرنا ہے اس کو بلایا گیا دیکھئے مدد علیؑ کر چکے ناں اور مدد چاہئے
رسولؐ کو تو رسولؐ بلائے اُس کو جو مدد کرے یہاں کیا ہوا یہاں حسینؑ نے پکارا میری مدد
کرو تو آئے کوئی مدد کرنے نہیں جس کو مدد کرنا تھی اس نے علیؑ اصغرؑ نے حسینؑ کو بلایا،
خیمے میں یہ گئے علیؑ کی شان کو سمجھو آج حسینؑ کو علیؑ اصغرؑ کی ضرورت ہے تو کیا بتایا علیؑ نے
علیؑ اصغرؑ نے کیا بتایا کیا تم دعوت ذوالعشیرہ دیکھ رہے ہو کہ دعوت کھانے علیؑ آگئے تو مدد
کرنے کا وعدہ کر لیا، علیؑ اصغرؑ نے کیا یاد دلایا کہ جس طرح بابا نے مجھے جھولے سے
لینے آئے ہیں، اسی طرح نبیؐ کعبے میں گیا تھا مجھ کو لینے اب سمجھ میں آیا کہ جس سے مدد
لی جاتی ہے اُس کو لینے جایا جاتا ہے اب یہ تو محشر میں دیکھنا اب یہ قیامت کے دن دیکھنا

کہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم قیامت تک میری مدد کرے گی قسمیہ کہہ رہا ہوں ایسا قیمتی جملہ دے رہا ہوں کہ تم سب کھڑے ہو جاؤ گے اللہ کہہ رہا ہے کہ قیامت تک ایک قوم اللہ کی مدد کرے گی تو سہی وہاں دیکھنا کہ ہم خود جاتے ہیں یا کوئی ہمیں لینے آتا ہے، یہ ہمارا تمہارا وعدہ رہا۔ اگر ہم خود دوڑ کر نبی کے پاس پہنچ جائیں تو اُمت ہیں تو اگر نبی ہمیں لینے آئے تو ہم اُمت نہیں ہیں ہم سردار ہیں یہ فیصلہ وہاں ہوگا کیونکہ ہم مدد کر رہے ہیں اس لئے ہمیں لینے آئیں گے اور کہا نہیں آتے ہم کر بلا چلے تو لینے آیا جاتا ہے ہم قبر کی طرف چلے تو لینے آیا جاتا ہے ہم جنت میں گئے تو لینے آیا جاتا ہے، اس لئے کہ ہم ناصر ہیں یہ چھ مہینے کے بچے نے سمجھایا ہے کہ جھولے میں علم کیسے ہوتا ہے یہ جھولے کے دیکھے ہوئے ہیں ان سے کیا باتیں کرنا ہے جب تم نے الف پڑھا تو تمہیں پڑھنا آیا کچھ جھولے سے دیکھے ہوئے شاید دنیا کو یقین نہ آئے کہ جھولے میں کیسے علم سیکھا جاتا ہے تو یہ کس ماں سے پوچھو وہ غرادر ہو بچہ دو مہینے کا ہو یا تین مہینے کا ماں سے بچے کی باتیں جو محرم میں ہوتی ہیں وہ سنو ماں بچے کا ہاتھ پکڑتی ہے اور مٹھی کھول کر کہتی ہے بیٹا کہو حسین حسین یہ ہے جھولے کا علم ابھی بچہ بولا نہیں اُس کے ہاتھوں کو علم سکھایا جا رہا ہے اُس کے سینے کو علم سکھایا جا رہا ہے یہ ہے نبی کا قول جب بچہ بولنے لگا تو بچے سے کہا پڑھو پتھر پہ علم دین کا گاڑا کس نے علیؑ اور حسینؑ علم ہیں یہ ہے جھولے کا علم یہ علم پکا ہو گیا تو پھر ماں کو یقین ہو جاتا ہے کہ میرا بچہ دہشت گرد نہیں بنے گا، دہشت گرد درملہ تھا ابن زیاد تھا ابن سعد تھا کئی لاکھ آئے تھے دہشت گرد کر بلا میں دہشت گردوں کا مقابلہ کلا شکوف سے تلوار سے نہیں ہوتا یہ تو حسینؑ کو معلوم تھا کہ دہشت گرد قابو میں نہیں آتا دہشت گرد کے معنی یہ ہیں کہ دردناک منظر دیکھ کر اُس کا دل نہ بچھے، وہ پرواہ نہیں کرتا کیا ہے بچہ کیا ہے دہشت گرد کو گرفتار کرنا کام نہیں مارنا کوئی بڑا

کام نہیں ہے کارنامہ آپ کا یہ ہے کہ دہشت گرد کوڑا دے جو روتا ہے وہ دہشت گرد نہیں بننا جو پتھر دل ہوتا ہے وہ روتا نہیں جو روتا ہے وہ دہشت گرد نہیں ہوتا ہے دہشت گرد کوڑا لایا جائے دہشت گردی ختم ہو جائے دہشت گرد جنونی ہوتا ہے دیوانہ ہوتا ہے کوئی مرجاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے یہ لاش پہ کیوں نہیں رو رہا ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے انہیں رلائیے ورنہ یہ دیوانے ہو جائیں گے یہ جنونی ہو جائیں گے یہ کوئی قتل کر بیٹھیں گے یہ کسی کو مار بیٹھیں گے یہ کسی کا گلا گھونٹ دیں گے انہیں رلائیے تو ڈاکٹر سے پوچھا جاتا ہے کیسے رلائیں کہا جاتا ہے طمانچے ماریے منہ پہ طمانچے ماریے ان سے پکار پکار کر کہیے تمہارا باپ مر گیا یہ لاشہ ہے جب تک رلا نہیں لیا جاتا، گھر والے گلے ل کر خود بھی روتے ہیں اور اُسے رلاتے ہیں کہیں پاگل نہ ہو جائے، دہشت گرد نہ ہو جائے کیوں کہ آدمی رونے سے روتا ہے آج معلوم ہوا یہ دہشت گرد کیوں بنے، دہشت گرد بنائے جا رہے ہیں تاکہ رونارو کا جائے اُن کو پکڑو جو رونے سے روک رہے ہیں بڑے دہشت گرد وہ ہیں جو حسینؑ کی عزت کو روکنا چاہتے ہیں دہشت گرد ہیں شیعہ سنی نہیں ہوتا کوئی بھی دہشت گرد بن سکتا ہے اگر شیعہ نہ روئے تو وہ بھی دہشت گرد اور اگر کوئی اور نہ روئے تو وہ بھی دہشت گرد ہے کوئی بھی دہشت گرد بن سکتا ہے پس رلا دیا جائے کیسے رلا لیا جائے دہشت گرد کی حد بتا رہا ہوں یاد رکھنا یہ تقریر اتنا ظالم ہوتا ہے دہشت گرد عونؑ و محمدؑ مرے نہیں رویا علی اکبرؑ مرے دہشت گرد نہیں رویا قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے دیکھے نہیں رویا عباسؑ کے شانے کئے دہشت گرد نہیں رویا، اب حسینؑ اصغرؑ کو لائے ارے بھائی رویا کہ نہیں رویا دہشت گرد حسینؑ دہشت گرد کوڑا لانا چاہتے تھے، یہ رو دے گا علی اصغرؑ کو دیکھ کر پورا لشکر رو دیا حسینؑ نے دہشت گردی ختم کروادی جنون ختم ہو گیا، علی اصغرؑ کو دیکھ کر معلوم ہے جتنے ظالم کر بلا سے واپس گئے اصغرؑ کے قتل ہونے کے بعد

کسی نے پھر فخر نہیں کیا کہ ہم نے یہ کیا، کہا ہمیں بیاس لگی رہتی ہے ہمارا منہ کالا ہوتا جا رہا ہے ہمیں خواب میں یہ نظر آتا ہے وہ نظر آتا ہے تو اصغرؑ نے دہشت گردی ختم کر دی پھر سمجھے بھی اگر ازیلی دہشت گرد ہوتے تو دو چار اور کوفے میں مارے ہوتے تلواریں کندہ ہو گئیں کر بلا کے قاتلوں نے پھر کسی کو نہیں مارا اگر عادی دہشت گرد ہوتے تو اور پیسے لے کر اوروں کو مارتے، کر بلا والے پیسے تو ختم ہو گئے ہونگے نا، تو اور چاہئے ہونگے، کام کرتے تھک گئے اب کسی کو نہیں ماریں گے، دیکھئے حسینؑ نے یہ بات ختم کیسے کرائی اپنے گھرانے کے بعد عرب میں حسینؑ نے کسی گھر کو اجڑنے نہیں دیا، یہ گھر بعد کر بلا جو اجڑے نہیں یہ کس نے روکا یہ علی اصغرؑ نے، بات کچھ زیادہ بلند ہو گئی، آپ تھک گئے ورنہ میں پانچ تقریریں ابھی اور جناب علی اصغرؑ پر کر سکتا ہوں علی اصغرؑ دعوت ذوالعشرہ سے غدیر تک علیؑ کی طرح حسینؑ کے ساتھ ہیں عجیب عجیب باتیں ہیں علی اصغرؑ کی مولیٰ شب بھرت سو گئے کیسے حکم نبیؐ سے نبیؐ نے کہا سو جاؤ تو علیؑ سو گئے اطاعت رسولؐ میں کامل تھے نبیؐ نے کہا سو جاؤ علیؑ سو گئے پتہ چل گیا علیؑ کو کہ آج اسلام کا فائدہ سونے میں ہے علیؑ سو گئے اب اس علیؑ کو پرواہ نہیں کہ چالیس تلواریں کافر لئے علیؑ کے گرد ہیں علیؑ کہاں سوئے کافروں کے زرعے میں اور اصغرؑ تین لاکھ دہشت گردوں کے زرعے میں آرام سے شب عاشور سوئے علیؑ سے کہا تھا محمدؐ نے تو سوئے علی اصغرؑ سے کسی نے کہا نہیں تھا کہ سوؤ علیؑ سے تو آپ پوچھ نہیں سکتے کہ کیوں سوئے اس لئے کہ وجہ معلوم ہے نبیؐ نے کہا تو سوئے، ہاں علی اصغرؑ سے پوچھئے کہ آپ کیوں سوئے کہا میں اگر شب عاشور نہ سوتا تو کیا ساری رات ماں کو پریشان کرتا تو کیا میں اپنی ماں کو فکر میں ڈال دیتا میں آرام کی نیند شب عاشور اس لئے سو یا کہ مجھے صبح ایک بڑا کام کرنا ہے جس کی صبح کو کوئی بڑا کام کرنا ہے اس کی رات کی نیند کتنی اطمینان کی ہوتی ہے۔ کمرے میں

بھی اندھیرا کر دولاٹ (Light) بھی بجھا دو، کوئی زور سے بولے بھی نہ دروازے پر، بلند آواز بھی نہ آئے، بھی سوتے ہیں صبح انہیں ایک اہم کام سے جانا ہے، ہاں ہاں کیوں نہ سوتے آرام سے کل انہیں بڑا کام کرنا ہے رات کی نیند نے بتایا کہ کل کام کتنا بڑا ہے، رات بھر نہیں روئے ارے رات بھر سوئے جھولے میں سوئے چین کی نیند سوئے خوب سوئے پھر جملہ آگیا، شب ہجرت علی کا سونا عبادت تھا، اور شب عاشور پور الشکر جاگ رہا تھا اور عبادت کر رہا تھا علی اصغرؑ نے بتایا ابھی مجھ پر نماز واجب نہیں ہے جو نماز پڑھیں اُن کا پڑھنا عبادت اور میرا سونا عبادت کام بڑا ہے، اس لئے آج میرا سونا عبادت ہے۔

اور جب حسینؑ نے کہا (ہل من ناصر ینصرنا) تو اصغرؑ چیخ کر رونے لگے رات بھر سوئے صدائے حسینؑ پر روئے اور جیسے ہی حسینؑ میدان کی طرف لے کے چلے تو چپ ہو گئے تو حسینؑ جب چلے تو کافروں نے کہا حسینؑ قرآن لا رہے ہیں قرآن چپ ہے قرآن بولتا نہیں ہے علیؑ بستر پر تھے تو لوگوں نے کہا محمدؐ ہے اور اصغرؑ حسینؑ کے ہاتھوں پر آئے لوگوں نے کہا قرآن ہے اس گھر کا علیؑ یا محمدؐ لگتا ہے یا قرآن لگتا ہے اس سے کم نہیں ہے یعنی قاتلوں نے حسینؑ کے ہاتھوں پر دیکھ کر کہا قرآن ہے یعنی علی اصغرؑ رو رہے ہوتے تو قرآن نہ کہلواتے جاتے بچہ اگر میدان میں روتا تو کہتے بچہ لا رہے ہیں اس کے معنی علی اصغرؑ میدان میں نہیں روئے کہا قرآن لا رہے ہیں رات کو سوئے استغاثے پر روئے میدان میں آئے تو مجاہد بن گئے، علی اصغرؑ نے بتایا کہ میدان کے رونے والے اور ہیں واہ رے علیؑ اصغرؑ سمجھ گئے میدان میں آگیا اب علی اصغرؑ تیاری کر رہے ہیں لڑنا ہے حملہ بھی کرنا ہے اور رجز بھی پڑھنا ہے، اور ہتھیار کوئی ہے نہیں پریشانی وہاں تک تھی کہ علی اکبرؑ گھوڑے پہ گئے قاسمؑ گھوڑے پہ گئے،

عباس گھوڑے پہ گئے، میں کیسے جاؤں گا علی اصغر آپ نے کیا سواری کا انتخاب کیا اور علی اصغر نے بتلایا کہ حیران نہ ہو جانا کہ سواری کا مرتبہ کیا ہے سواری سمجھنا چاہتے ہو تو سمجھ لو میں نوٹ ہوں یہ کشتی ہے میں سلیمان ہوں یہ تخت ہے، آج عید ہے میں حسین ہوں یہ دوش محمد ہے سواری میری دیکھو جب آگے مقابل میں سب تھے اصغر اکیلے تھے اور حسین نے کہا علی اصغر اگر میں لڑوں گا تو لوگ کہیں گے ایک بچے کی مدد ایک بزرگ نے کی، اصغر نے کہا اکیلے لڑوں گا بابا میں نے کہا تھا فضا کی پڑھ رہا ہوں رو لیجئے گا، بعد میں دو جملے پڑھ دوں گا، یہ جملہ دیکھیں اکیلے لڑنا ہے کہا ہاں ہم اکیلے لڑیں گے آپ مدد نہ کیجئے گا اس لئے کہ عباس بھی اکیلے لڑے، علی اکبر بھی اکیلے لڑے، قاسم بھی اکیلے لڑے عون و محمد بھی اکیلے لڑے اور ہمارا دادا علی بھی اکیلا لڑا ہاں بابا آپ تو ساتھ اس لئے لائے ہیں کہ میں آ نہیں سکتا تھا یا تو یہ ہوتا کہ جھولا لاکے میدان میں رکھ دیتے ہیں خود لڑ لیتا لیکن بابا یہ انتخاب اچھا تھا کہ میں سلیمان کے تخت پر آیا میں حسین بن کر نانا کے دوش پہ آیا، یہ سواری کا انتخاب علی اصغر کیوں کر رہے ہیں اگر گھوڑے پر عرب میں آیا جائے تو لڑنے آیا ہے اور اگر اونٹ پر آجائے تو امن کے لئے آیا ہے حسین ہاتھوں کا ناقہ بنا کر جو عید کے دن بنا تھا تو اصغر لڑنے نہیں آئے ہیں میں امن کرنے آیا ہوں اب قیام تک امن کی نشانی علی اصغر یہ قوم کے پاس امن کی نشانی علی اصغر اک بچہ آیا کیا دشمنی تھی کیا اُس نے تلوار چلائی کیوں تیر مارا تھا لکھنے والو حرام زادو حسین حکومت لینے آئے تھے، اصغر تو حکومت کی نفی کر کے مدد کرنے چلے علی یہ تو خلافت کا الزام ہے نا تو یہ علی اصغر دین کی مدد کرنے کیوں آئے ہیں اصغر کو کون سی خلافت چاہئے، تو بنی ہاشم کے ایک چھ مہینے کے بچے نے حکومت کو ٹھوکر مار کر بتایا کہ تم حکومتیں کر کے اتنی عمریں پا کر بھی پوری دنیا میں شہرت حاصل نہ کر سکے، اور میں چھ مہینے کا ہو کر پوری دنیا میں شہرت

حاصل کر گیا، اصغرؑ نے ہتھیار چلایا بھی مارا بھی قتل بھی کیا قتل ہی نہیں کیا بلکہ قتل عام کر دیا بلکہ اب تک قتل عام کر رہے ہیں پھر بھی کسی خون کا الزام اصغرؑ پہ نہیں آیا ایسا فاتح علی اصغرؑ رجز پڑھا چھوڑ رہا ہوں اصغرؑ نے کہا بابا سب ہتھیار لائے تھے میں بھی لایا ہوں ہتھیار کیا لائے ہو اصغرؑ نے کہا سوکھے ہوئے ہونٹوں کی کمان ہے خشک زبان میرا تیر ہے اب جو یہ ہتھیار استعمال کیا کاش میرے پاس وقت ہوتا غور کرنا بچہ جب کبھی پیاسا ہوتا ہے تو وہ زبان نکال کر ہونٹوں پر پھیرتا ہے بار بار جب بچہ ہونٹوں پر زبان پھیرے تو ماں سمجھ جاتی ہے بچہ دودھ مانگ رہا ہے۔ اصغرؑ نے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا میں پیاسا بھی ہوں اور بھوکا بھی ہوں پوری فوج شام رونے لگی، استاد قمر جلالوی نے شعر کہا:-

اصغرؑ کلجہ قتام کے روتی ہے فوج شام
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

اور پھر فیض بھرت پوری نے ایک عجیب بیت کہی، خیبر اور علی اصغرؑ کا موازنہ کیا ہے، مشکل منزل ہے ایک مصرعے میں خیبر بیان کر کے کہتے ہیں:-

وہاں بڑی جنگ ہوئی تب در خیبر اٹلا
یاں زباں ہونٹوں پہ پھیری تھی کہ لشکر اٹلا
کہتے کہتے کچھ زبان بے زبانی رہ گئی
تیر کھا کے سو گئے اصغرؑ کہانی رہ گئی

عجیب بات ہے جب شہزادیاں مدینے میں داخل ہونے لگیں تو عجیب شعر پڑھا مدینے ہمارے آنے کو قبول نہ کر جب ہم گئے تو تھے گودیوں میں بچے تھے اور اب جب ہم آئے ہیں تو گودیاں اُڑی ہوئی ہیں دیکھئے تقریر ختم ہو گئی کوئی بچہ واپس نہیں آیا،

سب چھوڑ دیا میں نے درمیان میں کچھ نہیں پڑھا قبر بنا کر علی اصغرؑ کی حسینؑ آ رہے تھے کہ سامنے سے ایک اونٹ سوار آتا دکھائی دیا اُس نے آ کر سلام کیا حسینؑ نے کہا اے بھائی اس بے کسی میں تو نے مجھے سلام کیا کہا میں مدینے سے آ رہا ہوں میں آپ کی بیٹی صغراؑ کا خط لایا ہوں خط کچھ بڑا ہے پھر پڑھوں گا کچھ چچا عباسؑ کے لئے لکھا کچھ علی اکبرؑ کچھ قاسمؑ کچھ پھوپھی کے لئے آخری جملہ بابا اب تو مہر گھنٹوں چلنے لگے ہوں گے، دوسرا جملہ بابا میں نے ایک نیا کرتا سیاہ ہے علی اصغرؑ جب آئیں گے میں اپنے ہاتھ سے پہنا کر علی اصغرؑ کو دو لہا بناؤں گی قبر بنا کر آئے ہیں وہ جو جملہ روکا تھا آخری جملہ وہ سن لو کیا کہا نہ نب نے نانا گودیاں اُجڑ گئیں اب یہاں صغراؑ کو کیا معلوم کہ کیا ہو گیا یہ جملہ تو مدینے کے باہر کہہ رہے ہیں کہ جب گئے تھے تو گودیاں بھری ہوئیں تھیں اب خالی ہیں صغراؑ کو کیا معلوم اب تو منظر رہ گیا اک بار مسجد نبویؐ میں قبر نبیؐ کے پاس صغراؑ آئی پھوپھی کو دیکھا عموؑ و محمدؑ نہیں آئے بیٹا مارے گئے پھوپھی اماں قاسمؑ نہیں آئے کہا لاشہ پامال ہو گیا پورا مدینے کا مجمع بھرا ہوا ہے قبر نبیؐ پر یہ باتیں ہو رہی ہیں اور علی اکبرؑ نہیں آئے کہا بیٹا سینے پر برجھی لگی چچا عباسؑ نہیں آئے کہا شانے کٹ گئے اب سب کو تو پوچھ چکی سب کے نام پورے ہو گئے، اب صغراؑ اُٹھیں سیدھی گئیں اُم کلثومؑ کی گود دیکھی لیلیٰ کی گود دیکھی اُم فروہؑ کی گود دیکھی، ربابؑ کی گود دیکھ رہی تھیں نہ نب نے پوچھا بی بی کیا تلاش کر رہی ہو تو صغراؑ نے رو کر کہا پھوپھی اماں میرا صغرؑ کہاں ہے، ہائے صغرؑ ہائے صغرؑ۔



سجلی سکینہ
حمداً باللیف آباد، پونٹ نمبر ۸-۷۱

..... ﴿باب اوّل﴾

فضائل حضرت اُمّ ربّابؑ

و

علی اصغر علیہ السلام

☆ ستارہ ۱

حضرت اُمّ ربابؑ

کا شجرہ

اور خاندان

۲۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا شجرہ اور خاندان:

حضرت اُمّ ربابؓ دختر امراء القیس بن عدی بن جابر بن کعب بن علی بن یرقہ بن ثعلبہ بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کہ مادرِ یکینہ ہیں اور امام حسینؑ بھی ان سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔

ینابیع المودت کتاب میں لکھا ہے کہ:

جناب امراء القیس کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی حضرت علیؑ سے بیاہ دی، دوسری امام حسنؑ سے اور تیسری بیٹی اُمّ ربابؓ امام حسینؑ سے بیاہ دی۔ اُمّ ربابؓ وہی بیوی ہیں جن کے لئے محبت میں امام حسینؑ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

(ریاضین الشریعہ، ج ۳، ص ۳۱۳)

۳۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا نکاح امام حسینؑ کے ساتھ:

مرحوم فرہاد مرزائی (مقام) کتاب میں روایت لکھی ہے کہ عوف بن خارجہ مزی نے کہا کہ زمانہ عمر بن خطابؓ میں، میں موجود تھا کہ ایک شخص عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے مسلمان بنالو، میں عیسائی ہوں۔ عمرؓ نے نام معلوم کیا، کہا میرا نام امراء القیس کلبی ہے۔ عمرؓ نے اُسے پہچانا اور پوچھا کہ تم اسلام قبول کرو گے؟ امراء القیس نے کہا کہ میں آداب اسلام سیکھنے کیلئے اور مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا کلمہ پڑھ لیا۔ پھر حکومت اسلامیہ نے ان کو قضاعہ کو دے دیا۔

پھر یہ مولا علیؑ کی خدمت میں آئے جبکہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان کے ساتھ میں تھے حضرت علیؑ سے ملاقات کی۔ حضرت علیؑ نے ان کو یاعم کہہ کر مخاطب کیا اور کہا کہ یہ پیغمبرؐ خدا ہیں۔ میں ان کا چچا زاد بھائی علی ابن ابوطالبؓ اور یہ دو میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ ہم تم کو دوست شمار کرتے ہیں کیا تم ہم سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہو۔

امراء القیس نے کہا یا علی میری بیٹیاں ہیں (۱) محیا کی شادی آپ کے ساتھ (۲) سہلی کی شادی امام حسنؑ کے ساتھ اور (۳) اُمّ ربابؑ کی شادی امام حسینؑ کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں اور اسی روز تینوں کی شادی کر دی گئی۔ حضرت اُمّ ربابؑ سے سیکینہ اور علی اصغر پیدا ہوئے۔

۴۔ خواتینِ عالم میں بہترین خاتون حضرت اُمّ ربابؑ:

بُشام کلمی کہتا ہے۔ ربابؑ بہترین عورت تھیں اور ربابؑ کے باپ اشرف اور معزز خاندانِ عرب سے تعلق رکھتے تھے اور امام سے لگاؤ رکھتے تھے۔ (۱۔ صحاحِ رحمت، ص ۵۳۸) ۵۔ امام حسینؑ کو اُمّ ربابؑ و سیکینہ کی دوری برداشت نہ تھی:

جب جناب اُمّ ربابؑ اپنے خاندان میں ملنے کیلئے جاتی تھیں اور بی بی سیکینہؑ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتی تھیں تو امام حسینؑ کو دونوں کی جدائی ناقابلِ برداشت ہوتی تھی اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ (۲۔ منتخب التواریخ، ص ۲۲۳)

كَأَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بَلِيلٍ إِذَا زَارَتْ سَكِينَةً وَالرَّبَابُ
گویا۔ شبِ تنہائی اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ کٹائی نہیں جاتی مادرِ علی اصغر اُمّ ربابؑ سے
۶۔ مادرِ علی اصغر اُمّ ربابؑ سے امام حسینؑ کی محبت:

ابوالفرج نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ فرماتے تھے:

لَعَمْرُكَ إِنَّنِّي لَأَحِبُّ دَارًا تَكُونُ بِهَا السَّكِينَةُ وَالرَّبَابُ
أَحِبُّهُمَا وَابْذُلَ مَالِي وَلَيْسَ لِعَاتِبٍ عِنْدِي عِتَابٌ
اور ناخ التواریخ میں اس شعر کا اضافہ کیا گیا ہے:

فَلَسْتُ لَهُمْ وَأَنْ غَابُوا مُضِيعًا حَيَاتِي أَوْ يَغِيبُنِي التُّرَابُ
(۳۔ ریاضِ الجن الشریعہ، ج ۳، ص ۳۱۳)

ستارہ ۲

نام علی سے امام حسینؑ کی محبت

jabirabbas@yahoo.com

فضائل علی اصغرؑ

۷۔ نام علیؑ سے امام حسینؑ کی محبت:

مروان بن حکم یہ معاویہ کی خلافت کے زمانے میں مدینے کا حاکم تھا اور حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ سے دشمنی رکھتا تھا اور گستاخی کرتا تھا۔ ایک روز مروان نے امام سجادؑ سے تجاہل عارفانہ سے کہا اور سجادؑ امام سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا نام علیؑ ہے۔ پھر مروان نے پوچھا آپ کے بھائی کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا نام بھی علیؑ ہے۔ مروان نے کہا واہ۔ واہ۔ علیؑ ہی علیؑ کیا نام ہے گویا کہ تمہارے باپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنی پوری اولاد کا نام علیؑ ہی رکھیں گے۔ امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے باپ امام حسینؑ کی خدمت میں چلا گیا اور مروانی گفتگو سنائی۔ تب امام حسینؑ نے فرمایا:

وائے ہومروان پر۔ اے مروان نیلی آنکھوں والی عورت کے بیٹے مجھے علیؑ نام اتنا پیارا ہے کہ قدرت مجھے ایک سوچے بھی عطا کرے گی تو میں سب کے نام علیؑ۔ علیؑ رکھوں گا۔ (معانی السطین، ج ۱، ص ۲۰۶)

حضرت علی اصغرؑ کا اسم اقدس اور القابات:

علامہ مجلسی و صاحب مناقب نے علیؑ نام اور لقب الاصغر بتایا ہے۔ ابوحنیف نے بھی الاصغر لکھا ہے علیین مکان نے لکھا ہے کہ علیؑ نام ہے تو الاصغر لقب ہے۔ مقتل مقرر میں

زیارت میں علی الاصغر آیا ہے اور مجالس مجمعہ میں فقرہ زیارت علی الصغیر ہے۔ ہم نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے میدان جہاد میں جو بچہ لایا گیا تھا، جس کے لئے حسینؑ مظلوم نے اشقیاء سے پانی مانگا تھا اس کا نام اکثر حضرات نے علیؑ اور لقب الاصغر لکھا ہے۔

اس شہزادے کا اصل نام نامی علیؑ رکھا گیا تھا اور یہ نام لقب (اصغرؑ) کے ساتھ ضم ہو کر مشہور ہو گیا القاب کثرت کے ساتھ ہیں، عبداللہ رضيع، صغیر، غریب، مقتول، شہید، فیصل، مظلوم، صاحب المہد وغیرہ۔

تاریخ ولادت باسعادت:

۱۰ رجب المرجب ۶۰، ہجری بمطابق ۱۵ اپریل ۶۸۰ عیسوی قدیم کلینڈر کے مطابق جمعہ کا دن، قبل از طلوع آفتاب شہزادہ علی الاصغرؑ نے ماں کی آغوش کوزینت بخشی، اس حساب سے دسوی محرم کے دن ان کی عمر پوری چھ ماہ بنتی ہے، کئی عرفانے ۹ محرم کو امام مظلومؑ کی عمر ابن سعد ملعون سے ایک رات کی مہلت مانگنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قربانی کیلئے شرط ہے کہ چھ ماہ سے کم عمر نہ ہو اور شہزادہ علی اصغرؑ کی قربانی چونکہ سب سے اہم تھی اور ان کی عمر پوری ہونے میں ایک دن ابھی باقی تھا اس لئے امام مظلومؑ نے ایک رات کی مہلت مانگ کر اپنی عظیم ترین قربانی کی مقررہ عمر کو پورا فرمایا تھا اور زیارات کے بعض فقرات میں بھی شہزادے کی عمر چھ ماہ بیان ہوئی ہے اور یہ ایک متفقہ فیصلہ بھی ہے..... ہاں کئی لوگوں نے شہزادہ کی ولادت ذیقعد میں لکھی ہے جو درست نہیں۔

تو اب باقر علی خاں تفسنی لکھنوی (شاگردِ ناسخ):-

جب ماہِ رجب میں علی اصغرؑ ہوئے پیدا سب کہنے لگے ثانی حیدر ہوئے پیدا
لختِ جگرِ سبطِ پیہر ہوئے پیدا ہم شانِ علیؑ بازوئے اکبرؑ ہوئے پیدا

جلوے تری قدرت کے عجب شام و سحر ہیں
 وہ غیرتِ خورشید تو یہ رشکِ قمر ہیں
 ہم صورتِ حیدر تھا شہِ دیں کا گلِ اندام دادا کا تھا جو نام وہ پوتے کا رکھا نام
 منظور یہ تھا مثلِ علی ہو یہ ذوالاکرام پر سمجھی نہ کچھ مرتبہ اُس کا سپہ شام
 اُن کی تو شہادت ہوئی اللہ کے گھر میں
 یہ تیر سے مارا گیا آغوشِ پدر میں

القاب:

عیلین مکان نے فرمایا ہے کہ اگر یہ بچہ علی ہے تو اس کا لقب الاصفَر ہے۔ دیگر کتب میں اس کا نام عبد اللہ ہے تو الرضیع لقب ہے۔

عمومی القاب:

الغریب، المسافر (نہما مسافر) المقتول الشہید (نہما شہید) الذبح، الخور، المظلوم، المسموم، الظامی العطشان (تشنہ اور پیاسا بچہ) مثیل فیصل (بچہ ناقہ صالح کے مانند) یہ سب القاب کربلا کے بلائیں حالات اور اموی مظالم کے بعد بچے کو ملے ہیں اور واقعاتِ شہادت سے مربوط ہیں۔

السید:

خاندانی لقب ہے۔ سید بعد سید (دعائیدہ) ”بنی هذا سید“ میرا فرزند حسین سید ہے (کتب مناقب) یاسین (اے سید) سلام علی آلِ یاسین (سورۃ الصافات) ساداتِ فاطمی، ساداتِ علویہ، ساداتِ طالعین، حسینی سادات، ان سب میں علی اصغر بھی ایک فرد ہیں۔

المعصوم:

پیدائشی معصوم منصوص گروہ تو تمام ملائکہ تمام انبیاء و اوصیاء چہارہ معصومین اور مریم علیہم السلام ہیں اور بس۔ لیکن ان کے علاوہ بھی وہ جو من المہدالی اللحد صغیرہ و کبیرہ عمداً و سہواً ہر گناہ سے دور رہا وہ اس گروہ کی فہرست ایک مختصر سی مگر موجود ہے۔

اصطلاح میں ایسے شخص کو محفوظ کہتے ہیں جیسے علی اکبر علیہ السلام اگر علی اصغرؑ نے ان کی عمر پائی ہوتی تو وہ بھی پوری عمر بھائی کی طرح محفوظ ہوتے۔

الشفیع:

افراط وہ بچے جو والدین کی حیات میں عالم صبا میں اٹھ جائیں انھیں والدین کے لئے حق شفاعت حاصل ہے۔ شہید ثانی نے مسکن الفواد میں ایک شخص کا خواب درج کیا ہے جو عقد کرنے پر تیار نہ تھا کہ حوض کوثر پر اس نے دیکھا کہ بچے لوگوں کو سیراب کر رہے ہیں مگر اس کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ تمہارے بھی اولاد ہوتی جو تمہاری زندگی میں مر جاتی تو تم کو سیراب کرتی۔ ہمارا عقیدہ ہے علی اصغرؑ کی شفاعت الشان کے سو گواروں کے لئے ذخیرہ ہے والدین تو ان کے خود ہی شفیع امت ہو گئے۔

حدیث قدسی:

فلولا مشائخ رکم و اطفال رضيع و بهائم رتع و شباب خشع
لجعلت السماء فوقکم حديدًا و الارض صفراء و التراب جمیارا و لا
انزلت الیکم قطرةً و لا ابنت لکم من الارض حبتہ و اصبث علیکم
العذاب صبا الاحادیث القدسیہ طبع تہران ۱۳۶۸ھ (نواں سورہ)

یعنی اگر بوڑھے رکوع کرنے والے اور شیر خوار بچے اور چرنے والے چوپائے اور

خشوع کرنے والے جوان نہ ہوتے تو میں تم پر آسمان کو لوہے کا زمین کو تانبہ آہن اور مٹی کو چنگاریاں بنا دیتا۔ نہ تم تک ایک قطرہ پانی نازل کرتا نہ تمہارے لئے زمین سے ایک دانہ اگاتا بلکہ تم پر عذاب اُنڈیل دیتا (ترجمہ حدیث قدسی)

جب تک علی اصغرؑ معصوم زندہ رہے دوسرے معصوموں کی طرح دفع عذاب کے اسباب میں ایک فرد بن کر شریک رہے۔ بعد شہادت، حسینؑ نے ان کا خون اپنی حکمت عملی سے زمین پر گر گئے نہ دیا اور پھر امام نے ان کو دفن کر کے اہل زمین کو عذاب دردناک سے بچالیا۔ حسینی قافلہ میں وہ افراد سب ہی موجود تھے جو بمقتدا حدیث قدسی رفع عذاب کا ذریعہ ہوں۔ حتیٰ کہ پیاسے گھوڑے مرتجز اور سناۃ اور عباسؑ باوفا کا وفادار گھوڑا۔ یہ حیوانات بھی اس حدیث قدسی کے مصداق تھے۔

(الزبج الطامی پیا سا شیر خوار۔ تالیف از مولانا سید وحی محمد حسینی)

۸۔ حجازی چاند جو کربلا میں غروب ہو گیا:

۹۔ فضیلتِ خونِ علی اصغرؑ:

سیرت نویسوں نے کہا ہے کہ خونِ پاک گلوئے علی اصغرؑ رنگ اور خوشبو کے اعتبار سے روزِ قیامت ہر مشک و عطر سے زیادہ خوشبو والا ہوگا۔ (کتاب سیرۃ، ج ۲، ص ۶۷)

۱۰۔ پھول سا گلا علی اصغرؑ کا:

چراغِ محفلِ خونینِ عاشورہ ست این مولود گلِ نشقہٗ ریحانہ زہراست این مولود (غزلِ ششم، ج ۳، ص ۲۵۷)

۱۱۔ شفاعتِ حضرت علی اصغرؑ:

بہ ماہِ عارضِ از مہرِ مہرِ بہترش سو گند بہ خندۂ لبِ توحید پرورش سو گند

بہ کام خشک و گلی زخوں ترش سو گند بہ زخم خنجر و روحِ مطہرش سو گند
کہ روشن است قیامت بہ ماہ طلعت او بس است برہمہ عاصیاں شفاعتِ او
(نخلِ بیثم، ج ۳، ص ۲۶۲)

۱۲۔ شہادتِ علی اصغرؑ سخت مصیبت تھی:

سید ابن طاووس نے کتاب ”اقبال الاعمال“ میں زیارت کے نیچے امام حسینؑ کی یہ روایت کی ہے۔

صلی اللہ علیک وعلیہم وعلی ولدک علی الاصغر الذی فجعت بہ
صلوٰۃ ودرود خداوند تمہارے اوپر اور تمہارے اجداد پر اور صلوات و درودِ خدا
تمہارے فرزند علی اصغرؑ پر، وہ معصوم طفل کہ جس کی شہادت تمہارے لئے بہت سنگین
اور دردناک ہے۔ (اقبال الاعمال، ص ۵۷۲)

۱۳۔ قافلہٗ حسینی میں علی اصغرؑ بیخِ عظیم ہیں:

خوشا آن کس کہ امشب در کنارِ کعبہ جادارد بہ سرشور و بہ دل نورد بہ لب ذکر خدا دارد
خوش نصیب ہے کہ جو آج کی رات کعبے کے پاس جگہ رکھتا ہے۔ اپنے سر میں جوش
شہادت اور دل میں نور اور لب پر ذکر خدا رکھتا ہے۔ تمام لوگ (حجاج) کعبے میں جمع ہیں
لیکن نواسہ رسولؐ حسینؑ (عمرہ کر کے) بلا ج کئے کئے سے روانہ ہو جاتے ہیں اور یہ قافلہٗ
حسینی جلدی جلدی جنگل سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ یہ کہاں جا رہے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے
اہل قافلہ کے ساتھ حج کو چھوڑ کر بلا جا رہے ہیں۔ حرمِ کعبہ سے صاحبِ حرم (امام حسینؑ)
کو الگ کر دیا گیا ہے اور حجاجیوں کے گروہ سے الگ ہو کر بلا جا رہے ہیں۔

منیٰ میں بے شمار حجاج آپکے ہیں جن میں دشمن بھی ہیں اور چاہتے ہیں کہ حسینؑ کو

منیٰ میں ہی قتل کر دیں۔ امام حسینؑ اس حج کیلئے آئے تھے اور چالیس منزلیں طے کی تھیں۔ اس قافلہ حسینیؑ کے ذبح اکبر (بڑی قربانی) حضرت علی اصغرؑ ہیں کہ پیاس سے جن کا گلا خشک ہے اور ان کی پیاس تیر سے بجھائی گئی۔ قیامت تک اگر حج کے دوران منیٰ میں خون بہے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا درجہ ہے۔ جسم تو خون میں ڈوبا ہوا ہے لیکن ایسے میں بھی اپنی بہن سے بات کر رہے ہیں۔ سر ذکر خدا میں ہے پھر نیزے پر چڑھے گا اور اس کے بعد طشت طلا میں رکھا جائے گا۔ تمام حاجی حج کے وقت اپنے سر کے بال منڈواتے ہیں لیکن حسینؑ کا ایک ایک بال خون میں رنگا ہوا لال ہے اور سر بھی تن سے جدا ہو گیا۔ حاجی لوگ اپنے جسم پر احرام کا لباس پہنتے ہیں جو نیا لٹھا ہوتا ہے لیکن فاطمہؑ کے لال نے اپنے جسم پر پرانا پھٹا ہوا لباس پہنا ہے۔ خانہ کعبہ نے کالا لباس پہن رکھا ہے گویا اللہ بھی عزائے حسینؑ میں کالا رنگ اپنائے ہوئے ہے۔

(غلثم، ج ۳، ص ۲۲۴)

۱۴۔ حضرت علی اصغرؑ پر سلام:

السلام علی عبد اللہ بن الحسین، الطفل الرضيع
المرمی الصریح المشحط دماً، المصعد دمه فی السماء
المدبوح بالسهم فی حجر أبیه لعن اللہ رامیه حرملہ بن
کاهل الاسدی

اور سلام ہو عبد اللہ بن الحسینؑ (علی اصغرؑ) شیر خوار پر۔ فرزند حسینؑ پر کہ تیر کا نشانہ بن گئے اور اپنے خون میں خود غوطہ ور ہو گئے اور ان کا خون آسمان کی طرف چلا گیا اور سر اور گلاب کی گود میں ذبح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے قاتل اور تیر مارنے والے حرملہ بن کابل اسدی پر لعنت کرتا ہے۔ (بخاری الاوار، جلد ۴، صفحہ ۶۶)

۱۵۔ حضرت اُمّ ربابؓ کے آنسو اور علی اصغرؑ کی خاموشی:

میں نے ساری دنیا پر نظر ڈالی اور وحی پر بھی نظر دوڑائی تو میں اس جگہ پہنچا جہاں پر جبریلؑ کی حدود ختم ہو گئی تھیں کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو جل کر خاک ہو جاؤں گا یہ مقام قاب قوسین اُودانی ہے۔

میں نے اپنی نظر دنیا پر ڈالی تو مجھے سات جنتیں نظر آ گئیں اور اب میں اس جگہ پر پہنچ گیا ہوں جہاں کے راستوں سے میں واقف بھی نہیں ہوں اور میرے لب بھی بند ہو گئے ہیں۔ اب میں نے وہاں وہاں کی سیر کر لی ہے اور اونچی اُڑان اُڑا ہوں اور ہر چیز کا نظارہ کر لیا ہے۔ پھر ناگاہ میں نے چشمِ دل پر نظر ڈالی تو زمین و آسمان سب سے خوب تر پایا۔ سات جنتیں بھی دیکھ ڈالیں اور آفرینشِ عالم کے راز دیکھے تو میرے دل میں جنت کے دروازے کھلے نظر آئے۔

انبیاء نے تمام دنیا کے ملکوں کا معائنہ کیا ہے اور جنگل بیابان سب کچھ دیکھے ہیں۔ ہمارے دامن میں غم کے آنسو بھرے ہیں اور تکلیفات کی وجہ سے مجنوں کی طرح سے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ تو میں پرندہ بھی خون میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے اور میں دنیا میں محو تماشا ہو گیا ہوں۔ پھر میں نے اس مرغ سے کہا کہ اے مرغ خوبصورت تم کون ہو، تم اس آب و گل کی پیداوار نہیں ہو۔ اور میں نے ایک ہستی کو دیکھا جس نے کہا میں جبریلؑ ہوں اور کربلا قریب ہے اور یہ زمین بیت الحرم انبیاء ہے اور تمام انبیاء کے کعبے کی روح ہے پھر میں اس جنگل میں شبِ باش ہو گیا۔ پھر میں امام حسینؑ کا مرغ بن گیا کربلا کی سرزمین سے مجھے عشق ہے اور کربلا میرے لئے کوہِ طور کی طرح ہے۔ کربلا ایک لوحِ راز ہے پوشیدہ راز ہے۔ کربلا ایک نورِ خداوندی کا ککڑا ہے۔

کربلا یعنی میرا تمام دین۔ میرا عشق میرا ایمان اور میرا آئین و قانون ہے۔ کربلا

یعنی جنت ہے اور خدا کے جلوؤں کی جگہ ہے اور کربلا بی بی فاطمہؑ کی جنت ہے۔ وہاں قتل گاہ ہے، خیمہ گاہ ہے اور نہر علقمہ بہہ رہی ہے۔ کربلا ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں خیمہ ہائے اہل حرم کو جلا کر خاک کر دیا گیا تھا۔ کربلا ایک دریائے خون ہے اور خون کا ہی چمن ہے۔ کربلا میں خون کی بہار ہے۔ کربلا میں آوازِ پانی پانی ہے ہائے پیاس۔ کربلا خدا کا ایک رنگ برنگا چمن ہے اور کربلا خونِ خدا کا دریا ہے۔ اس جنگل کا پانی، اشک ہے اور خونِ دل ہے اور یہ دریا اپنے سقہ (حضرت عباسؑ) سے شرمندہ ہو گیا۔

جسمِ عباسؑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ہاتھ کٹ کر ایک طرف اور مشکِ سیکندہ دوسری طرف جا کر گر گئی۔ ذوالجناح پریشان ہو گیا۔ اس کا سوار دریائے خون میں غرق ہو گیا۔ اس کے نالے نے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان کی زلفیں، بال، گھوڑے کے اپنے راکب کے خون سے رنگیں ہو گئیں۔

ان کے پیچھے پیچھے ہر قدم پر بی بی فاطمہؑ موجود تھیں اور جنابِ زینبؑ بھی ان کے استقبال کو آگے آگے تھیں۔

اور تازہ تازہ داماد (حضرت قاسم شہزادے) نے خون سے اپنے بالوں کو رنگین کیا ہے اور ایک گھونٹ پانی تک نہ ملا۔ امام حسینؑ کو کیا ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ایک قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ایک ایک سورہ اور ایک ایک پارے کو پھاڑ ڈالا اور تباہ کر ڈالا۔ اور یہ علی اکبر شہزادہ ہے۔ یہ اللہ کی جیتی جاگتی کتاب ہے اور شیرِ خوار علی اصغرؑ نے اپنے باپ امام حسینؑ کے دوش و بازو پر ہاتھ پیر مارے اور جب تیر لگا تو مسکرا دیئے اور قاتل کے تیر سے موت کا شہد چکھ لیا اور دریائے رحمتِ خداوندی کو یہ دیکھ کر جوش آ گیا اور ایک بیٹی قتل گاہ میں عزائیں مشغول رہی جس کا جسم نازنین سیاہ پڑ گیا۔

(نخلِ شہم، ج ۳، ص ۲۲۸)

۱۶۔ حلقِ اصغر:

اے خون کے مبینہ محرم کے چاند تجھے دیکھتے ہی دل خونِ جگر ہو گیا۔ دل کیلئے غم، فریادِ جان اور آنکھوں میں آنسو آگئے اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ جب بلندی کی خبر لی تو ہلالِ دختر زہرا کی خبر لی۔ یوں تو ہر سال ہی محرم کا غمگین چاند ایک شورگر یہ اپنے ساتھ لاتا ہے مگر اس سال تو سب سے زیادہ زور و شور کے ساتھ یہ غم عزا آیا ہے۔ آگِ خیموں میں لگنے کی خبر۔ خیمے جل کر راکھ ہو گئے اور دل و زبان میں غم سے ایسی تکلیف لے کر آیا ہے جس سے خیر البشر محمد مصطفیٰ کو دلی رنج پہنچا ہے۔

فرزندِ زہرا کے مارنے کیلئے تیر لائے گئے ہیں یا معصوم علی اصغرؑ کو مارنے کیلئے تیر لایا گیا ہے اور نبیؐ کی آل کیلئے پانی بھی بند کر دیا گیا ہے اور بچوں کے دامن میں آگ لگانے کیلئے آگ لائی گئی ہے۔ کس قدر داغِ دل حسینؑ بن علیؑ کے قلب پر لگے ہیں۔ پھر بھی اس غم زدہ دل کیلئے بیٹے کا داغ لائے ہو۔ نہرِ علقہ کے کنارے بی بی فاطمہؑ الزہراؑ کی آنکھ کے آنسو بے ہاتھ و پیر ساقی کیلئے پانی لایا گیا ہے۔ اے خون بھرے چاند تیرے سارے ستارے بھی خون میں نہائے ہوئے ہیں اور قرنیٰ ہاشم کے لئے خون ہی خون لایا گیا ہے۔ اے محرم تیرے اوپر وائے ہو، حرمہ کے تیر کے سامنے علی اصغرؑ کا نازنین حلق اور عباس کی آنکھوں کیلئے تیر لایا گیا ہے۔ اے خون بھرے محرم کے چاند خونِ جگر ہو رہا ہے کہ اولادِ علیؑ پر بجائے آبِ خشک (ٹھنڈے پانی) کے جگر کا خون لایا گیا ہے۔ اے محرم یہ تو ہی تو ہے کہ یتیم و وحی کیلئے دریا کے کنارے پیاس اور جسمِ لباس سے ننگا ہے۔ اے یتیم اب تم اپنے لب بند کر لو کہ تمہارے شعروں کی آگ سے دل جل گیا ہے اور درخت سے پھل کے بدلے خونِ جگر لایا گیا ہے۔

(خلِ یتیم، ج ۳، ص ۲۳۳)

بعض معصومینِ غم سے علی اصغرؑ کی مشابہت

آدم فراقِ جنت میں روئے۔ گہوارہ بھی بچہ کے لئے جنت سے کم نہیں مگر علی اصغرؑ نے مہدِ جنت کو امتِ جد کی مغفرت کے لئے خیر باد کہہ دیا۔

ادریسؑ نے کپڑے سی کر پہننے کی تعلیم دی۔ علی اصغرؑ نے نصرتِ حسینؑ میں قنات چاک کر ڈالا۔

نوحؑ کی کشتی پانی پر غالب تھی۔ پیاسوں کا سفینہ خشکی میں غرق ہونے والا تھا۔ علی اصغرؑ بادبانی کے لئے اپنی خدمات پیش کر گئے۔

۱۷۔ حضرت ابراہیمؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

کوماں نے نمرود کے خوف سے غار میں لا کر چھپا دیا۔ بچے کا انگوٹھا اس کے منہ میں رکھ دیا۔ قدرتی نہر لبن جاری تھی۔ علی اصغرؑ کے گہوارے تک جنت کی نہر لبن کھج کر آ جاتی مگر یہ منزل امتحان تھی بعد شہادتِ حسینؑ کی آواز دی گئی، دُعا یا حسین ان لہ مرصعا فی الجنت (حسین! اس کو جنتی دایہ کے حوالے کر دے تجھے جو ہماری طرف سے مہیا ہے۔

(تذکرۃ البیضا)

۱۸۔ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

نخنے معصوم کی جان لیوا پیاس نے ماں کو عالمِ اضطراب میں صفا و مروتہ کے درمیان سعی

کی دعوت دی۔ بظاہر نا کام و مایوس پائیں۔ مگر یہاں چشمہ بچہ کی ٹھوکر میں تھا۔ یہی زمزم ہے۔ اسماعیل کی بچپن کی نمائندگی علی اصغرؑ کے حصہ میں آئی اور جوانی کی خود حسینؑ کے۔

کھینچنے کے مختصر متن میں کربلا کی پیاس کو وحی متلو بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

وَلَنبَلُوْنَكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ میں بھی پیاس پر بقول علامہ کنٹوری دلالہ موجود ہے۔ کیونکہ ملزوم العطش ہے۔ لہذا اس میں بھی دلالت الترامی پیاس پر ہے۔ حسینؑ کی بہنوں کا یہ اظہار کہ بچہ نے تین دن سے پانی چکھا تک نہیں ہے۔ ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ حسینؑ نے خود بھی اشقیاء کے سامنے یہی بیان دیا ہے کہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ بھی پیاس کی وجہ سے خشک ہو گیا ہے۔ مگر افسوس ایک طرف تو بچہ کے لئے سوال آب کی نفی دوسری طرف پیاس کے منافی غسل کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غسل کی تیج میں سوال آب کی تاریخ نفی کی گئی ہے۔ بہر حال ہم تو یہاں سے بچہ کے وکیل بن کر سامنے آئے ہیں۔

علمائے ملت جعفریہ جن میں ایک مولانا راحت حسینؑ صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ جو اپنے آخری دور کے ہندوستان میں اعلم العلماء تھے تحریر فرماتے ہیں کہ ”اہل بیت عصمت علیہم السلام کی تعلیم یہ ہے کہ واجب ہو یا مستحب پیاسوں کے ہوتے ہوئے خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہوں کسی طرح غسل و وضو نہیں کیا جاسکتا۔“

لہذا غسل امام کا علی اصغرؑ کی شدت عطش کے باوجود کوئی حکیمانہ مقصد ثابت نہیں کر سکتا۔ عطش حسینؑ پر اجماع معصومین ہے۔ اس کا براہ راست تعلق تو ایک مسلمہ سے ہے مگر ایک ہی واسطہ سے اس کا تعلق قرآن و وحی و اجماع معصومین سے ہے جس کا انکار اجماع معصومین بلکہ وحی و قرآن کا انکار ہے۔ لہذا بلا واسطہ تو انکار عطش ایک مسلمہ کا انکار ہے اور بواسطہ واحدہ انکار عطش ضروریات مذہب کا انکار ہے۔ یہ کوئی شخص

رائے نہیں ہے بلکہ نوع علما شیعہ کا یہی اظہار ہے جس پر آغاے بزرگ تہرانی و آقاے سید ہادی جیلانی اور ان کے مؤیدین علمائے عراق کی متفقہ رائے ہے اور اس پر چھپے ہوئے فتوے ہیں۔

جناب علی اصغرؑ کو حسینؑ نے گوارے سے لا کر اس پر جتہ قاطعہ پیش فرمادی کہ پانی کی سبیل ہوتی تو یہ بچہ بے پانی کے کیسے دم توڑتا نظر آتا۔ پس یہ بچہ اور اس کا میدان میں آنا حسینؑ کے گھرانے کی پیاس پر برہان قاطع ہے اور اس طرح کر برہان جلی ہرگز قائم نہ ہوتا۔ اگر حسینؑ بچے کو میدان میں لا کر سوال آب نہ کرتے۔

غور فرمائیے حضرت عبداللہ والی روایت معترض بحث میں ہے۔ آیا یہ نومولود بچہ تھا آیا یہ عبداللہ رضیع تھا آیا (اچانک تیرا کر لگا۔ آیا وہ تین سال کا عبداللہ نامی تھا۔ لیکن میدان میں جس بچہ کے لائے جانے کا تذکرہ ہے اس کے لئے کوئی بحث اس طرح کی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک ایسے واضح ترین ثبوت کی ضرورت تھی جس میں کسی طرح کی بحثی گودا خلعت نہ ہو اور وہ شہادت جلیہ و حجتہ قطعہ حضرت علی اصغر علیہ السلام ہیں۔

۱۹۔ حضرت صالحؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

حسینؑ نے خود فرمایا ہے کہ یہ بچہ فیصل ناقہ صالحؑ سے کم نہیں ہے۔ مگر یاد رہے کہ وہ بچہ امت صالحؑ پر برہان عذاب بنا تھا اور علی اصغرؑ کو حسینؑ نے دفن کر کے امت آخر کا پردہ رکھ لیا۔

موسیٰؑ بچوں کے لئے موسیٰ کی ولادت کا دور بڑے ابتلا کا دور تھا۔ مادر موسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ موسیٰؑ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہا دو ہم اس کو تم تک پہنچائیں گے اور رسول بھی بنائیں گے۔

مادر موسیٰؑ وحی پر ایمان لائیں اور نہایت مضبوط دل سے حکم خدا پر عمل کیا تا بوقت قصر

حسینؑ سکینہؑ

حدیث ابیہ ان پرت ۸-۶۱

فرعون سے آگے۔ جب فرعون کے سامنے آیا جیتا جاگتا حق بن کر آیا فرعون نے انا کیس طلب کیس اور موسیٰ حسب وعدہ الہی وہاں تک پہنچ گئے اتناؤں نے دودھ پلانے کی بڑی کوششیں کیں مگر خدا نے ان کا دودھ موسیٰ پر حرام کر رکھا تھا تو معصوم نے کسی کو منہ بھی نہیں لگایا۔ محل غور ہے کہ بچہ سے تحریم و تحلیل مراضع سے کیا تعلق ہو سکتا تھا، مگر نہیں۔ یہ عام بچہ کب تھا۔ یہاں تو ان کے ایسے لوگوں کے لئے اعلان وحی ہے کہ اتینا رشدہ من قبل ان کو کہیں پہلے رشد دے دیا جاتا ہے۔ ابراہیم ہوں یا آل، ابراہیم یا آل محمد۔

لا یقاس بال محمد احد من امتہ (آل محمد پر کسی امتی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا)۔ جناب عباس عم الرسول نے ایک موقع پر عمر سے فرمایا۔ یا عمر لا تخط بفسا غیرنا۔ (یعنی اے عمر ہم کو غیروں کے ساتھ مخلوط نہ کرو) ینایع المودۃ ج ۲ صفحہ ۴۵۴ (الباب الخاتون)۔ یعنی ایک تو قرابت خاندان رسول کا تشخص ہے دوسرے اہل بیت عصمت کا۔ قرآن نے بتایا کہ یہ تو عمل پر جزا کا استحقاق بھی رکھتے ہیں۔ جو جزا ہم بما صبروا سے ظاہر ہے۔

اس ناہنجار دور میں سبط اکبر علیہ السلام کے علم و عصمت پر خود اپنے ہی تبصرے پر آمادہ ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ حسن گہوارہ میں لوح محفوظ کا نظارہ کرنے والے۔ پھر مباہلہ کے گواہ اور فدک کے مقدمہ میں فاطمہؑ کے گواہ ادھر سے یہ اصرار کہ متروکہ رسالت صدقہ ہے ادھر سے فاطمہ نے حسنؑ سے مدد لی کہ تم اس کا ابطال کر دو۔ جس سے معلوم ہوا کہ حسنؑ کے بارے میں نفی علم سے سیدہ کا مقدمہ مجروح ہوتا ہے۔ کاش کہ اس نکتہ پر نگاہ رکھ کر کوئی بات کہی جاتی۔

۲۰۔ حضرت عیسیٰؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

حضرت نے گہوارہ میں فرمایا انی عبد اللہ۔ علین مکان وغیرہ نے بتایا ہے کہ علی

اصغرؑ کو عبداللہ رضیع بھی کہتے ہیں۔ علی اصغرؑ نے مثل عیسیٰؑ حقانیت کی گواہی کے ساتھ خصوصیت یہ پائی کہ مظلومیت کے بھی گواہ بنے اور قحط آب کے بھی۔

۲۱۔ حضرت یحییٰ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

ان کا خون ناحق رنگ لایا۔ حسینؑ نے اپنی اسی حکمت کو پیش نظر رکھ کر بقول تاج العلماء ایسا حل خون ناحق کے سلسلہ میں نکالا کہ زمین پر نہ گرے اور دنیا عذاب عاجل سے بچ جائے۔

حضور اقدس آنحضرتؐ کو حلیمہ نے دودھ دیا تو اس رُخ کی طرف توجہ فرمائی جس سے کوئی بچہ ان کا مستفید نہ ہو سکا تھا۔ مگر وہ منزل فضیلت تھی، مگر بلا منزل امتحان ہے۔ یہاں قد جف محالب اُمّہ (ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا) اسی کا اعلان خیمہ اور قتل میں ملتا ہے۔

۲۲۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

کو جب بنت اسد قماط میں لپیٹی تھیں تو کہتے تھے کہ یا اُمّاء لا تشدی یدی فانی ابصیص لوبی (میرے ہاتھ نہ باندھے میں اپنے رب سے مناجات کرنا چاہتا ہوں)۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ علی اصغرؑ نے بھی قماط چاک کر ڈالا۔

(الرضیع الطّامی پیاسا شیر خوار۔ تالیف از مولانا سید وحسی محمد حسینی)

۲۳۔ علی اصغرؑ کمالات انبیاء کا نمونہ تھے:

اشکے کہ راز عشق بگوید فشا ندنی است طفلے کہ خوش محاورہ اقتدر نما ندنی است صاحبان اولاد اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرنے والا بچہ غیر معمولی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے وہ لوگ جو اولاد کا داغ اٹھا چکے ہیں اُن میں کوئی سن و سال کو دیکھتے ہوئے

اپنے نونہالوں کی تندرستی اور توانائی کا تذکرہ کرتا ہے کسی کی نظر میں حسن و جمال پھرتا ہے کوئی بھولی بھولی باتیں نہیں بھولتا کوئی غیر ممیز ہونے کے عالم میں دوسرے بچوں میں ویسی عقل نہیں پاتا حسینؑ کا بچہ بھی اگر ہمارے بچوں کی طرح کسی ایک خصوصیت کا حامل ہو تو پھر ہم میں اور سید المرسلینؑ کے گھرانے میں کوئی فرق نہ رہ جائے علیؑ اصغرؑ کمسنی میں کمالات انبیاء کے نمونہ تھے۔

آدمؑ فراق بہشت میں روئے اور مدتوں اپنی پہلی جائے قیام کو یاد کر کے آنسو بہاتے رہے مگر علیؑ اصغرؑ ماں کی گود سے جو بچہ کے لئے فردوس سے کم نہیں تھی جدا ہو کر نہیں روئے۔

نوحؑ نے نوسو پچاس برس کی تبلیغ میں صرف چند نفوس کے دلوں میں گھر کیا۔ وما امن معہ الا قليل اُن کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ لیکن اصغرؑ نے چند منٹ کی خاموش تبلیغ میں یزید کی ٹڈی دل فوج میں تلاطم برپا کر دیا ان کی بے زبانی، مظلومیت کا اثر کائنات سے شام ابد تک نہ جائے گا۔

ادریسؑ کپڑے سیتے تھے علیؑ اصغرؑ نے گہوارہ میں آواز استغاثہ سن کر قنات چاک کر ڈالا ان کو آسمان پر معراج ہوئی ورفِعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا تو اصغرؑ کی معراج باپ کے ہاتھوں پر تھی جو بلندی مرتبہ میں آسمان سے برتر ہیں۔

ابراہیمؑ سولہ برس کے سن میں نمرود کی آگ میں ڈالے گئے امتحان کی منزل پر پہنچنے میں وہ لطف ملا کہ فرماتے تھے مجھے کبھی ایسا عیش نصیب نہیں ہوا علیؑ اصغرؑ بلا کے تپتے ہوئے دشت اور لوں دھوپ میں تیر کھا کر مسکرائے اگر زبان ہوتی تو کہتے کہ جام شہادت میں شیر مادر سے زیادہ شیرینی ہے۔ وہ غلیل یہ ذبح وہ بنی یہ شہید وہ مہاجر یہ غریب وہ سقیم یہ قتل۔

اسماعیلؑ: کا صغر السنی میں پیاس سے امتحان ہوا مگر تشنگی حد آب زمزم تک پہنچ کر ختم ہو گئی علی اصغرؑ کا امتحان ایسا سخت تھا کہ حوض کوثر پر پہنچے بغیر پیاس نہ بجھی اسماعیلؑ کے ماحول میں کہیں کنواں نہ تھا قدرت نے زمین سے چشمہ ظاہر کیا یہاں دریائے فرات سامنے لہریں مار رہا ہے مگر دشمنوں نے پہرہ بٹھادے ہیں۔

مادر اسماعیلؑ: اور مادر علی اصغرؑ میں بھی یہ فرق تھا کہ ان کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا وہ بچہ کو آنکھوں کے سامنے سیراب ہوتے دیکھتی ہیں اور رباب نے شیر خوار کو خون میں آغشته دیکھا۔

حضرت اسماعیلؑ کی پامردی یہ تھی کہ ذبح پر تیار ہو گئے خدا نے نیت دیکھ کر ذبح کا لقب دیا لیکن اُن کا عمل زبانی وعدہ کی حد میں رہا اصغرؑ نے ذبح ہو کر دکھا دیا ابراہیمؑ وہ اسماعیلؑ کی مکمل تصویر انھیں کی نسل میں پھر نظر آ گئی اسماعیلؑ نے باپ کے ساتھ کعبہ بنایا علی اصغرؑ نے اپنے خون کے گارے سے فخر کعبہ کربلا کی بنیاد قائم کی۔ مادر اسماعیلؑ بیٹے کی گردن پر چھری کا نشان دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوئیں کہ انتقال کر گئیں مگر مادر علی اصغرؑ نے گویا بچہ کو خون اُگلتے دیکھا مگر حرف شکایت زبان تک آنے نہ دیا۔

دور فراق سے مبتلا نبی حضرت یعقوبؑ کے چہرہ پر بیٹے کی قسمیں حسینؑ کے منہ پر علی اصغرؑ کا لہو وہاں بصارت عود کر آئی یہاں موت آنکھ بند کر دے گی۔

یوسفؑ: حسینؑ تھے مگر علی اصغرؑ کی طرح تصویر پر رسولؐ نہ تھے وہ مصر کے قحط میں بھی آرام کی زندگی بسر کرتے رہے مگر علی اصغرؑ کربلا کے قحط آب میں نہابی بے آب کی طرح تڑپتے تھے وہ باپ سے بادشاہ ہو کر ملے یہ مقتول بن کر ماں کے سامنے آئے وہ دشمنوں میں اسیر ہوئے علی اصغرؑ نے۔ الموت اولیٰ من رکوب العار۔ مرجانا ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔ پر عمل کیا۔

موسیٰ نے فرعون کے شر سے نجات پائی مگر اصغرؑ یزید کے دست قعدی سے نہ بچے ان پر دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ حرام کر دیا گیا تھا۔ وحرمننا علیہ المراضع لیکن اُسی وقت تک جب تک ماں کے پاس نہ پہنچے آغوشِ مادر میں پہنچ کر امتحان ختم ہو گیا۔ علی اصغرؑ کی دودھ بڑھائی پیکانِ تیر سے ہوئی۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں بھی لب تر نہ ہوئے فرعون نے ہاں تہر دموسیٰ کی بہن کو اتنا تلاش کرنے کے لئے بھیجا مگر عمرو بن سعد سپہ سالار لشکرِ یزید فوج میں حرمہ کو تلاش کرتا ہے نہ اس لئے کہ فرات سے پانی لا کر پلا دے بلکہ اس لئے کہ زہر میں بھجا ہوا تیر پھینک کر کام تمام کر دے خواہر موسیٰ قصر فرعون میں بڑی عزت کے ساتھ آئیں آسیہؑ سے بھائی کی پرورش کے بارے میں گفتگو کی مگر علی اصغرؑ کی بہن یزید کے بھرے ہوئے دربار میں قید کر کے لائی گئیں اور شامی نے کنیزی میں طلب کیا۔ غرض موسیٰ کلیم ہو کر مشہور ہوئے اور علی اصغرؑ بے زبان سمجھ کر ہمہ گیر شہرت کے مالک ہوئے۔

ہارونؑ موسیٰ کے وفا شعار بھائی تھے جو سن و سال میں کلیم اللہ سے بڑے تھے انھوں نے موسیٰ کو داغِ مفارقت دیا تو علی اصغرؑ کے بھی دل پر علی اکبرؑ بڑے بھائی کے شہید ہونے کا ناقابلِ برداشت صدمہ پہنچا موسیٰ کا بھائی شہر و شہیر دو بچے یادگار چھوڑ گیا مگر اصغرؑ کا بھائی نامراد جنت کو سدھارا۔

داؤدؑ خوش الحانی میں نظیر نہ رکھتے تھے چرند و پرند کی صدا پر گوشِ برآواز ہو کر گردِ حلقہ کر لیتے تھے تو علی اصغرؑ کی صدائے گریہ نے خیمہٴ امام میں ہر صغیر و کبیر کو بے قرار کر دیا وہ لوہا نرم کرتے تھے تو مشہور ہے کہ علی اصغرؑ کی مظلومی نے فوجِ یزید کے سنگدلوں کو لڑا دیا دشمن کے اپنی قلب پر صرف مظلومیت اثر کر سکتی ہے اس کو دست و بازو سے تعلق نہیں ہے داؤدؑ کو قدرت کی طرف سے قضیہ فیصل کرنے کا علم مرحمت ہوا تھا تو علی اصغرؑ نے

بے زبانی میں اپنی جگہ یہ فیصلہ کیا کہ جب ماں بہنوں کے ہاتھ اسیری میں پس گردن سے بندھنے والے ہیں تو گوہر میں کون لے گا جان دے دینا ہی بہتر ہے۔

سلیمانؑ نے جنوں کو مسخر کیا وہ وقتی اقتدار تھا علی اصغرؑ کا ماتم نبی جان میں آج تک ہے اور روز قیامت تک رہے گا۔

یونسؑ: مچھلی کے پیٹ میں علی اصغرؑ توجوں کے دل میں اُن کا سفر عالم آب میں ان کا سفر جلتی ہوئی دھوپ اور اُٹھتے ہوئے بگولوں میں ان کی شمیم سے دریا کی بیمار مچھلیاں صحت یاب ہوتی تھیں تو بچہ کی خاک تربت شفا ہے وہ قوم سے خشکیوں ہو کر چلے یہ قوم کی جہالت پر اشکبار انھوں نے اپنی تسبیح میں پکار کر کہا۔

انی کنت من الظالمین۔ علی اصغرؑ چپ رہ کر بتا رہے ہیں قاتل ظالم ہے اور میں مظلوم یونسؑ کی شان میں ہے ارسلناہ اٰی مائۃ الف اویزیدون ان کو ایک لاکھ یا زیادہ نفوس کی طرف مبعوث کیا اور علیؑ اصغرؑ بھی کم از کم تیس ہزار نفوس کی طرف بھیجے گئے ان کے لطن ماہی سے نکلنے کے موقع پر قدرت کو یہ منظور ہوا کہ تعب زدہ جلد پر کبھی نہ بیٹھے اس لئے کدو کے پتوں نے سایہ کیا جسم میں توانائی آنے کے بعد یونسؑ اُٹھ کھرے ہوئے یہاں امام کو یہ خوف ہوا کہ مبادا لشبائے شہدا کی پامالی میں یہ نازک جسم بھی گھوڑوں کی ٹاپوں سے پائمال ہو جائے اس لئے آغوش قبر میں سلا دیا۔

جہاں سے بچہ صبح قیامت کو اُٹھے گا۔

ایوبؑ: کے نیچے آب سرد اور خوشگوار کا چشمہ پیدا ہوا جو مریض نبی کے غسل کرنے کے لئے قدرت نے ظاہر کیا مگر اصغرؑ کے پینے کے لئے قحط آب۔

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں خوش داشتند حرمت مہمان کر بلا
شعب عالم ہیری میں گوشہ نشین اور علیؑ اصغرؑ زمانہ طفولیت میں میدان جہاد میں۔

خضر والیاسؑ: کو خدا نے خلعت حیات عطا کیا وہ آج تک زندہ ہیں۔ تو شاہزادہ علی اصغرؑ بمفاد لا تحسن الذین قتلوا فی سبیل اللہ اموات بل احياء بھی زندہ ہیں خضرؑ آب حیات کی بدولت زندہ ہوئے یہ آب فرات سے محروم رہ کر زندہ جاوید ہوئے۔

ذوالقرنینؑ کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے سر پر یکے بعد دیگرے دشمن کی دو تلواریں پڑیں اور ہر بار خدا نے شہید ہونے کے بعد زندہ کیا مگر علی اصغرؑ کے نازک گلے پر یک وقت سہ شعبہ تیر پڑا۔

زکریاؑ آ رہے قتل کئے گئے تیر سہ شعبہ بھی آ رہے کی تصویر ہے وہ زہر آلود نہ تھا یہ زہر ہلا بل میں بجھا ہوا۔

دانیالؑ کو دشمن کے خوف میں ماں نے شیروں کے بیشہ میں ڈال دیا۔ درندوں نے اُن کی تربیت کی اور علی اصغرؑ کو درندہ صفت انسانوں نے قتل کیا۔

جرجیسؑ کو جسمانی تکلیفوں میں مبتلا کر کے مختلف آلات سے قتل کیا گیا مگر اُن کا جسد پیکر علی اصغرؑ کا ایسا نازک نہ تھا جس کو دشتِ مینو کی گرد کا ذرہ ذرہ اذیت پہنچا رہا تھا۔

یحییٰؑ کی نماز مشہور ہے علی اصغرؑ مکلف ہوتے تو ان کی نماز سے موازنہ کرتا ان کے جہاد کی تصویر کچھ نماز سے ملتی ہوئی ہے باپ کا استغاثہ بجائے اذان کے عورتوں کی فریاد و نالہ اقامت کی جگہ ہاتھوں پر بلند ہونا قیام اتمام حجت میں چشم و ابرو کا اشارہ قرأت تیر سے منقلب ہونا رکوع قبر میں سونا سجدہ یہ مہر العقول نماز جہاد اُس روزے کے عالم میں تھا جیسا روزہ حضرت یحییٰؑ نے نہ رکھا ہوگا۔ یحییٰؑ کا سر کاٹ کے بادشاہ کے دربار میں لایا گیا اس میں نبی خدا کی اتنی توہین نہ تھی جتنی شہادت علی اصغرؑ کے بعد ناموسِ نبیؐ کو دربارِ یزید میں پہنچنے میں ہوئی ان کے باپ کا جو یحییٰؑ سے کہیں بہتر تھے سر بریدہ زیر

تحت رکھا گیا۔

عیسیٰ: کا نام عبد اللہ تو علیٰ اصغر بھی عبد اللہ عیسیٰ مریم کے بیٹے علی اصغر فاطمہ کے لال وہ گہوارہ میں ماں کی پاکدامنی کے گواہ بنے انھوں نے گہوارہ سے نکل کر ناموس اسلام کی حفاظت کی وہ مسیح ان کی خاک تربت مسیحا۔ اب مقام ادب ہے روانی طبع کہتی ہے کہ ننھے مجاہد کو اپنے باپ دادا کے پیکر میں دیکھوں اور یہ تعجب کی بات نہیں ہے اگر بیٹا بزرگوں کے کمالات کا ورثہ دار ہو لہذا کہنے کا حق یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماں کے انتقال کے بعد بھوک سے امتحان شروع ہوا اور ۳۶۰ انائیں بدلی گئیں مگر فرزند عبد اللہ نے کسی کا دودھ منھ میں نہ لیا لیکن یہ امتحان جناب حلیمہ کے آنے پر ختم ہو گیا علی اصغر کا امتحان جسمہ غضب حرمہ کے آنے پر ختم ہوتا ہے آپ کو ہجرت کر کے وطن چھوڑنا پڑا مدینہ میں پناہ نہ ملی رسول پر جرم تبلیغ میں پتھر برسائے جاتے تھے تو بے گناہ اصغر پر حسین کا فرزند ہونے کے جرم میں لوہے کا تیر پھینکا گیا۔

حضرت علی مرتضیٰ کے ہاتھ ولادت کے بعد فاطمہ بنت اسد نے باندھ دیئے تو آپ نے قنطاریا چاک کرتے ہوئے عرض کیا یا امہ لا تشدیدی یدی فانی البصيص لربی اے مادر گرامی میرے ہاتھ نہ باندھئے میں اپنے رب سے مناجات میں مجھوں تو علی اصغر نے جناب امام حسین کی آواز استغاثہ سن کر قنطاریا چاک کر ڈالا اور بزبان بے زبانی عرض کیا کہ میں نصرت کے لئے حاضر ہوں۔

حضرت فاطمہ زہرا صلوٰات اللہ وسلامہ علیہا کے سر سے عالم طفولیت میں ماں کا سایہ اٹھا علی اصغر نے رضاعت میں آغوش مادر چھوڑی جناب سیدہ نے بچوں کی صحت کے بعد تین روزے پیہم رکھے اور پانی سے افطار کر کے سائل کو در سے محروم نہ پھیرا تو علی اصغر نے تین روزے بخشش امت جد کے لئے ایسے رکھے جو پانی سے بھی افطار نہ

ہوئے خود پیا سے رہے مگر اپنے خون سے تیر ظلم کی جو سائل بن کر آیا تھا پیاس بجھائی۔
 امام حسنؑ نے خاموش زندگی بسر کی اس پر ظلم پر ورامت نے زہر سے کام تمام کیا
 علی اصغرؑ کو بھی یہ ورثہ ملا اور بے زبان بچہ پر جو تیر پھینکا گیا وہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔
 اے علی اصغرؑ آپ کی شہادت معصومیت اور بے گناہی کا قتل، حسن و خوبصورتی کا
 استیصال ہمت و بہادری کی خونریزی، شرافت و عزت کو کند چھری سے ذبح کرنے کے
 مترادف ہے اس انسانیت سوز ظلم پر روز قیامت تک دنیا کے تہذیب نفرین کرے گی۔
 (تاریخ شہزادہ علی اصغرؑ... آغا مہدی لکھنوی، صفحہ ۶۶ تا ۷۴)

شاہزادہ علی اصغرؑ آغوشِ فاطمہؑ میں:

دودھ پیتے بچے کی منزل گوارہ آغوشِ مادر یا صرف بہنوں پھوپھیوں کی گود ہو سکتی
 ہے مگر شاہزادہ علی اصغرؑ چاہنے والوں کی گود سے جدا ہو کر باپ کے ہاتھوں پر رہے پھر
 تیر کھا کر بلا کی بتی ہوئی زمین پر کچھ دیر آرام کیا آخر میں گوشہٴ آباد کیا ہاتھِ غیبی کی
 ندانہ بھی آتی تو ہم سمجھ چکے تھے کہ تیر ظلم کا شہید جنت المادوی میں پرورش پائے گا اور زخمی
 مجاہد کی تربیت کسی مزاج داں کے سپرد ہونا چاہیے۔ جو بچے کے رگ و ریشہ سے واقف ہو
 قدرت نے مرنے والے بچوں کی پرورش ملائکہ حور و غلمان کسی کے سپرد نہیں کی اس عہدہ
 پر اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو سرفراز فرمایا۔

روی عن الصادقؑ ان قال ان الله تعالى يدفع الى ابراهيم وساره
 اطفال المومنين يغذونهم بشجرة في الجنة لها اخلاف كا خلاف
 البقر في قصر من در فاذا كان يوم القيامة لبسوا وطيبوا واهدوا
 الى ابائهم فهم ملوك في الجنة مع ابائهم۔ (مجمع البحرين و مطلع النیرین)
 امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم اطفالِ مومنین حضرت

ابراہیمؑ اور سارا کے سپرد کرتا ہے اور خلیل اللہ اُن کو جنت کے اُس درخت سے سیر و سیراب کرتے ہیں جس کے شمر پستان گاؤ سے مشابہ ہیں یہ درخت مروارید آبدار کے ایک عظیم الشان قصر میں ہیں جب قیامت کا دن آئے گا تو حضرت ابراہیمؑ عمدہ کپڑے پہنا کر بچوں کو ان کے والدین کے درجے میں بھیجیں گے پس وہ بہشت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ شاہانہ زندگی بسر کریں گے۔

یہ خدمت بظاہر حضرت ابراہیمؑ کے سپرد اس وقت تک رہی جب تک خاتونِ جنات حضرت فاطمہ زہراؑ نے دنیا کو خیر باد نہیں کہا جب دخترِ رسولؐ نے رحلت کی اس وقت سے یا تو یہ خدمت کلیتاً معصومہ عالم کے سپرد ہوئی یا آپؐ نے اپنے جد امجد سے تعاون اپنی سیرت قرار دیا دوسرے مقام پر حدیث میں یہ بھی ہے طفلاً المؤمن اذا مات يدفع الى فاطمة تغذوه حتى يقدم ابواه او احد من اهل بيته فيدفع اليهم مرد مؤمن کا بچہ جب مرجاتا ہے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں اُسے حاضر کرتے ہیں اور معصومہ کو نین بنفس نفیس اس کی پرورش میں زحمت برداشت کرتی ہیں جب تک کہ اس کے ماں باپ یا کوئی قریبی رشتہ دار فوت نہیں ہوتا۔

(مجمع البحرین محقق طریقی)

یہ اخبار دیکھ کر دل کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اس تصور میں کہ جب تیر حرمہ سے زخمی ہو کر علی اصغرؑ فاطمہ زہراؑ کے سامنے لوہو میں نہائے ہوئے پہنچے ہوں گے تو درد رسیدہ دل پر کیا گزری ہوگی۔ (تاریخ شہزادہ علی اصغرؑ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۴)

.....﴿باب دوم﴾.....

مصائبِ حضرت علی اصغر علیہ السلام

۱۲۲

شہزادہ علی اصغر علیہ السلام

☆ ستارہ ۱

مصائبِ حضرت علی اصغرؑ
کربلا کے راستے میں

۲۴۔ خلافت خاندان ابوسفیان پر حرام ہے:

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ جیسے جیسے معاویہ کے مرنے کے دن نزدیک آئے تو اپنے بیٹے یزید پلید کو کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔ یزید کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور کہا کہ بیٹے میں نے بہت بڑے بڑے بدمعاشوں، سرکشوں کی گردنیں نیچی کر دی ہیں اور ان کو ذلیل و خوار کر دیا ہے اور خلافت کا راستہ تیرے لئے صاف کر دیا ہے اور تمام سلطنت کو تیرے قبضے میں دے دیا ہے البتہ تین آدمی مجھ سے بے قابو رہے ہیں ان کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکا ہوں۔

۱۔ عبداللہ بن عمر

۲۔ عبداللہ بن زبیر

۳۔ حسینؑ بن علی علیہ السلام۔

۱۔ لیکن فکر والی بات نہیں ہے کہ عبداللہ بن عمر تو تیرے ساتھ ہو جائے گا تو اس سے نرمی برتنا اور اس کی مرضی پر چھوڑ دینا۔ اس سے تجھے نقصان نہیں پہنچے گا۔
۲۔ عبداللہ بن زبیر یہ سخت قسم کا انسان ہے کرو حیلے سے اس پر قابو پا لینا اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا کیونکہ شیر لومڑی والا قصہ ہوگا۔

۳۔ لیکن حسینؑ بن علی۔ ان کے بارے میں تم کو معلوم ہے کہ پیغمبرؐ خدا سے کتنی نزدیکی قربت رکھتے ہیں گویا کا گوشت اور پوست ہیں۔

اور میں جانتا ہوں کہ اہل عراق بھی ان کا ساتھ نہیں دینگے پھر موقعہ پا کر ان کو تباہ کر دینا اور اگر تجھے ان پر کامیابی ہو جائے تو کچھ نرمی سے کام لینا کیوں کہ ہماری پرانی رشتہ داریاں ہیں اور جہاں تک بھی ہو سکے ان کے درپے آزار نہ رہنا حالانکہ وہ تجھے اپنا دشمن ہی تصور کریں گے۔

پھر جب معاویہ مر گیا اور یزید نے خلافت و حکومت سنبھالی تو اپنے قاصد کو مدینے روانہ کیا اور یہ شخص یزید کا چچا عبداللہ ابن ابوسفیان تھا۔ عتبہ مدینے میں آیا۔ اس سے پہلے مدینے کا حاکم (گورنر) مروان بن حکم تھا عتبہ نے اسے اس کے مقام سے بلند کیا اور خود اس سے نیچے ماتحتی میں بیٹھا تا کہ یزید کا فرمان اسے سنائے۔ مروان فوراً ہی بھاگ گیا اور پھر عتبہ کے ہاتھ نہ لگا۔ عتبہ نے کسی قاصد کو امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا کہ وہ جا کر کہے کہ یزید نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان کی بیعت کر لیں۔

عتبہ کو امام حسینؑ نے جواب دیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم اہل بیتؑ خاندانِ کرامت و معدنِ رسالت اور حق کے علمبردار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت ہمارے سپرد کی ہے۔ ہم حق بولتے ہیں اور ہم وحی خدا کے تابع بات کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے نانا رسول خدا سے سنا ہے کہ خلافت خاندانِ ابوسفیان پر حرام ہے۔

اب تم ہی فیصلہ کرو کہ ان حالات میں میں کیسے بیعت کر سکتا ہوں۔ پس جیسے ہی عتبہ نے یہ سنا تو فوراً ہی اپنے منشی کو بلا کر کہا کہ فوراً ایک تحریر لکھو۔

یہ نام خداوند بخشنده مہربان۔ منجانب عتبہ بن ابوسفیان۔ بہ جانب عبداللہ۔ یزید ابن معاویہ۔

اما بعد۔ کہ حسینؑ بن علیؑ تجھے لائق بیعت نہیں سمجھتے اور تیری خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اب بتاؤ آگے کا حکم کیا ہے؟ والسلام

بس جیسے ہی یہ نامہ یزید ملعون (کہ خدا اس پر بے شمار لعنت کرے) کو ملا تو اس نے فوراً ہی جواب لکھا کہ مجھے لوثی ڈاک سے فوراً جواب دیا جائے کہ میری بیعت کے خلاف کون کون لوگ ہیں جو مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور تجھے چاہیے کہ میرے اس خط کے جواب میں سر حسینؑ بن علیؑ کاٹ کر مجھے بھیج دیا جائے۔

۲۵۔ روضہ رسولؐ پر امام حسینؑ کا خواب:

یزید کو جیسے ہی امام حسینؑ کے بیعت نہ کرنے کی اطلاع ملی تو اس نے امام حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ اب امام حسینؑ کو جیسے ہی اطلاع ملی تو آپؑ نے ملکِ حجاز چھوڑ کر عراق چلے جانے کا قصد کیا۔ جب رات ہو گئی تو امام حسینؑ مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے تاکہ ان کے مزارِ اقدس سے وداع ہو لیں اس لئے جب مزارِ مقدس کے قریب پہنچے تو پیغمبرؐ خدا کے مزارِ مقدس سے ایک نور چمکا۔ پھر امام حسینؑ اپنے گھر کو واپس آ گئے۔

دوسری رات کو پھر امام حسینؑ مزارِ مقدسِ نبویؐ سے وداع ہونے آئے تو روضے میں ایک راہ پیدا ہو گئی تو امام حسینؑ نے وہاں کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور نماز کو طولانی کر دیا تاکہ سجدے میں رو رو کر عرض کریں۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ خواب میں نانا نظر آئے اور آتے ہی حسینؑ کو گود میں لے لیا اور سینے سے لگایا اور دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دے کر فرمایا:

”میری جان تجھ پر قربان ہو جائے۔ میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ ایسے حالات ہو جائیں گے کہ تجھے میری امت والے شہید کریں گے، خاک و خون میں نہلائیں گے اور یہ وہ گروہ ہوگا جو مجھ سے شفاعت کی امید بھی رکھتا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا کچھ نہ ملے گا، جہنم میں جائیں گے۔ اے میرے بیٹے اب تم اپنی ماں، باپ بھائی سے بھی الوداع ہو لو وہ بھی تمہاری دید کے مشتاق ہیں اور جنت میں تمہارے لئے اعلیٰ مقام ہیں جو شہادت کے بعد ملیں گے۔“

امام حسینؑ یہ خواب دیکھتے ہی روتے ہوئے اُٹھے۔ اپنے اہلِ خاندان کے پاس آئے اور سب کو اپنے خواب سے باخبر کیا اور پھر سب سے وداع ہوئے پھر محملیں منگوا

کر بہن، بیٹی، بیٹے، بھتیجے قاسم وغیرہ کو سوار کیا اور اکیس اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سفر کا آغاز کیا کہ ان میں من جملہ تھے۔ (۱۔ امالی شیخ صدوق، مجلس سی ام۔ ترجمہ عباس عزیزی)

(۲۔ امالی شیخ صدوق، مجلس سی ام۔ ترجمہ عباس عزیزی)

۲۶۔ بچوں کو کربلا لانے کا راز:

جس رات کے گزرنے پر صبح ہونے پر روانگی تھی ان کے بھائی محمد بن حنفیہؑ امام حسینؑ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ بھائی جان۔ اہل کوفہ ایسے بد قماش و بدترین انسان ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ انہوں نے کیا کیا اور مکر و حیلہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ مجھے یہی فکر لاحق ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی اسی طرح کی بے وفائی کریں گے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو مکے میں جا کر قیام کھیں کہ وہ خانہ خدا ہے۔ وہاں امان ہے اور کوئی شخص بھی مکے میں آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی محمد حنفیہؑ کو جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ مجھے عین کعبہ میں قتل کر دیا جائے گا اور کعبہ کی حرمت کو ختم کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر محمد بن حنفیہؑ نے کہا کہ اگر حالات اس قسم کے ہیں تو آپ یمن کی طرف یا جنگل بیابان میں کہیں دور چلے جائیے تاکہ آپ کو کوئی پانہ سکے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس بارے میں غور کروں گا۔

صبح کے وقت امام حسینؑ نے مکے سے عراق کی طرف سفر شروع کر دیا۔ اب جیسے ہی یہ خبر محمد بن حنفیہؑ کو ملی تو بے تابانہ محمد حنفیہؑ امام حسینؑ کے پاس آئے اور اونٹ پر سے امام کو نیچے بلا کر فرمایا کہ آپ نے سوچنے کیلئے کہا تھا لیکن آپ تو فوراً ہی روانہ ہو گئے۔ کیا وجہ ہے کہ اتنی جلدی سے آپ نے مکے سے نکلنے کا طے کر لیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جیسے ہی آپ مجھ سے مل کر گئے تو نانا جان میرے سامنے آ گئے اور فرمایا کہ مکے سے باہر نکلو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ میں کشتہ دیکھنا چاہتا ہے۔ محمد بن حنفیہؑ نے جب امام

حسینؑ کی گفتگو سنی تو فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ شہادت کیلئے جارہے ہیں تو اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کو کیوں لے جارہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو قیدی دیکھنا چاہتا ہے۔ محمد حنفیہ نے جب یہ سنا تو کفِ افسوس ملتے ہوئے غم ورنج میں ڈوب کر روتے ہوئے امام حسینؑ سے رخصت ہوئے اور واپس اپنے گھر آ گئے۔ (نتی الاموال، ج ۱، ص ۶۰۰)

۲۰۔ امام حسینؑ عورتوں کو کر بلا کیوں لائے:

جس وقت عبداللہ بن عباس کو امام حسینؑ کے سفر کی اطلاع ہوئی کہ عراق جارہے ہیں تو آپ امام حسینؑ کے پاس آئے اور بہت گڑگڑا کر کہا کہ آپ مکہ چھوڑ کر نہ جائیں اور اہل کوفہ کی برائی کی کہ وہ بے ایمان لوگ ہیں، بے بھروسہ ہیں۔ مگر وحیلہ بہت کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو شہید کر ڈالا اور آپ کے بھائی حسنؑ کو زہر سے شہید کر ڈالا اس لئے وہ آپ کے ساتھ بھی بدتر سلوک ہی کریں گے اور بے یار و مددگار تنہا چھوڑ دیں گے۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کتنے بہت سارے خطوط مجھے اہل کوفہ نے لکھے ہیں اور مجھے بلانے کی دعوت دی ہے اور مسلم بن عقیل کا خط بھی میرے پاس آ گیا ہے کہ کافی کوفیوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ اگر آپ نے جانے کا ارادہ طے کر لیا ہے تو عورتوں، بچوں کو اس گرمی کی شدت میں لمبے سفر میں نہ لے جائیے۔ یہ لوگ کسی قسم کی رعایت نہیں کریں گے والے ہیں آپ کو مع اہل و عیال شہید کر دیں گے۔

امام حسینؑ نے ابن عباس سے کہا اللہ نے چاہا ہے کہ اپنی راہ میں ان کو اسیر دیکھے تاکہ دشمنانِ دینِ خدا ذلیل اور رسوا ہو جائیں۔ اللہ کا ارادہ ظاہر ہوا اہل سقیفہ اور بنی

اُمیہ بدنام ہوئے اور ظالم ثابت ہو گئے۔ اور امام حسینؑ مع بچوں اور عورتوں کے کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔ (منتہی الآمال، ج ۱، ص ۶۰۱)

۲۸۔ امام حسینؑ بچوں کو لے کر مدینے سے روانہ ہو گئے:

امام حسینؑ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آ گئے اور اپنی پوری گفتگو اہلخانہ کو سنائی اور پھر عراق کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنی بہنوں جناب زینبؑ و ام کلثومؑ اپنی بیٹیوں اور سہیلہؑ کو مکمل میں سوار کرایا اور بیس (۲۰) افراد کی سرکردگی میں یہ قافلہ روانہ ہوا۔

۲۹۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی اطلاع:

جب امام حسینؑ کے عراق روانہ ہونے کی خبر عبداللہ بن عمرؓ نے سنی تو تیزی سے امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے حالانکہ ایک منزل طے ہو چکی تھی اور جا کر امام حسینؑ سے کہا کہ آپ نے کہاں کا قصد کر لیا ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا کہ عراق جا رہا ہوں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ حرم کعبہ کی طرف واپس لوٹ چلیے۔ امام حسینؑ نے منع کر دیا تو عبداللہ نے کہا کہ آپ کے نانا جس جگہ آپ کا گلا چوما کرتے تھے میرے قریب لائیے۔ امام حسینؑ نے سینے کو کہا تو عبداللہ بن عمرؓ نے تین بار سینے کو بوسہ دیا۔ بوسہ دے کر رونے لگے اور کہا کہ میں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ اے میرے آقا حسینؑ اس سفر میں آپ کو شہادت نصیب ہوگی۔

امام حسینؑ اپنی تنہا شہادت سے ہی واقف نہ تھے بلکہ آپ علمِ امامت سے جانتے تھے کہ میرے بیٹے بھی شہید ہوں گے اور مخدرات عصمت و طہارت بھی سب قیدی بنالی جائیں گی۔ حتیٰ کہ امام حسینؑ کو حضرت علی اصغرؑ کی شہادت تک کی خبر تھی کیونکہ شب عاشور میں آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنت کا مقام دکھا کر بشارت دے دی تھی۔ پھر

بھتیجے قاسم سے خطاب فرمایا تھا اور ان کو بھی شہادت علی اصغر سے آگاہ کیا تھا جبکہ علی اصغر اس وقت چھ ماہ کے شیرخوار بچے تھے اور اتنے چھوٹے بچے اپنا دفاع کس طرح کر سکتے تھے اور حضرت علی اصغر کو اپنے ساتھ لانے کا مقصد یہ تھا کہ پوری دنیا کو مظلومیت کی صدا سنا دیں اور بنی امیہ کے ظلم کو بتا دیا جائے۔

۳۰۔ بنی امیہ کی دھوکا دہی:

امام حسینؑ کا قافلہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ عراق کی سمت رواں دواں ہے۔ پہلے منزل رھیمیہ پر پہنچے۔ اس وقت ایک دشمن اہل بیت امام کے پاس آکر کہنے لگا کہ اے پیغمبر کے بیٹے کیا سبب ہوا کہ آپ نے مدینہ چھوڑ دیا۔ اس دشمن کا نام اباہرہم تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے اباہرہم تجھ پر لعنت ہو (وائے ہو) بنی امیہ مجھے برا کہتے ہیں پھر بھی میں نے صبر سے کام لیا۔ میرا مال لوٹ لیا صبر کیا اور اب میرا خون بہانا چاہتے ہیں اس لئے میں نے سفر اختیار کیا ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ یہ لوگ مجھے اور میرے اہل و عیال کو قتل کریں گے اور قیدی بنا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اس نے دشمنوں کو ذلت و خواری کا لباس پہنا دیا ہے اور ان پر تیز تلواریں اور غم کو مسلط کر دیا ہے۔ ذلت و خواری سے ہی جنیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کسی کو مسلط کرے گا (حضرت عمار ثقفیؓ کو) کہ وہ ان کو انکے کئے کا مزہ چکھائے گا اور ذلیل و خوار کرے گا۔

۳۱۔ حسینی بچوں نے تحریک حسینی کو زندہ کر دیا:

ہاں۔ ہاں۔ حسینؑ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مطابق یزید کے خلاف قیام کیا ہے اور دین خدا کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے اور حسینی تحریک کو چلانے اور زندہ رکھنے کیلئے یہ اسکیم قیامت تک باقی رہے گی اور قیام قیامت تک یہ ذکر عز باقی رہے اور

لوگ غم میں روتے رہیں اور گریہ کرتے رہیں اور عزائے حسینؑ کو قیامت تک زندہ رکھیں اور راہِ کربلا میں قدم رکھیں اور بچے عورتیں اور تمام اعزہ کو اس لئے بھی ساتھ لے جانا ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کا وظیفہ خیر و خوبی سے بجالائے اور امام حسینؑ اپنے شش ماہے علی اصغرؑ کو بھی اس صحرائے خونین میں لے کر آئے تھے حالانکہ شیر خوار ہے اور کوئی اسلحہ جنگ بھی اپنے پاس نہیں رکھتا ہے لیکن یہی شہادت شیر خوار علی اصغرؑ۔ یزید پلید کو تمام عالم میں بدنام و ذلیل کر دے گی اور دشمنی بنی امیہ کی قلعی چاک ہو جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ تحریکِ حسینی حقانیت پسند تھی اور انکے دشمن ذلیل و خوار اور سنگ دل تھے۔

۳۲۔ راستے کا ایک خواب:

پھر قافلہٴ حسینی دوسری منزل ”حذیب“ پر پہنچا۔ یہاں پر امامؑ نے ایک خواب دیکھا تو روتے ہوئے خواب سے بیدار ہوئے۔ امام حسینؑ کے بڑے بیٹے شہزادہ علی اکبرؑ نے پوچھا بابا جان آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس وقت کا دیکھا ہوا خواب کبھی بھی جھوٹا نہیں ہوتا ہے۔ مجھے کسی نے خواب میں کہا کہ تم تیزی سے کربلا کی سمت جا رہے ہو حالانکہ موت تم کو جنت میں لے جانے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ خواب امام کے قافلے والے سبھی حضرات نے سنا جس میں بچے بوڑھے، نوجوان اور عورتیں سبھی تھیں اور اب سب کو پتہ چل گیا کہ یہ کاروانِ شہادت ہے اور یہ سب لوگ راہِ حق میں شہید ہونگے۔ (امالیٰ شیخ صدوق)

۳۳۔ کربلا میں داخل ہوتے وقت امامؑ کا گریہ:

جب امام حسینؑ کربلا کے علاقے میں پہنچے اور آپ نے حکم دیا کہ خیمے نصب کئے

جائیں۔ جب خیمہ نصب ہو گئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تقریباً اس وقت امام کے ساتھی صرف چالیس (۴۰) افراد تھے جن میں سے تیس (۳۰) افراد شروع ہی میں شہید ہو گئے اور مع حضرت سجادؑ نو (۹) افراد چھوٹے بچے تھے جس میں بزرگ حضرت عباسؑ تھے اور چھوٹے حضرت علی اصغرؑ تھے۔ سب سے امام نے فرمایا کہ خیمے میں جمع ہو جائیں۔ عورتیں ساٹھ (۶۰) عدد تھیں اور اولادِ غفیل تھیں سب ملا کر ۱۲۰ عدد تھیں جو اہل بیت اور امام سے وابستہ تھیں۔

فجمع الحسينؑ ولده و اخوته اهل بية ثم نظر السيهيم فبکی ساعة حضرت نے سب کو جمع کیا پھر رونے لگے اور سب سے فرمایا کبھی ان کو دیکھتے تھے اور کبھی گریہ کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر تمام عورتیں بھی رونے لگیں۔ غرض بچے اور بزرگ و عورتیں سبھی نے رونا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے خدا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ پالنے والے ہم سب تیرے رسولؐ کی عزت ہیں اور ہم خانہ کعبہ سے جدا ہو کر یہاں آئے ہیں ہم کو دشمنوں نے ہمارے وطن سے دور نکال دیا ہے۔ بنی امیہ نے ہم کو تکلیف میں ڈالا ہے۔ تو حق کو ان سے چھین لے اور ہماری نصرت عطا فرما۔ اب اس طرح کرنے سے حضرت کی غرض دل کو تسلی دینے سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ اپنے عزیزوں کی تسلی مقصود تھی کیونکہ جب یہ لوگ یزیدی لشکروں کو آتا دیکھتے تھے تو خوف و ہراس چھا جاتا تھا اور شاید اس بات سے امام کی غرض یہ بھی ہو کہ ہر شخص کے چہرے سے اس کی پریشانی جاننا چاہتے ہوں۔ امام کو تو روزِ عاشورہ کے تمام واقعات کا علم تھا۔ عباسؑ، قاسمؑ و علی اکبرؑ سب جا چکے ہوئے اور صرف علی اصغرؑ خیمے میں ہاتھ پیر مار رہا ہوگا اور پھر اس کو تیرسہ شعبہ لگے گا۔ امام حسینؑ نے گریہ کر کے ان بچوں، عورتوں اور جملہ افراد پر رو کر مجلس قائم کر دی اور عزاداری کی بنیاد ڈال دی۔ (مصائب امام حسینؑ مولف شیخ جعفر شستر، ص ۷۶)

شب عاشورا اور حضرت علی اصغرؑ:

تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ یہ چھ مہینے کا سفر معصوم شہزادے نے کیسے گزارا، ہاں ہمیں تاریخ اور کتب روضہ یہ ضرور بتاتی ہیں کہ سات محرم کے دن کو پانی بند ہوا گرمی کے موسم کی وجہ سے معصوم بچوں پر پیاس کا غلبہ ہونا فطری عمل تھا۔

دسویں کی رات ہے، ایک خیمہ کے باہر ایک چھوٹا سا گہوارہ آویزاں ہے، اس گہوارے میں ایک معصوم ہے جو پیاس سے بے قرار ہے، معصوم کی آنکھیں بند ہیں، کسی کسی وقت پیاس سے کروٹ بدلتا ہے، ایک عجیب حالت ہے کہ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، تمثیل کے رنگ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح موتیا کا نازک سا ادھ کھلا پھول گرمی کی حدت میں کھلا جاتا ہے اسی طرح موتا کے اس نازک غنچے کے چہرہ انور کا رنگ زرد ہو چکا تھا، پیاس کی شدت سے پھول کی پتی سے زیادہ نازک ہونٹ خشک ہو چکے تھے، حتیٰ کہ آنکھیں کھولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی، خدا جانے کیا مصلحت تھی کہ جس کے تحت تمام احباب ان کی یہ حالت دیکھ کر رو کر خاموش ہو جاتے تھے۔

پیاس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی معصوم کی یہ حالت دیکھ نہیں سکتا ہے، اس لئے شہزادے کی بہن حضرت سکینہؑ ہر خیمہ میں جا کر ایک ایک کو اپنے معصوم بھائی کی حالت زار بیان کرتی ہیں کہ میرے بھائی کو جب پیاس مجبور کرتی ہے تو کسی کسی وقت آنکھیں کھولتے ہیں، ان کی مٹھیاں بند ہیں اور اب تو نبض بھی رُک رُک کر چل رہی ہے، جس طرح مچھلی پانی کے بغیر تڑپتی ہے، ان کی اب کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔

معصوم کی یہ حالت دیکھ کر ان کی ماں حضرت اُمّ ربابؑ روتی ہوئی ایک طرف چلی گئیں کہ بیٹے کی یہ حالت ان سے اب شاید برداشت نہیں ہو سکتی ہے، ایک معصوم بہن ہے جو بھائی کی پیاس تو نہیں بجھا سکتی مگر پیاس سے بھائی کو سلانے کی کوشش کر رہی ہے اور

لوری سنار ہی ہے، رو کر کہتی ہیں کہ بھائی! آپ کے دکھوں پر بہن قربان ہو، اب تو سو جائیں، جب آپ روتے ہیں تو میرا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے، مجھے خشک زبان مت دکھلائیں کہ اب مجھ سے یہ منظر برداشت نہیں ہوتا ہے، اب تو سو جائیں میرے چاند۔

شب عاشور ایک مرتبہ حضرت عباسؓ جب خیام میں آئے تو انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ معصومہؓ بی بی حضرت سکینہؓ کے ساتھ بیالیس ۲۲ معصوم ہیں جن کے ہاتھوں میں خالی جام ہیں، ایک ایک خیمہ میں جاتے ہیں، پانی طلب کرتے ہیں، جس وقت معصومہؓ بی بی کی نگاہ اپنے چچا پر پڑی تو روتی ہوئی ان کے قریب آئیں اور عرض کیا کہ چچا جان! آپ بہتر جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا مگر آج معصوم بھائی کی پیاس نے مجھے سوال کرنے پر مجبور کیا ہے۔

چچا جان! پیاس کی شدت سے اب میرے بھائی کو نیند بھی نہیں آرہی ہے، اگر ممکن ہو سکے تو کہیں سے تھوڑا سا پانی لا دیں تاکہ میرا بھائی بچ جائے۔

چچا کے سامنے جب معصومہؓ بی بی نے پانی کا تقاضہ کیا تو حضرت عباسؓ روتے ہوئے خیام سے باہر چلے گئے، معصومہؓ بی بی خالی جام ہاتھ میں لئے خاموشی سے انہیں باہر جاتا ہوا دیکھتی رہیں۔

جس وقت کہیں سے معصوم سکینہؓ کو پانی نہیں ملا تو بہت بے آس اور دل شکستہ ہو کر واپس صغیر بھائی کے گہوارے کے قریب آئیں اور بھائی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رونے لگیں اور فرمایا کہ بھائی! میں آپ کی خاطر خالی مشک اٹھا کر ہر خیمہ میں گئی ہوں مگر اب ہر طرف سے مایوس اور ناامید ہو کر لوٹ آئی ہوں کہ کہیں سے بھی مجھے پانی نہیں مل سکا، بھیا! بہن کی مجبوری ہے، بہن پر ناراض نہ ہونا، شہزادہ علی اصغرؓ کی والدہ حضرت اُمّ ربابؓ کی کیا کیفیت ہے؟ جس دکھی ماں کا معصوم پیاس

سے جاں بہ لب ہو اس کی کیا حالت ہو سکتی ہے، یہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے، بی بی رو کر فرماتی ہیں بیٹا میرا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ کو چھوڑ کر چلی جاؤں مگر آپ کی حالت غریب ماں سے دیکھی نہیں جاتی، میں آپ کو لوری دینا چاہتی ہوں، سلا نا چاہتی ہوں مگر پیاس کی وجہ سے آپ کو نیند بھی تو نہیں آتی، جب آپ آہستہ آہستہ اور رک رک کر سانس لیتے ہیں تو میں بہت گھبرا جاتی ہوں، اب مجھ سے آپ کے پیاسے خشک ہونٹ دیکھے نہیں جاتے، مگر کیا کروں کہ نہ تو میں آپ کی پیاس بجھا سکتی ہوں اور نہ ہی موت اپنے بس میں ہے۔

جس وقت شہزادے کی والدہ گہوارے کے نزدیک تشریف لائیں تو بیٹے کی بے قراری دیکھ کر ماں کی مامتا تڑپ اٹھی، رو کر فرماتی ہیں بیٹا! ایک مرتبہ تو ماں کے ساتھ بات کر لیں، آخر آپ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ دیکھیں تو میں کب سے آپ کو بلا رہی ہوں میں جانتی ہوں کہ آپ بہت زیادہ پیاسے ہیں، مگر میری بھی مجبوری ہے کہ دریا پر ظالمین کا پہرہ ہے، خیام میں کسی کے پاس پانی نہیں ہے، آپ کے پاک بابا کو کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، آخر میں کیا کروں۔

(مجالس المنظرین علی روضۃ المظلومین صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۲)

۱۳۵

شہزادہ علی اصغر علیہ السلام



مصائب علی اصغر روزِ عاشور

الف۔ علی اصغرؑ کی امید اپنے چچا عباسؑ سے:

۳۴۔ عباسؑ، حسینؑ کے بچوں کا آرام دل و جاں

جب تک حضرت عباسؑ زندہ رہے تو امام حسینؑ کے تمام بچوں کو ڈھارس رہی اور کسی بھی قسم کا خوف و ہراس نہ تھا کیونکہ عباسؑ اپنے باپ امیر المومنینؑ کی شوکتِ حیدریہ اور شجاعتِ علویہ کے مالک تھے۔ عباسؑ گویا طاقت و ہمت کا خزانہ تھے۔ امام حسینؑ کو بھی عباسؑ سے بے حد لگاؤ تھا گویا تنہا عباسؑ پورے لشکر کی طاقت اپنے اندر رکھتے تھے اور لشکر کو لگا کر بھگا دینا ان کا کام تھا اور ہر طرح کا دفاع کرتے تھے۔ جب روزِ عاشورہ امام حسینؑ کو اپنے بھائی عباسؑ نے دیکھا کہ مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں عباسؑ قریب آئے اور امامؑ سے فرمایا کہ آقا آپ مجھے اجازتِ جہاد عنایت فرمائیں۔ امام حسینؑ رونے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں:

انت صاحبِ لوائی۔ فاذا مضيئت تتفرق عسکری

امامؑ نے فرمایا۔ بھائی عباسؑ تم تو میرے لشکر کے پرچم دار (علمدار) ہو۔ اگر تم چلے جاؤ گے تو میرا لشکر ہی ختم ہو جائے گا۔ حضرت عباسؑ نے جواب میں فرمایا:

لقد ضاق صدري من هؤلاء المنافقين واريدان اخذثاري منهم
اے آقا۔ ان منافقوں کی سنگدلی سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے طاقتِ صبر و قرار ختم

ہوتی جا رہی ہے۔ اب دل چاہتا ہے کہ ان سے بدلہ لوں۔

ہاں۔ حضرت عباسؑ اپنی زندگی سے متگدل ہوتے جا رہے تھے۔ آپ کے سامنے گلشنِ زہرہ کے چاند ستارے پھول سب ماند پڑ گئے اور خاک کر بلا پر سو گئے۔ اب تمام بچے علی اصغرؑ، سکینہؑ و رقیہؑ، محمد باقرؑ غرض تمام بچے شدتِ پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔

جب امام نے حضرت عباسؓ کو کمر بستہ پایا تو فرمایا کہ اچھا بھائی ان بچوں کے لئے پانی لینے جائیں۔ (مقتل مقرر، ص ۳۳۵، داسان از فضائل، مصائب و کرامات حضرت ابا الفضل عباسؓ)

۳۵۔ حضرت علی اصغرؓ ہاتھوں پہ چلے گئے:

خیمے میں عباسؓ نے بچوں کی صدائے العطش العطش سنی۔ پانی ہائے پانی۔ جان نکلی جاتی ہے اے عباسؓ۔ بنی ہاشم کے چاند تیرے چہرے کی روشنی چاند سے زیادہ چمکدار ہے۔ میرے ہاتھ سے علی اصغرؓ بھی چلا جائے گا تب بھی صبر کروں گا اور دوبارہ زندہ ہو کر پانی پھر طلب کرے گا۔ میں نے چاروں طرف بھاگ دوڑ کی اور چاہا کہ کسی طرح اس کے لئے پانی حاصل کر سکوں لیکن میں نے صرف ربابؓ کے آنسو ہی دیکھے۔

اگر بچہ پیاسا ہو اور پیاس کی وجہ سے اسے نیند بھی آجائے تو خواب میں پانی ہی پانی کی صدا آئے گی۔ ہماری آواز فرات کے کنارے آسمان تک جا رہی ہے۔ اب تم پیسیر کو قیامت کے دن کیا جواب دو گے۔ بچوں کی صدائے العطش العطش سے دریا شرمندگی سے آب آب ہو رہا ہے۔ یہ خشک مشک جو تم نے اٹھا رکھی ہے اور پانی کی تلاش ہے تو آہستہ آہستہ پانی کہو۔ آل رسولؐ سب پیاسی ہے اور پیاس سے بے حال ہے۔ مرنے کے قریب ہے اور گرمی آفتاب کی حدت سے جلے جا رہے ہیں۔ اب اگر خیمہ حسینی سے گزر ہو تو پانی ہی پانی کی صدائیں آئیں گی اور علی اصغرؓ کی حالت غیر ہوگی۔ قیامت کے روز ظالمین کو سزا ملے گی جنہوں نے پانی بند کیا تھا۔ رسولؐ سے کیسے شفاعت کرائیگی۔ حسینؓ پیاسے کا سر کاٹ لیا گیا اور ایک بوند پانی نہ دیا گیا۔ اے کاش سیلاب آجاتا اور سب کو تباہ و برباد کر دیتا۔

(نخل میثم، ج ۲، ص ۳۳۸، شعر از مدارح اہلبیت عصمت و طہارت جناب غلام رضا سازگار)

۳۶۔ بچوں کی صدائے العطش العطش:

حسینؑ کے خیموں سے بچوں کی آواز العطش العطش آسمان تک جا رہی تھی۔ حضرت عباسؑ نے یہ دل خراش منظر دیکھا کہ علی اصغرؑ، سکینہؑ، رقیہؑ اور دیگر بچے پیاس کی شدت سے غش میں پڑے ہیں، بچوں کے چہرے کارنگ اڑ گیا ہے۔ موت قریب آ گئی ہے۔ یہ منظر دل گداز دیکھ کر عباسؑ کا دل گرمی جوش سے کباب ہو گیا اور تاب مضبوط قرار نہ رہی۔

۳۷۔ علی اصغرؑ کا پیغام گہوارے سے:

اے ساقی۔ اس وشت و بیابان کر بلا میں پانی کا قحط ہے۔ پیاس مارے ڈال رہی ہے۔ تمام بچے خاک پر بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں اور واعطشا (پیاس ہائے پیاس) کی صدا آسمان تک جا رہی ہے۔ اے ساقی اگرچہ تیرا نو کام ہی بیٹا پلانا ہے مگر یہاں ساقی ہی پیاسا ہے۔ تو ان ننھے بچوں کی پیاس دیکھ اور پیاس کی شدت پر دیکھو علی اصغرؑ بے شیر نے گہوارے سے یہ پیغام دیا ہے کہ اے۔ غم جو جان۔ ہم کو پیاس مارے ڈالتی ہے العطش العطش العطش۔

بلبل بوستانِ فاطمہؑ پیاس سے ہلاک ہوا چاہتا ہے۔ اہل بیتؑ رسولؐ کی خبر لو۔ ہائے پیاس۔ اے اللہ کے شیر کے شیر۔ تیرے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہے کہ تجھے بچوں کی پیاس یاد ہے اور تمام بچے تمہارے لئے دعا کریں گے۔ اب تو رونے سے آنکھیں بھی خشک ہو گئی ہیں ایک آنسو بھی نہیں نکلتا ہے اور لب بھی خشک ہو چکے ہیں۔

مشک خشک ہے۔ ہمارے لب بھی خشک ہیں اور آنکھیں رو رہی ہیں اگر اے پیر بوتاب ہو سکے تو پانی کی کوشش کرو۔ اے میثم کتنے افسوس کی بات ہے کہ آلِ رسولؐ فرات کے کنارے پیاسی ہے اور العطش العطش کی صدا ہے۔

(نخل میثم، ج ۳، ص ۲۳۸، شعر از مداح اہلبیت عصمت و طہارت جناب آقائے غلام رضا سازگار)

۳۸۔ گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کیا:

ایک جوان قوم بنی اسرائیل کا گائے اور گوسالہ پرستی کرتا تھا اور فائدہ اٹھاتا تھا۔ ایک روز ایسی ضرورت پیش آئی کہ گوسالہ کو گائے کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا۔ گوسالہ (پچھڑے) کی ماں نے ایسی حالت وقت ذبح دیکھی کہ غم و اندوہ سے نالہ درو کھینچنے لگی جس سے درو دیوار لرزنے لگے۔ گائے نے رورو کر دریا بہا دیئے پھر اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اس انسان کی شکایت خداوند عالم سے کی۔ فوراً ہی جوان کے دونوں ہاتھ خشک مثل لکڑی کے ہو گئے۔ جوان لرزتا کانپتا حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور ماجرایان کیا۔ حضرت موسیٰ واقعہ سننے ہی غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ یہاں سے بھاگ جا۔ میرے پاس تیرا علاج نہیں ہے۔ تو نے گائے کے سامنے اس کے بچے کو بے دردی سے ذبح کر دیا اور ماں کو زبردست اذیت پہنچائی ہے۔

اے میرے اللہ۔ ایک گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کر دیا تو حضرت موسیٰ کو بھی جوش آ گیا۔ اب آپ آئیے میدانِ کربلا میں کہ امام حسینؑ کے سامنے کتنے عزیزوں کو شہید کر ڈالا۔ امام حسینؑ نے اس امید میں کہ علی اصغرؑ کی پیاس بجھا لاؤں انکی مادر سے جدا کیا اور میدانِ جنگ لے کر گئے اور دشمنوں کی سنگدلی اس قسم کی تھی کہ شیرِ خوار معصوم بچے پر بھی رحم نہیں کیا اور بچہ جو اپنے باپ کی آغوش میں تھا تیرسہ شعبہ لگا کر شہید کیا اور اس کا سر تن سے جدا کیا گیا مگر علی اصغرؑ کیا چاہتے تھے۔ کیا وہ اتنا بلند ہونا چاہتے تھے کہ تیرسہ شعبہ کا جواب دیتے۔ آیا دشمن نے ان کے باپ سے بھی کچھ حیا نہیں کی۔ آیا حرمہ بن کاہل اسدی ملعون نے یہ نہ سوچا کہ کل فردائے قیامت رسول خدا کو کیا جواب دوں گا۔ علی اصغرؑ تو صرف چند قطرے پانی سے سیراب ہو سکتے تھے اور آرام پاسکتے تھے لیکن دشمن حرمہ ملعون نے چند قطرے پانی دینا بھی گوارا نہ کیا اور اس

ناکار نے تین شب دروز کا پیاسا ہی علی اصغرؑ کو شہید کیا۔

إلا لعنة الله على القوم الظالمين

(صدر الدین قزوینی، ریاض القدس ج ۲، ص ۱۰۵)

حضرت علی اصغرؑ کی پیاس:

۳۹۔ چار سقے دشتِ کربلا میں:

خداوند عالم نے پیاسوں کیلئے امام حسینؑ کے چار سقے قرار دیئے ہیں۔ اہلِ حرم پر پیاس نے اتنا زبردست غلبہ کیا تھا کہ شدتِ تشنگی سے بعض تو کمزوری میں زمین پر گر گئے تھے اور اُنھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور حضرت علی اصغرؑ شدتِ تشنگی میں کلمہ تنلطی کی شکل تھے یعنی ماہی بے آب کی مثل تڑپ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چار سقے مقرر فرمائے تھے (۱) حضرت رسولؐ خدا ہاتھ میں جام لے کر بلا میں موجود تھے اور ہر شہید کو آبِ کوثر پلا رہے تھے جیسے کہ علی اکبرؑ شہزادے کا واقعہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا تھا کہ اے بابا میرے نانا میرے پاس آ کر مجھے جامِ کوثر پلا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں ہی پیغمبرِ خدا کے ہاتھ سے علی اکبرؑ سیراب ہو چکے تھے اور سقائے دوم کہ خود امام حسینؑ ہیں کہ پانچ محرم جب امام کا پانی بند کر دیا گیا تھا حضرت پشتِ خیمہ پر تشریف لے گئے اور ۱۹ قدم آگے بڑھے اور تھوڑی سی مٹی زمین سے بٹائی تو چشمہ آب جاری ہوا۔ حرم نے وہ پانی پیا پھر وہ چشمہ چھپ گیا۔ پھر اہلِ حرم میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں آیا اور کسی کو بھیج کر چاہا بھی کہ فوجیوں سے کچھ پانی لے لیں لیکن انہوں نے بھی پانی نہ دیا۔ حر کو بھیجا پھر بھی پانی نہ ملا اور جواب دیا کہ پانی ہر گز ہر گز نہیں دیئے۔

پھر حضرت عباسؑ کو بھیجا گیا لیکن پانی نہیں دیا پھر امام حسینؑ خود میدان میں

تشریف لائے اور کہا کہ میرے اہل بیت کیلئے پانی دو لیکن کسی نے قبول نہ کیا بعد میں فرمایا کہ اگر اے لعینو۔ تم ہمیں پانی نہیں دیتے ہو تو عورتوں، بچوں کو تو پانی دے دو۔ جواب ملا ہرگز ہرگز پانی نہیں دیگے۔ پھر امام نے کہا کہ یہ عورتیں جنگ میں مقابلہ نہیں کریں گی پھر بھی پانی نہیں دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ چھوٹا بچہ علی اصغر شیر خوار ہے اسے تو پانی دے دو۔ رحم کرو۔ دوزخ نہ کھاؤ۔

پھر فرمایا کہ وائے ہوتم پر۔ اے سپاہ کوفہ و شام تم کو چاہیے کہ اس معصوم بچے کو سیراب کرو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ پیاس سے اس کی بہت بری حالت ہے۔ اس کی رنگت زرد اور ہونٹ نیلے ہو گئے ہیں۔

(مصائب حسین، مولف حاج شیخ جعفر شہرستانی، ص ۱۰۰)

۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب):

کر بلا میں امام حسینؑ کے پاس جو بھی دشمن آیا آپ نے اسے پانی پلایا بلکہ اس کے گھوڑے جانور کو بھی پانی پلایا۔ دشمن کہتا ہے میں پانی پینا چاہتا تھا، آقا کی ہیبت نے مجھے پکڑ لیا۔ میرے ہاتھ کا پنے لگے اور مشک کا دہانہ ٹیڑھا ہو گیا اور پانی بہنے لگا۔ امام حسینؑ بلند ہوئے مشک کا دہانہ پکڑ کر کھولا اور کہا کہ راحت سے پانی پیو۔ دشمن کو بھی پانی دیتے ہیں لیکن وہ لوگ شیر خوار تک کو پانی نہیں دیتے تھے اس لئے دونوں کے اخلاق کا اندازہ لگا لو۔ دشمنوں کا کیسا بدترین اخلاق تھا۔

ایک تہران کا عالم جو آب دنیا میں نہیں ہے بیان کرتا ہے کہ میرا روزہ تو یہ ہے میں نہیں چاہتا کہ شش ماہ کے روزے کو کھولوں۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ زہرہؑ کو غم زدہ کرنا نہیں چاہتا کہ ان کے غصے کو تازہ کروں۔ وہ عالم اپنے دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے بھی ایک بچہ چھ سات ماہ کا تھا۔ آدھی رات کو بچہ رونے لگا

تشریف لائے اور کہا کہ میرے اہل بیت کیلئے پانی دو لیکن کسی نے قبول نہ کیا بعد میں فرمایا کہ اگر اے لعینو۔ تم ہمیں پانی نہیں دیتے ہو تو عورتوں، بچوں کو تو پانی دے دو۔ جواب ملا ہرگز ہرگز پانی نہیں دیگے۔ پھر امام نے کہا کہ یہ عورتیں جنگ میں مقابلہ نہیں کریں گی پھر بھی پانی نہیں دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ چھوٹا بچہ علی اصغر شیر خوار ہے اسے تو پانی دے دو۔ رحم کرو۔ دوزخ نہ کھاؤ۔

پھر فرمایا کہ وائے ہو تم پر۔ اے سپاہ کوفہ و شام تم کو چاہیے کہ اس معصوم بچے کو سیراب کرو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ پیاس سے اس کی بہت بری حالت ہے۔ اس کی رنگت زرد اور ہونٹ نیلے ہو گئے ہیں۔

(مصائب امام حسین، مولف حاج شیخ جعفر شہزادی، ص ۱۰۰)

۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب):

کر بلا میں امام حسینؑ کے پاس جو بھی دشمن آیا آپ نے اسے پانی پلایا بلکہ اس کے گھوڑے جانور کو بھی پانی پلایا۔ دشمن کہتا ہے میں پانی پینا چاہتا تھا، آقا کی ہیبت نے مجھے پکڑ لیا۔ میرے ہاتھ کاٹنے لگے اور مشک کا دہانہ میڑھا ہو گیا اور پانی پی بنے لگا۔ امام حسینؑ بلند ہوئے مشک کا دہانہ پکڑ کر کھولا اور کہا کہ راحت سے پانی پیو۔ دشمن کو بھی پانی دیتے ہیں لیکن وہ لوگ شیر خوار تک کو پانی نہیں دیتے تھے اس لئے دونوں کے اخلاق کا اندازہ لگا لو۔ دشمنوں کا کیسا بدترین اخلاق تھا۔

ایک شہر ان کا عالم جو اب دنیا میں نہیں ہے بیان کرتا ہے کہ میرا روزہ تو یہ ہے میں نہیں چاہتا کہ شش ماہ کے روزے کو کھولوں۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ زہرہؑ کو غم زدہ کرنا نہیں چاہتا کہ ان کے غصے کو تازہ کروں۔ وہ عالم اپنے دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے بھی ایک بچہ چھ سات ماہ کا تھا۔ آدھی رات کو بچہ رونے لگا

ہم بیدار ہو گئے اور بچے کی یہ طبیعت ہے کہ روتا ہے اور بیدار ہو جاتا ہے پھر دوبارہ آرام کرتا ہے لیکن اس بار ہم نے دیکھا کہ پہلے کی طرح نہیں بلکہ ہم نے ہر ممکن کوشش کی گودوں میں لیا بچے کو بہلایا لیکن بچہ خاموش نہیں ہوا۔ گرمی کا موسم تھا ہم نے دیکھا کہ بچے میں بہت کمزوری آگئی ہے۔ پتہ نہیں کسی چیز نے کاٹ لیا۔ پھر ہم نے بچے کو کپڑے میں لپیٹا اور لباس پہنایا۔ دیکھا کہ بچے میں کچھ جان ہی نہیں ہے پھر بچے نے رونا شروع کر دیا اور پھر روتے روتے بے حال ہو گیا۔ ہم بھی بچے کی وجہ سے رورہے تھے پھر میں نے بچے کی ماں سے کہا کہ بچے کو ہسپتال لے جانا ہے۔ ہم نے لباس پہنا بچے کو بغل میں لیا اور سڑک پر آ کر سواری کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ قریب میں پانی کا برتن (لیوان) گھڑا تھا ہم نے دیکھا کہ بچہ پانی کی طرف لپک رہا ہے (خم ہو رہا ہے) بچے کے زبان نہیں ہے بول نہیں سکتا لیکن اشارے سے بتا رہا ہے کہ میں پیاسا ہوں۔

ہماری جانیں معصوم علی اصغرؑ پر قربان ہو جائیں کہ چھ ماہ کی زندگی ہے اور منہ سے بول نہیں سکتے ہیں پھر ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ آگے کیا ہوا۔

آقا۔ ایک وقت ہم نے اولیاء کو دیکھا۔ امام زماں نے دیکھا تھا۔ آدم چھوٹے نہ تھے۔ اے اللہ اس شش ماہہ مولود مسعود علی اصغرؑ کا واسطہ کہ تمام شیعیان اہل بیتؑ کی دلی حاجتیں آج ہی پوری فرما دے۔ میں تو شیر خوار کے بارے میں بار بار یہی کہونگا کہ روز عاشورہ معصوم صغیرؑ نے بے شمار تکلیفیں اٹھائیں۔ یہ سن کر تمام حاضرین رونے لگے۔

اے خدا۔ ہم رورہ کر تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ مجلس شیر خوار بھی منعقد کرتے ہیں۔ ہماری غربت اور بے کسی کو دور فرما دے کیونکہ امام حسینؑ تو دریائے صبر ہیں۔ ان کے واسطے سے ہم پر رحم فرما۔ انہوں نے تیری راہ میں ہر شے لٹا دی اب تو بھی ان کے

واسطے سے ہماری تکلیفات کو دور فرما۔ آوازِ قدرت آئی۔ کہ ہم کو حسینؑ بہت عزیز ہے لیکن نظر نہ ڈالو کیونکہ اگر ان کو زمین پر پاؤ گے تو بے مددگار ہو جاؤ گے۔ آواز آئی (دَعَا) رہائش کرو۔ ٹھہرو، جنت میں معصوم علیؑ اصغر کو شیر پلایا جا رہا ہے۔
(روضہ ہائی اسٹاد فاطمی نیاہس ۱۹۸-۲۰۰)

۴۱۔ ظالم یزیدیوں نے علیؑ اصغر کو پانی نہیں دیا:

ہماری جانیں اہل بیتؑ پر قربان ہو جائیں۔ اگر یہ اہل بیتؑ رسولؐ کسی پر ایک نگاہ کرم ڈال دیں تو ذرہ آفتاب بن جائے۔ زمین والا آسمان پر چلا جائے۔ آفتاب بن کر چمکنے لگے۔ فارسی میں بے شمار شمار شعر کہے گئے ہیں لیکن جناب مختشم کاشی نے مرچے کے بند کہے ہیں۔ ان میں کتنی زبردست خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔
از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں خوش داشتند حرمتِ مہمان کر بلا
کیا کبھی ایسا سننے یا دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی شخص کو مہمان بلایا گیا ہو اور چھ ماہ کے بچے تک کو پانی نہ دیا جائے۔ اے خدا کیا بے رحمی ہے۔ کیا کبھی دیکھا ہے کہ مہمان کو بلایا گیا ہو اور اسے پانی بھی نہیں پلایا گیا ہو جبکہ بچے کو لاکر اس کی تشنگی بھی لوگوں کو دکھلائی گئی ہو پھر بھی ان ظالم کینوں اور بے رحموں نے پانی نہیں دیا۔ جبکہ شہزادہ علیؑ اصغرؑ کی زبان پیاس سے باہر نکل آئی تھی۔ (روضہ ہائی اسٹاد فاطمی نیاہس ۲۰۱)

۴۲۔ علیؑ اصغرؑ کی پیاس کی شدت:

لوگوں نے امام مظلومؑ کے ساتھ کوئی ہمدردی اور رحم دلی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اسبابِ رحمت، ذاتِ امام حسینؑ میں قرار دیئے ہیں اور چونکہ ہم حسینؑ مظلوم پر آنسو بہاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہم پر رحم فرمائے گا۔ اب آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ اسبابِ رحمت ان سے کیسے منقطع ہو گئے۔ تو یہ بات ہر قوم و

ملت کی ہے کہ اگر چھوٹے بچے کو دودھ یا پانی نہیں پلایا جائے گا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ دشمنی کتنی ہی ہو پھر بھی کچھ تھوڑا رحم کیا جاتا ہے۔ ایک قطرہ آب دے دیتے ہیں لیکن کتنے بدترین کافر تھے وہ یزیدی جنہوں نے معصوم علی اصغر کو ایک قطرہ آب نہ دیا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ اپنے لئے کوئی خواہش نہیں کی مگر چند مواقع ایسے آئے ہیں جہاں آپ کو خواہش کرنی پڑی۔ پہلا موقع جب تھا کہ امام حسینؑ نے کہا کہ تم اپنے ہاتھ سے پانی کا گھونٹ بچے کو پلا دو۔ میں اپنے لئے پانی ہرگز ہرگز نہیں مانگ رہا ہوں۔ نہ یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے گھر پر پانی لیجانے کیلئے پانی دے دو کہ بچے کو پانی گھر لیجا کر پلا دوں۔ میں بہانہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ خود میرے قریب آ کر اپنے ہاتھ سے شیرِ خوار علی اصغر کو پانی کا ایک گھونٹ پلا دو۔ یہاں امام نے ایک قطرہ آب کی خواہش کی ہے لیکن خدا عارت کرے ان ملعونوں کو کہ پانی بھی نہ پلایا اور تین بھال کا تیر علی اصغر کو مار کر شہید کر ڈالا۔ امام کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بیان نہیں کیا جاسکتا کہ امام نے اس حالت میں علی اصغر پر کیسے نظر ڈالی۔

ہم نے ایک روایت دیکھی ہے کہ جب حضرت ابراہیم رسول اللہ کے صاحبزادے حالتِ احتضار میں تھے تو رسول خدا وہاں داخل خانہ ہوئے اور حالت دیکھی تو رسول خدا نے ان کو آغوش میں لیا اور فرمایا کہ اس بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے حکمِ خدا ہے۔ صبر سے کام لیں۔ شرطِ فرمائی کہ اے لعینوں۔ خود آ کر معصوم علی اصغر کو پانی پلا دو۔ یہاں دو بڑی مصیبتیں اکٹھی ہو گئی ہیں ایک تو یہ کہ معصوم بچے کو پانی پلانے کیلئے جلتے ہوئے صحرا میں لائے تھے کسی نہ کسی طرح پانی حاصل کر کے شیرِ خوار کو پلا سکیں۔ علی اصغر بالکل نڈھال اور بے جان ہو چکے تھے اور دوسری بڑی مصیبت یہ تھی کہ ان کی ماں کا دودھ شدتِ تشنگی سے ختم ہو کر سوکھ گیا تھا کیونکہ دودھ موجود ہوتا تو بچہ پانی کا محتاج نہ ہوتا۔

امام حسینؑ نے جب یہ دیکھ لیا کہ بچہ پیاس سے جان دے دیگا تو بہت مجبوری میں اسے خیمے سے میدان میں اس لئے لائے تھے کہ شاید وہ لعین رحم کر کے ایک گھونٹ پانی دے دیں گے۔ اب دیکھیے کہ حضرت ابراہیمؑ فرزند رسول اللہ کے بارے میں غور کریں موت کی کشمکش تھی حالت احتضار تھی کوئی پانی بند نہ تھا گلا خشک نہ تھا نہ زخم تھا نہ گلے پر تیر لگا تھا۔ اتنے پر بھی پیغمبر خدا بے چین تھے۔ اب امام حسینؑ کی حالت کے بارے میں اندازہ لگائیے کہ یہاں کتنے مصائب ہیں۔ بچے کے گلے پر تیر لگا۔ امام کی گود میں بچے نے جان دے دی۔ اب میں نے مجلس کو تھوڑا طول اس لئے دیا ہے کہ گریہ زیادہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت اس مجلس پر ہو جائے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجلس کے گریے کی برکت سے مظلوم کے واسطے سے ہم کو بخش دے گا۔

(نوائد الشاہد، آیت اللہ العظمیٰ حاج شیخ جعفر شہرستانی ص ۳۱۲)

شہادت علی اصغرؑ اور پیاس:

جناب علی اصغرؑ کی شہادت بھی پیاس کی ایک دلیل ہے کیونکہ ہاگر پانی ہوتا تو امام جناب علی اصغرؑ کو دشمنوں کے سامنے پانی طلب کرنے کے لئے نہ لے جاتے اور حرمہ تیر سے آپ کو شہید نہ کرتا۔ چونکہ بعض حلقوں سے یہ غلط فہمی پھیلانی جا رہی ہے کہ امامؑ نے اپنے اس کسن بچے کے لئے پانی نہیں طلب کیا بلکہ آپ پیار کر رہے تھے اور تیر لگ گیا اور یہی تاریخ کا بیان ہے لہذا اس کسن شہادت کی جو تفصیل عام طور سے علما و مورخین نے لکھی ہے وہ یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ اندازہ ہو سکے کہ شہادت علی اصغرؑ کی تفصیل کے بارے میں جو اختلاف تاریخ میں پایا جاتا ہے اس میں کس قول کو زیادہ حمایت حاصل ہے:-

علی اصغرؑ جن کی عمر چھ ماہ سے زیادہ نہ تھی۔ بھوک پیاس کی وجہ سے رورہے تھے۔

کیونکہ پیاس کی شدت کے باعث ان کی مادر گرامی کے یہاں دودھ نہ رہ گیا تھا۔ امّ اس بچے کو لائے اور دشمن فوج کی صفوں کے سامنے بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا اور اس وقت کو فیوں سے کہا اے آل ابوسفیان کے دوستو۔ اگر تم مجھے گناہگار خیال بھی کرتے ہو تب بھی تمہاری نظر میں بھی اس بچے کی کوئی خطا نہیں ہو سکتی۔ اس کو پانی پلا دو کیونکہ اس کی ماں کا دودھ پیاس کی شدت سے خشک ہو گیا ہے۔ کوئی شخص بھی امام علیہ السلام کے جواب میں کچھ نہ بولا مگر حرمہ بن کابل اسدی نے بچے کو ایک تیر مارا جو آپ کے حلق پر پڑا اور علی اصغرؑ اس تیر سے شہید ہو گئے (ماخوذ از تاریخ ج ۶، صفحہ ۲۹۶، مقتل ابی مخنف صفحہ ۸۳) نتائج: (۱) جناب علی اصغرؑ پیاس کی شدت کے باعث بیتاب ہو کر رو رہے تھے اور آپ کی مادر گرامی کا دودھ پیاس کی شدت کے باعث خشک ہو گیا تھا۔ جو پیاس اور شدید پیاس کی ایک دلیل ہے۔

(۲) جناب علی اصغرؑ پیاس سے نہ تھے بلکہ ایسے پیاس سے تھے کہ امام علیہ السلام نے آپ کے لئے دشمنوں سے پانی مانگا۔ پانی مانگنے سے ثابت ہوتا ہے کہ پیاس کی وجہ قحط و نایابی آب ہے جس سے پانی کی ہر روایت رد ہو جاتی ہے۔ (۳) شہادت درخیمہ پر نہیں ہوئی بلکہ امّ آپ کو دشمنوں کی فوج کے سامنے لائے۔

(۴) شہادت کے وقت امام بچے کو پیار نہیں کر رہے تھے بلکہ ہاتھوں پر اٹھا کر فوج دشمن سے پانی طلب کر رہے تھے۔

(۵) کوئی تیر جو خیمہ کی طرف پھینکا گیا تھا وہ شہادت کا سبب نہیں بنا بلکہ حرمہ بن کابل اسدی نے آپ کے حلق کا نشانہ لے کر آپ کی طرف تیر پھینکا۔

(۲) جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے لئے ایک غیر مسلم مورخ کی واضح رائے

قابل لحاظ ہے۔

”حسین نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں اپنے طفل شیر خوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کے عقول کو حیران و متحیر کر دیا۔ گویا اس عمل سے حسینؑ کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل عالم واقف ہو جائیں کہ بنی اُمیہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد تک تھی اور تصور کر لیں کہ یزید دفاع کے لئے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا۔ اس لئے کہ شیر خوار بچے کا ایسی حالت میں اس وحشت ناک طریقہ سے قتل کر دینا سوائے وحشت اور بہیمانہ عداوت کے جو ہر دین اور مذہب و قانون و قاعدے کے منافی ہے کچھ ظاہر نہ کرتا تھا۔“

(میسو مارین کی کتاب ”فلسفہ مذہب“ کا ایک حصہ۔ بحوالہ شہید اعظم ج ۲، صفحہ ۵۹)

نتائج: (۱) شہادت علی اصغر امامؑ کی زندگی کے آخری لحظات میں واقع ہوئی۔ یعنی بقیہ تمام شہدائے بعد جناب علی اصغرؑ شہید ہوئے جس سے اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ جناب علی اکبرؑ جناب علی اصغرؑ کے لئے پانی لائے ہوں کیونکہ جناب علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد یہ کس شہادت واقع ہوئی۔

(۲) جناب علی اصغرؑ کی شہادت اچانک نہیں ہوئی بلکہ آپ کو قصد و ارادہ کے ساتھ دشمنوں نے وحشت ناک طریقہ سے قتل کیا۔

(۳) جناب علی اصغرؑ قتل کرنے کے بعد ظلم یزید اس طرح بے نقاب ہوا ہے کہ اس کی وحشت، بہیمیت، عداوت کی صفائی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ لیکن اگر یہ شہادت اتفاقیہ قرار دی جائے تو امامؑ کی مظلومی کی وضاحت کا عظیم ذریعہ ختم ہو جائے گا اور ظلم یزید کے بے نقاب ہونے کا واضح ترین راستہ بند ہو جائے گا۔ شہادت کو اتفاقیہ قرار دینا۔

قتل عمد کو قتل خطا قرار دیتا ہے جس کا فائدہ قاتل کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ مقتول کو۔
اتفاق شہادت ظالم کی مدد کرتی ہے اور جان بوجھ کر شہید کئے جانے کی روایت مظلوم کی
مدد کرتی ہے۔

(۳) ”پھر امام حسینؑ اپنے چھوٹے بچے علیؑ کو گھوڑے پر بٹھا کر صفِ اعدا
کے نزدیک لے گئے اور کہنے لگے، اے قوم جفا کا تم لوگوں کے زعم میں اگر گناہگار
ہوں تو میں ہوں۔ اس بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ کاش تم اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ
شدتِ عطش سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ اُن سنگدلوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر
اجازتِ ابنِ زیاد تم کو اور تمہارے اطفال کو ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔ اسی اثناء میں
حرمہ بن کابل اسدی نے ایسا تیر مارا کہ حلقِ علیؑ صغیر سے گذر کر امام حسینؑ کے بازو پر
لگا۔ (روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۲۷۲)

(۴) امامؑ نے کربلا میں سات بار استغاثہ فرمایا۔ تیسرے استغاثہ میں اپنے طفل
شیر خوار کے لئے پانی مانگا۔

تیسرے استغاثہ میں آپؑ نے صرف اپنے دودھ پیتے بچے کے لئے پانی مانگا اور
فرمایا کیا کوئی شخص ایسا ہے جو اس شیر خوار بچے کے لئے مجھے پانی لا دے۔ (جب لوگ
پانی نہ لائے) تو آپؑ نے فرمایا کہ اگر مجھے پانی نہیں دیتے ہو تو تم خود اس کو پانی پلا
دو۔ (خصائص حسینہ صفحہ ۱۸۱)

(۵) ابو اسحاق اسفرائینی کہتے ہیں۔ ”اس کے بعد آپؑ خیمہ میں داخل ہوئے اور
فرمایا اے زینبؑ۔ اے میری پیاری بہن۔ میرے چھوٹے بچے کو ادھر لاؤ کہ میں اسے
وداع کروں۔ زینبؑ نے کہا کہ اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا آپؑ اگر اس
کے لئے پانی مانگیں تو شاید لوگ اس بچے پر ترس کھا کر اس کو پانی دے دیں۔

امام حسینؑ نے بچے کو گود میں لے کر چوما۔ مگر وہ پیاس کا مارا ان کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا۔ پھر آپ اس بچے کو لے کر خائفین کے سامنے گئے اور کہا، تم نے میرے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں۔ اس کو پانی دو۔ آپ یہ کہہ رہے تھے کہ کسی بدکار، ناہنجار، باغی نے ایک زہریلا تیر مارا جو اس بچے کے گلے میں آکر لگا اور یہ معصوم بچہ وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔ درد مند باپ اس کا خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ الفاظ منہ سے نکل رہے تھے۔ اللّٰهُمَّ اشْهَدْ عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ اَللّٰہی تو ان لوگوں کے سلوک کا گواہ رہ۔“ (شمید اعظم، ج ۲، صفحہ ۱۹۱، نور العین ابوالساق اسفرائی، صفحہ ۳۹، ۴۰)

(۶) (حرملہ) نے اس کو (علی اصغرؑ کو) ایک زہر میں بچھا ہوا تیر مارا جو بچے کے حلق پر پڑا اور بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا۔ بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر تڑپا۔ امامؑ نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ہائے بچے، ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور علی اصغرؑ جو اس وقت اپنے باپ کا چہرہ دیکھ رہے تھے مسکرائے اور شہید ہو گئے، امامؑ بہت شدت سے روئے اور اصغرؑ کو ان کی ماں رباب کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اے رباب۔ اب یہ کبھی پیاس نہ ہوں گے۔ (بناء الاسلام صفحہ ۷۳)

(۷) مگر ایسا اضطراب نہ تھا کہ حضرت اسماعیلؑ کو (جناب ہاجرہ) ساتھ لے جاتیں۔ لیکن امام حسینؑ ایسے مضطر تھے کہ علی اصغرؑ کو سعی آب میں ہمراہ لائے۔ شاید حضرت کو ظن غالب اس کا ہو گیا ہو گا کہ جب تک پانی لاؤں گا اُس وقت تک کام ان کا تمام ہو جائے گا پس حضرت علی اصغرؑ کو گود میں لئے ہوئے سامنے صفوف لشکر کے کھڑے ہوئے اور علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہو گئی اور باواز بلند پکارے۔

”اے کوفہ اور شام کے رہنے والو۔ کیا محترم نبیؐ نے تم کو ایسی ہی وصیت کی تھی جیسی

روشِ ظلم تم نے اپنائی ہے کہ مسلسل تین راتیں اور تین دن ہم پر اس طرح گزرے ہیں کہ ہم کو پانی سے محروم رکھا گیا ہے۔ (بناء الاسلام صفحہ ۷۰، ۷۱)

امام حسینؑ نے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کا رخ کرنا چاہا تھا کہ اچانک خیمہ سے رونے کا شور بلند ہوا۔ امامؑ نے آواز گریہ سن کر رونے کی وجہ پوچھی۔ اہل حرم نے کہا۔ علی اصغرؑ پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں ان کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور شیر خوار ہلاکت کے قریب جا پہنچا ہے۔ امام مظلوم علی اصغرؑ کو دشمن فوج کی صفوں کے قریب لائے اور ہاتھوں پر اٹھا کر لشکرِ شام کو آواز دی کہ اے قوم اگر تمہارے خیال میں میرا کوئی گناہ ہو تب بھی یہ بچہ یقیناً بے گناہ ہے۔ اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ پیاس کی شدت سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اس پر ان جفا کاروں نے جواب دیا۔ حکم ابن زیاد کے بغیر ہم آپ کو یا آپ کے بچوں کو ایک قطرہ پانی نہیں دے سکتے۔ حرمہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر پھینکا۔ جو علی اصغرؑ کے حلق سے گذر کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ (روضۃ الشہد صفحہ ۳۵)

جناب علی اصغرؑ کی شہادت کی دوسری تفصیل کے لئے حسب ذیل حوالے ملاحظہ ہوں۔ شہادت جناب قاسمؑ کے بعد امام خیمہ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے اور آپ کے فرزند عبداللہ کو لایا گیا جو بچہ تھے امام نے اس بچے کو گود میں بٹھالیا۔ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچے کو ذبح کر دیا۔ (ارشاد مفید صفحہ ۲۲۲ مطبوعہ طہران، ۱۳۷۷ھ)

امامؑ نے اپنے کمسن فرزند عبداللہ کو مانگ کر اپنی گود میں بٹھایا اور اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچے کو ایک تیر مار کر ذبح کر دیا۔ (تاریخ کامل جلد ۴ صفحہ ۳۳)

جب امام حسینؑ (خیمہ کے سامنے) بیٹھ چکے تو آپ کے پاس آپ کا ایک بچہ لایا گیا جسے آپ نے اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس بچے کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے یہ عبداللہ

بن حسینؑ تھے۔ ابو مخنف کہتے ہیں کہ عقبہ بن بشیر اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو جعفر امام محمد باقر بن علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ اے بنی اسد تمہارے ذمہ ہمارا ایک خون ہے۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس میں میری خطا اور ذمہ داری کیا ہے۔ خدا آپ پر اے ابو جعفر رحمت نازل کرے اور وہ خون کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسینؑ کے پاس ان کا بچہ لایا گیا۔ وہ بچہ آپ کی گود میں تھا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچہ کو ذبح کر دیا۔ (طبری حصہ دوم جلد اول صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱)

پھر امامؑ نے عمامہ سر پر باندھا اور اپنے کسن بچے کو بلا کر گود میں بٹھایا۔ اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچہ کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ بچہ امام کی گود میں تھا اور لگنے والے تیر کا پھل چوڑا تھا۔ (الاخبار الطوال صفحہ ۲۵۵)

مذکورہ بالا عبارتوں سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ تاریخ التواریخ، مقتل ابی مخنف، روضۃ الاحباب، تاریخ احمدی، خصائص حسینہ، نور العین اسفرائی، روضۃ الشہداء، شہید اعظم، بناء الاسلام اور اعظم کوئی جس کا حوالہ آئندہ آئے گا۔ دس کتابیں جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے سلسلہ میں حسب ذیل باتوں پر متفق ہیں اور ان مسلم مورخین سے غیر مسلم مورخ میسومارین بھی متفق ہے کہ۔

(۱) جناب علی اصغرؑ بہت پیاسے تھے (آپ کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ پیاس کی شدت سے علی اصغرؑ رو رہے تھے اور ان کے رونے نے اہل حرم کو رولایا۔ علی اصغرؑ شدت عطش سے امامؑ کے ہاتھوں میں آکر تڑپ رہے تھے یہ تفصیل بھی ان کتابوں میں ہے چاہے سب میں نہ ہو۔)

(۲) امام بچے کو میدان میں دشمن فوج کے سامنے لائے اور علی اصغرؑ کے لئے پانی مانگا۔

(۳) حرمہ نے علی اصغرؑ کو تیر مار کر شہید کیا۔

مذکورہ بالا دس کتابوں کی بیان کردہ تفصیل کے برخلاف۔ ارشاد، کامل، طبری اور لاخبر الطوال میں جناب علی اصغر کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے۔ جبکہ آپ امام کی گود میں بیٹھے تھے۔ اور بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

ان چودہ کتابوں میں سے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں ہے کہ تیر کسی اور کو مارا گیا تھا مگر تیر اپنے نشانہ پر لگنے کے بجائے جناب علی اصغر کو لگ گیا بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ تیر آپ کو مارا گیا لہذا شہادت علی اصغر اتفاقہ تھی صرف بے بنیاد بحث ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ ”مجاہدہ کر بلا“، ”شہید انسانیت“، اور ”لوائح الاحزان“ کی عبارتوں سے بھی تیر کا بے ارادہ لگ جانا ثابت نہیں ہوتا۔ ”مجاہدہ کر بلا“ صفحہ ۳۰۱ پر درج ہے ”حرمہ بن کابل اسدی نے تیر بچے کی گردن پر لگایا“۔ لگایا کے بعد ارادہ قتل واضح ہے۔ شہید انسانیت طبع اول کے صفحہ ۳۵۸ پر درج ہے۔ حرمہ بن کابل اسدی کے تیر نے کام تمام کر دیا اور اسی طرح لوائح الاحزان صفحہ ۱۷۸ مطبوعہ دہلی کی عبارت ”ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا تیر زہر آلود آ کے لگا کہ حلق نازک سے پار ہو گیا“۔ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تیر مارنے والے نے تیر کسی اور کو مارا تھا جو جناب علی اصغر کو لگ گیا تاکہ شہادت اتفاقہ قرار دی جاسکے۔ کیونکہ دونوں عبارتوں میں صرف تیر لگنے کا ذکر ہے اور اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لگنے والا تیر علی اصغر کا نشانہ لے کر پھینکا گیا تھا یا کسی اور کو نشانہ بنایا گیا تھا اور جناب علی اصغر کو لگ گیا جبکہ لگنے والا تیر دونوں طرح کا ہو سکتا ہے لہذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ صرف ابہام سے غلط نتیجہ نکال کر شہادت کو اتفاقہ قرار دیا جائے۔ شہادت کے غیر اتفاقہ ثابت ہو جانے کے بعد شہادت جناب علی اصغر کے سلسلہ میں حسب ذیل باتوں میں اختلاف باقی رہ جاتا ہے۔

۱۔ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی یا میدان میں۔

۲۔ امامؑ نے جناب اصغرؑ کے لئے پانی مانگا یا نہیں۔ کیونکہ پانی مانگنا پیاس کی ایک دلیل ہے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی نہ ہونے کی بنا پر پیاس سے تھے اور پانی مانگنے کی بنیاد پر پانی کے وجود کی تمام روایتیں امامؑ کے ارشاد کے مطابق غلط قرار پاجاتی ہیں۔

۳۔ جناب علی اصغرؑ امامؑ کے ہاتھوں پر تھے یا امامؑ کی گود میں تھے۔ ابتدا میں جن دس کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جناب علی اصغرؑ کو امامؑ میدان میں لائے۔

آپ کے لئے دشمن سے پانی مانگا اور آپ امامؑ کے ہاتھوں پر تھے جب حرمہ نے تیر مارا البتہ بعد کی چار کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی۔ بچہ آپ کی گود میں بیٹھا تھا کہ قاتل کا تیر لگا۔ لیکن ان چاروں کتابوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ علی اصغرؑ تھے۔ جیسا کہ ارشاد اور کامل نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

۲۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا اس کا نام درج نہیں ہے جیسا کہ الاخبار الطوال میں ہے۔

۳۔ طبری لکھتا ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا طے نہیں ہے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ علی اصغرؑ تھے۔

اس کے برخلاف میدان میں شہادت جن کتابوں میں بیان ہوئی ہے وہ سب متفقہ طور پر جناب علی اصغرؑ کا نام لکھتی ہیں۔ لہذا خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا یہ بات مشتبہ قرار پاتی ہے کہ وہ اصغرؑ تھے یا نہیں اور میدان میں شہید ہونے والے علی اصغرؑ تھے یہ بات غیر اختلافی ہے۔ اس کے علاوہ ان چاروں کتابوں میں قاتل کا نام

بھی درج نہیں ہے بلکہ صرف اتنا ہے کہ بنی اسد کے کسی شخص نے تیر مارا۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن کتابوں نے میدان میں ایک شیر خوار بچہ کی شہادت لکھی ہے وہ متفق ہیں کہ یہ بچہ جناب علی اصغرؑ تھے اور ان کا قاتل حرمہ تھا یعنی یہ کتابیں مظلوم اور ظالم۔ مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی کرتی ہیں۔

لیکن جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے ایک کمن بچہ کی شہادت درج ہے وہ اختلاف رکھتی ہیں کہ یہ بچہ کون تھا جناب علی اصغرؑ یا کوئی اور صرف ارشاد اور کامل دو کتابوں نے اس بچہ کا نام علی اصغرؑ لکھا ہے۔ طبری مشتبہ ہے۔ الاخبار الطوال میں کسی کا نام درج نہیں ہے اور ان چاروں میں قاتل کا قبیلہ بیان ہوا ہے۔ قاتل کا نام مذکور نہیں ہے۔ لہذا یہ کتابیں مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی نہیں کرتی ہیں۔ اب آپ کے سامنے اعثم کوئی کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو شہادت جناب علی اصغرؑ کی اس اختلافی گتھی کو سلجھاتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک خیمہ کے سامنے جو علی اصغرؑ نہ تھے اور دوسرا بچہ میدان میں شہید ہوا جو علی اصغرؑ تھے۔

اسی مورخ (اعثم کوئی) کے موافق :-

”اب حسین ابن علیؑ تمہارے گئے کوئی ایک شخص بھی پاس نہ رہا صرف سات برس کا بھتیجا عمر نام اور بھائی کا شیر خوار پوتا باقی تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار عورتوں کے خیمہ کے دروازہ تک تشریف لائے اور کہا میرے بھتیجے کو میرے پاس لاؤ کہ اسے دیکھ کر رخصت کروں۔ عورتوں نے اس شیر خوار کو آپ کے دست مبارک پر رکھ دیا۔ آپ اسے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک تیر اس بچے کے سینہ پر لگا، اسی وقت جان بحق ہو گیا۔ پھر گھوڑے سے اتر کر تلوار سے گڑھا کھودا اور اس بچہ کی نعش دفن کر دی اور اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے نہایت مضطرب تھا اپنے آگے زین

پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی۔ اے ظالم قوم اگر تمہارے خیال میں میں گناہگار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسین ابن علیؑ کی آواز سن کر ان میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا جو شیر خوار کے گلے کو چھیدتا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ تیر کے نکالتے ہی بچے کی روح پرواز کر گئی۔ امیر المومنین لاش لے کر آئے اور اس کی ماں کو دیکھ کر کہا۔ لے، تیرا بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا۔ (شہید اعظم ج ۲، صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱) (اعثم کوئی صفحہ ۶۳۲، ۶۳۳، مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء)

اعثم کوئی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک درخیمہ پر اس وقت شہید ہوا جب آپ اسے رخصت کر رہے تھے۔ یہ بچہ حضرت کے کسی بھائی کا پوتا تھا۔ جناب علی اصغرؑ کی شہادت کی وہی تفصیل ہے جو پہلے کی عبارتوں میں بیان ہو چکی ہے۔ غرضیکہ پہلی دس کتابوں کی متفقہ تحریر بتاتی ہے کہ میدان میں شہید ہونے والا بچہ جناب علی اصغرؑ تھے۔ بعد کی چار کتابیں جن میں خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے بچے کا نام اختلافی ہے کہ وہ علی اصغرؑ تھے یا کوئی اور بچہ۔ اس کے برخلاف اعثم کوئی نے یکجا طور دونوں شہادتیں لکھ کر بات واضح کر دی کہ دونوں بچے الگ الگ ہیں۔ اعثم کوئی کی وضاحت اور پہلی دس کتابوں کی صراحت کے بعد طے ہو جاتا ہے کہ میدان میں شہید ہونے والے علی اصغرؑ تھے۔ جناب علی اصغرؑ کا قاتل قبیلہ بنی اسد کا حرمہ تھا اس کے برخلاف دوسرے شیر خوار بچے کا قاتل کا نام نہیں معلوم ہے۔ خیمہ کے سامنے شہادت کا بیان جن کتابوں میں ہے ان میں بھی بچے کے قاتل کا نام نہیں ہے صرف ذکر ہے کہ قاتل قبیلہ بنی اسد کا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قاتل کا اسدی ہونا ہی اس اشتباہ کا باعث ہوا ہو کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے جناب علی اصغرؑ تھے جن کا قاتل حرمہ اسدی ہے

بہر حال ساری کتابوں کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ ارشاد۔ کامل کو غلط فہمی ہوئی کہ جناب علی اصغر خیمہ کے سامنے شہید ہوئے جبکہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ دوسرا تھا اور جناب علی اصغر میدان میں شہید ہوئے جن کو پانی پلانے کے لئے امام دشمن کی فوج کے سامنے لے گئے تھے اور ہاتھوں پر اٹھا کر آپ کے لئے پانی مانگ رہے تھے کہ حرمہ کے تیر نے شہید کر دیا۔

میں لکھ چکا ہوں کہ شہید انسانیت اور مجاہدہ کر بلا میں بھی جناب علی اصغر کی اتفاقہ شہادت درج نہیں ہے۔ لہذا ان دونوں کتابوں کے فاضل مؤلف کو اس کس شہید کی اتفاقہ شہادت کا الزام دینا نا درست ہے البتہ موصوف نے شہید انسانیت طبع اول اور مجاہدہ کر بلا میں شہادت جناب علی اصغر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سلسلہ میں مجھے کچھ دوسرے شکوکے ضرور ہیں۔ پہلے دونوں عبارتیں ملاحظہ فرمائیے۔

”حسین کا یہ آخری حربہ تھا جسے وہ میدان جہاد میں سب سے آخر میں استعمال کر رہے تھے انسانیت لرزہ بر اندام تھی جب یہ کس بچہ حسین کے ہاتھوں پر تھا اور حرمہ بن کاہل اسدی کے تیر نے اس کی گردن توڑ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ (شہید انسانیت طبع اول صفحہ ۳۵۸)

”امام جب شہادت پر عازم ہو گئے تو درخیمہ پر آکر اس بچے کو دیکھنے کے لئے اہل حرم سے منگوایا بچہ بیا سا ضرور تھا اور یقیناً بہت پیاسا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے دشمنوں سے علی اصغر کے لئے پانی مانگا۔ زمین آسمان کانپ گئے، انسانیت نے فریاد کی۔ رحمہ کی آٹھ آٹھ آنسو روئی۔ جب حرمہ بن کاہل اسدی نے تیر چلہ کمان میں جوڑا۔ بچے کی گردن پر لگایا اور بچے اپنے باپ کے آغوش میں تمام ہو گیا۔“ (مجاہدہ کر بلا صفحہ ۳۰۱)

موصوف کی مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کے بارے میں مجھے حسب ذیل شکوکے ہیں۔

۱۔ شہید انسانیت میں درج ہے کہ بچے امام کے ہاتھوں پر تھا اور حرمہ بن کاہن اسدی نے تیر مار کر شہید کیا۔ جناب علی اصغر کا امام کے ہاتھوں پر ہونا صرف اس روایت میں درج ہے جس میں آپ کی شہادت میدان میں ہونا درج ہے۔ جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے شہادت درج ہے ان میں گود میں بیٹھا ہونا درج ہے۔ لہذا بچہ امام کے ہاتھوں پر تھا اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شہید انسانیت میں علی اصغر کی شہادت میدان میں درج کی جبکہ امام آپ کے لئے پانی مانگ رہے تھے اور اسی لئے آپ کو ہاتھوں پر اٹھایا تھا۔ اس کے برخلاف، مجاہدہ کربلا، میں شہادت خیمہ کے سامنے درج کی ہے۔ ایک قلم کا دو کتابوں میں ایک شہادت کا دو طرح سے لکھنا بے معنی سی بات ہے جب تک پہلی رائے کے بدلنے کا ذکر نہ کیا جائے اور تبدیلی رائے کے دلائل نہ لکھے جائیں خصوصاً جبکہ مجاہدہ کربلا کے فت نوٹ میں درج بھی ہے کہ یہ دراصل شہید انسانیت ہے تو گویا ایک ہی کتاب میں ایک شہادت بے سبب دو طرح لکھی ہے۔ جس کی کوئی وجہ درج نہیں ہے۔

۲۔ جب اعثم کوئی۔ ناح، قتل ابی مخنف، روضۃ الاحباب، تاریخ احمدی، خصائص حسینہ، نور العین اسرار النبی، روضۃ الشہداء، شہید اعظم، بناء الاسلام، دس تاریخ و مقاتل کی کتابوں میں پانی مانگنا درج ہے تو فاضل مؤلف کا پانی مانگنے کے لئے یہ لکھنا کہ ”تاریخ کا بیان ہے یہ بھی نہ تھا“ صرف واضح غلط بیانی ہے جس کا کوئی جواز نہ تھا۔ اور مورخ ہونے کا دعویٰ کرنے والے قلم سے ایسا لکھا جانا نہ صرف نامناسب ہے بلکہ سینہ زوری بھی ہے۔

۳۔ مجاہدہ کربلا میں لکھا ہے کہ حرمہ کا تیر اُس وقت لگا ہے جب آپ ”بچہ کو گلے سے لگائے ہوئے اسے رخصت کر رہے تھے“۔ یہ تحریر بھی بے اصل و بے بنیاد ہے کیونکہ

جن کتابوں نے جناب علی اصغرؑ کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے اُن سب نے متفقہ لکھا ہے کہ بچہ گود میں بیٹھا تھا۔ البتہ اعظم کوئی نے جناب علی اصغرؑ کے علاوہ جس دوسرے شیر خوار کی شہادت لکھی ہے جو امّ کے کسی بھائی کا پوتا تھا اور جس کی شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی ہے اس کے لئے لکھا ہے کہ ”آپ اُسے پیار کر رہے تھے“۔ پیار کرنے کے مفہوم کی تشریح گلے لگانے سے کی جاسکتی ہے اس طرح واضح ہوتا ہے کہ موصوف نے ایک فقرہ اعظم کوئی کا لیا جو شہادت علی اصغرؑ سے متعلق نہ تھا اور دوسرا فقرہ ارشاد وغیرہ سے لیا اور دو مختلف النوع عبارتوں سے ایک نئی عبارت مرتب کر دی۔ مگر ایسا کرنا ذہنوں کو گمراہ کرنا بھی ہے اور تاریخ نویسی کے فن سے دیانت کا سلوک نہ کرنا بھی ہے۔

۴۔ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ شہید انسانیت میں حرمہ کا باپ کا نام کاہن لکھا ہے اور مجاہدہ کر بلا میں کاہل لکھا ہے لیکن زیادہ قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ ارشاد طبری۔ کامل جنھوں نے خیمہ کے سامنے جناب علی اصغرؑ کی شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام نہیں لکھا ہے صرف قبیلہ لکھا ہے اور جن کتابوں نے میدان میں شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام مع قبیلہ لکھا ہے۔ جیسے گلے سے لگانے والی عبارت میں دوا لگ الگ شہادتوں کے تذکروں سے ایک ایک فقرہ لے کر ایک نئی عبارت بنادی اسی طرح اس موقع پر بھی شہادت علی اصغرؑ کی دو مختلف روایتوں سے ایک ایک فقرہ لے کر شہادت نئے انداز میں لکھ دی۔ حالانکہ اگر خیمہ کے سامنے شہادت کی روایت صحیح مانی تھی تو قاتل کا نام لکھنے کا حق نہ تھا اور اگر قاتل کا نام لکھا تھا تو شہادت کا میدان میں ہونا لکھنا چاہیے تھا۔ بغیر دلیل و توضیح جہاں کا فقرہ پسند آیا اسے جس دوسرے فقرے سے چا جوڑ دیا یہ تاریخ نویسی نہیں بلکہ علمی دنیا میں من مانی کرنا ہے اور من مانی بہر حال ناجائز ہے۔ اصل مسئلہ شہادت جناب علی اصغرؑ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس بحث میں اتنا

اور لکھنا ہے کہ خیمہ کے سامنے جس بچے کی شہادت ہوئی وہ جناب علی اصغرؑ تھے اس کی مزید تائید روضۃ الصفا... ج ۳ صفحہ ۵۸ سے ہوتی ہے۔ اس صفحہ کی سطر ۵۳ تا ۵۴ پر درج ہے۔

”عورتوں کے علاوہ مردوں میں امام حسینؑ کے ساتھ صرف امام زین العابدین اور امام حسینؑ کے دوسرے فرزند جو ایک سال کے تھے اور ان کا نام عمر تھا اور ایک آپ کے پوتے باقی تھے۔ جن کے دودھ چھوٹنے کی عمر ابھی نہیں ہوئی تھی۔ امّامؑ نے عورتوں کے خیمہ پر جا کر اپنے بھائی کے پوتے کو رخصت کرنے کے لئے طلب کیا۔ امام اس بچے کے رخسار پر بوسہ دے رہے تھے کہ ایک تیر نے آکر بچہ کو شہید کر دیا۔“

روضۃ الصفا کی عبارت اعظم کوئی کی تائید کرتی ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ علی اصغرؑ تھے بلکہ امام کے بھائی کا پوتہ شہید ہوا تھا۔ صاحب روضۃ الصفا اسی صفحہ پر ۵۸ کی سطر ۲۱، ۲۲ پر امام حسینؑ کے ایک سالہ بچہ عمر نامی کی شہادت لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”خیمہ سے امّامؑ کے ایک سالہ فرزند کے رونے آواز آئی آپ نے اس بچہ کو بلا کر گود میں بٹھایا تھا کہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر شہید کر دیا۔“

اس عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ بچہ علی اصغرؑ تھے کیونکہ ان کا نام عمر درج ہے اور سن ایک سال جبکہ جناب علی اصغرؑ کی عمر متفقہ طور پر چھ ماہ ہے۔ مقصود صرف یہ ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے علی اصغرؑ تھے۔ اگرچہ عمر نامی ایک سالہ فرزند حسینؑ کا وجود ثابت نہیں ہے اور کم از کم کر بلا میں نہ ہونا طے شدہ ہے۔

میں نے شہادت جناب علی اصغرؑ کو اس طول کے ساتھ اس لئے پیش کیا کہ اس شہادت سے عطش حتیٰ کہ بچوں کی شدید پیاس ثابت ہوتی ہے اور پانی مانگنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی کے باوجود پیاس کا تصور غلط ہے پانی مانگنے کو جھٹلانا پانی کی

جھوٹی روایتوں کی تکذیب کرنے والی ایک دلیل کو کم کرنا ہے اور ان جھوٹی روایتوں کے ناممکن احتمال کو ممکن بنانے کی کوشش کرنا ہے جو تاریخی حقائق کی روشنی میں ناممکن کوشش ہے۔ ("پاس" تالیف مولانا سید غلام عسکری، صفحہ ۱۶۱ تا ۱۸۷)

۴۳۔ شیر خوار بچوں کی اہمیت اور علی اصغر:

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ:

اولادنا اکبادنا سغرائهم امرائنا

ہماری اولاد سب ہمارے پارہ جگر ہیں خواہ بچے ہوں یا بزرگ ہو گئے ہوں اور

فرمایا کہ: احبوا الصبيان وارحموهم

بہ کو دکان محبت کنید بچوں سے پیار محبت کرو اور ان کی کمزوری و ناتوانی پر رحم کرو۔ ایک روایت کتابوں میں موجود ہے کہ جس میں شیر خوار بچوں کی اہمیت نزد خدا کتنی ہے۔ (۱۔ مستدرک ابواب، ابواب الاولاد، باب ۶۳، ص ۳۴)

(۲۔ وسائل، ابواب احکام الاولاد، باب ۸۸، ص ۳۴)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے بندگان خدا اپنے گناہوں کی طرف توجہ کرو۔ کہ تم کس قدر گناہ کرتے رہتے ہو۔ ظلم کرتے رہتے ہو۔

دیکھو اور غور کرو کہ اگر جانوران صحرا (کمرخمیدہ) اور ان کے شیر خوار بچے جو گناہ سے دور ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو ہم تم پر زبردست عذاب بھیج دیتے جس کے تم سزاوار ہو۔ ہم دوسرے جانوران صحرائی کے طفیل انسان کے گناہوں پر درگزر کر جاتے ہیں کہ اگر انسان پر عذاب کیا گیا تو یہ جانوران صحرائی اور معصوم بچے عذاب کی لپیٹ میں آجائیں گے۔ ان شیر خوار بچوں کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا زبردست اور بڑا ہے

کہ یہ معصوم بچے شیر خوار جو اپنی ماں کا دودھ چوس رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے عذاب کو ٹالے رکھتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندوں کے گناہوں کے سبب بارش ہونا بند ہو جاتی ہے۔ تو قوم کے نیک و صالح مومن بغیر اذان اور اقامت زیر آسمان دور رکعت نماز استسقی پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اور تکبیرات پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو انسانوں، جانوروں اور شیر خوار بچوں کا واسطہ دیتے ہیں گریہ کر کے التجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

اللہم ارحمنا بالمشایخ رکعاً و الصبیان رضعاً و

کبھی کبھی دعا اسی وقت قبول ہو جاتی ہے اور بارش شروع ہو جاتی ہے۔ پاک بی بی حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے حدیث قدسی بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کہ اگر بزرگان قوم، صالح مومنین نماز گزاران اپنے فرائض اور نوافل ادا نہ کریں اور حیوانات اور ان کے شیر خوار بچے نہ ہوتے تو ہم سخت عذاب نازل کرتے۔ اس لئے حکم ہے کہ ایسی سختی کے عالم میں بارش طلب کرنے کی نماز پڑھنی چاہیے اور بزرگ حضرات مومن صالح بھوکے پیاسے جانور اور ان کے شیر خوار بچے اپنے ساتھ لا کر ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ طریقہ بہت پسند ہے اور فوراً ہی رحم آ جاتا ہے۔

(۱۔ بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۳۳۳، روایت ۱۸، باب ۱)

(۲۔ همان، ج ۹۱، ص ۳۱۴، روایت ۳، باب ۱)

۴۴۔ پیاس کی شدت سے زبان حلق میں چپک گئی تھی:

عاشورہ کی گرمی کے بارے میں کہ اہل بیتؑ کو کس قدر تشنگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰؑ عاشورے کی بیشمار مصیبتیں ہیں جن میں ایک مصیبت شیر خوار کی تشنگی کی ہے کہ جو موت سے قریب تھا اور عورتوں، بچوں بزرگوں کی

پیاس کی شدت اتنی تھی کہ ان کی جسمانی کھال خشک ہو گئی تھی اور پھٹ گئی تھی جیسے کہ کھال کو آگ میں ڈالیں تو جگہ جگہ سے وہ پھٹ کر خراب ہو جاتی ہے۔ اے موسیٰ اہل بیت محمدؑ نے ہر چند چاہا کہ ہماری مدد کی جائے مگر نہ کسی نے مدد کی اور نہ کسی نے پناہ دی بلکہ بے شمار ظلم کئے اور امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو ان کے پیراہن (شلو کے) میں لپیٹ کر تمام لعینوں کے سامنے بلند کیا اور پانی طلب کیا اور ان لعینوں نے تیرسہ شعبہ سے علیؑ کو شہید کر ڈالا۔ اب اندازہ کر لیں کہ پیاس سے زبان تالو میں چپک گئی تھی۔ (۱- مفتاح البیۃ، تالیف عالم طہیل مقدس زنجانی، ص ۱۱۹)، (۲- همان پنج ہس ۱۲۰)

۴۵۔ شیر خوار علیؑ پر پیاس کا غلبہ:

ایک بزرگ نے بیان کیا ہے کہ ایک بچے کو پیاس نے بہت بے چین کیا۔ بچہ بہت پریشان تھا۔ اس کی بے چینی سے پورا گھر اندھ پریشان ہو گیا۔ محلے کے حکیم کی دوا دی گئی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بے چینی بڑھتی ہی گئی۔ اس کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئیں، رنگ زرد ہو گیا اور بچہ تیز تیز سانس لینے لگا۔ ایسا لگا کہ بچہ مرنے والا ہے۔ گھر والے اداس ہو چکے تھے۔

غرض یہ لوگ پانی کے چشمے کی طرف گئے۔ وہاں پانی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ بچے نے پانی کی طرف اشارہ کیا بچے کو تھوڑا پانی دیا گیا۔ دھیرے دھیرے بچہ پانی پیتا رہا اور اس میں توانائی آ گئی۔ اب یہاں حضرت علیؑ اصغرؑ شیر خوار (شہزادے) کا حال ملاحظہ فرمائیں کہ عمر چھ ماہ کی ہے اپنی آنکھوں کو کھول کر باپ کو دیکھا اور اپنے ہاتھوں کو اتنی بے چینی سے حرکت دی کہ جیسے جانوروں کا سر کاٹ دیا جائے اور بے سر جان پھڑکتی ہے۔ علیؑ اصغرؑ کا خون جاری ہو گیا۔ امام حسینؑ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا اور کچھ خون اپنے منہ پر لے لیا اور کچھ خون علیؑ اصغرؑ کے جسم پر مل دیا تاکہ یزیدیوں

کے جرم کی سند باقی رہے۔ (۱۔ خطیب ایران جناب حجۃ الاسلام والسلمین آقائی فاطمی نیا)
(۲۔ مقتل لالہ ہا مجموعہ مراثی عزت، مولف شیخ احمد نحرانی دشتی، ص ۱۸۵)

۴۶۔ خیام حسینی پر پانی کا بند کیا جانا:

سات محرم کو یزیدی فوج کو حکم ملا کہ خیام حسینی کا پانی بند کر دیں۔ پانی بند کر دیا گیا۔
خیموں میں پانی ختم ہو گیا۔ تشنگی نے امام اور اہل حرم کو پریشان کر دیا۔ تمام اصحاب حسینیؑ
نے پانی حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ملعون عمر بن سعد نے پانی بند کرنے پر سختی کر دی۔
امام کے اہل حرم پانی سے بے چین ہو گئے اور روز عاشورہ کو تو تشنگی عروج پر پہنچ چکی تھی۔
کئی وجوہات ہو گئیں۔

- ۱۔ پانی خیموں میں نہیں تھا۔
- ۲۔ دھوپ شدت کی تھی۔ سائے کیلئے کوئی درخت بھی نہیں تھا۔
- ۳۔ زمین کربلا آگ کی طرح جل رہی تھی۔
- ۴۔ لباس جنگ (زرہ) وغیرہ پیاس سے مارے ڈالتی تھی۔
- ۵۔ عورتوں کا صدموں کو برداشت کرنا کہ عزیز واقارب اور بچے نظروں کے سامنے مر رہے تھے۔

- ۶۔ جسم پر بے شمار زخم تیر و سناں اور خون بہہ جانا۔
 - ۷۔ معصوم چھوٹے بچوں کا پیاس سے ترپنا۔
 - ۸۔ بھوک بڑھ جانا اور خوراک نہ ملنا۔
 - ۹۔ عاشورہ تیز گرمیوں میں واقع ہونا وغیرہ۔
- اب ان حالات کے ہوتے ہوئے امام حسینؑ کی مصیبتوں پر غور کریں۔ آخر میں
امام حسینؑ نے اپنی پیاس کا پیغام اپنے شیعوں کو پہنچایا ہے کہ اے میرے شیعوں! میں

پیاسا شہید ہوا ہوں۔ جب بھی تم ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے اور میرے اہل خرم کی پیاس کو یاد کر لیا کرنا اور ہم شیعہ ایسا روزانہ کرتے ہیں۔

۴۔ حضرت علی اصغر کا گریہ پیاس کی شدت میں:

کتاب مشیر الاحزان میں بی بی پاک حضرت سیکندہ بنت الحسینؑ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ:

نوحرم کو ہمارے خیموں میں پانی بالکل نہ تھا۔ بچوں کی پیاس کی انتہا ہو گئی تھی کہ بچے پیاس کے مارے چیخ پکار کر رہے تھے۔ پانی۔ پانی۔ پانی۔ ہمارے تمام پانی کے برتن اور مشکیزے تمام کے تمام خشک پڑے ہوئے تھے۔ ہم تمام بچوں کی پیاس آخری درجے پر پہنچ چکی تھی۔ میں اپنی پھوپھی جناب زینب کبریٰ کے پاس گئی تاکہ تمام بچوں کی پیاس کا ذکر کروں۔ جیسے ہی میں اپنی پھوپھی صاحبہ کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ میرے بھائی علی اصغر کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور علی اصغر کی اتنی خراب حالت شدت پیاس سے تھی کہ کبھی وہ بیٹھتے تھے کبھی گر پڑتے تھے اور مثل ماہی بے آب (جس طرح مچھلی پانی سے باہر تڑپتی رہتی ہے) تڑپ رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ میری پھوپھی صاحبہ علی اصغر سے کہہ رہی تھیں کہ میرے بھتیجے صبر کرو۔ صبر اے علی اصغر تمہاری پیاس کی انتہا ہو چکی ہے۔ یہ بات تیری پھوپھی کیلئے کتنی تکلیف دہ ہے کہ میں تجھے روتا ہوا بے تابی میں دیکھتی ہوں لیکن تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ بی بی سیکندہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی کی یہ گفتگو سنی تو رونے لگی۔ میری پھوپھی نے فرمایا سیکندہ بے بی ادھر آؤ میں نے کہا جی ہاں ابھی آتی ہوں پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کس لئے رو رہی ہو۔ میں نے کہا کہ میرا بھائی علی اصغر کس قدر پیاسا اور بے چین ہے اس کی وجہ سے رو رہی ہوں اور میں نے اپنی پھوپھی سے اپنی پیاس کی

شکایت نہیں کی کہ میں کس قدر پیاسی ہوں۔ پھر میری پھوپھی نے فرمایا کہ کاش میں اپنے مددگار خواتین تک جاسکتی کہ پتہ لگاؤں پانی ہے۔ میری پھوپھی گود میں علی اصغر کو لئے چچا کے خیمے کی طرف گئیں پای طلب کیا مگر پانی کہاں رکھا تھا۔ تمام بچے حضرت رقیہ سمیت جو پیاس سے بے تاب تھے سب ہمارے پیچھے پیچھے خیموں میں جا رہے تھے۔ میری پھوپھی اماں امام حسنؑ کے فرزندوں کے خیمے میں بیٹھ گئیں اور کسی کو خیمہ اصحاب و انصار کی طرف بھیجا کہ شاید کچھ پانی مل جائے لیکن افسوس پانی کہاں تھا؟ جب پانی نہ ملا تو پھوپھی اماں اپنے ہی خیمے میں واپس آ گئیں اور ان کے پیچھے پیچھے ۲۲ بچے چھوٹے چھوٹے پیاسے تھے۔ بچے شدت پیاس سے صدائیں بلند کر رہے تھے العطش العطش۔ ہائے پیاس نے مار ڈالا۔ ہم بھی ان کے ساتھ صدائیں بلند کر رہے تھے۔

اسی دوران امام کے ایک مددگار حضرت بریر ہمدانی نے صدمے کی وجہ سے خود کو زمین پر گرادیا اور اپنے سر پر غم کی وجہ سے مٹی ڈالنے لگے۔

۴۸۔ لشکر یزید سے امام حسینؑ کا اتمامِ حجت کرنا:

جب روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچے پانی سے نڈھال ہیں اور حضرت علی اصغرؑ کا تو یہ عالم ہے کہ اس طرح ٹرپ رہے ہیں جیسے کہ مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر ڈال دیا جائے تو وہ پانی کے بغیر تڑپتی ہے۔ تب امام حسینؑ میدانِ کارزار میں آئے اور لشکرِ عمر بن سعد سے خطاب فرمایا کہ:

”اے افواجِ کوفہ و شام کیا تمہارے سامنے دریائے فرات اس طرح بہہ رہا ہے جیسے کہ ساپ اچھل اچھل کر چلتا ہے۔ اس پانی سے تمام تو میں یہود و نصاریٰ، جانور، گھوڑے، اونٹ، کتے، سور غرض سب پانی پی رہے ہیں اور آلِ رسولؐ فرات کے کنارے پیاس سے بے جان ہو کر مر رہی ہے۔“

ہاں۔ ہاں۔ حسین بن علیؑ اپنے اہل حرم اور ناصروں کی شدتِ تشنگی کے گواہ تھے اور پیاس کو بیان فرما رہے تھے اور امام حسینؑ اتنے زبردست (غیور تھے) کہ اپنے لئے پانی کبھی بھی طلب نہیں کرتے لیکن حضرت علی اصغرؑ کی پیاس سے مجبور ہو گئے تھے۔ اس لئے اتمامِ حجت کیا تا کہ کافروں کو حقیقت معلوم ہو جائے۔ امام معصوم بچوں، عورتوں کی پیاس کی شدت سے مجبور ہو گئے علی اصغرؑ کی حالت تو اور بھی خراب تھی جس کی وجہ سے امام حسینؑ نے لشکرِ عمر بن سعد سے اتمامِ حجت کیا۔

ایک ایک کے گوش گزار کر دیا لیکن ان لوگوں نے کیسا برا جواب دیا یہ سب دنیا کو معلوم ہے۔

ج، شہادتِ علی اصغرؑ:

۴۹۔ شبِ عاشور شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر دینا:

شبِ عاشورہ کو امام حسینؑ نے اپنے یا در و انصار و خاندان کو ایک خیمے میں جمع کیا اور آپ نے سب کو خوش خبری دی کہ کل کو ہمیں شہادتِ عظیم حاصل ہوگی۔ امام حسینؑ جب خطاب فرما چکے تو جنابِ قاسمؑ نے فرمایا کہ بیچا جان محضرِ شہادت میں کیا میرا بھی نام ہے؟ امام حسینؑ رونے لگے اور بھتیجے قاسمؑ سے فرمایا اے قاسمؑ تم موت کو کیسا سمجھتے ہو تو جواب ملا کہ عمو جان۔ شہادت میرے لئے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ تیرا چچا تجھ پر قربان ہو۔ اے قاسمؑ تمہارا نام بھی محضرِ شہادت میں ہے اور تو اور کل کو علی اصغرؑ بھی شہید کیا جائے گا۔

حضرت قاسمؑ نے فرمایا کہ عمو جان۔ کیا دشمن درانہ خیموں میں گھس آئیں گے کہ بھیا علی اصغرؑ کو خیمے میں آ کر شہید کرینگے۔ امام حسینؑ نے فرمایا بیٹا میں علی اصغرؑ کو میدان

میں لے کر جاؤں گا وہاں ان کو فاسق مرد تیر کا نشانہ بنائے گا اور علی اصغرؑ جنت کو سدھار جائینگے اور صبر کروں گا اور صبر کی جزاء تجھ سے چاہوں گا۔ ہاں دشمنوں کے نیزے سے قتل کیا جاؤں گا اور پشتِ خیمہ جو آگ جلائی ہے اس کی گرمی سے زبان خشک ہو جائے گی اور عمر بن سعد لعین مجھے بری طرح سے شہید کرے گا اور وہ ہونے والا ہے جو اللہ کی طرف سے حکم جاری ہو چکا ہے۔

پھر امام حسینؑ رونے لگے یہاں تک کہ بلند آواز خیمے سے باہر جا رہی تھی۔

(ارشاد اذ شیخ مفید ۲۱۵، بحار الانوار جلد ۴۴، ص ۳۹۳)

۵۰۔ اے والے نہرِ علقمہ، تجھ سے ہمیں شکایت ہے:

اب عاشورہ کو ظہر کا وقت آگیا۔ تمام بچے اہل حرم کے پیاسے ہیں۔ امام حسینؑ نے فرات کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے فراتِ حسرت اور افسوس ہے تیرے حال پر کہ تیرے کنارے آلِ رسولؐ اور ان کے ناصر شہید کئے جا رہے ہیں۔ چھوٹے بچے پیاس سے مر رہے ہیں گویا کہ تیرا پانی ہم پر حرام ہو گیا ہے۔

یہ باتیں ہوا کے ذریعے باہر آواز آگئی۔ یہ باتیں سن کر تمام بیٹیوں اور بچیوں، مخدراتِ عصمت و طہارت کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔

واعطشا واغربتا واذلا

فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ۔ امام حسینؑ روئے اور فرمایا:

لا حول ولا قوة الا بالله (صحابِ رحمت، ص ۵۶۴)

۵۱۔ انصارِ حسینؑ کی شہادت:

امام حسینؑ نے اپنے چاروں طرف نگاہ کی جب کسی کو نہ پایا تو امام حسینؑ کی مدد کیلئے

امام سجادؑ خیمے سے باہر آئے۔ پیر کمزوری سے لڑکھڑا رہے تھے۔ جناب ام کلثومؑ بیمار سجادؑ کے پیچھے دوڑیں کہ سجادؑ واپس آ جاؤ۔ سجادؑ نے فرمایا پھوپھی اماں مجھے چھوڑیئے تاکہ بابا کے ساتھ جہاد کروں۔ امام حسینؑ نے جناب ام کلثومؑ سے فرمایا کہ بہن تم سجادؑ کو سنبھالو کہیں زمانہ نسل علیؑ سے خالی نہ ہو جائے۔ (بحار الانوار، ج ۱۰)

۵۲۔ قیامت خیز مصائبِ رخصتِ امام حسینؑ:

مرحوم نوری نے میرزا یحییٰ ابھری سے نقل کیا ہے کہ خواب میں دیکھا علامہ مجلسی نے صحنِ مطہر سید الشہد ابائیں سمت میں بیٹھے ہیں مشغول درس ہیں شروع اس طرح کیا اور جب چاہا کہ مصیبت پر نہیں تو اتنے میں کوئی ہستی آئی اور کہا کہ پاک بی بی حضرت فاطمہ الزہراءؑ فرماتی ہیں کہ وہ مصائب بیان کرو کہ میرا بچہ مجھ سے کیسے وداع ہوا۔ علامہ مجلسی نے مجلس میں مصائب وداع پڑھے کافی بڑا مجمع آیا تھا اور بہت گریہ ہوا تھا کہ میں نے اپنی پوری عمر میں اتنا زیادہ مجمع نہیں دیکھا تھا۔ (صحاب رحمت، ص ۵۴۷)

۵۳۔ رخصتِ علی اصغرؑ پر حضرت ام ربابؑ نے خشک لبوں کا بوسہ لیا:

حضرت ربابؑ نے جب دیکھا کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو پھوپھی کی گود میں دیکھا تو اپنی گود میں لے لیا اور اس کے خشک لبوں کو بوسہ دیا پھر فرمایا کہ افسوس ہے اس قوم جفا کار پر کہ یہ اپنے نبیؐ کی اولاد کی دشمن ہے۔

۵۴۔ علی اصغرؑ کا خون خدا کا خون تھا:

یہ کون بچہ ہے کہ اس کے خون کو خدا کا خون کہا جا رہا ہے۔ اس کے پھول جیسے منہ کو پیار کیلئے اچھا سمجھا جا رہا ہے۔ سید الشہد کی گود میں کیسا خوش ترین پھول ہے۔ میں بھی اس جان پر قربان ہو جاؤں اور تمام دنیا اس چاند پر قربان ہو جائے۔ اس کے ہونٹ تو بند ہیں خاموش ہے مگر یومِ الست کی اطلاع دے رہا ہے اور تمام اہل حرم نے اپنے

ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیئے ہیں۔ (غلّ میثم، ج ۲، ص ۳۲۱)

۵۵۔ امام حسینؑ سے حضرت زینبؑ کی درخواست:

پھر امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو جناب زینبؑ کے سپرد کر دیا۔ حضرت زینبؑ نے سوچا کہ اپنی نشانی میرے سپرد کر دی ہے لیکن علی اصغرؑ کی تو پیاس بجھا سکتی ہوں اس لئے بھائی جان کی خدمت میں عرض کیا۔ اے بھائی جان علی اصغرؑ پیاس کی وجہ سے جان بلب ہے میں کیسے پیاس بجھاؤں لہذا آپ اسے لشکر کے سامنے لے جا کر پانی طلب کریں۔

۵۶۔ امام حسینؑ سفید لباس میں علی اصغرؑ کو باہر لائے:

امام حسینؑ سفید لباس (شلو کے) علی اصغرؑ کو باہر لے کر آئے اور ذوالفقار شمشیر کو نیام سے باہر نکال لیا اور اس کی چمک سے لشکریوں کی آنکھیں چمکا چوندھ ہو رہی تھیں۔ پھر لشکر عمر بن سعد نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے ہاتھ میں نیزہ یا ذوالفقار نہیں ہے بلکہ کوئی سفید چیز سینے سے لگائے ہیں لشکر کے سامنے آئے اور قوم سے بولے۔
۵۷۔ اے قوم! اس شیر خوار پر رحم کرو:

جیسے ہی امام حسینؑ صف لشکر عمر بن سعد کے نزدیک آئے تو فوجیوں نے امام حسینؑ کو گھیرے میں لے لیا۔ امام حسینؑ نے اس گوبر آبدار کو ہاتھوں پر لیا اور آواز دی کہ اے قوم جفا کار اگر میں تمہارے زعم ناقص میں گنہگار ہوں تو یہ بچہ معصوم تو ہر قوم و مذہب کے لحاظ سے بے تقصیر ہے۔ دیکھو کہ شدت پیاس سے بچہ زرد ہو گیا ہے اور جان لبوں پر آگئی ہے۔ ایک قطرہ پانی کا اس معصوم بچے کو پلا دو اور اسے تکلیف سے بچالو۔

۵۸۔ علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی؟

لشکر عمر بن سعد نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے حسینؑ سچ کہہ رہے ہیں اس

معصوم بچے کا کوئی بھی قصور نہیں ہے۔ جیسے ہی عمر سعد ملعون نے دیکھا کہ فوجی امام حسینؑ کی بات کو سچ کہہ رہے ہیں۔ اسے خوف معلوم ہوا کہ فتنہ برپا ہو جائے گا۔ حرمہ کی سمت عمر بن سعد آیا۔ یہ حرمہ عراق اور شام میں مشہور تیر انداز تھا ملعون تھا۔ عمر بن سعد نے کہا کہ اور حرمہ تو نے علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی؟ حرمہ نے کہا کیا حکم ہے میرے آقا۔

۵۹۔ تمام عوام کو گلے کی سفیدی نظر آگئی:

ہمارا دل خون ہو گیا۔ پانی نہ ملنے سے بچہ جان بلب ہے۔ اگرچہ بابا کی گود میں بچہ آرام پاتا تھا لیکن پیاس نے گود میں بھی آرام نہ کرنے دیا گرمی اور پیاس کی شدت کہ الامان۔ اس معصوم کو تیر مار کر سرخ رنگ کر دیا گیا گویا خون میں نہلا دیا گیا۔ اس کے لب بند تھے۔ اسی حالت میں موت آگئی باپ نے ہر چند چاہا کہ منہ کو بیاں کریں لیکن نہ کر سکے۔ علی اصغرؑ کو تیر مار کر سرخ خون میں نہلا دیا گیا اور سفیدی لگو کو سرخ کر دیا گیا۔ میثم کہتے ہیں کہ آنکھیں کھولو۔ علی اصغرؑ نے تیر تم کھا کر تبسم کیا۔ اس غم سے میثم کے کلیجے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ (نخل میثم، ج ۲، ص ۳۳۲)

۶۰۔ نشانہ لگانا، علی اصغرؑ کے سفید گلے پر:

حرمہ نے عمر بن سعد کا حکم سنا اور فوراً ہی ملعون بے حیا نے بھاری تیر تین بھال کا کمان میں چڑھایا اور جانب علی اصغرؑ روانہ کر دیا۔ علی اصغرؑ زوری کی وجہ سے اپنا سر اوپر کو نہیں اٹھا سکتے تھے اس لئے اپنا سر باپ کے بازو پر رکھے ہوئے تھے۔

۶۱۔ تیر علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا:

تیر حرمہ کمان سے چلا اور نازک گلے پر علی اصغرؑ کے لگا اور امام حسینؑ کے بازو میں جا کر بیوسٹ ہو گیا۔ (مفتاح الجنۃ، مقدس رنجانی، ص ۲۲۶)

۶۲۔ اے حرمہ! تیر نہ پھینک:

اے اہل کوفہ معصوم بچے پر تم کو رحم نہیں آیا۔ بے رحمی تم پر خدا کی لعنت ہو۔ پانی کی ضرورت تھی مگر بول نہ سکتے تھے کہ تیر مارا گیا۔ کل رات کو گہوارے میں صبح تک روتے رہے اور آج بے جان ہو گئے۔ روتے وقت اپنے آنسو خشک کر لو۔ آنسو منہ میں بھی تو نہ جاسکے کہ پیاس بجھتی بلکہ تیر نے زخمی کر دیا آپ کا جسم لکڑی کے مانند اور لب سوکھ گئے اور اس بلا کھلے ہوئے غنچے پر کھلنے سے پہلے ہی خزاں آ گئی۔ اے حرمہ بن کابل اسدی ملعون بے غیرت تیر کو کمان میں نہ جوڑ یہ تو پھول کی پتی کی مانند ہے اتنا بڑا تیر مارنا کہاں کا شیوہ ہے۔

اس معصوم علی اصغر کے پاس کوئی اسلحہ جنگ نہیں ہے۔ صرف ہاں ہوں غاں غوں کر سکتا ہے اور اس کی جان لبوں پر ہے جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ ہماری بات مان لو اور بچے کو ایک قطرہ آب دیدو۔ بچہ تشنگی سے بے جان ہے۔ تم اگر مجھ سے لڑنا چاہو تو میں مقابلے کو تیار ہوں لیکن یہ طفلِ صغیر کہاں تیغ و سناں لایا ہے۔ اس کی ماں ان کے غم میں خیمے میں عورتوں کے بیچ غزدہ بیٹھی ہوئی ہے اور سوائے رونے کے اور کیا چارہ ہے۔ دشمن کی روح نکل جائے گی۔ البتہ امام کی طاقت سب سے بلند تر ہوتی ہے۔ اے یشم ہم معصوم علی اصغر کے غم میں قیامت تک روتے رہیں گے یہ کتنا بڑا صدمہ ہے۔ (نخل یشم، ج ۳، ص ۲۶۳)

۶۳۔ گرمیِ خونِ علی اصغر:

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اچانک تیر معصوم کے گلے پر لگا اور جسمِ امام حسینؑ پر خون کی گرمی محسوس ہوئی۔ آپ نے خونِ علی اصغر اپنے چلو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا زمین نے فریاد کی کہ ایک قطرہ خون بھی مجھ پر نہ گرے۔

۶۴۔ لیبیک علی اصغر امام حسینؑ مدد کو بلاتے ہیں:

جب امام حسینؑ روز عاشورہ کو ظہر کے وقت یکہ و تہارہ گئے تو حضرت نے میدان جنگ کی طرف نظر دوڑائی۔ آپ کے چاروں طرف کوئی بھی یاور و انصار نہ تھا نہ مسلم بن عویصؓ، نہ حبیب بن مظاہرؓ۔ امام نے دیکھ لیا کہ پورا خاندان یاور و انصار شہید ہو چکے ہیں خاک و خون میں لپٹے لاشے زمین پر پڑے ہیں۔ حضرت امام اس انتظار میں کھڑے تھے کہ شاید کوئی مددگار آجائے۔ صدائے استغاثہ بلند کی۔

هل من ناصر ينصرنا هل من مغيث يغيثنا

آیا کوئی مددگار ہے جو میری مدد کرے اور تم کو حرم رسول خدا کا پاس نہیں ہے کہ جو آکر ان کی مدد کر سکو اور دشمن سے محفوظ رکھ سکوں۔ یہ صدائے استغاثہ سن کر خیموں سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ امام کی یہ صدا کائنات میں ہر ایک ذرے تک نے سنی کوئی جواب 'هل من ناصر' کا نہیں آیا البتہ ایک معصوم علی اصغرؑ جو جھولے میں لیٹا ہوا تھا اس نے باپ کی صدائے استغاثہ سنی تو وہ بے چین ہو گیا اور رونے لگا پھر خود کو جھولے سے گرا دیا گویا باپ سے کہا کہ آپ بے مددگار نہیں ہیں، میں مدد کو تیار ہوں اگرچہ میں چھوٹا ہوں آپ کے دفاع کی طاقت نہیں رکھتا ہوں لیکن کمزور ہوتے ہوئے بھی آپ کا مددگار ہوں اور آپ کی مظلومانہ شہادت کو گھر گھر پہنچا دوں گا۔ اپنے گلے کی قربانی دوں گا۔ (متھی الامال)

۶۵۔ حضرت علی اصغرؑ کا راز:

امام حسینؑ کے صدائے استغاثہ نے عالم امکان میں تہلکہ مچا دیا یہاں تک کہ بے شیر معصوم علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ یہ معصوم آخری گوہر نایاب حسینؑ تھا کہ جو راہ حق میں لاکر پیش کیا ہر چند معصوم شہزادہ بہت چھوٹا تھا زیدی فوج کا مقابلہ نہیں

کر سکتا تھا تاہم بنی امیہ (یزید) کے ظلم دنیا زمانے کو دکھانے کیلئے گھر گھر مظلومیت حسینؑ کو پہنچا دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریخ میں مظالم بنی امیہ لکھے گئے ہیں۔

۶۶۔ اللہ کے شیر کا پوتا ہے یہ معصوم علی اصغرؑ:

مرحوم در بندی فرماتے ہیں کہ:

لما سمع هذا النور النير المنير استغاثه ابيه قطع القماط و
لقى نفسه

جیسے ہی علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ سنی تو ایک دم بے چین ہو گئے اور جھولے میں ترپنے لگے رونا شروع کر دیا۔ اپنا لباس شلو کا پھاڑ دیا اور خود کو جھولے سے نیچے گرا دیا۔

معصوم صغیر نے شلو کے کو پھاڑ کر اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال لئے اور جو بھی بند، بندھے ہوئے تھے سب کو چاک چاک کر دیا۔ ہاں۔ ہاں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ یہ شیر تو اللہ کے شیر علیؑ کا پوتا ہے۔ حضرت علیؑ نے تو گہوارے میں زبردست اثر و رساںپ کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ معصومؑ نے گویا زبان بے آواز دی کہ آپ مدد کیلئے 'هل من ناصر' کی صدا بلند کر رہے ہیں تو آپ بے یار و مددگار نہیں ہیں آپ ادھر میرے پاس آئیے میں آپ کی نصرت کیلئے تیار ہوں۔

وبكى وضج حسيرا بذلك روحى و ارواح العالمين فداه

الى اجابة دعوة ابيه

اور اپنے لباس قماط یعنی شلو کے کو پھاڑ دیا اور لباس سے باہر ہو گئے اور رونا پیٹنا شروع کر دیا تا کہ باپ میری طرف متوجہ ہو جائیں اور دعوت حق قبول کی۔

(حضرت علی اصغرؑ مقتل الحسین از مدینہ تا مدینہ تالیف سید محمد جواد حسینی تہرانی ص ۶۸۹)

۶۷۔ الوداع شیر خوار علی اصغرؑ:

ہاں۔ علی اصغرؑ نے اپنے باپ کی صدائے استغاثہ پر لبیک کہی۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے معصوم صغیرؑ کو لاؤ میں اسے بھی الوداع کہوں۔ خیمے کے تمام حضرات مستورات عصمت و طہارت بچے سب کو صبر کی تلقین کی۔ ایک خزانہ کا جبہ (لباس) امام نے طلب کیا۔ آپ نے نانا رسولؐ خدا کا عمامہ پہنا اور لباس علیؑ زیب تن کیا اور شمشیر ذوالفقار کو طلب کیا (مانگا) پھر فرمایا کہ:

ایتیننی بثوب عتیق لا یرغب فیہ احد

میرا ایک پرانا لباس لاؤ تاکہ میں پہن لوں اور کوئی شخص میرا لباس نہ اتارے۔ پرانا لباس لیا اور اس کو کئی جگہ سے پارہ پارہ کیا۔ پھر اپنے لباس کے نیچے پھٹے ہوئے لباس کو پہنا اور یہ وہی لباس تھا کہ جسے انبیائے ماسبق نے اپنی حفاظت کیلئے (دشمن سے بچاؤ) کیلئے پہنا تھا۔ مثل آتش نمرود، آب نیل، صلیب عیسیٰ وغیرہ کے وقت پہنا کرتے تھے۔ پھر لباس کنہہ پہن کر آپ آمادہ جنگ ہوئے اور اب راہ حق میں خدا سے ملاقات کیلئے چل پڑے۔ کافی عطر و خوشبو جسم پر ملیں۔

۶۸۔ شکوہ امام حسینؑ بہ درگاہ الہی:

بہت سی کتب میں یہ روایت لکھی ہے کہ جب امام کے یاور و انصار شہید ہو چکے تو امام نے داہنے بائیں طرف نگاہ دوڑائی۔ جب دائیں بائیں کوئی مددگار نظر نہیں آیا تو سر کو جانب آسمان بلند کیا اور فرمایا:

”بارِ خدا یا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ ظالم نواسہ رسولؐ کے ساتھ کتنا ظلم کر رہے ہیں؟

(صحاب رحمت، ص ۵۹۰)

۶۹۔ علی اصغرؑ باپ کے دامن میں ہیں:

حضرت علی اصغرؑ معصوم کہ جن کی ماں ربابؑ ہیں حضرت علی اصغرؑ اپنے دامن میں

چھپائے ہوئے میدان کارزار میں تشریف لاتے ہیں اور معصوم کا گلا اور ہونٹ چومتے ہیں اور جو ظلم بنی امیہ کر رہے ہیں اپنے بچے سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں۔

۷۰۔ علی اصغرؑ کے خشک لب اور شہادت:

معصوم علی اصغرؑ کس قدر حسین اور خوبصورت ہیں کہ ان کے کالے بال گیسو مثل لیلۃ القدر کے ہیں اور کیا خوبصورت چہرہ ہے کہ وائٹنس (آفتابِ درخشاں) کی مثل چہرہ آب و تاب ہے اور یہ عاشور کی شب میں خشک لب ہیں لیکن شہادت کی آرزو ہے کہ جلد دن نکلے اور راہِ حق میں جان دے دوں۔ آپ کے گلے کی سفیدی کہ جہاں پر تیر لگا اللہ تعالیٰ آپ کی بے نظیر اس قربانی کے عوض شیعانِ حیدر کی شفاعت فرمائے گا کیوں کہ آپ نے ہستے ہوئے حقیقی محبت و عشق میں جان کی بازی لگا دی اور آپ کا چاند سا چمکتا ہوا چہرہ (قرصِ ماہی) کہ خاک و خون میں نہا گیا اور آپ کا تبسم کرنا یہ بتا رہا ہے کہ راہِ حق آپ سے صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہے۔ (نخلِ یثم، ج ۳، ص ۲۵۵)

۷۱۔ تیرسہ شعبہ کا معصوم کے پھول جیسے گلے پر لگنا:

اسی دورانِ حرمِ ملعون کہ خدا اسے آتشِ جہنم کے گہرے طبقے میں زبردست طریقے سے جلا کر رکھ کر دے (خدا کی لعنت ہو) تیر کمان میں جوڑ کر معصوم کی طرف پھینکا اور وہ تیر معصوم کے پھول جیسے نازک گلے میں پیوست ہو گیا۔ ہاں غضب ہو گیا، معصوم بے زبان، پیاسا، بلا خطا میدانِ و غام میں شہید ہو گیا۔ علی اصغرؑ میدان میں جنگ کرنے نہیں آئے تھے صرف ایک گھونٹ پانی کی تلاش تھی۔

علی اصغرؑ بھی شبیہ رسولؐ تھے:

۷۲۔ شبیہ رسولؐ خدا کی شہادت:

امام حسینؑ نے معصوم علی اصغرؑ کو آسمان کی جانب بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں

عرض کیا:

اللّٰهُمَّ اَنْتَ الشّٰهَدُ عَلٰى قَوْمٍ قَتَلُوْا اَشْبَهَ النَّاسِ بِرَسُوْلِكَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

اے اللہ۔ تو گواہ ہے کہ ان ظالموں نے تیرے رسولؐ کی شبیہ کو شہید کر ڈالا۔
اب امام حسینؑ کے فرمانے کے مطابق یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی اصغرؑ بھی شہزادہ
علی اکبرؑ کی خوبصورتی کی طرح ہم شکل پیغمبرؐ تھے۔

جناب احدیت میں عرض کی کہ بارالہا تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان
اعدا کے ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کئے۔ یہاں تک کہ قتل کیا اشتیاق نے
اس طفل شیرخوار کو جو ہم صورت تھا تیرے رسولؐ کا۔ (نہر المصاب صفحہ ۴۴۰)

اَنْتَ الشّٰهَدُ عَلٰى و عَلَیْهِمْ فَاَنْتُمْ قَدْ قَتَلُوْا اَشْبَهَ الْخَلْقِ بِرَسُوْلِكَ
(نہر المصاب، ج ۳ صفحہ ۴۴۰، مجالس منجہ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

مندرجہ بالا تشبیہ کو شیخ مفید نے بھی لکھا ہے۔ (مہج الاثر: ان صفحہ ۲۲۵)
اس کے بعد یہ روایت شیخ مفید ہے کہ بچہ کی آنکھ چوم کر فرمایا تو گواہ ہے کہ یہ بچہ
تیرے رسولؐ سے مشابہ تھا۔

علامہ مقرر لکھتے ہیں:-

”اَشْبَهَ النَّاسِ بِرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٌ“ (مقتل مقرر صفحہ ۳۱۸)

اس کے بعد حضرت نے فرمایا:-

”خدا کی قسم تم سب کے فراق کے بعد اب تو میرا کوئی انیس و غمخوار نہ رہا بس گریہ و
حسرت سے دانت پینا رہ گیا“

نواب باقر علی خان تفسی لکھنوی (شاگردِ تاج) کہتے ہیں:-

صورت میں تھا ہم شکلِ پیسر علی اصغرؑ اور شوکت و اجلال میں حیدر علی اصغرؑ
مارا گیا مثلِ علی اکبرؑ علی اصغرؑ شش ماہہ ہوا فدیہ داور علی اصغرؑ
حضرت کے خزاں ہو گئے دوباغِ صد افسوس

اک سینہ انور پہ تھے دو داغِ صد افسوس
ہمنام علی اکبرؑ و اصغرؑ ہوئے مشہور دادا کی طرح پوتے دلاور ہوئے مشہور
گوشل میں ہم شکلِ پیسر ہوئے مشہور ہمت میں مگر ثانی حیدر ہوئے مشہور
تھا فرق سنوں میں یہ شجاعت میں برابر
دونوں کو ملے رتبے شہادت میں برابر

۷۳۔ علی اصغرؑ کی قتل گاہ اور قبر علی اصغرؑ:

یہ معصوم شہزادہ، شیر کی اولادِ اصلی بہر شیر ہے کہ ان کی بخشش و عطا کی وجہ سے دنیا
بھر کے بزرگ حضرات اپنی حاجتیں ان کے پیش رکھ کر پوری کراتے ہیں۔ بیابانِ کربلا
میں اللہ تعالیٰ کے خون سے یہ گلاب پیدا ہوا ہے اور تمام شہدا پیاسے ہی دنیا سے سدھار
گئے اور صبر سے کام لیا اور تیرہ شعبہ کے سامنے پیاسا گلا اپنے بابا کی ڈھال بنا دیا اور
باپ کے سینے پر شہید ہوئے اور مقتل میں امام حسینؑ نے قبر بنا کر چاند سا چہرہ زمین میں
چھپا دیا۔ (نخلِ میثم، ج ۲، ص ۳۴۲)

۷۴۔ امام حسینؑ کو غیبی تسلی (غیبی آواز):

اسی دوران امام حسینؑ کو ندائے غیبی آئی کہ:

دَعَا يَا حُسَيْن! فَإِنَّ لَهُ مِنْ ضَعْفَى الْجَنَّةِ

اے حسین! اسے جلد رہا کرو کہ جلد از جلد یہ شیروں کا شیر داخل جنت ہو۔

(۱۔ تذکرۃ الخواص ابن جوزی، ص ۱۴۴، نفس المہموم، ص ۲۱۷) (۲۔ تاریخ التواتر، ص ۴۹۲)

۷۵۔ امام حسینؑ کو غیبی تسلی:

اس معصوم آقا رادے پر نظر کرو اور یہ گمان نہ کرو کہ یہ چھ ماہ کا بچہ ہے۔ ان کی ذات والا صفات میں بے حد اسرار خداوندی پوشیدہ ہیں۔ بہت عجیب و غریب ذات ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم فقیر ہیں سوالی ہیں خالی ہاتھ ہیں ہم علی اصغرؑ کے مکان (ضرعِ حسینؑ) پر چلتے ہیں۔

اے اللہ پاک۔ ہم اس معصوم شہزادے کو تیرے درمیان وسیلہ بناتے ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ جنابِ ربابؑ شہزادی کو تیری سرکار میں وسیلہ بناتے ہیں کہ جو بہت عظیم مرتبے والی بی بی ہیں۔ امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ بے شمار مصائب برداشت کئے ہیں۔ ایک واقعہ امام حسینؑ کی تسلی کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بحق معصومہ کوئین بی بی پاک فاطمہ الزہراءؑ ہماری مرادوں کو جلد از جلد پورا فرمادے اور ہماری نیت خالص رہے۔ (روضہ ہائی استاد فاطمی نیاہس ۱۹۳)

۷۶۔ علی اصغرؑ دنیا کے لئے بابِ مراد ہیں:

کیا خوب پیدائش معصومؑ ہے کہ سر سے پیر تک نیکیاں ہی نیکیاں بھری ہیں۔ تعجب نہیں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ خورشیدِ رونق زمین پر آ گیا ہے اور شہادت کو یہ معصومؑ شہید اور مصری سے میٹھا پاتے ہیں۔ اگر تم ان کی طرف دیکھو گے تو گہوارے میں بھی شوقِ شہادت بے چین کئے ہوئے ہے۔ اہل بیتِ حرم کے صدقے میں یہی یہ تمام کائنات پیدا ہوئی ہے۔ ان کی ذات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم و احسان عوام پر ہے۔ ان میں عمر کے لحاظ سے کسی کو چھوٹا بڑا نہ سمجھو کہ ہر ایک ذاتِ پاک سخی و جواد ہے اور تمام لوگوں کی مرادیں ان کے ہی دم سے اور وسیلے سے قبول ہوتی ہیں۔

(نخل میثم، ج ۳، ص ۲۵۵)

۷۷۔ اے نفس صبر کر:

جیسے ہی تیر معصوم کے گلے پر لگا امام رونے لگے اور دونوں ہاتھ گلوئے علی اصغر کے نیچے لگا دیئے اور فرمایا اے نفس صبر کر اور جو کچھ بھی مصیبت آرہی ہے اللہ کے واسطے سے برداشت کرو۔ اے اللہ ہم پر جو مصیبت پڑ رہی ہے اس کو قیامت پر چھوڑو۔ اُس دن ہم کو اجر ملے گا۔

۷۸۔ علی اصغر ہنگام شہادت پر مسکرائے:

ایک قیامت خیز مصیبت ایسی پڑی ہے کہ جس سے اہل حرم کی مصیبت ہی نہیں بڑھی ہے بلکہ سننے والے کا بھی جگر پھٹ جائے گا۔ معصوم علی اصغر جو اپنا دفاع نہیں کر سکتا ہے صرف خشک لبوں کو حرکت دے سکتا ہے مقابلہ تیر کرتا ہے اور تیر لگنے پر مسکراتا ہے۔ یزیدی دغا بازوں کے سامنے میدان و غام میں کھڑے مقابلہ ہو رہا ہے۔ جو بچہ معصوم اپنی گردن تک نہ گھما سکتا ہو اور خشک لب ہو پھر اس کو تیر مارا جائے کس قدر بڑا ظلم ہے۔ آسمان کیوں نہیں پھٹ پڑتا۔ معصوم صغیر کو تیر لگا اور معصوم مسکرایا اور اس مسکراہٹ سے تمام زمانے والوں کے دلوں میں جگر خون ہو گیا۔ تمام انسان جنات و حوش و طیور زمین جمادات و نباتات و پرندگان سب کا جگر جل کر کباب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ معصوم جب اتنے مصائب جھیل رہا ہے تو اسے ”باب الحوائج“ بنا دیا جائے اور اس کے واسطے اور وسیلے سے دنیا والوں کی امیدیں، مرادیں پوری ہوں۔

۷۹۔ تیر لگنے سے علی اصغر مسکرائے:

میں وہ بھوکا پیاسا صغیر ہوں کہ مجھے ماں کا دودھ بھی نہیں ملا ہے اور میں نے اپنا گلا اپنے باپ کے دفاع میں پیش کر دیا ہے اور میں نے عشق خدا کی کتاب کی ایک ایک آیت پڑھی ہے پھر آخر میں اپنے خونِ جگر سے تفسیر لکھی ہے۔ میرے دل کو کیا آرام ملے میری جان بھی پریشانی میں پھنسی ہے۔ میرے لب تو بند ہیں لیکن میری فریاد جہاں گیر ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ایسے سامان کر دے کہ اپنے دل کو آبِ تیر سے دھولیا جائے۔

جب تیر لگا تو علی اصغر مسکرائے۔ فرشتے یہ دیکھ کر تعجب میں ہو گئے اور نعرہٴ تکبیر لگانے لگے اپنی جان قربان کر کے علی اصغر کا میاب ہو گئے تھے۔ خونِ علی اصغر نے طاہر و پاک کر دیا۔ اے میثم اگر چہ زبان تو خاموش ہو گئی مگر ان کے خونِ ناحق کا جوش قیامت تک رہے گا۔ (نخل میثم، ج ۲، ص ۳۳۶)

۸۰۔ بارگاہِ رسولِ خدا میں امام حسینؑ کا شکوہ:

جب علی اصغر کو تیر لگا اور جنگ کو سدھار گئے تو امام حسینؑ نے اپنے نانا ست پکار کر کہا کہ نانا ہماری اولاد قتل ہو رہی ہے، عورتیں پریشان ہو رہی ہیں، ہم پر آپ کی امت جو جفا کرنے کیا کیا ظلم ڈھائے ہیں۔

شیخ طریحی نے منتخب میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے اس تکلیف میں اپنے ماں باپ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے بابا جان۔ اتنا جان۔ ہماری اولادوں کو قتل کیا گیا، مندراتِ عصمت و طہارت کو اسیر کیا جائے گا۔ ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ یہ امت کیا کیا ظلم ڈھارہی ہے۔ (ہفت حسینی، مولف حاج شیخ علی فلسفی، ص ۱۷)

۸۱۔ علی اصغر کا خشک گلابے دودھ پیئے تھا:

حضرت مختار ثقفی کے روبرو تاریخ نویس کر بلا کو پیش کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ بتاؤ امام پر بڑی مصیبت کب گزری؟ کہا کہ جب علی اصغر کو امام کے ہاتھوں پر تیر لگا اور شہید ہوئے۔ ابھی امام حسینؑ کا بیان مکمل نہیں ہوا تھا کہ اچانک ایک تیر آ کر خشک گلوئے اصغر پر لگا تب امام حسینؑ نے تڑپ کر پیغام دیا۔

لِیْتَكُم فِی یَوْمِ عَاشُورَا جَمِیْعًا تَنْظُرُونِی

كِیْفَ اسْتَسْقٰی لِطِفْلٰی فَاَبُو اَنْ یَّرْحَمُونِی

اے دوستو شیعو! کاش تم کر بلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ میں عاشور کو اپنے معصوم علی اصغر کیلئے کس طرح پانی مانگ رہا تھا۔ میرا بے شیر اصغر بے گناہ اصغر تیرا نازک گلابیساہی تیر سے چھد گیا۔ بھلا بھول جیسے گلے میں کہاں طاقت تھی کہ اتنا بڑا تیر سہ شعبہ برداشت کرے۔ اب میں تجھے زخمی و مردہ حالت میں رباب کے پاس لے جا رہا ہوں اسے کیا جواب دوں گا۔ اگر اس نے پوچھ لیا کہ میرے معصوم بچے کا کیا گناہ تھا۔ میں تو دروازے پر کھڑی کھڑی تیرا انتظار کر رہی تھی۔ بہن بھی منتظر تھی یا بقیۃ اللہ۔ ہم نے اپنے چمن کی ناشگفتہ کلی تیری راہ میں قربان کر دی۔ ہمارے آگے پیچھے دشمن کا لشکر ہے اب ہمارا دل تاریک ہو رہا ہے۔ (نغمہ کوثری، ص ۶۸-۶۷)

۸۲۔ مظلومیت حسینؑ کا ثبوت:

جرجی زیدان نو یسندہ لکھتا ہے کہ اس معصوم علی اصغرؑ کی شہادت نے مظلومیت حسینؑ کو پوری دنیا میں پھیلا دیا ورنہ بنی امیہ کے نابکار خون حسینؑ کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کر رہے تھے اور بنی امیہ کے کارکن جو دشمن حسینؑ تھے یہی جھوٹا

پروپیگنڈہ کرتے کہ حسینؑ اپنے چند ساتھیوں اور عورتوں کے ساتھ جنگ کر کے حکومت چھیننا چاہتے تھے۔ جنگ کی لیکن چھوٹا معصوم اصغرؑ تو جنگ کے قابل نہ تھا اس کو تیر سے نشانہ بنا کر مار ڈالا۔ یہ کتنا برا ظلم ہے۔ (زندگانی اباعبداللہ حسینؑ، ص ۱۳۲)

۸۳۔ مصیبتِ وداع علی اصغرؑ:

امام حسینؑ کے جب تمام یاور و انصار شہید ہو چکے تو امام خود یکہ و تنہا عازم جنگ ہوئے اور کئی بار اہل حرم سے الوداع کہی۔ ایک بار تو امام خیمے کے اندر تشریف لائے اور خیمے میں آکر تمام عورتوں کو آواز دی اور فرمایا اے سیکینہؑ، اے فاطمہؑ، اے زینبؑ، اے ام کلثومؑ علیکم منی السلام۔ میری طرف سے سب پر سلام و درود ہو۔ امام حسینؑ کے تمام مصائب اتنے خطرناک ہیں کہ دل کو کباب کئے دیتے ہیں اور آنکھیں روتی رہتی ہیں لیکن الوداعی کیفیت سب سے زیادہ تکلیف دہ مصیبت ہے کہ جب امام حسینؑ نے تمام عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے سلام کیا اور رخصت لی تو وہ منظر بہت ہی دردناک تھا اور سب کے سب رو رہے تھے۔ امام نے اپنی بہن سے کہا کہ میرے چھوٹے بچے علی اصغرؑ کو لاؤ اس کو پیار کر کے اس سے بھی رخصت لے لوں اور خدا حافظ کہوں۔ تو فوراً ہی جناب زینبؑ علی اصغرؑ کو لے آئیں۔ (منتہی الآمال، شیخ عباس قمی)

۸۴۔ علی اصغرؑ کے غم زدہ چہرے کا بوسہ:

علی اصغرؑ شدتِ تشنگی سے رو رہے تھے اور ایک پل کو آرام نہیں کر رہے تھے۔ آنکھیں اندر کودھنس گئی تھیں اور پیٹ بھی کمر سے لگ گیا تھا اور لب خشک تھے۔

۸۵۔ خوئیں الوداع:

امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور چاہ رہے تھے کہ خشک لب علی اصغرؑ کے چوم

لیں اتنے میں ملعون حرمہ کا تیرا صغر معصوم کو آکر لگا۔ تیرے گلے میں لگا بچہ باپ کی گود میں
ذبح ہو گیا اور منقلب ہو گیا۔

شاعر نے ایسے موقع پر ایک شعر میں کہا ہے:

ومن عطف اھوی لتقبیل طفله

فقبل منه قبله السهم منحرا

”امام حسینؑ شیر خوار کا گلا چومنے کیلئے جھکے تھے کہ تیرا اس سے پہلے علی اصغرؑ کے گلے
پر لگ چکا تھا۔“ امام نے اپنی بہن کو طلب کیا اور فرمایا (خدیہ) اس معصوم علی اصغرؑ کو
پکڑ لیں۔ حضرت نہیبؑ نے روتے ہوئے اور دل سے نالہ نکالتے ہوئے اور قلب
کے اضطراب کے ساتھ بچے کو پکڑ لیا۔ (منہی الآمال)

۸۶۔ آسمان کی طرف خون پھینکنا:

امام حسینؑ نے علی اصغرؑ معصوم کے گلے کے نیچے ہاتھ لگایا اور جب خون سے چٹو
بھر گیا تو اس خون کو جانبِ آسمان پھینک دیا۔ پھر اس مصیبت پر اپنی بہن سے فرمایا کہ
یہ مصیبت میرے نزدیک بہت محترم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس قربانی کو دیکھ
رہا ہے اور اس کی رضا ہمارے ساتھ ہے۔ (مقتل الحسینؑ ص ۶۸۲)

۸۷۔ شہادت علی اصغرؑ کے بعد امام حسینؑ نے ظالمین پر لعنت کہی:

امام حسینؑ نے معصوم علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی
جانب سے ہماری مدد بند کر دی ہے تو یہ حکم اس سے بہتر ہے اور ہمارے مصائب کا بدلہ
اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

علامہ سید محسن امین کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کا مقصد یہی تھا کہ آنے والے زمانے

میں حضرت امام مہدیؑ آ کر تمام دشمنانِ امام حسینؑ کو زندہ کر کے ان سے خونِ حسینؑ کا بدلہ لینگے۔

۸۸۔ قرآنِ حسینؑ کے ہاتھوں پر:

سبط بن جوزی کتاب تذکرہ از ہشام بن محمد کلبی اس طرح نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکرِ عمر بن سعد امام حسینؑ کے قتل پر آمادہ ہے تو آپ قرآن لائے اور سر پر قرآن رکھا اور فوجیوں کے درمیان فرمایا۔

بینی و بینکم کتاب اللہ وجدی محمد رسول اللہ

اے لوگو! کس وجہ سے تم میرا خون بہانا چاہتے ہو۔ آخر میں بی بی فاطمہ الزہراءؑ، رسولؐ کی بیٹی کا بیٹا (نواسہ) نہیں ہوں؟ اور جو حدیثیں پیغمبرِ اکرمؐ نے ہماری شان میں کہی ہیں: ہذا ان سیدا شباب اہل الجنہ حسنؑ اور حسینؑ دونوں جنت کے سردار ہیں کیا یہ بات تم نے نہیں سنی ہے جواب دو۔ (متھی الآمال)

۸۹۔ اس معصوم بچے پر رحم کرو:

اس دوران جب امام حسینؑ لشکرِ عمر بن سعد سے مخوف گفتگو تھے دیکھا کہ ایک معصوم بچہ بیاس سے جان بلب ہے اسے اپنے ہاتھوں پر لیا اور فرمایا:

یا قوم! ان لم ترحمونی فارحموا هذا الطفل

اے گروہ جفا کار اگر تم مجھ پر رحم نہیں کرنا چاہتے ہو تو یہ معصوم شہشاہ علی اصغرؑ تو بیاس سے جان بلب ہے۔ اس طفل شیرخوار پر رحم کرو۔ اسی دوران بے رحم تیر انداز نے (حرملہ بن کاہل ملعون نے) ایک تیر معصوم کے خشک گلے پر مارا اور بچے کو ذبح

کردیا۔ (منہجی الآمال)

۹۰۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کے استغاثے پر لبیک کہا:

(اے میرے پدرِ گرامی آپ بے مددگار نہیں ہیں)

مشہور واعظ حاج شیخ محمد علی رسولی اراکی کہتے ہیں کہ ایک روز مکانِ آیت اللہ بروجردی میں، میں موجود تھا یہ صاحبِ منبرِ خراسان سے آئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے صدائے استغاثہ۔ ہل من ناصر بلند کی تھی تو معصوم علی اصغرؑ نے خود کو جھولے سے گرا دیا تھا اور گویا یہ زبانِ بے زبان سے کہہ رہے تھے کہ بابا جان میں مدد کیلئے تیار ہوں۔

۹۱۔ ایک کان سے دوسرے کان تک علیؑ اصغرؑ کھڑے کھڑے ہو گئے:

امام حسینؑ نے کہا کہ اے میری بہن میرے طفلِ صغیر علی اصغرؑ کو لاؤ تاکہ اسے بھی الوادع کہوں۔ علی اصغرؑ باپ کے ہاتھوں پر آ گئے۔ (باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۱۰۹)

۹۲۔ ایک گھونٹ پانی کا تقاضا:

جس وقت امام حسینؑ علی اصغرؑ کو میدان میں لانا چاہتے تھے تو گھوڑے سے نیچے اترے۔ لباسِ پیغمبرؐ کو پہنا اور ان کی بی عبا کو اوپر ڈالا اور حضرت حمزہؑ کی زرہ کو پہنا اور عمامہ علیؑ کو پہنا پھر ذوالفقار کو کمر میں باندھا اور اونٹ پر سوار ہوئے۔ امام نے علی اصغرؑ کے اوپر عبا کا دامن اس لئے ڈال لیا کہ دھوپ کی گرمی سے بچالیں۔ لشکریانِ عمر بن سعد ملعون دیکھ رہے تھے کہ لباسِ جنگ مکمل نہیں پہنا تھا۔ لشکریانِ عمر بن سعد کو معلوم تھا کہ امام صرف ایک بار ہی میدانِ جنگ میں قرآن لے کر آئے تھے۔ اب یہ لوگ منتظر تھے کہ اب حسین کیا چیز لے کر میدان میں آرہے ہیں۔ اب انہوں نے دیکھا کہ

چھوٹے بچے شہزادہ علی اصغر کو لے کر آئے ہیں۔ پھر امامؑ نے صغیر کو ہاتھوں میں بلند کیا گویا اتنا بلند کیا کہ سپیدی بغل ظاہر ہو گئی اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

اما تدرونہ کیف یتلظی عطشاً؟

آیا تم اس بچے کو پیاس سے جان بلب دیکھ رہے ہو۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱)

۹۳۔ ایک تیر سے علی اصغرؑ کی پیاس بجھائی گئی:

جب فوجیوں نے امام حسینؑ کا کلام سنا تو ایک دوسرے کو سرزنش کرنے لگے اور ایک انقلاب آنے والا تھا کہ عمر بن سعد ملعون نے حرمہ ملعون سے کہا کہ تو حسینؑ کی بات کا جواب دے۔ حرمہ نے کہا کہ امامؑ کی بات کا جواب دوں یا معصوم بچے کا جواب دوں۔ ابن سعد نے کہا کہ تو نے علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی ہے۔

۹۴۔ سر بریدہ مرغ کی طرح علی اصغرؑ کا سرا لگ ہو گیا:

حرمہ ملعون نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اونچائی کے اوپر چلا گیا۔ پھر گھوڑے سے اتر آیا اور تیر سے معصوم کو نشانہ بنایا۔ راوی کہتا ہے کہ جیسے ہی تیر چلا تو معصوم کا گلا مثل گلا کٹا ہوا مرغ کے ہو گیا۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱)

۹۵۔ حضرت علی اصغرؑ پر اصل مصیبت کیا تھی؟

امام حسینؑ نے مختد ارات عصمت و طہارت اور دیگر بچوں کیلئے پانی طلب کیا تھا لیکن فوجیوں نے توجہ نہیں کی تھی۔ اب امامؑ نے فرمایا کہ اس معصوم شیر خوار کیلئے ایک گھونٹ پانی دے دو پھر بھی لعینوں نے یہ بات قبول نہ کی۔

امامؑ نے فرمایا کہ لاؤ ہمیں اس معصوم بچے کیلئے کچھ پانی دے دو لیکن انہوں نے نہ مانا اور بات کو ختم کر دیا۔ پھر امام حسینؑ علی اصغرؑ کو لائے اور پانی طلب کیا۔ تیر لگنے کی

مصیبت الگ رہی لیکن میدان میں لایا جانا بھی بڑی مصیبت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ۔
اچھا تم اپنے ہاتھ سے اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی خود ہی پلا دو کیا تم لوگ نہیں دیکھ
رہے کہ یہ معصوم تکلیف کی وجہ سے کس طرف بچے و تاب کھا رہا ہے۔ رنگ زرد ہو گیا ہے
اور ہاتھ پیر ایٹھ گئے ہیں۔ (مجالس الموعظہ مجلس ہشتم، مرحوم حاج شیخ محضر شومتری، ص ۱۱۸)

۹۶۔ ایک تیر اور تین نشانے:

شیخ حسن دہستانی نے کہا ہے کہ امام حسینؑ معصوم شیر خوار کو لے کر آئے اور فوج
مخالف سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم مجھے پانی نہیں دیتے ہو تو اس معصوم بچے کو پانی پلا
دو۔ یہ سنتے ہی حرمہ ملعون نے تیر مار کر علی اصغرؑ کو شہید کر دیا۔

جو تیر اصغرؑ معصوم کو لگا اس نے تین نشانے مارے ہیں:

۱۔ حضرت علی اصغرؑ کے نرم و نازک گلے سے تیر پار ہو گیا۔

۲۔ امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

۳۔ اس تیر نے حضرت فاطمہ الزہراؑ کا دل ٹکڑے کر دیا۔

(ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱، روحۃ الشہداء، ص ۳۳۳)

۹۷۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی اپنی کتاب معراج خطابت جلد ۳ میں لکھتے ہیں:-

وہ بیبیاں جو غیر گھروں سے آئی تھیں وہ بھی جانتی تھیں کہ بھائی بہن کا رشتہ کیا ہے۔

شب عاشور علی اصغرؑ کو رباب نے نیا کرتا پہنایا، سر پہ ایک ننھا سا عمامہ باندھا، گلے میں
ہنسی، کلائیوں میں کالے ڈورے، سیکٹہ ٹونھی سی عبا اڑھائی، علی اصغرؑ کو گود میں لیا، سیکٹہ
کی انگلی پکڑی اور زینبؑ کے خیمے میں گئیں کہا بی بی کل آل محمدؑ کے گھر میں قیامت کا دن

ہے، لڑائی ہوگی مجھے علم ہوا ہے کہ ماؤں نے اپنے بچوں کو تیار کیا ہے، رباب کے پاس تو کوئی ایسا ہدیہ نہیں ہے۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، میں کیا میدان میں بھیجوں گی۔ میرے پاس تو یہ ننھے ننھے دو ہدیے ہیں، شہزادی زینبؑ میں آپ کے حوالے کرتی ہوں۔ علی اصغرؑ باب الحوائج ہیں۔ زینبؑ کے حوالے کیا تو یہ عالم کہ رات بھر علی اصغرؑ پھر زینبؑ کی ہی گود میں رہے۔ سیکنہ بی بی خود کہتی ہیں کہ مجھے پیاس جو لگی تو میں نے یہ سوچا کہ شاید کسی خیمے میں پانی ہو۔ ایک ایک خیمے میں میں گئی تمہارے پاس پانی ہے، تمہارے پاس، تمہارے پاس، ہر خیمے سے جواب ملا پانی کہاں پانی تو نہیں ہے۔ بی بی سیکنہ کہتی ہیں میں نے سوچا کہ چل کے میں پھوپھی اماں سے کہوں، میں جو پھوپھی اماں کے خیمے میں آئی تو میں نے یہ دیکھا کہ پھوپھی علی اصغرؑ کو گود سے لپٹائے کبھی ٹہلتی ہیں اور جب چونک کے روتے ہیں تو کبھی زمین پر بیٹھ جاتی ہیں، کبھی پھر لپٹا کے کھڑی ہو جاتی ہیں اور بار بار آسمان کو دیکھتی ہیں، میں نے کہا پھوپھی اماں تھوڑا سا پانی مل سکتا ہے کہا سیکنہ اگر پانی ہوتا تو میں اصغرؑ کو لئے ٹہل کیوں رہی ہوتی۔ آؤ دیکھو تمہارا چھوٹا بھائی پیاس سے بے تاب ہے۔ پیاس سے نڈھال ہے۔ حسینؑ یہ کہہ کے گئے تھے۔ عصر سے کچھ پہلے کہ رونا نہیں زینبؑ، کوئی بی بی نہ روئے میں زندہ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں کوئی چیخ کے نہ روئے، خطبہ دے رہے تھے میدان میں کہ خیاں سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آئیں حسینؑ نے گھوڑے کو واپس کیا، گھوڑے سے اترے خیمے میں آئے، کہا زینبؑ ہم نے تو کہا تھا کہ کوئی روئے نہ اور اتنی چیخ و پکار کیوں ہے، کہا بھیا یہ خوف کا رونا نہیں، جب آپ نے کہا ھَلْ هُنَّ نَاصِرٌ تو علی اصغرؑ اچھلے اور جھولے سے اپنے آپ کو گرالیا یہ اس بات پہ رونا ہے کہ اب حسینؑ کا ناصر کوئی نہیں اور بچہ اپنے آپ کو حسینؑ کی مدد کے لیے پیش کر رہا ہے کہا زینبؑ ہم علی اصغرؑ کا ارادہ سمجھ گئے، لاؤ

علی اصغرؑ کو میرے پاس لاؤ، زینبؓ نے علی اصغرؑ کو گود میں اٹھایا، لا کے امام حسینؑ کی گود میں دے دیا، چہرہ دیکھا، علی اصغرؑ نے خوشبوئے امامت پائی، آنکھیں کھول کر حسینؑ کا چہرہ دیکھا، آنکھوں آنکھوں میں باتیں ہوئیں، حسینؑ نے کہا علی اصغرؑ وقت آگیا، اصغرؑ نے اشارہ کیا میں تیار ہوں۔ آؤ پھر چلو علی اصغرؑ۔ چاہتے تھے کہ علی اصغرؑ کو لے کر مڑیں دیر سے ماں یہ منظر دیکھ رہی تھی ایک اجلی سی ردا سفید چادر۔ کہا آقا اجازت ہے اصغرؑ پر ڈال دوں، کہنے کو تو یہ کہا کہ آقا دھوپ تیز ہے، بچے پہ چادر اس لیے ڈالی ہے کہ کہیں میرا پھول سا بچہ دھوپ کی تیزی میں کھلا نہ جائے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ قدرت نے رباب کے ہاتھ سے یہ چادر ڈلوائی کہ اصغرؑ کو کفن تو ملے گا نہیں ماں نے گویا کفن ڈال دیا، علی اصغرؑ پر۔ چھ مہینے کے بچے کو کفن نہیں ملا۔ چادر جو پڑی تھی تو اشقیاء کہنے لگے قرآن لا رہے ہیں۔ قرآن کو بیچ میں رکھ کے اب یہ صلح کریں گے، تھا تو وہ قرآن ہی۔ مگر قرآن ناطق تھا۔ جی تو حسینؑ نے کہا جنت خدا کے بیٹے جنت کو تمام کرو۔ تھوڑا سا پانی پلا دو نہر سے پانی گھٹ نہ جائے گا۔ تو کیا تم سمجھ رہے ہو کہ علی اصغرؑ کے بہانے سے پانی میں مانگ رہا ہوں تو میں نے ان کو جلتی ریتی پر لٹا دیا، آؤ اپنے ہاتھ سے علی اصغرؑ کو پانی پلا دو۔ آقا ٹھہریے شاید کوئی پانی لے کے آجائے، اتنی جلدی کیوں اٹھا رہے ہیں، اس لیے اٹھا لیا کہ اگر ایڑی رگڑیں گے تو چشمہ نکل آئے گا۔ اصغرؑ آجاؤ، تم فخر اسماعیلؑ ہو، ابھی تو اٹھا یا تھا گود میں، ابھی چاہتے تھے کہ علی اصغرؑ سے باتیں کریں بس اتنا کہا علی اصغرؑ جنت کو تمام کر دو علی اصغرؑ نے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری، بس ہونٹوں پہ زبان کو پھیرنا تھا کہ لشکر میں ایک رقت کا غل ہوا، منہ موڑ موڑ کے وہ پتھر دل انسان بھی رونے لگے جو صاحب اولاد تھے۔ آنسو پھلک آئے ایسے میں عمر سعد نے کہا ارے لشکر میں انقلاب آجائے گا۔ اے حرمہ "اقطع کلام الحسین"، دوش سے کمان اتاری،

ترکش سے تیر نکالا، کمان میں تیر کو جوڑا، سنسناتا ہوا تیر چلا، ارے ماں نے علی اصغرؑ کے کان میں ایک بات کہی تھی۔ یہ کہا تھا اصغرؑ تم جا تو رہے ہو لیکن تمہاری موجودگی میں حسینؑ پر کوئی تیر نہ لگے، تیر آ رہا تھا، حسینؑ کے سینے پر، علی اصغرؑ اچھلے اور اچھل کر وہ تیر علی اصغرؑ نے اپنے گلے پر لے لیا۔ علی اصغرؑ

(علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی، معراج خطابت جلد سوم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۰)

۹۸۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر لگنا:

مرحوم پتھری کہتے ہیں کہ علی اصغرؑ بہت ہی زیادہ پیاسا تھا اس لئے بھوکا پیاسا رو رہا تھا۔ ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا۔ امام نے فرمایا کہ علی اصغرؑ مجھے دے دو پیار کروں پھر دشمن کی صفوں کے درمیان بچے کو لے کر آئے اور فرمایا کہ میرے نانا بروز قیامت ان ظالموں سے نفرت کریں گے اور اللہ سے فرمایا کہ اب میرے خزانے کا یہ آخری گاہر تھا جسے میں تیری راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ پھر فوجوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے آلِ ابو سفیان بنی امیہ یہ معصوم بچہ تشنگی سے جان بلب ہے کچھ پانی اسے پلا دو کہ شدت تشنگی سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ کسی نے جواب نہ دیا بلکہ حرمہ نے تیر مارا اور علی اصغرؑ شہید ہو گئے خون گلو سے جاری ہو گیا۔ (صحابِ رحمت، ص ۵۴۳)

۹۹۔ آخری مشاہدات علی اصغرؑ:

نمازِ ظہر پڑھی جا چکی ہے۔ ہوا بہت گرم ہے۔ تمام یاور و انصار امام کے ساتھ ساتھ ہیں ایک ایک انصار شہید ہو رہا ہے پھر نو جوانانِ بنی ہاشم کی باری آگئی۔ حضرت علی اکبرؑ، قاسمؑ بن الحسنؑ، فرزدانؑ علیؑ، زینبؑ کے لاڈ لے عونؑ و محمدؑ، حضرت عباسؑ سب شہید ہو گئے۔ کیا مصیبت گزر گئی کہ آپ کا جسم نازک زمین پر بلا پر پارہ پارہ ہوا پڑا ہے۔ خیام سے گریہ وزاری کی صدا آرہی ہے۔ امام تنہا ہیں۔ امام زین العابدینؑ بیمار

اور غش میں ہیں۔ پھر امام کی صدائے استغاثہ زمین سے فضا میں پھیلی آیا ہے کوئی؟ جو ال رسول کو دشمنوں سے بچائے۔

مخدرات عصمت و طہارت کی آواز خیموں سے بلند ہوئی تو علی اصغرؑ نے بھی زور زور سے رونا شروع کر دیا اور بعض کا کہنا ہے کہ (قد ارقہ) شلو کے کو پھاڑ دیا اور خود کو جھولے سے گرا دیا۔ امام نے اپنی بہن سے فرمایا کہ لاؤ میرا معصوم صغیر مجھے دے دو تا کہ میں اسے الوداع کہوں۔ اب معصوم اصغرؑ کی کمزوری سے یہ کیفیت ہے کہ کبھی بچہ اپنا سر اوپر کرتا ہے اور کبھی نیچے سر گرا دیتا ہے۔ امام علی اصغرؑ کا سوکھا گلا اور ہونٹ چومنا چاہتے تھے کہ اچانک تیرا کر لگا اور علی اصغرؑ خون میں نہا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
(علامہ سید محسن امین، اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۰۹، کتاب غیۃ الخوئین، شرح حال حضرت علی اصغرؑ، استاد مجید زجاجی کا شانی، ص ۴۴)

۱۰۰۔ تیر کا نشانہ علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا:

حرمہ ملعون نے خطرناک تیر علی اصغرؑ معصوم کو بلا خطا مار دیا۔ اے حرمہ کیا تو مسلمان بھی ہے؟ اگر تو عترت رسولؐ کی عزت نہیں کرتا ہے تو قرآن کا تو احترام کر۔ اے حرمہ تو عمر بن سعد کی طرف سے لالچ کی نظر نہ رکھ کہ اسے قتل حسینؑ کے بدلے ملک رے کی سلطنت ملے گی۔ اسے حکومت ملے گی مگر حرمہ ملعون ذرا سوچ تجھے کیا ملے گا۔ تیری دنیا اور عاقبت خراب ہو چکی ہے۔ اب جان بوجھ کر اتنا بڑا گناہ نہ کما معصوم کو تیر ہرگز نہ مار۔

اے مخوس ملعون حرمہ۔ نابکار مجھے خون علی اصغرؑ کی گرمی بے چین کئے جاتی ہے اگر تو اس وقت رحم کرے گا تو شاید کوئی ذات اچانک تیری مدد کرے گی تو نے عمر بن سعد کی ایک نگاہ دیکھ کر اتنا بڑا ظلم کر دیا۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر مارا کتنا بڑا ظلم کیا۔ اے حرمہ ملعون میں تجھ سے مخاطب ہوں۔ تجھ سے اتمام حجت کر رہا ہوں۔ حرمہ

کمین ملعون تیرا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے تو مثل خون پینے والے بھیڑیے کے خطرناک و ذلیل ہے۔

اے علی اصغر معصوم۔ میں آپ سے دور آپ کی مادر گرامی جناب رباب بنت امراء القیس سے شرمندہ ہوں۔ بی بی زینبؓ سے بھی شرمندہ ہوں۔ اے تیز آندھی و ہوا کدھر ہے۔ دہر میں انقلاب برپا کر دے اور آفتاب چمک دار مجھے بے چینی بڑھتی جا رہی ہے۔ اے گروہ جن تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو آخر تم میں کوئی انصاف کرنے والا نہیں ہے۔ ماں پھوپھی اور بہنوں کے سامنے دستِ امام حسینؑ پر تیرا مارا گیا۔ اے نازنین۔ اے کربلا کے نرم و نازک پھول میری جان تیری پیاس اور معصومیت پر نثار ہو جائے۔ قربان ہو جائے تیرے ایک کان سے دوسرے کان تک معصوم اصغر کو ذبح کر ڈالا۔ میں اس پر بے انتہا غم زدہ ہوں۔ میں تجھے پیاس کی شدت سے رونے میں کیسے چپ کر سکتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تیری پیاس کی تکلیف نے کے قلب کو زخمی کر دیا ہے۔ اب میں اس نامرد حرمہ بن کامل ملعون سے پوچھتا ہوں کہ تین بھال کا تیر جو گھوڑوں کو مارا جاتا تھا غنچہ نازگفتہ نازک پھول علی اصغرؑ کے گلے پر مارا گیا۔ زہر یلا تیر معصوم شیر خوار کو کیوں مارا گیا۔

اے معصوم شہزادے علی اصغرؑ یہ تیر تمہارے نازک گلے پر ہی نہیں لگا بلکہ یہ تیر قلب زہراؑ و رسول خدا و امام حسنؑ و امام حسینؑ کے قلب پر لگا ہے اور یہ تیر امام زمانہؑ مہدیؑ آخر الزمان کے قلب پر لگا ہے۔ **آلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ**
(غنیہ: خوین از استاد مجید زجاجی کاشانی، ص ۴۳)

۱۰۱۔ سلام ہو شہزادہ علی اصغرؑ پر:

اے علی اصغرؑ۔ تمہاری دادی شہزادی کونین بی بی فاطمہ الزہراؑ کی جان تم پر قربان

ہو جائے۔ تیرے پیاسے ہونٹوں اور روتی ہوئی آنکھوں پر بے شمار سلام ہو۔ تیرے گلوئے نازنین مجروح تیر پر سلام ہو جو خون سے سرخ ہو گیا۔ سلام ہو تیری تکلیفات پر جس سے جگر خون ہو گیا۔ تیری غیرت پر سلام ہو۔ تیرے دانتوں اور پھول سے کھلے ہوئے چہرے پر سلام ہو، تیرے لبوں پر اور قرآنی آواز پر سلام ہو۔ جان دینے کے وقت ہنسنا۔ تیری اس ادا پر سلام۔ تیری الوداع پر سلام کہ جب تو میدان میں اپنی جان قربان کرنے کیلئے روانہ ہوا اور شہزادہ عباسؑ پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ وہ تم سے شرمندہ رہے۔ جناب زینبؑ علیا شہزادی پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ ان پر چاروں طرف سے کٹھنوں سے پتھر برسائے گئے اور سلام ہو اس شیر ببر مرد پر امام حسینؑ پر کہ جنہوں نے جو ان فرزند شہزادہ علی اکبرؑ کے سینے سے برچھی نکالی اور جس کا سر کاٹ کر نو کب نیزہ پر اٹھایا گیا۔ سلام ہو اس ذات والا صفات امام حسینؑ پر کہ جنہوں نے دشمنوں کو بھی سیراب کیا ہے اور سخاوت کرنا جن کی عادت ہے۔ یتیم آپ کا مرثیہ خوان ہے۔ میں آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کر کے فخر محسوس کرتا ہوں۔ آپ میں بے شمار صفات ہیں ان کو کہاں تک بیان کر سکتا ہوں۔ (غل یتیم، ج ۳، ص ۲۱۶)

۱۰۲۔ سید الشہداء کی قربانی:

امام حسینؑ نے بحالتہ مجبوری اپنا حج مکمل نہیں کیا۔ حج کو عمرے میں تبدیل کر دیا اور مکہ چھوڑ کر روانہ ہو گئے اور ایسی ایسی قربانیاں کر بلا میں پیش کیں کہ قیامت تک جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ تمام حاجی اپنے لئے ایک قربانی حج کیلئے لے کر آتے ہیں لیکن امام حسینؑ اپنے ساتھ ہر طرح کی قربانی لے کر آئے ہیں جس میں چھ ماہ کا شہزادہ علی اصغرؑ بھی ہے۔ اپنے بیٹے، بھتیجے، بھائی اور یا در و انصار لے کر آئے ہیں۔

(مصائب امام حسینؑ، مولف حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۱۲۶)

۱۰۳۔ اوج تہائی امام حسینؑ:

امام حسینؑ کی مظلومیت نے انسانوں کے دلوں میں اس قدر محبت کیوں پیدا کر دی ہے۔ مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ:

من رقی فی درجاتِ الہم عظمته الامم
یعنی جو شخص بھی اپنی ہمت کے اعتبار سے بلند و بالا ہوتا ہے۔ تمام دنیا اور امت
اسے بزرگ شمار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

قدر الرجل علی قدر ہمة و ہمة علی قدر غیرتہ
انسان کی بلندی کا ترازو ”ہمت“ کو مانا گیا ہے اور انسان کی ہمت کا اندازہ اس کی
غیرت سے لگایا جاتا ہے۔

آلمانی مسیحی لکھتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب، احباب وغیرہ کو سمجھایا کہ ہم
مظلوم ہیں یہاں تک کہ یہ نصرانی کہتا ہے کہ معصوم علی اصغرؑ کے ذریعے سے بھی لوگوں کو
سمجھایا کہ ہم مظلوم ہیں اور یزید لادین ہے روزِ عاشورہ معصوم صغیرؑ کو شہید کیا۔ علی اصغرؑ
معصوم کی شہادت پر لشکرِ یزید کے فوجی بھی بگڑ گئے تھے کہ اتنے معصوم اور پیاسے بچے کو
مارنا کتنا برا کام ہے۔ اس معصوم بچے کا کیا گناہ ہے جو اسے شہید کر ڈالا۔

امام حسینؑ معصوم بچے کو فوجِ اعداء کے سامنے لائے اور دونوں ہاتھوں پر بلند کیا
اور فرمایا کہ:

میں نے اپنے بیٹے علی اکبرؑ کا غرقِ خون لاشہ اٹھایا اور اپنے بھائی عباسؑ کے کٹے
ہوئے بازو اٹھائے اب میرا کوئی یاورد انصار باقی نہیں ہے صرف ایک چھوٹا شہزادہ باقی
رہ گیا ہے وہ بھی پیاس سے جان بلب ہے اور غش کر گیا ہے۔ اگر ماں کا دودھ ہوتا تو بچہ
دشمنوں کے مقابل کیوں لایا جاتا اور کس قدر غم حسینؑ پر پڑے تھے کہ جن کا بیان کرنا

ناممکن ہے۔ بڑھاپے میں جوان لاشوں کا اٹھانا جس سے کمر ٹیڑھی ہو گئی ہو۔ جب قاسم کا لاشہ اٹھایا تھا تو اسی ہی وقت سے کمر خمیدہ ہو گئی تھی پھر علی اکبر و عباس کی لاش پر کمر بالکل بیکار ہو چکی تھی اور آخر میں شہزادہ علی اصغر جو شہادت میں مثل علی اکبر تھے گویا رسول اللہ کی منہ بولتی تصویر تھے۔ خدایا دشمنوں نے کتنی بے رحمی کی ہے۔ ان کو دوزخ کے گہرے طبقے میں آگ کے جلانا۔

امام حسینؑ نے ہر چند کوشش کی اور سمجھایا کہ اس قدر ظلم نہ کرو مگر دشمنوں نے ایک نہ سنی بلکہ جواب میں حرمہ نے تیر مارا جو گلوئے اصغر پر لگا اور باپ کی گود میں شہید و ذبح ہو گئے۔ خدایا خدایا۔ بچے نے ایک موقع پر پرندے کی طرح سے پر مارنے شروع کر دیئے مجھے نہیں معلوم کہ کس قدر تکلیف بچے کو ہوئی۔ درخیمہ پر مادر و خواہرا انتظار کر رہی ہیں۔ امام نے بچے کو لے جا کر فرمایا علی اصغر کو پکڑ لو۔

(۱۔ حضرت حجۃ الاسلام و المسلمین حاج شیخ عبدالحسین واعظ زادہ خراسانی درمدرسہ بخارانی۔

(۲۔ باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۷۲)

۱۰۴۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کا راز:

علی اصغرؑ کی شہادت میں کئی راز ہیں

۱۔ شہادتِ معصوم۔ دلوں کیلئے رقت کا سبب ہے۔ اس غم پر دل پھٹے جاتے ہیں۔

۲۔ اس شہادت نے سب سے زیادہ اذیت قلبِ حسینؑ کو دی ہے۔ ان کا دل

خون رو یا ہے۔

۳۔ جب علی اصغرؑ کو امام حسینؑ نے ہاتھوں پر بلند کیا تو علی اصغرؑ کی پیاس اور گلے

پر تیر لگنے کی وجہ سے ملائکہ مقررین میں کہرام برپا ہو گیا۔ بے قرار ہو گئے۔

۴۔ علی اصغرؑ کی شہادت پر انبیاء و مرسلین، ملائکہ، حواریں تمام کے تمام امام

حسینؑ کے خطاب کو سن رہے تھے اور تصدیق فرما رہے تھے۔

۵۔ معصوم بچہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا گویا یہ ایسی شہادت ہے کہ ستر (۷۰) بار اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ سے کس قدر محبت اور عشق تھا۔

۶۔ چھٹا رازیہ تھا کہ علی اصغرؑ کے خون کو آسمان کی طرف پھینکا گیا تو ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہیں آیا اور یہ محبت خدا کی انتہائی دلیل ہے۔

۷۔ رازیہ ہے کہ علی اصغرؑ کی امام حسینؑ نے نماز پڑھی جس طرح رسول خداؐ نے حضرت حمزہ کی نماز ادا کی تھی روزِ اُحد چونکہ نماز شکر بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی زبردست تعریف ادا کرنا ہے۔ جس پر ملائکہ و انبیاء کو توجہ ہے۔

۸۔ اپنی جان کا فدیہ کرنا مستحب تھا نہ کہ واجب۔ بزرگ لوگوں پر تو واجب تھا لیکن اس معصوم پر مستحب تھا۔ پھر بھی کتنا بلند مقام پالیا کہ اس سے بلند درجہ نہیں ہے۔

۹۔ امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے جانتے تھے کہ کوئی بلند عمل کریں جس سے اپنی جان کا نذرانہ ہو جائے۔

۱۰۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے امام حسینؑ اللہ تعالیٰ کی بندگی، صبر و شکر میں لگ گئے اور جتنا بھی ہو سکا شکر ادا کیا۔

۱۱۔ رازیہ ہے کہ غنچہ اہلبیتؑ محمدؐ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت نے جان جبریلؑ و اسرافیلؑ کو حیرت میں ڈال دیا۔

۱۲۔ اس معصوم طفل شیر خوار کی روح مثل روحِ اعظم ہے۔

۱۳۔ حضرت علی اصغرؑ کو امام حسینؑ نے قبر میں دفن کیا اس کی دو جوہات ہو سکتی ہیں:

(۱) ایک ظاہری وجہ ہے (۲) دوسری باطنی وجہ ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر اور شہداء

کی طرح لاش معصوم پڑی رہتی تو دشمن ضرور اس کا سر کاٹنے اور نیزے پر چڑھاتے اور یہ باعثِ حقارت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آجاتا اور زمین دھنس جاتی۔

۱۴۔ امام حسینؑ نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رحمانی مہمانی میں جو خون پیش کیا یہ ظاہری ہے۔

۱۵۔ اپنے معصوم کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا یہ بھی ترویجِ دین ہے۔

۱۶۔ اس معصوم کا درجہ شہادت تمام دیگر شہداء سے افضل و اعلیٰ ہے اور اتنا بڑا درجہ ہے کہ اس سے بڑا درجہ کوئی نہیں ہے۔

۱۷۔ امام نے دُفن اس لئے کیا کہ لاش پانچ سالِ سَمِ اسپاں نہ ہو سکے۔ اس لئے کہ خونِ پاک و پاکیزہ ہے باعثِ بلندی درجہ ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ اسے چھپایا جائے دشمنوں کی نظر سے اور یہ عملِ امام۔ روحی لہ الفداء حقیقت میں ایک رحمت بزرگواری و مہربانی تھی جسے شیرخوار سے نسبت دی گئی ہے۔

(۱۔ ترجمہ اسرار الشہادۃ، ص ۴۲، مرحوم فاضل در بندی)

(۲۔ باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ، ص ۷۲)

۱۰۵۔ یہ تیر سقیفہ کا تیر تھا:

اے شیعیانِ اہل بیتؑ۔ بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ زہریلا تیر تو اسی روز تیار ہو چکا تھا جب غاصبانِ حقوقِ اہل بیتؑ نے خلافتِ علیؑ کو غصب کر کے خلافتِ راشدہ کی بنا ڈالی تھی اور پچاس (۵۰) سال کے بعد صحرائے کربلا میں یہ تیر صحیح نشانے پر لگایا گیا۔ پہلے قلبِ نازنینِ سید الشہداءؑ اور دوسرے گلوئے علیؑ اصغرؑ پر لگا اور پھر سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھایا گیا اور اگر سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافتِ غصب نہ کی جاتی تو یہ تیر کبھی نہیں لگتا اور امام کے یاد و انصارِ خون میں نہ نہاتے۔

ایک مازندران کے بادشاہ سے سید علوی نے پوچھا کہ حسینؑ اور ان کے یاور و انصار کو کہاں شہید کیا گیا تو جواب ملا کہ کربلا میں۔ بادشاہ نے کہا کہ حسینؑ کے قتل کی سازش تو سفیہ بنی ساعدہ میں ہی بن چکی تھی جب ابو بکر کی بیعت کی گئی تھی۔

یہ جانتے ہو کہ کس روز زینبؑ اسیر ہوئیں۔ جس روز خلافت بنی ساعدہ تیار ہوئی۔

(۱۔ شرح مرآئی سید بحر العلوم، مرحوم علامہ سید محمد مہدی بحر العلوم، ص ۲۳۸)

(۲۔ کامل بہائی، ج ۲، ص ۳۰۴، مرآئی بحر العلوم، علامہ محمد مہدی بحر العلوم،

ترجمہ شیخ رحمت اللہ کر بلائی، ص ۲۳۷)، (۳۔ نیز تبریزی)

۱۰۶۔ روحِ اصغرؑ پیاس سے آزاد ہو گئی:

رسولؐ خدا کا چمن پانی نہ ہونے سے آگ میں جل رہا ہے۔ فاطمہؑ زہراؑ کے پھول مڑ جھانگے ہیں بلبلوں نے بھی اپنے نغے چھوڑ کر غم و اندوہ کے نالے شروع کر دیئے اور پیاس کی شکایت کا نغمہ گارہی ہیں۔ جیسے جناب ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے چکر لگائے تھے اور ان کا نونہال اسٹعلیل زمین پر پیاس میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا تو زہرہؑ کا چمن بھی پژمرده ہے۔ انسان کو حسینؑ کی پیاس پر قیامت تک یاد کر کے رونا چاہیے اور کربلا کی پیاس ان کی زبردست ہے کہ جس کی گرمی سے دریا کا دل بھی جل اٹھا ہے۔ اصغرؑ معصوم جھپکتے چاند کو قبر میں چھپا دیا تو اندھیرا ہو گیا۔ دشمن کے تیر نے معصوم کو بھل و زخمی کر دیا اور اصغرؑ معصوم کی پیاس موت سے ختم ہو گئی۔ معصوم اصغرؑ پیاس سے خیمے اور جھولے میں رو رہے ہیں اور شہات کیلئے بیتاب ہیں۔ اہل کوفہ سے پانی مانگا تو مثل خشک لکڑی کے ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا تم کو بھی اللہ تعالیٰ پیاس کی گرمی سے جلائے گا۔ قیامت تک دریا کی موجیں سر پٹکتی رہیں گی اور کہیں گی کہ ہائے کربلا والوں کی پیاس۔ اے میثم۔ جب اہل بیتؑ حرم پر پانی بند اور حرام کر دیا گیا تو کاش پورے عالم

کیلئے بند ہو جاتا کہ آسمان نے اہلحرم کے ساتھ یہ پیدا کی ہے۔

(نخل میثم، ج ۲، ص ۳۵۵، شعر از مداح اہل بیت، جناب آقائی حاج غلام رضا سازگار)

۱۰۷۔ علی اصغرؑ کو میدانِ کربلا میں لانے کی وجہ:

امام حسینؑ اپنے بیٹے معصوم علی اصغرؑ کی شہادت سے واقف تھے پھر کیوں امام میدان میں لائے اور پانی مانگا اس بات کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

ہر طرح کا ظلم غاصبانِ خلافت نے اہلحرم پر توڑے رکھا تھا۔ معاویہ کا طولانی دور شیعہ یحییٰ بن حیدرؑ کیلئے خطرناک اور ظالم دور ہوا ہے۔ امام کے لفظ کو بگاڑ دیا گیا تھا اور امام و نبیؐ سے ہر غلطی اور گناہ کا ہونا ذہن میں بٹھا دیا گیا تھا اور خدا سے دور و برگشتہ امام کو کہا جا رہا تھا یہ دور امامت کشتی، ولایت کشتی، خلافت کشتی اور شخصیت کشتی کا دور تھا۔

حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے حقوق غصب کئے جا رہے تھے اور ظاہر ہے کہ امام حسینؑ تو حضرت علیؑ کے بیٹے تھے۔ معاویہ کو ان سے زبردست دشمنی تھی اس لئے کربلا کا واقعہ درپیش آیا اور معصوم بچوں علی اصغرؑ شیر خوار، سیکنہ و رقیہؑ پر بھی ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ معاویہ نے شام میں علیؑ کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا تھا اور جنگ صفین میں قرآن کو نیزوں پر رکھا گیا تھا اور جنگ نہروان اسی بنیاد پر لڑی گئی تھی اور نیزے پر امام حسینؑ نے دین اسلام کے شجر کی آبیاری اپنے خون سے کر کے قیامت تک کیلئے اس درخت کو سرسبز و شاداب کر دیا کہ رہتی دنیا تک لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہیں گے۔ (باب الحوائج، حضرت علیؑ ص ۹۶)

۱۰۸۔ امام حسینؑ کی مظلومیت کی بڑی دلیل:

دارہ المعارف قرن، جلد ۱۹ فرانس کی چھپی ہوئی ہے کہ جس سے امام حسینؑ کی مظلومیت ٹپکتی ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کو اسہ رسولؐ نے اپنے وطن سے بہت

دور جنگل بیابان میں اپنے یاور و انصار کی قربانی دی۔ ان سب سے عجیب اور بڑی عظیم
 قربانی معصوم علی اصغرؑ ہے جس کا تاریخ اس سے پہلے کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی بچے کو
 گھونٹ بھر پانی (جس کی کوئی قیمت نہ تھی) پلانے کو کہا تو دشمن نے تیر سے بچہ شہید
 کر دیا۔ حسینؑ کے اس عمل سے پتہ چلا کہ اس شہادت نے بنی امیہ کی دھجیاں اڑا دیں
 اور تمام دنیا میں یزید معاویہ کو ننگا کر دیا اور اسلام کو حسینؑ اور یاور و انصار نے حیات نو
 بخشا۔ (شہزادے پیشاور ص ۵۴)

jabir.abbas@yahoo.com



روزِ عاشورہ

علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد

الف۔ آسمان کی طرف خونِ علی اصغرؑ کا پھینکنا:

۱۰۹۔ کس وجہ سے خونِ علی اصغرؑ زمین پر نہ ڈالا گیا:

اسلامی مورخین مثل ابن شہر آشوب مناقب میں، ابن نماحلی میثر الاحزان میں سید ابن طاووس نے لھوف میں، ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ (فرمانی) در اخبار الادول میں، میرزا محمد تقی پسر نے ناسخ التواریخ میں، ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں عبد الرزاق موسوی مقرر نے مقتل الحسینؑ میں اور علامہ سید محسن امین نے اعیان الشیعہ میں علی اصغرؑ کا خون آسمان پر پھینکنے کے بارے میں لکھا ہے کہ کس وجہ سے خون مقدس علی اصغرؑ زمین پر نہ بہایا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ اجسام لطیفہ مائل بہ محیط ہوتے ہیں اور اجسام کثیفہ اپنے مرکز کی طرف نیچے کی سمت جلدی سے آتے ہیں پس یہ خون لطیف بہ محیط مائل تھا اس لئے جانب آسمان چلا گیا اور یہ خون مقدس زمین پر نہیں بہنا چاہیے تھا اور ملائکہ آسمان نے وہ خون شیشی بھرتی میں بند کر کے تختے کے طور پر اپنے پاس رکھا تھا اور جنت لے گئے چنانچہ ایسا ذکر زیارت چہارم تحتہ الزائر میں لکھا ہوا ہے یا پھر یہ بات بھی تھی کہ اگر یہ خون زمین پر بہایا جاتا تو عذاب آجاتا چنانچہ مورخین نے ایسا لکھا ہے۔

(اکلیل المصاب، محمد بن سلیمان نیکابنی، ص ۶۶)، (دقائق الايام، ملا علی آقا واعظ تبریزی، ص ۵۱۵)

۱۱۰۔ خونِ علی اصغرؑ حسینؑ نے چہرے پر مل لیا:

معصوم علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ اپنے چہرے پر ملا جیسے علی اکبرؑ کا خون بھی آپ مل چکے تھے اور جسم پر بھی مل چکے تھے۔ مرحوم جلیل عالی قدر حبیب اللہ شریف کاشانی کہتے ہیں کہ امام نے کچھ خون اپنے لباس کے دامن پر بھی مل لیا اور نہ چاہا کہ یہ خون زمین پر نہ بہے ورنہ خون اگر زمین پر گر گیا تو قیامت تک گھاس

زمین سے نہ اُگے گی اس لئے خون ملا۔ (تذکرۃ الشہداء، ملا حبیب اللہ کاشانی، ص ۲۲۲)

۱۱۱۔ پروردگار قربانی علی اصغر قبول فرما:

امام حسینؑ چھ ماہ شیر خوار کو خون میں نہلائے ہوئے گود میں شلو کے میں لئے کھڑے تھے اور علی اصغرؑ کا خون آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے اللہ قربانی آلِ محمدؑ کو قبول فرما۔ اے میرے رب۔ یہ معصوم غنیجہ کیسا چمنستانِ محمدؑ میں کھلا کہ غم اور مصیبت عطش سے ٹھکلا گیا، جھلس گیا اور اس داغ سے غم اور بڑھ گیا ہے یہ زینتِ بزمِ پھول یہ آخری پھول تھا۔ (مفتاح الجنۃ، مولف عالم جیل القدر مقدس رنجانی، ص ۸۰)

۱۱۲۔ علی اصغرؑ کے کپڑوں پر خون ملنے کا راز:

والد مرحوم صدر الدین قزوینی کہتے ہیں کہ کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے جسمانی لباس (شلو کے) میں خون مل لینے کا کیا راز تھا کہ روزِ محشر قائمہ عرش ہلا کر فریاد کر سکیں اور دشمنوں سے بدلہ لیا جائے۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۳)

۱۱۳۔ خونِ علی اصغرؑ چہرے پر ملنے کا راز:

حاج محمد ہاشم خراسانی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے منہ پر علی اصغرؑ کا خون اس لئے چہرے پر مل لیا کہ کل روزِ قیامت نانا کی امت کی بخشش کا سہارا بن جائے۔ (منتخب التواریخ، ص ۲۷۰، محمد ہاشم خراسانی)

۱۱۴۔ علی اصغرؑ تم ناقہ صالح سے کم نہیں ہو:

شیخ باقر ملبوبی صاحب کتاب الوقایع والحوادث میں کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو لباسِ علی اصغرؑ پر ملا اور فرمایا کہ میرا یہ بچہ علی اصغرؑ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔ ہاں خونِ علی اکبرؑ کو بھی ملا تھا کیونکہ یہ دونوں خونِ خزانہ آلِ محمدؑ ہیں اور بہترین

وسیلہ کشفاعت ہیں اور اسے ذخیرہ مانا ہے۔ (شیخ باقر ملبونی، الواقع والحوادث، ج ۳، ص ۸۸)

خدایا یہ بچہ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہ ہو۔

تاریخ ابن واضح میں ہے کہ امام حسینؑ نے وہ تیر علی اصغرؑ کے حلق سے کھینچ کر اور اس طفل معصوم کا خون بطور کفن اُس کے بدن پر ملا فرمایا اے فرزند! واللہ تیرا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقہ صالح سے بڑھ کر ہے جس طرح تیرے جدا مجد محمد مصطفیٰؐ کا رتبہ صالح پیغمبر سے بالاتر ہے۔ (الجالس العشرہ صفحہ ۸۳)

از مولانا غلام صادق۔ خدایا تو جانتا ہے یہ شیر خوار بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے جس کو اس قوم نے ظلم و سرکشی سے قتل کر ڈالا۔

عرض کی بار الہا صالح پیغمبر کے ناقہ کا بچہ جو ان کی امت نے قتل کیا تھا اس سے تو میرے بچہ کا قتل کرنا تیرے نزدیک کسی طرح سے کم نہ ہوگا۔

(ابصار العین مترجم صفحہ ۲۰۶) (الدمعہ صفحہ ۳۲۰ بحوالہ بحار، ج ۱۰ صفحہ ۲۲۵ الوانج الاشجان صفحہ ۱۲۶ نہفتہ صفحہ ۱۱۱ مقتل مقررہ حاکیمان شیر الاحزان ابن نما صفحہ ۳۲ مجمع الاحزان صفحہ ۲۱۵ بروایت ابی مخنف۔ مقتل الخوارزمی ج ۶ صفحہ ۳۲ مناقب مازندرانی طبع نجف ۲۵، مقاتل صفہانی صفحہ ۶۲ و ابی مخنف)

۱۱۵۔ خونِ علی اصغرؑ آسمان کی طرف نہیں پھینکا:

انکار آسمان کو ہے راضیٰ ز میں نہیں:

مرحوم ملا حاج ملا علی آقا واعظ تبریزی خیابانی کہتے ہیں کہ روز عاشور سال ۶۱ ہجری کو امام حسینؑ نے تین مقدس ہستیوں کے خون کو آسمان کی طرف پھینکا ہے کہ ان کا خون زمین پر نہ ہے۔ (۱) خونِ علی اکبر (۲) خونِ گویے اصغرؑ شیر خوار (۳) خونِ مطہر امام حسینؑ۔

(۱۔ باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۸۵)

(۲۔ ملا علی واعظ تبریزی خیابانی، واقع الایام ص ۵۱۵)

۱۱۶۔ امام حسینؑ کا گریہ:

طبری نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ جب علی اصغرؑ امام حسینؑ کی آغوش میں تھے اور تیرا کر لگا تو خونِ کُمُوح کی طرح مل لیا۔

اللہم احکم بیننا و بین قوم دعونا لینصر و نافتقلونا

بار خدا یا ہمارے اور ظالم میزبانوں کے درمیان حکم فرما کہ جنہوں نے دعوت دے کر ہم کو بلایا اور پھر ہمارے خون سے اپنے ہاتھ لال کر لئے تو ہماری مدد فرما اور ان سے بدلہ لے۔ (اشعری الامال)، (۲۔ نفس المہموم ص ۲۱۶)

پس امام حسینؑ نے چیخ کر فرمایا اے فرزند اے نورِ نظر (نہر المصابیہ) مجلس ۳۷ ص ۳۷۰ (۲۳۰) امام حسینؑ مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے حسینؑ نے رونا شروع کر دیا۔ (معلوم ہوا بچہ کے مصائب پر گریہ میں بھی کافی اہمیت ہے) حسینؑ نے بچہ کی چھدی ہوئی گردن کے نیچے ہاتھ رکھ دیئے جب دونوں بھر گئے فرمایا اے نفس صبر کر اور مصیبت پر اجر کی توقع رکھ۔

ابنِ خلدون کے موافق فرمایا اے رب اگر تو نے (امتحاناً) مدد روک لی ہے تو جو مناسب ہو وہی کر اور ان ظالموں سے انتقام لے۔ (شہید اعظم از ریاض بناری ص ۱۹۱) تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ پھر عرض فرمایا بارِ الہا اگر ابھی میری نصرت تیری مصلحت (امتحان) کے خلاف ہے تو میرے مصائب کو موجبِ زیادتیِ ثوابِ آخرت فرما اور ان ظالموں سے میرا انتقام لے۔

(ارشاد۔ الدرر المعنی۔ تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵ نوابع۔ نفس المہموم۔ بحار عاشق صفحہ ۲۲۵)

بحار الانوار میں ہے کہ ”حضرت نے بہ درگاہِ احدیت عرض کی خداوند اگر تو نے اپنی نصرت و مدد کو ہمارے واسطے حکم نہیں دیا تو اس کے عوض میں ہیں وہ جزا عطا فرما جو اس

فتیابی سے ہمارے لئے بہتر ہو۔

شاید مقصود یہ ہو کہ خداوند امیری خواہش پر اگر تو نے نصرت کو موقوف کر رکھا ہے تو اس کے عوض میں جو چیز اس سے بہتر ہو عطا کر۔ اس لئے کہ اکثر روایات سے ظاہر ہے کہ جناب باری عزاسمہ نے حضرت امام حسینؑ کو اختیار دیا تھا اگر حضرت چاہتے تو حق سبحانہ تعالیٰ نصرت و فتح عطا فرماتا مگر حضرت نے خود ملاقات پروردگار کو اختیار کیا اور فتح و ظفر کو پسند نہیں کیا۔ (نہر المصاب صفحہ ۲۵۰)

یہ بڑے موقع کا بڑا عمدہ نوٹ آخوند مرحوم نے دیا خدا ان کو نصرت حق کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

شیخ عباس قمی نے سبط ابن جوزی سے ہشام کی روایت کے بموجب یہ کلمات نقل کئے ہیں۔

روایت ہشام بن محمد ہے کہ پس حسینؑ نے فرمایا خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ (نتہی الآمال ج ۱ صفحہ ۳۸۹) (تذکرہ سبط ابن جوزی مترجم اردو صفحہ ۵۰۵ از مولانا صفدر حسین) میں کہتا ہوں ہشام جس کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

حسینؑ نے فرمایا خدایا تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرمانا جس نے بلایا تو مدد کرنے کو تھا مگر ہمارے قتل کے درپے ہو گئے۔

یہی کلمات روایت عماد ذہبی میں بھی ہیں جو ابن جریر نے نقل کی ہے کہ ”ہمارے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس طرح روایت کی ہے۔“

مگر ذہبی کی روایت میں نہ بچہ کا نام مذکور ہے نہ دوسرے تفصیل کم سے کم اتنے جتنے عام اجمالی روایات میں ملتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ عمار والی روایت و ہشام والی روایت

میں آخری کلمات حسرت آیات مشترک ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں ہمعصر ہو کے ایک واقعہ کی حکایت کر رہے ہیں۔ ایک نے اجمال سے کام لیا ہے تو دوسرے نے ذرا تفصیل سے۔ پس اس سے وحدت واقعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ورنہ عمار کی اجمال گوئی پر طبری نے نص کر دی ہے اور ابو جحف کے لئے لکھا ہے کہ وہ تفصیل سے لکھتا ہے۔ ان نکات کو سامنے رکھنے سے ضرور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بات بڑی تفصیلی تھی مگر ضرورت روایت نویسی جس کے جتنی پیش نظر تھی اس نے اتنا ہی روایت کیا ورنہ ابو جحف، ہشام کلبی اور یحییٰ سب ہی تو حضرات صادقین علیہم السلام کے خوشہ چین ہیں۔

دفع توہم:

آخری فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے بلایا وہی قتل کے درپے ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ امامیہ نہ تھے۔ حسین علیہ السلام کے جواب سے یہ امر روز روشن اور مہر نیمروز کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ حضرت نے اہل کوفہ کو ان کی طلبی کے خطوط کے جواب میں جو خط لکھا ہے اس میں یہ ارشاد بڑا جامع و مانع تھا۔

”مقالة جلکم انه لیس علینا امام“

خط لکھنے والوں کی اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ ”آئیے ہم پر کوئی امام نہیں ہے“۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی شیعہ جو امام منصوص و معصوم کا قائل ہوگا نہیں لکھ سکتا۔ اس لئے کہ ہر شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کوزمین پر ہونا چاہیے خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہو اور اسی عقیدہ کے رکھنے والے لے کر بلا آ کر شہید ہوئے ورنہ مجبوراً نظر بند و اسیر تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے ”یا شیعة ال ابی سفیان“ سے کر بلا والوں کو موقع بموقع مخاطب کر کے بھی شیعیاں کوفہ سے الزام قتل کی صفائی خود ہی پیش فرمادی ہے اب

اس میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ ورنہ جتنا سلجھانا چاہے اتنا الجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے۔

۱۱۷۔ ہدیہ حسینی:

امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو آسمان کی طرف پھینکا اور ایک قطرہ بھی خون کا زمین پر نہ گرا کیونکہ یہ محبتِ خدا کی گہری دلیل ہے اور سارا خونِ علی اصغرؑ آسمان پر ہی چلا گیا اور خون کی توہین نہیں ہوئی۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ ص ۷۲)

۱۱۸۔ پروردگار، تو ہمارا جلد بدلہ لے:

طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ ”اگر آسمانی امداد ہمارے لئے بند ہو چکی ہے تو روزِ آخرت ہمیں اس کا بدلہ زبردست دینا اور ہمارے دشمنوں سے بدلہ لینا“۔ (تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۳۲)

۱۱۹۔ عظمتِ حضرت علی اصغرؑ:

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد یہ لکھا ہے کہ امام حسینؑ یکہ و تنہا تھے اور معصومِ صغیران کی گود میں تھا کہ حیرا کر لگا اور خونِ کو آسمان کی طرف پھینکا۔ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا اور امام نے فرمایا کہ اے میرے اللہ تعالیٰ میرا یہ معصوم علی اصغرؑ ناقہِ صالح سے کم نہیں ہے۔ (۱۔ مناقب آل ابی طالب، ج ۳، ص ۲۵۷)

۱۲۰۔ علی اصغرؑ کا خون تمام شہیدوں سے افضل ہے:

روزِ عاشورہ حضرت علی اصغرؑ کا خون سب شہیدوں سے بلند و بالا درجہ رکھتا ہے اور معصوم کو شہید کرنا ظلم کی بدترین مثال ہے کیونکہ یہ ایک چھوٹا اور ایسا اللہ تعالیٰ کا سپاہی ہے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا ہے اس شہادت نے امام حسینؑ کی عظمتوں کو بلند و بالا کر دیا ہے۔ امام نے معصوم کی گردن سے خون لے کر جانبِ آسمان پھینک دیا ایک قطرہ بھی واپس نہیں آیا اور

فرمایا کہ میرے اس بچے کی قربانی ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔

خدایا مجھ پر بے شمار ظلم کئے ہیں تو بدلہ لینا۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کو تو دراصل سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی شہید کر ڈالا تھا جبکہ انصار نے کہا تھا کہ ایک بزرگ ہمارا ہوگا اور ایک تمہارا ہوگا (۱۔ منتخب التواریخ، ص ۲۷۱)، (۲۔ لُحُوف سید بن طاووس) (۳۔ مقاتل الطالیین، ص ۶۰)، (۴۔ بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۴۷) (۵۔ مفتاح الحجۃ، مولف مقدس رنجانی)

۱۲۱۔ خونِ علی اصغرؑ کے ایک قطرے کی عظمت:

فضل کا کہنا ہے کہ ابوالور نے مجھ سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا ہے کہ اگر علی اصغرؑ کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرے تو عذابِ الہی آجاتا۔ شاعر نے کہا ہے کہ:

وعند غنى قطرة من دهائنا

وفى اسد اخري لقد و تحسب

ہمارا خون کا قطرہ قبیلہ غنی کا ہے اور دوسرے خون کا قطرہ قبیلہ اسد کا ہے کہ روزِ جزاء جس کا فیصلہ ہونا ضروری ہے۔

(۱۔ حماسہ سازانِ کربلا، ترجمہ ابصار العین فی انصار الحسین مرحوم سماوی، ص ۴۱)

ب۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیامِ اہلِ حرم میں کہرام

۱۲۲۔ علی اصغرؑ حورانِ جنت کی آغوش میں:

امام حسینؑ نے جیسے ہی صدائے استغاثہ بلند کی تو خیمے میں کہرام برپا ہو گیا۔ مادرِ علی اصغرؑ کے خیمے سے زیادہ شور ہوا۔ امام نے پوچھا کہ اب کیا نیا واقعہ ہوا ہے جواب ملا کہ مادرِ اصغرؑ کا شیر سوکھ گیا ہے بچہ پیاس سے جان بلب ہے۔ اسے لاکر ایک قطرہ پانی

پلا دو۔ جناب ربابؑ نے معصوم کو امام کی گود میں دے دیا۔ علی اصغرؑ کو تیر لگا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ پھر خیمے میں لا کر فرمایا کہ ربابؑ اپنا بچہ لے لو۔ جناب ربابؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور سینے سے چمٹا لیا اور فوراً کہا:

”ماں کے پاس سے جھوٹے سے میدان میں گئے پھر آپ حوروں کی آغوش میں چلے گئے۔“ (۱۔ باب الحواج حضرت علی اصغرؑ ص ۲۶)، (۲۔ طوفان البکاء مرحوم جوہری، ص ۱۵۰۔ ۱۵۱) ۱۲۳۔ نالہ حضرت زینبؑ:

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکرِ عمر بن سعدؓ میں تھا اور جو بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر شہید ہوا اس وقت ایک نورانی بی بی (زینبؑ) خیمے سے باہر آئیں جن کا نور آفتاب سے زیادہ چمک رہا تھا وہ چلتے میں تیزی کی وجہ سے کبھی گرتی تھیں کبھی اٹھتی تھیں اور فرماتی جاتی تھیں:

وا ولداه واقتیلاہ وامہجۃ قلباہ

وہ بی بی معصوم علی اصغرؑ کے قریب پہنچیں اور ان کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ دیا اور اس طرح بلبلاتا کر ونا شروع کیا کہ فوج یزیدی بھی گھبرا گئی اور رونے لگی۔ اس دوران کئی بچیاں معصوم ادھر آئیں اور علی اصغرؑ پر گر پڑیں۔ امام حسینؑ ان کی طرف روانہ ہوئے اور ان کو خیمے کے اندر بھیج دیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ کون عورتیں ہیں تو مجھے جواب ملا کہ حضرت زینبؑ و حضرت اُم کلثومؑ دخترانِ فاطمہؑ زہراؑ ہیں اور شہزادی سیکینہؑ، شہزادی فاطمہ کبریٰؑ اور رقیہؑ ہیں۔ حمید کہتا ہے کہ میں ان کے احوال بیان کرنے میں بے بس ہوں (۱۔ ترجمہ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ص ۳۹۱) (۲۔ صحیح الاحزان، ۲۳۴، صحابِ رحمت، ص ۵۳۳)

۱۲۴۔ میرا بے شیر بچہ:

میرا نازنین بچہ بھوک پیاس سے بے جان سو رہا ہے۔ میری بہن زینبؑ اسے

ر باب کی گود سے لے آئی ہیں اے میرے اللہ اسے بے خطا تیر مار کو خون میں نہلا دیا گیا ہے اور میں اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھ رہا ہوں۔

۱۲۵۔ گریہ بر مصیبت شہادت علی اصغر:

شعی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ معصوم علی اصغرؑ کا جنازہ خیمے میں لائے تو رونے لگے۔ خیمے کی عورتیں امام کے گریے کی آواز پر خیمے سے باہر آ گئیں۔

(۱۔ ترجمہ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ص ۲۹۱)

۱۲۶۔ اس طرح سے ر باب کو اصغرؑ کی اطلاع نہ دیں:

امام حسینؑ نے اپنے چمن کا آخری پھول کھلایا ہوا دیکھا کہ بچہ ذبح ہو چکا ہے۔ بی بی زینبؑ سے کہا کہ بچہ گود میں لو لیکن اس کی ماں کو اس کی اطلاع نہ دینا ورنہ بے چین ہو جائے گی۔ (۱۔ مفتاح الجنۃ، مولف عالم طویل القدر مقدس زنجانی، ص ۸۰)

۱۲۷۔ علی اصغرؑ کا خون بھرا اُکرتا:

علی اصغرؑ کا لباس (شلو کا) خون سے بھرا ہے۔ اب اہل حرم نے دیکھا کہ بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو چکا ہے۔ اگر ماں یہ حالت دیکھے گی تو کیا سوچے گی۔ پھوپھی زینبؑ اور بے بی سیکنہؑ کیا سوچے گی۔

۱۲۸۔ میری بیٹی علی اصغرؑ کا لباس پکڑو:

روایت ہے کہ علی اصغرؑ کے تیر لگنے کے بعد ایک ظالم ملعون نے تیر امام حسینؑ کے ہونٹوں پر مارا کہ ان کو سی دیا جائے۔ جناب سیکنہؑ باپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا میرے بھائی علی اصغرؑ کو سیراب کر لائے۔ امام نے بیٹی سیکنہؑ سے کہا کہ لو تم اپنے بھائی اصغرؑ کا لباس پکڑو اور دیکھو علی اصغرؑ کا سرتن سے جدا ہو گیا ہے۔

(معالی السطین، ج ۱، ص ۴۲۵، سوگنامہ آل محمد، ص ۳۳۰)

۱۲۹۔ سنگینی مصیبت علی اصغرؑ بی سکیئہ کے دل پر:

علی اصغرؑ کی شہادت نے بی بی سکیئہ کے دل پر برا اثر کیا اور حرمہ کے تیرنے کام تمام کر دیا لیکن علی اصغرؑ تو لڑنے کے قابل بھی نہیں تھا اسے کیوں مارا گیا۔

(۱۔ زینب کبریٰ، ص ۲۱۰۹)

۱۳۰۔ مرثیہ خوانی اُمّ کلثوم:

شععی کا کہنا ہے کہ جیسے ہی علی اصغرؑ کو تیر لگا تو خیمے میں سے مستورات باہر آ گئیں اور بچے کو گود سے لگا لیا اور کہنے لگیں کہ اے اللہ تعالیٰ اے محمدؐ، اے علیؑ مر قتل ہمارے خبر لو۔ اس معصوم بچے کو ان ظالموں نے خون میں نہلا دیا۔ (۱۔ الوقایع والحوادث، ج ۳، ص ۹۴)

ج۔ علی اصغرؑ کو دفن کرنا

۱۳۱۔ ششما ہے کی نماز جنازہ پڑھنا:

جب علی اصغرؑ شہید ہو چکے تو امام حسینؑ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ بچے کی نماز نہیں ہے لیکن امام نے صبر و سکون حاصل کرنے کیلئے نماز ادا کی کیونکہ سورہ بقرہ کی آیت ۴۵ میں لکھا ہے کہ صبر اور نماز سے اللہ کی مدد چاہو۔ ذوالفقار سے قبر کھودی اور ننھے معصومؑ کو سپرد خاک کر دیا (۱۔ تاریخ التواریخ، ص ۴۹۲)

۱۳۲۔ سلام:

سلام ہو ہمارا علی اصغرؑ کے مزار پر۔ ان کے ماں، باپ، بھائی پر ہمارا سلام ہو اور گلستانِ فاطمہؑ کے غنچے پر ہمارا سلام ہو۔ علی اصغرؑ کے خشک لبوں اور خون سے تر چہرے پر ہمارا سلام ہو۔ بے شمار درد و سلام ہماری جانب سے۔ (۱۔ نخل بیثم، ج ۱، ص ۲۶۰)

۱۳۳۔ علت تدفین علی اصغرؑ:

امام حسینؑ سے سوال کیا گیا کہ تمام شہداء کو خیمے میں لے گئے لیکن علی اصغرؑ کو کیوں دفن کیا گیا۔ امام نے فرمایا کہ میں نے نہ چاہا کہ ششماہہ پائمال سُم اسپاں ہو اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھایا جائے اور بچوں اور عورتوں کی نگاہیں اسے دیکھیں یا زمین پر یوں ہی پڑا رہے۔ (مقتل لالہ ہا، مجموعہ مرآئی عترت مولف شیخ احمد بحرانی دہلوی ص ۱۸۱)

هل راحم يرحم الطفل الرضيع فقد

جف الرضاع و مال الطفل مصطبر

فرماتے ہیں کہ کوئی مددگار ہے جو ہماری مدد کرے اور بچوں کی تشنگی دور کرے۔

(شرح مرآئی سید بحر العلوم، مولف سید محمد مہدی بحر العلوم، ص ۲۲۵)

۱۳۴۔ شرمندگی حضرت امام حسینؑ از بی بی حضرت اُمّ ربابؑ:

امام حسینؑ کو بچوں کی تشنگی دور کرنے سے شرمندگی ہوئی۔ علی اصغرؑ سیکنہ سے اور علی اکبرؑ سے کہ جب میدان سے آکر پانی مانگا تو امام نے اپنی زبان علی اکبرؑ کے منہ میں کردی۔ پھر قاسمؑ کی بالیں پر امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کی بالیں پہنایا اور علی اصغرؑ کی شہادت پہ جناب ربابؑ سے شرمندگی ظاہر کی اور کہا کہ میں اصغرؑ کو پانی نہ پلا سکا اور شرمندگی کی وجہ سے حضرت علی اصغرؑ کی لاش پشت خیمہ سے ربابؑ کو دے دی اور قبر کھودی۔ ربابؑ نے اپنے بچے کا آخری دیدار کیا۔

(مصائب امام حسینؑ، حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۱۴۰)

۱۳۵۔ الوداع کہنا حضرت اُمّ ربابؑ کا شیر خوار کو:

اے غنچہ اہل حرم تو کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا۔ سو جا میرے لال سو جا خاک میں

آرام ملے گا۔ اب مادر کے دامن میں بھی آرام نہیں ملتا ہے۔

اس خاموش صحرا میں زیر زمین آرام سے سو جاؤ۔ یہاں تیر و شمشیر کی جھنجھناہٹ (آواز) نہیں آئے گی نہ نعرہ جنگ اللہ اکبر کی آواز آئے گی۔ یہاں کچھ اور اموات مومنین ہیں جو اس صحرا میں سو رہے ہیں۔ یہاں اکبر و قاسم بھی سو رہے ہیں علی اصغرؑ نہ ڈرنا۔ پیاس تو تجھے مرتے دم تک رہی۔ کافر و ملعون حرمہ نے تجھے تیر مار کر شہید کر ڈالا۔ یا اللہ یا جبّار یا قہار اس ملعون کے ہاتھوں کو توڑ ڈال جس نے علی اصغرؑ کو تیر مارا ہے اور غنچہ اہل حرم کو خاموش کر دیا ہے۔

اے حسان۔ جب قیامت میں اصغرؑ آئیں گے تو نئی قیامت برپا ہو جائے گی۔
(۱۔ اشک بائی ہمیشہ جاری، ص ۹۸، شعرا از شاعر اہل بیت حسان)

۱۳۶۔ اصغرؑ کو دفن کرنا:

کتاب احتجاج میں نقل کیا گیا ہے کہ جب علی اصغرؑ شہید ہو چکے تو امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور اصغرؑ کو زمین میں دفن کر دیا۔ (۱۔ منہی الآمال)

۱۳۷۔ علی اصغرؑ پر نماز پڑھنا:

جب علی اصغرؑ خون میں نہا گئے تو امام نے ان پر نماز پڑھی پھر تلوار سے قبر کھود کر لاش کو دفن کیا۔ (۱۔ متعل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۲)

قبر علی اصغرؑ پر امام حسینؑ کا گریہ:

نوک شمشیر سے چھوٹی سی لحد کی تیار بھر دیا زخم گلوئے علی اصغرؑ میں غبار
کبھی سوکھے ہوئے لب اور کبھی چوے رخسار کبھی تربت پہ نظر کی کبھی کرنے لگے پیار

ہونے پایا جو نہ کامل وہ قمر چھپتا ہے

دیکھتے ہیں شہ دیں نور نظر چھپتا ہے

شوق میں دیر سے کھولے تھی جو آغوش کو قبر دفن فرما کے اُسے رونے لگے صورتِ ابر
 دلِ غم دیدہ سرور پہ یہ کیسا ہوا جبر باپ نے دفن کیا بیٹے کو اللہ رے صبر
 مائل رنج و غم و اشک فشانِ ہو کر
 قبر پر پیاسے کی دل بہہ گیا پانی ہو کر
 دفن جب کر چکے بے شیر کو شاہِ دوسرا رکھ کے منہ چھوٹی سی تربت پہ یہ حضرت نے کہا
 تیر کے زخم سے دکھتا تو نہیں خشک گلا اب تو اے جانِ پدر کوئی نہیں ہے ایذا
 چھٹ گئے پیاس کی تکلیف سے آخر بیٹا
 چین سے سوؤ خدا حافظ و ناصر بیٹا
 (بابو صاحب فائق)

۱۳۸۔ قیامت میں شفاعت کا وسیلہ:

مقاتل میں لکھا ہے کہ امام نے بچے کو قبر میں دفن کیا۔ نماز پڑھی اور عرصہ قیامت
 میں شفاعت کا وسیلہ قرار دیا اور کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھنا ایک امتحان تھا جس سے تمام
 انبیاء اولیاء تعجب میں ہو گئے اور یہ نماز اللہ تعالیٰ کے شکرانے کی تھی کہ اس نے ایسا
 بہترین موقعہ عنایت فرمایا اور دوسری وجہ بچے کے دفن کرنے کی یہ تھی کہ سپاہِ یزید بچے کا
 سرتن سے جدا نہ کرے اور تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ بچے کا تن سُم اسپاں سے پائمال نہ کیا
 جائے۔ (زندگانی حضرت ابی عبداللہ الحسینؑ، مولف ابوالقاسم حجاب، ص ۷۲)

۱۳۹۔ اصغرؑ کے دفن کرنے کی حکمت:

کتاب الاحتجاج اور مطالب السؤل سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت نے علی اصغرؑ
 کے خون بھرے کرتے کو بھی دفن کر دیا اور تمام شہداء کے لاشے جو پارہ پارہ بھی تھے قتل

سے اٹھا کر لائے لیکن دفن نہ کیا تو علی اصغرؑ کے دفن کی کیا وجہ تھی۔ دوسرے گھوڑے دوڑانے کی وجہ تھی تیسرے سر مقدس کو جدا نہ کیا جائے نہ سر کاٹا جائے نہ نیزے پر چڑھائیں کہ باعثِ ذلت ہے وغیرہ۔ (الاحتجاج، ج ۲، ص ۳۰۱)

۱۴۰۔ خوں بھرے گرتے میں علی اصغرؑ کو دفن کرنا۔

مرحوم صدر الدین واعظ قزوینی اس بارے میں کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے قنڈاقہ خونیں (وہ چادر جو اوپر سے بچے کو ماں نے اڑھادی تھی) کو خون میں خوب لتھہ پتھہ کیا اور پھر اسے دفن کر دیا۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۳)

۱۴۱۔ امام حسینؑ کی شرمندگی حضرت اُمّ ربابؓ سے:

مرحوم صدر الدین قزوینی کہتے ہیں کہ ابوخلیق کو مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کس وقت تیرا کر بلا میں دل جلا ہے۔ ہاں۔ بعد شہادت علی اصغرؑ امام خیمے کی سمت چلے۔ ایک بی بی سر پر چادر ڈالے گویا شیر خوار کی مادر ہو کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر امام واپس پلٹ گئے ایسا تین بار کیا۔ مختار نے کہا کہ آخر کیا ہوا۔ ابوخلیق نے کہا امام اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور شیر خوار کو دفن کیا۔ (غنیۂ خونین)

۱۴۲۔ علی اصغرؑ کے دفن کرنے میں جلدی کی وجہ کیا تھی:

ایک ظاہری وجہ تھی اور ایک باطنی۔ اول یہ کہ اگر لاش زمین پر یونہی پڑی رہ گئی تو ظالم اس کا سر کاٹ لیں گے اور نیزے پر چڑھالیں گے اور یہ باعثِ حقارتِ اسلام ہے اور پھر زمین پھٹ جائے گی اور عذاب آجائے گا۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ ص ۷۲)

۱۴۳۔ قبرِ علی اصغرؑ:

یہ معصوم شہزادہ شیر خوار ہے کہ جس کی ذاتِ گرامی کے سبب لوگوں کی دعائیں قبول

ہوتی ہیں۔ فضل ملتا ہے تمام دنیا کے لوگ دعائیں پوری کراتے ہیں۔ کربلا کے اجڑے دن میں اللہ کے شہیدوں کا خون بہہ گیا اور تمام شہداء نے پیاس کو برداشت کیا۔ تیرسہ شعبہ کو گلے پر کھایا۔ پیاس سے رہے اور پیر بنے رہے۔ مقتل اور مدفن سے باپ کا سینہ زخمی ہے۔ یہ تیر علی اصغرؑ کے گلے پر لگا ہے بلکہ حسینؑ کے گلے پر لگا ہے۔ (خلیہ نم، ج ۲)

۱۴۴۔ رجزِ امام حسین (میں علیؑ کا بیٹا ہوں)

بچے کوفن کرتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر اعداء کے سامنے آئے اور فرمایا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور اللہ سے اور ایمان سے دور ہیں۔ پالنے والے جن وانس ان سے نفرت کریں۔ انہوں نے امام حسنؑ اور علیؑ کو شہید کیا اور کہتے تھے آؤ جلدی حسینؑ کو شہید کرو۔ امام حسینؑ لشکرِ یزید کے سامنے کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میرے ہاتھ میں ذوالفقار ہے۔ میں علیؑ کا بیٹا ہوں اور شہادت پر تیار ہوں۔ آلِ ہاشم ہوں۔ میرے فخر کیلئے یہی کافی ہے کہ میں رسولِ خدا کا نواسہ ہوں اور فاطمہؑ کا لال ہوں۔ جعفرؑ و حمزہؑ چچا ہیں۔ ہمارے گھر پر قرآن نازل ہوا ہے اور ہم پر ہی وحی آئی ہے۔ ہم ہی راہِ ہدایت دکھانے والے ہیں۔ ہم لوگوں کیلئے امان ہیں۔ ہم صاحبِ کوثر و تسنیم ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے دوستوں کو آبِ کوثر پلائیں گے اور شیعہ یانِ حیدر کرار ہمارے بہترین ماننے والے اور معتقدین ہیں اور ہمارے دشمن قیامت میں محروم رہیں گے۔

(تشیہ الآمال، شیخ عباس قمی، بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۹)

۱۴۵۔ معصوم کی قبر میرے سینے میں ہے:

ایک جماعت زوّار نے کربلا میں عالم دین سید مرتضیٰ کشمیری سے شہزادہ علی اصغرؑ کی قبر کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے رو کر جواب دیا۔ نہیں جانتا۔ صبح آئے گی یا

نہیں۔ صبح کو جواب دوں گا۔ رات کو امام حسینؑ کو خواب میں دیکھا کہ امام نے فرمایا۔
کشمیری تم نے میرے زائروں کو جواب کیوں نہیں دیا۔ میں نے کہا آقا مجھے معلوم نہیں
کہ قبر کہاں ہے کیسے جواب دوں۔ امام نے کہا کہ ان سے کہو کہ قبر علی اصغرؑ حسینؑ کے
سینے میں ہے۔

(نتیجی الآمال، ج ۱، ص ۲۰۶، الوقائع والحوادث، ج ۳، ص ۹۶)

jabir.abbas@yahoo.com



مصائب ۲ تا ۱۱ المحرم
اور عصر عاشور کے

۱۳۶۔ غارت کرنا گہوارہ علی اصغرؑ کا:

اربابِ مقاتل نے لکھا ہے کہ بعد از شہادتِ امام حسینؑ اور بعد اس کے کہ سران کا بدن سے کاٹا گیا لشکر عمر بن سعد نے خیموں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پھر لوٹنے کے بعد خیموں میں آگ لگا دی گئی۔

لشکری سامانِ خیمہ لوٹ رہے تھے۔ چادر، زیوراتِ اہلِ حرم، چھوٹے بچوں کے لباس، بچوں کے گوشوارے کانوں سے چھین کر نوچ رہے تھے اور پیروں سے غلخال تک کو اتار رہے تھے بلکہ سیکڑ اور رقیہ کے کانوں سے گوشوارے نوچے اور کان زخمی کر دیئے تو اپنی پھوپھی کو مدد کیلئے پکارا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ:

میں نے کئی مخدراتِ عصمت و طہارت اور بچیوں کو دیکھا کہ جو پردے کی چادریں دوپٹے اوڑھے تھیں انہیں بھی چھین رہے تھے حد ہے کہ گہوارہ علی اصغرؑ کو بھی انہوں نے غارت کر دیا۔ (۱۔ نفس المہوم، ص ۱۹۹)

۱۳۷۔ عاشورہ کو حضرت اُمّ ربابؑ کی حالت:

گیارہ محرم کی شب شامِ غریباں تھی۔ چاروں طرف بھائی، بھتیجے، خاندانِ اہل بیت اور یاور و انصار کے لاشے بیابانِ کربلا میں بکھرے ہوئے پڑے تھے اور پھر چاروں طرف سے بچوں کے رونے کی بھیانک آوازیں آرہی تھیں اور دوسری طرف امام سجادؑ بخار کی تپش سے نڈھال خیمے میں پڑے ہوئے تھے۔ ربابؑ نے دیکھا کہ لشکرِ یزید کے خدایوں نے علی اصغرؑ کا جھولا بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اسی وجہ سے ربابؑ ہر دم میرا معصوم اصغرؑ میرا اصغرؑ کہہ کر روتی تھیں۔ تاحیات علی اصغرؑ گویا ذکر کے روتی رہیں۔

(مصائبِ امام حسینؑ، حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۱۳۸)

۱۳۸۔ غمِ اصغرِ معصوم:

۱۱ محرم کی شب میں یعنی شامِ غریباں میں تمام بچوں کو نیم سوختہ خیمے میں اکٹھا کیا۔ بچے رقیہؓ کیلئے، علیؓ کا جھولا یاد کر کے بین کر رہی تھیں اور یاد کر رہی تھیں کہ کل شب ہمارا بھائی علیؓ اسی جھولے میں سو رہا تھا۔ یکایک پشت خیمہ سے بے تابی سے کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی۔ بی بی زینبؓ دوڑ کر گئیں دیکھا کہ بی بی ربابؓ رو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا آؤ بھابھی آج کی رات ہم بچوں کی حفاظت کا پہرہ دیں۔ ربابؓ نے فرمایا کہ میرے سینے میں بچے کیلئے دودھ اتر آیا ہے میرا بچہ علیؓ اصغرؓ کہا ہے کہ میں اسے دودھ پلا دوں۔ (۱۔ ہفت حسین، ج ۲، ص ۱۸-۲۱)، (۲۔ صاحبِ رحمت، ص ۶۳)

۱۳۹۔ علیؓ اصغرؓ پیا سے کی یاد:

آج کی رات میرا دل غم سے پھٹا جا رہا ہے کہ لاشوں کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ پیاسا ہی حسینؓ کے لاڈلے کو مار ڈالا۔ ہمارا جگر اور دل اسی لئے کباب بنا ہوا ہے۔ علیؓ اصغرؓ پیاسا دنیا سے سدھارا۔ اس غم میں مادر ربابؓ کلیجہ خون سے بھر گیا ہے اور حالات یہ کہہ رہے ہیں کہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ آج کی رات ہمارے پاس پانی ہے اور آج سادات کی ماں بی بی فاطمہؓ نے اپنے چہرے پر خونِ علیؓ اصغرؓ سے خضاب کیا ہے۔ آج کی رات قیامت کی رات ہے اور نبیؐ جس جگہ بوسہ دیا کرتے تھے آج وہ قرآنِ زمین پر بکھرا پڑا ہے۔ بچے کانٹوں میں پڑے سوتے ہیں رات کی تاریکی بیابانِ جنگل اور سنٹا۔ زینبؓ کی بہادری و ہمت پر رونا ثواب ہے۔ اے میثمؓ۔ اولادِ علیؓ کا پیاسا شہید ہو جانے کا داغ اتنا زبردست ہے کہ پانی بھی پیچ و تاب میں پڑ گیا ہے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ (۱۔ شعر از مداح اہل بیتؑ حاج غلام رضا سازگار نخل میثم، ج ۳، ص ۶۰)

☆ ستارہ - ۵

قید خانے میں حضرت علی اصغرؑ کی یاد

۱۵۰۔ دربار میں شعرِ یزید ملعون:

مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یزید ملعون کو اطلاع دی گئی کہ شہداء کے سر اور قیدی شام لائے جا رہے ہیں تو اس وقت وہ (محل) قصرِ جیرون میں تھا اور جیسے ہی اس کی نظر سرہائے شہداء پر پڑی تو خوشی سے اچھل پڑا اور فی البدیہہ یہ دو شعر کہے:

لما بدت تلک الحمول و اشرقت تلک الشمس و علی ربی جیرون
نعب الغراب قلت صبح اولوا تصح فلقد قصیت من الغریم دیونی
ان شعروں سے مقصد تھا کہ معاذ اللہ۔ رسول اللہ کا کفر ثابت کرے اور کہا کہ انہوں نے جنگِ بدر میں ہمارے عزیزوں کو قتل کیا تھا لہذا میں نے جنگِ بدر کا بدلہ ان کی اولاد سے لے لیا اور بھی کفر آمیز شعر کہے جیسے ابن زبیری نے بھی شعر کہے تھے۔ جب اہل بیت دربار میں داخل ہوئے تو یزید نے شعر پڑھے:

قد قتلنا القوم من ساداتہم وعدلنا قتل بدر فاعتدل
جیسے بدر میں رسول خدا اور علی نے ہمارے رشتے داروں کو قتل کیا تھا آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے اور جب سروں کو یزید ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو امام حسینؑ کا سر سونے کے طشت میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا۔

۱۵۱۔ یزید کی خوشی:

شیخ مفید نے روایت ہے کہ جب سرہائے شہداء کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے خوشی میں یہ شعر کہا:

نفلق هاماً من رجال اعزّة علینا و ہم کانوا اعزّ و ظلما
یحییٰ بن حکم کہ برادرِ مروان تھا یزید کے پاس محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:

لھام بحبب اللف ادنی قرابۃ من ابن زیاد العبد ذی النسب الوغل
سمیۃ اسی نسلھا عدد الحصى و بنت رسول اللہ لیست بذی نسل
یزید ملعون نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش ہو جائیے ایسی محفل میں
خاندان زیاد کی بدگوئی کر رہا ہے اور خاندان مصطفیٰ پر افسوس ظاہر کر رہا ہے۔
(انتہی الآمال)

۱۵۲۔ اللھم العن یزید بن معاویہ:

معصوم سے روایت ہے کہ جیسے ہی امام حسین اور شہداء کے سر لا کر یزید کے سامنے
پیش کئے گئے تو اس نے شراب پینے کی محفل سجائی اور اپنے مصاحبین کو شراب پلا رہا تھا
اور کہہ رہا تھا کہ یہ شراب بہت مبارک موقع پر پی جا رہی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے دشمن
کا سر ہمارے پاس ہے اور اس وقت بہت خوش ہوں۔ خوشی کے علاوہ خاندان علی و
رسول کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور خوش ہو ہو کر ہر بار تین بیالہ شراب پیتا تھا اور باقی
بچی شراب کو اس طشتِ طلا میں ڈالتا تھا کہ جس طشت میں امام حسین کا سر رکھا ہوا تھا۔
امام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہمارا شیعہ ہے تو وہ شراب ہرگز نہیں پیئے نہ شطرنج کی بازی
کھیلے اور جب ان چیزوں کو دیکھے تو امام حسین پر صلوٰۃ بھیجے اور یزید اور آل ابوسفیان پر
لعنت بھیجا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا خواہ دریا کے
قطروں کے برابر گناہ ہو سکے یا آسمان کے ستاروں کے برابر گناہ بھی بخش دے گا۔
(انتہی الآمال)

۱۵۳۔ قید خانے میں حضرت اُمّ ربابؓ کا رونا:

کتاب مفتاح اور مناقب الائمہ میں اور نو اور الاعجاز میں احمد بن داؤد کی محمد بن مسلم

سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ایک مادہ ہرن (ہرنی) جنگل سے آکر داخل شہر دمشق ہوئی۔ لوگ اسے دیکھ کر اکٹھے ہو گئے اس نے لوگوں کے اژدحام کی پرواہ نہیں کی اور سیدھی چلتی چلتی قید خانہ اہل حرم تک پہنچ گئی اور امام سجادؑ جو قید میں تھے ان کو زور زور سے پکارا۔ امام دروازے پر آئے ہرنی کو بیا کر کیا۔ ہرنی نے امام کو دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا اور اپنی داستانِ غم حضرت سجادؑ کو بتائی۔ امام سجادؑ قید خانے سے باہر آئے ہرنی رونے لگی منہ پر آنسو بہنے لگے۔ جب اہل بیتؑ امام سجادؑ کو اپنے قریب نہیں پاتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ لہذا امام ہرنی کے پیچھے پیچھے چلے اور مرد شکاری کے گھر چلے گئے امام نے شکاری کو بلایا اور کہا کہ کل تم اس ہرنی کا بچہ شکار کر کے لائے تھے اور آج کسی کو دینا چاہتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہماری بات مان لو اور ہماری بات قبول کر لو۔ صیاد راضی ہو گیا۔ امام سجادؑ نے دو مشمت خاک اس کے دامن میں ڈال دی اور وہ ایک دم در شہوار موتی بن گئے۔ شکاری نے ان کے ساتھ آکر جنگل میں آکر بچہ آزاد کر دیا۔ جیسے ہی بچہ اپنی ماں ہرنی کے پاس آیا تو ہرنی نے پیار سے چومنا چائنا شروع کر دیا اور بچے نے اپنی ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر قید خانے میں سے رونے کی صدا بلند ہوئی۔ امام چہارم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو پتہ چلا کہ بی بی ربابؑ نے جیسے ہی ہرنی کے بچے کو دودھ پیتا دیکھا تو شیر خوار علی اصغرؑ یاد آ گیا اور وہ رونے لگیں اور کہتی تھیں کہ دیکھو ہرنی کا بچہ سیراب ہو رہا ہے اور میرا اصغرؑ بیسا مارا گیا۔

گویا کہ زبان حال سے کہہ رہی تھیں۔

شہزادہ علی اصغرؑ اے چاند تیرے اوپر تیری ماں کی جان قربان ہو جائے۔ ہرنی کا بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے اور میرا بچہ بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا ہے۔ تیرا تیر سے مارا جانا ہی کافی تھا۔ اے مادر کی جان تو بھی بچہ آہو سے کمتر نہیں ہے۔ اس نے اپنی ماں کا

دودھ پی لیا۔ اب پانی آ گیا ہے تو اصغر تم کہاں چلے گئے۔

حضرت سجادؑ نے ہرنی کو بچہ دلا کر جنگل میں بھیج دیا۔ ہرنی امام کے پاس فریاد لے کر آئی تھی تو اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر تھی۔ ہرنی ایک نظر آسمان پر ڈالتی تھی اور ایک نظر قید خانے پر نہ کھڑے رہنے کی طاقت تھی نہ بھاگنے کی طاقت تھی۔

ابالیان شام نے جب یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ یزید نے صدائے نالہ سنی پوچھا کیا ہوا۔ بتایا کہ ایسا ہوا اس نے شکاری کو طلب کیا اور کہا تم نے کیا شور مچوا رکھا ہے جاؤ آئندہ ایسا نہ ہو۔ شکاری مرد نے کہا کہ یہ رونے کا مقام نہیں ہے کہ اہل حرم حمراء کو قید خانے میں بند کر رکھا ہے جب لوگ ان کے معجزات دیکھتے ہیں تو ان کی طرف آتے ہیں۔ یزید یہ سن کر ناراض ہوا۔ حکم دیا کہ صیاد (شکاری) کو جان سے مار دیا جائے۔ چنانچہ قتل کر دیا گیا لیکن امام سجادؑ نے زندگی کی عداوت سے اسے تیس سال کی زندگی دے کر زندہ کر دیا۔ (بحر المصاب، ج ۴، ص ۳۲۵)

۱۵۴۔ درخواست یزید از نعمان بن بشیر:

جب اہل حرم قید سے آزاد ہوئے تو یزید نے نعمان بن بشیر جو صحابی رسول تھے بلایا اور کہا کہ اپنے ساتھ متقی و پاکیزہ انسان کو ساتھ لے کر اہل حرم کا قافلہ مدینہ پہنچا دو۔

(۲۔ تنبیہ الامال)

۱۵۵۔ نعمان بن بشیر کو یزید کا حکم۔

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ یزید نے خالی مکان میں امام سجادؑ کو بلوایا اور کہا کہ اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ بخدا اگر میں امام حسینؑ کے پاس ہوتا تو جو بھی وہ مانگتے دے دیتا اور مجھ سے جتنا بھی ہو سکتا موت کو ان سے دور کرتا اور کبھی بھی قتل حسینؑ کی

اجازت نہیں دیتا۔ لیکن جو بھی حکم الہی ہو چکا ہے مجبوری ہے اب میں اس بات پر آمادہ ہوں کہ جو چیز بھی آپ کو چاہیے مجھ سے لے لیجئے۔ مدینے جا کر مجھے لکھیئے گا کہ کس چیز کی آپ کو ضرورت ہے میں بھیج دوں گا اور حکم دیا کہ آنحضرت کو لباس دیا جائے اور تمام خاندان نبوتؑ کو بھی لباس دیا جائے اور ہمراہ نعمان بن بشیر قاصد کے روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ رات کو ٹھنڈے وقت سفر کرنا بچوں اور بی بیوں کو آگے رکھنا اور خود پیچھے رہنا اور اہل حرم سے کافی دور پر ٹھہراؤ کیا کرنا اور مدینے تک آرام سے پہنچانا۔ نعمان نے یزید کے کہنے پر عمل کیا اور آرام سے مدینہ پہنچایا۔ (نتی الامال)

۱۵۶۔ حضرت علی اصغرؑ کا رومال تبرک میں دینا:

قرمانی نے اخبار الدول میں نقل کیا ہے نعمان نے اہل بیتؑ کے ۳۰ افراد کو باسانی مدینے میں پہنچا دیا۔ تب فاطمہؑ دختر امام حسینؑ نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ پھوپھی اماں اس شخص نے ہم پر بہت احسان کیا ہے کہ قافلے کو بہت ہی اچھے طریقے سے مدینے لے آیا ہے۔ ہمیں اس کو کچھ انعام دینا چاہیے۔ بی بی زینبؑ نے کہا کہ ہمارے پاس زیور کے علاوہ اور کچھ انعام دینے کو نہیں ہے۔ پھر کیا تھا اپنے زیورات میں سے بازو بند اور دست بند دونوں نعمان بن بشیر کو بھجوا دیئے اور یہ کہا کہ ہمارے پاس دینے کو اور کچھ نہیں ہے معذرت چاہتے ہیں، نعمان نے کہا کہ بخدا اگر مجھے دنیا طلبی ہے تو میرے لئے یہی کافی ہے۔ مجھے خوشحال کر دے گا لیکن میں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے آرام سے قافلہ لایا ہوں احسان و نیکی خدا کی خوشی کیلئے کی ہے۔

اگر شہزادی آپ مجھے انعام ہی دینا چاہتی ہیں تو تھوڑا سا کپڑے کا ٹکڑا دے دیجیئے شہداء کے کفن کا تا کہ اپنے کفن میں رکھوا لوں۔ حضرت زینبؑ نے خون بھرارومال بی بی فضہ کو دیا کہ نعمان کو دے دیں۔ نعمان نے دستمال لے لیا دیکھا کہ خون آلود اور ٹکڑے

کھڑے ہے پوچھا کہ یہ رومال کون سے شہزادے کا ہے جو اس قدر پارہ پارہ ہے تو اس سے کہا گیا کہ اے نعمان یہ وہ رومال ہے جو علی اصغر کے سر پر باندھا گیا تھا اور حرمہ بن کاہل اسدی ملعون کے تیر لگنے سے یہ پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ (نتی الامال)

۱۵۷۔ حضرت اُمّ ربابؓ کا اصغر کیلئے رونا:

سید بن طاووس روایت کرتے ہیں کہ جس وقت کہ اہل حرم شام سے مدینے جا رہے تھے اور عراق پہنچے تو کاروان سالار سے کہا کہ ہم کو کربلا کی راہ سے لے کر چلنا اس لئے قافلہ سالار انہیں کربلا لے گیا۔ جس وقت اہل بیت قبر امام حسینؑ پر پہنچے تو دیکھا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری مع چند بنی ہاشم کے قبر امام حسینؑ کی زیارت کو آئے ہوئے ہیں اور زیارت میں مشغول ہیں۔ جب ایک دوسرے سے ملے تو ایک دوسرے کو پرسہ دینا شروع کر دیا اور اطراف کے لوگ بھی مجلس عزاء میں شریک ہو گئے۔ اس وقت حضرت اُمّ ربابؓ کا حال کیا ہوگا۔

ایسی غمزدہ بی بی جو شام کی قید سے چھوٹ کر مدینہ آئی ہیں وہ اپنے علی اصغرؑ کی قبر پر آ گئیں اور قبر کو گود میں بھر لیا اور یہ شکایات کرنے لگیں کہ اے لال عاشق کے بعد مجھ میں زیادہ طاقت نہ رہی۔ اب میں عمر بھر تیری پیاس یاد کر کے روتی رہوں گی۔ اے بیٹا یہ ساری دنیا کا پانی تیری دادی کے زرمہر میں لکھا ہوا ہے جس سے تجھے دور رکھا گیا تھا۔ اب آسانی سے مل رہا ہے۔ اے لال تجھے تیرے بھائی علی اکبرؑ نے سیراب کیا یا نانا رسول خداؐ نے۔ آیا تجھے مرنے سے پہلے کچھ پانی ملا بھی تھا یا نہیں اے میرے شیر خوار علی اصغرؑ! (نتی الامال)

☆ ستارہ ۶

اُمّہ معصومینؑ کا
علی اصغرؑ کے غم میں رونا

۱۵۸۔ امام سجادؑ کا رونا غمِ اصغرؑ میں:

ایک شخص کہتا ہے کہ میں کوچہ بنی ہاشم سے گزر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ امام سجادؑ ہاتھ میں آفتابہ لئے وضو کی تیاری فرما رہے تھے اور جیسے ہی آفتابہ سے پانی لیتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ پانی مضاف ہو جاتا تھا۔ پھر دوبارہ پانی لایا گیا تو آپؑ نے پھر رونا شروع کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر میں نے بھی رونا شروع کر دیا تو امامؑ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم میرے باپ حسینؑ اور علیؑ اصغرؑ، علی اکبرؑ کی پیاس کا اندازہ نہیں لگاتے اور قاسمؑ بھی پیاس سے ہی دنیا سے چلے گئے۔ اسی پانی کی خاطر بیچا عباسؑ کے بازو کٹ گئے۔ پھر بچوں کی بے شمار پیاس اور خیموں میں آگ لگنا۔ ذرا انصاف کرو کہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے صرف ایک بیٹا ہی غائب ہوا تھا وہ بھی زندہ تھا اس کے فراق میں اس قدر روئے تھے کہ اندھے ہو گئے تھے۔ کمرخم ہو گئی تھی اور سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ اب میں کیونکر نہ روؤں کہ سترہ (۱۷) افراد بنی ہاشم روزِ عاشورہ خون میں نہا کر راہی ملکِ عدم ہو گئے۔ (۱۔ صفریہ قضایای شام، ج ۳، مولف شیخ علی فلسفی، ص ۱۹۷-۲۰۱)

۱۵۹۔ گریہِ امام سجادؑ (بچوں کو دیکھتے ہی رونا):

کر بلا کا روح فرسا واقعہ اتنا غمگین تھا کہ اگرچہ امام سجادؑ چونتیس (۳۴) سال زندہ رہے لیکن ہر وقت آپؑ کی نظروں میں واقعہ کر بلا ہی رہتا تھا اور لگا تار روتے ہی رہتے تھے۔ خواہ آپؑ کے لئے پانی لایا جائے یا غذا۔ آپؑ لگا تار روتے ہی رہتے تھے۔ بالخصوص شیرِ خوار بچوں کو دیکھتے ہی علی اصغرؑ کی یاد سے ٹپ جاتے تھے اور اگر کوئی جانور ذبح کیا جاتا تھا تو آپؑ قصاب سے پوچھتے تھے کہ تم نے ذبح کرنے سے پہلے اسے پانی بھی پلایا تھا یا نہیں؟ آپؑ کے رونے کی کیفیت دیکھ کر آپؑ کے چاہنے والے

صبر کرنے کو کہا کرتے تھے کہ آپ اتنا گریہ کیوں کرتے ہیں اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں آخر اپنی زندگی کا خیال کرتے ہوئے گریہ کم کیا کریں کیونکہ آپ کو ایسے حالات میں برسوں گزر چکے ہیں۔ اب بس کریں۔ تو امام ان کے جواب میں فرماتے تھے کہ میں کربلا کا منظر کس طرح بھول جاؤں کہ بہترین نفوس ہائے انسان ایک دوپہر میں شہید کر ڈالے گئے۔ میری نظروں سے وہ منظر ہٹتا نہیں ہے۔ آخر یہ انصاف ہے کہ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ مولا کب تک رویئے گا۔

(الوقایع والحوادث، مولف دانشمند محمد باقر طباطبائی، ص ۲۸۵-۲۸۶)

۱۶۰۔ مرحوم کوثری کی مجلس عزاء:

راوی کہتا ہے کہ مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کا زمانہ تھا میں مدینے گیا اور عرض کیا کہ مولا کتنا اچھا زمانہ اور حکومت ہے کہ آپ کے دشمنوں کا انتقام لیا جا رہا ہے اور جہنم بھیجا جا رہا ہے۔ امام سجاد علی اصغر کا غم سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے منہال سے یہ نہ پوچھا کہ میرے باپ کا قاتل زندہ ہے، چچا کا قاتل یا بھائی علی اکبر کا قاتل زندہ ہے صرف اتنا پوچھا کہ منہال بتاؤ حرمہ زندہ ہے؟

میں نے عرض کیا مولا ابھی تک زندہ ہے یہ سنتے ہی امام نے اللہ کی دربار میں اپنا سر جھکایا اور فرمایا کہ یا جبار۔ یا قہار۔ حرمہ کو دنیا و آخرت کی آگ میں جلا۔ تاریخ نویس یزید حمید بن مسلم کہتا ہے کہ امام کے قریب گیا تو امام نے پوچھا کہ حمید یہ بتاؤ کہ امام حسینؑ کو کون سے موقع زیادہ سخت درپیش آئے حمید نے کہا کہ جب امام حسینؑ نے شیر خوار علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر طلب آب کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔

یکا یک ایک تیر آیا اور بچے کے گلے کو چھیدا ہوا امام کے بازو میں پیوست ہو گیا اور خون بہنے لگا تو امام پر زبردست مصیبت آگئی اور سوچنے لگے کہ اس حالت میں کیسے رباب کے پاس بچے کو لے جاؤں۔ اگر اس نے پوچھ لیا کہ میرے بیٹے کی کیا حالت بنا ڈالی تو کیا جواب دوں گا۔ آقا خیمے کی سمت چلے اور پھر کچھ سوچ کر واپس پلٹ آئے پھر خیمے کی سمت چلے اور واپس آئے کئی بار امام نے یہی کیا۔

اے آقا۔ قاسم و اکبر شہید ہوئے کیا ان سے بڑا غم ہے علی اصغر کا۔ اچانک ندائے غیبی آئی۔ بچے کو ہمارے سپرد کرو۔ جنت میں علی اصغر کو دودھ پلانے کا انتظام کیا جا رہا ہے کیونکہ علی اصغر سب سے بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۔ تیرے لئے کشتی نجات ہے۔

۲۔ تیری زندگی کا بیش قیمت سرمایہ حیات ہے

۳۔ یہ معصوم تشنہ فرات ہے

۴۔ اے معصوم ہم تیری بارگاہ میں آئے ہیں

۵۔ اے سخی بن سخی ہم پر کرم کرو، اپنا ہاتھ ہم سے نہ روک لینا۔

پورے سال امام حسین کا علم ان کے مزار مقدس پر قرمزی لال رنگ کا دس ماہ تک لگا ہوتا ہے صرف دو ماہ کیلئے سیاہ علم لگتا ہے۔ آقا پشت خیمے کی طرف سے گئے کہ بچے کو خاموشی سے سپرد خاک کر دیں تاکہ بچے کی یہ حالت ماں نہ دیکھ لے۔ شاعر نے فارسی زبان میں مادر علی اصغر کا حال لکھا ہے:

اے معصوم علی اصغر سو جاؤ آرام سے سو جاؤ اور غنچہ افسردہ سو جاؤ۔ اب تم یہاں پر رات دن آرام سے سو جاؤ کہ اب صحرا خاموش ہے کسی تیر کے آنے کا خطرہ نہیں ہے۔

(نغمہ بانی کوثری، ص ۱۱۳)

۱۶۱۔ حضرت علی اصغرؑ کے قاتل سے کیسے بدلہ لیا گیا:

اب سنیے گا کہ بہت سی روایات مومنین کے دلوں کو خوش کرنے کیلئے ملتی ہیں۔ حضرت مختار بن ابوعبیدہ ثقفی پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ انہوں نے قاتلانِ حسینؑ سے بدلہ لیا ہے اور امام سجادؑ کی دودعا کیں بہت جلد قبول ہوئی ہیں۔

۱۔ ابن زیاد ملعون قتل ہوا۔

۲۔ حرمہ بن کابل اسدی قتل ہوا۔

اور ان دونوں کو زندہ جلایا جانا ہم کو روایت منہاں بن عمر سے ملتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں حج کے ارادے سے کوفہ سے روانہ ہوا جیسے ہی امام سجادؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے بے ساختہ مجھ سے پوچھا کہ حرمہ بن کابل ملعون کے بارے میں کیا خبر ہے۔ میں نے کہا مولا وہ تو کوفہ میں زندہ ہے۔ حضرت سجادؑ نے بددعا کیلئے ہاتھ درگاہِ الہی میں بلند کئے اور کہا کہ یا جبار حرمہ کو لوہے کی آگ دینا میں اور آتشِ جہنم کا مزہ چکھا۔ منہاں بے کہا پھر میں کوفہ واپس آیا تو حضرت مختار سے ملنے گیا تو حضرت مختار نے گھوڑا طلب فرمایا اور مجھے بھی سوار کیا اور کوفہ کناسہ کو چلے۔

وہاں پہنچ کر ہم نے کچھ انتظار کیا۔ ناگاہ دیکھا کہ حرمہ ملعون کو گرفتار کر کے حضرت مختار کی خدمت میں لایا جا رہا ہے۔ مختارؑ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھے کامیابی دی اور پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر زندہ آگ میں جلا دیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت مختارؑ نے فرمایا کہ اس سوقت تسبیح پڑھنے کا کیا موقع ہے۔ میں نے امام سجادؑ کی بددعا کرنا اور ان کی دعا قبول ہونے کا ذکر کیا۔ جناب مختارؑ گھوڑے سے نیچے آئے اور دو رکعت نماز طولانی (شکر کی) پڑھی پھر

جب مختار میرے گھر کے قریب ہوئے تو میں نے خواہش کی کہ کھانا میرے گھر پر کھائیں۔ حضرت مختار نے کہا کہ اے منہال تم نے مجھے امام سجادؑ کی بددعا کا بتایا تھا اور خدا کا شکر ہے میرے ذریعے سے حرمہ پکڑا گیا۔ میں نے حرمہ کے پکڑے جانے کا روزہ کھولا تھا اور آج میں روزے سے ہوں۔ (نبی الامال)

۱۶۲۔ حضرت امام محمد باقرؑ کا غم علی اصغرؑ منانا:

ازدی نے بیان کیا ہے کہ عقبہ بن بشیر اسدی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے خطاب کرنے فرمایا کہ اے ازدی تمہارے درمیان ہمارا قاتل موجود ہے۔ میں نے عرض کیا مولا وہ کیسا قاتل اور خونی ہے مجھے سمجھائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے جد امام حسینؑ شیر خوار کو گود میں لے کر پانی پلانے فوجیوں کے درمیان لائے تھے۔ اے اسدی تو اس دوران مرد اسلامی بنی اسد سے ایک تیر مار کر بچے کی گردن کاٹ دی گئی۔ امام حسینؑ نے بے شیر کے خون کو ہاتھ میں لیا۔ جب چلو اور آستین خون میں بھر گئی تو آپ نے یہ خون آسمان کی جانب پھینکا اور فرمایا۔

رب ان تک حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذلك لما هو خير
وانتقم لنا من هولاء الظالمين

یعنی اگر آسمان کی مدد کو ہم سے روک لیا گیا ہے تو ان مصائب کو ہمارا ذخیرہ آخرت فرما اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ ہے۔ (ارشاد شیخ مفید ص ۲۶۰، نفس المحموم ص ۲۱۶)

۱۶۳۔ علی اصغرؑ کی پیاس کا ایک واقعہ:

حضرت امام جعفر صادقؑ روز عاشورہ ایسی عورتوں سے جو بچوں کو دودھ پلاتی تھیں کہا کرتے تھے کہ عاشور کے روز صرف ایک پستان دودھ کا بچوں کو پلایا کرو اور ایک نہ

پلایا کرو تا کہ علی اصغرؑ اور سید الشہداء کی یاد مناسکو۔

امام حسین سے سوال کیا گیا کہ آپ تمام شہداء کی لاشیں خیمے میں لائے اور صرف علی اصغرؑ کی لاش خیمے میں نہیں لائے اس کی کیا وجہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ چھوٹے بچے کی لاش پائمالِ سم اسپاں ہو اور اس کا سر کاٹا جائے اور نیزے پر بلند ہو یا یہ کہ چھوٹے بچوں کی نظر پڑے اور دو تین روز زمین گرم پر پڑا رہے۔ فرماتے ہیں کہ تم میں کوئی رحم دل ہے جو معصوم شیر خوار پر رحم کرے کہ جو پیاس سے قریب بہ ہلاکت ہے اور اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور اب اسے پانی کے بغیر تسلی نہیں ہوگی چونکہ ضروری تھا کہ معصوم بچے کیلئے پانی مانگا جائے اور یہ بچہ مضطرب ہے اور تم لوگ پانی ایک گھونٹ پلا دو۔ (۱۔ منقول لالہ ہا، مجموعہ مراثی عزت مولف شیخ احمد بحرانی، دہلی، ص ۱۸۱)

۱۶۴۔ مجلس علی اصغرؑ از زبان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

امام جعفر صادقؑ ہر سال جب بھی محرم آتا تھا تو غمگین ہو جایا کرتے تھے اور مجلس عزاء برپا کیا کرتے تھے۔ ایک روز جب کہ مجلس عزاء برپا تھی ایک کنیز علی اصغرؑ کا شلوکا (لباس) اٹھا لائے اسے دیکھ کر امامؑ نے رونا شروع کر دیا۔ پھر امامؑ نے فرمایا کہ اے میرے جد حسینؑ مظلوم میں نے آپ کو کبھی بھی بھلایا نہیں ہے اور مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب آپ معصوم اصغرؑ کو گود میں لئے ہوئے پانی مانگ رہے تھے اور علی اصغرؑ کو تیرسہ شعبہ لگا تھا۔ (۱۔ بحر المصاب)

از کتاب روضہ کافی سے نقل ہوا ہے کہ کیت مولا کا چاہنے والا کہتا ہے کہ امامؑ نے مجھ سے کہا کہ مرثیہ پڑھو۔ میں نے امام حسینؑ کے مصائب سے مرثیہ شروع کیا۔ امام صادقؑ رونے لگے اور تمام المحرم بھی رونے لگے اور رونے کی صدائیں آسمان تک جارہی تھیں۔ اتنے میں ایک کنیز معصوم بچے کو لائی اور امامؑ کی گود میں بٹھلا گئی۔ تمام

عوام میں گریہ اور بھی بلند ہوا کیونکہ سب نے معصوم بچے کو علی اصغر سمجھ رکھا تھا اور گریہ کر رہے تھے۔ (۱۔ مکی از شعرائی آل محمد) ، (۲۔ معالی السطین ، الوقایح والحوادث، ص ۲۹۶)

۱۶۵۔ امام زمانہؑ قبر علی اصغرؑ پر مرثیہ پڑھتے ہیں:

امام نے تفسیر ”کھیعص“ میں فرمایا ہے کہ: (ک) کاف سے مراد کربلا اور (ہ) ہے سے مراد شہادتِ عمرتِ ظاہری ہے (ی) یا سے مراد یزید ملعون ہے کہ جس نے امام حسینؑ پر ظلم و ستم توڑے۔ (ع) عین سے اشارہ عطش کربلا ہے۔ بالخصوص علی اصغرؑ باب الحوائج کی پیاس ہے کہ یہ ذات والا صفات مظلوم ہے کیونکہ نہ کسی کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اپنا دفاع ہی کر سکتا ہے اور (ص) صاد سے مراد صبر حسینی ہے کہ جس نے قاسم و علی اکبرؑ عباسؑ و اصغرؑ کی شہادت برداشت کی۔ روز عاشورہ زبردست مصائب اٹھائے۔

(۱۔ مجموعہ فرمائشات حضرت بقیۃ اللہ ارواحنا للہ اء مولف محمد خادمی شیرازی، ص ۳۷)

۱۶۶۔ غم علی اصغرؑ میں امام زمانہؑ کا مرثیہ:

حاج صادق کربلائی فرماتے ہیں کہ میں کربلا میں تھا اور چاہتا تھا کہ چند شب بدھ (شب چہار شنبہ) کربلا سے مسجد سہلہ بغرض حاجت روائی جاؤں کہ مجھے رشتے کی خواہش تھی کہ وہ حاجت پور ہی ہو، مجھے صحیح یاد نہیں آ رہا کہ کتنی بار گیا۔ ایک شب کو روانہ ہوا تو راہِ سفر میں موسم سرد ہوا اور بارش ہونے لگی تو میں نے کچھ روٹیاں اور سالن ساتھ میں لیا اور مضبوط سے جوتے کے بند پیر میں باندھ لئے اور ایک لکڑی ہاتھ میں لے لی اور نماز مغربین کے بعد میں روانہ ہو گیا۔ کربلا سے مسجد سہلہ کو میں نے تھوڑی ہی راہ طے کی تھی کہ کسی دوسرے کی آواز سنی یا اللہ یا اللہ میں ڈرنے لگا کہ شاید کوئی چور ہوگا پھر میں نے کہا کہ اگر یہ دشمن ہوتا تو یا اللہ یا اللہ نہ کہتا پھر میں نے سوچا کہ یہ بھی میری طرح

سے کوئی حاجت مند ہے۔ میں نے سلام کیا جواب ملا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ لباس اونچا کر رکھا تھا۔ عربی سے کہا کہ حاجی صادق تم مسجد سہلہ جا رہے ہو میں نے کہا کہ شاید اب بھی وہیں جا رہے ہیں کہا کہ ہاں میں بھی وہیں جا رہا ہوں مجھے خوشی ہوئی کہ میرا رفیق مل گیا ہے بس میں نے مجلس کے مصائب پڑھنے شروع کر دیئے۔ پہلے امام حسین کا علی اصغر کو خیمے سے میدان میں لانا۔ یہ شعر عربی کا پڑھا:

کم ذالقعود و دینکم ہدمت قواعدہ الرفیعة
اتری تجیش فجیعة بامض من تلك الفجیعة
حيث الحسین بکر بلا خیل العدی طخت ظلوعہ
ورضیعیہ بدم الوریث تخضب فاطلب رضیعة

ناگاہ میں نے دیکھا کہ آقا زمین پر بیٹھ گئے اور فرمایا (بیٹھو) اور گریہ کرنا شروع کر دیا۔ ہم دونوں گریہ کر رہے تھے کچھ ہی دور چلے تھے کہ مسجد سہلہ آگئی۔ میرا ساتھی نجف کو چلا گیا میں نے خدا حافظ کہا۔ میں مسجد سہلہ میں داخل ہوا اور امام سجاد کے مقام پر گیا اور سوچا کہ پچھلے ہفتے جب میں آیا تھا تو یہ سب سوئے ہوئے تھے آج تو سب جاگ رہے ہیں میں سمجھ رہا تھا کہ پوری رات گزار کر صبح اذان کے وقت مسجد سہلہ پہنچ جاؤ گا مگر ابھی دس بجے شب کو ہی میں مسجد سہلہ اچانک پہنچ گیا۔ دوسروں سے بھی پوچھا تو جواب ملا ابھی دس بجے ہیں اب میرا تعجب اور بھی زیادہ ہو گیا کہ میرا رفیق آقا تھا کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو مسجد سہلہ یہ آگئی۔ اب میں جانا کہ امام زمانہ سے مشرف ہو گیا ہوں لیکن آقا کو نہ جان سکا۔ آخر کار میں اپنی اس کوتاہی و ندامت پر رات بھر روتا رہا اور کہتا رہا کہ اے کاش مجھے پتہ چل جاتا کہ یہ میرے مولا و آقا ہیں تو میں روز فائدہ اٹھاتا۔

بس موجود تھی اور کر بلا کر بلا کی آواز لگائی جا رہی تھی پھر کر بلا پہنچا روز چہار شنبہ آگیا تھا۔ اب چونکہ ہم جلدی آگئے تھے اس لئے دکان کھول دی تاکہ لوگ آجائیں۔ وہ روز طویل ہو گیا پھر برادران آئے اور پوچھا کہ آپ اتنی دیر سے کیسے آئے ہو تم تو جلدی کے آنے والے تھے۔ انہوں نے کہا اپنی خیریت مناؤ میں نے کہا کیا مطلب؟ کہنے لگے کہ میں نے گھر پر گفتگو کی تھی تو طے پایا کہ عصر کے وقت عقد ہوگا اور جیسا بھی امام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ (۱۔ شیخگان حضرت مہدی، ص ۲۶۹)

۱۶۷۔ کون سے گناہ کی وجہ سے مارا گیا:

جس وقت کہ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والے مکے سے حرکت کریں گے مدینے کی طرف تو دریا کے کنارے آپ صدادیں گے کہ اے اہل عالم میں مہدی ہوں پھر زبردست غم مناتے ہوئے عراق جائیں گے تاکہ کر بلا تک پہنچا جائے۔ پھر ایک زور کا نعرہ بلند کریں گے کہ اے اہل عالم میرے جد امام حسینؑ کو فرات کے کنارے بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا اور لاش کو گھوڑوں سے پائمال کیا گیا۔ لوگوں کی نظریں امام زماؑ پر لگی رہتی ہیں کہ امام کیا کر رہے ہیں۔ ایک وقت اپنا ہاتھ قبر امام حسینؑ کے اندر کر کے علی اصغرؑ کا خون بھرا شلوک باہر نکالتے ہیں اور خطاب فرماتے ہیں کہ:

الایا اهل العالم! بأی ذنب قتلت

اے اہل عالم کس گناہ میں معصوم علی اصغرؑ شہید کیا گیا۔

(۱۔ لعل از دانشمند فرزانه حاج سید احمد خاکی خراسانی)

۱۶۸۔ امام زماؑ پر اثرِ غم:

شہادت علی اصغرؑ نے امام سجادؑ پر غمگین اثر ڈالا اور جب حضرت مختار بن ابوعبیدہ ثقفی

کے تحت حکومت سنبھالا تو امام نے ان سے پوچھا کہ قاتل علی اصغرؑ کی کیا خبر ہے؟
امام عصرؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بھی اس مصیبت عظیم سے دور چارہوں کے لکھا
ہے کہ جب آپ کا ظہور ہوگا تو آپ اپنے جد امام حسینؑ کی قبر کے کنارے جائیں گے اور
فرمائیں گے: السلام عليك يا جداه يا ابا عبد اللہ
قبر سے جواب آئے گا:

وعلیک السلام یا ولدی مہدیؑ

پھر امام زمانہؑ نے روحی و ارواح العالمین لہ الفداء ہاتھ قبر میں داخل
فرمائیں گے اور علی اصغرؑ کو باہر لا کر لوگوں کو دکھا کر پوچھیں گے کہ یہ دیکھو یہ چھ ماہ کا بچہ
ہے اس معصوم کا کیا قصور تھا جو اسے بلا جرم و خطا بھوکا پیاسا شہید کیا اور جب امام زمانہ
لاش علی اصغرؑ کو لوگوں کو دکھائیں گے تو تمام لوگ بلند گریہ و زاری کرنے لگیں گے۔

(۲۔ مثل لالہ جا، مجموعہ مرآتی عنترت، مولف شیخ احمد بحرانی دہلی، جس ۱۸۳)

۱۶۹۔ زیارت آل یاسین میں علی اصغرؑ کی مصیبت:

زیارت مبارکہ آل یاسین میں آیا ہے کہ تم دنیا کی تمام نسلوں سے اعلیٰ اور افضل ہو اور
اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام دنیا سے پہلے تم کو پیدا کیا ہے اور تم تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہو
اور یہ حق ہے کہ ہم اس کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ آپ کی بازگشت ظہور امامت زماں کے وقت
ہوگی اور یہ حق بات ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، اور جب رجعت امام حسینؑ تک پہنچے
گی حضرت اس حال میں ہیں کہ چہرے پر خون کا خضاب ملا ہوا ہے اور اصحاب آپ کے
گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں اور آپ کے ہمراہ رہتے ہیں اور تمام شہداء میں حضرت علی اصغرؑ
بھی ہیں اور جیسے نکیلہ یا ہیرا چمکتا و مکتنا ہے بالکل اسی طرح اصغرؑ کی مظلومیت اور حقانیت کی
دلیل ہے۔ (۱۔ زیارت آل یاسین)، (۲۔ کتاب رجعت، علامہ مجلسی، ص ۷۳)

۲۲۰

شہزادہ علی اصغر علیہ السلام

ستارہ ۷



حضرت اُمّ ربابؓ کا غم منانا

۱۷۰۔ حضرت اُمّ رباب نے اشک اور خونِ دل سے اپنی دونوں آنکھوں سے دریا بہا دیئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی جگہ ہے جہاں انہوں نے وعدہ پورا کیا ہے اور یہ بہارستانِ بنی ہاشم سرخ پھولوں سے نہیں بلکہ خونِ شہادت سے سجایا گیا ہے اور کیسا سفر تم نے اے شہدائے کربلا کیا ہے کہ منیٰ و مروہ کی وقعت اپنی جگہ ہے لیکن یہ مقام بھی عظمت میں کم نظر نہیں آتا۔ محشر تک تمام نبی اس مقام کربلا کی زیارت کیا کریں گے اور یہ عاشقوں کا مقتل گاہ ہے جہاں بے سروسلاشے پڑے ہیں اور تم عجیب میدان کربلا میں آئے ہو کہ یہاں العطش العطش کی صدا کی آہیں آ رہی ہیں گویا قیامت کا منظر ہے۔ اس مقام کربلا میں دریائے فرات بہہ رہی ہے لیکن حسینؑ اور ان کی اولاد کیلئے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں ملے گا۔ بلکہ تیر اور خنجر سے شہید کیا جائے گا۔ ربابؓ بی بی نے رو کر اپنی دونوں آنکھوں سے دریا بہا دیئے ہیں کیونکہ معصوم علیؑ کو پیا سا تیر مار کر شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ چمن پھولوں کا سجا ہوا نہیں ہے البتہ اکبر و قاسم و عباسؑ وغیرہ کا خون اس میں لال رنگ چمن کا بنائے ہوئے ہے۔

کبھی ممکن ہے اے پیا سے بچوں کہ تمہارے لبوں پر پانی کا نام آ جائے جب کہ تمہارا علمدار پیا سا شہید ہو چکا ہے۔ علم زمین پر گر گیا ہے۔ حسینؑ تنہا ہیں اور چاروں طرف دشمن ہی دشمن بھرے پڑے ہیں۔ غازی کے ہاتھ کٹے ہوئے زمین پر پڑے ہیں بھائی برادر یا وروانصار خون میں نہائے پڑے ہیں اور نیزوں کے گھیرے میں بہن اور عزیز گھرے ہوئے ہیں۔ میثمؑ فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ مجلس حسینؑ کروں کربلا میں اور غم کو زیادہ کروں۔ (انگل میثم، ج ۳، ص ۲۳۰)

۱۷۱۔ نوحہ خوانی حضرت اُمّ ربابؑ:

جس وقت دربارِ یٰملعون میں حضرت اُمّ ربابؑ کی نظر سر بریدہ امام حسینؑ پر پڑی بے تاب ہو کر سر کو گود میں اٹھالیا اور خوب پیار کیا۔ پھر اپنی گود میں سر کو رکھ لیا اور نوحہ خوانی اور سینہ زنی شروع کر دی۔

وا حسیناہ فلا نسیت حسیناً اقصدتہ اسنۃ الاعداء
غادر وہ بکربلا صریعاً لاسقی اللہ جانبی الکربلا
وا حسین۔ اے حسینؑ میں کبھی بھی آپ کو نہیں بھول سکتی ہوں کہ دشمنوں نے ہر چار طرف سے بے شمار نیزے آپ کو مارے جو زخم کاری بن گئے اور شہید کرنے کے بعد کس طرح لاشہ حسینؑ کو گرم دھوپ میں چھوڑ دیا اور دفن نہ کیا اور حسینؑ کی پیاس کبھی بھی فراموش کرنے کے لائق نہیں ہے۔ (انتہی الآمال)

۱۷۲۔ حضرت اُمّ ربابؑ کا غم قبر علی اصغرؑ پر:

تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ اہل بیتؑ حرم کربلا میں تین شبانہ روز (اربعین) کے موقع پر عزاداری میں مشغول رہے۔ جب امام سجادؑ نے سب کی حالت خراب دیکھی تو وہاں پر زیادہ ٹھہرنا مناسب خیال نہ کیا اور پھر نعمان بن بشیر کو مدینے پہنچانے کیلئے حکم فرمایا۔ قافلے کے سفر کے دوران کربلا آگیا تھا۔ اب الوداع کہنے کا وقت آیا اور حضرت اُمّ ربابؑ نے تنہا کربلا میں رہنے کی اجازت امام سجادؑ سے لے لی اور مزار علی اصغرؑ امام حسینؑ کی مجاوری کرنے لگیں۔ (مفریہ قضایای شام، حاج شیخ علی فلسفی ج ۱۸)

۱۷۳۔ ایک سال تک عزاداری مرقدِ حسینؑ پر:

تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جناب اُمّ ربابؑ ایک سال سے زیادہ

زندہ نہیں رہیں اور ساری یہ مدت غم حسینؑ میں ہی گزاردی اور ہر وقت دھوپ میں ہی بیٹھی رہتی تھی اور یہ بات تصور میں تھی کہ میرے سر تاج (حسینؑ) کی لاش جلتی دھوپ میں پڑی ہوئی ہے اور یہ عہد کر لیا تھا کہ زندگی بھر سائے میں نہ بیٹھوں گی۔

(ریاضین الشریعہ، ج ۳، ص ۳۱۵)

۱۷۴۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی عزاداری و غم:

ہاں۔ حضرت اُمّ ربابؓ شہزادی تقریباً ایک سال لگا تارامام حسینؑ کی قبر پر مجاور بنی رہیں اور بی بی اُمّ ربابؓ کے ہمراہ جو کنیریں اور رشتہ دار عورتیں تھیں سب کی سب قبر حسینؑ پر عزاداری کرتی تھیں اور اس قدر گریہ کیا کہ آنسو خشک ہو گئے تھے۔

حضرت اُمّ ربابؓ اس عرصے میں دھوپ میں ہی بیٹھی رہیں۔ سائے میں نہیں آئیں۔ ایک روز بی بی اُمّ ربابؓ نے دیکھا کہ ایک کنیر کے آنسو رواں ہیں آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہاری آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں کنیر نے جواب دیا کہ جب گریہ زیادہ ہوا اور مجھے کمزوری ہو گئی تو میں نے شربت سونق (ستو) تیار کیا اور پیا تو مجھے طاقت آ گئی اور آنسو بہنے لگے۔ بی بی پاک جناب ربابؓ نے حکم دیا کہ ان کے خود کیلئے بھی شربت (ستو) تیار کیا جائے۔ خود بھی بی بی نے پیا اور سب لوگوں کو پلایا جو جو بھی مجلس عزائیں موجود تھے پھر سب کو توانائی آ گئی۔ وہاں سے مجلس میں تبرک کا رواج عام ہو گیا ہے۔ (منہی الآمال)

۱۷۵۔ حضرت اُمّ ربابؓ کی وفات:

ابن اثیر نے کامل کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ ربابؓ تقریباً ایک سال زندہ رہیں پھر مدینہ بھیج دیا گیا وہاں غم کی حالت میں ہی وفات ہو گئی۔ (منہی الآمال)

۱۷۶۔ دوری از لذت دنیا:

کافی کتاب میں روایت لکھی ہے کہ ایک بار ایک بہترین پرندہ (مرغ) بریاں کر کے بی بی ربابؓ کی خدمت میں لائے تاکہ وہ اسے کھالیں اور طاقت بڑھالیں۔ (منتہی الآمال)

۱۷۸۔ اس عطر سے درد ختم نہ ہوگا:

ایک شیشی میں عطر لایا گیا تاکہ حضرت اُمّ ربابؓ کی کمزوری دور ہو کر عزا داری میں مدد ملے۔ بی بی اُمّ ربابؓ نے دیکھتے ہی پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ یہ عطر ہدیہ میں آیا اور فلاں نے بھیجا ہے تاکہ آپ کو طاقت ملے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عروسی میں کام آتا ہے۔ غم میں نہیں آتا۔ پھر بی بی نے حکم دیا کہ تمام عورتیں مکان سے باہر چلی جائیں چنانچہ فوراً ہی باہر چلی گئیں کچھ احساس نہ ہوا گویا ایسا لگا کہ زمین آسمان تک درمیان پرواز کر گئی ہوں اور جب گھر سے باہر نکلیں تو کوئی شروہاں نہیں چھوڑا۔ (بخاری الانوار، ج ۱۰)

۱۷۹۔ حضرت اُمّ ربابؓ، رسول اللہؐ کی قابلِ فخر بہن تھیں:

معبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ ربابؓ بنتِ امراء القیس مادرِ جنابِ سیکندہ واقعہ کربلا میں شریک تھیں اور واقعہ کربلا کے بعد کبھی سائے میں نہیں بیٹھیں۔ گرمی، سردی سے بھی اپنی حفاظت نہیں کرتی تھیں۔ قریش کے مالدار لوگوں نے آپ سے نکاح کی پیشکش کی تھی۔ آپ نے جواب دیا تھا کہ نواسہ رسولؐ کے بعد مجھے اب کوئی تمنا نہیں ہے میں قیامت تک رسول اللہؐ کی بہور ہنا چاہتی ہوں اور رات دن روتے ہی گزارا یہاں تک کہ وفات پا گئیں۔ (منتہی الآمال)

۱۸۰۔ مرثیہ خوانی حضرت اُمّ ربابؑ:

ابوالفرج نے کہا ہے کہ بی بی اُمّ ربابؑ۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ شعرا کثر پڑھا کرتی تھیں۔

ان الذی کان نوراً يستضاء به بکربلا قتیل غیر مدفون
سبط النبی جزاک اللہ صالحہ عنا و جنبت خسران الموازین
قد كنت لی جبلاً صعباً لودبه وکنت تصحبنا بالرحم و الدین
من لیتامی ومن للسائلین ومن یعنی و یاوی الیہ کل مسکین
واللہ لا ابتخی صهراً بصهرکم حتی اغیب بین الرمل والطين
وہ ذات اقدس امام حسینؑ جو آفتاب کی طرح چمکتی تھی اور دنیا کو روشن کرتی تھی۔ وہ ذات کربلا میں شہید کر دی گئی اور جسم اطہر امامؑ خاک پر بلا دفن پڑا ہے۔ اے نواسہ پیغمبر قیامت میں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے کہ آپ نے ہر ایک نقصان سے عوام الناس موئین کو بچا لیا اور میرے سرتاج آپ کی ذات میرے لئے ایک مضبوط پہاڑ کی مانند تھی اور میری تکیہ گاہ اور جائے پناہ تھی۔ ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کی ذات میرے سر پر مدد کیلئے تیار رہتی تھی۔ تمام رشتہ داریاں محفوظ تھیں اور دین اسلام کی پناہ گاہ تھے۔ فقیروں، یتیموں، بے کسوں کی پرورش آپ کے ہی دم سے ہوتی تھی۔ میں زندگی بھر آپ کے سوگ میں روز و کرمر جاؤں گی کیونکہ آپ سے بہتر شوہر مل نہیں سکتا ہے۔

(منہی الآمال) (میرزا ابوالحسن شعرانی، دیع السجود، ص ۳۱۱، شلمنچی، نورالابصار، ص ۱۷۴)

۱۸۱۔ حضرت اُمّ ربابؑ کی محبت کی حد:

جناب اُمّ ربابؑ سے سوال کیا گیا کہ آپ سائے میں کیوں نہیں بیٹھتی ہیں۔ امام زمانہ چونکہ ہر بات سے واقف ہیں لہذا امام سے رجوع کیا جائے۔ آج سے ایک سو

پچاس سال پہلے کی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ بی بی اُمّ ربابؓ نے حفظ ولایت کیا ہے۔
ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔

ایک مجتہد ایک فقیہ ایک فلسفی مرحوم آقائے علامہ طباطبائی صاحب المیزان۔
کہتے ہیں کہ شیرخوار بچے کو کتنے پیار سے دودھ پلایا جاتا ہے۔ قولِ ربابؓ کہتے ہیں
امام زمانہ آپ سے معذرت چاہتے ہیں لیکن کیا کروں محرم ہے شیعہ بے پناہ گریہ کرتے
ہیں۔ بی بی اُمّ ربابؓ فرماتی ہیں:

ما جلت ان السهم للفطامی حتی عرفنی جهرة الايام
کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی کسی بچے کو ایسے دودھ پیتے نہیں دیکھا۔ الوداع کے بارے
میں امام زماں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ صرف اتنا کہ معصوم کی زبان ہونٹوں پر تھی اور بچہ
شہید ہو گیا امام نے ہاتھوں پر بچے کو بلند کیا۔ (۱۔ روضہ ہائی استاد فاطمی نیا، ص ۱۹۳-۱۹۵)
۱۸۲۔ وفاتِ حضرت اُمّ ربابؓ:

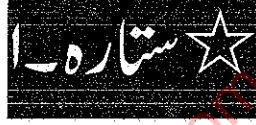
ابن کثیر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت اُمّ ربابؓ نے سن باسٹھ (۶۲) ہجری
میں وفات پائی۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۱۷، یاران کو چک حسین)
آپ کی وفات کی تاریخ ۶ ربیع الاول ہے، ۶ ربیع الاول کو آپ کے مصائب کی
مجلس منعقد کرنا چاہیے، خواتین آپ کے تابوت کی شبیہ بھی برآمد کر سکتی ہیں۔

..... ﴿باب سوم﴾
jabir.abbas@yahoo.com

معجزات علی اصغر علیہ السلام

۲۴۸

شہزادہ علی اصغر علیہ السلام



معجزات حضرت علی اصغرؑ

۱۸۳۔ جو کچھ میرے پاس ہے حضرت علی اصغرؑ کی وجہ سے ہے:

جناب آقائے جلالی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں ایک مجتہد کی خدمت میں گیا اگرچہ وہ منقلب تھے لیکن تعریف کرتے تھے۔

کہتے تھے روز عاشورہ کو میں بیمار ہو گیا اور سر میں درد اس قدر بڑھا کہ بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ معمول کے مطابق جلوس نکل رہا تھا مگر میں مجبور تھا ایسی بیماری کی حالت میں، میں نے حضرت علی اصغرؑ شہزادے سے توسل کیا اور میرے لئے مخصوص حالات پیدا ہو گئے کہ ہمارے مکان کی چھت پھٹ گئی اور آسمان سے تیز روشنی نور میرے سامنے چمکنے لگا کہ میری آنکھیں خیرہ تھیں میری حالت بہتر ہوئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ایک مقدس خاتون بچے کو گود میں لئے میرے قریب بیٹھی ہوئی ہیں (میرا خیال ہے حضرت اُمّ ربابؓ اور علی اصغرؑ ہوں گے)۔ پھر فرمایا کہ اے آقائے جلالی مجھے جو کچھ بھی حاصل ہے وہ معصوم علی اصغرؑ کی وجہ سے ہے پھر مجھے ان حالات پر اس قدر رونا آیا کہ میں اپنے آپ کو قابو نہیں کر سکا۔

آج کی رات ہم حضرت علی اصغرؑ کا دسترخوان کریں گے اور احسان علی اصغرؑ کی طرف رخ کریں گے اور ہم علی اصغرؑ کے دسترخوان پر مدعو ہونگے مہمان بنیں گے اور اپنے دل کو تیر پر فدا کر دینگے جو علی اصغرؑ کو آکر لگا تھا اور اپنی جان کو علی اصغرؑ پر قربان کرینگے۔ فرشتے اور حوروں نے یہ راستہ طے کر لیا ہے اور پیغمبروں نے بھی راہِ عشق میں یہ راہ طے کر لی ہے۔ حضرت آدمؑ کی توبہ بھی علی اصغرؑ کی وجہ سے قبول ہوئی اور حضرت خضرؑ نبی نے آبِ بقاء کا جام پیا ہے۔ علی اصغرؑ کے جھوٹے لکڑی سے موسیٰ کا عصا بناتا تھا اور ان ہی کے شلو کے سے حضرت عیسیٰؑ نے شفا پائی ان کے فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ شہزادی فاطمہؑ نے بوسہ دیا ہے اور ان کی ذات والا صفات میں امیر المومنینؑ مولانا علیؑ کا نقش چھپا

ہے اور علی اصغرؑ کے ننھے ہاتھوں میں زمین و آسمان کی نبض ہے۔

(لالہ ای از ملکوت، ص ۱۷۳)

۱۸۴۔ حضرت علی اصغرؑ کے وسیلے سے کتاب شائع ہو گئی:

جناب آقائے حاج حسین شکر دی نے تعریف کی ہے کہ ایک دو شنبہ کو ہم لوگ مسجد جمران چلے گئے۔ ناشتہ کرنے کے بعد دونوں دوستوں نے چاہا کہ آقائے غلام نہاوندی اور آقائی رضائی نے کہا کہ ہم کو کسی مجتہد کے مکان پر چلنا ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہ تھی لیکن انہوں نے اصرار کیا۔ بالآخر ہم روانہ ہو گئے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو میں ایک طرف سائڈ میں چھپ گیا کہ میں نظر نہ آ جاؤں۔ دروازہ کھلا اور ہم داخل منزل ہو گئے اور سلام کیا انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔

اس دوران مجھے بہت ہنسی آ گئی تو مجتہد صاحب نے کہا کہ ہنسو نہیں یہ سن کر میری ہنسی اور تیز ہو گئی اور پھر ہم حرم مطہر معصومہؑ پر چلے گئے۔ وہاں اتنا شدید رونا آیا کہ تاب ضبط نہ رہی میرے اہل و عیال نے پوچھا کہ آپ اس قدر گریہ کیوں کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو مجھ سے کچھ نہ کہو۔

”مجھے میرے محبوب کے غم نے بھید (راز) پیدا کر دیا ہے۔ میرے دل و جان میں آگ لگ گئی ہے۔ باوصبا سارے عالم میں چل رہی ہے اور مجھے بھی اس نے در بدر کر دیا ہے۔ مجنوں کی طرح میرا دل پریشان ہے۔ اب میں ایک قیدی پرندے کی شکل میں ہوں کہ جس کے بال و پر بھی نہ ہوں۔ مجھے غم نے رلا دیا ہے۔“

پھر ہم مجتہد کے گھر سے روانہ ہو گئے انہوں نے آقائے نہاوندی سے فرمایا۔ یہ اتفاق بالا سے امام حسینؑ کیلئے پیدا ہوا تھا اور آقا کو یہ منظور تھا کہ کبھی بھی ظن و گمان کے تحت بدی کو راستہ نہ دو۔ اس واقعے کو چار ماہ گزر گئے اور جب بھی دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں

اور اندر داخل ہوتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ کئی آدمی پیچھے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسینؑ آگئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آقا میں نوکر ہوں پھر کمرے کا پردہ بالا کر کے ان کی خدمت میں جاتا ہوں مجھ سے بہت گرم جوشی سے گلے ملتے ہیں اور میں ان کا سینہ چومتا ہوں۔ پھر دوزانو۔ بادب ان کی خدمت میں بیٹھتا ہوں اور پھر مقتل کی کتاب پڑھنی شروع ہوتی ہے اور ہمیشہ ذکر عاشورہ رہتا ہے اور پھر ظہر تک تین گھنٹے تک گریہ جاری رہتا ہے اور میں کچھ بھی احساس نہیں کرتا ہوں۔ پھر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے بعد امام حسینؑ کا آنا جانا رہا۔ ایک روز ہم نے امام سے عرض کیا کہ آقا میرے کوئی بال بچہ نہیں ہے اور آپ کے اہل و عیال ہیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ علی اصغرؑ سے توسل کریں، کتاب لکھیں۔ بندے نے عرض کیا میری آنکھوں کے سامنے۔ پھر میں رخصت ہو گیا کچھ عرصہ بعد آقا کی خدمت میں گیا اور پوچھا کہ کتنے شاعروں کے شعر جمع کروں۔ فرمایا کہ کم از کم بتیس (۳۲) شاعروں کے بہترین شعر جمع کروں۔ پھر میں نے کتاب تیار کی اور چھپوایا بھی۔ ایک روز ایک رفیق کچھ شعر لے کر مجتہد صاحب کے پاس آیا میں بھی اس روز عصر کے وقت وہاں پہنچا۔ میں نے ان کی حالت متغیر دیکھی اور برابر گریہ فرما رہے ہیں۔ میں بھی روتے روتے بے حال ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا آقا کیا ہوا ہے۔ فرمایا کہ آقا حسینؑ کے پاس جب تم نہ تھے تو بی بی جناب اُمّ ربابؑ تشریف لائی تھیں جبکہ علی اصغرؑ ان کے دونوں ہاتھوں پر تھے۔ بی بی بغیر اذن امام حسینؑ کے کہیں دوسری جگہ نہیں جاتی ہیں۔ یہاں پر بھی امام کے حکم کے تحت آئی تھیں۔ پینہ نہیں کیا وجہ تھی۔ میں نے بھی بی بی صاحبہ سے کہا کہ بچہ کو مجھے دے دیں فرمایا شیخ جعفر تم بچے کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہو اور بی بی نے اس قدر گریہ کیا کہ تمام اہل مجلس گریہ کرنے لگے اور مجلس توسل ہو گئی۔

(شعر از استاد میرزا علی اکبر خرم قزوینی در مدح آقا کی مجتہد)، (لائک ای از ملکوت، ص ۱۷۵)

۱۸۵۔ حضرت علی اصغرؑ کے چہرے کا حسن:

آقائے حاج شیخ علی رضا گل محمدی فرماتے ہیں کہ بہت پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک مجتہد ہمیشہ حضرت علی اصغرؑ کی مجلس عز اڑھا کرتے تھے اور بے شمار گریہ فرمایا کرتے تھے اور جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ بہت دنوں پہلے کی بات ہے کہ حضرت اُمّ ربابؑ تشریف لائی تھیں۔ علی اصغرؑ گود میں تھے صرف علی اصغرؑ کا چہرہ دیکھا تھا۔ بی بی کا چہرہ نہیں دیکھ سکا البتہ مجھ سے بہت خوش ہوئیں پھر پندرہ منٹ بعد تشریف لئے گئیں۔ پھر دوبارہ ان کو نہ دیکھا جا سکا پھر اس زمانے سے آج تک حضرت علی اصغرؑ کی یاد ہمارے دلوں میں بسی ہوئی ہے۔

گفت کہ اے قوم روح پیکر است اس ثانی حیدر علی اصغر است اس
ان ہمہ اصغر بند اکبر است اس حجت کبریٰ روز محشر است اس
اور یہ ثانی حیدر علی اصغرؑ ہیں۔ یہ مثل علی اکبرؑ کے ہیں اور روز محشر کیلئے حجت کبریٰ
ہیں۔ یہ معصوم ہیں ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ نہ یہ کسی فوج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ بے
جان ہو گئے ہیں انہیں ایک گھونٹ پانی پلا دو یہ بے حس ہو گیا ہے۔
(یہ شعر از تاج الشعراء، میرزا جیون یزدی کہ آقائی مجتہدی نے اپنی زندگی میں سنا اور بہت گریہ کیا)
(۲۔ لالہ ای از ملکوت، ص ۲۳۸)

۱۸۶۔ علی اصغرؑ کے روضے کی برکت:

علی گندابی ایک معمولی کسان ہے کہ جو حضرت علی اصغرؑ کی ذات اور ورضہ اقدس
سے راہ مستقیم پائے گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سعادت ابدی ملے گی۔ ذیل میں اب ہم
واقعات درج کرتے ہیں:

قصہ مختصر حاجی میرزا حسن واعظ جامع مسجد ہمدانی میں منبر پر بیٹھ کر تقریر کیا کرتے

تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک بار شب جمعہ کو ہمدانی شہر کے ایک گاؤں میں ایک بڑا روضہ ہے لہذا میں اس میں داخل ہوا۔ علی گندابی کو میں نے دیکھا کہ بے تاباں اور خوف کے ساتھ چیخ رہا تھا اور اول فول (گالیاں) بک رہا تھا۔ مجھے خوف آیا کہ اس کے پاس سے گزر کروں۔ میں اس کے قریب آیا اس نے کہا کہ: آپ کہاں تھے، میں نے کہا کہ مجلس پڑھنے گیا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے نہیں لے چلیں گے۔ یہ سن کر مجھے وحشت ہوئی۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ روضہ پر میرے لئے بھی مجلس پڑھ دیں۔ میں نے کہا کہ آخر تمہارا یہ کیا حال ہے؟ کہا کہ میرے حال سے تم کو کیا واسطہ ہے۔ میں نے کہا کہ اس اندھیری رات میں گلی کوچے کے اندر مجلس کیسے پڑھوں نہ منبر ہے اور نہ سننے والے سامعین ہیں۔ پھر دیوار سے تکیہ کیا اور رکوع کی طرح خم ہوئے اور کہا کہ آؤ منبر پر جاؤ۔ میں خوف میں تھا مگر مجھے اپنے آپ پر قابو نہیں تھا اس کی پشت پر سوار ہوا اور کہا السلام علیک یا ابا عبد اللہ اور اتنی شدت سے گریہ کیا کہ میں بھی بے قرار ہو کر روتا رہا اور امام حسینؑ جو وہاں موجود تھے ان سے ربط پیدا کیا۔ علی آقا یہ حرف بار بار کہتا تھا۔ آقا جان آپ کے بھائی بھتیجے مددگار سب شہید کر دیئے گئے اور پھر میں نے مجلس میں مولا علی اصغرؑ کے حالات پڑھ تو میری حالت ایسی ہو گئی جو زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر مجلس ختم کر کے کچھ دعا مانگی اور خدا حافظ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔

(انگاہی عارفانہ بر محرم، مولف سید محمد باقر موسوی ہمدانی، ص ۷۰)

۱۸۷۔ شیعہ مذہب میں بلند مقام ہے:

ملک ہندوستان میں ایک مجلس عزاء بہ مناسبت شہادتِ امام حسینؑ اور ان کے یاورو انصار منعقد ہونا تھی۔ اس مجلس میں مسلمان عورتیں آئیں، خوب گریہ ہوا اور روئے۔ ایک امریکی عورت جو مکان کے قریب میں رہتی تھی اس نے پوچھا آخر اتنے گریئے کا کیا سبب ہے کیا واقعہ ہو گیا۔ اس سے کہا گیا کہ شیعوں کے تیسرے امام حسینؑ کی مجلس

عزرا پر پاکی گئی ہے۔ اس نے کہا کہ میں بھی مجلس کو دوست رکھتی ہوں۔ مجھے بھی مجلس میں لے چلنا۔ وہ بھی مجلس میں گئی مرثیہ خوانی بہ حال علی اصغر شروع ہوئی۔ عورتوں نے رونا پینا شروع کر دیا۔ امریکی عورت بہت متقلب ہوئی اور کہا کہ میں بھی چاہتی ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں اس لئے کہ جو لوگ حق کی راہ میں زندگی قربان کر دیتے ہیں ان شیعہوں کی شیعہ شہیدوں کی حقانیت دیکھ رہی ہوں۔ مجھے اب یہ ضروری نہیں ہے کہ حالت کفر میں رہوں۔ یہاں علی اصغر کی چلتی پھرتی یونیورسٹی کام کر رہی ہے اور یہ کہہ سن کر وہ شیعہ مسلمان ہو گئی۔ (الوقایع والحوادث، ج ۳، ص ۹۸)

۱۸۸۔ دعاؤں کی کنجی:

یہاں آ جاؤ کہ ہر مشکل کے تالے کی چابی یہاں ہے اور یہاں ناامیدوں کیلئے امید کا پیغام ہے اور تمام گنہگاروں کیلئے معافی کی نوید ہے۔ یہاں آؤ کہ بہتر (۷۲) شہداء کی برکتیں یہاں موجود ہیں۔ تمام آسمان کے حورو، ملائکہ اور زمین کے تمام انسان جانتے ہیں کہ یہ ہستیاں باب الحوائج ہیں۔ (نخل میثم، ج ۳، ص ۲۶۱)

۱۸۹۔ دس رجب جشن ولادت حضرت علی اصغرؑ:

آقائے علی اکبر تبریزی۔ سکنہ تہران کہ بہت معتبر انسان ہیں۔ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

ایک بار میں مشہد مقدس کے حرم میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے امام رضاؑ سے کہا کہ مولا آپ مجھے کوئی چیز دیں کہ آج تک کسی کو نہ ملی ہو اور اس کی خبر سب کو ملے۔ میرے دوست ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ تم نے بہت بڑی دعا مانگ لی۔ میں نے کہا کہ میں نے بری چیز نہیں چاہی ہے اور دوسرے یہ کہ ایسی چیز چاہی ہے

جس سے عوام الناس کو فائدہ ہو۔ شروع شروع میں میں دل میں دعائیں مانگ کر امام رضاؑ سے توسل کرتا رہا۔ یکایک میں نے دیکھا کہ ایک سید نورانی شخصیت ہمارے پاس تشریف لے آئے اور ہمارے پیچھے کی طرف بہت آرام و اطمینان سے بیٹھ گئے۔ مجھے نام سے پکارا اور کہا کہ اے علی اکبر کیا تمہیں پتہ ہے کہ آج شب دہم رجب ہے کہ مولا اصغرؑ کی پیدائش کا دن ہے جشن کرو تا کہ اس کی نیکی سب کو ملے۔ مجھے یہ خیال نہ رہا کہ پوچھوں کہ میرا نام لیا ہے آپ کون ہیں پھر کچھ دیر بعد وہ چلے گئے تب مجھے احساس ہوا کہ کتنی بلند ہستی آئی اور چلی گئی اور میں نے کہا اے دوستو مجھے مولا نے جواب دے دیا۔ پھر میں نے رونا شروع کر دیا اور روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ مجھے اپنی کچھ خبر نہ رہی۔ پھر میں نے اپنے گھر میں جشن ولادت شہزادہ علی اصغرؑ کرایا اور کچھ غنودگی آئی تو شہزادی فاطمہؑ زہراؑ کو دیکھا کہ وہ شکریہ ادا کر رہی ہیں اور فرما رہی ہیں کہ اس جملے کو سمجھو۔

”ہمارے پرانے زمانے میں اتنے رنج و ہم کو پہنچے ہیں کہ ہمارا دل ٹوٹ چکا تھا لیکن اب موجودہ زمانے میں میرے بیٹے مہندی کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔“ (صحاب رحمت، ص ۵۳۵)

۱۹۰۔ شہزادہ علی اصغرؑ سے زیادہ مظلوم کون ہو سکتا ہے:

کتاب عروۃ الوثقیٰ میں سجدہ شکر کے ذکر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے عبد اللہ بن جنذب خدمت امام موسیٰ بن جعفر میں گئے اور اس طرح گفتگو شروع کی کہ اے فرزند رسولؐ مجھے سجدہ شکر کی دعا تعلیم فرمائیں کہ میں اپنی حاجت بیان کر سکوں۔ امام موسیٰؑ کاظمؑ نے دعا یاد کرادی اور وہ اس طرح ہے:

اللہم انشدک بدم المظلوم (ثلاثاً)

بار خدا یا میں تجھے خونِ مظلوم کی قسم دیتا ہوں (تین بار کہے) جس مظلوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ سجدہ شکر میں واسطہ دیا جائے اور دعائیں قبول ہوں کون ہے؟ یہ بات بحث

کی ہے بہت علما اور بزرگوں نے کہا ہے کہ اس مظلوم سے مراد امام حسین ہیں لیکن ملا ہاشم (صاحب منتخب التواریخ) فرماتے ہیں کہ مظلوم سے مراد ”علی اصغر“ ہی ہیں۔

ابن وجلان نے کہا ہے کہ مظلوم علی اصغرؑ کے خون کی خوشبو بروز قیامت مشک کی خوشبو سے بھی تیز تر ہوگی اور تاریخ اسلام میں شہزادہ علی اصغرؑ سے زیادہ مظلوم اور کون ہو سکتا ہے اور وہ قوم جفا کار یزیدی فوج کا فرقی کہ جس نے ایک گھونٹ پانی شہزادہ علی اصغرؑ کو نہیں دیا اور بجائے پانی کے تیر مارا۔ ہر ایک کر بلا کا سپاہی کر بلا میں ایک بار ہی شہید ہوا ہے لیکن علی اصغرؑ واحد ہے جو دو مرتبہ مارا گیا۔

الا لعنت اللہ علی القوم الظالمین (سیرہ، ج ۲، ص ۶۷)

۱۹۱۔ حقیقی خونِ مظلوم کا بدلہ لینا:

حاج شیخ باقر ملبوبی فرماتے ہیں کہ:

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چند سال پہلے مجھے ایک گاؤں جانا ہوا جو چھ میل کے فاصلے پر تھا تاکہ میزبان کی دعوت میں شرکت کر سکوں۔ چہلم کے روز یا کیس صفر کو قریہ مزبور گاؤں میں داخل ہوا۔ پہلی رات میری بہت خدمت کی گئی لیکن میں نے دیکھا کہ میزبان اور اس کا خاندان کافی پریشان ہے۔ پہلے تو مجھے کوئی بات معلوم نہ ہو سکی لیکن میں نے ان کی پریشانی کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارا یہ بچہ سخت بیمار ہے اور ہم اس کی زندگی سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ ہماری یہ پریشانی ہے۔

میں نے کہا اطمینان رکھیں۔ میرے پاس اس کا حل موجود ہے۔ آپ آمادہ ہو جائیں کہ خدا کو خونِ مظلوم کا واسطہ دے کر دعا کریں گے۔ ہم نے ماں باپ اور تمام حضرات کو اکٹھا کر کے ششماہ علی اصغرؑ کے مصائب کی مجلس پڑھی۔ میں نے شیر خوار کے حالات مصائب بہت زوردار پڑھے۔ بہت گریہ ہوا اور اس قدر شدت سے گریہ

ہوا کہ لوگ روتے روتے بے حال ہو گئے پھر مجلس کے فوراً بعد ہی دعا مانگی کہ یا اللہ بحق طفیل حضرت معصوم علی اصغر بیمار ہذا کو شفا حاصل ہو۔ پھر رات کو ہم سو گئے صبح کو جب اٹھے تو لطف پروردگار سے دعا قبول ہوئی۔ سب پریشانیاں دور ہو گئیں اور خوشیاں ہی خوشیاں گھر میں آچکی تھیں اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا کل رات کو بیمار ہونے والا مریض بچہ مثل گل نوشگفتہ شفا پا کر تندرست ہو چکا تھا اور یہ حقیقت ہے اور میرا بارہا تجربہ ہے کہ جب کبھی بھی مظلوم علی اصغر کا واسطہ دیا گیا ہر ایک کام پورا ہوا۔

(الوقایع والحوادث، تالیف دانشمند محترم آقائی محمد باقر ملوبلی، ج ۳، ص ۹۷)

۱۹۲۔ حضرت علی اصغر جو پیاسے رہے۔

حضرت خضر کو آب حیات بخشتے ہیں:

حاجت مند حضرات علی اصغر سے توسل کر کے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ انسان تو انسان فرشتوں کی بزم میں بھی ان کا تذکرہ رہتا ہے اور بہشت کے اندر جو رنگینی و خوبصورتی ہے سب ان ہی ذوات مقدسہ کی بدولت ہے اور امام حسینؑ کو علی اصغرؑ کی شہادت پر ناز ہے۔ علی اصغرؑ کی موت نے عشق حقیقی (خدا) کو زندہ کر دیا گویا ان کی پیاس کی بدولت حضرت خضر کو آب بقا مل گئی۔ (مغل میثم، ج، ص ۲۶۱)

۱۹۳۔ شفا صرف ایک توجہ سے مل جاتی ہے:

ایک بچہ ڈیڑھ سال کا تھا جس کے خون میں سرطان (کینسر) کی بیماری تھی اور شدت بیماری کی وجہ سے اسے اتنی تیز بھوک لگتی ہے کہ آٹھ لوگوں کا کھانا ایک وقت میں کھایا کرتا تھا۔ اس بچے کا بہت معائنہ کیا گیا لیکن ایرانی طبیب علاج نہ کر سکے تو پھر یہ تجویز پائی کہ علاج کیلئے غیر ملک لے جایا جائے۔

اس دوران آقائے رحیمی سے ملاقات ہوئی یہ آقاسادات سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ باہر ملک جانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک توسل (مجلس عزاء) کراؤ۔ یہ سن کر بچے کے والدین کو کچھ تسلی ہوئی اور پوچھنے لگے کہ توسل (مجلس عزاء ہوگی) عمل پورا ہوگا۔ طریقہ ہے کہ ایک لاکھ بیالیس ہزار بار درود پڑھو اور اس کا ثواب معصوم علی اصغرؑ کے واسطے سے اللہ کی خدمت میں ہدیہ کریں۔

اسی شب کو دورانِ عمل کسی نے ایک گلاس (جگ بھر کر) پانی کا دیا اور کہا کہ امام زمانہ مہدیؑ آخر الزمان اور نجتین پاک علیہم السلام نے اس پانی کو پڑھا ہے۔ یہ بچے کو پلاؤ۔ اسی سے شفا ہو جائے گی۔ وہ ماں باپ ایک لاکھ بیالیس ہزار مرتبہ درود پڑھنے میں (عمل میں مشغول ہو گئے) درود شریف پوری تعداد میں پڑھا۔ رات کو سو گئے علی الصبح جب اُٹھے تو دیکھا کہ ان کا بچہ صحیح و سالم ہے۔ بیماری ختم ہو چکی ہے اور مکمل شفا ہو گئی ہے۔ (حکایت ہائے شہیدان از فضائل و آثار صلوات بر محمد و آل محمدؑ، مولف علی درویش صہبانی)

۱۹۴۔ حضرت رسول کریم کا علی اصغرؑ کا غم منانا:

حاج علی جلیل عصری نوبری کہ امام حسینؑ کے نوے خوانوں میں بلند مقام ہے۔ وہ رسول خداؐ سے کئی بار کر بلا میں ملاقات کر چکے ہیں اور برسوں تک تہران میں بھی حضورؐ پر نور کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

حاج جلیل عصری جو مجلس عزاء پر ہتے تھے اور ان کا خاص شعر یہ مخصوص تھا:

آن راز کہ در حوصلہ بحر ننگند

تا عرش خدا در دل دیوانہ زند موج

جو راز کہ سمندر میں نہیں سماتا۔ وہ عرش خدا تک دیوانے کے دل میں موجزن ہے۔

اور یہ شعر ان کا مخصوص تھا اور کبھی کبھی حاجی ایک جملہ ایسا پڑھ جاتے تھے کہ لوگ

روتے روتے بے حال و نڈھال ہو جاتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار (محرم کے علاوہ) ہفتہ عزا منایا جا رہا تھا اور حضرت علی اصغرؑ سے توسل کرنا تھا۔ اس روز حاجی اپنی جگہ سے (منبر) سے بلند ہوئے اور اور بہت جوش و ولولے کے ساتھ یہ شعر پڑھنے لگے:

عشق دیوانگی ماست کہ فرزانه ما

گریہ می کرد از این پیش کنون می خندد

ہمارا عشق ہمیں دیوانہ پن کی حد تک لے گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا دیوانہ کبھی تو ہنسنے لگتا ہے اور کبھی رونے لگتا ہے۔

اس دن حاجی زور زور سے اس بیت کو بار بار پڑھ رہے تھے۔ صرف ایک لفظ کہہ کر اس کی تشریح بیان کرتے تھے کہ عجیب منظر تھا اور اس شعر کے بار بار پڑھنے پر خوب گریہ ہو رہا تھا۔ ذکر شہزادہ علی اصغرؑ تھا کہ جھولے میں اصغرؑ رو رہے تھے بلکہ میدان جنگ (نصف حد) تک رو رہے تھے لیکن جب آپ کے گلوئے مبارک پر تیر چلا تیر لگتے ہی مسکرانے لگے۔ (کتاب رسول ترک، ازاد کردہ امام حسینؑ، مولف محمد حسین سیف اللہی، ص ۷۵)

۱۹۵۔ علی اصغرؑ کی مصیبت پر رونے کی فضیلت:

آقائے سید ابوالفضل حسینی صاحب کفایۃ الواعظین نے نقل کیا ہے:

بیان کرتے ہیں کہ حاج ستارہ ترکیاں۔ نیک و متقی عالم دین سکندرمیرزا جو تہران میں رہنے لگے تھے کہتے ہیں کہ تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے شاید ایک ہزار باون قمری سال تھا ۱۰۵۲ھ۔

میں بیمار ہو گیا اور اتنا شدید علیل ہو گیا کہ اٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور چوتھیا رہنا آنا

شروع ہو گیا کبھی طبیعت بیمار تھی اور کبھی بخار اتر جاتا تھا ایک روز مجھے بہت تیز جاڑا بخار آ گیا میں نے جناب رسول خدا و حضرت فاطمہ الزہراء و آمنہ ہدی سے توسل نہیں کیا بلکہ بلا واسطہ دیئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سیدھے ہی طور پر عرض کیا کہ اے معبود تیری ذات کس قدر بلند ہے کہ فرعون کی دعا بھی قبول کرتا ہے تو میری دعا بھی قبول کر لے۔ اے قادر و توانا رب میرا بخار بیماری چلی جائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا مانگی مجھے غنودگی ہو گئی اور نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجلس برپا ہوئی ہے جس میں حضور پر نور رسول خدا بیٹھے ہیں اور ان کے اطراف میں دیگر انبیاء و صدیقین موجود ہیں۔ اس حالت میں جناب رسول خدا نے فرمایا تین بار کہا کہ:

میرے چچا زاد پر ظلم کیا۔ میرے چچا زاد پر ظلم کیا۔ میرے چچا زاد پر ظلم کیا۔
پھر آواز غیب آئی یا محمد۔ دعا کرو اس شخص کو شفا ملے۔

حضور نے اپنے ہاتھ بارگاہ خداوندی میں بلند کئے اور عرض کیا پروردگار۔ میں نے اپنے بیٹے کو تمام کام سپرد کر دیئے ہیں اور اسے دعا کرنی چاہیے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر خواب سے بیداری ہوئی تو میرا ہمسفر میرے پاس تھا۔ مجھ سے کہا کہ رسول خدا میرے پاس تھے۔ اگر میں دعا کرتا تو اچھا ہو جاتا۔

پھر دوبارہ میری حالت خراب ہوئی تو غنودگی ہوئی میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ امام مہدی تنہا بیٹھے ہیں اور کوئی ان کے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے اس سے کہا کہ: میرے جد علی پر بہت ظلم کئے گئے۔ تین بار اسی جملے کو کہا:

میرے جد علی پر بہت ظلم ہوئے۔ میرے جد علی پر بہت ظلم ہوئے۔ میرے جد علی پر بہت ظلم ہوئے۔

پھر فرمایا کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی چیز نہیں ہے لیکن میرے جد امام حسین کے

روضے پر مصیبت علی اصغرؑ میں بہت گریہ کیا ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے اسے دوسری زندگی عطا فرمائی ہے۔ کل رات سے پہلے اس کا مرض جاتا رہے گا۔ کہتے ہیں کہ اسی گھڑی سے میں اچھا ہو گیا اور ابھی تک بیماری سے بچا ہوا ہوں۔ چھوٹے ہاتھوں سے بڑی گرہیں کھل جاتی ہیں۔

آقائے سید عبداللہ الحسینی کہتے ہیں کہ معصوم علی اصغرؑ کا اتنا بلند مقام ہے کہ یہ باب الحوائج ہیں۔ ان سے بے شمار معجزے منسوب ہیں۔ علی اصغرؑ کے ننھے ہاتھ بڑی مضبوط گرہ کو کھول سکتے ہیں۔

ایک بار میرا بچہ احمد میر عظیمی سال ۱۳۵۹ شمسی میں سخت بیمار ہو گیا کہ ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج کہہ کر جواب دے دیا۔ ناچار میرے عزیز مجھ سے تہران لائے اور الوند اسپتال میں داخل کرادیا۔ ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ اس کی زبان کے نیچے ایک عدد پیدا ہو گیا ہے اور دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے کہ اگر غدود نہ نکالا گیا تو بچے کی جان کو خطرہ ہے اور آپریشن کرنے میں خون بہت نکل جائیگا جس سے بھی جان کا خطرہ ہے۔ میں اور میری بیوی بچے کی حالت سن کر روتے روتے بے قرار ہو گئے۔ چنانچہ ڈاکٹروں نے ہم سے کہا کہ حاجی آقا تم کس لئے بے قراری سے رو رہے ہو۔ میں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ ہم کیوں نہ روئیں جبکہ ہمارا بچہ جان بلب ہے۔ اسی دوران مجھے ایک نئی بات سوچھی کہ کیوں نہ ہم ایک دسترخوان (نیاز) نذر شیر خوار بہ نام علی اصغر قبول لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس نذر کے طفیل ہمارا بچہ شفا پا جائے گا۔ میری بیوی نے تائید کی پھر میں نے ایک سو دس بار درود شریف پڑھ کر مادر علی اصغرؑ (بی بی ربابؑ) کو ہدیہ کیا اور پھر بیمار بیٹے کو کمرے میں لٹا دیا۔ پھر میں ہسپتال کی ایک لمبی بینچ پر لیٹ کر سو گیا۔ ایک سید صاحب میرے کمرے میں آئے اور مجھ سے فرمایا کہ

تمہاری نذر قبول ہو چکی ہے اور بیمار بچہ شفا یاب ہو جائے گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر کمرے سے باہر آیا اور کہا حاجی آقا مرثوہ ہو۔ مبارک ہو کہ غدود نے خون ریزی بند کر دی ہے۔ اب ہم آسانی سے باہر نکال دیں گے اور بچے کا حال اب ٹھیک ہوتا جا رہا ہے۔ جو کوئی بھی چاہے کہ معصوم شہزادہ علی اصغرؑ سے متوسل ہو تو اسے چاہیے کہ یہی عمل کریں۔ ان کی حاجات پوری ہوں گی۔

حاجی میر عظیمی کی بہت سی کتابیں لکھی ہوئی ہیں اور مسجد مقدس جمکران میں بیس کتابوں سے زائد منتشر ہیں اور بھی کافی کتب لکھی ہیں۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ ص ۲۱۰)

۱۹۶۔ حسینؑ کے چمن کے آخری پھول سے متوسل ہونا:

روم کے انقلاب سے چند سال پیشتر اہل منبر نے یہ تجویز کیا تھا کہ پہلی محرم سے آخر ماہ صفر تک ہر ایک دوستان اہل علم جو بھی اپنی اپنی حاجات پوری کرانا چاہتے ہوں یا پریشانی میں مبتلا ہوں ہر ایک کے گھر مجلس برپا کی جائے گی ہر کسی کے گھر پانچ یا دس مجلس کی جاتی تھیں۔ مجلس عزاداری حضرت سید الشہداء منعقد ہوتی تھیں اور تمام خطیب و علما مجلسیں پڑھتے تھے اور گریہ ہوتا تھا۔ ایک سال کا ذکر ہے کہ چہلم حسینؑ کی مجالس برپا تھیں۔ آقائے جوانی کے گھر پر مجلس تھی جب چہلم کے روز مجلس ختم ہوئی تو آخری ذاکر حضرت حاج میرزا خیر اللہ تھے۔ اس مجلس میں امام حسینؑ اور انکے بھائی عباسؑ سے توسل کیا جائے۔ اسی دوران شور مچا کہ دمر یض لا علاج لائے گئے ہیں۔ ان کی شفا اور لوگوں کی دعا کرنا ضروری ہے۔ مجلس زبردست گرم جوشی پر تھی۔ آقائے سید اسماعیل موسوی نے کہا کہ اے اہل مجلس تم لوگ آل رسولؐ ہو۔ سادات ہو۔ گڑ گڑا کر امام سے توسل کرو۔ ان میں آقا چاوشی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم سب امام حسینؑ کے نوکر چاکر ہو تم سب روزے پر چلو ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں اور مجلس

پڑھیں گے اور مولائے ما (ہمارے آقا) امام حسین سے توسل کریں گے اور حضرت علی اصغرؑ سے توسل کریں گے۔ ہم سب مجلس میں گئے اور ایک انجمن نے زبانِ ترکی میں نوحہ خوانی کی۔ پھر مریضوں کو لایا گیا۔ ایک صاحب مریض کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے مجلس پڑھی اور بچے کو ہاتھ میں پکڑا اور ایک لمحے کیلئے امام حسینؑ کی وہ حالت میری نظر میں آئی جبکہ امام حسینؑ اپنے ننھے شہزادے علی اصغرؑ کو شلوکے میں ملبوس خون آلود گوشت میں لئے ہوئے تھے اور خون کو آسمان کی طرف پھینکا تھا اور میں نے (بلکہ تمام حاضرین نے) دعا کی کہ یا اللہ۔ اس قربانی آلِ محمدؑ کو قبول فرما۔ (نظم فارسی)۔

اے اللہ تعالیٰ۔ یہ غیچہ نو شگفتہ کھلنے سے پہلے ہی کھلا گیا۔ غم پر غم پڑ گئے۔ یہ تو نازک پھول تھا اور دوست (اللہ تعالیٰ) کی بزم کی زینت تھا اور آلِ رسولؐ کی بزم (چمن) کا آخری پھول تھا جس کا غم باقی رہے گا۔

ایسے عالم میں امام حسینؑ اپنے معصوم شہزادے علی اصغرؑ کو خیمے کے پیچھے کی طرف لائے اور اپنی بہن جنابِ زینبؑ سے فرمایا کہ میرے ہاتھوں سے یہ بچہ لے لو لیکن اس خون آلود زخمی گردن شہید علی اصغرؑ کی اطلاع اس کی مادرِ شہزادی ربابؑ کو نہ دینا کہ ایسی حالت میں دیکھ کر اس کی ماں کس طرح دل پر قابو رکھے گی۔ مجلس بھی قریب الاختتام تھی۔ اچانک نعرہ یا حسینؑ بلند ہوا۔ ہم سب نے اللہ تعالیٰ کو معصوم علی امینؑ کی قسم دی۔ ہم سب رونے لگے تو اچانک مریض بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ بچہ کی حالت بہتر ہونے لگی اور خدا کے فضل سے دونوں مریض شفا یاب ہو گئے والسلام دوستانِ اہل بیتؑ کا سلام۔ (مفتاح الحیدر مولف عالم طویل القدر، مقدس زنجانی، ص ۸۰)

۱۹۷۔ حضرت علی اصغرؑ کا گلہ :

شیخ عبدالرحیم کرمان شاہی متوفی (۱۳۰۵) ہجری قمری نے کتاب مقتل حسینؑ میں

کتاب کشف الاسرار فی مصائب ابی عبد اللہ میں لکھا ہے کہ جاڑوں کا زمانہ تھا۔ میری بیماری ایسی تھی کہ کئی روز تک بھوک نہ لگی اور کھانا نہیں کھایا جاسکا تھا۔ میرا جی چاہا کہ مجھے سیب کھانے کو ملے۔ بچوں نے بہت بھاگ دوڑ کر کے سیب حاصل کئے اور لائے تو باپ نے کھانے سے بے رغبتی ظاہر کی۔ مجھے بیماری سے کمزوری بڑھ گئی تھی۔ غنودگی تھی بلکہ سوراہا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ رسول خدا حضرت علیؑ اور امام حسینؑ میرے بستر کے آس پاس ہیں۔ مجھے ایسا دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ میں نے زیارت جامعہ پڑھنی شروع کی۔ ناگاہ امام حسینؑ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اپنے بچوں سے سیب طلب کئے تھے۔ ادھر آؤ اور یہ لویہ سیب میرے علیؑ نے تمہارے لئے بھیجے ہیں لیکن یہ افسوس کیا ہے کہ مقتل کی کتاب میں میرا ذکر نہیں کیا گیا تو مجھے کچھ سمجھا۔ شیخ عبدالرحیم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ افسوس کی حالت میں اپنے سر پر مارے کہ میں گنہگار ہوں کہ آقا زادے نے میری شکایت کی ہے۔ یا امام حسینؑ میں عرض پر داز ہوں کہ آپ ہماری تمام پریشانیوں کو دور فرمادیں۔

(حجۃ الاسلام محمد علی جان حاجیان و عباس اسماعیل نقی از کتاب کشف اسرار فی مصائب ائمہ اطہار ص ۱۸)

۱۹۸۔ گلوئے علیؑ پر تیر کا لگنا:

مرحوم آخوند ملا محمد باقر فشتار کی نقل کرتے ہیں کہ بہت سی کتابوں میں ہم نے دیکھا کہ آپ بزرگ بہ نام عبدالجبار نے حج کا ارادہ کیا لہذا وار و کوفہ ہوئے کہ وہاں سے مکے جائیں۔ عبدالجبار کہتے ہیں کہ میں ایک ویرانے سے گزر رہا تھا ناگاہ دیکھا کہ ایک عورت آئی اور مردہ مرغے کو اٹھا کر چادر میں چھپا لیا۔ میں نے یہ دیکھ کر اس سے کہا کہ تم یہ کیا کرتی ہو، کہنے لگی کہ میرے شوہر کو حجاج بن یوسف نے قتل کر دیا ہے میں اس کی بیوہ ہوں۔ سادات علوی سے ہمارا تعلق ہے۔ میرے کئی یتیم بچے ہیں۔ میں نے کہا کہ

مرغ مردہ حرام ہے تو اس عورت نے مجھ سے کہا کہ کیا کروں میرے پاس کھانے پینے کا کوئی انتظام و خرچہ نہیں ہے۔

عبدالجبار کہتے ہیں کہ ایک ہزار دینار طلاء جو حج کا خرچہ میرے پاس رکھا تھا اس سادات علویہ کو دے دیئے کہ تم اس سے اپنا خرچہ چلاؤ۔ حرام مرغ پھینک دو۔ پھر میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اصلی حج تو خانہ خدا کا ہے اور سادات علویہ کا دل بھی خانہ کعبہ ہے۔ ایک سال میں کوفے میں رہا اور کوشش کرتا رہا کہ رقم حاصل کر سکوں اور دوسرے سال حج کر سکوں۔

اب موسم حج آگیا۔ میں کوفے سے مکہ بغرض حج روانہ ہو گیا۔ میرے قریب سے ایک شتر سوار گزرا۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے عبدالجبار کہ جس روز میں عرفات میں تھا تو اس روز تم کو دس ہزار دینار طلاء دینے کو تلاش کر رہا تھا اور اس دن سے آج تک یہ تمہاری امانت میرے پاس ہے۔

عبدالجبار کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اس لئے کہ میں حج کو نہ جاسکا۔ ناگاہ آواز سنی کہتے ہیں کہ اے عبدالجبار تو نے ایک ہزار دینار ہماری راہ میں خرچ کر دیئے (عورت کو دے دیئے) ہم ان کے بدلے میں دس ہزار دینار تم کو عطا کرتے ہیں۔ ہاں عبدالجبار نے (ایک سیدانی) اور اس کے یتیم بھوکے بچوں پر رحم کیا۔ یہ آل رسول سادات ہیں لیکن کوئی اور شامی غداروں، بے ایمانوں، کافروں نے فرزند رسول امام حسینؑ کے ساتھ کتنا بدترین سلوک کیا سب کو بھوکا پیاسا رکھا اور معصوم شہزادہ علی اصغرؑ کو بجائے پانی کے تیرسہ شیعہ سے شہید کیا۔

(آخوند محمد باقر فشارکی، عنوان الکلام، ص ۱۴۴)



شیر خوار کی شہادت پر امام مظلوم کے تاثرات:

(۱) لہو صفحہ ۵۰ میں ہے کہ امام نے بچے کی شہادت پر کہا، ہوں علیٰ منازل بسی انہ بعین اللہ۔ جو مصیبت مجھ پر نازل ہو آسان ہے اور خدا کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

(ب) ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۵۴ تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۳۴۲ مشیر الاحزان صفحہ ۵۲ میں ہے کہ امام مظلوم نے فرمایا:-

”خداوند اگر تو نے آسمانی مدد کو ہم سے روک رکھا ہے تو اسے ہماری بہتری کے لیے اٹھا رکھ اور ظالم قوم سے ہمارا انتقام لے“

(ج) مقاتل الطالبین صفحہ ۵۰ میں ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”خداوند امیر اندیہ تیرے نزدیک بچہ ناقص صالح سے سبک ہوگا“

(و) منتخب صفحہ ۳۳۲ میں ہے کہ امام نے فرمایا:-

”خداوند اتو ہی گواہ ہے کہ اس قوم نے ایسے بچے کو ہلاک کیا جو تیرے نبی و حبیب اور رسول سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔“

(ھ) نظم الزہراء میں ہے کہ آپ نے فرمایا:-

”اے نفس صبر اور اس مصیبت اجر کے لیے خدا سے امیدوار ہو۔ خدا ہم پر اس دنیا میں جو مصائب نازل ہوئے وہ تو دیکھ رہا ہے اسے آخرت میں ہمارے لیے ذخیرہ قرار دے“

(د) مقتل صغیر صفحہ ۸۳ میں ہے کہ امام نے فرمایا:-

خداوند! میں تجھے ان لوگوں پر گواہ بناتا ہوں ان لوگوں نے جیسے نذر مانی ہے کہ تیرے نبی کی نسل میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

(سوانح عمری شیر خوار مجاہد، محمد باقر نقوی... صفحہ ۶۸-۷۰)

..... ﴿باب چہارم﴾

شہزادہ علی اصغرؑ
تاریخ و مقاتل کی روشنی میں

مقتلِ ابی مخنف

﴿لوط بن یحییٰ﴾

حضرت علی اصغرؑ

امامؑ واپس اُمّ کلثومؑ کے خیمہ میں آئے اور فرمایا۔ ”بہن! میں اپنے ششما ہے کے متعلق تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھنا کیونکہ یہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔ حضرت اُمّ کلثومؑ نے فرمایا ”اے بھائی اس بچے نے تین روز سے پانی تک نہیں پیا۔ اس کے لئے تھوڑا سا پانی کسی طرح لائیں۔“ امام بچے کو گود میں لے کر فوجِ اشقیاء کی طرف آئے اور فرمایا۔ ”تم لوگ میرے بھائی، بھتیجوں اور اصحاب کو قتل کر چکے ہو۔ اب سوائے اس معصوم بچے کے میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ پیاس کی شدت سے نڈھال ہے۔ ایک گھونٹ پانی اسے پلا دو“ امام کا یہ کلام ابھی جاری تھا کہ ادھر سے ایک ظالم نے ایسا تیر چلایا کہ بچے کی گردن ایک طرف سے کاٹ کر دوسری طرف سے نکل گیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ تیر ایک لعینِ قدیمہ عامری نے چلایا تھا۔ امام حسینؑ نے بچے کی گردن کا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا ”خدا یا! میں اس قوم پر تجھے گواہ کرتا ہوں جنہوں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ تیرے نبیؐ کے خاندان کے ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیموں میں قیامت

امام علیہ السلام اس معصوم بیٹے کی لاش خیموں میں اس طرح لائے کہ امام کے سینے

پر شیر خوار بچے کا خون بہہ رہا تھا۔ بچے کی لاش حضرت اُمّ کلثومؓ کو دے کر بہت روئے اور فرمایا۔ ”پروردگار! اب مجھے تنہا چھوڑ۔ ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ ہمیں بے بس بنا دیا ہے۔ یہ اپنے اس عمل سے یزید کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ میرا بھائی عباسؓ اکیلا مارا گیا اور اپنے خون میں نہایا، و امیدان میں پر اسے۔ تیری ہی ذات ہے جو ان دشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتی ہے۔“ (مقتل ابی جہل اردو ترجمہ: صفحہ ۹۶)

مقتل اللہوف

﴿علامہ سید بن طاووس﴾

شہادت علی اصغرؑ:

جب مظلوم کربلا کے تمام یار و انصار اور احباب و اصحاب اور اعزہ و اقارب راہ خدا میں شہید ہو چکے تو آپؑ جہاد کے لئے آمادہ ہوئے۔ آپؑ نے میدان میں آ کر سپاہ یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”کوئی ہے جو حرم رسولؐ سے دفاع کرے؟ کیا تمہارے درمیان ایسا موحد ہے جو ہمارے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری فریاد رسی کر کے خدا سے لو لگائے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کر کے خدا سے اجر و ثواب کی امید رکھے؟“

جب امام علیہ السلام کا دکھ بھر استغاثہ خیموں میں بیسیوں نے سنا تو وہ امام کی غربت اور بے کسی پر بلند آواز میں گریہ کناں ہوئیں، امام مظلوم بیسیوں کے نالہ و فریاد کو سن کر خیموں میں آئے اور ام المصائب بی بی حضرت زینبؓ علیا سے فرمایا:

”اے زینبؓ! میرا شیر خوار اصغرؑ مجھے دے دو تاکہ میں اسے خدا حافظ

کروں۔“

امام علیہ السلام نے اپنے ننھے مجاہد علی اصغرؑ (آپ کا نام عبد اللہ یا علی اصغر تھا) کو ہاتھوں پر لیا اور آپ اُسے بوسہ دینا چاہتے تھے کہ اچانک ایک بزدلی ظالم زرمہ بن کاہل اسدی نے انہیں تیر کا نشانہ بنایا، وہ تیر شیر خوار بچے کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ وہ تیر اس قدر روزنی تھا کہ اس نے علی اصغرؑ کے سر کو بدن سے جدا کر دیا اور اس طرح حسینؑ کے ننھے مجاہد کی شہادت ہو گئی۔

امام مظلومؑ نے اپنی دکھیا، بہن زینبؑ سے فرمایا:
 بہن زینب! میرے اس ننھے شہید کو اپنے ہاتھوں میں لو اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے گلے کے نیچے لے جاتے اور جب آپ کے معصوم اصغرؑ کے خون سے بھر جاتے تو آپ آسمان کی طرف پھینک دیتے اور فرماتے:
 ”یہ مصائب و آلام جھیلنے میرے لئے آسان ہیں کیونکہ یہ راہ خدا میں ہیں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔“

پانچویں لالی ولایت حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:
 ”وہ خون جو امام مظلوم نے علی اصغرؑ کا آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہ آیا۔“

ایک اور روایت ہے جو فہم و عقل کے نزدیک تر ہے کیونکہ وہ وقت بچوں کو الوداع کرنے کا نہ تھا، بلکہ اس وقت تو امام علیہ السلام جنگ کرنے میں مشغول تھے۔ اس دوران جناب زینبؑ خیمہ سے باہر آئیں اور انہوں نے اپنے بھائی سے کہا:
 ”بھائی! آپ کا بیٹا سہ روز سے تشنہ وہن جاں بلب ہے۔ اس نے ایک گھونٹ پانی تک نہیں پیا۔ آپ شیر خوار بچے کے لئے پانی طلب کریں۔“

امام علیہ السلام نے اس بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا اور آپؐ نے سپاہ یزید سے اس طرح خطاب فرمایا:

”اے لوگو! تم نے میرے شیعوں اور رشتہ داروں کو قتل کیا اور میرے پاس فقط یہی شیر خوار بچہ باقی بچ گیا ہے کہ جو شدت پیاس سے زبان کو باہر نکالتا اور بند کرتا ہے، اس کو دو گھونٹ پانی پلا دو۔“

ابھی مظلوم کربلا کی گفتگو مکمل نہ ہوئی تھی کہ ایک یزیدی نے تیر چلایا۔ وہ تیر علی اصغرؑ کے گلے کو چھیدتا ہوا پار ہو گیا اور اس نے سر کو بدن سے جدا کر دیا۔ اس وقت مظلوم امامؑ نے یزیدی سپاہ کے لئے دربار الہی میں سخت بددعا کی۔ مختار آل محمدؑ نے یزیدیوں کو پکڑ پکڑ کر اس طرح کی سزا دی جس طرح انہوں نے خانوادہ رسولؐ پر مظالم ڈھائے تھے۔
(مقتل المہوف اردو ترجمہ ص ۱۳۶ تا ۱۳۸)

روضۃ الشہداء

﴿علامہ حسین بن علی واعظ کا شفی﴾

حضرت علی اصغرؑ

امام حسین علیہ السلام نے اہل حرم کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپؑ کی سمع مبارک تک پہنچا، آپؑ نے اُس کا سبب پوچھا تو اہل بیت کرام نے عرض کی اے سید و سرور ستم گر زمانے نے ہمیں خوار کیا اور علی اصغرؑ پیاس سے زاری کر رہا ہے اُس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اور وہ شیر خوار بچہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اُسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ، جناب زینب

سلام اللہ علیہا انھیں اٹھا کر امام حسینؑ کی خدمت میں لے آئیں امام مظلوم علیہ السلام نے انھیں آغوش میں لے کر زین کا سہارا دیا اور مخالفین کی فوج کے پاس جا کر انھیں ہاتھوں میں اٹھا کر آواز دی اے لوگو اگر تمہارے گمان میں میں نے گناہ کیا ہے، تو اس بچے نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ شدتِ پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

اُن سنگ دل جفا کاروں نے کہا! یہ محال ہے کہ ہم ابنِ زیاد کے حکم کے بغیر آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا دے دیں، اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حرمّہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا دیا، وہ تیر حضرت علی اصغر کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام حسین علیہ السلام نے معصوم علی اصغر کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے حلق سے جاری ہونے والا خون دامنِ پاک پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ پھر آپ خیمے کی طرف تشریف لے آئے اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ شہید بچے کو لے لیں اس حوض کوثر سے سیراب کیا جائے گا۔

جناب علیؑ اصغر کی والدہ کی چیخ نکل گئی اور خواتین اہل بیتؑ فریاد و فغاں کرنے لگیں امام حسین علیہ السلام بھی بیٹے کے حال پر رو دیئے۔ (روضۃ الشہداء صفحہ ۳۳۸ تا ۳۳۹)

مناقب

﴿علامہ ابنِ شہر آشوب﴾

اب امام علیہ السلام تمہارہ گئے۔ علیؑ اصغر کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قوم کے سامنے آئے ان خالموں نے بچے کے حلق پر تیر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت نے وہ خون ناحق چلو میں ۔

لے کر آسمان کی طرف پھینکا جس کا قطرہ نیچے واپس نہ آیا اور فرمایا اے قوم تو نے میرے اس بچہ کو ناقہ صالح سے بھی کم سمجھا۔ (مناب اردو ترجمہ صفحہ ۵۸۷)

تذکرۃ الخواص

﴿علامہ سبط ابن جوزی﴾

شہادت علی اصغرؑ

پھر لیا م حسینؑ ملتفت ہوئے کہ آپ کا ایک بچہ پیاس سے رو رہا ہے آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور فرمایا اگر مجھ پر تمہیں رحم نہیں آتا تو اس بچے پر رحم کرو پس ایک شخص نے اس بچے کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ پس حسینؑ نے فرمایا خدا یا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ فضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔ (ترجمہ اردو تذکرۃ الخواص صفحہ ۳۰۵)

نور العین فی مشہد الحسین

﴿ابو اسحاق اسفرائینی﴾

حضرت علی اصغرؑ

جب امام حسین علیہ السلام کے تمام رفقا شہید ہو گئے تو انھوں نے دائیں بائیں نظر کی مگر کوئی رفیق اور مددگار دکھائی نہ دیا۔ تمام جانثار و مددگار خاک و خون میں آغوشہ پڑے تھے اور امام حسینؑ تنہا رہ گئے تھے انھوں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا الہی تو دیکھتا ہے کہ ان لوگوں نے کیسا سلوک کیا ہے۔ پھر آپ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

”اے میرے پردردگار مجھے تہانہ چھوڑ ان لوگوں کے درمیان جو انصاف سے صاف منکر ہیں۔ اور جنہوں نے اُن کو در ماندہ بنادیا ہے جو اپنے ان افعال سے یزید کو خوش کر رہے ہیں۔ اور ہر شخص شہید ہو گیا ہے جو بے کسی کی حالت میں خون میں لتھڑا پڑا ہے۔ اس کے بعد آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور فرمایا اے زینب اے پیاری بہن میرے چھوٹے بچے کو ادھر لاؤ کہ میں اس کو وداع کروں۔ زینب نے کہا اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا۔ آپ اگر اس کے لئے پانی مانگیں تو شاید لوگ اس بچے پر ترس کھا کر اس کو پانی دے دیں۔ امام حسینؑ نے بچے کو گود میں لے کر چوما۔ مگر وہ پیاس کا مارا ان کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا۔ پھر آپ اس بچے کو لے کر محافلین کے سامنے گئے اور کہا تم نے میرے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ اُس نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا یہ پیاس سے بے تاب ہے۔ ہم کنہیں تو اس کو تو پانی پینے کو دو۔ آپ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ کسی بدکار ناخبر باغی نے ایک زہر آلودہ تیر مارا جو اس بچے کے گلے میں آ کر لگا اور معصوم بچہ وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔ درد مند باپ اس کا خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ الفاظ منہ سے نکل رہے تھے ”اللّٰهُمَّ اِنِّیْ شَہِدُکَ عَلٰی ہٰذِہٖ قَوْمِ الْہٰجِی“ ”تو ان لوگوں کے سلوک کا گواہ ہے“ پھر آپ واپس آئے اور بچے کی لاش اُم کلثومؑ کو دے دی جس کو انھوں نے سینہ سے لگا لیا اور رونے لگیں۔ اور ان کے ساتھ سب کے سب حتیٰ کہ ملائکہ نے بھی رونا شروع کیا۔ اُم کلثومؑ روتی روتی یہ انعام پڑھتی جاتیں تھیں۔

میرا دل پیاسے اور خور و سال بچے کی حالت پر بڑا فاسوس کر رہا ہے جس کو دودھ چھوڑنے سے بیشتر ہی (ظالموں کے) تیروں نے شہید کر دیا۔

ان (ظالموں) نے اس کو لہو کی گلیاں کرا دیں حالانکہ وہ بچہ ہے میرا دل ہمیشہ اس

پر افسوس کرتا رہے گا۔

ان (ظالموں) نے اس کے ماں باپ کا دل اس کے غم میں جلادیا۔ اور انتقام لینے کیلئے اس کے تیر مارا۔

ہم سب کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اور قیامت کے روز اُس کے سامنے اس جھگڑے کا فیصلہ ہوگا۔ (مقتلِ اسفراہینی اردو ترجمہ صفحہ ۵۷ تا ۵۷)

الْبَدَايَةُ وَالنَّهَايَةُ

﴿تاریخِ ابنِ کثیر﴾

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت حسینؑ تھک کر اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس آپ کا چھوٹا بچہ جس کا نام عبد اللہ تھا لایا گیا۔ آپ نے اسے گود میں لے لیا اور اسے چومتے اور پیار کرتے رہے اور پھر اپنے اہل بیتؑ کو وصیتیں کرنے میں مشغول ہو گئے۔ (اسی اثناء میں) بنی اسد کے ایک شخص نے جسے ابنِ موقد النار کہتے تھے ایک تیر مار کر بچے کو ہلاک کر دیا۔ آپ نے بچے کے خون کا ایک چٹو لیا اور اسے آسمان کی طرف اچھال دیا اور فریاد کی کہ اے میرے رب! اگر تو نے آسمان سے ہماری نصرو اعانت کو روک دیا ہے تو وہی کربو تیری مصلحت ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔ (تاریخِ ابنِ کثیر صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۱)

جَلَّالُ الْعُیُونِ

﴿علامہ مجلسی﴾

شہادتِ علی اصغرؑ

جب اہل بیتؑ حضرت رسالت میں ہوئے امام حسینؑ و امام زین العابدینؑ کوئی باقی

نہ رہا اس وقت باوجودیکہ امام زین العابدینؑ بیمار تھے اور طاقت تلوار اٹھانے کی نہ تھی مگر اسی حالت میں جب اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا۔ تنہا تلوار اٹھا کے چاہا مگر کہ کارزار میں جائیں، اُمّ کلثومؑ نے فریاد کی اے نور چشم کہاں جاتے ہو۔ امام زین العابدینؑ نے کہا۔ پھوپھی مجھے چھوڑ دیجئے کہ اپنی جان فدائے پدر بزرگوار کروں۔ جب امام حسینؑ ارادہ فرزند گرامی سے مطلع ہوئے کہا۔ اے اُمّ کلثومؑ اس فرزند کو میدان میں نہ جانے دینا کہ میری نسل اسی سے ہوگی۔ اور ذریت حضرت رسالت پناہ اسی فرزند سے باقی رہے گی اور یہی میرا خلیفہ و جانشین ہوگا۔ بعد اس کے امام حسینؑ نے بطور اتمام حجت فرمایا۔ بلند آواز سے کوئی ہے کہ اہل حرم سے دفع ضرر اہل شقاوت کرے۔ کوئی خدا پرست ہے کہ میرے حق میں خدا سے خوف کرے۔ کوئی فریاد رس ہے جو میری فریاد رسی کی وجہ سے امید و ارثواب ہو جب حرم محترم نے صدائے استغاثہ امام مظلوم سنی صدائے گریہ و زاری خیمہ ہائے عصمت و طہارت سے بلند ہوئی امام حسینؑ دروازہ خیمہ حرم پر آئے۔ اور کہا میرے چھوٹے فرزند عبداللہ کو لاؤ۔ کہ اسے وداع کروں اور بعضوں نے ان کو علی اصغرؑ کہا ہے جب اس طفل کو امام نے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ پیار کیا اور کہا ان کافروں پر وائے ہو جبکہ تیرے جد بزرگوار محمد مصطفیٰ ان اشقیاء کے دشمن ہوں۔ ناگاہ حرمہ بن کابل لعین نے ایک تیر لگایا حلق معصوم پر اور وہ بچہ اپنے پدر نامدار کی گود میں شہید ہو گیا۔ اور مرغ روح نے جانب شاخِ سدرۃ المنتہی پرواز کیا۔ امام حسینؑ اپنے چلو میں خون اس شہید معصوم کا بھر کے آسمان کی طرف پھینکتے اور فرماتے تھے راہ خدا میں یہ سب مصیبتیں آسان اور سہل ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ایک قطرہ بھی اس خون کا زمین پر نہ گرے بعد اس کے امام حسینؑ نے فرمایا خداوند ایہ میرا فرزند دل بند ہے تیرے نزدیک

بچہ ناقہ صالح سے کم نہ ہوگا۔ خداوند اگر اس وقت مصلحت میری نصرت میں نہیں ہے تو یہ جس قدر آزار مجھ پر گزرے ہیں ان کو موجب تضاعف ثواب آخرت کرنا۔ پھر اس طفل معصوم کو امام حسینؑ نے درمیان شہداء لٹا دیا۔ اور بروایت دیگر اسی جگہ دفن کر کے اہل بیتؑ عصمت و طہارت کو طلب کیا۔ (جلال العیون صفحہ: ۱۹۹)

مثنوی الآمال

﴿علامہ شیخ عباس قمی﴾

شیر خوار بچے کی شہادت کا بیان

پس حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرا چھوٹا بچہ میرے حوالے کرو تا کہ میں اس سے رخصت ہوں پس وہ معصوم بچہ آپ نے لیا اور اپنا منہ اس کے قریب لے گئے تا کہ اس کا بوسہ لیں کہ حرمہ بن کاہل اسدی لعین نے تیرا مارا جو بچے کے گلے پر لگا اور اسے شہید کر دیا اور اسی مصیبت کی طرف شاعر نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے اور جھکنے والا جو اپنے بچے کا بوسہ لینے کیلئے جھکا لیکن اس سے پہلے اس کی گردن کا بوسہ تیر نے لے لیا پھر آپ نے وہ بچہ اپنی بہن کے سپرد کیا۔ جناب زینبؑ نے بچہ لیا اور امام حسینؑ نے اپنی دو ہتھیلیاں خون کے نیچے رکھ لیں جب پرہو گئیں تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا جو مصیبت بھی مجھ پر نازل ہو وہ آسمان ہے کیونکہ خدا اس کا دیکھنے والا اور نگران ہے اور سبط ابن جوزی نے کتاب تذکرہ میں ہشام بن محمد کلبی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر میرے قتل پر مضر ہے تو آپ نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے کھول

کراپنے سر پر رکھ لیا اور لشکر کے درمیان آواز دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسول اللہ فیصل و حاکم ہیں۔ اے قوم آخر کس وجہ سے تم میرا خون حلال سمجھتے ہو کیا تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں کیا تمہیں میرے نانا کا یہ ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا کہ ”ہذان سید اشباب اہل الجنة“ یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اسی دوران جب آپ قوم سے احتجاج کر رہے تھے۔ آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدت سے رو رہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو ہاتھ پراٹھا کر فرمایا۔ اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچے پر تو رحم کرو پس ان میں سے ایک شخص نے اس بچے کی طرف تیر پھیکا اور اسے ذبح کر دیا۔ امام مظلوم رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو حکم ہمارے اس قوم کے درمیان جنھوں نے ہیں بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کریں گے۔ اب وہی ہمیں قتل کر رہے ہیں پس فضا سے ایک آواز آئی کہ اے حسینؑ اس بچے کو چھوڑ دو (اس کی پرواہ نہ کرو) کیونکہ اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی دائی موجود ہے اور کتاب احتجاج میں مسطور ہے کہ حضرت گھوڑے سے نیچے اترے اور تلوار کے نیام سے زمین میں ایک گڑھا گھود اور اس بچے کو اس میں دفن کر دیا۔ اور طبری نے ابو جعفر باقر سے روایت کی ہے کہ تیر آکر اس بچے کے گلے پر لگا جو آپ کی گود میں تھا اور حضرت ان کا خون ان کے جسم پر ملتے تھے اور یہ فرماتے کہ خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو یہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ کہ جس نے ہیں بلایا کہ ہماری مدد کرے گی اب وہ ہمیں قتل کرنے لگی پس آپ کے حکم سے ایک یمنی چادر لائی گی اس کو چاک کر کے آپ نے پہن لیا اور تلوار لے کر جنگ کے لئے باہر نکلے۔

منتخب التواریخ

﴿علامہ محمد ہاشم مشہدی﴾

حضرت علی اصغرؑ

کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے دوسرے فرزند عبداللہ شہید ہوئے۔ سید طاؤس ابووف میں تحریر فرماتے ہیں جب امام حسینؑ کے تمام اعزہ اور انصار شہید ہو چکے تو آپ بذات خود عازم جہاد ہوئے بلند آواز سے فرمایا: کیا ایسا شخص موجود ہے جو حرم رسول اللہ سے دشمنوں کو بھگائے۔ کیا کوئی خدا کا ماننے والا ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ہماری مدد کر کے خدا کی رضا چاہتا ہو؟ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو ہماری اعانت کرے خدا کو راضی کرنا چاہتا ہو؟ آپ کے اس فرمان پر یکدم خیام سے عورتوں کے رونے کا کہرام برپا ہو گیا آپ خیمے کے دروازے پر تشریف لائے جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرے چھوٹے بیٹے کو مجھے دو۔ میں اس سے رخصت ہوں آپ نے بچے کو لے لیا۔ چومنے کے لیے جھکے ہی تھے کہ حرمہ بن کابل اسدی نے بچے کو تیر مارا جو بچے کے حلق پر لگا اور اس کو ذبح کر دیا۔ جناب زینبؑ سے فرمایا۔ اس کو لے لو۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے خون جمع کر کے آسمان کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا اے خدا سب کچھ تیری موجودگی میں ہو رہا ہے۔ میری مشکل آسان فرما۔ سبط جوزی کہتے ہیں کہ آسمان سے آواز آئی اے حسینؑ اس کی پرواہ نہ کر جنت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی ہے۔

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب مطالب السؤل میں تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس کو تیر لگا۔ ان کا خون اپنے چہرے پر ملا۔ اس پر نماز

پڑھی اپنی تلوار سے قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

لفظ ذبح سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر تلوار کی مانند تھا جس نے بچہ کو ذبح کیا ورنہ معمولی تیر تو صرف سوراخ کرتا ہے۔ ذبح کرنا تلوار اور چھری کا کام ہے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا اس کو لے لو اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ درخیمہ پر ذبح ہوا۔ ماں، بہنیں اور پھوپھیاں دیکھتی رہیں۔ بخلاف دوسرے شہداء کے وہ میدان جنگ میں جا کر شہید ہوئے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام جناب رباب اور معصوم کی بہنوں اور پھوپھیوں پر اس وقت کیا مصیبت گزری ہوگی جب یہ معصوم دم توڑ رہا ہوگا۔ نہ معلوم تیر گلے سے گزر کر زمین پر گر پڑا تھا یا حسینؑ نے تیر خود نکالا تھا۔ تیر نکالتے وقت اگرچہ زندہ تھا جو بچے پر کیا تکلیف گزری ہوگی۔ اور باپ مظلوم کس قدر صدمہ سے دوچار ہوا ہوگا۔ حسینؑ نے خون آسمان کی طرف پھینکا زیارت ناحیہ کے جملوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

دودھ پینے والے عبد اللہ پر سلام ہو جس کو تیر لگا۔ خون میں لت پت تھا آسمان کی طرف اس کا خون پھینکا گیا۔ شاید حسینؑ نے خون آسمان کی طرف اس لیے پھینکا تھا کہ اہل آسمان حسینؑ کی عبدیت اور بلند ہمتی کو ملاحظہ کریں کہ حق کی راہ میں دودھ پیتے بچے کو نانا کے دین کی ڈھال قرار دیا۔ ممکن ہے آسمان کی طرف اس لیے خون پھینکا ہو کہ اگر خون معصوم کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین فنا ہو جائے گی یا قیامت تک اس پر کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔ یا یہ مراد ہے کہ آپ نے خون سے آسمان کو شرف بخشا۔ خون کا خزانہ آسمان کو قرار دیا۔

لہوف میں امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ”ان خون قطرہ برنگشت بسوی زمین“۔ ایک قطرہ خون کا زمین پر واپس نہ آیا۔ شاید امام نے خون اس لیے چہرے

پر ملا ہو کہ خون آلود بدن سے نانا کی اُمت کی سفارش کروں گا۔ نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہو کہ دودھ پیتے بچہ کی شہادت حسینؑ کا ایک بہت بڑا امتحان تھی۔ جس کو دیکھ کر نبی۔ رسولؐ، فرشتے مقررین اور کروہین حیران اور ششدر رہ گئے۔ سب سے بڑا تعجب اور حیرانی تو یہ ہے کہ کوہ ہائے مصائب کے باوجود حسینؑ نے گویا کہ شکرانہ خدا میں نماز پڑھی۔ بعض بزرگ اس بچے کو قرآن سے تعبیر کرتے ہیں کہ قرآن حسینؑ کی بغل میں تھا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام حسینؑ نے بچے کو دین کی حفاظت کی خاطر دفن کیا ہو کیونکہ اس کا امکان تھا کہ عرسعد کی فوج بچے کا سر جدا کر کے نیزے پر سوار کرتی۔ شہروں اور بیابانوں میں پھرتی اس سے یہ خدشہ تھا لوگ دین اسلام چھوڑ دیتے کیونکہ ہر مذہب اور ملت میں چھوٹا دودھ پیتا بچہ رحم کا مستحق ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرکار حسینؑ نے علی اصغرؑ اس لیے دفن کیا ہو کہ جب اسیران کر بلا کا قافلہ قتل گاہ سے گزرے گا تو عورتوں کی نگاہ معصوم بچے پر پڑے گی اور سیدانہوں کے غم و اندورہ میں مزید اضافہ ہوگا۔ دفن کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کہیں معصوم بچے کا جسم گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کہیں تین دن آفتاب کی گرمی میں معصوم کی لاش نہ پڑی رہے۔

”تیری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے“ کا مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت حسینؑ کا کوئی عزیز اور رشتہ دار اور صحابی موجود نہیں تھا جو آپ کو تسلی دیتا حضرت نے ان کلمات سے اپنے آپ کو تسلی دی کہ میرا کام آسان کر اب جو کچھ تیری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے آسمان سے آواز آئی کہ کوئی فکر نہ کرو جنت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی موجود ہے۔ خداوند عالم نے حسینؑ کو تسلی دی۔

کر بلا میں شہید ہونے والے ہر شہید کا سر قلم کیا گیا صرف دو حضرات ایسے ہیں

جن کا سرتن سے جدا نہیں کیا گیا ایک جناب عبداللہ رضیع دوسرے جناب حربن یزید ریاحی حر کے قبیلہ کے لوگ فوج یزید میں موجود تھے انھوں نے حر کی لاش اٹھائی تھی کہیں آپ کی لاش سے جدا نہ کر لیں اور آپ کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہو۔ کاش کہ بنو ہاشم بھی کر بلا میں موجود ہوتے جو حسینؑ اور جو انان حسینؑ کی لاشیں اٹھا لیتے اور ان مظلوموں کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہوتیں۔

انوار نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب شاہ اسماعیل صفوی بغداد کا مالک ہوا اور کر بلا میں حاضر ہوا تو اس نے حکم دیا کہ حر کی قبر کھودی جائے۔ انھوں نے قبر کو کھودا۔ حسینؑ نے جو حر کے سر پر رومال باندھا تھا ویسے کا ویسا موجود تھا بعض اخبار میں آیا ہے کہ اس دودھ پیتے بچے کا نام علی اصغرؑ تھا۔ زیارت روز عاشور میں لکھا ہے۔ ”وعلی ولدک علی الاصغر الذی معجت بہ“ آپ کے۔ بیٹے علی اصغرؑ پر سلام ہو جس کی موت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔

جللاء العیون میں لکھا ہے کہ بعض لوگ اس بچے کا نام علی اصغرؑ بتلاتے ہیں آپ کی عمر کے بارے میں کتب معتبرہ خاموش ہیں۔ مقتل ابو مخنف میں آپ کی عمر چھ ماہ لکھی ہے۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۳۸۱-۳۸۲)

الدَّمْعَةُ السَّاکِبَةُ

﴿علامہ محمد باقر نجفی بہبہانی﴾

شیر خوار کی شہادت

جب امام حسینؑ تنہا رہ گئے تو خیام سے ایک شیر خوار کو اٹھا کر لائے اور یزیدیوں سے کہا میرے ۲۳ جوان و کم سن تم نے یہاں سے شہید کر دیئے ہیں میں نے کسی کے لیے تم

سے پانی نہیں مانگا۔ یہ ششہا کمن ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اسے پانی کا ایک قطرہ پلا دو۔

عمر سعد کے کہنے سے حرمہ نے کمن کے گلے نازنین کا نشانہ لے کر سہ شعبہ تیر چلایا۔ تیر سے کمن کا گلا کٹ گیا اور شہزادہ الٹ کر باپ کے بازو سے پیوست ہو گیا۔
(الدمعة الساکیه صفحہ: ۲۴۰)

نفس المہموم

﴿علامہ شیخ عباس قمی﴾

شہادت طفل شیر خوار

ان کی والدہ اُمّ رباب بنت امرؤ القیس بن عدی تھیں اور ان کی والدہ ہندالہ بنو تھیں۔ سید ابن طاووس نے کہا ہے جب حسینؑ نے اپنے جوانوں اور دوستوں کی لاشیں دیکھیں تو اپنی جان اور خون سے اس قوم کا سامنا کرنے کا عزم کیا اور پکار کر کہا۔

کوئی ہے جو رسول اللہ کے حرم سے دشمنوں کو روکے کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کوئی فریادرس ہے جو ہماری فریادری میں اللہ سے اُمید رکھے کوئی معین و مددگار ہے جو ہماری اعانت کرے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی اُمید رکھے پس خواتین عصمت کی صدا بلند ہوئی تو آپ خیمے کے دروازے کی طرف آئے اور جناب زینبؑ سے فرمایا مجھے میرا چھوٹا بیٹا دے دو تاکہ میں اسے وداع کر لوں پس آپ نے اسے لے کر اس کی طرف جھکے کہ اس کا بوسہ لیں تو حرمہ بن کابل اسدی نے ایسا تیر مارا جو بچے کے گلے میں لگا کہ جس نے اسے ذبح کر دیا۔

مؤلف کہتے ہیں شاعر نے اس مضمون کو عمدہ طریقہ سے اپنے شعر میں ادا کیا ہے

اور وہ جھکا اپنے اپنے بچہ کا بوسہ لینے کے لیے کہ تیر نے اس سے پہلے اس کے گلے کا بوسہ لے لیا آپ نے جنابِ نذیب سے فرمایا اس کو پکڑنا پھر آپ نے اس کا خون اپنی دونوں ہتھیلیوں میں لیا جب وہ پڑ ہو گئیں تو خون آسمان کی طرف پھینک دیا پھر فرمایا جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آسان ہے کیونکہ خدا کی نگاہِ کرم کے سامنے ہے۔

شیخ مفید نے رضیع کی شہادت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ پھر حسینؑ خیمے کے آگے بیٹھ گئے پس عبداللہ بن حسین علیہ السلام آپ کے بیٹے کو لے آئے جب کہ وہ چھوٹا سا بچہ تھا آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا پس بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا جس نے اسے ذبح کر دیا۔

اور ازدی نے کہا ہے عقبہ بن بشر اسدی نے کہا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا تھا یقیناً ہمارا تم بنی اسد میں خون ہے راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا میرا اس میں کیا گناہ ہے خدا آپ پر رحم فرمائے اے ابو جعفر اور وہ کون سا ہے؟ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حسینؑ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا وہ بچہ آپ کی گود میں تھا اچانک اسے تم میں سے ایک نے اے بنی اسد تیر مارا اور اسے ذبح کر دیا پس امام حسینؑ نے اس کا خون ہاتھوں میں لے لیا جب اپنی دونوں ہتھیلیاں پڑ کر لیں تو زمین میں اسے اٹھل دیا اس کے بعد عرض کیا پروردگار اگر تو نے ہم سے آسمانی نصرت روک لی ہے تو اسے قرار دے اس چیز کے لیے جو زیادہ بہتر ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ الخواص میں ہشام بن محمد کلبی سے روایت کی ہے جب امام حسینؑ نے انھیں آپ کے قتل پر مصر دیکھا تو قرآن لیا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھ لیا اور پکار کر فرمایا میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسول اللہ ہیں اے قوم کس بناء پر تم میرے خون کو حلال سمجھتے ہو کیا میں

تمہارے نبیؐ کا نواسہ نہیں ہوں، کیا تمہیں میرے نانا کا میرے متعلق اور میرے بھائی کے متعلق یہ ارشاد نہیں پہنچا۔ ”ہذان سید اشباب اہل الجنة“

یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو جابر، زید بن ارقم ابوسعید جُزری سے پوچھ لو کیا جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں ہیں، پس شمر نے آپ کو پکار کر کہا ابھی تم ہاویہ میں داخل ہو گے حسینؓ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی پس فرمایا میں نے دیکھا گویا ایک کتا میرے اہل بیت کا خون پی رہا ہے میں تجھے وہی خیال کرتا ہوں، پس شمر نے کہا میں ایک حرف پر اللہ کی پرستش کروں اگر مجھے معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو پس امام حسینؓ متوجہ ہوئے کہ اچانک آپ کا ایک بچہ پیاس سے گریہ رہا ہے پس آپ نے اسے ہاتھ پراٹھایا اور فرمایا اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو پس انھیں سے ایک شخص نے اسے تیر مار کر زنج کر دیا پس حسینؓ رونے لگے اور وہ کہہ رہے تھے۔ خدایا ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر انھوں نے ہمیں بلایا تھا تا کہ ہماری مدد کریں پس ہم سے انھوں نے جنگ کی ہے پس فضا میں سے آواز آئی اسے چھوڑو اے حسینؓ جنت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔

پھر راوی نے کہا اور اسے حصین بن تمیم نے تیر مارا جو ان کے دونوں ہونٹوں پر لگا اور آپ کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا اور روتے اور کہتے تھے خدایا جو کچھ میرے بھائیوں میری اولاد اور میرے اہل بیت کے ساتھ ہو رہا ہے میں اس کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتا ہوں اور ابن نما نے کہا ہے کہ پھر آپ نے اس شیر خوار کو اٹھایا اور اپنے اہل بیت کے شہداء کے پاس رکھ دیا۔

اور محمد بن طلحہ نے مطالب السؤل میں کتاب الفتوح کے مؤلف سے نقل کرتے

ہوئے کہا ہے کہ امام حسینؑ کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا پس اس کی طرف تیر آیا جس نے اسے قتل کر دیا پس وہ خون اس شیر خوار کے شلو کے پر مل دیا اور اپنی تلوار سے ایک گڑھا اس کے لیے کھودا اور اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

اور کتاب احتجاج طبرسی میں ہے جب آپ اکیلے رہ گئے اور آپ کے انصار و عزیزوں میں کوئی باقی نہ رہا سوائے آپ کے بیٹے علی بن الحسینؑ کے اور دوسرا آپ کا بیٹا جو عالم رضاء میں تھا جس کا نام عبداللہ تھا تو آپ نے بچے کو لیا کہ اس سے وداع کریں کہ اچانک ایک تیر آیا جو بچے کے گلوے اطہر میں لگا اور اسے شہید کر دیا پس آپ گھوڑے سے اترے اور تلوار کے نیام سے بچے کے لیے گڑھا کھودا اور اس کا خون اس پر مل دیا اور اسے دفن کر دیا پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور بابِ مقاتل نے کہا ہے اور احتجاج میں ہے پھر امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ (نفس المہموم صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۵)

البصار العین فی انصار الحسینؑ

﴿علامہ شیخ طاہر سماوی نجفی﴾

حضرت علی اصغرؑ

یہ صاحبزادے سفرِ کربلا سے چند ماہ پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے۔ مادرِ گرامی کا نام اُن کے ربابؑ تھا وہ بیٹی تھیں امراؤ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن جثابہ بن کلب اور رباب کی ماں کا نام ہند الہند بنت الربیع بن کعد بن مصاد بن حفص بن کعب تھا اور باپ کی نانی کا نام میسون تھا یہ بیٹی ہے عمر بن ثعلبہ بن حصین بن ضمہام کی رباب کی پر نانی کا نام بھی رباب تھا یہ بیٹی تھی اوس بن حارثہ بن لام الطائی

اور جناب رباب مادر علی اصغر کے باب میں حضرت امام حسین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں سکینہ اور رباب ہوں وہی گھر مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ امرؤ القیس رباب کے والد نے اپنی ایک بیٹی حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے نکاح میں دی اور ایک بیٹی حضرت امام حسن علیہ السلام کے عقد میں دی اور تیسری بیٹی رباب حضرت امام حسین علیہ السلام کے عقد میں دی اور جناب رباب سے دو اولادیں جناب سکینہ اور علی اصغر پیدا ہوئے۔ علامہ مسعودی مروج الذهب میں اور اصہبانی اور طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین کو بالکل اپنی زندگی سے مایوسی ہو گئی تو حضرت خیمہ کی طرف تشریف لائے اور علی اصغر کو طلب فرمایا کہ آخر وقت دیکھ لیں جناب زینب صاحبزادے کو لائیں اور حضرت کی گود میں علی اصغر کو دے دیا حضرت امام حسین ابھی علی اصغر کو دیکھ رہے تھے کہ لشکر اشقیاء سے ایک تیر۔ حلق پر اُس صاحبزادے کے آکر لگا جس سے وہ صاحبزادے شہید ہوئے حضرت نے اپنے چلو میں خون صاحبزادے کا بھرا اور آسمان کی طرف پھینکا اور درگاہ باری میں عرض کی خدایا یہ خون ناقہ صالح کے بچے سے کم نہ ہو، اور ان اشقیاء سے تو اس کا انتقام لے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک قطرہ بھی اُس خون کا زمین پر نہیں پھر کر آیا اُس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام نے ذوالفقار سے قبر کھودی اور اُسی طرح سے خون میں نہائے ہوئے صاحبزادے کو دفن کر دیا اور خود میدان میں تشریف لائے۔

جناب سید علی بن طاووس علیہ الرحمہ کی روایت میں یہ ہے کہ علی اصغر کو جناب زینب کے ہاتھ سے لے کر ادھر جھکے تھے اور علی اصغر کا بوسہ لینا چاہتے تھے کہ تیر آکر لگا حضرت نے پھر بہن کی گود میں لاش دے دی اُس کے بعد قبر کھود کر دفن کیا۔

ابو مخنف کی روایت میں ہے کہ تیر حرمہ بن اکاہل نے مارا تھا دوسری روایت میں

ہے کہ بشر غنوی نے یہ تیر لگایا تھا مگر حضرت امام محمد باقر سے تو یہی منقول ہے کہ حرمہ نے وہ تیر مارا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام علی اصغر کو میدان میں لائے اور بغرض اتمامِ حجت پانی طلب کیا۔ اُس وقت حرمہ نے تیر مارا چنانچہ مفصل روایت کتبِ مقاتل میں مذکور ہے۔ (ابصار العین صفحہ ۳۴ تا ۳۶)

ریاض القدس

﴿آقائے صدر الدین قزوینی﴾

احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

بروایت روضۃ الشہداء اور ابنِ شہر آشوب شہزادہ علی اصغر کی والدہ ماجدہ شہربانو دختر یزدجرد بادشاہِ عجم تھیں۔ آپ کی عمر چھ ماہ سوائے ابی مخنف کے کسی اور نے نہیں لکھی۔ صاحبِ روضۃ لصفائے ایک سال کی عمر لکھی ہے۔ حضرت علی اصغر کی شہادت کے متعلق اربابِ مقاتل کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت خیام کے صدر دروازہ پر تیر لگنے سے ہوئی ہے مرحوم السید بن طاووس کتابِ لہوف میں فرماتے ہیں کہ اکثر محدثین و اربابِ مقاتل نے حضرت علی اصغر کی شہادت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اس ششماہ کو پانی پلانے کی غرض سے میدانِ رزمگاہ لے گئے تھے کہ شاید یہ قوم جفا کار سیراب کر دے اور واپس لوٹالائے تھے۔ ہم نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے بحث کی ہے تاکہ قارئین کتاب افادہ کر سکیں۔

روایت اول:

جب حضرت امام حسینؑ نے میدانِ کارزار کا ارادہ کیا کہ تشریف لے جائیں آپ

درخیمہ پر آئے اور پکار کے فرمایا کہ اے اہل حرم خدا حافظ و ناصر، امام حسینؑ کی اس آواز پر تمام اہل حرم۔ آپ کی بہنیں بیٹیاں ازواج اور سب باقی عورات جمع ہو گئیں کہ امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کے رونے کی آواز سنی السید بن طاووس کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا کہ اس صغیر کو مجھے لا دو جناب زینبؑ خاتون اس بچے کو لائیں۔ شیخ حسن دہستانی بھی کہتے ہیں۔

”یعنی اے خواہر میرے اس طفل کو لاؤ تاکہ میں اس کو اپنے قتل ہونے سے پہلے دیکھ لوں جناب زینبؑ خاتون اس کو لائیں اس حالت میں کہ بچہ رو رہا تھا اور تشنگی سے اس کے لب خشک ہو رہے تھے۔ امام حسینؑ نے بچہ کو ہاتھ پر لے لیا۔ السید بن طاووس لہوف میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس کو بوسہ دیا کہ اسی اثناء میں حرمۃ لعین کا رہا کیا ہوا تیر علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر لگا۔ اور علی اصغرؑ ذبح ہو گئے۔ امام حسینؑ نے پھر جناب زینبؑ کو آواز دی کہ بچہ کو لے جاؤ اور حضرت زینبؑ نے بسوز جگر بچہ کو لے لیا اور امام حسینؑ نے خون علی اصغرؑ اپنے چٹو میں لیا۔ یعنی کہ جب آپ کا چٹو خون علی اصغرؑ سے بھر گیا تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے خواہر۔ یعنی یہ مصیبت اس بزرگی کے ساتھ میرے نزدیک محترم ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نظر کبریائی اس پر ہے۔

روایت اللہوف السید بن طاووس کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ خون علی اصغرؑ جو امام حسینؑ نے آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرا نہ معلوم اس خون کو ملا مکہ لے گئے یا امام حسینؑ کا یہ ہدیہ دست قدرت الہی میں پہنچا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ رسول خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ بلکہ دونوں نے اس خون کو لے لیا مجھے یقین ہے کہ حضرت رسول خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہراؑ یا دونوں نے اس

خون کو خود لے لیا اور اس کو رسول خدا نے اپنی ربش مبارک پر خضاب کیا اور سیدہ عالم نے اپنے بالوں پر لگا لیا۔ ا۔ رشیعوں دو خون آسمان کی طرف پھینکے گئے ہیں ایک خون علی اصغر دوسرے جب امام حسین کی پیشانی پر کسی ملعون نے پتھر مارا اور خون نکلا تو وہ خون آپ نے آسمان کی طرف پھینکا ہے۔

روایت دوم۔

از قول مجلسی و صاحب روضۃ الشہداء۔

فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام یکہ و تنہا رہ گئے حضرت نے استغاثہ بلند کیا اس صحرا میں کہ ہے کوئی کہ حرم رسول خدا سے اعدائے دین کے شر کو دور کرے کوئی موحد ہے کہ جو خوف خدا کرے اور ہماری نصرت کرے۔ کوئی ہے کہ جو آل محمد کی فریاد کو پہنچے۔ مجلسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام حسین کی صدائے استغاثہ مخدرات حرم نے سنی گریہ و زاری کی آواز بلند ہوئی امام حسین خیمہ میں تشریف لائے۔

حضرت امام حسین نے عورات سے فرمایا کہ گریہ نہ کریں مگر حضرت علی اصغر نے رونا بند نہیں کیا۔ فرمایا اے بہن اس شیر خوار کو مجھے دے دو تا کہ میں اس سے وداع کر لوں۔ علی اصغر کو آپ کے ہاتھوں پر دے دیا۔ حضرت نے بچے کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب دیکھی شیخ دستانی لکھتے ہیں کہ امام حسین نے اس طفل شیر خوار کو اس قدر بے طاقت دیکھا کہ تشنگی کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید لشکر عمر بن سعد ملعون بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک گھونٹ پانی پلا دے چنانچہ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے بچہ کو تر بوس زین پر رکھ لیا۔ اور لشکر کی صفوں کے نزدیک پہنچے۔

امام مظلوم نے با آواز بلند فرمایا کہ یعنی اگر میں تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) گنہگار ہوں تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو یہ طفل شیر خوار تو گنہگار نہیں ہے یہ پیاسا ہے اس کے

ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اور اے قوم اس کو بجلت تمام پانی پلا دو تا کہ میں بچے کو اس کی ماں کی سپرد کردوں، ان ملائین نے کہا اے حسین! بغیر اجازت ابن زیاد ایک قطرہ آب نہیں دیں گے نہ تمہیں پانی ملے گا اور نہ تمہاری اولاد و اہل حرم کو پانی ملے گا۔ لیکن شیخ حسن دہستانی فرماتے ہیں کہ لشکر والے حضرت کو قولا کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر وہ کیا جواب دیتے امام حسینؑ نے حجت تمام کی تھی۔

الآخر حملہ لعین فریاد کرتا ہوا نزدیک آیا اور کہا کہ اس بچہ کو میں سیراب کروں گا۔ اس ملعون نے تیرے گلوے علی اصغرؑ کی طرف رہا کیا تیرے گلوے علی اصغرؑ پر لگا۔

یعنی کہ تیرے حملہ علی اصغرؑ کے گلے کو توڑتا ہوا امام حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ ایک تیر اور دونشانے بلکہ تین نشانے، گلوے علی اصغرؑ بازو میں در آیا۔ ایک تیر دونشانے بلکہ تین نشانے، گلوے علی اصغرؑ بازو میں حسینؑ اور دل اُمّ رباب و احسنا امام حسینؑ نے خون گلوے علی اصغرؑ چٹو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے خدا تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اس قوم جفا کار نے اس طفل معصوم کو تیرے شعبہ کا نشانہ بنایا بچے کو قتل کر دیا امام حسینؑ بچے کی لاش لے کر علی اصغرؑ کی ماں شہر بانو کے خیمہ کے نزدیک آئے اور فرمایا اے مادر علی اصغرؑ اپنے شہید بیٹے کو لے جاؤ اب اسے ساقی کوثر سیراب کریں گے۔ یہ مناجات خداوند عالم سے تھی اور اپنے شیعوں تمہیں بھی امام حسین علیہ السلام نے ایک پیغام دیا ہے کہ۔ اے شیعوں جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا اور جب تم سنو کہ کوئی غریب و پردیسی یا کسی قاتل کا نام تو مجھ پر نوحہ کرنا۔ کاش کہ تم یوم عاشورا ہوتے تو دیکھتے کہ میرے شیر خوار علی اصغرؑ کی پیاس کس طرح بجھائی گئی۔

مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

جب روز عاشورا حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی نوبت آئی تو امام مظلومؑ اہل حرم سے رخصت ہونے کے لئے خیمہ میں آئے۔ مخدرات نے حلقہ بنالیا۔

وا حسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے سب کو تلقین صبر کی آپ نے فرمایا کہ میری جدائی میں صبر کرنا۔ یعنی امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب ام کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن میں تمہیں علی اصغرؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ میرا یہ پسر شیر خوار ہے اور ابھی اس کی عمر چھ ماہ ہے۔ جناب ام کلثومؑ نے عرض کیا۔

اے برادر تین دن سے اس معصوم نے نہ ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے پس خوب ہوگا اگر تم اس قوم جفا کار سے پانی طلب کرو پھر شہزادی نے اس بچے کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور بچے پر عبا کا دامن ڈال دیا اور میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ روز عاشورہ امام حسینؑ اکثر مرتبہ خیمہ میں آئے اور گئے اور ایک مرتبہ قرآن مجید خیمے سے لے گئے اور فوج اشقیاء کے سامنے پیش کیا فرمایا کیا یہ قرآن میرے نانا پر نازل نہیں ہوا ہے؟ کیا یہ عبائے رسولؐ نہیں ہے کیا یہ عمامہ رسولؐ خدا نہیں ہے جو میرے سر پر ہے۔ بعد، فرمایا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ تین دن سے پیاسا ہے نہ اس نے ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے، تھوڑا سا پانی اس کو پلا دو کتاب منبع الدموع میں ہے کہ لشکر عمر ابن سعد کے بعض سرداروں نے عمر ابن سعد کو ملامت کی کہ ایک قطرہ آب اس شیر خوار کو دے دیا جائے بچہ پیاسا سا تڑپ رہا ہے عمر بن سعد ملعون نے جب دیکھا کہ لشکر میں شور برپا ہے۔ لشکر کارنگ بدلا ہوا ہے حرمہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کیا اور کہا حسینؑ کا کلام قطع کر دے۔ اس ملعون نے ایک تیرسہ شعبہ کمان میں جوڑا اور علی اصغرؑ کو نشانہ بنایا۔ ابی جحف کہتا ہے کہ علی اصغرؑ کے ایک کان سے تیر دوسرے کان کو توڑتا ہوا نکل گیا امام حسینؑ علیہ السلام

نے خون آلودہ لاش پر سینے سے لگائی اور حضرت امام حسین اس طفل شیر خوار کی نحسی سی لاش کو لیے ہوئے واپس آئے اور درخیمہ اُمّ کلثومؓ پر آئے اور لاش علیؓ اصغر کو خیمے میں لے گئے۔ اہل حرم میں ایک شور برپا ہو گیا امام حسینؓ علیہ السلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔

اے پروردگار حسینؓ تیرا ہزار، ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا اکبرؓ و اصغرؓ تیری راہ میں قربان کر دیئے۔ میں تیری راہ میں اکبرؓ و اصغرؓ کو کیا قربان کیا ہے بلکہ خنجر نے حسینؓ کے دل و جگر کو زخمی کر دیا۔ فرمایا کہ میرا یہ شیر خوار بچہ کجا اور تیرے ظلم پروردگار میں نے تیری راہ میں سب کچھ ٹٹا دیا ہے۔

در بندی فرماتے ہیں کہ قماط اور قنڈاقہ (قماط کہتے ہیں اس کپڑے کو کہ جس میں نئے پیدا ہوئے لڑکے کو لپیٹ کر باندھ دیتے ہیں اور قنڈاقہ وہ لکڑی کہ جس میں بندوق کی نال چپان کرتے ہیں۔ مجازاً اکندہ مراد ہے) کو پھاڑ ڈالا۔ اور فاضل عالم الحاج ملا محمد رضائی استرآبادی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؓ کی آواز استغاثہ برائے نصرت ویاوری شہزادہ علیؓ اصغرؓ کے گوش زد ہوئی تو علیؓ اصغرؓ نے ہمک کر اپنا بندھا ہوا کپڑا پھاڑ ڈالا۔ ایسی انگڑائی لی کہ قماط پھٹ گیا اور علیؓ اصغرؓ نے رونا شروع کیا۔ آخری کو علیؓ اصغرؓ حیدر کرار کے پوتے ہیں شجاعت گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔

حضرت علیؓ اصغرؓ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو چاک کر ڈالا اور اس سے باہر آ گئے۔ کیوں نہ ایسا کرتے آخر کو علیؓ اصغرؓ بھی حیدر کرار کے پوتے ہیں جنھوں نے گہوارہ میں اژدر کے دو ٹکڑے کئے تھے۔ جب علیؓ اصغرؓ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو پھاڑ ڈالا تو پھر رونا شروع کیا۔ اس پر اہل حرم بھی رونے لگے رونی کی آواز حضرت امام حسینؓ کے گوش زد ہوئی امام حسینؓ خیمے میں تشریف لائے اور ملا حظہ فرمایا

کہ علی اصغرؑ جھولے میں چل رہے ہاتھ پیر مارے ہیں کسی عنوان چین نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے جناب زہنبہؑ خاتون سے علی اصغرؑ کے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی جب سے علی اصغرؑ نے تمہارے استغاثہ نصرت کی آواز سنی ہے بے چین ہے اور برابر رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن زہنبہؑ چمن امامت کے اس پژمردہ شگوفے کو ہمیں دے دو جب شہزادہ علی اصغرؑ اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کے ہاتھوں پر میدان کارزار میں پہنچے تو خدائے ذوالجلال والا کرام کی ایک آیت بن کر جلوہ فگن ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس قوم بے حیا سے سوال کیا کہ علی اصغرؑ کے لئے ایک گھونٹ پانی مانگا۔ آپ نے فوج اشقیاء سے خطاب کیا۔

ہے کوئی جو اس طفل شیر خوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ آبِ سرد پلا دے اس کا سینہ بے آب جل رہا ہے۔ آپ نے اس قوم جفاکار سے پانی مانگا لیکن امام حسینؑ کے اس سوال آب کا جواب تیر سے دیا گیا۔ حرملمہ نے تیر رہا کیا اور بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا اور امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ شیخ طبری اپنی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ جب علی اصغرؑ نشانہ تیر حرملمہ ہو گئے امام حسینؑ گھوڑے سے اترے تو ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی اور اس شیر خوار کو دفن کیا پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بارالہا تو اس قوم ظالمین سے انتقام لے۔ چنانچہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے حضرت علی اصغرؑ کو دفن کرنے کے بعد قبر علی اصغرؑ پر نماز پڑھی ہے ایسا ہی صاحب ترجمہ ابوالفتوح وکمال الدین طلحہ الشافعی نے بھی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ پر بعد دفن نماز پڑھی ہے۔ مرحوم شیخ جعفر خصالؒ دفن علی اصغرؑ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے

دوسرے شہدا کو دفن نہیں کیا بلکہ صرف شہزادہ علی اصغر کو دفن کیا ہے اس لیے کہ یہ عالم لوگ جب سرہائے شہداء ان کے جسموں سے قطع کریں گے تو اس شیرخوار کا سر نہ کاٹ سکیں اور اس لیے شہزادہ کو دفن کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم علی اصغر پائمال نہ ہو۔ اور اس لیے بھی دفن کیا کہ آپ کا پر خون قنطاریل حرم کی نگاہ سے نہ گزرے مولف کتاب الریاض میں لکھتے ہیں اس لیے خون بھرے شلوکے میں دفن کیا تھا کہ جب حشر قائم ہو تو علی اصغر کا پُر خون شلوکہ زیر عرش پیش کر سکیں۔ اور امام حسینؑ بجلت تمام قبر علی اصغر سے اٹھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کا آپ کو سخت صدمہ ہوا تھا۔ طاقت جواب دے گئی تھی۔ (ریاض القیوس صفحہ: ۲۲۶ تا ۲۳۶)

معالی السبطین

﴿عَلَّامَ مَہْدِی مَازِندَرانی﴾

شہادت علی اصغرؑ:

عمر: چھ ماہ۔

مال: باب بنت امرؤ القیس۔

بہن: سکینہؑ۔

وقت شہادت: امام حسینؑ سے پہلے اور دیگر شہدائے کربلا کے بعد۔

مورخین کے مابین اس کمسن شہزادہ کی کیفیت شہادت میں کافی اختلاف ہے۔ ہم ذیل میں محقق مورخین کی مرویات پر اکتفاء کرتے ہیں۔

بنی ہاشم سے جناب عباسؑ ہی غالباً آخری وہ شہید ہیں جو میدان میں خود چل کر گئے تھے۔ شہادت جناب عباسؑ کے بعد فوج یزید کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے

ہر طرف سے گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت امام حسینؑ نے یوں استغاثہ کیا۔

اے لوگو! کوئی ایسا نہیں ہے جو ہمیں پناہ دے دے۔

تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے ہماری مظلومیت پر ترس آئے اور ہماری فریاد رسی کرے کیا کوئی ایسا نہیں جو ہمارے حق کا مطالبہ کر کے ہماری خاطر لڑے۔ کیا کوئی بھی اللہ سے ڈرنے والا نہیں جو ہمارا دفاع کرے کیا تم میں سے کوئی صاحبِ دل نہیں جو ایک گھونٹ پانی ہی دے دے۔

ابو جحیف کے مطابق امام حسینؑ جب تنہا رہ گئے تو آپ کو خیام میں بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو جنابِ اُم کلثومؓ، زینبؓ نے عرض کیا۔ بھیا اس شیر خوار کی حالت دیکھئے آج تیسرا دن ہے اسے پینے تک کو کچھ نہیں ملا۔

آپ نے بہن سے علی اصغرؑ کو لیا داسنِ عبا میں چھپایا، فوجِ یزید کے سامنے آئے اور فرمایا:

دیکھو تم نے میرے انصار میرے بھائیوں اور میرے بیٹوں کو پیسا شہید کر دیا ہے اب یہ شیر خوار کسی جرم کے بغیر پیاس سے جان بلب ہے، اسے لے جاؤ اور پانی پلا دو، اگر تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا تو اس کم سن کی کمسنی پر ترس کھا لو۔ آج پیاس کو تیسرا دن ہے اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے۔

آپ کی یہ آواز سن کر فوجِ یزید میں انتشار پیدا ہو گیا، عمر سعد نے حرمہ بن کاہل اسدی سے کہا:

اقطع کلام الحسینؑ، کیا دیکھ رہا ہے اب حسینؑ ابنِ علیؑ کی بات کو ختم ہونا چاہئے۔ اس ظالم نے سہ شعبہ زہر آلود تیرکمان میں رکھا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اس بچے کا نشانہ لے کر تیر چلایا، جس سے یہ کم سن شیر خوار ذبح ہو گیا۔ امام حسینؑ نے بتے

خون کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا، جب ہاتھ پڑا تو اسے سوئے آسمان اُچھال کر فرمایا:
 ”اے اللہ! ان لوگوں کا گواہ رہنا جنہوں نے اس بات کی قسم کھا رکھی ہے کہ تیرے
 نبی کی ذریت سے ایک شیر خوار کو بھی نہ چھوڑیں گے۔“

پھر آپ نے اپنا ہاتھ شہزادہ کے گلے کے نیچے رکھا خون ہاتھ پر لیا اور فرمایا:
 ”اے اللہ جو کچھ دنیا میں ہم پر بیت رہی ہے تو اچھی طرح دیکھ رہا ہے اے اللہ
 ہمارے اور اس قوم کے مابین تو ہی فیصلہ فرمانا، جنہوں نے ہمیں بلایا اور پھر ہمیں
 قتل کیا۔“
 آپ انہی مناجات میں مصروف تھے کہ حصین ابن نمیر نے مناجات کی خاطر
 ہلتے ہوئے لبوں کا نشانہ لے کر تیر مارا جو دونوں ہونٹوں کو زخمی کر گیا۔ لبوں سے
 خون بہنے لگا۔

آپ نے عرض کیا:
 ”اے اللہ! جو سلوک مجھ سے ہو رہا ہے میں اس کا تجھ سے شکوہ کرتا ہوں۔“
 پھر آپ نے کم سن کو سینے سے لگایا اور لے کر واپس خیمہ میں آئے۔ خیمہ کے اندر
 قدم رکھتے ہوئے اس خیال سے پریشان ہو گئے کہ کہیں شیر خوار کی ماں نہ مر جائے،
 آپ کے زخمی ہونٹوں پر پیاسی زبان سے یہ کلمات جاری تھے۔
 ”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹیں گے، اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور اس
 کے امر کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔“

سات مرتبہ آپ درخیمہ سے پیچھے بٹے خیال یہی تھا کہ ماں کو نہ دکھاؤں، باہری
 رکھ دوں، پھر خیال آتا کہ ماں ہے اُسے بھی آخری ملاقات کرانا تو چاہئے۔ آخر
 ساتویں مرتبہ اِنَّا لِلّٰہ پڑھتے ہوئے اندر آئے۔

کس سکینہ نے استقبال کیا۔ دیکھا شیر خوار بھائی بابا کے سینہ سے چمٹا ہوا ہے۔
شہزادی نے عرض کیا بابا جان! اصغر کی خاموشی بتاتی ہے کہ آپ اسے پانی پلا کے لائے
ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا سکینہ تیری پھوپھی کہاں ہے؟ اتنے میں ثانی
زہرا قریب آئیں آپ نے فرمایا لو بہن اصغر کو سنبھال لو!

شہادت عبد اللہ رضیع:

حدائق الوردیہ کے مطابق:

سن: زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ۔

ماں: اُم اسحاق بنت طلحہ ابن عبید اللہ تمیمیہ۔

بہن: فاطمہ

نوٹ کریں اُم اسحاق کنیت یا نام کی دو خواتین گزری ہیں، ایک اُم اسحاق
انصاریہ تھیں جو امام حسنؑ کی زوجہ تھیں، دوسری اُم اسحاق تمیمیہ تھیں جو حضرت امام
حسینؑ کی زوجہ تھیں۔ (یاد رکھیں امام کی زوجہ دوسرا عقد نہیں کر سکتی۔ بحکم قرآن)

ظہر عاشور جب انصار اور بنی ہاشم میں سے تمام شہید ہو چکے تھے اس شہزادہ کی
ولادت ہوئی۔ امام حسینؑ تنہا درخیمہ پر بیٹھے تھے۔ جناب فضہ اس شہزادہ کو لے کر اپ
کی خدمت میں آئیں، آپ نے لیا۔ دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت
کہی۔ گلے پر لعاب دہن لگایا اور بوسہ لیا اور عبد اللہ نام رکھا۔ جناب فضہ کو واپس کرنا
چاہ رہے تھے کہ عبد اللہ ابن عقبہ غوی نے حیر مارا جو شہزادہ کے سینہ پر لگا، باپ کی گود ہی
میں دو ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گیا، آپ نے اس شہزادہ کا خون بھی سوئے آسمان اچھالا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ آپ درخیمہ پر بیٹھے تھے نو مولود آپ کی گود میں
تھا، آپ بوسہ لے رہے تھے کہ تیرا آیا جس سے شہزادہ آپ کی جھولی میں تقسیم ہو گیا۔

چند اشارات:

علامہ دربندی نے اسرار الشہادۃ میں لکھا ہے کہ شہزادہ علی اصغرؑ نے اپنے جد امجد سے وراثتاً قماط توڑنا حاصل کیا تھا۔

(قماط اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عرضاً زیادہ سے زیادہ چھ انچ اور طولاً ۶/۵ فٹ ہوتا ہے، نومولود بچے کو مائیں اس کپڑے سے باندھ کر سلاتی ہیں۔ ماؤں کے بقول اس بندھنے کی بدولت بچہ ڈرتا نہیں ہے۔ بخار کے مطابق جب جناب فاطمہ بنت اسدؑ نے حضرت علیؑ کو قماط سے باندھا تو حضرت علیؑ نے دونوں ہاتھوں سے اسے توڑ دیا۔ بی بی نے دو کپڑے اکٹھے کر کے باندھے حضرت علیؑ نے انہیں بھی توڑ دیا، جب بی بی نے سات تہہ بنا کے باندھنا چاہا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا:

”ماں میرے ہاتھ پابند نہ کرو، میں اپنے اللہ سے دعا مانگتا ہوں، سرانیکہ میں قماط کو بندھڑا کہتے ہیں۔“

شہزادہ گہوارہ میں سو رہا تھا، جب امام حسینؑ نے استغاثہ کی آواز سنی تو قماط کو توڑ دیا۔ اپنے آپ کو گہوارے سے نیچے گرا دیا اور بآواز بلند گریہ کرنے لگا۔ شاید یہ کمسن کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بابا اگر نانا کی امت مدد نہیں کرتی تو میری ننھی جان آپ پر فدا ہونے کو تیار ہے۔ لیکن مجبور ہوں چل کر نہیں آ سکتا۔ علامہ رضا استر آبادی نے اپنی تالیف میں روایت کی ہے کہ جب شہزادہ نے قماط توڑ کر اپنے کو گہوارے سے خاک کر بلا پر گرایا تو تمام سیدائیاں جمع ہو گئیں، نوحہ و بکا کی صدا بلند ہوئی، کئی مرتبہ شہزادہ کو گہوارہ میں اٹھایا گیا، لیکن گل رہا بے گہوارہ میں رہنا قبول نہ کیا اور ہر استغاثہ پر اپنے کو گہوارہ سے نیچے گرایا۔ صدائے آہ و بکا سن کر امام حسینؑ خیاں میں تشریف لائے۔ سب گریہ پوچھا تو ثانی زہراؑ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ مذکورہ روایت کے علاوہ بذریعہ کشف بھی شہزادے کا مذکورہ واقعہ مجھے معلوم ہے۔

سرکارِ کلینیؒ نے روضۃ الکافی میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شاعر ہاشمیات کیت امام صادقؑ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیت کوئی مرثیہ سناؤ، کیت نے شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کا مرثیہ سنایا۔ پس پردہ سے مستورات کے رونے کی صدا بھی بلند ہو گئی۔ امام صادقؑ دھاڑیں مار کر رونے لگے کہ اتنے میں ایک کنیز اندر سے ایک کمن بچہ کو اٹھا کر لائی اور امام صادقؑ کی گود میں سلا دیا۔ اس بچے کو گود میں دیکھتے ہی امام صادقؑ کی صدائے گریہ بلند ہو گئی، (یہ واقعہ کسی غیر محقق عالم نے نہیں بلکہ سرکارِ کلینیؒ نے روضۃ الکافی میں درج کیا ہے جو لوگ شیعوں کی مخالفت میں اخلاقی حدود تک کو پھلانگ جاتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور جو مسلمان یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی امام نے بھی شبیہ بنائی تھی ان کے لئے بھی درسِ عبرت ہے۔)

ہر سال دس محرم کے دن نبی کریمؐ تمام صحابہ کی مستورات کو مح بچوں کے بلاتے تھے جو کمن بچوں والی ہوتی تھیں، انہیں فرماتے کہ آج شام تک اپنے بچے کو دودھ نہ پلائیں، گویا سرورِ انبیاء واقعہ کر بلا سے پہلے جنابِ ربابؑ کے شیرِ خوار کی یاد میں تمام صحابہ کی مستورات کو شریک فرماتے تھے اور انہیں واقعہ کر بلا بطور پیشینگوئی یاد دلاتے تھے۔ (معالی السبطین ص ۶۲۲ تا ص ۶۲۹)

ریاض الاحزان

﴿آقائے محمد حسن قزوینی﴾

جنابِ رباب

جب جنابِ سجادِ روضہ رسولؐ کے سلام سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لائے تو

ویرانی کا عجب منظر تھا۔

ثانی زہرائے جب اپنے بھائی کا اجڑا ہوا گھر اور ویران صحن دیکھا تو بند دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ مرثیہ کہا:

وہ کہاں گیا جسے وقت شیر خوارگی جبرئیل لوری سنا تھا؟

وہ کہاں ہے جسے جب پہلے کپڑے میں لپیٹا گیا تو احمد نبی نے اس کے بوسے لیے؟

وہ کہاں ہے جس کا نانا نبی تھا اور جس کی ماں فاطمہ بتول تھیں۔

جب بنت زہرائے قمر بنی ہاشم کے گھر کی طرف نظر کی تو وہاں جناب ام البنین اور جناب عباس کے ایک کسمن فرزند کے سوا کوئی نظر نہ آیا ایک مرتبہ پھر زخم ہرے ہو گئے اور وہیں روتے روتے زمین پر بیٹھ گئیں۔

جناب عقیل کی اولاد کے گھر کا تو یہ عالم تھا کہ اموی حکمرانوں نے اسے زمین بوس کر دیا تھا۔

جناب رباب جب اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو دائیں بائیں دیکھا اور فرش زمین پر بیٹھ کر ماتم شبیر کرنا شروع کر دیا۔

جناب صادق آل محمد سے مروی ہے کہ مادر اصغر جناب رباب اتنا روئیں اور اتنا ماتم کیا کہ آپ کی آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا۔ صبح سے لے کر شام تک خواتین مدینہ آئیں اور باری باری ایک ایک بی بی کو جا کر پرسہ دیتیں سب سے آخر میں جناب رباب کے گھر آئیں جناب رباب کے دردناک بین سن سن کر تمام مستورات اور کنیریں گریہ کر کے غش کھا گئیں۔ کبھی جناب رباب علی اصغر کی کسمن کا مرثیہ پڑھتیں کبھی کسمن سبکدہ کی شام میں وفات اور تنہا قبر پر مرثیہ پڑھتیں اور کبھی مظلومیت امام حسین

کا مرثیہ پڑھتیں۔

ایک دن اس مخدرہ نے دیکھا کہ ایک کنیز کی آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

بی بی نے اس سے پوچھا۔

تو بھی رہتی تو ہمارے ساتھ ہے اور جس طرح ہم نے کبھی کچھ نہیں کھایا تو تو نے بھی کبھی نہیں کھایا۔

پھر تیری آنکھ سے آنسو کیسے بہہ رہے ہیں۔

کنیز نے عرض کیا۔

کہ آج صبح بھوک نے اتنا زیادہ مجبور کیا کہ میں نے دو گھونٹ سٹو کے پی لئے ہیں۔

جناب ربابؑ نے اسی وقت حکم دیا کہ جا اور میرے لیے بھی سٹو بنا کے لے آ۔

کنیز جلدی سے گئی اور سٹو بنا کے لائی۔

جناب ربابؑ نے سٹو کا پیالہ ہاتھ میں لیا۔ کربلا کی طرف رخ کیا اور امام حسینؑ کو

مخاطب کر کے کہا۔

”اے فرزند ہڑا گواہ رہنا ستو صرف اس لیے پی رہی ہوں کہ تیرے غم میں زیادہ

سے زیادہ آنسو بہا سکوں۔

مفصول مہمہ کے مطابق جناب اُمّ ربابؑ شام سے واپس آنے کے بعد ایک برس

تک زندہ رہیں۔ اشراف عرب نے بی بی سے خواستگاری کی لیکن بی بی نے ہر ایک کو

ایک ہی جواب دیا۔

”نبی کو تین آگے سسر ہونے کے بعد اور کسی کو سسر بنانے پر میں تیار نہیں کیونکہ یہ وفا

نہیں ظلم ہے اور میں اگرچہ کما حقہ وفادار، سہی لیکن ظالموں سے تو بہر طور نہیں ہوں۔“

جناب ربابؑ کی اس عزاداری سے دیگر بنات حیدر کرار کی عزاداری کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے۔

جناب صادق آل محمدؑ فرماتے تھے۔ ہماری کسی بھی مستور نے نہ کبھی خضاب کیا، نہ سر میں تیل ڈالا۔ نہ آنکھ میں سرمہ لگایا اور نہ بالوں میں کنگھی کی اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک ابن زیاد کا سر نہ آیا۔ لیکن ابن زیاد کے سر کے بعد بھی ہمارا غم کم نہ ہو سکا۔ (ریاض الاحزان صفحہ ۴۷۲ تا ۴۷۵)

مہیج الاحزان

﴿علامہ حسن بن محمد علی یزدی﴾

سید طاؤس لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ خود خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت زینبؑ سے فرمایا: اے خواہر طفل صغیر کو لاؤ کہ اس کو وداع کروں پس حضرت زینبؑ نے شیر خوار کو لا کر امام حسینؑ کو دے دیا۔ (یہ بھی مشہور ہے، آواز استغاثہ سن کر اس ششماہ بچے نے خود کو جھولے سے گرا دیا) بہر حال بچے کے تڑپنے سے اہل حرم میں گریہ وزاری کا شور بلند ہوا اور امام حسینؑ نے میدان سے آ کر اس بچے کو اپنے ہاتھوں پر لیا یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جناب اُمّ کلثومؑ اور جناب زینبؑ خاتون بچے کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا کہ اس شیر خوار کو تین دن سے نہ دودھ ملا ہے نہ پانی، اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے، یہ شیر خوار تین دن سے تشنہ ہے۔ آپ اس گروہ نابکار سے ایک گھونٹ پانی طلب کریں۔ شاید کہ یہ ظالم لوگ ترس کھا کر پانی پلا دیں۔ پس حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اس شیر خوار کو لے کر فوج اشقیاء کے سامنے آئے اور عمر ابن سعد ملعون کے نزدیک پہنچ کر فرمایا اے پسر سعد تو نے اور تیرے لشکر نے میرے تمام عزیز و انصار اور اولاد کو قتل کر دیا۔ یہ بچہ تو جنگ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ میرا بچہ چھ ماہ کا ہے اور یاس سے جان بلب ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ

وائے ہو تم پر اے گروہ اشقیاء۔ اس طفل شیر خوار کو جو تین دن سے پیاسا ہے ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اس بچے کا کیا قصور ہے کہ جو اس پر پانی کی بندش کی ہے۔ بنا بر مشہور۔ امام حسینؑ ابھی گفتگو فرما رہے تھے کہ عمر ابن سعد کے لشکر میں ہلچل مچ گئی اور دشمن کی فوج کی اکثریت متاثر ہوئی اور بہت سے لوگ اس ننھے مجاہد کی پیاس کو سن کر اور پڑمرہ کلی کو دیکھ کر رونے لگے۔ عمر ابن سعد ملعون نے جب یہ حالت دیکھی تو حرمہ بن اکاہل اسدی ملعون سے کہا کہ تیر سے اس بچے کا کام تمام کر دے۔ اس ملعون نے اپنی کمان میں ایک تیرسہ شعبہ جوڑا اور امام کی طرف تیر رہا کیا۔ تیر بچے کی گردن پر اس طرح لگا کہ بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا، علی اصغرؑ تیر کھا کر امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اُلٹ گئے۔ علی اصغرؑ شہید ہو گئے اور امام حسینؑ علیہ السلام نے علی اصغرؑ کا خون اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے روئے مبارک پر مل لیا اور بروایت شیخ مفیدؒ آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا:

خدا یا تو گواہ رہنا اس قوم پر کہ اس نے میرے اس شیر خوار کو قتل کیا کہ جو تیرے نبی محمدؐ کی شبیہ تھا۔ بس آپ نے گلوئے نازنین کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور خون علی اصغرؑ چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا یہ میرے لئے سہل تھا کہ خود آسمان کی طرف پھینک دوں۔ پھر چلو میں دوبارہ خون لیا اور خود اپنے دل سے خطاب کیا کہ اے دل تو صبر کر۔ خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے۔ بنا بر مشہور آپ نے وہ خون ناحق اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا۔

ابو مخنفؒ روایت کرتا ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام نے علی اصغرؑ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا خداوند اے میرا بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے، خدا یا تو ہمارے لئے اجر آخرت قرار دے۔ حمید بن مسلمؒ کہتا ہے کہ میں لشکر ابن زیاد میں تھا کہ اس طفل شیر خوار کو میں

نے دیکھا کہ جیسے ہی وہ نشانہ تیر بنا ایک بی بی درخیمہ سے باہر نکلی وہ مجسمہ شرم و حیا معلوم ہو رہی تھی ایک قدم کہیں پڑتا تھا تو دوسرا قدم کسی جا، کہہ رہی تھی ہائے میرے فرزند، ہائے میرے بے گناہ شہید ہائے میرے قلب کو محضوں کرنے والے مقتول یہ کہتی ہوئی وہ معظمہ لاش علی اصغر کے نزدیک پہنچیں اور زمین پر گر پڑیں۔ چند لڑکیاں ان کے ہمراہ تھیں اور سب نے خود کو لاش علی اصغر پر گرا دیا، جب امام حسینؑ نے یہ حال دیکھا تو ان سب کو تلقین صبر کی اور سمجھاتے ہوئے خیمہ میں پہنچایا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون یہمیاں تھیں، مجھے بتلایا گیا کہ ان میں امام حسینؑ کی بہن اُم کلثومؑ اور آپؑ کی بیٹیاں فاطمہؑ اور رقیہؑ تھیں، بروایت صاحب احتجاج امام حسینؑ علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اترے اور تلواریں غلاف سے نکالی اور ایک ننھی سی قبر کھود کر بچہ کو سپرد خاک کیا۔

مونس لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں:

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(منہج الاثران ص ۴۱۰ تا ۴۱۲)

مجالس الشیعہ

﴿مولانا سید تقی لکھنوی بن مولانا دلدار علی لکھنوی﴾

مومنین اس قافلہ میں کئی بچے چھوٹے چھوٹے پیاسے گزر گئے ہائے کس حسرت سے امام ثانی عشر زیارت ناحیہ میں اس قافلہ کے لوگوں پر سلام کرتے ہیں۔ یعنی سلام خدا ہوا ان گریبانوں پر جو خون سے رنگین ہو گئے، مومنین آپ کو کچھ خیال ہے کہ کتنے

گر بیان خون آلودہ تھے۔ قافلہ حسین اہل بیت کے دیگر گریبان جو خون آلود تھے اُن کا حال عرض کرتا ہوں، ایک گریبان ایک بچہ شیر خوار کا ہے جسے حضرت نے ہاتھوں پر بلند کر کے پانی مانگا تھا کہ دفعۃً ایک تیرسہ پہلو زہر آلودہ پھینکا گیا افسوس ہزار افسوس کہاں پیکان تیر اور کہاں حلق نازک شیر خوار پھر اب کس زبان سے عرض کروں کہ وہ تیر ستم ایک کان سے دوسرے کان تک دُخ کر گیا۔ پس امام حسینؑ نے چیخ کر فرمایا کہ ہائے اے فرزند اے نورِ نظر راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ دفعۃً ایک معظمہ اور تین لڑکیاں خیمے سے بیٹھتی ہوئی مقتل میں آئیں اور اُس ننھے سے لاشے پر دیر تک تڑپ تڑپ کر روئیں، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں، کسی نے کہا کہ ارے تو نہیں جانتا یہ بہن ہیں امام حسینؑ کی، جناب اُم کلثومؑ اور یہ سیکندہ اور فاطمہؑ اور رقیہؑ ہیں دخترانِ امام حسینؑ جس طرح جناب زینبؑ کو علی اکبرؑ سے محبت تھی اُسی طرح جناب اُم کلثومؑ کو علی اصغرؑ سے محبت تھی، الغرض یہ بچہ جو راہِ عدم کو گیا تو گریبان خون آلودہ رہا اور اب فرمائیے کہ جب جناب سیدہؑ نے یہ حال دیکھا ہوگا تو عجب نہیں کہ چاک گریباں بھی کیا ہو۔ اب دوسرا گریبان اپنے مولا سید الشہداء کا ہے جس گریبان سے ایک معظمہ آ کر لپٹی تھیں اور رو رو کر بین کرتی تھیں۔

اے نانا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ حسینؑ آپ کا خاک آلودہ گلو بریدہ اپنے خون میں زخ کیا پڑا ہے، اے نانا وہ جسم نازنین حسینؑ اب گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو رہا ہے اور سر اُس مظلوم کا نیزہ پر بلند کیا گیا ہے۔ اے نانا آپ کو خبر بھی ہے کہ اشتیاق نے کیا ظلم کیا ہمارے مردوں میں سے کسی کو ان اشتیاق نے باقی نہیں رکھا یہاں تک کہ بچہ شیر خوار کو بھی قتل کیا۔

اے نانا ان لوگوں نے ہمیں ایسا لوٹا ہے کہ اب کسی کے سر پر ہم میں سے کوئی چیز

از قسم چادر برقرار نہیں۔ اے نانا کیا آپ کو خبر ہے کہ شمر ہمارے گوشوارے چھینے لیتا ہے اور اس پر ظلم یہ ہے کہ ہماری پشت پر تازیانے سے مارتا ہے۔
(محاسن الشیخہ ص ۲۵ تا ص ۳۰)

ماتین فی مقتل الحسین

مولانا سید غلام حسین کنتوری

شبِ عاشور شہادتِ علی اصغر کی پیشین گوئی:

مدینہ المعجز میں جناب سید الساجدین سے اس قدر زیادہ روایت کی گئی ہے کہ امام حسینؑ نے شبِ عاشور فرمایا کہ اپنی جان بچاؤ یا یہ معنی ہیں کہ اپنی اپنی راہ کشادہ چلے جانے کی جس طرف جسے جانا ہے اسی شب میں ڈھونڈ لو۔ اس لئے کہ یزید اور اس کے گروہ کو سوائے میرے اور کسی سے سروکار نہیں ہے اور مجھے قتل کر لیں گے پھر تمہاری کچھ فکر انہیں نہ ہوگی کہ کہاں ہیں، بس تم سب نجات پا جاؤ گے، خدا کی رحمت تم پر ہو، اب تم کو میری بیعت سے الگ ہو جانا جائز ہے اور کسی طرح کی باز پرس نہیں ہے۔ اُس عہد کے توڑنے میں جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔

سید ابن طاووس نے یہ لفظ بھی زیادہ کیے ہیں حضرت نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک مرد میرے اہل بیت کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑ لے اور اسی شب اندھیرے وقت میں الگ الگ چلا جائے۔ میں کہتا ہوں اس روایت میں جناب سید کے لفظ عورات مخدرات کا نہیں ہے جیسا کہ عام ذکر اس کو کہہ دیتے ہیں۔ مگر مردانِ اہل بیت کا ذکر اس غرض سے حضرت نے کیا کہ بہت سے خوزادے اُن میں ایسے تھے جنہوں نے کبھی سفر نہیں کیا تھا اور راہ سے آشنا نہ تھے۔ پس جناب امام حسینؑ کا یہ ارادہ تھا کہ ان

نابلد عزیزوں کو اصحاب اپنے ہمراہ لے جائیں اور ایسی جگہ پہنچادیں کہ ان کی حفظ جان کے مناسب ہو، سیاہی شب کا ذکر حالانکہ وہ رات دسویں تاریخ کی تھی اور اس میں چاندنی قریب پانچ سماع شب کے ہوتی ہے، مثلاً اگر جیٹھ کا مہینہ تھا اور ساڑھے دس گھنٹے کی رات تھی پھر تو ساڑھے سات گھنٹے کی چاندنی ہوگی اس کی تاویل میں صحیح میرے نزدیک ہیں۔

پہلی تاویل تو یہ ہے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے رات پردہ یا چھپانے والی چیز پیدا کیا ہے۔ پس رات اندھیری ہو خواہ چاندنی رات ہو، دونوں ہمارے واسطے پردہ پوش ہیں۔ خصوصاً بعد نصف شب کے جب ستارے ڈوب جائیں اور آدمیوں میں سونے سے سناٹا پڑ جائے۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ آسمان کا گرد آلودہ ہونا ان دنوں جیسا ہوتا ہے اور آندھی جس قدر آتی ہے وہ ضرور چاند کے گھیرے کو چھپا دیتی ہے اور چاندنی کو میلی کر دیتی ہے اسی سبب سے شب ماہ گویا شب تار ہو جاتی ہے۔ اب کے چاندنی غبار کی وجہ سے میلی ہو گئی اور تاریکی پھیلی ہوئی ہے، درست ہو گیا۔ فرمانا حضرت کا کہ اس شب کی سیاہی غیر متزقب میں چلے جاؤ۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ لفظ سواد کے شب کے ساتھ اس کے کھلے ہوئے معنی خاص تاریکی شب کے ہوتے ہیں، مگر اشارہ خاص کر کے جو حضرت نے فرمایا کہ اس رات کی تاریکی میں چلے جاؤ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص کوئی اور قسم کی تاریکی مراد ہے۔ پھر اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ وہ شب غبار آلودہ نہ تھی آپ کو یہ منظور ہوا کہ اگر یہ لوگ مجھ سے جدائی پسند کریں دعا خدا سے کروں گا یا تو اس رات کو تاریک کر دے یا کہ نگاہان اور چوکی پر پہرے والے لشکریان یزید کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دے کہ ان

کو یہ لوگ نظر نہ آئیں اور بلا مزاحمت چلے جائیں۔

اب ہم یہ روایت مدینۃ المعجز کی جو امام زین العابدینؑ سے منقول ہے لکھیں گے کہ جب امام حسینؑ اپنے اصحاب اور اہل بیتؑ سے تاریکی شب میں چلے جانے کو فرما چکے۔ حضرت کے بھائی اور اعزہ اور انصار سب نے یک زبان ہو کر کہا اے ہمارے سردار اے حسینؑ ہم کبھی آپ کو نہ چھوڑیں گے اور کیا ہم کو لوگ کہیں گے کہ اپنے امام اور اپنے بزرگ اور سردار کو تنہا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، یہاں تک تو بنظر غیرت اور شرم دنیوی کے کلام تھا اب لیجئے خدا کے اور ہمارے درمیان یہی ظاہر کرنے کا عذر ہو گا اور ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے، یہاں تک کہ قتل کئے جائیں۔ حضرت نے فرمایا اے میرے گروہ میں کل قتل کیا جاؤں گا اور تم سب بھی قتل ہو گے، کوئی تم میں سے نہ بچے گا۔ سبھوں نے کہا خدا کی حمد اور ستائش ہے جس نے ہم کو آپ کی نصرت کرنے سے بزرگی عطا کی اور ہم کو آپ کے ہمراہ شہید ہونے سے مشرف کیا۔ کیا آپ کی یہ مرضی نہیں ہے کہ ہم لوگ آپ کے ہمراہ اسی درجے میں ہو جائیں جو آپ کا درجہ خدا کے بارگاہ میں ہے اے فرزند رسولؐ، اب حضرت نے فرمایا خدا تم کو جزائے خیر دے اور خاتمہ بخیر ہونے کی سب کو آپ نے دعا دی۔ پس صبح عاشورا ہو کر اسی روز آپ بھی اور وہ سب دیندار آپ کے ہمراہ شہید ہو گئے، حضرت قاسمؑ فرزند امام حسنؑ نے کہا کیا میں بھی انہیں لوگوں میں ہوں جو قتل کئے جائیں گے۔ اس پوچھنے سے آپ پر شفقت طاری ہوئی۔ بھائی کی اولاد تھی بنظر شفقت اور امتحان آپ نے پوچھا اے فرزند مرنا تم کو گوارا ہے یا نہیں اور اس مرنے کو کیسا سمجھتے ہو، حضرت قاسمؑ کہنے لگے اے چچا شہد سے زیادہ شیریں میرے نزدیک یہ مرنا ہے، جب مرگ کی لذت کا اقرار وہ کر چکے، حضرت نے فرمایا قسم بخدا فدا ہو تجھ پر چچا تیرا حسینؑ تو بھی ایک شہید مجملہ شہدا کے

ہے۔ (ذرا شیرینی موت کی جو قاسم نے کہی ہے یاد رہے اور امام حسینؑ کا پیار سے فرمانا بھی آئندہ اس کو ہم لکھیں گے) مگر اے قاسم پہلے تم سے ایک امتحان عظیم لیا جائے گا، اس کے بعد شہید ہو گے (اللہ اکبر یہ ذکر داماد سے کس عنوان سے ہو رہا ہے اور سچ ہے تازہ عروس کو چھوڑنا اس عمر میں فی الواقع سخت امتحان ہے) اے قاسم اور میرا فرزند عبد اللہ (علی اصغرؑ بھی انہیں شہدا میں ہے) حضرت قاسمؑ کو بنظر غیرت کے تاب نہ رہی۔ حضرت قاسمؑ کہنے لگے اے چچا کیا دشمنانِ دین عورتوں میں گھس جائیں گے یا مراد یہ ہے کیا یہ بیچاریاں بھی قتل کی جائیں گی، یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی قتل ہو گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا فدا ہو چچا تم پر اے قاسمؑ علی اصغرؑ اس وقت شہید ہو گئے جب میری روح مارے پیاس کے خشک ہو جائے گی اور میں اپنے خیموں کی طرف آؤں گا اور پانی اور دودھ طلب کروں گا۔ (بنظر اتمامِ حجت) اور ہرگز نہ پاؤں گا، (پانی اپنے واسطے اور دودھ شیر خوار کے واسطے اب معلوم ہو گیا کہ کسی عورت کے منجملہ زنان موجودہ کے دودھ نہ ہو گا بلکہ جس طرح کہ روح پیاس سے خشک ہو گئی تھی اُن مخدرات کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا) اس وقت میں عورتوں سے کہوں گا لاؤ مجھے دو میرے فرزند کو تاکہ میں علی اصغرؑ کے منہ سے رطوبت چوس کر پیوں، میں کہتا ہوں اس وقت امام حسینؑ کا ارادہ یہ ہو گا کہ ایک معجزہ اپنا ظاہر کریں اور علی اصغرؑ کے منہ میں چشمہ آب خواہ چشمہ شیر جاری کر دیں جس طرح جناب رسول خداؐ آپ کو دودھ پلاتے تھے اور زیرِ زبان رسولؐ کے چشمہ شیر جاری ہوتا تھا۔ اور پھر اس میں شبہ نہیں ہے اس لئے کہ اسی عاشورہ کے دن حضرت نے اپنے اصحاب کے واسطے ایک نہر پانی کی جاری کر دی جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سپید تھا اور حضرت قاسمؑ کو اپنی انگلیوں کو منہ میں رکھنے سے اُس کے ایسا معلوم ہوا کہ چشمہ آب ہے اور حضرت قاسمؑ سیراب ہو گئے۔ چنانچہ مدینہ المعاجز

میں یہ بھی روایت ہے۔ اب ہم بقیہ روایت جس میں حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ علی اصغرؑ کا حال بیان فرما رہے ہیں، اس کو لکھتے ہیں۔ اے قاسمؑ عورتیں علی اصغرؑ کو لائیں گی اور میرے دونوں ہاتھوں پر رکھ دیں گی، میں علی اصغرؑ کو اٹھا لوں گا کہ اپنے منہ کے پاس اُس کو لاؤں، اٹھانے کی حالت میں، ایک فاسق ملعون ان کو تیر مارے گا کہ یہ قربان ہو جائیں گے اور اس وقت علی اصغرؑ کھیل رہے ہوں گے، علی اصغرؑ کا خون میری کف دست پر گرے گا اُس کو میں بطرف آسمان کے پھینک دوں گا اور کہوں گا خداوند ایہ ظلم اور ستم تو دیکھ رہا ہے اور میں صبر کرتا ہوں اور تیری راہ رضا میں سب گوارا ہے، تو ہی اس کا اجر دے گا، اب نیزہ بان اُس لشکر کے مجھ سے جلدی طلب جنگ کریں گے۔ یا مراد یہ ہے کہ میرے قتل پر ان کو جلدی ہوگی اور آگ اُس خندق میں بھڑک رہی ہوگی جو پشت پر خیموں کی ہے، اب میں اُن پر حملہ کروں گا یا اُن کی طرف پلٹوں گا، ایسے وقت کہ جس سے زیادہ تلخ اور ناگوار وقت دنیا میں ہو نہیں سکتا، مراد حضرت کی یہ ہے کہ لاش ہائے اعزہ اور اصحاب سامنے پڑی ہیں، خود بھی زخموں سے چور ہیں علی اصغرؑ بھی شہید ہو چکے اور دفن بھی ہو چکے ناموس کی حفاظت کا خیال ایک طرف لڑنے جاتے ہیں تو خوف ہے کہ اشقیا گھر میں نہ گھس پڑیں اور جس قدر مصائب سوچے جائیں سب کا سامنا ہے اور شان کزاز غیر فرار بھی ایسے ہی وقت دکھلائی ضرور ہے۔ اس لیے کہ بہادری ایسے وقت کی یہی تو ہے جس کی قسم تمام دنیا کھائے گی، حتیٰ کہ مخالف اور غیر مذہب والے، اب جو کچھ خدا کو منظور ہے وہ ہو جائے گا، مراد یہ ہے کہ خنجر مجھ پر چل جائے گا۔ یہ کہہ کر خود حضرت بھی رونے لگے اور ہم سب بھی رونے اور آواز رونے اور چلانے کی اولاد رسول اللہؐ کی خیمہ سے بلند ہوئی، اور زہیر بن القین اور حبیب بن مظاہر مجھ سے زین العابدینؑ کا حال پوچھیں گے اور کہیں گے اے ہمارے سردار یہ تو ارشاد کیجئے کہ پھر

ہمارے سید زین العابدینؑ اور اشارہ اُن کا یہ ہوگا کہ ان کا کیا حال ہوگا، بچیں گے یا یہ بھی تہہ تیغ ہو جائیں گے میں جواب دوں گا اور روتے ہوئے آواز میری اُس وقت ہوگی کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ میری نسل کو دنیا سے قطع کر دے اور کیونکر ان دشمنوں کو دسترس اُن پر ہو سکتی ہے کہ قتل کریں حالانکہ زین العابدینؑ آٹھ اماموں کے باپ ہیں۔
(ماتین فی مقتل الحسین ص ۷۲ تا ۷۳)

سردارِ کربلا

﴿حجۃ الاسلام شیخ عباس اسماعیل یزدی﴾

شہزادہ علی اصغرؑ

ولاوت باسعادت:

آقا علی اکبر تبریزی، جو تہران کے رہنے والے قابل اعتماد شخص ہیں، نقل کرتے ہیں کہ میں ایک سفر کے دوران مشہد مقدس میں مولانا علی رضاؑ کے صحنِ حرم کے پائین پا اپنے کچھ رفقاء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے امام رضاؑ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسی چیز عطا فرمائیے جو آج تک کسی کو عطا نہ ہوئی ہو اور جس سے میں لوگوں کو فیض پہنچا سکوں۔ میرے دوست ہنسنے لگے اور انھوں نے کہا: تو بزرگی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ میں نے کہا: اولاً تو میں کسی بڑی چیز کی خواہش نہیں کر رہا اور ثانیاً میں نے جو چیز چاہی ہے اس سے سب کا فائدہ مقصود ہے۔

میں نے توسل کا آغاز کیا۔ اس حالت میں ایک جلیل القدر اور بہت نورانی چہرے والے خوبصورت بزرگ تشریف لائے اور بڑے آرام سے میرے سامنے بیٹھ گئے۔ انھوں نے میرا نام لے کر مجھے آواز دی اور فرمایا: علی اکبرؑ ماہِ رجب کی دس تاریخ کو جو کہ

شہزادہ علی اصغرؑ کی ولادت کا دن ہے، جشن مناؤ۔ تاکہ سب کو اس کی خیر و خوبی سے فائدہ پہنچے اور اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا۔ میں نے اپنی غفلت پر غور کیا کہ وہ میرا نام کس طرح جانتے ہیں۔ اور انھیں میری درخواست کی خبر کس طرح ہوئی چند لمحوں کے بعد وہ تشریف لے گئے تو اس وقت میں نے سوچا یہ صاحب کون تھے انھیں میرے نام کا کیسے پتہ چلا اور کس نے میری حاجت کی خبر دی؟ میں نے اپنے دوستوں سے کہا: آقا نے میرا جواب دے دیا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے رونا شروع کر دیا۔ میں بے خود ہو گیا اور مجھ پر عجیب حالت طاری تھی۔

میں اس عطا سے خوش ہو گیا اور جب میں نے یہ واقعہ تہران کے علما آیتہ اللہ الشاعری اور آقائے سقا زادہ سے نقل کیا: تو آقائے سقا زادہ نے تحقیق کے بعد مدرک فراہم کیا (افسوس کہ آقائے سقا زادہ وفات پا گئے اور میں ان سے ماخذ حاصل نہ کر سکا) اگرچہ اس بارے میں کوئی تاریخی یا حدیثی مدرک معلوم نہیں ہے۔ لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ شہزادے کی عمر مبارک چھ ماہ لکھی گئی ہے اس سے مندرجہ بالا مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور مہی مناسب ہے کہ اہل بیتؑ کے چاہنے والے اس روز حضرت کی یاد میں مجالس سرور منعقد کریں جب شہزادے کی ولادت کی رات آپہنچی تو اس نے اپنے گھر میں ایک جشن منعقد کیا۔ اسی رات میری بیوی نے جناب فاطمہ زہراؑ کو خواب میں دیکھا، گویا مخدومہ کو نین میری بیوی کا شکریہ ادا کر رہی تھیں اور فرماتی تھیں۔

دلی شکستہ تر از من در آن زمان نبود

در این زبان دل فرزند من شکستہ تر است

اس زمانے میں میرے دل سے زیادہ شکستہ تر کوئی دل نہیں تھا اور اس زمانے میں میرے بیٹے (مہدیؑ) کے دل سے کوئی دل شکستہ تر نہیں ہے۔

اور فرمایا اس جملے کو حرز جاں بنا لو۔

یہ قول مشہور ہے اور متعدد (مورخین) نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اصغر ششماہ تھے، جو کہ واقعہ کے موافق ہے ابی خنف رقم طراز ہے۔

”وَلَهُ مِنَ الْعُمَرِ سِتَّةٌ أَشْهُرٌ“

”اس بچے کی عمر چھ ماہ تھی“ (متقل ابی خنف/۱۲۹)

مرحوم سپہر بھی تحریر کرتے ہیں کہ علی اصغر کا سن ابھی چھ ماہ سے زیادہ نہ تھا۔

(ناخ التواریخ/۲/۲۶۳)

بہر حال لاریب اس شہزادے کی ولادت سن ساٹھ (۶۰) ہجری میں ہوئی چونکہ سن اکٹھ (۶۱) میں آپ کی شہادت ہو گئی تھی اور آپ کی جائے ولادت مدینہ منورہ تھی۔

اسم گرامی

ابن شہر آشوب (مناقب ۲/۱۰۹) اور دوسروں نے آپ کا اسم گرامی علی اصغر تحریر کیا ہے۔

جب کہ آپ کا دوسرا نام عبداللہ ہے جو کہ بعض دوسری کتب اور عبارات میں مذکور ہے۔ اور زیارت ناحیہ مقدسہ میں بھی موجود ہے:-

”اَسْلَامُ عَلٰی عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ، الطِّفْلِ الرَّضِيعِ، الْمُرْمِي

الصَّرِيحِ الْمُنْتَحِطِّ دَمًا، الْمُصْعَدِ دَمُهُ فِي السَّمَاءِ الْمَذْبُوحِ بِالسَّهْمِ فِي

حِجْرِ أَبِيهِ لَعَنَ اللَّهُ رَأْسَهُ حَرَمَلَةَ بْنِ كَاهِلِ الْأَسَدِيِّ وَذَوِيهِ“

”امام حسین کے بیٹے عبداللہ پر سلام ہو، جس طفل شیر خوار کو تیر کا نشانہ بنایا گیا اور وہ

خون میں غلطان ہو گئے۔ باپ نے اس خون کو آسمان کی جانب اچھال دیا اور وہ باپ

کی آغوش میں تیر سے ذبح ہو گئے۔ خدایا! آپ کے قاتل اس تیر انداز حرملة بن کاهل،

پر لعنت فرما۔ (بخارالانوار: ۲۵/۶۶)

ظاہر ہے یہ عبداللہ وہی علی اصغر ہیں کہ جو اپنے باپ کی آغوش میں حرمہ کے تیر سے شہید ہوئے چونکہ شہزادہ علی اصغر ہی وہ بچے تھے جو اپنے باپ کی گود میں ذبح ہوئے اور جن کے خون کو باپ نے آسمان کی طرف اچھال دیا اور انہی کے قاتل کا نام حرمہ تھا۔

والدہ علی اصغرؑ

آپ کی والدہ گرامی امراؤ القیس کی بیٹی جناب رباب تھیں۔

فہامد مرزا ابو الفرج اصفہانی سے نقل کرتا ہے: خلافت عمر کے زمانے میں ایک شخص مسجد میں آیا۔ وہ لوگوں کے سروں اور کاندھوں پر پاؤں رکھتا ہوا عمر کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور اسے بطور خلیفہ سلام کیا۔

عمر نے پوچھا تم کون ہو کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو اور کس کام کے سلسلے میں آئے ہو؟ اس نے کہا میں ایک نصرانی ہوں اور میرا نام امراؤ القیس بن عدی کلبی ہے اور میں اس لیے آیا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں۔ عمر نے اس کو نہ پہچانا اور دوبارہ اس سے حال احوال پوچھا تو اس نے وہی جواب دیا۔

بالآخر وہ مسلمان ہو گیا۔ عمر نے ان کا نیزہ طلب کیا اور اس پر پرچم باندھ دیا اور انھیں قبیلہ قضاہ کے مسلمانوں کا امیر بنا دیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ جس نے ابھی ایک رکعت نماز نہ پڑھی ہو اور اسے مسلمانوں کا امیر بنا دیا جائے، سوائے امراؤ القیس کے۔ جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو امیر المؤمنین بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ امام حسنؑ اور حسینؑ بھی امیر المؤمنین کے ہمراہ تھے۔

جب وہ امراؤ القیس تک پہنچے تو فرمایا: میں رسول خدا کا چچا زاد علی ابن ابی طالب ہوں۔ اور یہ دونوں بیٹے رسول معظمؐ کی بیٹی سے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ سے

رشتہ داری کر لیں۔

امراء القیس نے کہا: اے ابوالحسن! میری تین بیٹیاں ہیں میں محیاء کی شادی آپ سے، سلمیٰ کی حسن سے اور رباب کی شادی حسین سے کرنے کے لیے تیار ہوں۔

رباب حضرت سیدنا اور حضرت علی اصغر کی والدہ نہیں۔

(تقمام زخار ۲/۲۵۳ نفس المہوم / ۱۵۶۷ الاغانی ۱/۱۱۳ اور ینایح المودۃ آخری حصہ / ۳۱۸ ب ۶۰)

ہشام کلبی کا کہنا ہے:

”وَكَا نَتِ الرَّبَابُ مِنْ خِيَارِ النِّسَاءِ وَأَفْضَلِهِنَّ“

”رباب بہترین اور افضل ترین عورتوں میں سے تھیں“

اور رباب کے والد گرامی عرب کے ایک عظیم خاندان کے اشراف میں سے تھے۔

کہ جن کی امام کے نزدیک بھی قدر و منزلت تھی۔ (تقمام زخار ۲/۲۵۳)

ابن اثیر نقل کرتے ہیں۔ (شہادت حسین کے بعد) رباب کو دیگر قیدیوں کے ہمراہ

شام لے جایا گیا۔ جب وہ واپس مدینہ پہنچیں تو اشراف قریش میں سے کئی افراد نے

ان سے شادی کے لیے خواستگاری کی لیکن انھوں نے قبول نہ کی اور فرمایا:

مَا كُنْتُ لِأَتَّخِذُ حَمَوًّا أَبْعَدَ رَسُولِ اللَّهِ

”رسول خدا کے بعد میں کسی کو اپنا سر نہیں بنا سکتی“

امام حسین کی شہادت کے بعد وہ ایک سال تک زندہ رہیں (وہ ہر وقت نالہ و گریہ

کرتی رہتی تھیں) اور مکان کی چھت کے نیچے نہ جاتی تھیں (بلکہ دھوپ میں بیٹھی رہتی

تھیں) وہ بہت کمزور ہو گئیں اور رنج و غم کی حالت میں اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

نفس المہوم / ۵۲۸ اور کامل ابن اثیر ۳/۸۸ کی روایت کے مطابق رباب ایک

سال کا عرصہ قبر حسین پر رہیں۔ اس کے بعد مدینہ آئیں اور غم و تاسف کی حالت میں

وفات پا گئیں۔

سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ رباب امام حسینؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں۔ وہ کبھی چھت کے تلے نہ گئیں اور زیر آفتاب دھوپ میں بیٹھی رہتی تھیں۔ پس اسی حالتِ غم میں رحلت فرما گئیں۔ (فرسان الہیاء/۲۷۰)

جب حضرت ربابؑ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جاتیں تو حضرت سیکنہؑ کو اپنے ہمراہ لے جاتیں۔ حضرت امام حسینؑ ان دونوں کی مفارقت سے اداس ہو جاتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

كَمَآ أَنَّى اللَّيْلَ مَوْصُولُ بِلَيْلٍ
إِذَا زَارَتْ سَكِينَهُ وَالرُّبَابُ

”جب سیکنہؑ اور ربابؑ کسی (عزیز) سے ملنے جاتی ہیں تو راتیں متصل یعنی طویل ہو جاتی ہیں۔ (منتخب التوحید/۲۴۳)

اس عظیم خاتون کے فضائل کا کچھ حصہ حضرت سیکنہؑ کے حالاتِ زندگی میں نقل کیا گیا جائے گا۔

شہادتِ علی اصغرؑ

سید بن طاووس مرحوم لکھتے ہیں۔ جب امام مظلوم نے دیکھا کہ آپ کے تمام جوان اور دوست شہید ہو گئے ہیں تو بذاتِ خود ارادہ کیا کہ دشمن سے جنگ کر کے خونِ دل نذرانہ پروردگار کریں۔ آپ نے صدادی:

هَلْ مِنْ ذَابٍ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللَّهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللَّهَ فَيُنَا؟
هَلْ مِنْ مُعِيٍّ يَرْجُو اللَّهَ بِأَعَانَتِنَا؟ هَلْ مِنْ مُعِينٍ يَرْمِي مَاعَيْنَهُ اللَّهُ فَيُغَاثِنُنَا؟

”ہے کوئی (شخص) جو حرمِ رسولؐ خدا کا دفاع کرے؟ ہے کوئی خدا پرست کہ

ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے؟ ہے کوئی داورس کہ خدا سے صلہ کی اُمید میں ہماری امداد کرے؟ ہے کوئی مددگار جو اس اُمید پر ہمارا ساتھ دے کہ ہم خدا کے حضور اس کی مدد (شفاعت) کریں؟

زمان حرم نے جب حضرت کی صدائے استغاثہ سنی تو صدائے گریہ بلند کی امام خیاں کی طرف تشریف لائے اور اپنی بہن زینبؓ سے فرمایا:

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ“

”میرا اُم سن پچھلائے تاکہ اس سے وداع کر سکوں“

آپ نے بچے کو اٹھایا۔ جب چاہا کہ اس کا بوسہ لیں تو خرملہ بن کاہل نے بچے کو تیر کا نشانہ بنایا۔ وہ تیر شہزادے کے گلوئے اقدس میں پیوست ہو گیا اور شہزادے کو ذبح کر گیا۔

امام مظلوم نے حضرت زینبؓ سے فرمایا بچے کو لے لیجئے۔ پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں (چٹو) کو بچے کی گردن سے ٹپکتے ہوئے خون کے نیچے کیا اور جب ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو یہ خون آسمان کی طرف اچھال دیا۔ پھر فرمایا:

”هَوْنٌ عَلَيَّ مَا نَزَلَ بِيْ اِنَّهُ بِعَيْنِ اللّٰهِ“

”جو بات مجھ پر وارد ہو مصیبت کو آسان کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند متعال دیکھ رہا ہے۔“

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہ گرا۔ (ہوف/۱۱۶) سبط ابن جوزی ”تذکرۃ الخواص“ میں نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ فوج اشقیاء آپ کو قتل کرنے پر مصر ہے تو آپ نے قرآن ہاتھ میں لیا، اسے کھول کر سر پر رکھا اور لشکر کے درمیان میں فریاد بلند کی:

”بَنِي وَيَبْنِيكُمْ كِتَابُ اللَّهِ وَحَدِي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ يَا قَوْمِ بَمَ تَسْتَحِلُّونَ دَمِي“

”میرے اور تمہارے درمیان خدا کی یہ کتاب اور میرے جد رسول خدا (حکم ہیں اے لوگو! تم میرا خون کس طرح حلال سمجھتے ہو؟)

کیا میں تمہارے پیغمبر کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا تم تک میرے نانا کا یہ فرمان نہیں پہنچا کہ آپ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا تھا:

”هَذَانِ سَيِّدَا أَشْبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ“

”یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔“

اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو جابر اور زید بن ارقم اور ابوسعید خدری سے پوچھ لو۔ جب آپ لشکرِ اشقیاء سے احتجاج فرما رہے تھے تو آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدت سے رو رہا تھا۔ امام نے بچے کو ہاتھوں میں اٹھایا اور فرمایا:

يَا قَوْمِ اِنْ لَمْ حَمَوْنِي فَارْ حَمَوْ هَذَا الطِّفْلُ

”اے لوگو! اگر تم مجھ پر رحم نہیں کھاتے تو (کم از کم) اس بچے پر تو رحم کھاؤ“

پس فوجِ اشقیاء سے ایک شخص نے بچے کی جانب تیر چلایا اور اسے ذبح کر کے رکھ دیا امام مظلوم نے گریہ کیا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِحْكُم بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ دَعَوْنَا لِنَصْرُوْنَا فَاقْتُلُوْنَا فَنُودِيَ مِنَ الْهَوَا

وَ دَعَا يَا حَسْبَيْنَ فَاِنَّ لَهُ مَرَضًا فِي الْجَنَّةِ

”خدا یا! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما کہ جنہوں نے ہمیں اس لیے بلایا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور اب اس کے بدلے میں قتل کر رہے ہیں۔

پس آسمان سے ایک آواز آئی: اے حسینؑ بچے کو ہماری طرف بھیج دو کہ اس کے لیے بہشت میں ایک دایہ موجود ہے، (نفس المہموم/۳۵۰، تذکرۃ الخواص/۱۳۳)

امام مظلومؑ نے فرمایا۔ خدایا! میرا یہ بچہ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہیں ہوگا۔ خدایا! تو اس وقت ہماری امداد کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتا تو اس کے بدلے ہمیں صلہ عطا فرما (کہ جس سے ہمارے ثواب اور درجات اخروی میں اضافہ ہو۔)

(بحار الانوار: ۴۵/۴۷، جلال العوان/۴۰۷)

بعض نے اس طرح نقل کیا ہے: امامؑ بچے کو لشکر کے سامنے لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا:

أَمَا تَرَوْنَهُ كَيْفَ يَتَلَطَّى عَطَشًا، فَاسْقُوهُ شَرْبَةً مِّنَ الْمَاءِ

”کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ بچہ پیاس کی شدت سے کس طرح جل رہا ہے، اسے پانی دے دو۔“

لشکرِ اشقیاء کے بعض افراد ایک دوسرے کو سرزنش کرنے لگے اور کہنے لگے: اگر اس بچے کو ایک گھونٹ پانی دے دیا جائے تو کیا ہو جائے گا؟ لشکر کے درمیان ایک بالچل سی چیخ گئی۔ عمر سعد نے جب یہ دیکھا کہ نزدیک ہے کہ لشکر بغاوت کر دے تو اس نے حرمہ کی طرف منہ کر کے کہا تو حسینؑ کا جواب کیوں نہیں دیتا۔

وہ بولا: اے امیر باپ کا جواب دوں یا بیٹے کا؟

اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ باپ کو نشانہ بناؤں یا بیٹے کو۔ عمر سعد نے کہا: مگر تجھے بچے کے گلے کی سفیدی نظر نہیں آرہی؟ حرمہ نے اپنے گھوڑے کو اڑ لگائی اور ایک بلند مقام پر پہنچ کر گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے بچے کی طرف تیر چلایا جس سے بچے نے مرغِ لعل کی طرح تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

• (ابی جحف لکھتے ہیں، مقتل ابی جحف/۱۳۰)

فَذَبِحِ الطِّفْلَ مِنَ الْأَذْنِ إِلَى الْأَذْنِ

(اس زہر آلودہ تیر نے علیؑ اصغر کو ایک کان سے دوسرے کان تک کاٹ دیا اور امام مظلومؑ نے خون علیؑ اصغر ہاتھوں میں اکٹھا کر کے فضا میں اچھال دیا اور فرمایا خدا یا اس قوم پر گواہ رہنا گویا انھوں نے نذرمان رکھی ہے کہ خاندانِ پیغمبرؐ کے ایک فرد کو بھی باقی نہ چھوڑا جائے۔

ثُمَّ رَجَعَ بِالطِّفْلِ مَذْبُوءٍ حَاوِذَهُ يَجْرِي عَلَى صَدْرِ الْحُسَيْنِ

”اس کے بعد آپؑ اس مقتول بچے کو لیے واپس چلے گئے اس حالت میں کہ بچے کے گلوئے اقدس کا خون آپؑ کے سینہ مبارک پر بہہ رہا تھا۔ (ریاض القدس ۱۰۱/۲) سپہر محرم رقم طراز ہیں علیؑ اصغر جو کہ چھ ماہ کے تھے ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہ ہونے کے سبب بھوک اور پیاس کی حالت میں رو رہے تھے۔

امامؑ نے فرمایا میرے بیٹے علیؑ اصغر کو مجھے دیجئے تاکہ میں اس سے وداع کر سکوں۔ آپؑ نے بچے کو پکڑ کر بچے کو چوما اور فرمایا وائے ہو اس قوم پر یہ وہ روز ہے کہ جس روز تمہارے جد محمدؐ اس قوم کے دشمن ہوئے۔

امامؑ بچے کو لائے اور دشمنوں کی صف کے سامنے رکھ دیا۔

گویا کہہ رہے تھے۔ بارالہا! میرے خزانے میں اس گوہر کے علاوہ کچھ نہیں بچا، میں اسے بھی تیرے راستے میں قربان کرنا چاہتا ہوں۔ پھر کو فیوں سے فرمایا:

اے آلِ ابوسفیان کے شیعو! اگر تم مجھے مجرم خیال کرتے ہو تو مجھے یہ بتاؤ کہ اس بچے کا کیا گناہ ہے اسے تو پانی دے دو! کہ پیاس کی شدت سے اس کی ماں کی چھاتی کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ کسی نے آپؑ کی بات کا جواب نہ دیا، حُرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر آپؑ کی طرف چلایا وہ تیر ہوا میں لہراتا ہوا علیؑ اصغر کے گلوئے نازک میں

پیوست ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا۔

صاحب عوالم کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے بدن کو اس کے خون میں غوطہ کیا۔ شرح میں مرقوم ہے کہ آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور اس پر نماز پڑھی اور اپنی تلوار سے زمین میں گڑھا کھود کر بچے کو دفن کر دیا۔
(ناخ التواریخ ۳۶۳/۲۱)

اور ایک دوسری روایت کے مطابق جناب زینبؑ بچے کو خیمے سے باہر لائیں، اپنے بھائی کے نزدیک پہنچیں اور عرض کیا: اے بھائی اس بچے نے تین روز سے پانی نہیں پیا، اس کے لیے اس قوم سے پانی طلب کیجئے۔

آپؐ نے بچے کو لیا اور میدان میں پہنچے جب عمر سعد لعین کے نزدیک آئے تو فرمایا: اے لوگو! تم نے میرے شیعوں اور اہل بیتؑ کو قتل کر دیا اور میرے ساتھ کئے ہوئے وعدہ بیعت کو توڑ دیا مجھ سے ہاتھ اٹھا لو تا کہ میں اپنے جد کے حرم مطہر کی طرف چلا جاؤ یا (کم از کم) مجھے پانی ہی دے دو اب میرا سواے عورتوں اور بچوں کے کوئی بھی نہیں بچا کہ جو نیزہ تلوار نہیں چلا سکتے۔

وَبَلَّغَكُمْ اسْقُوْهُ هَذَا الرَّضِيعَ اَمَّا تَرَوْنَهُ كَيْفُ يَتَلَطَّى عَطْشًا مِنْ غَيْرِ زَنْبٍ اَنَّا هُ الْيَتِيْمُ

”وائے ہوتم پر، اس بچے کو پانی دے دو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ پیاس سے تڑپ رہا ہے اور بیچ و تاب کھا رہا ہے“

یا مچھلی کی طرح منہ کھول اور بند کر رہا ہے۔ پاؤں جو اس کے کہ اس نے تمہارا کوئی گناہ نہیں کیا۔

امام مظلومؑ ان لوگوں سے یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ ناگاہِ حرمہ بن کابل ملعون نے چلہ کمان میں تیر رکھا اور امام مظلومؑ کی طرف چلایا۔ یہ تیر اس بچے کے گلوئے مبارک

پر لگا اور اس کے گلے کو چھید کر رکھ دیا۔

(مہج الاحزان/۲۴۳- اوقات الایام خبائی/۴۵۱ الدمعۃ السابکۃ کی نقل کے ساتھ)

اور حمید بن مسلم سے منقول ہے کہ ابن زیاد کے لشکر میں تھا اور میری نظر اس بچے پر تھی جو سید الشہداء کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک نورانی مخدرہ خیمے سے باہر تشریف لائیں کہ جن کا نور آفتاب کو شرماتا تھا۔ ان کے پاؤں دامن میں الجھ رہے تھے، کبھی گرتی تھیں اور کبھی اٹھتی تھیں اور فریاد کناں تھیں۔

وَالْوَلَدَاهُ وَالْفَتِيلَةُ وَأُمُّهُ جَهَ قَلْبَاهُ

”ہائے میرا بچہ، ہائے میرا مقتول ہائے میرے دل کا سکون“

جب وہ اس بچے کے نزدیک پہنچیں تو اپنے آپ کو اس کے اوپر گرا دیا۔ پھر کچھ لڑکیاں دوڑتی ہوئیں خیمے سے باہر آئیں اور اس شہید بچے پر آگریں۔ سید الشہداء جو کہ قوم اشقیاء سے گفتگو فرما رہے تھے، جب یہ حال دیکھا تو اس طرف آئے اور انھیں وعظ و نصیحت کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ خیمے میں پلٹا دیا۔

جو لوگ نزدیک کھڑے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا: یہ بی بی کون ہے۔

انھوں نے جواب دیا۔ یہ اُمّ کلثوم ہیں اور وہ بچیاں فاطمہ، سکینہ اور رقیہ ہیں۔

(مہج الاحزان/۲۴۴)

طبری مرحوم لکھتے ہیں: جب امام کے اصحاب اور اقرباء شہید ہو گئے اور آپ کے بیٹے زین العابدین اور شیر خوار عبداللہ کے سوا کوئی باقی نہ بچا تو آپ خیمے کے سامنے آئے اور فرمایا:

نَاوِلُونِي ذَالِكَ الْطِفْلَ حَتَّىٰ أُودِعَهُ

”یہ بچہ مجھے دے دیجئے تاکہ میں اسے الوداع کر سکوں“ آپ نے بچے کو اٹھایا

اور اسے چومتے ہوئے فرمایا: اس قوم پر افسوس کہ محمدؐ ان سے بے زار ہوئے۔

ناگاہ ایک تیر اس شیر خوار کے گلوئے اقدس پہ لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ پس امام مظلوم گھوڑے سے اترائے اور غلاف شمشیر سے زمین کو کھود کر بچے کا لاشہ خون آلودہ کر کے اس میں دفن کر دیا۔ (احتجاج ۳۲/۲)

نیز خوارزمی رقم طراز ہیں: حسینؑ گھوڑے سے اترے اور بچے کو دفن کرنے کے لیے زمین کو کھودا۔ بچے کے بدن پر خون ملا، اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔ (مقتل خوارزمی: ۳۲/۲)

مورخین عامہ میں سے اکثر نے شیعہ مورخین کی طرح نقل کیا ہے کہ سید الشہداءؑ اپنی تلوار سے زمین کو کھودا اور اس بچے کو دفن کر دیا۔ ہم یہاں بعض روایات نقل کرتے ہیں۔

شوستری مرحوم اس ضمن میں لکھتے ہیں: بعض روایات کے مطابق امام حسینؑ نے اس شیر خوار بچے کے لیے قبر کھودی اور اسے دفن کر دیا۔ شاید اس راز کی چند وجوہات ہوں۔

(۱) ممکن ہے کہ تنہائی کی وجہ سے اس بچے کو سپرد خاک کر دیا ہو۔

(۲) دوسرے شہدا کی طرح اس بچے کا سر بدن سے جدا نہ ہوا تھا۔

(۳) اسے اس لیے دفن کر دیا کہ (دوسرے شہداء کے لاشوں کی طرح) تین روز

تک زمین پر رہنے و عریاں نہ پڑا رہے۔

(۴) یہ کہ گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال نہ ہو۔

(۵) یہ کہ امام اور (اہل حرم) سکت نہیں رکھتے تھے کہ اس بچے کے بدن کو دوسری

بار اس حالت میں دیکھیں۔

البتہ امامؑ کے لیے اپنے اصحاب کے بارے میں جو کچھ ممکن تھا آپؑ نے کیا۔ مثلاً

ان کے لاشوں کو جمع کیا اور بعض کو بعض کے پاس رکھا۔ اکثر کو خود اٹھا کے لائے اور اگر دوسرے اٹھا کرنے لائے تو آپ نے ان کا ساتھ دیا۔ (الخصائص الحسیدہ / باب الجنائز) لیکن ان لوگوں نے امام کو اپنے مقصد تک نہ پہنچنے دیا۔

اور شاید آپ کی خواہش ہو کہ بچے کی نماز جنازہ پڑھنے سے خود کو سکون میسر آئے۔ علی اصغر مرمیدان نہیں تھے، انھوں نے جنگی لباس نہیں پہن رکھا تھا، وہ شمشیر زن نہیں تھے۔ اور کسی بھی قوم میں بچے کو گناہ گار نہیں سمجھا جاتا اور کوئی بھی بچے کو قتل نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو سہ شعبہ تیر استعمال نہیں کرتا۔ لہذا امام سے منسوب اس شعر میں۔

لَيْتَكُمْ فِي يَوْمٍ عَاشُورَ جَمِيعًا تَنْظُرُونِي
كَيْفَ أَسْتَسْقِي لَطْفِي فَأَبُو أَنْ يَرْحَمُونِي
امام نے صرف اسی مقتول کو یاد کیا۔

بہر حال آپ نے بچے کی نماز جنازہ پڑھ کر اور اسے دفن کر کے خود کو تسلی دی۔ ابوخلیق کو مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے اس سے پوچھا: اے ملعون! میدان کر بلا میں ہمارے آقا حسین علیہ السلام پر کبھی تیرا دل کڑھا؟

اس نے کہا: ہاں اے امیر! ایک دفعہ میرا دل اس قدر کڑھا کہ میں نے خدا سے اپنی موت کی دعا مانگی تا کہ حضرت کی اس حالت زار کو نہ دیکھوں۔ مختار نے کہا: بیان کرو کہ وہ کون سی حالت تھی؟ اس نے جواب دیا: اے امیر جب سید الشہداء اپنے بچے کو اپنی عبا سے ڈھانپ کر میدان سے پلٹے تو آپ خیموں کی طرف بڑھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ایک جلیل القدر خاتون جس نے سر پر چادر اوڑھ رکھی تھی اور چہرے پر نقاب لے رکھی تھی، خیمے سے باہر کھڑی تھی۔ گویا اس بچے کی ماں ہو اور بچے کا انتظار کر رہی ہو۔

جب امام کی نظر بچے کی منتظر ماں پر پڑی تو امام ٹھہر گئے دوبارہ خیمے کی طرف چلے، پھر شرمندگی محسوس ہوئی تو واپس آئے۔ یہاں تک کہ امام تین دفعہ خیمے کی طرف بڑھے اور واپس آئے اور علی اصغر کی ماں سے شرمندگی محسوس کی۔ جب میں نے حسینؑ کی اس حالت کو دیکھا تو میرا جگر کباب ہو گیا۔

مختار نے کہا: اے ملعون آخر کار کیا ہوا؟

اس نے جواب دیا اے امیر بالا خرا امام گھوڑے سے اترے اور بچے کو زمین پر رکھ دیا غلاف شمشیر سے قبر کے لیے گڑھا کھودا، بچے پر نماز پڑھی اور اسے سپرد خاک کر کے لوٹ گئے۔

مختار نے جب یہ سنا تو ایک آہ بھری اور اس پر غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو اپنا گریبان پھاڑ لیا اور سر و سینہ پر ماتم کرتے ہوئے فرمایا: امام حسینؑ کی یہ آخری حالت سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ یا پھر گھوڑوں کے سموں کے تلے پامال کیا جانا۔

ابوخلیق نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم، ان ظالموں نے اس بچے کے بدن کو پھر بھی سلامت نہ چھوڑا۔ گیارہ محرم کو جب تمام شہیدوں کے سر فخر و مباہات کے اظہار کے لیے نیزوں پر بلند کئے گئے اور انعام کے حصول کے لیے ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو ابوایوب غنویؓ جو بیلداروں کا سرکردہ تھا، کوشدء میں سے ایک کا سر نہ ملا۔ اس نے بیلداروں کو حکم دیا کہ زمین کر بلا کو کھودو اور اس بچے کی لاش کو تلاش کرو۔ جب لاش برآمد ہوئی تو انھوں نے علی اصغرؑ کے سر کو کاٹا اور نیزے پر سوار کر کے کوفہ لے آئے۔

ابوخلیق کا کہنا ہے۔ میں ابن زیاد کے دربار میں موجود تھا، میں نے دیکھا کہ حسینؑ اور علی اصغرؑ تھے، حسینؑ کا چہرہ ہمیشہ علی اصغرؑ کے چہرے کی طرف رہتا تھا (یہاں مناسب

محسوس ہوتا ہے کہ ایک داستان بھی نقل کی جائے

بنی اسرائیل کا ایک جوان تھا جس کا وسیلہ روزگار ایک گائے اور ایک بچھڑا تھا ایک دن اس نے گوشت کے حصول کے لیے بچھڑے کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اس کے ماں کے سامنے اس کو ذبح کرنے لگا۔

گائے نے اپنے سر پریدہ بچے کو دیکھا تو اس قدر چیخی کہ درودیوار لرز گئے اور اس کے آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہونے لگی۔ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا تو فوراً بنی اسرائیل کے اس جوان کے ہاتھ شل ہو گئے۔

وہ جوان حضرت موسیٰ کے پاس آیا اور ان سے شفاعت طلب کی۔ حضرت غصے میں آ گئے اور اسے خود سے دور بھاگاتے ہوئے فرمایا: تو کس قدر بے رحم اور بے انصاف ہے کہ تو نے ماں کے سامنے بچے کا سر جدا کر دیا۔ (ریاض القدس ۱۰۳/۲، ۱۰۵)

ایک دفعہ امام جعفر صادق کا شاعر کمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کچھ اشعار اور مرثیہ پڑھا۔ آنحضرت نے شدید گریہ فرمایا۔ اہل حرم جو پردے کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ نے بھی نالہ و زاری بلند کی۔

ناگاہ ایک کنیر پردے کے پیچھے سے برآمد ہوئی اور ایک بچے کو امام جعفر صادق کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت کا گریہ اور بھی شدید ہو گیا، اور آپ کی پس پردہ بیٹھی مخدرات کی صدائے گریہ بلند ہو گئی۔ (معالی السطین ۱/۲۶۰)

منہال ابن عمرو کہتا ہے: میں کوفہ سے سفر چ پر روانہ ہوا اور واپسی پر مدینہ میں علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: محمد کی کیا خبر ہے۔

میں نے عرض کیا: کوفہ میں ابھی زندہ ہے۔

آپ نے اپنے دست مبارک بلند کیے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَذِفْهُ حَرَّ الْحَدِيدِ اَللّٰهُمَّ اَذِفْهُ حَرَّ الْحَدِيدِ اَللّٰهُمَّ اَذِفْهُ حَرَّ النَّارِ
 ”خدا یا! اسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھا، خدا یا! اسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھا، خدا یا
 اسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھا۔“

منہال کہتا ہے جب میں کوفہ پہنچا تو مختار خروج کر چکے تھے میں سفر کی تھکن کے
 سبب کچھ روز گھر میں رہا اس کے بعد مختار سے ملاقات کے لیے گیا۔ میں ان کے گھر
 سے باہر ان سے ملا تو انھوں نے کہا: تم مجھے ملنے اور مبارک باد دینے کیوں نہیں آئے؟
 میں نے کہا میں مکہ گیا ہوا تھا۔ ہم ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کناسہ کوفہ میں پہنچے!
 وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، جیسے (مختار) کسی چیز کا انتظار کر رہے ہوں، اچانک ایک
 گروہ دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے امیر خوش خبری ہو کہ ہم نے حرمہ کو گرفتار کر لیا۔ وہ
 تھوڑی ہی دیر میں اسے (دست بستہ حالت میں) لے آئے۔

جب مختار نے اسے دیکھا تو حمد خداوندی بجالائے کہ اس ذات نے انھیں ظفریاب کیا
 پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو۔ اور اس کے بعد اسے آگ میں پھینک دو۔
 جب میں نے یہ دیکھا تو پکار اٹھا: سبحان اللہ! مختار نے پوچھا تیرا نتیجہ پڑھنے سے کیا
 مطلب ہے؟ میں نے امام سجادؑ سے اپنی ملاقات اور ان کی نفرین کا واقعہ نقل کیا۔ مختار
 نے کہا: تجھے خدا کی قسم! تو نے یہ الفاظ علی بن الحسینؑ سے سنے؟ میں نے کہا: ہاں! مختار
 (شکر گزاری کے لیے) گھوڑے سے اتر آئے، دو رکعت نماز پڑھی اور طویل سجدہ
 شکر کیا۔ واپسی میں اکٹھے چلتے ہوئے جب میرے گھر کے نزدیک پہنچے تو میں نے مختار
 کو دعوت دی کہ میرے گھر کھانا تناول کیجئے۔ مختار نے کہا: اے منہال تو نے مجھے خبر دی
 اور حضرت علی بن الحسینؑ کی دعا میرے ہاتھوں مستجاب ہوئی۔ روزہ رکھوں گا۔

(بحار الانوار: ۴۵/۳۳۲ باب احوال المختار، ج: منتہی الآمال ۱/۴۵۱)

حضرت امام باقرؑ سے روایت ہے کہ آپ نے عقبی بن بشر اسدی سے فرمایا: بنی

اسد کے سر پر ہمارا خون ہے میں نے عرض کیا۔ اے ابو جعفر آپ پر خدا کی رحمت ہو میرا کیا گناہ ہے اور وہ خون کس کا ہے۔؟

آپ نے فرمایا امام حسینؑ کا ایک بچہ ان کے پاس لا کر ان کی گود میں ڈالا گیا، تو تم بنی اسد میں سے ایک شخص نے اسے تیر کا نشانہ بنایا اور ذبح کر دیا۔ امام حسینؑ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس کے خون سے لبریز کیا اور زمین پر پھینک دیا۔

(شیعہ روایت کے مطابق ہوا میں اچھال دیا) پھر فرمایا:

رَبِّ اِنَّكَ حَسِبْتَ عَنَّا النَّصْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَاَجْعَلْ ذٰلِكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ وَّاَنْتَقِمُ لَنَا مِنْ هٰؤُلَاءِ الظَّالِمِيْنَ

”پروردگار! اگر تو اس وقت ہماری امداد میں مصلحت نہیں سمجھتا تو ہمیں اس کا بیشتر صلہ عنایت فرما اور ان ستمگاروں سے ہمارا انتقام لے۔“

(نفس المہوم/ ۳۳۹ تاریخ طبری: ۵/ ۴۴۸)

(سردار کر بلا صفحہ: ۵۳۶ تا ۵۳۱)

سو گناہ آل محمدؐ

﴿علامہ محمد محمدی اشتہاردی﴾

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت

امام کے ننھے شہید علی اصغرؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ شہید ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر چھ ماہ تھی۔ آپ کی والدہ ربابؑ تھیں جو امراؤ القیس کی بیٹی تھیں، حضرت سیکندہؑ آپ کی پدری و مادری بہن تھیں۔ اس بچے کے بارے میں علامہ مجلسی جلا العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض علمائے مقاتل نے اس کا نام علیؑ اصغر لکھا ہے۔

کتاب منتخب التواریخ میں منقول ہے کہ زیارات عاشورہ میں ذکر ہوا ہے:

وَعَلَىٰ وَلَدِكَ عَلِيٍّ الْأَصْغَرِ الَّذِي فُجِعَتْ بِهِ

”آپ کے فرزند علی اصغر پر سلام ہو کہ جس کی شہادت کی وجہ سے آپ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔“

ہم ذیل میں امام کے اس ننھے مجاہد شہید کی شہادت اختصار کے ساتھ سیر قدر طاس کرتے ہیں۔

غریب کربلا اپنی چھوٹی بہن سیدہ اُمّ کلثوم کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا: اے میری بہن! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے اس معصوم شیر خوار فرزند کی حفاظت کرنا، کیونکہ یہ چھ ماہ کا ہے، اس لیے یہ دیکھ بھال کا محتاج ہے۔ اُمّ کلثوم نے عرض کیا کہ بھائی! اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا، اس قوم جفا کار سے اس کے لیے پانی طلب کیجئے۔

امام نے علی اصغر کو اپنی آغوش میں لیا اور سپاہ یزید کی طرف گئے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: تم نے میرے بھائیوں، بھتیجیوں، بھانجوں اور اصحاب کو شہید کیا، ان میں سے فقط یہی بچہ باقی رہ گیا ہے، اور پیاس کی شدت سے پرندے کی طرح منہ کھولتا ہے اور بند کرتا ہے، اس بچے کا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس لایا ہوں اس کے لیے دو گھونٹ پانی کا سوال ہے۔

يَا قَوْمُ إِن لَّمْ تَرَوْا حَمُونِي فَأَرْحَمُوا هَذَا الْوَلَدَ أَمَا تَرَوْنَهُ كَيْفَ يَتَلَطَّى

عَطَشًا

”اے قوم! اگر تم میرے اُوپر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو، کیا تم اس بچے کو نہیں دیکھ رہے کہ کس طرح شدت پیاس اور حرارت سے منہ کھولتا ہے اور بند کرتا ہے“

ابھی امام معصوم کی گفتگو مکمل نہ ہوئی تھی کہ عمر سعد کے اشارے پر حرمہ بن کاہل اسدی نے اصغرؑ کے نازک گلے کو تین شعبے تیر کا ہدف قرار دیا۔ تیر مظلوم کے گلے پر پیوست ہوا۔

فَذَبِحَ الطِّفْلُ مِنَ الْوَرِّ يُدِ إِلَى الْوَرِّ يُدِ، أَوْ مِنَ الْأُذُنِ إِلَى الْأُذُنِ
”تیر بچے کی دائیں رگوں سے لے کر بائیں رگوں تک اور ایک کان سے لے کر دوسرے کان تک چھیدنا گیا۔“

شاعر نے امام کے ننھے مجاہد کی شہادت پر اس طرح خون کے آنسو بہائے ہیں:-

گفت آیا قوم روح پیکرم این است
آنھمہ اصغر بدند اکبرم این است
حجت کبری روز محشرم این است
ثانی حیدر علی اصغرم این است
اینکہ بدین کودکی گناہ ندارد
یا کہ سر رزم این سپاہ ندارد
جای دھید آنکہ را پناہ ندارد
بسکہ دل افسردہ است آہ ندارد
ناگہ از آن قوم از سعادت محروم
حرمہ اش ترکین فلند بہ حلقوم
حلق وراخت و جست از شہ مظلوم
از شہ مظلوم آن شعبہ مسموم
رد شدو سرزد بہ احمد مرسل

ترجمہ اشعار:-

میں نے کہا کہ اے قوم یہ میرے جسم کی جان ہے۔ وہ سب اصغر تھے یہ میرا اکبر
 ہے قیامت کے دن یہ میری سب سے بڑی حجت ہے میرا یہ علی اصغر حیدر ثانی ہے۔
 اس کا بچپن میں کوئی قصور نہیں، میدان جنگ میں اس کی کوئی سپاہ بھی نہیں، اس کو پناہ دو
 جس کی کوئی پناہ نہیں، دل اتنا غم زدہ ہے کہ لبوں تک آہ بھی نہیں آ رہی۔ سعادت سے
 محروم اس قوم میں خرمہ نے یہ سن کر ایک تیر اس کے حلق کی طرف پھینکا جو اس کے گلے
 پر لگ کر امام مظلوم کو لگا اور مظلوم سے اچھل کر وہ زہر آلود سہ شعبہ تیر بلند ہوا، اور احمد
 مرسل کے دل پر جا لگا۔

قَاتِلِي بِهِ نَحْوَ اللَّسَامِ مُنَادِيًا
 يَا قَوْمُ هَلْ قَلْبٌ لِهَذَا يُخْشَعُ
 فَرَمَاهُ حُرْمَةً بِسَهْمٍ فِي الْحِشَاءِ
 بِيَدِ الْخُتُوفِ وَالْقَتْلِ مَنْ لَا يَجْزَعُ

”یعنی وہ اس بچے کو پست قوم کی طرف لے کر آئے درحالات کہ وہ صدادے رہے
 تھے، اے قوم! کس کے اندر دل دھڑکتا ہے اور کون ہے جو خوف خدا سے ڈرے اور اس
 بچے کی طرف توجہ کرے؟ چہ جائیکہ وہ پانی دیتے، خرمہ نے کمان میں تیر جوڑا اور اس
 بچے کا نشانہ بنایا، جو کہ شدتِ پیاس اور ضعف سے جان بلب تھا۔“
 دید چون روی منیرش شدہ از خون گلگون
 روز اندر نظرش چون شب یلدا آمد
 (امامؑ نے) جب اس کا روشن چہرہ دیکھا کہ خون سے سرخ ہو گیا ہے تو دن ان کی
 نظر میں شب تاریک ہو گیا۔

زبانِ حال سے ربّ کا مرثیہ اصغرؑ

علی اصغرؑ ، ای مہ انورم
 شدہ ای جدا زچہ از برم
 من بینوا بہ تو مادرم
 ولدی علیؑ ، ولدی علیؑ
 بغدای روی ککوی تو
 دل مردہ زندہ زبوی تو
 چکنم زدست غدّی تو
 ولدی علیؑ ، ولدی علیؑ
 تو ضیاء لیلہ تار من
 زعمت برفتہ قرار من
 شدہ باغ ہجرؑ ، دچار من
 ولدی علیؑ ، ولدی علیؑ
 بگشای زگس و ناز کن
 لب غنچہ سایؑ، تو باز کن
 زجفای حرمہ راز کن
 ولدی علیؑ ، ولدی علیؑ

مرثیہ کا ترجمہ:-

”اے علی اصغرؑ! اے میرے روشن چاند، تم میرے پہلو سے کیوں جدا

ہو گئے ہو؟ میں بے نوا تمہاری ماں ہوں اے میرے بیٹے علی! اے
میرے بیٹے علی، میں تیرے حسین چہرے پر قربان، میرا دل مردہ
تیری خوشبو سے زندہ تھا۔ تیرے دشمن کے ہاتھ کا میں کیا کروں؟
اے میرے علی اصغر! اے میرے علی اصغر! تو میری تاریک رات کی
روشنی تھا۔ تیرے غم کی وجہ سے میرا سکون ختم ہو گیا میں داغ جدائی
سے دوچار ہو گئی اے میرے بیٹے علی اصغر! اے میرے بیٹے علی اصغر!
اپنی آنکھیں کھول ناز کر اپنے غنچے جیسے لب کھول حُرملہ کی جفا کا
بھید کھول۔ اے میرے بیٹے علی اصغر! میرے بیٹے علی اصغر!“

علی اصغر کی دل سوز شہادت

علی اصغر کی شہادت امام مظلومؑ پر اس قدر سخت اور دل سوز تھی کہ آپ نے سخت گریہ
کیا اور آپ نے بارگاہِ الہی میں عرض کیا کہ اے خدا! میرے اور اس قوم جفا کار کے
درمیان فیصلہ کر کہ انھوں نے پہلے مجھے دعوت دی کہ ہماری رہبری و رہنمائی کرو لیکن
اب میرے قتل کا اقدام کر رہے ہیں، اس وقت آسمان کی طرف سے ایک ندا آئی۔

يَا حُسَيْنُ دَعْدُ فَإِنَّ لَكَ مَرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ

”اے حسین! اصغرؑ کی فکر نہ کرو، جنت میں اس کو دودھ پلانے کے لیے ایک دایہ

تیار ہے۔“ (تذکرۃ الخواص سبط بن جوزی صفحہ ۱۴۴)

یہ آواز حسینؑ کو حوصلہ دینے کے لیے تھی تاکہ آپ اس مصیبت ولسوز کو استقامت
سے برداشت کر سکیں۔

علی اصغرؑ کی شہادت اہل بیتؑ اطہار کے لیے بہت سخت مصیبت تھی، کیونکہ ظالموں،
سفاکوں اور درندہ صفت انسانوں نے حسینؑ کے ننھے مجاہد کو بھی خون میں نہلا دیا۔ جب

امام مظلوم شہید ہو چکے تو گیارہ محرم کو حضرت سیکنہ شہدائے کربلا کی لاشوں پر آئیں اور آپ نے سخت گریہ کیا یہاں تک کہ اس قیامت خیز منظر کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئیں، امام مظلوم نے بے ہوشی کے عالم میں حضرت سیکنہ کے لیے چند اشعار پڑھے، اور تاکید کی کہ سیکنہ! ان اشعار کو میرے محبوبوں، شیعوں، عزاداروں اور ماتم داروں کے لیے پڑھنا۔

لَيْتَكُمْ فِي يَوْمِ عَاشُورَہ جَمِيعًا تَنْظُرُونِي
كَيْفَ اسْتَسْقَى لِطِفْلِي قَابُوا اَنْ يَّرْحَمُونِي
وَسَقُوهُ سَهْمًا بِغِي عَوَضَ الْمَاءِ الْمَعِينِ
يَا لِرَزْوٍ وَمُصَابٍ هَذَا اَرَّكَانُ الْحُجُونِ

”اے میرے شیعو! کاش تم عاشور کے دن کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی طلب کر رہا تھا۔ مگر اس قوم جفا کار نے مجھ پر ذرا رحم نہ کیا، بلکہ انھوں نے پانی کے بجائے میرے بچے کو ظلم کے تیر سے سیراب کر دیا۔ یہ حادثہ اس قدر دل سوز اور جان لیوا تھا کہ اس سے مکہ کے پہاڑ بھی لرزہ بر اندام ہو گئے۔

سیکنہ کی علی اصغر کے لاشے سے ملاقات

ارباب مقاتل نے لکھا ہے کہ علی اصغر باپ کی آغوش میں تڑپ رہے تھے۔ حصین بن تمیم نے امام حسین یا علی اصغر کی طرف ایک تیر پھینکا، وہ تیر امام مظلوم کے لبوں پر لگا اور آپ کے لبوں سے خون جاری ہو گیا۔ امام نے گریہ کیا اور بارگاہ الہی میں عرض کیا خدایا! یزیدیوں نے میرے اہل بیت، بچوں، جوانوں، رفقاء اور اصحاب کو جس ظلم سے شہید کیا ہے میں اس کی تیرے دربار میں شکایت کرتا ہوں۔

ابو مخنف نے روایت نقل کی ہے کہ امام مظلوم علی اصغر کو خیام کی طرف لے جا رہے تھے جبکہ اس وقت اس کے گلے سے خون بہہ رہا تھا، سیکنہ نے آگے بڑھ کر امام کا

استقبال کیا اور عرض کیا۔

يَا أَبَتُ لَعَلَّكَ سَعَيْتَ أَخِي الْمَاءِ

”بابا جان! کیا آپ میرے بھائی کو پانی سے سیراب کر لائے۔“

امام کی بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے فرمایا:

بَنِيَّةُ هَٰذَا أَخَاكَ مَذْبُوحًا بِسَهْمِ الْأَعْدَاءِ

”سیکنہ بیٹی! دوڑ کر آؤ، اپنے بھائی کو لے لو دشمن کے تیر سے اس کا سر جدا، چکا ہے۔“

خدائی جانتا ہے کہ اس محشر خاموش میں سیکنہ پر کیا گزری؟

فضیلت وہی جس کی دشمن گواہی دے

عمر سعد کے لشکر کا ایک سپاہی جو کر بلا کے شہیدوں کے قتل کرنے میں برابر کا شریک تھا اس سے ایک شخص نے اس سے کہا: ہلاکت ہو تم پر! تم کس طرح فرزندِ رسولؐ کو کر بلا کے دشت میں قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے؟

اس نے جواب میں کہا: تیرے دانتوں کے نیچے پتھر! خاموش ہو جا اگر تو بھی کر بلا میں ہوتا تو وہی کام کرتا ہے جو ہم نے کیا ہے، امام حسین علیہ السلام کے انصار اور مددگاروں نے ہمارے اوپر حملہ کیا، ان کے ہاتھوں میں تلواروں کے دستے تھے۔ اور وہ درندہ اونٹوں کی طرح ہمارے سواروں کو دائیں اور بائیں جانب سے رگڑتے تھے اور اپنے آپ کو موت پر گراتے تھے گویا وہ موت پر جاگریں یا موت ان کی قسمت میں لکھی ہو۔ اور اگر ہم ان پر ہاتھ نہ اٹھاتے تو ہمارا ایک فوجی بھی باقی نہ بچتا۔

فَمَا كُنَّا فَا عِلِينَ لَا أُمَّ لَكَ

”تیری ماں مرے! اگر ہم ان کا راستہ نہ روکتے تو پھر کیا ہم سارے ہلاک ہو

جاتے؟“ (سوغنامہ آل محمد صفحہ: ۲۴۲ تا ۲۵۰)

نہر المصائب

علامہ مرزا قاسم علی کر بلائی

منتخب اور مقتل ابو مخنف میں منقول ہے کہ جب روز عاشورہ درمیان امام حسینؑ اور عمر سعد کے لڑائی قرار پائی اور سب اصحاب و اقربا حضرت کے درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی شخص بجز عورات اور چند اطفال خردسال کے باقی نہ رہا، اُس وقت جناب نے بے گاہ حسرت و یاس طرف لاشہائے انصار اور اقربا کے کہ بہتر بزرگوار تھے، ملاحظہ کیا دیکھا کہ وہ شہدائے راہ خدا مانند جناب عباسؑ اور عونؑ و محمدؑ اور قاسمؑ و علی اکبرؑ اور سب بھائی اور بھتیجے اور بھانجے مثل گوسفندانِ قربانی بخاک و خون آلودہ ریگزار گرم پر پڑے ہیں اور مثل شیروں کے خواب گاہ شہادت میں سوتے ہیں۔

اس وقت مظلوم امام کر بلا ان کی جدائی پر شدت روئے اور فریاد کرنے لگے کہ افسوس کیا غربت و تنہائی اور کمی انصار کی ہے بعد اس کے متوجہ طرف خیام کے ہوئے، تاکہ اہل بیت سے رخصت ہوں۔ پس دروازہ خیمہ پر کھڑے ہو کے آواز دی کہ اے بہن میری زینبؑ و اُم کلثومؑ، اے سکینہؑ اور اے ربابؑ تم سب کو سلام آخرمیرا بچہ کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں کہ وہ نگہبان تمہارا ہے۔ آہ! یہ سنتے ہی سب بخد رات عصمت بیتابانہ و پریشان سر برہنہ روتی ہوئیں درخیمہ پر آئیں، دیکھا کہ حضرت کھڑے رو رہے ہیں، آہ اس وقت کوئی معظمہ دامن حضرت سے اور سموں سے ذوالجناح کے لپٹ گئی اور کوئی روتے روتے زمین پر گر پڑی، پس امام حسینؑ متوجہ ہوئے اپنی بہن جناب زینبؑ کی طرف اور فرمایا کہ اے بہن اب میں شہادت پر آمادہ ہوں اور طرف لشکر اعدا کے جاتا ہوں اور حال اس طفل شیرخوار کا بسبب پیاس کے متغیر دیکھتا ہوں، پس مجھے ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی تدبیر پانی کی کروں۔ یہ سن کر

جناب زینبؓ بہت روئیں اور عرض کی کہ فدا ہو جان بہن کی آپ پر کیونکر حال اس بچے کا متغیر نہ ہو کہ تین شبانہ روز گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا نہیں پیا ہے اور نایابی آب سے دودھ تک اس کی ماں کا خشک ہو گیا ہے۔ یہ سن کر امام حسینؑ شدت روئے اور اُس شیر خوار کو زینبؓ خاتون کی آغوش سے لے کر اپنے آگے قربوس ذوالجناح پر بٹھالیا اور بسبب کمال محبت کے بہ حسرت و یاس صورت اُس کی دیکھتے تھے اور تشنہ لبی پر اُس شیر خوار کی روتے تھے اور اُسے پیار کرتے جاتے تھے۔ پس حضرت سامنے لشکر اعدا کے کھڑے ہوئے اور اُس بچے کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل اقدس نمایاں تھی اور اس وقت باؤں بلند واسطے اتمامِ حجت کے فرمایا: ”اے اہل کوفہ و شام آیا رسولُ خدا نے اپنی اُمت سے یہی وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے بددعا و عناد پیش آنا اور ان کو بظلم و ستم قتل کرنا، مقامِ حیرت ہے کہ راکب و مرکب تمہارے نہر جاری سے سیراب ہوں اور پانی پینا جانور ان درندہ تک کا تمہیں گوارا ہو اور اولاد رسولُ خدا کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے اور ان پر اس قدر ممانعت پانی کی ہو کہ وہ نایابی آب سے بجائے وضو کے تیمم کریں۔ ہائے کیا قیامت ہے کہ کفار ترک و دیلم تک کو تمہاری اجازت ہو کہ جس قدر چاہیں نہر فرات سے سیراب ہوں، مگر کیا غضب ہے کہ اطفالِ خرد سال تک اہل بیتؑ رسولِ خدا کے شدتِ تشنگی سے جان بلب ہوں، آہ تین شبانہ روز پیہم گزر چکے ہیں کہ تم نے ہم آلِ رسولؐ پر پانی حرام کر دیا ہے۔“

آہ! مومنین جان ہماری قربان ہو ان لب ہائے خشک پر کہ جن سے فرماتے تھے کہ اے قومِ ناانصاف وائے ہوتم پر کہ تم نے بھائی اور فرزند اور اعوان و انصار و شیعہ میرے آج سب قتل کیے اور اب کوئی باقی نہیں ہے سوا اس شیر خوار کے کہ یہ بھی تین شبانہ روز سے پیاسا ہے۔ پس اسے ایک جرہ پانی کا پلا دو کہ یہ شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے۔

آہ! حضرت ابھی اتمامِ حجت فرما رہے تھے کہ ایک بے رحم نے کہ نام اُس کا حرمہ تھا، ایک تیرِ مسموم طرف حضرت کے مارا کہ وہ تیرِ ستم حلقِ نازنین علی اصغر کو ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا اور بروایت وہ تیرِ جفا پہلوئے شیرِ خوار پر اس زور سے آ کر لگا کہ وہ شاہزادہ ہاتھوں پر امام حسینؑ کے تڑپنے لگا اس وقت حضرت نے آواز بلند فرمایا کہ ہائے اے نورِ نظر، ہائے اے پارہٴ جگرِ افسوس ہے کہ تجھ سے تشنہ لب کو قتل کیا، پس اُس شیرِ خوار نے بہ نگاہِ یاس طرف اپنے باپ کے دیکھا اور متہشم ہو کر رحلت کر گیا۔ پس امام حسینؑ مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خونِ زخمِ گلو سے اوس شیرِ خوار کے چُتو بھر کر طرفِ آسمان کے پھینکا اور جنابِ احدیت میں عرض کی کہ بارِ الہا تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان اعدا کے کہ ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ مظلوم پر کیے ہیں، یہاں تک کہ قتل کیا ان اشتیاق نے، اس طفلِ شیرِ خوار کو جو ہم صورتِ تھاتیرے رسولؐ کا پس اُس خونِ ناحق ریختہ سے ایک قطرہ تک زمین پر نہ گرا۔ پس مظلومِ کربلا مقتل سے طرفِ خیمہ کے تشریف لائے اور لاشِ اُس شیرِ خوار کی اس کی مادرِ ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا کہ اے ربابِ صبر کرو اس مصیبتِ عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالقِ آسمان و زمین ہے اور یہ امر باعثِ رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسے آبِ خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ پس مادرِ ستم رسیدہ اُس کی اُس بچے کو لے کر بوسے لینے لگی اور خونِ منہ اور گلوئے بریدہ سے پونچھتی تھیں اور زار زار روتی تھیں اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور منہ اپنا منہ پر اُس نورِ نظر کے رکھ کر یہ آہیں جگرِ خراش کرتی تھیں کہ ہائے اے پارہٴ جگر اے نورِ نظر ہائے اے راحتِ دل میرے ہائے افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ سے شیرِ خوار پر رحم نہ کیا اور تجھ سے تشنہ لب ہم شکلِ رسولِ خدا کو تیرِ ستم سے نخر کیا آہ شاید اس مظلومہ کی یہ غرض ہو کہ شتر کے بچہ کو بھی اس سن میں نخر نہیں کرتے ہیں نہ کہ تجھ

سے شیر خوار کو اعدائے نحر کیا اور وہ مظلومہ خون گلوئے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر لپتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اے علی اصغر مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ دودھ تمہارا پیکان تیر سے بڑھایا جائے گا۔ چنانچہ ابنِ نما نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حالِ مادرِ علی اصغرؑ کا نہایت متغیر پایا تو اُس نورِ چشم کو آغوش سے اس معظّمہ کے لے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاش اس بچہ کی لاشہائے شہدائے اہل بیتؑ میں رکھ دی۔

اور احتجاجِ طبری میں یوں منقول ہے کہ امام حسینؑ لاشِ علی اصغرؑ کو آغوش میں لے کر مقتلِ شہدائے تشریف لائے اور ذوالجناح سے اتر کر نوکِ شمشیر سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور خونِ حلقِ نازنینِ علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اس بچہ کے بجائے کفن کے ملا اور نمازِ جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اس نورِ نظر کو دفن کیا اور خاک کو برابر کر دیا اور بعد دفن کے قبر پر اس کی بہ شدت روتے تھے اور گویا فرماتے تھے۔

اے فرزندِ و میرے قسم بخدا کہ بعد تم سب کی شہادت کے اب کوئی انیس ہمارا باقی نہیں ہے، سوائے رونے اور دندانِ حسرت چبانے کے، پس اے نورِ چشمِ اے علی اصغرؑ جب تک کہ ہم جیتے ہیں تیری مفارقت میں رویا کریں گے اور دستِ تأسف ملا کریں گے، جب تک کہ تجھ سے نہ ملیں گے، پس حضرت بحسرتِ قبرِ علی اصغرؑ پر گریہ و بکا کیا کیئے اور بعد اس کے خود آ مادہ شہادت ہوئے، اُس وقت خیمہ میں شور گریہ و بکا اور واسیدہ کا بلند ہوا۔ (نہر المصابیح حصہ سوم ص ۲۳۸ تا ۲۴۲)

بحور الغمہ (جلد اول)

﴿سلطان الواعظین علامہ محمد علی لکھنؤی﴾

استغاثہ امام پر گھرنا اصغرؑ کا گہوارے سے اور شہادت اُس معصوم کی اور گریہ جنابِ ربّ (مجلس نمبر ۲۸)

امام حسینؑ سے زمین کر بلا کانپ کر بولی کیسے کیسے عزیز و انصار آپ کے خون میں

غلاں مجھ پر پڑے ہیں کہاں تک صبر کروں، جلد ارشاد کیجئے کہ ظالموں کو قارون کی طرح نکل جاؤں، آپ نے رو کر فرمایا اس سے کیا ہوگا، بھائی عباسؑ زندہ ہو جائیں گے؟ علی اکبرؑ جی نہ اٹھیں گے، قاسمؑ پھر نہ ملیں گے، اے زمین میرے مدد کرنے والے تو مارے گئے، تجھ سے کیا امداد چاہوں، مگر اتنی وصیت ہے کہ جب چھ مہینے کی جانِ اصغرؑ شیرِ خوار ماں کی گود سے جدا ہو کر تیری آغوش میں سوئے تو قیامت تک میری امانت کو حفاظت سے رکھنا، بعد اس کے بادِ صبا نے کہا آہ آہ ایسی ہوائے گرم میں یکہ و تنہا سراپا مجروح آپ کھڑے ہیں اور زخمِ بدن زیادہ شگافہ ہوتے جاتے ہیں۔ اگر فرمائیں تو ابھی اس انبوہ کثیر کو نومِ شمود و عادی طرح تباہ و برباد کر دوں، عجب کلمہ یاس آپ نے فرمایا اگر یہی منظور ہوتا تو اس وقت تک میں اکہتر داغ کیوں اٹھاتا، عزیز و انصار کیوں شہید ہوتے، کچھ اعانت کی حاجت نہیں، مگر اتنا یاد رکھنا اور کہنا کہ جب تو مدینہ رسولؐ میں جانا تو میری دخترِ علیہ کو پیغام دینا کہ اے صغریٰ نہ سمجھنا کہ تمہاری یاد اور اپنا وعدہ بھول گیا، کیا کروں موت نے مہلت نہ دی، علی اکبرؑ نے نیزہ ستم کھایا، زین العابدینؑ بسترِ بیماری پر غش میں پڑا ہے تمہارے بلانے کو کسے بھیجوں، میں بھی دنیا سے جاتا ہوں، صبر کرو اب ملاقاتِ قیامت پر موقوف رہی، ناگاہ آواز گریہ اہل بیتؑ کی گوشِ مبارک میں جنابِ امام حسینؑ کے بچہ، گھبرا کر درِ خیمہ پر تشریف لائے اور جنابِ زینبؑ سے پوچھا تم لوگ کیوں روتے ہو، جنابِ زینبؑ نے عرض کی اے بھائی جس وقت نہ ملے گی اصغرؑ نے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے ہمک کر اپنے تئیں گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا، یہ سن کر آپ رو دیئے اور فرمایا اے خواہرِ سوگوار میرے فرزندِ شیرِ خوار کو میرے پاس لے آؤ کہ ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں، حسب ارشاد جنابِ زینبؑ نے اُس معصوم کو لا کر حضرت کی گود میں دیا، آپ نے دیکھا آنکھوں میں

اس کے حلقے پڑ گئے ہیں اور بسبب تشنگی کے لب ہائے نازنین نیلے ہو گئے ہیں، حضرت اس کے دہن خشک کے بو سے لینے لگے اور اپنے آگے قبر بوس زین پر بٹھالیا اور بکمال حسرت و یاس صورت اس ماہ طلعت کی دیکھتے تھے اور بے اختیار روتے تھے۔ پس وہ جناب میدان میں سامنے صفوف لشکر کے کھڑے ہوئے اور اس طفلِ صغیر کو ہاتھوں پر اٹھا کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل اقدس کی نمایاں ہوئی اور باواز بلند فرمایا:

”اے اہل کوفہ و شام آیا جناب رسولِ خدا نے تم سے یہی وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے بد غا و عناد پیش آنا اور ان کو بہ ظلم و ستم قتل کرنا۔“ اے قوم بد کردار کیا قیامت ہے کہ کفار ترک و دہلیم تک کو تمہاری اجازت ہو کہ وہ جس قدر چاہیں آپِ فرات سے سیراب ہوں، مگر اطفالِ خرد و سال تک ہماری ایک جرحہ پانی کا نہ پائیں، گو تشنگی سے جان بلب ہوں، اے بے رحموا اگر حسینؑ تمہاری زعم ناقص میں کنہ گار ہے اور سزاوار پانی دینے کا نہیں، یہ تو بتاؤ کہ اس بچہِ معصوم نے کیا قصور کیا ہے، اے ظالمو تشنگی روزِ قیامت سے ڈرو اور اس طفلِ شیر خوار کو تھوڑا پانی دو کہ یہ فرزندِ میرا پیاس سے جاں بلب ہے، بہر کیف اسی طرح کے کلمات حضرت نے ان سنگدلوں سے فرمائے کہ اگر پتھر ہوتا تو پانی ہو جاتا، مگر آہ آہ! جواب میں اس کے حرمہ بن کابل اسدی لعین نے ایسا ایک تیر حلقِ اصغرؑ پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کے گود میں حضرت کے شہید ہو گیا، جناب امام حسینؑ نے جانبِ آسمان سر بلند کر کے عرض کی، اے مولا و آقا میرے یہ عزیز ترین جواہر خزانہ سے میرے تھا اور یہ دُرّ بے بہا آخر سلکِ شہدا سے اس عبد ذلیل کے پاس امانت باقی تھا جو تیرے راہ پر نثار ہوا، بعد اس کے حضرت نے گلوے علی اصغرؑ کے نیچے ہاتھ رکھا۔ اس وقت جناب علی اصغرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر اپنے پدر بزرگوار کے جمال مبارک پر نظر کی اور راہی جنت ہو گئے، حضرات جناب علی اصغرؑ کے

تبسم کی وجہ کچھ سمجھیے، قائدہ ہے کہ تبسم وقت تعجب کے ہوتا ہے، پس علی اصغرؑ کو یہ استعجاب ہوا کہ یہ ملائین کیسے شقی القلب ہیں کہ مجھ شیر خوار تک کو بھی تیر مار کر شہید کیا، بہر کیف جب چٹو حضرت کا خون اصغرؑ سے بھر گیا اُسے جانب آسمان پھینکا۔ کوئی قطرہ اُس خون کا زمین پر نہ گرا بلکہ ملائکہ اس خون کو جانب آسمان لے گئے اور دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے چاہا کہ اس خون کو آسمان کی جانب پھینکیں آواز آئی اے حسینؑ اگر اس لبو کو آسمان کی طرف پھینکو گے تو پھر کبھی بارانِ رحمت نازل نہ ہوگا، اس وقت حضرت نے قصد کیا کہ زمین پر بہا دیں، ناگاہ زمین نے یہی فریاد کی، یا حضرت اگر ایک قطرہ اس خون کا مجھ پر گرے گا تو قیامت تک ہم پر ایک دانہ روئیدہ نہ ہوگا، کیوں حضرات مقام تصور ہے اس وقت مظلوم کر بلا کو کیا تردد ہوا ہوگا کہ اس خون کو اب وہ جناب کیا کریں، غرض مجبور ہو کر کچھ اس خون سے اپنے ریش مقدس پر ملا اور بقیہ خون کو علی اصغرؑ کے تمام بدن پر مل دیا، بعد اس کے خیمہ حرم محترم میں تشریف لائے اور لاش علی اصغرؑ کی جناب ربابؑ مادرِ غم دیدہ کو دیکر فرمایا لو اے ربابؑ علی اصغرؑ ہمارا ایسے آب خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

جناب ربابؑ لاش علی اصغرؑ کو اپنے آغوش میں لے کر بہت روئیں اور کمال حسرت صورت اس ماہ طلعت کے دیکھتی تھیں اور خونِ حلقِ نازنین اس ماہِ جبین سے پونچھتی جاتیں تھیں اور منہ اپنا علی اصغرؑ کے منہ پر رکھے یہ بین جگر خراش کرتی تھیں، ہائے اے پارہ جگر، ہائے اے علی اصغرؑ افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے رحم نہ کیا اور تجھ سے بے گناہ کو تیر ستم سے شہید کیا اور خونِ گلوئے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر ملتی تھیں اور پیار کرتی جاتی تھیں اور کہتی تھیں اے علی اصغرؑ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ دودھ تیرا پیکان تیر سے بڑھایا جائے گا، راوی کہتا ہے جب امام حسینؑ نے حال مادر علی اصغرؑ کا نہایت متغیر پایا

جلد اُس نور چشم کو گود سے اس معظمہ کے لے لیا اور مقتل شہدائیں تشریف لائے اور نوک شمشیر سے گڑھا بصورت قبر کھود کر اس چاندی صورت کو خاک میں چھپا دیا اور دیر تک رویا کئے راوی کہتا ہے علی اصغرؑ کے دفن سے مجھ کو کمال حیرت تھی کہ امام حسینؑ نے کسی کی لاش دفن نہ کی، کیا وجہ ہے کہ اس طفل کو حضرت نے دفن کیا، مگر بعد شہادت اُس جناب کے مجھ پر راز منکشف ہوا، یعنی عمر سعد سنگدل نے کچھ سواروں سے حکم کیا کہ گھوڑے لاش ہائے شہد پر دوڑائیں اس وقت میں سمجھا کہ حضرت نے اُسی خیال سے اس بچہ کی لاش کو دفن کر دیا تھا کہ اس پامالی میں لاش اس ننھے بچے کی ریزہ ریزہ ہو جاتی۔

شہادت علی اصغرؑ (مجلس ۲۹)

کتاب منتخب وغیرہ میں منقول ہے جب امام مظلوم کے سب عزیز و انصار درجہ شہادت سے فائز ہو چکے اشتیاق نے اکیلا پا کر چاروں طرف سے هجوم کیا، تلواریں کھینچ کھینچ کے، نیزے تان تان کے آگے بڑھے، اپنی بھی جھکی ہوئی کمر کو گھوڑے پر سیدھا کیا، ٹوٹے ہوئے بازوؤں سے ہاتھ قبضہ پر رکھا، چابا مصروف جہاد ہوں، ناگاہ خیمہ عصمت سے اس طرح ماتم کی آواز کانوں میں آئی جس طرح میت پر لوگ روتے ہیں، مضطربانہ قتل گاہ سے تشریف لائے، دیکھا مادر علی اصغرؑ چھ مہینے کی جان ہاتھوں پر رکھے ہوئے رو رہی ہیں اور وہ بے زبان چھوٹا سادہن پیاس کی شدت سے سو فار تیر کی طرح کھولے ہے، ضعف سے ننھا سامنا کا ڈھلا جاتا ہے، کملائی ہوئی صورت پر مردنی چھائی ہے، گرد سب پیپیاں، لڑکیاں سروں کو، سینوں کو پیٹ رہی ہیں، بے اختیار ہو کے آپ بھی رونے لگے اور جناب زینبؑ سے فرمایا کیا کروں، کہاں سے پانی لاؤں، کیونکر پلاؤں، ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے علی اصغرؑ کو مجھے دو مقتل میں لے جاؤں،

خالصوں کو دکھاؤں، شاید اس کی صورت دیکھ کے کسی بے رحم کو رحم آ جائے، غرض حضرت نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور اس خیال سے کہ دھوپ میں پیاس کا صدمہ زیادہ نہ ہو، دامن عبا کا اور سر پر سایہ کئے میدان میں تشریف لائے اور لشکرِ مخالف کی طرف متوجہ ہو کے استغاثہ کیا، آیا ان لاکھوں آدمیوں میں کوئی پناہ دینے والا ہے کہ عترتِ رسولؐ کو پناہ دے، آیا کوئی فریادرس ہے کہ اپنے نبیؐ کے نواسے کی فریاد کو پہنچے، کیا اس انبوہ میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں، کسی کو خدا کا ڈر نہیں کہ اس طفلِ جاں بلب کو اس بستے ہو۔ ے دریا سے ایک گھونٹ پانی پلا دے، چھ مہینے کا بچہ پیاس سے ہلاک ہوا جاتا ہے، ہر چند جنابِ سید الشہدؑ آئے فریادیں کیں، مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا، ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا ایک تیز ہر آلود آ کے لگا کہ خلقِ نازک سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہ باپ کی گود میں ہچکی لے کے سرود ہو گیا۔ اب صاحبانِ اولاد سے پوچھتا ہوں جس کے آغوش میں یہ حادثہ گزرے وہ کیا کرے، کیونکر دل پر قابو رہے، حضرت بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگے، پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کی خداوند اس قوم نے میرے اس ششماہے پیاسے کو ہلاک کیا جو صورت میں تیرے رسولؐ کے مشابہ تھا، پھر علی اصغرؑ کا لہو چٹو میں لے لے کے آسمان کی طرف پھینکا، لکھا ہے کہ کوئی قطرہ اس خونِ ناحق کا زمین پہ نہ گرا، بعد اس کے تلوار سے چھوٹا سا گڑھا کھودا اور اس ننھی سی لاش کو پیوندِ خاک کر دیا دل کی بیتابی سے عجب حال تھا، کبھی زمین پر گر پڑتے تھے، کبھی اٹھ بیٹھتے تھے، کبھی جانِ ثناروں کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھتے تھے۔

یعنی واللہ تم لوگوں کے بعد سوائے افسوس کرنے اور اشد شک و حسرت بہانے کے دوسرا کوئی انیس اور ریتِ باقی نہ رہا۔

اور جب مجھے وہ مصائب یاد آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھ سے تمہیں پہنچے کہ یوں

پیاس میں اس جو رستم سے میرے سامنے مارے گئے تو بے اختیار لہو کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔

استغاثہ امام اور شہادت علی اصغر اور روناز و الفقار کا اور

اضطرابِ رباب (مجلس نمبر ۳۱)

راوی کہتا ہے روز عاشور جب آفتاب برج امامت یعنی جناب امام حسینؑ میدان کارزار میں بے مونس و یار ہو گئے، اس وقت اس مظلوم نے بنظرِ حسرت کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب نگاہ فرمائی، بجز لاشہائے شہداء کچھ نظر نہ آیا، دیکھا کہ وہ شیرانِ نیستانِ شجاعت مثلِ گوسفندِ قرہانی زمینِ کربلا پر بے جان و مقتول جا بجا پڑے ہیں، آواز بلند رو کر فرمانے لگے ہائے بھائی میرے، ہائے قوت بازو میرے، عباسؑ اور ہائے قاسمؑ علی اکبرؑ کوئی تم میں سے زندہ نہ رہا، جو اس عالمِ غربت و بیکسی میں میری مدد کرتا۔

”مقتل شاہ شہیداں“ میں منقول ہے کہ حضرت روتے ہوئے درخیمہ پر تشریف لائے اور آواز بلند فرمایا اے بہنِ زینبؑ، اے ام کلثومؑ، اے ربابؑ، اے سکیئہؑ سلام آخری حسینؑ کا تم اہل بیتؑ پر پہنچے اور تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہوں اور میری یہ وداع آخر ہے اور وعدہ گاہ میرا اور تمہارا روزِ قیامت ہے اور سلام ہو میرا اُن عورتوں پر جن کے اولاد اور مرد میری نصرت میں درجہ شہادت سے فائز ہوئے، پس ہر ایک بی بی اور بچہ سے اس طرح رخصت ہونے لگے جس طرح وقتِ مرگ انتقال کے مرنے والا اپنے عیال سے رخصت ہوتا ہے، اس وقت صدائے گریہ و بکا سے خیمہ میں ایک شورِ قیامت برپا تھا اور ہر طرف سے آوازِ الوداع و الفراق کی بلند تھی، خاصۃً جنابِ زینبؑ وہ بین جگر خراش کرتی تھیں جس کے سننے سے دوست و دشمن کے دل پاش پاش ہوتے

تھے، الغرض اسی عالم گریہ میں جناب زینبؓ نے عرض کی اے بھائی علیؑ نے آپ کی آواز استغاثہ سنتے ہی ہمک کر اپنے تئیں گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا، یہ سن کر حضرت نے رو دیا اور فرمایا اے بہن میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لاؤ کہ ایک نظر اُسے دیکھ لوں اور وداع کر لوں، جناب زینبؓ اُس معصوم کو اٹھا لائیں، حضرت نے دیکھا کہ آنکھوں میں اُس طفل کے حلقے پڑ گئے ہیں اور شدت تشنگی سے لب ہائے نازنین اُس کے کبود ہو گئے ہیں، حضرت نے علیؑ کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا اور دامنِ عبا سے چھپا کر ایک بلندی پر تشریف لے گئے، اپنے ہاتھوں پر رکھ کے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل کی نمایاں ہوئی اور باؤں بلند فرمایا اے قوم یہ طفل شیر خوار میرا ناقہ صاف سے کم نہیں اور شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے، مگر مومنین اُن سنگدلوں نے کچھ جواب نہ دیا، جب حضرت نہ اُمید ہوئے اُس بلندی سے اترے اور مقابل صفوف لشکر کے تشریف لائے اور عباؑ مبارک کو رُخ علیؑ اصغرؑ سے اٹھا لیا اور ایک ایک جفا کار کو اس شیر خوار کی صورت دکھائی اور پانی طلب فرمایا تاہینکہ حضرت اسی طرح سے اس شیر خوار کو دکھاتے ہوئے دوسری جانب اُس لشکر کے پہنچے مگر کسی بے رحم نے حالِ زار پر اُس شیر خوار کے رحم نہ کھایا اس وقت وہ حجت خدا علیؑ اصغرؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے فرزند تم بھی اپنی سوکھی زبان ان بے رحموں کو دکھلاؤ تاہینش خدا کوئی حجت باقی نہ رہے، راوی کہتا ہے جس وقت اس صاحبزادہ نے اپنی سوکھی زبان لب ہائے خشک پر پھیری تو کوئی سنگدل لشکرِ عمر سعد میں ایسا نہ تھا کہ جس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو اور حالِ علیؑ اصغرؑ پر رویا نہ ہو اور تمام فوج نے عمر سعد سے انحراف کا قصد کیا، پس اُس شقی نے تلاطم و اضطراب لشکر کا دیکھ کر حرمہ بن کابل اسدی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے، جلد اس طفل کا کام تمام کر، اُس ظالم نے ایک تیز زہر آلود کمان

میں جوڑ کر ایسا حلق اصغرؑ پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا اپنے خون میں تڑپ تڑپ کے شہید ہو گیا، حضرات جناب صاحب الامرؑ نے جوزیارت ناحیہ میں جناب سید الشہداء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یعنی سلام ہو میرا اُس شہید راہِ خدا پر جو اپنے خون میں غلطاں ہوا، عجب نہیں کہ یہ فقرہ جناب علی اصغرؑ کی طرف اشارہ ہو، یعنی سلام ہو اُس طفلِ صغیر پر جو اپنے خون میں لوٹ کر جاں بحق تسلیم ہوا، چنانچہ تفصیل اس کی بعضوں نے یہ لکھی ہے کہ ایسا صدمہ اس تیر کا بازوئے امام حسینؑ پر پہنچا کہ حضرت سے وہ ننھی سی لاش سنبھل نہ سکی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر آ رہی اور علی اصغرؑ نے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان توڑی۔

پس بروایت مصائب الابرار و انوار الشہادت حضرت روتے ہوئے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو سپرد خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سب گریہ استفسار فرمایا اُس نے عرض کی اے آقا ایک روز حیدر کرار ایک جنگ سے مظفر و منصور دولت خانہ کو تشریف لائے تو جناب سیدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت بروتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں اے ذوالفقار روز عاشورہ میرے حسینؑ کی بھی نصرت ہیں کوتاہی نہ کرنا اور بلا کو اُس کے سر سے دفع کرنا، یا حضرت مجھ کو یہ نہ معلوم تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ خدمت لیں گے کہ علی اصغرؑ کی قبر کھودیں گے، میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت جناب سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی، یہ سن کے حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روز وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمت گنہگار رسولِ مختار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، یہ فرما کر حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے

فرزند شیر خوار کو پیوند خاک کر دیا، الحاصل جناب رباب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا طفل صغیر ششماہہ بھی ہدف تیر ہوا اور جناب امام حسینؑ نے اُسی قتل میں دفن کر دیا، حمید کہتا ہے اُس وقت وہ خاتون معظمہ خیمہ عصمت سے اس بیتابی و اضطراب سے نکلیں کہ ایک گوشہ چادر کا سرمبارک پر تھا اور دوسرا زمین کو بوسا دیتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گر ادیتی تھیں، اسی طرح حضرت ربابؑ ستر مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اُس بچہ کی ننھی تربت پر جو بین جگر خراش اُس خاتون معظمہ نے کئے ہیں یا را اُس کے بیان کا نہیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہوتے تھے، پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کو نامحرموں کی نظروں سے بچا کر خیمہ میں لے گئے۔ (بحور النعمہ جلد اول، مجلس نمبر ۲۸، ص ۱۷۶ تا ۱۵۵)

خون علی اصغرؑ سے آسمان وزمین نے انکار کیا:

جب اُس بچے کے گلوئے نازک سے تیر ستم پار ہو گیا حضرت نے ہاتھ اپنا علی اصغر کے گلے کے نیچے رکھ دیا، جب خون سے چلّو بھر گیا چاہا آسمان کی طرف پھینکیں، آواز آئی اگر ایک قطرہ اس خون کا بالائے ہوا آئے گا تو قیامت تک کبھی ایک قطرہ پانی کا آسمان سے نہ برے گا، آپ نے چاہا زمین پر گرا دیں پھر ندا پیدا ہوئی اگر یہ لہوزمین پر گرے گا تو پھر کبھی زمین سے ایک دانہ بھی روئیدہ نہ ہوگا، اب مومنین سے پوچھتا ہوں کہ اُس خون کو حضرت کیا کرتے، مجبور ہو کے آپ نے اپنے ہی روئے مبارک و محاسن شریف پر مل لیا اور فرمایا **هَكَذَا الْاَفْنَى رَسُوْلُ اللّٰهِ اِیْ سَوْرَتِیْیْنِ اِیْنِیْیْنِ** اے رسول اللہ اس صورت میں اپنے نانا رسول خدا سے ملاقات کروں گا۔ (بحور النعمہ جلد ثالث ص ۲۸۴)

مجالس علویہ

﴿مولوی میر سید علی شاہ گریس سلطان العلماء﴾

در حال شہادت حضرت علی اصغرؑ

امام حسین علیہ السلام بعد شہادت حضرت علی اکبرؑ جب یکہ و تنہا رہ گئے اُس وقت فرماتے تھے۔ آیا ہے کوئی ایسا فریادرس کہ ہماری فریادرسی کرے اور اُمید وار اُس کے عوض کا خدا سے ہو اور آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ ہماری اس بیکسی میں اعانت کرے اور تو کون تھا مومنین جو جواب دیتا مگر آواز حضرت کی خیمہ گاہ اہل حرم میں پہنچی اکبارگی تمام اہل حرم حضرت کی بیکسی پر چیخیں مار کے روئے کہ حضرت بیتاب ہو کے خیمہ گاہ کی جانب دوڑے حضرات معمول ہوتا ہے کہ ایسے ہنگامے میں جب کوئی اپنے آقا اور سرپرست کو پاتا ہے تو جواہم امر ہوتا ہے پہلے اُس کو عرض کرتا ہے چنانچہ جناب زینب علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر رکھ کے حضرت کے سامنے لائیں کہ اے بھائی یہ بچہ چھ مہینے کا جاں بلب ہے تین روز سے اس نے ایک بوند پانی کی نہیں پائی ہے اس کے لئے ان ظالموں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو شاید اس کی جان بچ جاوے حضرت نے اپنے فرزند کو اُس حال بیکسی میں ہاتھوں پر لے لیا اور طرف لشکر کفار کے روانہ ہوئے جب قریب اُن اشقیاء کے پہنچے اس تجت خدا نے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے اُس بچے کو دکھایا اور استغاثہ کیا کہ اے قوم اشقیاء میرے اصحاب با وفا کو تم نے قتل کیا میں نے صبر کیا بہت شیر مرد اہل بیت سے کہ ان میں سے اٹھارہ برس کا فرزند میرا ہمشکل چیمبر مثل و نظیر روئے زمین پر جن کا نہ تھا قتل کئے میں نے صبر کیا اب یہ بچہ شیر خوار بے گناہ کہ پیاس سے جان بلب ہے اور دیکھ رہے ہو کہ کس طرح بچہ و تاب کھاتا ہے۔ وائے تم پر اس کو تو تھوڑا سا پانی دو

اور تشنگی روزِ قیامت سے ڈرو مومنین ایسا ظلم تو ابتداءِ خلقت سے کسی پر نہ گزرا ہوگا ملا محمد تقی شہید رابع نے عجب مضمون اس مقام پر لکھا ہے کہ مومنین کو تاب نہ رہے گی لکھا ہے کہ اطفال شیر خوار کی عادت ہوتی ہے کہ جب پیاسے ہوتے ہیں تو منہ کھول دیتے ہیں کہ شیر یا پانی کوئی قطرہ آجاوے تو اس وقت وہ بچہ بھی کہ جان شیعوں کی اُس لبِ نازنین پر نفا ہونہ کھولے تھا اور زبان ہونٹوں پر پھیرتا تھا کہ اس وقت سید ابن طاووس علیہ الرحمہ لہوف میں لکھتے ہیں کہ حرمہ کا اہل لعین نے ایک تیر مارا کہ وہ حلق میں اس بچے کے پیوست ہوا کتاب تیر المذاب میں کہ مولفات اہل سنت سے ہے اس میں لکھا ہے کہ۔ حضرت رونے لگے اور عرض کرتے تھے کہ خداوند احکم کردر میان ہمارے اور در میان اس قوم کے کہ واسطے نصرت اور مدد کے ہم کو بلایا اور قتل کیا ہم کو مروی ہے کہ ایک منادی نے جانب آسمان سے ندا کی کہ اے حسین اس بچے کو اب رکھ دو اس کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی حق تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے حضرت نے تیر اس بچے کے حلق سے نکال کر پھینک دیا اور ہاتھ اپنا زیرِ حلق رکھا جب چلو خون سے بھر گیا اُسے جانب آسمان پھینکا اور ایک قطرہ اُس خون کا زمین پر نہ پھرا بعد اس کے فرمایا کہ راہِ خدا میں یہ بلائیں سب آسان ہیں خداوند ایہ بچہ کمتر بچہ نافہ صالح سے تیرے نزدیک نہ گا۔ یعنی علی اصغر کی لاش سے متوجہ ہو کے فرمایا کہ اے فرزند خدا قتل کرے اُس قوم کو جس نے تجھے قتل کیا اور حرمت رسول خدا کو ضائع کیا خاک ہے میری زندگی پر تیرے بعد اے فرزند میرے بعد اس کے خیمہ کی جانب متوجہ ہوے حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت ہاتھوں پر اُس بچے کو لئے تھے کہ یکا یک ایک بی بی کہ چہرہ اُس کا مثل آفتاب کے روشن تھا خیمہ سے نکل آئیں اور کبھی گر پڑتی تھیں اور کبھی کھڑی ہوتی تھیں اور فریاد کرتی آتی تھیں اور کئی لڑکیاں بھی اس کے ہمراہ روتی چلی آتی

تھیں اور آ کے اپنے تئیں اس بچے پر گرا دیتی تھیں حضرت کا خیال اس وقت اور طرف تھا کہ یکا یک وہ بی بی پہنچ گئیں حضرت نے جب یہ حال دیکھا بے چین ہو گئے اور نہایت نرمی اور دلجوئی سے اُس معظّمہ کو خیمے میں پہنچا دیا، میں نے کسی شخص سے سوال کیا جواب دیا اُس نے کہ یہ بہن امام حسینؑ کی اُمّ کلثوم تھیں اور یہ صاحبزادیاں فاطمہ اور سکینہ اور رقیہ تھیں پس حضرت گھوڑے پر سے اترے اور تلوار سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا اور اس میں اس خورشیدِ سپہرِ امامت کو چھپا دیا اور اس قدر روئے کہ زمین وہاں کی آنسوؤں سے تر ہو گئی ملا محمد تقیؑ نے اس مقام پر لکھا ہے کہ وجہ دفن خاص لاش علی اصغرؑ کی شاید یہ ہو کہ مہادیہ صبر دیکھ کے دریاے غضب الہی جوش میں آ جاویں یا یہ خیال فرمایا کہ بعد شہادت میری لاش پر اور لاشے شہدا پر گھوڑے دوڑائے جاویں گے پھر یہ لاش بچے کی اس قابل کہاں ہے اور بعد شہادت کے سر ہائے شہدائیزوں پر رکھ کے شام لے جاویں گے تو اگر اس بچے کا سر بھی نیزہ پر رکھ کے لے جاویں گے دربارِ یزید میں یہود و نصاریٰ بھی ہوں گے اور اس بچے کا سر دیکھ کے اسلام پر شہادت کریں گے اور حرمت اسلام ضائع ہوگی۔ (مجلس علویہ صفحہ: ۳۸ تا ۴۱)

زبدۃ المصائب

﴿مولوی محمد عسکری اعلیٰ اللہ مقامہ﴾

مجلس نمبر ۷: شہادت جناب علی اصغرؑ اور گریہ جناب فاطمہؑ زہراؑ

کتاب من لا یحضرہ میں ابن بابویہ علیہ الرحمہ سے باسند منقول ہے کہ اطفال مسلمان کے صغیر اپنے ماں باپ کے ساتھ بہشت میں ہوں گے اور اطفال صغیر کافروں کے اپنے ماں باپ کے ہمراہ جہنم میں ہوں گے اور دوسری روایت میں اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ روشن کی جائے گی نار اطفال مشرکین کے واسطے میدانِ قیامت میں پس

حکم خدا ہوگا۔ ان اطفال کو کہ پکڑ لو اس آگ کو اگر انہوں نے بجا آوری حکم خدا کی اور پکڑ لیا آگ کو تو وہ نار ان پر سرد ہو جائے گی اور وہ داخل بہشت ہوں گے اور خدمت گزار ہوں گے اہل جنت کے بسبب بجا آوری حکم خدا کے اور اگر انکار کیا آگ کے پکڑنے میں تو حکم خدا داخل جہنم ہوں گے اور احادیث سے تفصیل اس طرح پر ثابت ہوتی ہے کہ جو لڑکا مومن کا شیر خوار مر جاتا ہے وہ داخل بہشت ہوتا ہے بہشت میں ایک درخت ہے کہ پھل مثل دودھ کی نہر کے اس میں سے جاری ہے وہ اُس طفل شیر خوار کے پینے کو ملتا ہے اور حور ان جنت اس کی خدمت گزاری کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ حد نشو و نما کو پہنچتا ہے بعد اس کے حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کو تعلیم فرماتے ہیں اور جو لڑکا نسل فاطمہ زہرا سے مرتا ہے ہجر داس کی روح مفارقت ہونے کے بدن سے ایک حور حوران جنت سے لاتی ہے خدمت میں جناب سیدہ کے حضرت اس کی مصروف پرورش و پرداخت میں ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ حد نشو و نما کو پہنچتا ہے اس وقت سپرد حضرات ابراہیم علیہ السلام کے ہوتا ہے اس واسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں ان سب خدمتوں میں حضرت ابراہیم کا شریک ہونا پر ضرور ہے جب روز عاشورا سب اصحاب اور انصار اور اقربا حضرت کے بدرجہ شہادت فائز ہوئے یہاں تک کہ حضرت علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر تیر لگا اور اُسی تیر سے بازوے امام حسینؑ بھی زخمی ہوا خون علی اصغرؑ سے قبائے مبارک حضرت امام حسینؑ بھر گئی اور حضرت کے خون سے گرتا علی اصغرؑ کا بھر گیا تھا حور یہ موافق اپنے قاعدہ مقررہ کے لاش علی اصغرؑ کو مع اس تیر زہر آلود کے اور مع پیراہن کہ جو خون سے بھر گیا تھا اسی طرح خدمت میں جناب امیر علیہ السلام سے ہجر داس کے کہ وہ لائی جناب سیدہ کے پاس پس بوئے خون حسینؑ اس لاش سے پائی تو حضرت فاطمہ زہراؑ بے اختیار روئیں اور بے

ہوش ہو گئیں۔ پس جب کہ جناب سیدہ کو غش سے افاقہ ہوا۔ دیکھا جناب سیدہ نے طرف جبرئیل امین کے کہ پر اُن کے آلودہ ہیں خون میں اور جس طرح سے لوگ روتے ہیں دونوں ہاتھ سر پر مارتے ہیں اس طرح اپنے دونوں پروں کو سر پر مارتے ہیں اور چلاتے ہیں اے شہزادے میرے اے حسین افسوس ہے تیری تنہائی اور غربت پر حیف ہے تیری شہادت پر فرمایا جناب سیدہ نے قسم ہے تم کو حق خدا کی خبر دو تم میرے تئیں اپنے نوحہ اور شیعوں سے اور پروں کے خون آلودہ ہونے سے عرض کی حضرت جبرئیل نے کہ یا فاطمہ آگاہ ہو کہ مارا گیا فرزند تمہارا زمین کر بلا پر افسوس ہے تنہائی حسین پر پس جس وقت جناب سیدہ نے یہ خبر زبانی حضرت جبرئیل سنی ایک چیخ ماری اور اپنے تئیں تخت سے کہ جس پر تشریف رکھتی تھیں نیچے گرا دیا اور بے ہوش ہو گئیں۔

مجلس نمبر ۸۰:- احوال اعجاز حضرت علی اور شہادت علی اصغرؑ

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ ایک روز میں حاضر تھا خدمت بارفعت امیر المؤمنین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اور وہ جناب اس روز ایک صحراے بے آب و گیاہ میں تشریف رکھتے تھے پس ناگاہ دیکھا میں نے ایک باز کو حضرت نے اس سے فرمایا کہ کب سے تو اس صحرا میں رہتا ہے اور کہاں سے اس میدان بے آب و گیاہ میں کھانا اور پیتا ہے۔ عرض کیا اس باز نے کہ یا حضرت چار سو برس ہوئے ہیں کہ میں اس صحراے بے آب و گیاہ میں رہتا ہوں اور کھانا اور پینا میرا یہ ہے کہ جس وقت بھوکا ہوتا ہوں درود بھیجتا ہوں آپ پر پس برکت سے درود کی خوب سیر ہو جاتا ہوں اور جس وقت پیاسا ہوتا ہوں پس لعنت کرتا ہوں آپ کے دشمنوں پر پس سیراب ہو جاتا ہوں۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کرامت حضرت سے مشاہدہ کی تو عرض کیا میں نے یا حضرت یہ ایک شے عجیب ہے اس لیے کہ نہیں عطا کیا گیا فہم گویا کی طیر کو مگر

حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان آیا نہیں جانتے تم کہ عطا کیا تھا حضرت سلیمان کو یہ مرتبہ بعد اس کے حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان آیا چاہتے ہو تم کہ اس سے عجب تر کوئی شے دیکھو کہا میں نے کہ ہاں یا امیر المومنین۔

پس بلند کیا آپ نے سرا قدس کو طرف آسمان کے اور فرمایا کہ اے طاؤس یہاں حاضر ہو پس حاضر ہوا بعد اس کے ملاحظہ کیا آپ نے شاہین کو اور فرمایا اے شاہین حاضر ہو پس بجز ارشاد کے حاضر ہوا بعد اس کے نظر کی آپ نے طرف باز کے اور فرمایا کہ اے باز باز آؤ نے سے اور یہاں حاضر ہو پس وہ بھی بجز ارشاد کے حاضر خدمت ہوا بعد اس کے فرمایا غراب سے کہ اے غراب ہم سے غرابت نہ کر ادھر آپس وہ بھی اُترا۔ بعد اس کے فرمایا حضرت نے کہ اے سلمان ذبح کرو تم ان کو اور اڑادو پروں کو ان کے اور کٹڑے کٹڑے کرو ان کو اور ملا دو گوشت کو ان کے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ کیا میں نے اسی طرح جیسے کہ حکم فرمایا تھا حضرت نے مجھ کو لیکن متحیر تھا میں اس امر میں بعد اس کے حضرت ملتفت ہوئے طرف میرے اور فرمایا کیا باعث حیرت کا ہے تم کو اے سلمان پس عرض کیا میں نے کہ اے مولا میرے یہ طائر اڑتے تھے ہوا میں نہیں جانتا میں واسطے ان جانوروں کے کسی گناہ کو پس کیا سبب ہے کہ آپ نے حکم کیا ان کے ذبح کا۔

فرمایا حضرت نے اے سلمان آیا چاہتے ہو تم کہ میں ان کو ابھی زندہ کروں، کہا میں نے ہاں یا امیر المومنین۔ پس حضرت نے تیز نظر سے طرف ان کے ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ اے جانور و پرواز کرو ساتھ قدرت خدا کے پس بجز ارشاد حضرت کے وہ سب جانور اڑ گئے۔ پس حضرت سلمان کہتے ہیں کہ تعجب کیا میں نے دیکھ کر اس امر عظیم کو اور عرض کیا میں نے کہ اے مولا میرے یہ نہایت کار بزرگ تھا جو اس وقت آپ سے

مشاہدہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان تعجب نہ کرو امورِ خود سے اس واسطے کہ وہ قادر ہے اوپر ہر چیز کے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور کرتا ہے اس چیز کو کہ جس کا ارادہ کرتا ہے۔

اے سلمان بچا تو اپنے تئیں اس بات سے کہ حلول کرے بیچ وہم تیرے کے کوئی شے میں ایک بندہ ہوں خدا کا اور خلیفہ ہوں اس کا روئے زمین پر حکم میرا خلافت پر بمنزلہ حکم خدا کے ہے اور ممانعت میری ممانعت خدا کی ہے اور قوت میری قوت خدا کی ہے اور قدرت میری قدرت خدا کی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت نے اکثر مردے زندہ کر دیئے ہیں ان کے ورثہ سے باتیں کر دایں ہیں جو کچھ ان کے ورثہ کو اپنے اموات سے پوچھنا ہوا ہے وہ پوچھو دیا ہے بلکہ بعض اموات کو ان کے گھر بھیج دیا ہے اور انھوں نے مدتوں زندگی کی ہے چنانچہ سلمان سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت کے انصار میں سے کہ نہایت دوست رکھتی تھی جناب امیر علیہ السلام کو اور عاشق و شیدا تھی حضرت کے نام کی اور نام اس مومنہ کا اُمّ فروہ تھا اور حال ان کی محبت کا یہ تھا کہ جب حضرت کے نام کو سنتی تھیں بیتاب ہو جاتی تھیں اور دشمنوں کو حضرت کے یہ امر نہایت ناگوار معلوم ہوتا تھا یہاں تک تعصب بڑھا حاسدین کا کہ تاب ضبط باقی نہ رہی بوجہ حُب امیر المومنینؑ کے اس مومنہ کو قتل کر ڈالا اور اس زمانے میں حضرت تشریف رکھتے تھے جب حضرت تشریف لائے اور حال اُمّ فروہ کا سنا حضرت کو بہت صدمہ ہوا اور اُس کی قبر پر تشریف لائے اور سر اقدس بلند فرمایا طرف آسمان کے اور عرض کیا درگاہ جناب اقدس الہی میں۔ اے پروردگار زندہ کر اپنے حکم سے اُمّ فروہ کو اور گردان زندگی کو اس کی جائے عبرت واسطے ان لوگوں کے کہ جو تیرے گناہگار ہیں۔ کہ ناگاہ صدائے ہاتفِ آئی کہ یا امیر المومنینؑ قبول ہو گیا جس امر کا آپ نے سوال کیا تھا تشریف لیے جائیے

اور اٹھالیسے امّ فروہ کو اس کی قبر سے پس حضرت نے ایک ٹھوکری قبر کو اور فرمایا پس
 بحمد اس ارشاد کے اٹھ جا صحیح و سالم اور حضرت کے روئے مبارک کو دیکھ کر رونے لگی اور
 عرض کیا کہ یا حضرت یہ سب کے سب چاہتے ہیں کہ نور کو آپ کے مجھادیں مگر حق
 تعالیٰ چاہتا ہے کہ نور آپ کا روز بروز چمکے اور ذکر آپ کا روز بروز ترقی کرے اگرچہ
 منکرین نہ چاہیں پس حکم فرمایا حضرت نے امّ فروہ کو کہ جا اپنے گھر میں اور اپنے عیال
 سے مل اور خوش کر ان سب کو لکھا ہے کہ امّ فروہ اپنے گھر میں گئی اور دو فرزند پیدا ہوئے
 اور اتنی زندگی کی امّ فروہ نے کہ بعد حضرت علی علیہ السلام کے چھ برس اور زندہ رہی
 اے مولا میرے اور اے آقا میرے اب تاب آپ کے غلام کو نہیں ہے کیوں آپ
 تشریف فرمانہ ہوئے بروز عاشور از مین کر بلا پر اس وقت کہ جس وقت حضرت ربابؑ
 مادر علی اصغرؑ نے یہ سنا کہ فرزند میرا علیؑ اصغر حضرت امام حسینؑ کے ہاتھوں پر تیر ستم کھا کر
 شہید ہو گیا اور حضرت نے اس کو زمین کر بلا میں دفن بھی کر دیا یا بیتا بانہ خیمہ سے نکل
 آئیں اور طرف مقتل کے دوڑیں کس طرح مومنین ایک گوشہ چادر سر پر دوسرا سر از مین
 پر لوٹتا ہوا جاتا تھا راوی کہتا ہے کہ حضرت ربابؑ کو جہاں مقتل میں بلندی نظر آتی تھی قبر
 علیؑ اصغرؑ سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گرا دیتی تھیں چنانچہ لکھا ہے کہ ستر مقام پر گریں یہاں
 تک کہ قبر علیؑ اصغرؑ پر پہنچیں اور اس بچے کی ننھی سی تربت کس پیار سے اپنے سینے سے
 لگا کر یہ کہتی تھیں کہ اے علیؑ اصغرؑ کیونکر میں تیری صورت ایک مرتبہ اور دیکھ لوں کہ میرا
 بہت جی تڑپتا ہے تیرے دیکھنے کو اے علیؑ اصغرؑ میں یہ نہ جانتی تھی کہ تم آخری میری گود
 سے باہر جاتے ہو اور اب تمہارا مردہ بھی نہ دیکھوں گی اے علیؑ اصغرؑ کیا کروں اور کیونکر
 تجھ کو قبر سے نکال کر پھر ایک بار دیکھ لوں حضرات یہ تو پوچھیں اس ذکر سے کہ حضرت
 نے کیوں اس لاش صغیر کو بیوند خاک کر دیا صرف اس واسطے چھپا دیا اس لاش کو کہ

حضرت کو غیرت آئی انھیں حضرت رباب سے کہ ابھی تو اس کے فرزند کو لایا تھا اس وعدے سے کہ سیراب کر کے اور پانی پلا کے تیرے فرزند کو لاتا ہوں عوض میں سیراب کرنے کے کیونکر لاش اس کی لے جا کر اس کو دوں اب یہ پوچھیے کہ جہاں مقتل میں سب لاشیں تھیں وہیں اصغر کو بھی کیوں نہ لٹا دیا کیونکر حضرت لٹاتے اس لیے کہ زمین کر بلا شدت سے گرم تھی چوپائے اپنے سُم اٹھالیتے تھے دانہ گرنا تھا وہ بھن جاتا تھا کیونکر اس گرم زمین پر حضرت اپنے اس چھ مہینے کے نازنین کو سٹلا دیتے اور اپنے اس پھول کو کیونکر اُس آگ پر رکھ دیتے دوسری وجہ دفن کی عجب طرح کی عرض کرتا ہوں کہ مومنین تاب سننے کی نہ رہے گی وہ یہ ہے کہ حضرت تو بسبب علم امامت کے جانتے تھے کہ بعد میری شہادت کے میری لاش کو پامال سُم اسپاں کریں گے پھر علی اصغر کے حال میں اور عرض کرتا ہوں انشا اللہ آپ بہت روئیں گے چنانچہ منقول ہے کہ جب بعد شہادت جناب علی اکبر امام حسین علیہ السلام درخیمہ پر تشریف لائے تو اس وقت جناب زینب علی اصغر کو ہاتھوں پر رکھ کے حضرت کے سامنے لائیں اور کہا اے بھائی یہ بچہ چھ مہینے کا جاں بلب ہے تین روز سے اس نے ایک قطرہ پانی کا نہیں پایا ہے اس کے لیے ان ظالموں سے تھوڑا سا پانی طلب فرمائیے شاید اس کی جان بچ جائے حضرت نے اپنے فرزند کو ہاتھوں پر لے لیا اور طرف لشکر کفار کے روانہ ہوئے جب قریب ان اشتقیا کے پہنچے اس وقت حضرت نے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے اُس کسمن بچے کو دکھایا اور فرمایا کہ اے قوم اشتقیا تم نے اٹھارہ برس کا فرزند میرا ہمشکل پیغمبر کہ روئے زمین پر مثل و نظیر اپنا نہ رکھتا تھا قتل کیا میں نے صبر کیا اب یہ فرزند میرا شیر خوار بے گناہ پیاس سے جان بلب ہے اور دیکھ رہے ہو کہ کس طرح پیچ و تاب کھاتا ہے اس کو تو تھوڑا سا پانی پلا دو اور تشنگی روز قیامت سے ڈرو مومنین ایسا ظلم تو ابتداء خلق آدم سے کسی پر نہ گزارا ہوگا

شہید رابع صاحب مجالس المتقین اس مقام پر عجب منون ارقام فرماتے ہیں کہ مومنین کو تاب سننے کی نہ رہے گی لکھتے ہیں کہ اطفال شیر خوار کی عادت ہوتی ہے کہ جب پیاسے ہوتے ہیں تو منہ کھول دیتے ہیں کہ شیر یا پانی کوئی قطرہ آ جاوے تو اس وقت وہ بچہ بھی منہ کھولے تھا اور زبان ہونٹوں پر پھیرنا تھا سید ابن طاووس علیہ الرحمہ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ اس وقت حرمہ بن کاہل لعین نے ایک تیر مارا کہ وہ تیر حلق میں اس بچے کے پیوست ہو گیا کتاب تہ المذاہب میں منقول ہے کہ حضرت رور و کر عرض کرتے تھے کہ خداوند احکم کردرمیان میرے اور درمیان اس قوم کے منقول ہے کہ ایک منادی نے جانب آسمان سے ندا کی کہ اے حسینؑ اس بچے کو اب رکھ دو ہاتھ سے کہ اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی حق تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے حضرت نے تیر اس بچے کے حلق سے نکال کر پھینک دیا اور ہاتھ اپنا زہر حلق رکھا جب چلو خون سے بھر گیا اُسے جانب آسمان پھینکا اور دوسرے چلو کو حضرت نے اپنے منہ پر ملا اور فرمایا کہ میں اس طرح سے ملاقات کروں گا اپنے نانا رسول خدا سے اور مومنین جناب صاحب الامر علیہ السلام نے جو زیارت ناحیہ مقدسہ میں جناب سید الشہداء علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ سلام ہو میرا اوپر اُس شہید راہ خدا کے کہ جو اپنے خون میں غلطاں ہوا مومنین عجب نہیں ہے کہ یہ فقرہ جناب علی اصغرؑ کی طرف اشارہ ہو یعنی سلام ہو میرا اُس طفلِ صغیر پر جو اپنے خون میں لوٹ کر جان بخت تسلیم ہوا چنانچہ حضرت سے وہ منہ سی لاش بھی سنہل نہ سکی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی صاحب مصائب الابراہر لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت روتے ہوئے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علیؑ اصغر کو سپر خاک کریں اُس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سب گریہ استفسار کیا اُس نے

عرض کی کہ اے آقا و سید ہمارے ایک روز حیدر کرار ایک جنگ سے منصور و مظفر دولت خانہ کو تشریف لائے تو جناب سیدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورا میرے حسین کی بھی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور دشمنوں کو اس کے سر سے دفع کرنا حضرت یہ معلوم نہ تھا مجھے کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ کام لیں گے اور قبر کھودیں گے میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت میں جناب سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی یہ سن کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسین کو آج کے روز وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور امت گنہگار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے یہ فرما کہ حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند مہ جبین کو پیوند خاک کر دیا۔

(زبدۃ المصابیح صفحہ ۷۰۳ تا ۷۱۳)

مصائب الشہداء

مولانا آغا نجف علی

جناب امام حسین علیہ السلام کا بیان جگر خراش شہر بانو سے بھر آیا، آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا، وائے ہوان کافروں پر اے فرزند جس روز رسول خدا ان کے ساتھ خاصیت کریں یہ کہہ کر علی اصغر کو لے کر میدان میں آئے اور فرمایا کہا اگر تمہارے زعم ناقص میں میں قصور وار ہوں تو یہ معصوم تو بے گناہ ہے، بلکہ کسی مذہب و ملت میں ایسا صغیر قابلِ تقصیر نہیں ہوتا۔ اے قوم شدت تشنگی سے قریب بہلاکت پہنچا ہے، اس کی مادر کا شیر خشک ہو گیا ہے۔ قطرہ آب اس کو دو روح رسول پر احسان کرو۔ اشقیانے کہا کہ ہمیں گمان ہے کہ زبرد امن آپ کے کچھ نہیں ہے تم اس جیلہ سے پانی طلب کرتے ہو، اس چادر کو اٹھاؤ کہ ہمیں معلوم ہو کہ فی الحقیقت طفل کو لائے ہو۔

حضرت نے چادر روئے انور علی اصغرؑ سے اٹھائی اُس ولد الزنا نے ایسا تیر مارا کہ حلق نشانہ قضا ہوا اور بازوئے امام مظلوم چھد گیا، علی اصغرؑ اس تیر کے صدمہ سے تڑپ گیا اور خون حلق صغیر سے جاری ہوا، حضرت نے بڑی دشواری سے اُس تیر کو حلق علیؑ اصغر سے نکالا۔

حضرات اس وقت جناب سید الشہدا خون علی اصغرؑ اپنے چٹکوں میں لیتے تھے اور بسوئے آسمان پھینکتے تھے اور فرماتے تھے خداوند یہ مصیبتیں تیری راہ میں سہل ہیں، خداوند ایہ طفل صغیر کتنا قاصحؑ سے نہ تھا، خداوند اگر تیری مصلحت ہماری نصرت میں نہیں ہے اس مصائب کو باعثِ زیادتی اجر کا واسطے ہمارے کر، علی اصغرؑ نے آنکھیں کھولیں حضرت کو دیکھ کر تبسم کیا اور ریاض جنت کو سدھارے۔ جناب سید الشہدا پر کوہ ہائے الم گرے ایسی آہ سرد دل پُر درد سے کھینچی کہ زمین کر بلا تمام ہل گئی اور ارکان عرش نازل ہوئے اور ملائکہ مقرب سے صدائے شیون و فغاں بلند ہوئی روح رسول خدا علیؑ مرتضیٰ و فاطمہؑ زہرا و حسنؑ مجتبیٰ کو ایسا صدمہ ہوا کہ اکبرؑ لحد میں بے تاب ہو گئے، غرض حضرت روتے ہوئے خیمہ گاہ کو چلے، حضرات جناب امام حسینؑ علیہ السلام یہ خیال کرتے تھے کہ میں اہل بیتؑ سے یہ کہہ کر لایا تھا کہ علی اصغرؑ کو دکھا کر اس قوم شوم سے پانی طلب کروں گا، اگر پانی دیں گے اس کو سیراب کروں گا، اب اہل بیتؑ عصمت سے کیا بیان کروں گا کہ تیر جفا سے شہید ہوا یہ کہتے ہوئے دروازہ خیمہ پر پہنچے، زار زار روتے تھے، شدتِ رقت سے آواز نہ نکلتی تھی، حجاب مانع تھا کچھ کہانہ جانا تھا، ناچار بصد اضطراب و چشم اشکبار و دل بے قرار حضرت نے پکار کر کہا اے خواہرِ زینبؑ و اُم کلثومؑ و اے لیلیٰؑ آؤ کہ علیؑ اصغرؑ کو آبِ کوثر سے سیراب کیا، صدائے امام مظلوم سن کر تمام اہل بیتؑ خستہ جگر دوڑے، دیکھا کہ علی اصغرؑ خون میں نہائے تیر جفا کھائے دامنِ پدر بزرگوار میں سوتے

ہیں اور حضرت امام حسینؑ زار زار روتے ہیں اور خون اس معصوم کالے کر بطف آسمان پھینکتے ہیں، اہل بیتؑ یہ حال دیکھ کر بے قرار ہوئے لاش علیؑ اصغر کو لے کر ایک ایک نے اپنے گلے سے لگایا، صدائے شیون و فغان چرخ چہارم کے پار گئی، جناب سیکنہ اس معصوم کے لاشے سے لپٹ کر ایسے بین کرتی تھیں کہ دل سنگِ آب ہوتا تھا، حضرت نے فرمایا اے سیکنہ، اے فاطمہؑ، اے زینبؑ، اے اُم کلثومؑ میں تم سے وداع ہوتا ہوں تم سب کو سپرد خدا کرتا ہوں۔ وعدہ دیدار قیامت پر گیا۔ (مصائب الشہداء مطبوعہ ۱۸۸۶ء ص ۵۱۲ تا ۵۱۵)

مقتلِ سادات

چمنستانِ محمدؐ کا شگوفہٴ ناشگفتہ

﴿منیر زیدی الواسطی دہلوی﴾

دنیا والو! آج میدانِ کارزار میں اس وقت وہ دلیر اور منجلا ششماہہ مجاہد ہزاروں قصائیوں کی چھریوں کے سامنے ہنستا اور ہمکتا ہوا جا رہا ہے جس کی مثال تمام دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملے گی۔ صبح سے اس وقت تک جتنے مجاہد میدانِ کارزار میں آئے انہوں نے قتل بھی کیا اور خود بھی قتل ہوئے۔ مگر یہ وہ مجاہد ہے جس نے غصے سے کبھی کسی کو انگلی بھی نہیں لگائی، تیوری چڑھا کر کبھی دیکھا بھی نہیں، بلکہ دوست و دشمن جس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا یہ مسکراتا ہوا اس کی آغوش میں چلا گیا، لیکن آج باپ کی نصرت میں اس کی آستینیں چڑھی ہوئی ہیں۔ امام کے کانپتے ہوئے ہاتھ اس کا مرکب ہیں، جُحیٰ محضیں اس کے دو نیچے ہیں اور مظلوم باپ نے اس کو میدانِ جنگ کے لئے بقول انیس اس طرح سنوارا ہے کہ:

بنا کے شکلِ مجاہد کی لے چلے حضرت

اُلٹ دیا علیؑ اصغرؑ کی آستینوں کو

دنیا ہزار پلٹے کھائے، لاکھ شاعر پیدا ہوں، لیکن یہ تصویر کشی جس کے حصہ کی تھی وہ قلم توڑ گیا اور قلم کی طاقت ختم کر گیا، نہ اب ایسی تصویر کوئی کھینچے گا اور نہ ایسا مجاہد روئے زمین پر پیدا ہوگا۔

قرآن سے مماثلت

دھوپ کی شدت سے اس وقت پتھر پگھلے جا رہے تھے اُس منہ بند کلی کا تو ذکر ہی کیا ہے جس نے بادِ سموم تو کجا خزاں کا جھونکا بھی کبھی برداشت نہ کیا تھا، امام حسین علیہ السلام نے دامنِ تبارِ خ علی اصغرؑ پر ڈھانپ دیا اور اس شکل سے اپنی آخری کمائی دربارِ ربُّ الارباب میں بھیٹ چڑھانے چلے۔ فوجِ کفار نے علیؑ اصغر کے شلو کے پردامن قبائے امام دیکھ کر یہ سمجھا کہ حضرت اب اپنی تنہائی سے عاجز اور اپنے قتل کا یقین کر کے صلح کے لئے قرآن کا بزدان قبا میں لپیٹے لا رہے ہیں اور اس کے واسطے سے اپنی مدد اور جان بخشی چاہتے ہیں۔ اُن بولتے ہوئے پتھروں کو کیا خبر تھی کہ وہ قرآن ناطق کا پارہ جگر ہے جو اپنے بابا کی حمایت میں جان دینے آ رہا ہے اور جس پر دشمنوں کو بھی قرآن کا دھوکا ہو رہا ہے۔

بہر حال چند فرعون بے سامان اپنے زعمِ باطل میں زبانِ امام سے عجز و انکسار کے الفاظِ قریب سے سننے کے لئے اپنے اپنے مرکب بڑھا کر آگے آئے اور اُن کے پیچھے شیاطین کی پیادہ فوج بھی آگے کوریٹگی، حضرت نے یہ دیکھ کر طفلِ صغیر کے چہرے سے دامنِ قبا کو ہٹا دیا۔ سورج کی کرنوں نے اپنا رخ شرما کر اڑا کر دیا۔ جلتی ہوئی گرم ہوا قریب آ کر تھم گئی اور علیؑ کے پوتے کا جلوہ دیکھ کر کافر بھی مبہوت ہو گئے، حضرت نے فرمایا ”اے قوم جفا کار میں تمہارے نبی کا نواسہ اور یہ طفلِ صغیر ساقی کوثر کا پوتا ہے۔ اگر تمہارے زعمِ ناقص میں میں نے کوئی گناہ کیا ہے تو اس بچے کا کیا قصور ہے کہ

تین دن سے اس پر پانی بند ہے، آلِ معاویہ کے دوستوں آلِ رسولؐ سے دوستی کر دگر بچے سے دشمنی تو کسی مذہب میں روا نہیں اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے ورنہ مجھے سوال کی ضرورت پیش نہ آتی، شمر تو یہاں موجود ہوگا اُس سے دریافت کر لو کہ ہم نے تو زمانہ اقتدار میں بھی دشمنوں تک پر بھی پانی بند نہیں کیا اور یہ تو ہر نگاہ میں معصوم ہے پانی کے دو قطرے سے اس کا خشک گلہ تر ہو سکتا ہے اور اس سے بہتے ہوئے دریا میں کمی نہیں آ جائے گی۔

حضرت علی اصغرؑ کا رجز

جب حضرت کے جواب میں کوئی آواز بلند نہ ہوئی تو آپ نے اپنے بچے کو چھاتی سے لگا کر کہا:

”بیٹا! تم بھی تو حجتِ الہی کے فرزند ہو، ان اشتقیاء پر حجت تمام کر دو“ یہ سننا تھا کہ ششما ہے مجاہد نے باپ کی آغوش سے سر بلند کر کے فوجِ شقی کو دیکھا اور اپنا چہرہ اشتقیاء کو دکھایا یہی اس مجاہد کا رجز تھا، جس کی تشریح یہ ہو سکتی ہے ”دیکھ لو! مجھے اچھی طرح دیکھ لو! میں علیؑ کا پوتا اور حسینؑ کا بیٹا ہوں، بابا پر ظلم تم نے توڑ رکھے ہیں جب وہ مجھ سے نہ دیکھے گئے تو خود میدانِ جہاد میں آ کر یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ایک بچے کی زبان نے جنابِ یوسفؑ کی بے گناہی پر شہادت دی تھی اور ملکِ مصر کے باشندوں نے اُس کی تکذیب نہیں کی تھی۔ ایک طفل یعنی جنابِ عیسیٰؑ نے اپنی ماں کی پاک دامنی پر گہوارے میں گواہی دی تھی اور پھر سب معترضین نے سر تسلیم خم کر کے جنابِ مریمؑ کی بے گناہی اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔ میں آج اسی طرح اپنے باپ کی بے گناہی اور اُن کی امامت پر گواہی دینے آیا ہوں، نطق سے بھی عاجز نہیں ہوں، لیکن تمہاری شقاوت کو جانتا ہوں کہ تم اس پر بھی میری تکذیب کرو گے اور اس کا نتیجہ قہرِ الہی ہے،

لیکن یہ رحمت اللعالمین کے فرزند اور میرے باپ کو منظور نہیں اس لئے میں نے تین بار اپنا سر اٹھا کر تم پر جرح کو ختم کیا اور گویا بزبانِ بے زبانی یہی رجز ہے۔“

جہاد اور شہادت

یہ جلوہ فرزندِ صغیر ایسا جلوہ نہ تھا کہ قصائیوں کی آنکھیں جسے صبر اور ضبط سے دیکھ سکتیں، اکثر قسمی القلب سپاہیوں کی آنکھوں میں خون کے آنسو بھر آئے، لیکن چونکہ کوئی جواب نہ آیا اس لئے رجز کے بعد اب جہاد اور حملے کی ضرورت تھی اور مجاہد کو آج پوری طاقت اُس میدان میں دکھانی تھی۔ جہاں اس کے چچا اور پھوپھی زاد اور حقیقی بھائیوں نے شجاعت کے کرشمے دکھائے تھے۔ اس لئے شمشاہے مجاہد نے بھی تیغ زباں غلافِ دہن سے نکالی اور ابھی خشک ہونٹوں کی سان پر اُسے رکھ کر پھرایا تھا کہ بڑے بڑے شجاعوں کے دل کٹنے اور خون ہونے لگے اور بعضوں کی آواز گریہ میں صدائے الامان بلند تھی، یہ دیکھتے ہی ننھے سپاہی کو جد امجد کی اُمت پر رحم آ گیا، اور تیغ بے آب کو آبدار بنائے بغیر غلافِ دہن میں رکھ لیا اب کیا تھا عمرِ سعد نے رنگ بے رنگ دیکھ کر حرمہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کر کے کہا اقطع کلامِ حسین، کیا دیکھتا ہے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے“ بد بخت ازلی نے تیرسہ پہلو جوڑا، ادھر کمان کڑکی ادھر چھوٹے سپاہی نے باپ کے ہاتھوں پر ٹھاثھ بدلا، حسینؑ نے بھی بچے کو چھاتی سے لگانا چاہا لیکن مجاہد کا جہاد ختم ہو چکا تھا، بیٹے کے حلقوم اور باپ کے بازو کا وصال ہوتے ہی بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔

ناقصہ صالِح سے تشبیہ:

نوشتم زائل شدہ باپ نے اپنی آنکھ سے یہ سب کچھ دیکھا اور بازو شکستہ باپ نے

اپنے ہاتھ سے تیرسہ پہلو حلقوم علی اصغرؑ سے کھینچا، خون کا فوارہ ہمراہ پریکان برآمد ہوا، حضرت نے کمال صبر کے جوہر دکھاتے ہوئے بچے کا گرم گرم لہو اپنے چلو میں لیا اور فرمایا پروردگار عام جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے اور جس راہ میں اس وقت میں گامزن ہوں اس کی منزلیں تیری ہی رحمت سے آسان ہو رہی ہیں، مگر اس سنگین واقعہ پر تجھے گواہ کرتا ہوں، منتقم حقیقی! یہ میرا سچا ناقہ صالحؑ سے کم نہیں لیکن نانا کا قدم جب تک درمیان ہے اور میرے دم میں جب تک دم ہے میں اُن کی اُمت پر عذاب نہیں آنے دوں گا۔“

جناب امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد نے چلو کا خون جانبِ فلک پھینکا اور کوئی قطرہ زمین پر واپس نہ آیا۔

بچہ ہاتھ پر پھڑک کر ختم ہو گیا تو مظلوم کربلا دیر تک خون بھری باجھوں اور رخسار کو چومتے رہے اور اپنے دست مبارک میں لگے ہوئے خون سے غم علی اکبرؑ میں سفید ہو جانے والی ریش مبارک کو خضابِ رے کے فرمایا ”میرے چاند! چلو تمہیں زیرِ زمین چھپا دوں، تم چلو تمہارے پیچھے میں بھی اسی ہیئت سے تمہارا خون چہرے پہ ملے نانا کے پاس آتا ہوں اور اُن ہی کو دکھاؤں گا کہ اس اُمت جفا کار نے تمہارا اور میرا یہ ال بنایا ہے اور میرا کیا انتظار؟ تمہاری دادی عرفہ جنت سے منہ نکالے آغوش بکف تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔“

ہاتف کی ندا اور سچے کا دفن

دل ہمہ داغ داغ امام کی حالت اس سانحہ عظیم میں جو کچھ ہوئی وہ ہزار زخموں کی خلش کے برابر تھی اور سب سے زائد یہ خیال دامن گیر تھا کہ عالم مسافرت میں سب

طرف سے بے آس و مددگارِ مادرِ علی اصغر کو کیا جواب دوں گا، جس سے سوالِ آب کے وعدے پر اُس کے طفلِ ششماہہ کو لایا تھا۔ چنانچہ اسی فکر میں انا اللہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے سات مرتبہ آپ خیمے کی طرف بڑھے اور سات مرتبہ یہی کلمہ ترجیع فرماتے ہوئے واپس ہوئے۔ مظلوم امام کے اسی فعل کی وہ تاسی ہے جو مومنین روزِ عاشورا اپنے عمل میں کرتے ہیں۔ علامہ سید سبط ابن الجوزی اہل سنت والجماعت کی سند سے صاحبِ نسخ نے روایت کی ہے کہ اس وقت ہاتفِ غیبی نے ندادی ”بس بس حسین! اب بچہ کو وداع کیجئے، جنت میں اس کے لئے دایہ مقرر ہے“ یہ سنتے ہی امام نے طفلِ شہید کو اٹھائے ہوئے ہاتھ دعا اور شکر کے لئے بلند فرمائے اور راز و نیاز کی منزل ختم کر کے لاش کو زمین پر لٹایا اور فرمایا ”حوروں کی گودوں میں کھیلو۔ دایہ بہشت کا دودھ پیو۔ آخر اُمِ رباب کی گود میں رہنا پسند نہ آیا۔“ یہ فرما کر امام نے تلوار سے قبر کھودی آغوش کے پالے کو زمین کے حوالے لیا اور بحالتِ مجبوری خود ہی مٹی دے کر گڑھا بند کر دیا۔ چھوٹی سی قبر دیکھ کر دل بھر آیا، آخر منہ رکھ کر اتنی دیر روتے رہے کہ پیاسے مجاہد کی خشک لحد تر ہو گئی۔ قبرِ علی اصغر سے اٹھ کر درخیمہ پر آئے اور آواز دی اُمِ رباب سے کہنا تمہارا چھوٹا فرزند اپنی دادی کی سرپرستی اور دایہ بہشتِ عمر سرشت کی آغوش میں جا پہنچا اور اب پیاس اور دشمنوں کی اذیت سے پناہ خدا میں ہے، ”مظلومہ بی بی سرپیشی ہوئی باہر نکل آتی مگر سب نے سنبھالا اور کہا کہ اُمِ لیلیٰ کو دیکھ کر صبر کرو جن کی ۱۸ برس کی محنت او رہمِ مشکل نبی چاند اب تک آنکھوں کے سامنے خاک و خون میں غلٹاں پڑا ہے آخر غریب ماں دل پکڑ کر اور کیچہ موس کر رہ گئی، مظلومہ کی آہ سے عرشِ خدا کو زلزلہ ہوا، مگر رحمت اللعالمینؑ کے نواسے کا قدم در میان تھا، جس نے ایسے آتے ہوئے عذابِ ستر دفعہ دفع فرمائے۔

نماز میت

قبر کھودنے سے پہلے اس بچہ پر امام نے نماز بھی پڑھی اور یہ متواترات سے ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اور شہداء پر نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی، اگر شہید کے لئے اس نماز کی ضرورت نہیں تو آخر اس بچے پر یہ کیسی نماز تھی؟ جو پڑھی گئی تو اپنی شہادت کی تکمیل کے لئے اس شہادت کو مہر سمجھ کر امام نے یہ نماز ہدیہ شکر پڑھی یا یہ نماز ہدیہ میت جملہ شہداء کے لئے تھی، غرض اسرارِ امامت سے یہ وہ راز تھا جسے امام ہی جانتے ہیں چونکہ امام نے اس فرزند کو سپرد زمین کر کے اپنی امانت سونپ دی تھی اس لئے یہ بالکل غلط ہے کہ بعد شہادت فرزند رسول الثقلین اس بچے کی لاش زمین سے نکال لی گئی اور اس بچے کا چھوٹا سا سر بھی نیزے پر بلند تھا، یہ محض بحور النعمہ کی من گھڑت روایات ہیں۔ امام جس بچے کو ناقہ صاحن سے تشبیہ دے چکے تھے اگر اس کی بے ادبی بعد دفن بھی جائز رکھی جاتی تو جہاں اس کا سر نیزہ پہ ہوتا وہاں آفتاب حشر بھی ساتھ ساتھ سوانیزہ پر نظر آنے لگتا اور آج نہ یہ واقعہ کوئی بیان کرنے والا ہوتا نہ سننے والا ہی روئے زمین پر کوئی نظر آتا۔ (مقتل سادات جلد دوم ص ۱۶۷ تا ۱۷۳)

بحر المصاب

﴿خواجہ شریف حسین صاحب کربلائی مشہدی﴾

شہادت حضرت علی اصغرؑ کی:

فرمایا حضرت جناب جعفر صادق علیہ السلام نے کہ مصیبت امام حسین علیہ السلام وہ مصیبت اعظم ہے کہ مصیبت پر اُس امام مظلوم کی تمام جن و انس وحش و طیور روئے، یہاں تک کہ آنکھوں سے جانوران وحشی کے اشک جاری ہوئے، مومنین جب کہ جانودان چرند و پرند کے اشک اس مصیبت عظیم میں جاری ہوں تو عجب ہے کہ ہم غلام

امام حسین علیہ السلام کے کہلائیں اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں واسطے رونے کے مصائب سید الشہداء پر خلق کیا ہوا اور ہم نہ روئیں اور مصیبت پر اس امام بیکیں کے گریہ و بکا نہ کریں۔

کتاب منتخب و مقتل ابو مخنف وغیرہ کتب احادیث میں منقول ہے کہ جب روز عاشور اہل کار فرزند رسول مختار کا سوائے جنگ و کارزار کے کچھ نہ بٹھرا اور سب اعوان و انصار و منس و نمکسار اس اناہم ابرار کے راہی جنت ہو چکے اور کوئی شخص اولاد و اقربا سے بجز عورت و چند اطفال خور و سال کے باقی نہ رہا، اس وقت اس امام مظلوم نے بے گناہ حسرت و یاس طرف لاشہ ہائے انصار و اقربا کے ملاحظہ کیا، دیکھا کہ عجیب صورت و شمائل کے نوجوان ذی شان مانند عباس و داؤد، عون و محمد، قاسم و علی اکبر سب بھائی اور بھتیجے اور بھانجے مثل گوسفندان قربانی بجاک و خوں غلطاں ریگستان گرم پر پڑے ہیں، درد سب جری و دیندار ماہ طلعت و عالی وقار مثل شیروں کے خواب گاہ شہادت میں سوتے ہیں۔

جبکہ حضرت نے سب اپنے اصحاب کو درجہ شہادت پر فائز پایا اور کوئی ناصر و مددگار و معین و جاں نثار یمن و یسار آپ نے نہ دیکھا، اس وقت اپنی تنہائی و بیکیں پر کمال متاسف ہوئے اور مفارقت پر ان سب انصار و فاشعار کی بہت روئے اور فرمایا افسوس صد افسوس کہ ہم یکہ و تنہا اس مجمع اعداء میں رہ گئے افسوس کہ اس غربت و بیکیں میں کیسے کیسے دوست و جاں نثار اور کیسے کیسے رفیق و فاشعار دیندار آج ہم سے جدا ہو گئے، پس بعد اس گریہ و بکا کے متوجہ طرف خیمہ گاہ ہوئے تاکہ اہل حرم سے وداع ہو کر میدان کارزار میں تشریف لائیں۔ پس حضرت نے درخیمہ سے آواز دی کہ اے بہن میری زمینب و اُم کلثوم اور اے سکیئہ اور اے رباب تم سب کو سلام آخری میرا پہنچو کہ اب میں رخصت

ہوتا ہوں اور تم کو بخدائے عزوجل سپرد کرتا ہوں کہ وہ خداوند حفیظ و نگہبان تمام عالم کا ہے، پس سنتے ہی آواز ہلاکت طراز اُس امام یکس کے سب بیبیاں خیمہ عصمت و طہارت سے سب بے تابانہ سرو پا برہنہ روتی پینتیں ڈیوڑھی پر آئیں اور دیکھا کہ حضرت امام علیہ السلام آمادہ شہادت یکہ و تنہا کھڑے رو رہے ہیں، پس دیکھتے ہی اُس حال پر ملال آنحضرتؑ کے کوئی بی بی دامن امام زماں سے لپٹ گئی اور کوئی مخدومہ ستم دیدہ سموں پر ذوالجناح کے سر اپنا پکٹنے لگی اور کوئی زمین پر بے تاب ہو کر ہچکچاڑیں کھانے لگی۔ اُس وقت امام حسین علیہ السلام نے جناب زینبؑ خاتون، دختر خاتون قیامت سے فرمایا کہ بے بہن تمام اعوان و انصار ہمارے ہمیں تنہا چھوڑ کر راہی جنت ہوئے، اب کوئی ایسا غمگسار باقی نہیں ہے کہ ہماری نصرت و یادری کرے اور عوض ہمارے جان اپنی ہم پر فدا کرے، پس اب میں شہادت پر آمادہ ہوں اور تم سے رخصت ہو کر مرنے کو جاتا ہوں، لیکن حال علی اصغر شیر خوار کا مجھے بہ سبب پیاس کے متغیر معلوم ہوتا ہے۔ لہذا مجھے ضرور ہے کہ میں تدبیر تحصیل آب واسطے اس درّ بے بہا و نایاب کے کروں۔

پس یہ کلام حسرت التیام امام علیہ السلام سے سُن کر جناب زینبؑ ناکام بہت روئیں اور عرض کی کہ فدا ہو جان بہن کی آپ پر، کیونکہ حال علی اصغر کا متغیر نہ ہو کہ تین شبانہ روز متصل گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کالب ہائے نازنین اس ماہ جس تک نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی قطرہ دودھ کا اُسے میسر آیا ہے کہ اُس سے صورت اس کی زندگی کی ہوتی اور خود ماں اس بچے کی یعنی ربابؑ نایابی آب سے جاں بلب ہے اور دودھ اُس کا خشک ہو گیا ہے۔

پس امام حسینؑ نے اُس ماہ رو کو زینبؑ خاتون کی آغوش سے لے کر اپنے آگے

قریب ذوالحجہ پر بٹھالیا اور بہ سبب کمال محبت کے بہ حسرت و یاس صورت اُس ماہ طلعت کی دیکھتے تھے اور تشنہ لبی پر اُس شیرخوار کے روتے تھے اور اُسے پیار کرتے جاتے تھے۔ پس وہ امام عالی مقام علیہ السلام سامنے صفوف لشکر ستم شعار کے کھڑے ہوئے اور اُس طفلِ صغیر کو ہاتھوں پر رکھ کر اُسے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل اقدس نمایاں تھی، اور اُس وقت باوازِ بلند واسطے اتمامِ حجت کے اُس قومِ نابکار سے ایسا کچھ فرمایا کہ اے اہل کوفہ و شام آیا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت سے یہ وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے بددعا و عناد پیش آنا اور اُن کو بہ ظلم و ستم قتل کرنا، مقامِ حیرت ہے کہ راکب و مرکب تمہارے پانی سے سیراب ہوں اور پانی پینا سگ و خوک تک کا تمہیں گوارہ ہو اور اولادِ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ذریتِ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے اور اُن پر اس قدر ممانعت پانی کی ہو کہ وہ سب نایابیِ آب سے بجائے وضو تیمم خاک سے کریں۔ اے قوم بدکردار کیا قیامت ہے کفار ترک و دیلم تک کو تمہاری اجازت ہے کہ جس قدر چاہیں آبِ فرات سے سیراب ہوں، مگر اطفالِ خوردسال تک ہمارے ایک جرعہ پانی کا نہ پائیں، گوشتِ تشنگی سے جاں بلب ہوں، اے قوم ستمگاراے فرقہ اشرا تین شبانہ روز ہم پر گزر چکے ہیں کہ تم نے ہم پر پانی حرام کر دیا ہے حالانکہ ہم اہل بیت رسالت و معدن نبوت ہیں۔

اے اعدائے دین و اے معاندین سید المرسلین آج تم نے مجھے مظلوم پر وہ ظلم کیا ہے کہ کوئی بے رحم عالم میں کسی ادنیٰ ترین مخلوقات پر ایسا ظلم نہ کرے، لعنت خدا تم پر کہ تم نے سب بھائی و فرزند و اصحاب و فاشعار و اعوان و انصار میرے قتل کئے اور مجھے ایسا بیکس و بے یار و مددگار کر دیا ہے کہ کوئی انیس و نغمسار میرا باقی نہیں ہے، مگر یہ طفلِ شیر

خوار کہ یہ بھی شدتِ پیاس سے جاں بلب ہے، تین شبانہ روز متصل اس پر بھی گزرے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا اُس ماہِ رو کے لبوں تک نہیں پہنچا ہے۔ اے گروہِ اشتیاء اے قوم بے حیا اگر تمہارے زعمِ باطل میں میں واجبِ القتل و گنہگار ہوں تو مجھے قتل کرو، لیکن یہ بچہ شیرِ خوار محض بے گناہ ہے اس پر رحم کرو اور اسے ایک جرمِ آبِ دو کہ یہ شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے۔

مقتلِ ابو جحَف میں منقول ہے کہ جنابِ سید الشہداء علیہ التحیۃ و الثناء ابھی اُس قومِ اشتیاء پر اتمامِ حجت کر رہے تھے کہ ایک ملعون بے رحم نے ایک تیر مسموم طرفِ امامِ مظلوم کے ایسا تاک کر مارا کہ وہ تیرِ ستمِ حلقِ نازنین علی اصغرؑ ماہِ جبیں کو اُس کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ وہ تیرِ جفا پہلوئے نازنین اُس ماہِ لقا پر اس قوت سے آن کر لگا کہ وہ شاہزادہ ہاتھوں پر امامِ حسین علیہ السلام کے تڑپنے لگا اور وہ حضرت دیکھتے ہی اس مصیبتِ عظیم کے چلائے اور فرمایا ہائے علی اصغرؑ نو نظر، ہائے اے پارہٴ جگر، افسوس ہے کہ تجھ سے ماہِ انور کو قتل کیا اور ایک قطرہ پانی کا نہ دیا، پس اُس طفلِ شیرِ خوار نے بے نگاہِ یاس طرفِ صورتِ اپنے باپ کی دیکھا اور کچھ مسکرایا اور حلتِ کر گیا۔ پس امامِ حسینؑ مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خونِ زخمِ گلوئے نازنین اس ماہِ جبیں سے چٹو بھر کر طرفِ آسمان کے پھینکا اور جنابِ احدیت میں عرض کی کہ اے پروردگارِ عادل و عالم تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان اعدائے دین کے کہ ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کئے ہیں یہاں تک کہ قتل کیا اُن اشتیاء نے اس طفلِ شیرِ خوار کو کہ جو ہم صورتِ تھا تیرے رسولِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اُس خون سے ایک قطرہ تک زمین پر نہ گرتا تھا، پس امامِ حسین علیہ السلام خیمہِ حرمِ محترم میں تشریف لائے اور لاشِ اُس

معصوم شیر خوار کی مادر ستم دیدہ کو اُس کی دے دی اور رو کر فرمایا کہ اے رباب صبر کرو اس مصیبتِ عظیم پر کہ جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اُس پروردگار کا کہ جو خالق آسمان و زمین ہے اور یہی امر باعثِ رضائے خدائے عزوجل ہے اور علی اصغرؑ اب ایسے آبِ خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا، پس جنابِ ربابؑ خاتونِ لاش اُس پارہ جگر کی اپنی آغوش میں لے کر بہت روئیں اور بکمالِ حسرت صورتِ اُس ماہِ طلعت کے دیکھتی تھیں اور خونِ حلقِ نازنین اُس ماہِ جبین سے پونچھتی جاتی تھیں اور منہ اپنا منہ پر اُس نورِ نظر کے رکھے ہوئے یہ بین جگر خراش کرتی تھیں کہ ہائے اے پارہ جگر ہائے اے نورِ نظر، ہائے علی اصغرؑ افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ معصوم شیر خوار پر رحم نہ کیا اور تجھ سے بے گناہ ماہِ میزِ تصویرِ رسولِ مقبولؐ کو تیر سے شہید کیا اور وہ مخدومہ کونینِ خونِ گلوئے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر ہلتی اور پیار کرتی جاتی تھیں اور کہتی تھی کہ اے علی اصغرؑ مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ دودھ تمہارا پیکانِ تیر سے بڑھایا جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حالِ مادرِ علی اصغرؑ کا نہایت ہی متغیر پایا جلد اُس نورِ چشم کو گود سے اُس معظمہ ستم رسیدہ کے لے لیا اور اُس بی مظلومہ کو روتی بیٹھتی چھوڑ کر قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاشِ اُس بچے کی لاشہائے شہداء میں رکھ دی۔

اور احتجاجِ طبری میں یوں منقول ہے کہ جنابِ امام حسینؑ لاشِ علی اصغرؑ کو آغوشِ اقدس میں لے کر تشریف لائے اور پشتِ ذوالجناح سے اتر کر نوکِ شمشیر سے ایک گڑھا بہ صورتِ قبر آپ نے کھودا اور خونِ حلقِ نازنین علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اُس بچے کے بجائے کفن ملا اور آپ ہی اپنے ہاتھ سے اُس چاندی صورتِ کو خاک میں چھپا دیا، پس بعد دفن اُس ماہِ انور کے قبر پر اُس کی روتے تھے اور فرماتے تھے اے نورِ نظر اے علی اصغرؑ تم بخدائے عزوجل کہ بعد تیری شہادت کے اب کوئی ناصر و مددگار و

مونس و غمگسار ہمارا باقی نہیں ہے کہ جسے اس مصیبت عظیم و بلائے جسیم میں تسکین مجھ بے کس کی ہو، پس اے نور چشم جب تک ہم جیتے ہیں، تیری مفارقت میں رویا کریں گے اور دوست تاسف ہمیشہ ملا کریں گے، جب تک کہ تجھ سے نہ ملیں، پس حضرت نے بکمال حسرت قبر علی اصغر پر گریہ و بکا کیا اور بعد اس کے خود مادہ شہادت ہوئے۔ (بحر المصاب ص ۲۴۱ تا ۲۴۲)

اصحاب الیمین

﴿علامہ حسین بخش مجتہد العصر﴾

شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام

ان کی والدہ جناب رباب بنت امراء القیس بن عدی کلبی تھیں مقام سے مروی ہے کہ امراء القیس بن عدی نصرانی تھے اور جب مسلمان ہوئے تو اس وقت خلافت ثانیہ کا دور تھا خلیفہ نے اس کو بنی قضاہ کی سرداری کا عہدہ تفویض کیا یہ عہدہ حاصل کرنے کے بعد جب مسجد نبوی سے نکلے تو حضرت امیر المومنینؑ اپنے دونوں شہزادوں سمیت اُن سے جا ملے۔ رسمی تعارف کے بعد آپ نے امراء القیس سے خواستگاری کی تو انھوں اس نے عرض کی اے آقا میری تین لڑکیاں ہیں۔ ایک کا نام حیات ہے اس کا میں نے آپ سے نکاح کیا اور دوسری کا نام سلمیٰ ہے وہ حسن کے نکاح میں دیتا ہوں اور تیسری کا نام ربابؑ ہے اور وہ میں نے حسینؑ کو نکاح میں دی۔ بہر کیف ربابؑ کا عقد حضرت حسینؑ کے ساتھ خلافت ثانیہ کے دور میں ہوا۔ جناب سیکڑہ خاتون اور حضرت علی اصغرؑ انھیں خاتون کے شکم پاک سے تھے۔ یہ خاتون امام عالی مقام کی بڑی وفادار تھیں اور امام پاک بھی اُن سے محبت بہت کرتے تھے صمصام سے مروی ہے کہ

جب اُن خاتون نے ابن زیاد کے دربار میں اپنے مولا کا سر دیکھا تو ضبط نہ کر سکیں۔ اور نامناسب مقام سے سر پاک کو اٹھا کر گود میں لے لیا اور سخت ماتم کیا۔ میں نے بعض کتب مرثیٰ میں دیکھا ہے کہ شب یازدہم جب اُمّ ربابؓ کو ماتم کی محبت نے مجبور کیا تو میدان کی طرف چل پڑیں تاریکی شب سے دکھائی کچھ نہ دیتا تھا لیکن علی اصغرؓ کا تصور دل پر تھا پس جب بھی کوئی بلند جگہ سامنے آتی اور پاؤں کو دھکا لگتا تو فوراً ہائے اصغرؓ کر کے بیٹھ جاتیں کہ ممکن ہے یہ میرے اصغرؓ کی قبر ہو۔

کامل ابن اشیر سے مروی ہے کہ جناب ربابؓ جب شام کی قید سے رہا ہو کر بمعہ قافلہ مدینہ واپس آئیں تو اشراف قریش نے خواستگاری کی لیکن اُن وفادار خاتون نے جواب دیا کہ رسول اللہ کے رشتہ کے بعد کسی دوسرے سے اپنا رشتہ نہیں کرنا چاہتی پس غم و اندوہ میں ایک سال گزرا اور تازیست سایہ میں نہ بیٹھیں کمزوری دلاغری بدن پر غالب آگئی تھی نیز مروی ہے کہ ایک سال امام حسینؓ کی قبر کی مجاوری کی نیز کافی سے بھی مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا شہادت حسینؓ کے بعد یعنی کلبیہ عورت نے ایک سال برابر امام کی قبر کی مجاوری کی جناب ربابؓ اس قدر روتی تھیں کہ قرب وجوار کی تمام عورتیں ان کے گریہ سے متاثر ہو کر روتی تھیں اور اس قدر روئیں کہ آنکھوں سے آنسو ختم ہو گئے ایک کنیز کو دیکھا کہ اس کی آنکھ میں آنسو موجود ہیں اس سے وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں سٹو استعمال کرتی ہوں جس کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو ختم نہیں ہوتے پس بی بی نے سٹو تیار کرائے اور تمام کنیزوں اور قبیلے کی عورتوں میں تقسیم کئے۔ اور فرمایا میں چاہتی ہوں کہ مجھ میں امام حسینؓ کے ماتم میں رونے کی زیادہ سے زیادہ قوت پیدا ہو۔

ایک دن کسی نے پہاڑی پر پرندہ کا گوشت بھونا ہوا ہدیہ کے طور جناب ربابؓ کو

پیش کیا تو بی بی نے جواب دیا کہ یہ غذا ان لوگوں کی ہے جو عر سی منار ہے ہوں ہم لوگ ماتم دار ہیں اس قسم کی غذائیں ہمیں زیبا نہیں پس جو شخص لایا اس کو وہ غذا واپس دی گئی پس وہ شخص فوراً غائب ہو گیا۔ معلوم نہ ہوا کہ جانب آسمان پرواز کر گیا ہے یا زمین میں چلا گیا ہے۔

سبط بن جوزی سے تذکرۃ الخواص میں منقول ہے۔

جناب رباب امام حسینؑ کے بعد ایک سال زندہ رہیں اور غم و اندوہ کی حالت میں ان کا انتقال ہوا اور حسینؑ کے بعد کبھی سایہ میں نہ بیٹھیں مشہور ذاکرین میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے تازیست ٹھنڈا پانی بھی نہ پیا۔

روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدینے میں پہنچنے کے بعد ایک سال زندہ رہیں لیکن یہ معین نہیں کیا جاسکتا کہ مدینے میں کچھ دن رہ کر پھر امام پاک کی قبر پر تشریف لے گئیں اور ایک سال وہیں غم کی حالت میں رہ کر انتقال فرمایا یا شام سے واپسی پر ایک سال قبر حسینؑ کی مجاوری کی اور پھر مدینہ میں تشریف لائیں نیز یہ بھی ممکن ہے کہ تمام مدت زندگی بعد از سفر شام ایک سال ہو جو قید کے بعد مدینے میں گزاری اور اور ہر وقت کی ماتم داری کو مجاورت قبر حسینؑ سے تعبیر کیا گیا ہو۔

شہادت شہزادہ علی اصغرؑ

میں اس شہادت کو سید العلماء علامہ مولانا سید محمد باقر شاہ صاحب قبلہ کے مسودہ مجالس سے نقل کرتا ہوں تذکرہ سبط بن جوزی میں ہشام کلبی سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہیں تو قرآن مجید کو کھول کر سر پر رکھا اور با آواز بلند ندا دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور میں تمہارے رسول کا نواسہ ہوں بتاؤ میرے خون کو کیوں جائز سمجھتے ہو؟ اتنے میں آپ

نے اپنے شیر خوار کی آواز سنی جو شدت تشنگی سے رو رہا تھا۔ پس اس کو ہاتھوں پر اٹھایا اور فرمایا اے قوم اگر تم لوگ مجھے قابلِ رحم نہیں سمجھتے تو اس بچے پر تو رحم کرو کیا عرض کروں کہ اس کا جواب کیا ملا؟ ایک شقی ازلی نے چلہ کمان سے تیر رہا کیا اور بچہ باپ کی گود میں شہید ہو گیا۔ امام نے رو دیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی میرے اور اس قوم کے درمیان تو یہی فیصلہ کرنا جنھوں نے ہمیں دعوت دی اور پھر ہماری نصرت سے دست بردار ہو کر ہمارے قتل کے درپے ہوئے ہاتھ غیبی کی ایک ندا آئی۔

اے حسین فکر نہ کرو اس بچہ کے لئے جنت میں ایک دایہ مقرر ہے (نفس المہموم صفحہ ۱۸۵) ممکن ہے اس دایہ سے مراد کوئی حور ہو یا شاید اس سے مراد جناب خاتونِ جنت ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جناب زینبؓ خاتون سے علیؓ کو طلب فرمایا تھا کہ مجھے شیر خوار دیجئے تاکہ میں اُس سے وداع کر لوں لیکن جب دیکھا کہ پیاس سے اُس کے لب خشک ہیں اور رو رہا ہے تو پانی طلب کرنے کی خاطر ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں لے آئے اور شیر خوار کے لئے پانی طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے قوم تم لوگوں نے میرے جوان بھائی، بیٹے اور انصار کو شہید کر ڈالا ہے اب اس بچے کے سوا میرے پاس اور کوئی باقی نہیں رہا کم از کم اس کو تو پانی پلا دو۔ اگر میرے اوپر تم رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر رحم کرو لیکن امام عالی مقام کی اس تقریر کا ان سنگدلوں پر کیا اثر ہوا؟ اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ ایک تیر جفا گلوئے نازنین کی طرف آیا جس کے صدمہ سے بچہ باپ کی گود میں ہمک ہمک کر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

کتاب محرق القلوب صفحہ ۱۴۹ پر ہے کہ حرمہ بن کاہل اسدی نے تیر مارا اصغرؓ کی گردن سے گزر کر امام حسینؓ کے بازو میں پیوست ہو گیا حضرت نے وہ تیر زور سے کھینچا اور حلق علیؓ سے بننے والا خون اپنے چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا بچے

نے پُرمان نگاہ اپنے باپ کے چہرے پر دوڑائی اور ایک تبسم کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ امام نے سرد آہ کھینچی کہ زمین میں زلزلہ آیا پس خیام کا رخ فرمایا اور قریب پہنچ کر اہل حرم کو صدادی کہ یہ لعلی اصغر حوض کوثر سے سیراب ہو چکا ہے جونہی بیبیوں نے آواز سنی سر اسیمہ دوڑ کر آئیں حضرت نے وہ بچہ ماں کی گود میں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس دنیاوی پانی کے بدلے میں امام حسینؑ کو چار قسم کے پانی عطا ہوئے (۱) کوثر کہ حسینؑ کے عزا دار اس کو پی کر مسرور ہوں گے۔ (۲) آب حیات جس کو عزا داروں کی آنسو سے ملایا جاتا ہے اور اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بھی حسینؑ کے ماتم داروں کے لئے جنت میں ہوگا۔ (۳) تمام مومنوں کی آنسو کا پانی کیونکہ حضرت حسینؑ قاتل العمرہ ہیں۔ (۴) ہر سرد پانی کیونکہ جب بھی کوئی مومن پانی پیتا ہے تو اپنے آقا و مولا کی تشنہ لبی کو یاد کرتا ہے۔ نیز مستحب بھی ہے کہ جب بھی انسان سرد پانی پئے تو امام حسینؑ پر سلام و درود اور آپ کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ دین خدا کی حفاظت کے لیے آپ کو پانی کے چار قسموں کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ آپ کا پہلا حق تو وہی ہے جو تمام بنی نوع انسان کو پانی کے استعمال کے لیے بالعموم حاصل ہے۔

دوسرا حق ذی روح ہونے کی حیثیت سے پانی کے استعمال کا حق حاصل ہے کیونکہ ہر ذی روح کی زندگی کا دار و مدار پانی پر ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مملوک حیوان پیاس کی شدت سے مر رہا ہو اور پانی میسر نہ آتا ہو تو نماز خدا کے لیے تیئم کر لیا جائے اور اُس حیوان کی زندگی کو بچانے کے لیے پانی اس کو پلا دیا جائے۔

تیسرا حق بالخصوص اہل کوفہ پر تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ پیاس سے جان بلب ہونے کی حالت میں ان کو سیراب فرمایا تھا ایک دفعہ قحط سالی میں امام حسینؑ کی دعا سے باران

رحمت کا نزول ہوا تھا۔ دوسری مرتبہ جنگ صفین میں جب فوج شام نے پانی پر قبضہ کیا تو امام حسینؑ نے باعجاز امانت ان کو سیراب کیا تھا اور تیسری مرتبہ لشکرِ حر کو سیراب فرمایا تھا۔ ان ہر سہ حقوق کے باوجود آپ کو دریائے فرات کے کنارے پر بمعہ اصحاب و اہل بیت پیاسا شہید کر دیا گیا۔

چوتھا حق خصوصی یہ بھی تھا کہ دریائے فرات بالخصوص جناب بتول معظمہ کے حق مہر میں داخل تھا۔

امام عالی مقام پر پیاس کی شدت حد درجہ کو پہنچی ہوئی تھی لیکن چار اعضاء مبارکہ پیاس سے سخت طور پر متاثر تھے (۱) لب ہائے مبارک بالکل خشک تھے (۲) جگر کباب ہو رہا تھا (۳) زبان خشک تھی (۴) چشم اطہر کے سامنے آسمان تاریک تھا (لخص از خصائص) جناب سیکندہ خاتون جب بعد از شہادت بابا کی لاش پر پہنچیں تو فرماتی ہیں گلوئے بریدہ سے آپ یہ فرما رہے تھے:

اے میرے شیعو! جب سرد پانی پینا تو مجھے یاد کرنا۔ یا اگر کسی مسافر یا شہید کا ذکر سننا تو میرے اوپر آنسو بہا لینا میں وہ سبٹ ہوں کہ مجھے انھوں نے بغیر جرم کے قتل کیا ہے اور قتل کے بعد گھوڑے کے سموں سے مجھے پامال کیا ہے ان پر ویل ہو کہ انھوں نے رسولؐ اتقلین کے دل کو زخمی کیا ہے کتنی زبردست مصیبت ہے جس نے ارکانِ عالم کو منہدم کر ڈالا ہے کاش یوم عاشور تم سب مجھے دیکھتے ہوتے۔

کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لئے پانی مانگ رہا تھا اور وہ توجہ نہ کرتے تھے اور پانی کے بدلے میں اس کو انھوں نے تیر جفا کا پانی پلایا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام نے شیرِ خوار شہزادے کا خون چٹو پر لیا۔ اور اُسے آسمان کی طرف پھینکا کہ ایک قطرہ واپس نہ آیا عا لبا وہ ملائکہ کرام نے اپنے پاس محفوظ

کر لیا ہے کہ بروزِ محشر اسے بطور شہادت کے پیش کیا جاسکے کتابِ احتجاج میں ہے کہ پس آپ گھوڑے سے اترے اور خون آلود نازنین کو سپرد خاک فرمایا۔ مروی سے ہے کہ نوکِ تلوار سے قبر کھودی اور نمازِ جنازہ ادا فرمائی پھر دفن کیا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام شہدا میں اس شہید کے ساتھ یہ نرال سلوک کیوں ہوا؟ تو اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں۔ (۱) شاید یہ وجہ ہو کہ باقی شہیدوں میں سے کسی کے لئے اس قدر وقت نہ مل سکا ہو (۲) شاید یہ گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سر بھی تن سے جدا ہو کر نوکِ نیزہ پر آئے۔ (۳) شاید تین روز تک ریگ گرم پر بچے کا رہنا ناگوار ہو (۴) ممکن ہے گھوڑوں کے سموں میں پابال ہونے سے حفاظت کے لئے ایسا کیا ہو (۵) ممکن ہے شہزادہ کی خورد سالی و پیاس کی شدت اور مظلومت سے تیر جفا کا نشانہ بننا ایسے رُوح فرسا واقعات تھے جن کے پیشِ نظر معصوم کی لاش کو دیکھنے کی تاب برداشت نہ ہو (۶) شاید دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظورِ خاطر نہ ہو۔ اور عرض کرتا ہوں شاید یہ وجہ بھی ہو اس معصوم بچے کی درد رسیدہ ماں جب کل مقتل میں آئے گی تو شاید علیٰ اصغر کی معصومیت و مظلومیت اور پھر جسمِ نازک کا گرم زمین پر رہنا برداشت نہ کر سکے اور نیز اس کی یتیم بہنیں اور پھوپھیاں بھی ضبط نہ کر سکیں گی۔ پس امام نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ اس کی لاش کو سپرد خاک کیا جائے۔ (اصحاب البیہین صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۱)

ریاض الشہدا

﴿مولانا سید محمد مجتبیٰ نونگانوی﴾

کبوترِ کافرات سے علی اصغرؑ کے لئے پانی لانا، شہادتِ شیرِ خوار، گرفتاریِ حرمہ در عہدِ مختار:

صاحبِ نظم الاحزان لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں کسی نے

کبوتروں کا ایک جوڑا بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ چونکہ آنحضرت سفر میں تھے، اس لئے آپ نے محل میں ایک خانہ بنا کر اس کو پرورش کیا۔ راہ میں انہوں نے بچے بھی دیئے تھے۔ جناب حضرت وارد کر بلا ہوئے اور قرقِ آب ہوا تو حضرت نے اپنی بہن اُم کلثومؓ سے فرمایا کہ اے بہن ان کبوتروں کو چھوڑ دو اس لئے کہ یہ ہمارے ساتھ بے وجہ ہلاک ہوتے ہیں۔ شاہزادی نے ان کو کھول دیا، چھوٹے ہی وہ کبوتر نہر فرات پر گئے، لیکن اپنی پیاس نہ بجھائی بلکہ زرنے اپنے پروں کو پانی میں تر کیا اور کچھ پانی منقار میں لے کر جانبِ خیام امام علیہ السلام آیا، ہر چند اس کے بچے منقاریں کھول کر دوڑے، مگر اس نے مطلق توجہ نہ کی بلکہ علی اصغرؑ کے جھولے پر آ کر پروں کو جھاڑنے لگا اور دہن بے شیر کے قریب منقار کر کے اشارہ کیا کہ کسی طرح یہ بچہ اپنا منہ کھولے، مگر مونہیں ابھی تو یہ بچہ نوالہ سے بھی آشنہ نہ تھا اس کے اشارے پر کیونکر منہ کھولتا، میری سمجھ میں یہاں پر ایک نکتہ آتا ہے جس کو سن کر آپ تڑپ جائیں گے اور تمام عمر رونے کے لئے کافی ہوگا۔ وہ بچہ امام زادہ تھا، شاید یہ محسوس کرتا ہو کہ میں باپ کے ساتھ پانی پینے نہیں آیا ہوں بلکہ پیاسا رہنے میں مصلحت اور پیاس ہی پر نجات اُمت رسولِ منحصر ہے، اگر پانی پی لیا تو قیامت میں شیعوں کی شفاعت کا حق حاصل نہ ہوگا، اس لئے راضی برضا رہا اور منہ نہ کھولا، اس کبوتر نے وہ پانی رخسارہ علی اصغرؑ پر ٹپکا دیا، پھر فرات پر گیا اور اسی طرح منقار میں پانی لے کر اور بال و پر تر کر کے چلا، یکا یک اس پر عمرِ سعد کی نگاہ پڑی وہ شقی اس حیوان کا مقصد سمجھ گیا حکم دیا کہ کوئی اس کو تیر سے ہلاک کر دے۔ یہ سن کر ایک ملعون نے اس کے ایسا تیر مارا کہ وہ کبوتر گر کر اپنے خون میں لوٹنے لگا۔

آہ آہ جانور تو یہ پاس کرتے تھے اور اُمت نے قطرہٗ آب بھی نہ دیا۔ بلکہ سوالِ آب کا جواب تیر زہر آلود سے دیا۔ حسینؑ نے اپنے بے زبان فرزند کو آغوش میں لے

لیا، یا یوں کہئے کہ گوہر عصمت صدفِ امامت میں آیا، بلندی پر جا کر ہاتھوں پر بلند کیا۔ یوں لگا جیسے قرآنِ رحل پر بلند ہوا، آواز دی کہ اے گروہِ غدار اگر تمہارے خیال میں میں گنہگار ہوں تو اس طفلِ شیر خوار کا کیا تصور ہے۔ یہ بچہ ناقہِ صالح سے کم نہیں، فرمایا کہ یہ پیاس سے جاں بلب ہے، اتنے پانی سے دریا کم نہ ہو جائے گا۔ حسین کا تلوار سے زائد تیز اور پانی سے زائد رواں کلام سوالِ آب میں برابر جاری تھا، مگر کوئی توجہ نہ کرتا تھا۔ آخر آپ بلندی پر سے اترے، عبائے مطہر رُخِ علی اصغرؑ سے ہٹائی مقابلِ صفوفِ کفار ہوئے ہر ایک لعین کو اس کی صورت دکھا دکھا کر پانی مانگا، ادھر سے ادھر گئے، ادھر سے ادھر مگر کسی نے رحم نہ کیا، اُس وقت آپ بہت مایوس ہوئے اور بہ دردیاس علی اصغرؑ سے کہنے لگے کہ بیٹا میں تو اتمامِ حجت کر چکا تم بھی حجتِ خدا کے فرزند ہو، حجت تمام کر لو اور ان لوگوں کو اپنی زبان دکھاؤ تاکہ کوئی قیامت میں عذر نہ کر سکے۔ یہ سننا تھا کہ علی اصغرؑ اپنی سوکھی ہوئی زبان کھلائے ہوئے ہونٹوں پر پھیر پھیر کر رونے لگے، فوج میں تلاطم برپا ہو گیا، عمر سعد اضطرابِ لشکر سے گھبرا یا اور حملہ سے کچھ کہا یہاں پر میں اپنے بیان کو آپ کے تصور کے سپرد کرتا ہوں، محبانِ حسین کا مجمع ہے صاحبانِ اولاد موجود ہیں، یہ تو نہ کہوں گا کہ عمر سعد نے کیا کہا اور حملہ نے کیا کیا، مگر اتنا عرض کرنے دیجئے کہ رباب کی گود خالی ہو گئی، حسینؑ کا بازو مجروح ہو گیا، آہ! اگر وہ اشقیا پانی نہ دیتے اور یہ ظلم بھی نہ کرتے تو آنحضرتؐ کا دل صدمہ علی اصغرؑ سے مجروح نہ ہوتا، آپ نے چلو زہرِ خم شیر خوار لگا دیا، جب چٹو خون سے بھر گیا تو چاہا کہ اس کو جانبِ آسمان پھینکیں، آواز آئی کہ یا ابنِ رسول اللہ اس خونِ ناحق کو اس طرف نہ پھینکے گا ورنہ کبھی پانی کا قطرہ نہ بر سے گا، پھر حضرت نے چاہا کہ زمین پر گرا دیں زمین نے استغاثہ کیا کہ اے ابنِ رسول اللہ اس خون کو مجھ پر نہ گرایے گا ورنہ آج سے ایک دانہ

روئیدہ نہ ہوگا۔ فرزندِ رحمۃ اللعالمین تھے کیا کرتے بہ مجبوری خونِ علی اصغر اپنے چہرہ پر مل لیا کہ میں اسی طرح اپنے جدِ بزرگوارِ عالیِ مقدار سے ملاقات کروں گا اور لاشِ بے شیر سے خطاب کر کے فرمایا:

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں اور ایک روایت میں عجب مضمون جانسوز وارد ہوا ہے لکھا ہے کہ جب حلقِ علی اصغر پر تیر لگا تو وہ بچہ تپ کر حسینؑ کے ہاتھوں پر سے زمین پر گرا، فَصَاةُ الْحُسَيْنِ وَ اَلْكَاهُ وَ اَقْوَتَا عَيْنَاهُ سَيِّدَ الشَّهِدِ اِيتَا بَا نَدْرُوْنَ لَکَ اَوْ فَرَمَا یَا کَ اے نورِ نظر علی اصغر تم بھی اس عالمِ بے کسی میں ہم کو چھوڑ کر چلے گئے، بیٹا میں تو تمہیں پانی پلانے لایا تھا۔ اب رباب سے جا کر کیا کہوں گا۔

آہ! مومنین شہادتِ علی اصغرؑ الیٰ عظیم مصیبت تھی کہ تمام اہل بیت کے دل مجروح ہو گئے۔ خصوصاً جناب امام زین العابدین علیہ السلام تو تمام عمر اس صدمہ کو نہ بھولے، منہال سے مروی ہے کہ بعد واقعہ کربلا زمانہ حکومتِ مختار میں جب سید الساجدینؑ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ اے منہال مختار کیا کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار اور ان کے انصار کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر فی النار کر رہے ہیں۔ اس وقت امام نے نہ قاتلِ جناب علی اکبرؑ کو پوچھا، نہ قاتلِ حضرت قاسمؑ کا حال معلوم کیا، نہ قاتلِ جناب عباسؑ کو دریافت کیا نہ شمرِ خوئی کا تذکرہ کیا، بلکہ پہلے ہی آپ نے یہ پوچھا کہ اے منہال حرمہ بھی گرفتار ہوا یا نہیں، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت ابھی وہ شقی کوفہ میں زندہ موجود ہے۔ حضرت نے ایک آہ سرد کھینچی اور دعا کی کہ بارِ الہا اسے دنیا ہی میں آگ کا مزہ چکھا منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا اور مختار کی ملاقات کو گیا، ناگاہ! ایک شخص نے آ کر خوشخبری سنائی کہ حرمہ بھی گرفتار ہو گیا، جب لوگ اس کو

مختار کے سامنے لائے تو انہوں نے کہا کہ اولعون خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے یہ کیا ستم کیا تجھے شیر خوار پر کچھ رحم نہ آیا تو نہ جانتا تھا کہ یہ پارہ جگرِ فرزندِ رسول ہے یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر آگ میں جلایا جائے، منہال کہتے ہیں کہ اُس وقت میں نے دو مرتبہ سبحان اللہ کہا، امیر نے اس کا سبب پوچھا تو میں نے دعائے سید الساجدین کا ذکر کیا، مختار نے دو رکعت نمازِ شکر پڑھی، سجدہ شکر ادا کیا، شکر یہ کا روزہ رکھا اور کہا الحمد للہ میرے ذریعہ سے دعائے امام کا سر انجام ہوا۔

شہادتِ حضرت علی اصغرؑ، سید الشہداء کا آپ کی لاش پر نماز پڑھنا، دفن علی اصغرؑ مع وجوہ، جنابِ رباب کا آپ کی قبر پر آنا:

سیدہ عالم بھی غلاموں کی مجلس میں تشریف لا کر شریکِ عزاء ہوتی ہیں۔ گریہ و بکا فرماتی ہیں بلکہ آپ کے ہاتھ میں ایک رومال ہوتا ہے جسے روتا دیکھتی ہیں رومال سے اس کے آنسو صاف کرتی ہیں اور بکمال شفقت فرماتی ہیں:

”میرے غمخوار خوشحال تمہارا کہ تم میرے اس غریبِ فرزند کو روتے ہو جس کے رونے کو نہ ماں ہے نہ باپ اور بات بھی یہی ہے کہ وہ مظلومہ کیونکر نہ روئے کس طرح چین سے بیٹھ جائے، جس کا بھرا گھر دو پہر میں صاف ہو گیا یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی حلقِ نازنین پر تیر ستم کھا کر راہی جنت ہوا، آسمان و زمین کی حالت متغیر ہو گئی، لشکرِ مخالف میں بھی زخمِ گولے لپچل مچادی، سخت سے سخت دل والے منہ پھرا پھرا کر رونے لگے۔ بازوئے مظلوم کر بلا بھی مجروح ہو گیا اور آپ پر ایسی بیکسی طاری ہوئی کہ عالمِ حسرت و یاس میں اپنے شیعوں کو یاد فرمایا:

”اے شیعو جب تم آبِ سرد و شیریں پینا تو میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب کسی غریب یا شہید کا حال سننا تو میری غربت و بیکسی پر دو آنسو بہا لینا۔ کاش تم روز

عاشورا دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے ششماہہ بچہ کے لئے پانی مانگتا تھا، مگر ان ظالموں نے مطلقاً رحم نہ کیا اور علی اصغر کو بیاسا ہی شہید کیا۔

منقول ہے کہ حضرت لاش شیر خوار لیکر درخیمہ پر آئے اور بیرون خیمہ سے آواز دی کہ اے بہن زینب علی اصغر کو لو، لیکن مومنین سید الشہداء نے جناب زینب کو کس لئے آواز دی، مادر علی اصغر کو کیوں نہ پکارا، شاید حضرت کو جناب رباب کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہو کہ علی اصغر کو صحیح و سالم لائے تھے اور مجروح لئے جا رہے ہیں۔ اس لئے جناب رباب کو نہ پکارا بلکہ ستم رسیدہ بہن کو آواز دی، جناب زینب آئیں، دیکھا کہ حضرت کا عجب حال ہے۔ ہونٹ خشک، صورت پریشان، چہرہ حیران اور ہاتھوں پر لاشہ علی اصغر ہے، دیکھتے ہی ایک صیغہ کیا، اور مرقہ رسول کی طرف خطاب کر کے کہنے لگیں، مانا جان فریاد ہے اب ہماری مظلومیت و بیکیسی کی حد ہوگئی کہ بچہ شیر خوار بھی شہید ہو گیا۔

بنا بر بعض روایات آنحضرت لاش علی اصغر کو مقتل میں لائے اور نماز میت پڑھی۔ یہاں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کم از کم چھ برس کی میت کے لئے واجب ہے پھر آپ نے طفل شیر خوار کی میت پر نماز پڑھی، شاید یہ وجہ ہو کہ نماز جنازہ بہ منزلہ دعا ہے یعنی حضرت نماز میت نہ پڑھ رہے تھے بلکہ درگاہ باری میں دعا کر رہے تھے کہ خداوند تو رحم الراحمین ہے اس ہدیہ کو قبول فرما اور باعث نجات اُمت قرار دے یا شاید اس نماز سے حضرت نے اشقیاء کو متنبہ کیا ہو کہ دیکھو ہم ایسے بچے پر بھی نماز پڑھ رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمیں بے نماز چھوڑ کر چلے جاؤ، مگر آہ! آہ! وہ بے حیا نماز تو کیا پڑھتے فرزند زہرا کے دفن و کفن کا بھی سامان نہ کیا بلکہ اپنے کشتوں کو دفن کر کے لاش جگر ہاتھ گوشہ رسول کو یونہی جلتی ریت پر پڑا ہوا چھوڑ گئے۔

دفن علی اصغرؑ پر ذوالفقار کا گریہ:

مصائب الاررار اور انوار الشہادۃ میں ہے کہ آپ نے دفن علی اصغرؑ کے لئے ذوالفقار سے قبر کھودنا چاہی اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سب گریہ پوچھا اس نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ ایک روز حیدر کرار کسی جنگ سے مظفر و منصور عصمت کدہ پر تشریف لائے، جناب سیدہ نے مجھے خون آلود کچھ کر صاف کرنا شروع کیا اس وقت وہ معظّمہ روتی جاتی تھیں اور فرماتی جاتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورا میرے حسینؑ کی نصرت میں کوئی کی نہ کرنا، اے آقا مجھے نہ معلوم تھا کہ آپ آج مجھ سے بچنے کا کام لیں گے اور ششماہی کی قبر کھودیں گے میں اپنی عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت فاطمہ زہراؑ کو کیا منہ دکھاؤں گی، یہ سن کر آنحضرتؐ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسینؑ کو تو آج وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، غرض یہ فرما کر آپ نے قبر کھودی اور اپنے چاند کے ٹکڑے کو پیوندِ خاک کر کے زمین کر بلا سے خطاب کیا۔

پہلے پہل چٹھا ہے یہ ماں کے کنارے واقف نہیں ہے قبر کی شب ہائے تار سے
اے قبر ہوشیار مرے گلزار سے گردن چھدی ہوئی ہے بچانا فشار سے
سید ہے لال حضرت خیر النساء کا ہے
معصوم ہے شہید ہے بندہ خدا کا ہے

حضرات حکم ہے کہ جب میت کو دفن کر دیں تو قبر پر پانی چھڑکیں۔ یہاں حسینؑ کے پاس پانی کہاں تھا، جو قبر علی اصغرؑ پر چھڑکتے، سر جھکا کر بیٹھے اور زار زار رونے لگے۔ یعنی پانی کی جگہ لحدِ معصوم پر آنسو چھڑکے، عزادارانِ حسینؑ دفن علی اصغرؑ کے متعلق

یہ سوال ہوتا ہے کہ سید الشہداء نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہیں کیا، پھر لاش بے شیر کو دفن کرنے کی زحمت کیوں فرمائی۔ آہ سید الشہداء کو معلوم تھا کہ یہ ملائین لاشہائے شہداء کو پامال کریں گے اور سرکاٹ کر نیزوں پر علم کریں گے، اس لئے آپ کو خیال ہوا کہ چھ مہینے کے بچے کی بساط ہی کیا ہے اور ان مصائب کا تحمل کیونکر ہوگا اس بنا پر ذوالفقار سے قبر کھود کر اپنے لختِ جگر کو پیوندِ زمین کر بلا کیا۔

قبر علی اصغرؑ پر حضرت زینبؑ کے بین:

جناب زینب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا شیر خوار ہدف تیر ہوا اور امام مظلوم نے اسے مقتل میں دفن کر دیا تو بنا بر روایت حمید بن مسلم خیمہ عصمت سے اس بیتابی کے ساتھ نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرا زمین پر بوسہ دیتا جاتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں اسی طرح آپ ستر جگہ گریں اور قبر علی اصغرؑ پر پہنچ کر وہ بین جگر خراش کئے کہ سننے والوں کے جگر پاش پاش ہو گئے۔ سید الشہداء آپ کو نا محرموں کی نظروں سے بچا کر خیمے میں لے گئے۔

(ریاض الشہداء ص ۲۹۶ء ص ۲۹۹)

زینت المجالس

﴿مولوی محمد حسین﴾

رحمدی رسولؐ خدا اور کبوتر کا فرات سے علی اصغرؑ کے لئے پانی

لانا اور شہادتِ شیر خوار و گرفتاری حرمہ ناہنجار در عہد مختار:

منقول ہے کہ ایک روز رسولؐ خدا صحرائے مدینہ میں پھرتے تھے، دیکھا کہ ایک بڑھیا کنویں پر پانی بھرنے کو چڑھتی ہے لیکن پیری کے سبب سے پانی نہیں بھر سکتی تھی۔

حضرت کو اس کے حال پر رحم آیا اور پانی سے اس کی مشک بھر دی اور دوش مبارک پر اُس کو رکھ کر بڑھیا سے فرمایا کہ تو آگے میرے چل اور اپنے خیمہ کو دکھلا دے۔ ایک شخص اصحاب میں سے حضرت کے ہمراہ تھا، اُس نے ہر چند کہا کہ اس مشک کو میں لے چلوں، حضرت نے قبول نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ بارِ اُمت اُٹھانے کے لئے میں ہی اولیٰ ہوں، یہاں تک کہ اُس کے دروازہ پر پہنچے اور مشک کو زمین پر رکھ دیا اور وہاں سے چلے گئے اور بڑھیا خیمہ کے اندر گئی اور اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مشک کو باہر سے اُٹھا لاؤ، انہوں نے کہا کہ اے مادر تو اُس مشک کو یہاں تک کیونکر لائی اُس نے کہا کہ ایک مرد شیریں گرفتار، خوبصورت، نیک کردار اور خوش خوجھ پر مہربانی کر کے یہاں لایا ہے انہوں نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے، اُس نے کہا کہ وہ جاتا ہے وہ بیٹے بڑھیا کے حضرت کے پیچھے گئے اور انہوں نے حضرت کو پہچانا اور پاؤں پر گر پڑے اور حضرت کو اپنے خیمہ کے قریب لائے اور اپنی ماں سے کہا کہ اے مادر یہ جوان وہ ہے کہ تو شب دروز جس کی مشتاق دیدار تھی اور جس کی محبت میں دم مارتی تھی، یہ سن کر بڑھیا خیمہ سے باہر نکلی اور حضرت کے قدموں پر گر پڑی اور رونے لگی اور کہا کہ یا رسولِ خدا بڑی گستاخی ہوئی کہ میں نے حضرت کو پہچانا نہ تھا، معاف فرمائیے۔ حضرت نے اُس کو تسلی دی اور اُس کے اور اُس کے بیٹوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ آہ! مومنین یہ مقام رونے اور خاک اُڑانے کا ہے کہ کہاں تھے رسولِ خدا بروزِ عاشورہ میدانِ کربلا میں کہ جب خیامِ امام علیہ السلام میں شورا لعشِ العطش بلند تھا اور فرزندِ آنجناب کا یکہ و تہا نزعہ میں اعداء کے ہاتھوں پر اپنے فرزند شیرِ خوار کو لئے پانی مانگتا تھا اور کسی بے رحم کو ترس نہ آیا کہ ایک قطرہ پانی کا دے دے۔ ہائے کیا پیاس تھی جنابِ علیٰ اصغر کی، جان شیعوں کی قربان ہو جائے کہ جانور بھی چاہتے تھے کہ کسی طور سے پانی مل جائے۔ چنانچہ ”نظم الاحزان“ میں

ہے کہ امام حسینؑ کی خدمت میں کسی نے بطور ہدیہ ایک جوڑا کبوتروں کا پیش کیا، چونکہ حضرت سفر میں تھے تو محمل میں ایک خانہ بنوا کر اُن کو آپ نے پرورش کیا اور راہ میں اُنہوں نے بچے بھی دیئے تھے، جب حضرت وارد کر بلا ہوئے اور لشکر یزید نے حضرت پر آبِ فرات بند کر دیا تو حضرت نے اپنی بہن جناب اُم کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن ان کبوتروں کو چھوڑ دو کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں ہلاک ہوتے ہیں اور اس گروہِ غدار کو تو مجھ سے کام ہے، یہ جدھر چاہیں جائیں، جب جناب اُم کلثومؑ نے اُن کو کھول دیا، اب غور فرمائیے کہ وہ جانور کیا وفاداری کرتے ہیں، کہ سیدھے نہر فرات میں گئے، لیکن اپنی پیاس نہ بجھائی اور نہ اپنے پروں کو پانی میں ترکیا اور کچھ پانی منقار میں لیا اور پھر جانبِ خیامِ امام اڑ کر آیا ہر چند اُس کے بچے اپنے منہ کھول کر دوڑے مگر اُن کو پانی نہ دیا اور جھولے پر جناب علی اصغرؑ کے اپنے پروں کو جھاڑنے لگا اور دہن علی اصغرؑ کے پاس جا کر ہر چند اشارہ کیا کہ کسی طرح یہ بچے اپنا منہ کھولے تو اُس کے حلق خشک میں یہ پانی پٹکاؤں، مگر مومنین ابھی تو اُس بچہ کے حلق سے نوالہ بھی آشنا نہ ہوا تھا، یہ بچہ تو شیرِ مادر کا عادی تھا کیونکہ اپنا منہ اُس کے اشارے پر کھولتا، آخر اُس نے زبان سے وہ پانی رخسار ہائے علی اصغرؑ پر گرا دیا اور پھر وہ نہر فرات پر گیا اور اسی طرح اپنے بال و پر تر کر کے اور منقار میں پانی بھر کر اڑا، یکا یک عمر بے حیا کی نگاہ اُس پر پڑ گئی اور سمجھ گیا کہ یہ کبوتر دوستانِ اہل بیتؑ سے ہے اور پانی اپنی منقار میں لئے جاتا ہے، آواز دی کہ ارے کوئی ایسا بھی تیرا انداز ہے کہ اُس کو نشانہ تیرا بنا دے، یہ سن کر ایک حرام زادے نے ایک تیرا اُس کے ایسا مارا کہ وہ کبوتر زمین پر گر پڑا جب اُس کی مادہ نے سوچا کہ وہ اب تک نہیں آیا اُس نے بھی نہر فرات کی طرف پرواز کیا، راستہ میں اپنے نر کو مرا ہوا پایا، بے تاب ہو کر اس کے خون میں لوٹنے لگی کہ کسی شقی نے اُس کے بھی تیرا کر محروح کر

دیا، آہ آہ جانور تو یہ پاس کرتے تھے اہل بیتؑ کا اور اُمت نے پانی سے بھی دریغ کیا۔ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن میں تم کو علی اصغرؑ کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ بچہ ہے اور اُس کی عمر چھ مہینے یا آٹھ مہینے کی ہے، جناب زینبؑ نے کہا اے بھائی اس کو تین دن سے پانی نہیں ملا اس لئے خالوں سے پانی طلب کیجئے تو حضرت اُس کو گود میں لے کر میدان میں تشریف لائے اور بعض مقاتل میں ہے کہ حضرت نے اُس کو اپنی آغوش میں لیا اور دامن عبا کا اُس پر سایہ کر کے ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو اُس قدر اٹھایا کہ سفیدی زیر بغل کی نظر آنے لگی اور پکار کر فرمایا کہ اے گروہ خدار اگر تمہارے زعم ناقص میں حسینؑ گنہگار ہے تو یہ بچہ میرا ناقص صالِح سے کم نہیں ہے اس نے تو تمہارا کوئی قصور نہیں کیا، اس کو پانی پلا دو کہ شدتِ عطش سے جان بلب ہے، اتنے پانی میں دریا کچھ کم نہ ہوگا، مگر اُن ناہنجاروں نے کچھ جواب نہ دیا، حضرت نا امید ہو کر اُس بلندی سے اترے اور مقابل جس طرف اعدا ہوئے اور عباؑ مبارک کو رُخ علی اصغرؑ سے ہٹا دیا اور ہر ایک لعین کو اُس کی صورت دکھلائی اور پانی مانگا اور اسی طرح ایک طرف سے دکھاتے ہوئے دوسری طرف پہنچے، مگر کسی نے بالکل رحم نہ کیا، اُس وقت حضرت نے علی اصغرؑ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے بیٹا تم بھی اپنی سوکھی زبان ان بے رحموں کو دکھلاؤ تا کہ پیش خدا کوئی حجت نہ رہے، راوی کہتا ہے کہ جب اُس معصوم نے اپنی سوکھی زبان اپنے خشک ہونٹوں پر پھیری تو کوئی سنگدل لشکر یزید میں ایسا نہ تھا کہ جو رو نہ دیا ہو، اور تمام فوج میں تلاطم پڑ گیا، عمر شقی نے اضطرابِ لشکر کا دیکھ کر حرمہ سے کہا کہ کیا دیکھتا ہے جلد اس بچے کا کام تمام کر، جواب میں حرمہ ملعون نے زمین و آسمان کو ہلا دیا، گو جناب ربابؑ کی خالی کردی، اُسی وقت تو حضرت نے اپنے شیعوں کو یاد فرمایا تھا لیکن عجب

لحات بے کسی سے یاد فرمایا ہے:

یعنی اے شیعو! میرے! کاش دیکھ لیتے تم روزِ عاشورہ مجھے کہ کیونکر میں نے اپنے طفل شیرخوار کے واسطے پانی مانگا لیکن کسی نے رحم نہ کیا، گویا مطلب حضرت کا یہ ہے کہ اے شیعو جب تم حال علی اصغرؑ سنو تو گریہ و بکا سے دریغ نہ کرو، آہ! مومنین کاش وہ اشقیا بھی جواب دیتے کہ ہم اسے پانی دیں گے تو دل حضرت کا صدمہ علی اصغرؑ میں مجروح نہ ہوتا، شاید ایسا کم سن بچہ کسی جہاد میں تیر سے زخمی نہ ہوا ہوگا اگر غور فرمائیں تو یہ تیر شیعوں کے دلوں پر پڑا ہے۔ اب حضرات یہ تو خیال فرمائیے کہ تیر کا علیؑ اصغر کتنے دیر زندہ رہے، اب کیا صاحبانِ اولاد اس مضمون کے سننے کی تاب رکھتے ہیں۔ فَذَبَّہُ مِنَ الذُّنِّ اِلَى الذُّنِّ کہ وہ تیر ستم ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر گیا۔ حضرت نے چٹو زریز خرم علی اصغرؑ رکھ دیا، وہ چٹو خون سے بھر گیا تو حضرت نے اُس کو جانب آسمان پھینکنا چاہا، آواز آئی کہ یا بنِ رسول اللہ اس خون ناحق کو اس طرح نہ پھینکنا، ورنہ کبھی ایک قطرہ پانی کا نہ بر سے گا، پھر حضرت نے چاہا کہ زمین پر اس خون کو گرا دیں، زمین نے استغاثہ کیا کہ اے فرزندِ رسول اس خون کو مجھ پہ نہ گرانا ورنہ پھر کبھی ایک دانہ مجھ سے روئیدہ نہ ہوگا، حضرت تو فرندِ رحمۃ اللعالمین و جگر گوشہ ختم المرسلین تھے کیا کرتے بہ مجبوری اُس خون کو اپنے چہرہ مبارک پر لیا اور فرماتے تھے کہ میں اسی طرح اپنے جد بزرگوار و پدرِ عالی مقدار سے ملاقات کروں گا اور لاش علیؑ اصغر کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے بیٹا:

انکارِ آسمان کو ہے، راضی زمین نہیں

اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اور ایک روایت میں تو عجیب مضمون جان سوز وارد ہوا ہے کہ جس وقت حلقِ علیؑ

اصغرؑ پر تیر لگا ہے تو اُس وقت وہ بچہ تڑپ کر ہاتھوں پر سے اپنے باپ کے زمین پر گر پڑا، شاید اسی طرف امام عصر علیہ السلام نے زیارت ناحیہ مقدس میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی سلام خدا ہو اُس شہید راہ خدا پر کہ جو اپنے خون میں غلطاں ہوا، پس امام مظلوم نے چیخ کر فرمایا کہ ہائے اے فرزندائے نور نظر بہت شاق ہے تیرے باپ پر تجھ کو اس حال سے دیکھیں، راوی کہتا ہے کہ اُس وقت میں نے دیکھا کہ دفعۃً ایک معظمہ اور تین لڑکیاں خیمہ سے روتی پٹیٹی ہوئیں مقتل میں آئیں اور اُس نضی سی لاش پر دیر تک تڑپ تڑپ کر رویا کیں، میں نے پوچھا کسی سے کہ یہ بی بی اور لڑکیاں کون ہیں، کسی نے کہا ارے تو نہیں جانتا یہ بہن ہیں جناب امام حسین علیہ السلام کی، جناب اُم کلثومؑ اور یہ سکینہؑ و فاطمہؑ و رقیہؑ دخترانِ امام حسینؑ ہیں، جس طرح جناب زینبؑ کو علی اکبرؑ سے محبت تھی، اسی طرح سے جناب اُم کلثومؑ کو علی اصغرؑ سے محبت تھی، مقتل ابو مخنف میں ہے کہ امام حسینؑ جب اُس بچہ کو اٹھا کر اہل حرم میں آئے کہ وہ بچہ خون میں سرخ تھا اور حضرت روتے جاتے تھے جب عورتوں نے حضرت کو روتے سنا تو سب اہل حرم خیمہ سے نکل آئے اور اُس بچہ کو حضرت کے سینہ پر مردہ دیکھا تو چیخ مار کر رونے لگیں، اُم کلثومؑ نے اُس بچہ کو لے کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور اپنا گلا اُس کے گلے پر رکھ دیا اور رونے لگیں، پھر فرمایا کہ اے نانا رسول خدا اور اے بابا فریاد ہے دیکھئے کیا کیا مصائب بعد آپ کے دشمنوں کے ہاتھ سے ہم پر گزرے، مقام اندوہ ہے کہ یہ بچہ اپنے خون میں رنگین ہو گیا، مقام حسرت ہے حال پر اُس شیر خوار کے کہ جس کی دودھ بڑھائی تیر جفا سے ہوئی و احسرتاہ جس کی آنکھیں اور شکم تک زخمی ہو گیا۔ حضرات اگر غور فرمائیے تو یہ وہ مصیبت کبریٰ واقع ہوئی ہے کہ جس نے اہل بیت کے دلوں کو مجروح کر دیا ہے کہ جس کا اندمال ممکن نہیں، خاص کر جناب سید الساجدینؑ کا تو یہ حال تھا کہ اس واقعہ جان

کاہ کو بھولے بھی نہیں۔ چنانچہ منہال سے جناب علی اصغرؑ کے قاتل حرمہ کو پوچھا نہ قاتل عباسؑ کا حال دریافت کیا اور نہ شمر کو پوچھا اور نہ خولی کو دریافت کیا فرمایا پہلے آپ نے یہی کہا کہ حرمہ بن کاہل بھی مختار کے ہاتھ آیا یا نہیں، میں نے عرض کیا کہ یا ابن رسول اللہ وہ شقی کوفہ میں زندہ ہے، آہ مومنین حضرت نے ایک آہ سرد کھینچی اور دعا کی کہ خداوند اُسے آگ کا مزہ چکھا، منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا اور مختار کی ملاقات کو گیا، تو مختار نے مجھ سے کہا کہ تم شریک حکومت نہ ہوئے میں نے کہا کہ میں مکہ میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے آ کر خوشخبری سنائی کہ حرمہ بھی گرفتار ہوا، جب حرمہ کو سامنے لائے تو مختار نے کہا لعنت خدا تجھ پر اور شکر بجالایا اور پھر جلا کو بلایا اور اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور پھر آگ منگوا کر اُس کو جلایا اور روایت ابوحنیفہ میں ہے کہ جب مختار نے حرمہ کو دیکھا تو رو دیا اور کہا کہ اے ملعون کیا ظلم کیا تو نے کہ طفل شیرخوار کو تیرے شہید کیا، اے شقی تو نہ جانتا تھا کہ یہ دلیر فرزند رسولؐ ہے، منہال کہتے ہیں کہ میں نے دومرتبہ سبحان اللہ کہا، مختار نے پوچھا کہ اگرچہ تسبیح ہر وقت میں خوب ہے لیکن اس وقت تسبیح کا کیا باعث ہے، میں نے دعائے سید الساجدین کا ذکر کیا، مختار نے سجدہ شکر کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور روزہ شکر یہ کارکھا کہ مجھ سے دعائے امام زمان کا انجام ہوا۔

(زینت المجالس مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۵۲۷ تا ۵۳۳)

حال قیامت و شہادت و دفن علی اصغرؑ معہ وجوہ:

یعنی ہر آنکھ قیامت کے دن ہول قیامت سے روتی ہوگی، لیکن وہ آنکھ کہ جو مصائب امام حسینؑ پر اس دنیا میں روئی ہے پس وہ آنکھ خوش و مسرور ہوگی اور اُس کو بشارت دی جائے گی، طرف نعمت ہائے جنت کے جس دن کہ انسان اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور زوجہ اور اولاد سے بھاگے گا۔ مومنین روز قیامت عجب ہولناک روز

ہوگا کہ انسان جن اعزاء و اقارب کو دل و جان سے دوست رکھتا تھا قیامت کے دن ہر ایک اپنے بیگانے سے بھاگے گا کہ ہر ایک اپنے حال میں مشغول ہوگا اور بسبب اپنی گرفتاری کے دوسروں کی طرف بالکل توجہ نہ ہوگی، چنانچہ زوجہ جناب رسول خدا سے منقول ہے ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب برہنہ ننگے پامیدان حشر میں آئیں گے، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت بعض لوگ بعض کو برہنہ دیکھیں گے اور ہر ایک کی نظر دوسرے کے ستر پر پڑے گی، کس قدر رسوائی کی بات ہے، فرمایا کہ سب آدمی اپنے اپنے حال میں گرفتار ہوں گے، کسی کو دوسرے کے حال کی خبر نہ ہوگی یا اس واسطے اپنے بیگانوں سے بھاگیں گے کہ مثلاً بھائی اپنے حق کا طالب ہوگا، والدین پر سے کہیں گے کہ تو نے ہمارے حقوق کو ادا کیوں نہ کیا، زوجہ کہے گی کہ تو نے کھانا حرام کا کیوں کھلایا اور میرے حقوق و اجہ کی رعایت کیوں نہ کی، غور فرمائیے کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ مال دنیا جمع کر کے اپنے اہل و عیال کے واسطے جمع کرے اگرچہ بدعا و فریب جمع ہو، افسوس وہی اہل و عیال قیامت کے دن ہم سے مطالبہ کریں گے اور اولاد اپنے باپ سے کہے گی کہ تو نے ہم کو تعلیم و ہدایت کیوں نہ کی اور ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وقت شروع ہونے قیامت کے آدمی بے خبر ہوں اور بازاروں میں سودا کرتے ہوئے پھریں ناگاہ دیکھیں کہ روشنی آفتاب کی دور ہوگئی اور وہ یہ حال دیکھ کر حیران ہوں کہ آفتاب کو کیا حادثہ پہنچا ناگاہ ستارے گرنے لگیں اور اسی فکر میں ہوں کہ پہاڑ ہلنے لگیں اور مثل غبار کے ہوا پر اڑنے لگیں اور جن آدمیوں میں بھاگیں اور آدمی جنوں میں، پناہ لے جائیں اور جانور سب آپس میں مل جائیں اور جن آدمیوں سے کہیں کہ ہم جاتے ہیں اور اس حادثہ کی خبر لاتے ہیں، وہ جائیں اور دریا کو دیکھیں کہ آگ ہو کر چمکتے ہیں، اور شعلے مارتے ہیں اور اُس درمیان میں زمین و آسمان پھٹ

جائیں اور ایک ہوا پیدا ہو کہ سب کو ہلاک کرے اور منقول ہے کہ قیامت کے روز لوگ کو کھڑے رکھے جائیں گے اور وقت کھڑے ہونے کے اُن کے بدنوں سے اس قدر پسینہ جاری ہو کہ نصف کان تک پہنچے اور اُس پسینہ میں کھڑے رہیں اور اُس روز آفتاب آدمیوں کے سروں سے ایک میل اونچا ہوگا، راوی کہتا ہے کہ نہ معلوم میل سے مسافت زمین کی مراد ہے یا سلائی سرمہ کی مراد ہے۔ پس آفتاب اُن کے بدنوں کی رگوں کو پگھلائے اور بطریق پسینہ کے اُن کے بدنوں سے جاری ہوں اور یہ بقدر اعمال کے ہو کہ بعض کے ٹخنوں تک اور بعض کے مثل لگام دہر تک پہنچے، مومن کو ایسا ہو کہ جیسے موسم گرم میں روزہ رکھے اور وقت عصر حوض کے کنارے پر بیٹھ کر اپنے اوپر پانی ڈالے اور تمام خلایق اولین و آخرین عرصہ محشر میں جمع ہوں اور ہر پیغمبر ایک ایک منبر نور پر ہوگا اور گرد اُن کے اُن کی امتیں ہونگی اور کل حیوانات ایک جانب جمع ہوں گے۔ دوسری جانب صفیں گھوڑوں کی ہونگی، جن پر ظلم و جور ہوا ہے اور آگے اُن کے اسب سبط رسول ہوگا، مگر کس طرح کہ تمام بدن پر تیر لگے ہوں، خون بہتا ہوا فریاد کرتا ہوا اسی طرح گھوڑا جناب علی اکبر و جناب عباس کا ہوگا کہ ناگاہ جناب خاص آلِ عباس مظلوم کربلا

غریب و بیکس و بے آشنا شہ کونین

شہید راہ خدا از جفا امام حسین

تشریف لائیں گے، مگر عجب لکھی ہے آپ کے آقا کی تشریف آوری کہ تمام بدن میں تیروں سے مشبک ایک ہاتھ میں سرانور دوسرے ہاتھ میں شمر بد اختر، گود میں ایک بچہ شیر خوار بالگوئے مجروح ہوگا جو نبی اہل محشر دیکھیں گے اس شدت سے روئیں گے کہ گویا تمام عرصہ محشر میں زلزلہ ہو جائے گا، آہ! موٹین خیال فرمائیں کہ کیا تیر پڑا ہوگا امام مظلوم کے دل یر جس کا اندمال قیامت تک بھی نہ ہوگا، اُس وقت تو حضرت

نے اپنے شیعوں کو یاد فرمایا ہے۔

”اے شیعو میرے کاش تم دیکھ لیتے بروز عاشورہ مجھے کہ کیونکر میں نے اپنے طفل شیر خوار کے واسطے پانی مانگا، لیکن کسی نے ایک قطرہ نہ دیا، بلکہ شقاوت نے حرام زادے کی توزمین و آسمان کو ہلا دیا، امام مظلوم روتے ہوئے لاش شیر خوار کو لے کر درخیمہ پر تشریف لائے اور بیرون خیمہ سے فرمایا کہ اے خواہرِ مغموم زینب علیٰ اصغرؑ کو لو مومنین حضرت نے جنابِ زینبؑ کو کیوں پکارا، اس جگہ چند احتمال ہیں ایک یہ کہ شاید ظالموں نے حضرت کو مہلت نہ دی کہ حضرت لاش کو لے کر خیمہ میں جاتے، دوسرے یہ کہ شہادت علی اکبرؑ سے بصارت جاتی رہی تھی اور شہادت جنابِ عباسؑ نے کمرِ مظلوم کر بلا کو توڑ دیا تھا، تو ایسے ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے کہ لاش ششہاے کی بھی نہ اٹھا سکے، اور طالبِ اعانت ہوئے، لیکن اس وقت کون تھا کہ جو اعانت کرتا، سوائے جنابِ زینبؑ کے اس وجہ سے جنابِ زینبؑ کو آواز دی کہ اے بہن تم آ کر میری اعانت کرو، تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت کو مادر علیٰ اصغرؑ سے شرم آئی کہ اُس کے فرزند کو حضرت پانی پلانے لے گئے تھے، اب اُس کی لاش کو کیونکر دیویں، اسی وجہ سے زینبؑ کو آواز دی، چوتھی وجہ شاید یہ ہو کہ بازو پر وہی تیر حضرت کے لگا تھا کہ جس سے خون مثلِ پرنا لہ کے جاری تھا، اس وجہ سے شاید لاش علیٰ اصغرؑ کی سنبھل نہ سکی کہ ہاتھ کمزور ہو چکا تھا، آہ زینبؑ جونہی آئیں اور یہ حال اپنے بھائی کا دیکھا کہ ہونٹ تو حضرت کے خشک ہو گئے ہیں، ایک چیخ مار کر روئیں اور مرقدِ مطہر جنابِ رسولؐ کو خطاب کر کے بولیں۔

اے نانا آپ کو خبر بھی ہے کہ ان اشقیائے کیا ظلمِ عظیم کیا، ہمارے مردوں میں سے کسی کو ایک جفا کاروں نے باقی نہیں رکھا، یہاں تک کہ بچہ شیر خوار کو بھی قتل کیا۔ جنابِ زینبؑ روتی ہوئیں لاش علیٰ اصغرؑ کو دیں لے کر خیمہ میں آئیں،، آہ! جوں ہی یہ حال مادرِ

علی اصغرؑ نے دیکھا کہ گلے سے خون بہتا ہے، لاش بے جان گود میں زینب کے ہے، ہونٹ سوکھے ہوئے، چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، صاحبانِ اولاد غور فرمائیں کہ کیا حال ہوا ہوگا اُس ماں دل جلی کا۔ بروایت مصائب الابرار و انوار الشہادت کہ سپردِ خاک کریں، اُس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سب گریہ پوچھا، اُس نے عرض کی کہ اے آقا ہمارے ایک روز حیدر کمرار ایک جنگ سے مظفر و منصور دولت خانہ پر تشریف لائے تو جنابِ سیدہؑ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اُس وقت وہ معظّمہ روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورہ میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔

میں نے دکھوں سے پالا ہے اس نورِ عین کو
تیرے حوالہ کرتی ہوں اپنے حسینؑ کو
امداد میں کمی نہ کبھی اس کے کیجیو
مشکل میں ساتھ تو میرے پیارے کا دیجیو

یا مولا مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ آپ آج کے روز مجھے سے بچکے کا کام لیں گے، آج مجھ سے قبر شمشاہ کی کھودیں گے، میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت فاطمہ زہراؑ کو کیا منہ کھاؤں گی، یہ سن کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسینؑ کو تو آج وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمتِ گنہگار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، یہ فرما کر حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزندِ مہمہ جبین کو پیوندِ خاک کر دیا اور زمین کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے زمین کر بلا آج میرا شیرِ خوار اپنی ماں کی گود سے جدا ہو کر تیری آغوش میں آیا ہے، قیامت تک میری امانت کی حفاظت کرنا، کیوں حضرات حکم ہے کہ جب میت کو سپردِ خاک کر

دیں تو اُس پر پانی چھڑکیں، امام مظلوم نے بھی پانی چھڑکایا نہیں۔

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے خیر خوار پر

حضرات جناب سید الشہداء نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہ کیا سوائے لاش علی اصغر کے اس کی کیا وجہ ہے، اس میں چند احتمال ہیں، اول شاید یہ وجہ ہو کہ جب ذافلہ اہل حرم قید ہو کر لاشہائے شہداء کی طرف سے ہو کر گزرے تو ایسا نہ ہو کہ جب لاش علی اصغر کو اُس کی ماں دیکھے تو روح مفارقت کر جائے، دوسری وجہ یہ ہے کہ حجت خدا نے حجت تمام فرمائی کہ ان اشقیائے ہم پر وہ ظلم و ستم کئے کہ ہمارے مردوں کو بھی قبر میں آرام نہ کرنے دیا۔ تیسرے یہ کہ جب لاشہائے شہداء پامال ہوں تو اس بچہ شیر خوار کی میت کیا وجود رکھتی ہے۔ اس قدر متحمل نہ ہوگی کہ جس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، صاحب الامر نے زیارت ناحیہ میں کہ اے جد بزرگوار تم کو گھوڑوں نے اپنے سسوں سے روند ڈالا، چوتھی یہ کہ اگر علی اصغر بھی مثل اور شہداء کے پڑے رہتے تو اعدائے دین اُس بچہ کا بھی سر بدن سے جدا کر کے نیزے پر بلند کرتے تو انتہا کی حقارت اسلام کی ہوتی اور اب حضرت نے اپنی طرف سے تو ہن اسلام گوارا نہ کی۔ پانچویں یہ کہ جب حضرت کو رحم آیا کہ ایسا نہ ہو کہ بسبب اس خون ناحق کے دنیا پر بلا نازل ہو یا زمین شق ہو جائے اور دریائے غضب الہی جوش میں آوے۔ چھٹے یہ کہ جناب رسول خدا و علی مرتضیٰ و فاطمہ زہرا جب مقتل میں تشریف لائیں تو اس بچہ شیر خوار کو اسی طرح پڑا ہوا دیکھیں تو اُن کی روح پر زیادہ صدمہ واقع نہ ہو۔ الاصل جب جناب رباب کے یہ معلوم ہوا کہ میرا شیر خوار بھی ہدف تیر ہوا اور جناب امام مظلوم نے اُسے مقتل میں دفن کر دیا تو حمید کہتا ہے اُس وقت وہ خاتون معظمہ خیمہ عصمت سے اس بے تابی اور اضطراب سے نکلیں کہ ایک

گوشہ چادر کا سرمبارک پر تھا دوسرا زمین پر بوسہ دیتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گرا دیتی تھیں، اسی طرح حضرت ربابؑ ستر مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اُس بچہ کی ننھی تربت پر جو بیس جگر خراش آپ نے کئے یا را اُس کے بیان کا نہیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہوتے تھے، یہاں پر مرزا دبیر نے عجیب حسرت کا شعر لکھا ہے:

چھاتی سے لگا رکھتی تیری لاش کو بیٹا

پر زندوں میں مردہ کا گزارہ نہیں اصغرؑ

پس جناب امام مظلومؑ حضرت ربابؑ کو نظروں سے نامحرموں کے بچا کر خیمہ عصمت

میں لے گئے۔ (زینت المجالس مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۵۳۳ تا ۵۳۸)

توضیح عزاء

﴿علامہ حسین بخش دہلوی﴾

راوی کہتا ہے کہ روز عاشور جب آفتاب بُرجِ امامت یعنی جناب امام حسینؑ میدان کارزار میں بے مونس و یار رہ گئے اس وقت مظلوم نے حسرت بھری نگاہ سے دائیں طرف اور کبھی بائیں جانب دیکھا، شہداء کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا، دیکھا کہ وہ شیر گو سفند قربانی کی مانند زمین کر بلا پر بے جان و مقتول جا بجا پڑے ہیں۔ با آواز بلند زو کر فرمانے لگے ہائے میرے قوت بازو عباسؑ اور ہائے قائمؑ علی اکبرؑ کوئی تم میں سے زندہ نہ رہا جو اس عالم غربت و یکسوی میں میری مدد کرتا۔ مقتلِ شاہ شہیداں میں منقول ہے کہ حضرت روتے ہوئے درخیمہ پر تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا۔ اے بہن زینب اے اُم کلثوم اے ربابؑ، اے سکینہؑ، حسینؑ کا آخری سلام تم اہل بیتؑ پر پہنچا

تم لوگوں سے حسینؑ رخصت ہوتا ہے اور میری یہ آخری وداع ہے۔ میرا اور تمہارا وعدہ گاہ روز قیامت ہے۔ اور میرا سلام ہو اُن عورتوں پر کہ جن کی اولاد اور مرد میری نصرت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ پس ہر ایک بی بی اور بچے سے اس طرح رخصت ہونے لگے جس طرح مرنے والا اپنی موت کے وقت اپنے عیال سے رخصت ہوتا ہے۔ اس وقت صدائے گریہ و بکاء سے خیمے میں ایک شور قیامت برپا تھا اور ہر طرف سے آواز الوداع والفرق بلندی تھی۔ خاص کر جناب زینبؑ وہ جگر خراش بین کرتی تھیں کہ جس کے سننے سے دوست اور دشمن کے دل شق ہوتے تھے۔ غرض اس عالم گریہ میں جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی جس وقت علیؑ اصغرؑ نے آپ کی آواز استغاثہ سنی ہے ہمک کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے چپ نہیں ہوتا یہ سن کر حضرت بہت روئے اور فرمایا اے بہن زینبؑ میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں جناب زینبؑ اس معصوم کو اٹھا لائیں حضرت نے دیکھا کہ اس طفل صغیر کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور پیاس کی شدت سے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں۔ حضرت نے علیؑ اصغرؑ کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامن عبا سے چھپا کر ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں پر رکھ کے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا اے قوم یہ میرا طفل شیر خوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس کی شدت سے مر رہا ہے۔ مگر مومنین اُن سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت ناامید ہوئے اس بلندی سے اترے اور صفوف لشکر کے سامنے آئے اور غبائے مبارک کو رخ علیؑ اصغرؑ سے اٹھا لیا اور ایک ایک جھا کار کو اس شیر خوار کی صورت دکھلائی اور پانی طلب فرمایا، یہاں تک کہ آپ اسی طرح ایک طرف سے دکھلاتے ہوئے دوسری جانب اس لشکر کے پہنچے مگر کسی نے اس

شیرخوار کے حال زار پر رحم نہ کھایا اس وقت وہ حجت خدا علی اصغر کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کئی حجت باقی نہ رہے۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت علی اصغر نے اپنی سوکھی زبان خشک لبوں پر پھیری تو لشکر عمر سعد میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ جس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو اور حال اصغر پر رویا نہ ہو اور عمر سعد کی تمام فوج نے انحراف کا ارادہ کیا ہو پس اس شقی نے تلاطم و اضطراب لشکر دیکھ کر حرمہ بن کابل اسدی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے جلد اس بچے کا کام تمام کر اس ظالم نے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر ایسا حلق اصغر پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا باپ کے ہاتھوں تڑپ تڑپ کر جان بحق تسلیم ہوا کیوں صاحبو! یہ ظلم و ستم سوائے امام حسین کے کس نے دیکھا ہے پس حضرت نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب چلو خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینکا اور بارگاہ الہی میں عرض کی خداوند اے سب رنج و آزار تیری راہ رضا میں آسان ہے۔ اور زار و قطار وئے اور فرمایا ہائے اصغر ہائے پارہ جگر اللہ تعالیٰ اس شقی پر لعنت اور عذاب نازل کرے کہ جس نے تیری پیاس پر رحم نہ کیا اور پانی کے بدلے تیرے سوتے حلق پر ایسا تیر مارا کہ تو دنیا سے پیاسا رخصت ہوا۔ پس حضرت روتے ہوئے دروازہ خیمہ پر آئے اور پیر دن خیمہ سے فرمایا بہن زینب علی اصغر کو لے لو۔ آہ جناب زینب در خیمہ پر آئیں اور اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ حضرت کے ہونٹ شدت پیاس سے خشک ہو رہے ہیں اور بازو پر ایسا تیر ستم لگا ہے کہ اس سے پر نالے کی طرح خون جاری ہے اور ہاتھوں پر لاش علی اصغر ہے اور علی اصغر کے گلے اور کانوں سے خون بہہ رہا ہے۔ ایک چیخ مار کر روئیں اور مرقہ رسول کی طرف خطاب کر کے بولیں ہائے اے نانا رسول خدا ہائے اے جناب محمد مصطفیٰ یہ تمہارا فرزند حسین ہے کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے اس کے دونوں ہونٹ سوکھ گئے ہیں اور اس کے جسم پر ایسے کاری زخم لگے ہیں کہ ان سے خون بہہ رہا ہے اور

اس کے بھائی، بیٹے اور عزیز و انصار آنکھوں کے سامنے مارے گئے ہیں یہاں تک کہ یہ اسی کا شیر خوار بچہ تین دن کا یا سا تیرہم کھا کر اس کی گود میں تڑپ کر مر گیا ہے۔ ہائے اے نانا ظلم اعداء کی شکایت تم سے کرتی ہوں پس جناب زینبؑ روتی ہوئی لاشِ اصغرؑ کو حضرت کی گود سے لے کر خیمہ میں آئیں۔ اور جو نبی یہ حال مادر علیؑ اصغرؑ نے دیکھا کہ اصغرؑ کے گلے سے خون جاری ہے بے جان لاشہ حضرت زینبؑ کی گود میں ہے اس کی ننھی لاش کے ہنٹ خشک ہو گئے ہیں اس دل جلی کا عجب حال ہوا، چیخیں مار مار کر رونے لگیں اور تڑپ کر بے قراری میں کہتی تھیں ہائے اے میرے بچے، ہائے میرے پارہ جگر اے میرے اصغرؑ اس شقی پر عذاب ہو کہ جس نے تجھ بے زبان پر بھی رحم نہ کھایا اور پیاسا قتل کیا اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا۔

پھر اس قدر روئیں کہ روتے روتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں اور خیمہ اہل بیتؑ میں قیامت برپا تھی مصائب الابرار و انوار الشہداء کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نہایت مشکل سے لاشِ علیؑ اصغرؑ کو اہل بیتؑ سے لے کر مقل میں لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علیؑ اصغرؑ کو سپرد خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور رونے کی وجہ پوچھی اس نے عرض کی اے آقا ایک روز حیدر کرار ایک جنگ میں فتح حاصل کر کے گھر تشریف لائے تو جناب سیدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں اے ذوالفقار روزِ عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور اس کے سر سے مصیبت کو دفع کرنا یا حضرت مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ خدمت لیں گے کہ علیؑ اصغرؑ کی قبر میری نوک سے کھودیں گے میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت جناب سیدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ یہ سن

کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روزِ وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور رسولِ مختار کی گناہگارِ امت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے۔

غرض حضرت نے اسی شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند شیر خوار کو پیوندِ خاک کر دیا۔ الحاصل جب ربابؑ کو معلوم ہوا کہ طفلِ صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا اور مکرمہ خیمہ عصمت سے اس بے تابی و اضطراب سے نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے کو زمین بوسہ دے رہی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی قبرِ علیؑ اصغرؑ سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں اسی طرح حضرت ربابؑ ستر (۷۰) مقام پر گر گئیں، یہاں تک کہ قبرِ علیؑ اصغرؑ پر پہنچیں اور اس بچے کی ننھی سی قبر پر جو جگر خراش بین کئے اس کے بیان کا یارا نہیں کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کو ناحرموں کی نظر سے بچا کر خیمہ میں لے گئے۔

چنانچہ منقول ہے کہ جب جناب سید الشہداء استغاثہ کر رہے تھے ناگاہ اہل بیتؑ کی آواز گریہ آپ کے کانوں تک پہنچی، مضطرب ہو کر درِ خیمہ پر تشریف لائے اور پوچھا کیا کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟ اس قدر رونے کی وجہ کیا ہے! جنابِ زینبؑ نے عرض کی اے بھائی سب تو آپ پر فدا ہوئے اب علیؑ اصغرؑ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کی امداد کو میدان میں جائیں۔ جس وقت سے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے یہ کہہ کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش ہوتا یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا اے بہن میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور اس کو وداع کر لوں۔ جنابِ زینبؑ اس معصوم کو اٹھا لائیں حضرت نے اسے دیکھا کہ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور شدتِ پیاس سے معصوم کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں پس حضرت نے اس معصوم کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامنِ عبا میں چھپا کر

میدان میں لائے اور ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور ہاتھوں پر رکھ کر اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا کہ اے بے رحمیہ میرا طفل شیر خوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس کی شدت سے مر رہا ہے اسے تھوڑا سا پانی دو اور قیامت کی پیاس سے ڈرو اگر تمہارے گمان میں حسین گنہگار ہے تو یہ بچہ تو معصوم ہے اور تم سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے ظالموں اس پر تو رحم کرو ان سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت مایوس ہوئے تو اس بلندی سے نیچے اترے اور دشمنوں کے سامنے آکر۔ رخ علی اصغر سے عبائے مبارک کو اٹھالیا، اس طرح ایک طرف سے دوسری جانب پہنچے مگر کسی ظالم نے اس طفل شیر خوار کے حال زار پر رحم نہ کیا، اس وقت حجت خدا نے علی اصغر سے فرمایا کہ اے فرزند تم بھی اپنی خشک زبان ظالموں کو دکھاؤ تاکہ خدا کے سامنے ان ملعونوں کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے۔

راوی کہتا ہے کہ جس وقت اس ننھے سے بچے نے اپنے والد گرامی کا ارشاد سنا اپنی سوکھی زبان اپنے خشک لبوں پر پھیری تو عمر سعد کے لشکر میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ اس شیر خوار کی یہ حالت دیکھ کر رویا نہ ہو اور اس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو یہاں تک کہ اس فوج نے عمر سعد سے انحراف کا ارادہ کر لیا پس اس شقی نے لشکر کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر حرمہ بن کابل اسدی سے کہا تو کھڑا ہوا کیا دیکھ رہا ہے جا اس بچے کا کام تمام کر۔ آہ آہ اس بے رحم ظالم نے ایک زہر کا بچھا ہوا تیر کمان میں جوڑ کر خشک حلقوم علی اصغر پر ایسا مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا حضرت کی گود میں اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر رہی جنت ہوا۔

حضرت صاحب الزمان علیہ السلام نے جو زیارت ناحیہ میں جناب سید الشہداء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ ”السَّلَامُ عَلَی الْمَوْسِلِ بَدَ مَائِهِ“ میرا سلام ہو اس شہید راہ خدا پر جو اپنے خون میں غلطاں ہوا۔ عجب نہیں ہے کہ یہ فقرہ علی اصغر کی طرف

اشارہ ہو، یعنی میرا سلام اس طفل صغیر پر ہو جو اپنے خون میں لوٹ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ چنانچہ اس کی وجہ بعض راویوں نے یہ بھی لکھی ہے کہ حرمہ لعین کے اس تیر کا صدمہ امام حسینؑ کے بازو کو پہنچا تھا کہ حضرت سے وہ ننھی لاش تھامی نہ گئی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گری اور علی اصغرؑ نے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان دی۔ مصائب الابرار اور انوار الشہادۃ کی روایت کے مطابق۔ حضرت روتے ہوئے خیمہ سے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ نوک ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کریں اس وقت ذوالفقار سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی اے آقا ایک روز جناب امیر المومنین علی علیہ السلام ایک جنگ سے مظفر و منصور ہو کر دولت خانہ میں تشریف لائے تھے تو جناب سیدہؑ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کر دیا اور اس وقت وہ معظمہ روتی جاتی تھیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ذوالفقار روز عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔ حضرت مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ آج کے دن آپ مجھ سے قبر علی اصغرؑ کھودنے کا کام لیں گے۔ اپنی بد نصیبی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روز قیامت جناب سیدہؑ کو میں کیا جواب دوں گی اور کس طرح سے منہ دکھاؤں گی۔ ذوالفقار کی یہ تقریر سن کر حضرت۔ بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج بچپن کا عہد پورا کرنا ہے اور اپنے ننانی اُمت گنہگار کو بخشوانا ہے یہ فرما کر حضرت نے اسی تلمار سے علی اصغرؑ کے لئے ننھی سی قبر کھودی اور اس برج میں امامت کے تارے کو پیوند خاک کر دیا الحاصل جب امام حسینؑ نے اس چاندی صورت کو مقتل میں دفن کر دیا اور جناب رباب مادر علی اصغرؑ کو یہ معلوم ہوا کہ میرا طفل صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا تو وہ خاتون معظمہ خیمہ عصمت سے اس بیتابی و اضطراب سے باہر نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے سرے کو زمین بوسہ

دیتی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی اسے قبر علیٰ اصغر سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں۔ اس طرح حضرت ربابؓ قبر علیٰ اصغرؓ تک پہنچنے میں ستر مقام پر گریں۔ یہاں تک کہ قبر علیٰ اصغرؓ پر پہنچیں اور اس شیر خوار کی قبر پر گر کر بے ہوش ہو گئیں جب افاقہ ہوا تو اس بچے کی ننھی سی تربت سے لپٹ کر وہ جگر خراش بین کئے کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؓ جناب ربابؓ کو ناحروں کی نظروں سے بچا کر خیمہ عصمت میں لے گئے۔ (توضیح عزاء صفحہ ۴۰۶ تا ۴۲۳)

نزہت المصائب (جلد چہارم)

﴿علامہ مرزا قاسم علی کر بلائی﴾

مجلس نہم

چنانچہ منتخب اور مقتل ابو مخنف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب روز عاشورہ درمیان امام حسینؓ اور عمر بن سعد کے لڑائی قرار پائی اور اصحاب واقربا ان حضرت کے جہاد کر کے درجہ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی شخص بجز عورتوں اور چند بچوں کے باقی نہ رہا تو اُس وقت اُس جناب نے بے نگاہ حسرت طرف لاشہائے شہدائے بہتر بزرگوار تھے ملاحظہ کیا دیکھا کہ وہ سب جان نثار خاک و خون میں آلودہ رخصوں سے چور چور مثل گوسفند ان قربانی کے ریگ گرم پر پڑے ہیں۔ پس اُن کی جدائی پر شدتِ روئے اور فریاد کرنے لگے ہائے کیا غربت و تنہائی اور کمی انصار کی ہے پس متوجہ خیموں کی طرف ہوئے تاکہ اہل بیتؑ سے رخصت ہوں۔ پس دروازہ خیمہ پر کھڑے ہوئے کہ آواز دی اے بہن میری زندہ نبؑ و اُم کلثومؑ اور اے سکیندہؑ اور اے ربابؓ تم سب کو سلام آخری میرا پہنچے کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ پس امام حسینؓ علیہ السلام متوجہ

ہوئے اپنی بہن جناب زینبؑ کی طرف اور فرمایا اے بہن اب میں آمادۂ شہادت ہو کے طرف لشکرِ اعدا کے جاتا ہوں پس اس طفل شیرخوار کو مجھے دو کہ بسبب پیاس کے اسے متغیر دیکھتا ہوں۔ یہ سن کر جناب زینبؑ بہت روئیں اور عرض کی اے بھائی فدا ہو جان میری آپ پر کیونکر حال اس بچہ کا متغیر نہ ہوتین شبانہ روز گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا نہیں پیا ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السلام روئے اور اُس شیرخوار کو لے کر آئے اپنے آگے قریب زین پر بٹھایا اور بسبب کمال محبت کے حسرت سے صورت اُس کی دیکھتے تھے اور شفقتِ پدری سے پیار کرتے تھے اور تشنہ لبی پر اُس شیرخوار کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پس حضرت سامنے لشکرِ اعدا کے کھڑے ہوئے اور اُس بچے کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل کی نمایاں تھی۔ آہ مومنین فدا ہو جان ہماری اُن لمبھائے خشک پر جس نے فرمایا اے قوم وائے ہوتم پر تم نے بھائی اور فرزند اور شیعہ و انصار میرے آج سب قتل کیے اور مجھ کو یکہ و تنہا کر دیا اور اب یہ شیرخوار میرے ہاتھ پر باقی ہے یہ بھی عینِ شبانہ روز سے پیا سا ہے۔ پس اسے ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ یہ بچہ شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ حضرت ہنوز اُن کی طرف مخاطب تھے ایک لعین نے ایک تیرسہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ تیرسہم حلقِ نازنین پر علی اصغرؑ کے لگا اور ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا۔ اور بروایتِ وہ تیرجھا پہلوئے شیرخوار اس زور سے آکر لگا کہ ہاتھوں پر امام حسین علیہ السلام کے اُلٹ گیا اُس وقت حضرت نے صیغہ کیا اور فرمایا کہ ہاے اے نورِ نظرِ افسوس ہے کہ تجھ سے شیرخوار کو تشنہ لب قتل کیا پس اُس شیرخوار نے بے نگاہی اس اپنے پدرِ مظلوم کے چہرہ کی طرف دیکھا اور تہنّم فرما کر رحلت کر گیا۔ پس امام حسین علیہ السلام مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خونِ زخمِ گلو سے اُس شیرخوار کے چٹو بھر کے ہوا پر پھینکا اور

درگاہِ خدا میں عرض کیا بارالہا تو شاہد رہنا حال پر میرے اور ان اعدا کے کہ انھوں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کیے ہیں یہاں تک کہ قتل کیا ان اشقیاء نے اس طفل شیرخوار کو جو ہم صورت تھا تیرے رسول کا پس اُس خون ناحق ریختے سے ایک قطرہ زمین پر نہ گرا اور بروایت وہ جنابِ مقتل سے طرفِ خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اُس شیرخوار کی اُس کی مادرِ ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا اے رباب صبر کرو اس مصیبتِ عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالقِ آسمان و زمین ہے اور یہ امر باعثِ رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسا سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ پس وہ ستم رسیدہ اُس بچہ کو لے کر بوسے لینے لگیں اور خونِ منہ اور گلوے بریدہ سے پونچھتی تھیں اور روتی تھیں اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور منہ اپنا منہ پر اُس نورِ نظر کے رکھ کر یہ نوحہ جگر خراش کرتی تھیں ہاے اے پارہ جگر اے نورِ نظر ہاے جانِ دل میرے افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ سے شیرخوار پر رحم نہ کیا اور تشنہ لب تیر ستم سے نحر کیا آہ شاید اُس مظلومہ کی یہ غرض ہو کہ شتر کے بچہ کو بھی اس سن میں نحر نہیں کرتے ہیں نہ کہ تجھ سے شیرخوار کو اعدا نے نحر کیا پس وہ مظلومہ خونِ گلوے شیرخوار سے لے کر اپنے منہ پر ملتی تھیں اور شدتِ روتی تھیں۔ اور ابنِ تمنا کی روایت سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام نے حال اُس مظلومہ کا متغیر پایا تو اُس نورِ چشم کو آغوش سے اُن کی لیے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاش اُس بچہ کی شہدائے اہل بیت میں رکھ دی اور بروایت حضرت لاش اُس بچہ کی لے کر مقتل شہدا میں تشریف لائے اور گھوڑے سے اتر کے پیامِ شمشیر سے ایک قبر کھودی اور خونِ گلوے اُس کے لے کر بدن پر اُس بچہ کے بجائے غسل کے ملا اور اُس پر نمازِ جنازہ پڑھ کے دفن کیا۔

(نزہت المصابی جلد اول صفحہ ۵۰۸ تا ۵۱۲)

مجلس یازدہم

چنانچہ لہوف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنے جوانان ہاشمی اور احباب کو خاک و خون آلودہ دیکھا تو بنفس نفیس عازم میدان ہوئے اور سامنے اعدا کے کھڑے ہوئے اور با آواز بلند بنا بر اتمام حجت کے فرمایا آیا ہے کوئی دور کرنے والا کہ اس آفت و بلا کو حرم رسولؐ خدا سے دور کرے آیا ہے کوئی خدا پرست کہ ہمارے بارے میں خوف خدا کرے آیا ہے کوئی فریادری کرنے والا کہ خدا سے اُمید ثواب رکھتا ہو ہماری فریادری کرنے میں آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ خدا سے اُمید ثواب رکھتا ہو ہماری اعانت کرنے میں۔ پس آواز بلند عورتوں کے رونے کی بلند ہوئی اُس وقت حضرت متوجہ ہوئے طرف درخیمہ کے اور جناب زینبؑ سے فرمایا میرے فرزندِ صغیر کو مجھے دوتا کہ اُس کا دیدار آخری کروں۔ اور ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ جناب زینبؑ اُس بچہ کو لے کر درخیمہ پر حضرت کے پاس آئیں اور عرض کیا اے بھائی یہ فرزند آپ کا ہے اور تین دن سے پانی اس کو ممکن نہیں ہوا پس آپ اس کے لیے ایک پیاس بھر پانی طلب کیجئے۔ پس امام حسینؑ نے اُس بچہ کو آغوش میں لیا اور طرف لشکر اعدا کے متوجہ ہو کر فرمایا اے قوم تم لوگوں نے میرے شیعہ اور جوانانِ اہل بیتؑ کو تشنہ لب قتل کیا اب یہ بچہ میرے ہاتھ پر پیاسا باقی رہا ہے پس اس کو ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ مومنین فدا ہو جان ہماری اُن لبھائے خشک پر جس نے با آواز بلند فرمایا اے قوم اسے ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ حضرت ابھی اُن کی طرف مخاطب تھے اور اپنے فرزندِ ششماہے کو پیار کرتے تھے ناگاہ حرمہ ملعون نے ایک تیر مارا کہ وہ تیر ستم اُس شیر خوار کے گلو پر اس زور سے آ کر لگا کہ وہ بچہ ہاتھوں پر حضرت کے اُلٹ گیا اور راہی جنت ہوا۔

(نزہت المصابیہ جلد اول صفحہ ۵۲۱ تا ۵۲۲)

مجلس دوازدهم

کر بلا میں اپنے فرزند صغیر کو تین دن کی بھوک پیاس اور شدت گرما میں اپنی آغوش میں لے کر سامنے اشقیائے امت کے تشریف لائے اور اُس کے لیے پانی طلب کیا مگر افسوس عوض پانی کے ایک ملعون نے ایک تیرسہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ بچہ آغوش میں اُن حضرت کی شہید ہو گیا۔ چنانچہ قتل ابو مخنف اور لہوف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب شاہزادہ علی اصغر تیر ستم سے شہید ہوا تو امام حسین علیہ السلام نے خون اُس فرزند کا اپنے ہاتھ میں لے کر ہوا پر پھینکا۔ اور بنابر دوسری روایت کے حضرت نے جناب زہنب سے فرمایا اے بہن لو اس فرزند کو کہ یہ شہید ہوا ہے اور خون اُس کے حلق کا اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا جب چلو بھر گیا تو حضرت نے وہ خون طرف آسمان کے پھینکا۔ بعد اس کے فرمایا اس یقین نے مجھ پر سہل و آسان کر دیا ہے ان مصائب کو جو مجھ پر گزرتے ہیں کہ یہ سب خدا دیکھتا ہے یعنی چونکہ خدا دیکھتا ہے اور یقین ہے کہ ان سب امور کی مجھے جزا دے اور میرے قاتلوں کو سزا دے۔

اور حضرت نے درگاہ خدا میں عرض کیا خداوند اگر تو نے اپنی نصرت کو ہمارے واسطے حکم نہیں دیا ہے تو اُس کے اجر میں ہمیں وہ جزا عطا فرما جو اس فتحیابی ظاہری سے ہمارے لیے بہتر ہو شاید مقصود یہ ہو کہ خداوند امیری خواہش سے اگر تو نے دار دنیا میں نصرت کو موقوف رکھا ہے تو اُس کے عوض میں جو چیز اُس سے بہتر ہو آخرت میں عطا کر اس لیے کہ بعض روایات سے ظاہر ہے کہ جناب باری نے اُن حضرت کو اختیار دیا تھا اگر چاہتے تو خدا نصرت و فتح عطا فرماتا مگر حضرت نے خود با اشتیاق شہادت رضائے الہی کو اختیار کیا اور فتح و ظفر کو پسند نہیں کیا۔ الغرض امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو خون اُس بچے کا میرے جد مظلوم نے طرف آسمان کے پھینکا اس میں سے ایک قطرہ

بھی زمین پر نہیں گرا شاید وجہ اس کی یہ ہو کہ اگر اُس خون ناحق ریختے سے ایک قطرہ زمین پر گرتا تو زمین و جنس جاتی اور اہل زمین ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ اُس وقت حضرت نے درگاہ خدا میں عرض کیا خداوند میں تجھے گواہ کرتا ہوں ان ملعونوں پر کہ انھوں نے اپنے نفوس پر لازم کر لیا ہے کہ تیرے نبی کی ذریت سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ بعد اس کے حضرت اُس شیر خوار کو اُس طرح ندبوح و مقتول لیے ہوئے خیمہ کی طرف تشریف لائے اور خون اُس بچے کا سینہ اطہر پر امام حسینؑ کے جاری تھا اور لاش اُس معصوم کی اپنی بہن جناب اُم کلثومؑ کو دی اور اُس مظلومہ نے اُس لاش کو خیمہ میں رکھا حضرات تصور کیجئے کہ وہ لاش دیکھ کر اُس شیر خوار کی ماں اور بہنوں اور پھوپھیوں کا کیا حال ہوا ہو گا آہ اُس وقت شور رونے کا بلند ہوا۔ پس امام حسینؑ اس شیر خوار کی مصیبت پر بشت روئے۔

اے پروردگار میرے تو مجھے یکہ و تنہا نہ چھوڑ دیکھتا ہے تو ان کفار کو کہ کیسا ظلم و ستم کیا اور حق سے انکار کرتے ہیں شاید مراد یہ ہو کہ تو میرا مددگار رہ اس لیے کہ تو دیکھتا ہے ان کفار کو کہ عداوت کا انکار کرتے ہیں۔ ان اشقیانے ہمیں اپنے قابو میں ایسا کر لیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص کسی کا مملوک و محکوم ہوتا ہے اور اپنے افعال بد سے سرور کرتے ہیں یزید شرا، خوار کو لیکن بھائی میرا تنہا شہید ہو کر دنیا سے گزر گیا اور لاش اُس کی بخاک و خون آلودہ پڑی ہے کہ اعدائے اُس کو میدان میں تنہا پا کر قتل کیا اور ایسی حالت میں کہ وہ اپنے اقربا سے دور تھا آہ یہ اشارہ حضرت عباسؑ کی طرف ہے کہ وہ جناب اپنے اقربا سے دور روز عاشورا نہر کے کنارہ پر شہید ہوئے الغرض حضرت نے لاش علیؑ کی خیمہ سے لا کر مقتل شہدائے اہل بیتؑ میں رکھ دی اور بروایت اُس وقت حضرت گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور نیام شمشیر سے ایک قبر کھودی اور اُس فرزند کو بعض غسل

کے اُس کا خون مل کر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا آہ مومنین کیا حال ہوا ہوگا اُس وقت اُس مظلوم کا جب اُس نور نظر کو اپنے ہاتھ سے خاک میں چھپایا ہوگا عجیب نہیں کہ بجائے آبِ ریزی کے اُس قبر پر اشکِ ریزی فرمائی ہوگی۔

(نزہت المصاب جلد اول صفحہ: ۵۲۶ تا ۵۲۹)

مجلس سیزدہم

اسی سبب سے ارواحِ مقدسہ انبیاء و اوصیاء اور اولیاء اور ملائکہ نے روزِ عاشورہ بوقتِ استغاثہ جنابِ سید الشہداء کے لبیکِ اجابت کہی اور ارادہ اُن حضرت کی نصرت کا کیا گویا اُس عہد و میثاقِ پر وفا کی اللہ اکبر کیا تاثیر تھی فریاد و استغاثہ مظلوم کر بلا غربتِ نبوی کی کہ ملا آقا در بندِ علیہ الرحمہ بہ میانِ بسیط بطور استنباط کے لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وقتِ استغاثہ جنابِ سید الشہداء کے شاہزادہ علی اصغر شدتِ تشنگی سے بیتاب گہوارہ میں تھے جس وقت کہ آوازِ استغاثہ اپنے پدر مظلوم کی سنی تو بیقرار ہو کر اپنے تئیں زمین پر گرا دیا اور آوازِ گریہِ بلند کی اور اہلِ حرم کو معلوم ہوا کہ یہ حالت اس شیرِ خوار کی بسبب سننے آوازِ استغاثہ کے ہوئی گویا بمنزلہ لبیک لبیک اور آمادگی نصرت اپنے پدر مظلوم کے کی ہے اور یہ امر ظہورِ آنا فرزندِ حجتِ خدا سے بعید نہیں ہے غرض کہ جب اُس شیرِ خوار نے اپنے تئیں گہوارے سے زمین پر گرا دیا اور آوازِ گریہِ بلند کی تو اُس وقت شورِ گریہ و بکا اہلِ حرم کے خیمہ سے بلند ہوا یہ سن کر جنابِ امام حسینؑ میدانِ قتال سے خیمہ کی طرف تشریف لائے اور درِ خیمہ سے آواز دی اور سبب اس قدر رونے کا جنابِ زینبؑ سے پوچھا اُس معظّمہ نے حالِ بیقراری علی اصغر کا عرض کیا پس مظلوم کر بلا کو ظاہر ہوا کہ وہ بچہ زبانِ حال سے راہِ خدا میں طالبِ شہادت ہے اُس وقت کے حال میں ابووف و غیرہ میں یوں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ مقتلِ شہداء میں جوانانِ ہاشمی اور

اصحاب و اقربا کو دیکھا کہ ریگ گرم پر پڑے ہوئے رخصوں سے چور چور خاک و خون میں آلودہ ہیں تو بہ حسرت اپنی تنہائی پر روئے اور بنفس نفیس متوجہ جہاد ہوئے اور بنا بر اتمام حجت کے فریاد کی۔

آیا ہے کوئی دفع کرنے والا اس آفت و بلا کو حرم رسول خدا سے دور کرے آیا ہے کوئی خدا پرست کہ ہمارے بارے میں خوف خدا کرے آیا ہے کوئی فریادرس کہ اُمید ثواب خدا کی رکھتا ہو ہماری فریاد رسی کرنے میں آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ اُمید وار خدا سے ثواب اخروی کا ہو ہماری اعانت کرنے میں آہ یہ آواز استغاثہ سن کر اہل حرم بیقرار ہو کر رونے لگے۔ اور امام حسینؑ آواز گویہ و بکا اُن کی سن کر دروازہ خیمہ پر تشریف لائے اور جناب نہنبؑ سے فرمایا اے بہن میرے فرزندِ صغیر کو مجھے دو کہ میں اُسے وصالِ آخری اور پیار کروں اور دوسری روایت میں یوں وارد ہے کہ اُن حضرت کو میدانِ قتال و جہاد سے اتنی فرصت کہا تھی کہ پھر دروازہ خیمہ پر تشریف لاتے آہ جب حال علیؑ اصغر کا شدتِ تشنگی سے متغیر ہوا تو جناب نہنبؑ اس شیر خوار کو ہاتھوں پر لے کر دُر خیمہ تک لائیں اور آواز دی اے بھائی یہ فرزندِ آپ کا ہے اور تین شبانہ روز گزرے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا اس کو نہیں ملا ہے اور شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوا چاہتا ہے آپ اس قوم بے حیا سے اس بچہ کے لیے تھوڑا سا پانی طلب کیجئے شاید یہ بچہ بچ جائے پس حضرت نے اپنے فرزند کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور سامنے اُن کے لائے اور با آواز بلند بنا بر اتمام حجت کے فرمایا اے قوم تم نے میرے سب اقربا اور اصحاب اور شیعوں کو قتل کیا اب یہ شیر خوار میرے ہاتھ پر باقی ہے یہ بھی پیاس سے جان بلب ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو افسوس ابھی حضرت اُن کی طرف مخاطب تھے ناگاہ حرمہ العین نے ایک تیرسہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ تیر ستم گلوے خشک پر علیؑ اصغر کے لگا جس کے صدمے سے وہ

شیر خوار شہید ہوا اور درجہ شہادت پر فائز ہوا پس حضرت اُس کی تشنہ لبی اور مصیبت پر روئے اور وہ لاش جناب زینبؓ کو دی اور اہل حرم اُس کی مظلومی اور تشنہ لبی پر شدت روئے اور علیؓ اصغر کو خون آلودہ اور مردہ دیکھ کر کھرام بپا ہوا آہ کیونکر کھرام نہ ہوتا کہاں تیرسہ پہلو اور کہاں نازک گلو چھ مہینے کے بچے کا۔ (نزہت المصاب جلد اول صفحہ ۵۳۲ تا ۵۳۴)

مجلس چہارم

آہ جب علیؓ اصغرؓ کے قتل کا ذکر ہوتا ہے تو دل بیتاب ہو جاتا ہے کیونکہ عجیب مظلومی کی حالت میں روزِ عاشورا اپنے پدر مظلوم کے ہاتھوں پر تیر ستم سے ذبح کیا گیا حالانکہ کسی ملت میں ایسے شیر خوار کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اکسیر العبادات میں حمید بن مسلم از دی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں لشکر ابن زیاد میں بروزِ عاشورا موجود تھا پس دیکھا میں نے طرف اُس بچہ کے جو ہاتھوں پر امام حسینؓ کے شہید ہوا تھا۔ ناگاہ خیمہ سے ایک مخدومہ باہر نکل آئیں اور نور سے اُن کے آفتابِ نخل و بے نور ہوتا تھا اور اُن کے پاؤں گوشہ چادر میں اُلجھتے جاتے تھے اور وہ معظمہ گر پڑتی تھیں اور کبھی کھڑی ہوتی تھیں اور کہتی تھیں ہاے فرزند ہاے مقتول ظلم و ستم ہاے اے جان و دل میرے۔ پس اُس معظمہ کے بین پر بنی اُمیہ بھی باجوہ سنگدلی کے رونے لگے یہاں تک کہ وہ مخدومہ طفل مذہبوں تک گئیں اور گر پڑیں اور دیر تک نوحہ و زاری میں مصروف رہیں پس اُن معظمہ کے پیچھے کئی لڑکیاں مثل دُر ہاے پریشان کے باہر نکلیں۔ اور امام حسین علیہ السلام اُس وقت لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے پس اپنے پس پشت دیکھ کر اُن معظمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کا پردہ کیا اور بہت سی نصیحت کی اور بے تسلی و تشفی سمجھا کر خیمہ کی طرف پھیر دیا۔ حمید کہتا ہے جو لوگ گرد میرے تھے میں نے اُن سے پوچھا یہ

معظمہ کون ہے انہوں نے کہا یہ اُمّ کلثوم ہیں اور یہ لڑکیاں فاطمہ صغریٰ اور سکنہ اور رقیہ اور زینب ہیں یہ سن کر میں روتے روتے بے اختیار ہو گیا اور وہاں سے چلا گیا۔ اور شعی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام اُس شیر خوار کو لے کر طرف خیمہ اہل حرم کے تشریف لے گئے تو اُس وقت وہ بچہ خون سے اپنے بدن کے سرخ رنگ ہو رہا تھا اور امام حسین روتے جاتے تھے پس جب اہل حرم نے آواز حضرت کے رونے کی سنی تو وہ ستم رسیدہ حضرت کی طرف آئیں دیکھا کہ وہ بچہ شیر خوار سینہ اقدس پر ذبح کیا ہوا دنیا سے رحلت کر گیا ہے۔ جب اُن عورتوں نے اُس بچہ کو اس حال سے دیکھا تو آواز گریہ و نالہ بلند کی اور جناب اُمّ کلثوم نے اُس شیر خوار کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنا گلو اُس بچہ کے گلوے نازنین پر رکھ کر اس قدر روئیں کہ آنسو بہہ کر اُس بچہ پر گرتے تھے بعد اُس کے اُس مظلومہ نے صدا و احمد اہ و علیاہ کی بلند کی اور فریاد کی کہ ہاے نانا رسول خدا ہاے بابا علی مرتضیٰ بعد آپ کے اعدا نے ہم پر کیا کیا ظلم و ستم کیے پس بین کرتی تھیں اور فرماتی تھیں۔ افسوس ہے اُس بچہ پر کہ جسم نازنین جس کا اُس کے خون سے رنگین کیا گیا افسوس ہے اُس شیر خوار پر جس کا دودھ پیکان تیر سے ظالموں کے بڑھایا گیا اور حسرت ہے اُس مادرِ ستم رسیدہ پر جس کی آنکھیں اور دل و جگر اُس مصیبت میں مجروح ہو گئے پس حضرات ایسی بیکی میں اُس شیر خوار کا تشنہ لب تیر ستم سے قتل ہونا عظیم ترین مصیبت ہے کہ جس کا اثر مُستمر ہے آہ جب اُس بچہ شمشا ہے کا ذکر آتا ہے تو دل بیتاب ہو جاتا ہے کیونکہ دل صاحبِ اولاد کا نازک ہوتا ہے تصور کیجئے کہ اُس وقت مظلوم کربلا کے قلب اقدس پر کیا صدمہ ہوا ہوگا اور اُس شیر خوار کی ماں اور بہنوں اور پھوپھیوں پر روتے روتے کیا حالت گزری ہوگی۔ (نزہت المصابی جلد اول)

مجلس ہفت دہم

راوی کہتا ہے یہ حال دیکھ کر اُس قوم نے کہا قسم بخدا اگر اس صاحبزادہ پر کوئی سانحہ گزرا تو ہم کو ناندیشہ ہے اس کا کہ کہیں حضرت پر ایسا صدمہ شاید پہنچے کہ خوف ہلاکت کا ہوا اللہ اکبر مومنین در در فرزند کا ایسا ہی ہوتا ہے خصوصاً عالم غربت و تنہائی میں جدائی اولاد کی بڑی مصیبت ہے خصوصاً وہ بچہ جس سے باپ کو اُنس ہو پس تصور کیجئے کہ مظلوم کربلا کے قلب اقدس پر کیا صدمہ گزرا ہوگا جدائی میں اپنے فرزند پارہ جگر علی اصغرؑ کی جو ہاتھوں پر اُن حضرت کے روز عاشورا تیر ستم سے تشنہ لب شہید ہوا۔ چنانچہ مقتل ابو مخنف وغیرہ میں منقول ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام متوجہ ہوئے طرف جناب اُمّ کلثوم کے اور اس نے فرمایا اے بہن میں تم سے وصیت کرتا ہوں اپنے فرزند صغیر کے لیے اُس بچہ سے بخیر و نیکی پیش آنا کہ وہ بچہ کم سن ہے اور عمر اُس کی چھ مہینے کی ہے۔ اُس خدومہ نے عرض کیا اے بھائی اس بچہ پر تین روز گزرے ہیں کہ پانی نہیں پیا ہے پس آپ اس کے لیے تھوڑا سا پانی طلب کیجئے۔ حضرت نے فرمایا اُس کو میرے پاس لے آؤ اور حضرت اُس بچہ کو لے کر طرف قوم اعدا کے لے گئے اور فرمایا اے قوم تم لوگوں سے میرے بھائی اور بیٹے اور انصار کو قتل کیا اور اب سو اس بچے کے کوئی باقی نہ رہا یہ بھی شدت تشنگی سے جان بلب ہے پس اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ آہ حضرت اُن کی طرف مخاطب تھے اسی اثنا میں ایک تیرسہ پہلو زہرا لودہ لشکر اعدا سے آیا پس اُس بچے کو ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے ذبح کیا۔ پس امام حسین علیہ السلام خون کو اپنے چہلہ میں لینے لگے اور ہوا میں پھینکا اور فرماتے تھے خداوند امیں تجھ کو گواہ کرتا ہوں ان ملعونوں کے کردار پر ان اشقیانے اپنے نفسوں پر لازم کر لیا ہے کہ ہرگز تیرے نبیؐ کی ذریت سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں بعد اُس کے اُس بچہ مذہبوں کو لے کر واپس آئے

اور خون اُس کا سینہ اقدس پر امام حسین علیہ السلام کے جاری تھا اور جناب اُمّ کلثومؓ کو دیا اُس ستم دیدہ نے لے کر خیمہ میں رکھا اور حضرت اُس بچے کے حال پر روئے۔
(نزہت المصاب جلد اول صفحہ ۵۵۰ تا ۵۵۲)

بحور الغمہ

﴿علامہ محمد علی لکھنوی﴾

ناگاہ بیبیوں کے رونے کی آواز امام حسینؓ کے کانوں تک پہنچی۔ گھبرا کر خیمہ میں تشریف لائے اور جناب زینبؓ سے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟
جناب زینبؓ نے عرض کی: بھئی! جس وقت سے علی اصغرؓ نے آپؐ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے، ہمک کر اپنے آپ کو گوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا۔

یہ سن کر آپؐ رو دیئے اور اور فرمایا: ”اس شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ کہ ایک نظر دیکھ لو اور الوداع کر لوں۔“

حسب ارشاد جناب زینبؓ نے علیؓ کو لا کر امام حسین علیہ السلام کی گود میں دے دیا۔ آپؐ نے دیکھا کہ علیؓ کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور پیاس کی شدت سے لبِ نازنین نیلے ہو گئے ہیں۔ حضرت اس کے خشک ہونٹوں کے بوسے لینے لگے اور اپنے آگے زین پر بٹھالیا اور بکمال حسرت و یاس اس ماہِ طلعت کی صورت دیکھنے لگے اور بے اختیار رونے لگے۔ پس آپؐ میدان میں صفوف لشکر کے سامنے کھڑے ہوئے اور چھوٹے سے بچے کو اٹھا کر اس قدر بلند کیا کہ زیرِ بغل سفیدی نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا:

اَيَّاسَا كِنِي شَامٍ وَيَا اَهْلَ كَوْفَةٍ

فَهَلْ هَذَا اَوْصَى النَّبِيُّ الْمَكْرَمُ

”اے اہل کوفہ و شام! آیا جناب رسول خدا نے تم سے ایسی وصیت کی تھی کہ میری

اولاد سے دعا اور عناد سے پیش آنا اور ان کو ظلم و ستم سے قتل کرنا؟“

يَمُوتُ عَطَا شَا اَهْلِيَّتِ مُحَمَّدٍ

وَيَشْرُكُ هَذَا الْمَاءُ تَرْكُ وَذَيْلُكُمْ

اے قوم بدکردار! کیا قیامت ہے کہ تمہاری اجازت سے کفار تک جس قدر چاہیں پانی لے جائیں مگر میرا ایک شیر خوار بچہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں لے سکتا اگرچہ میں خود بھی پیاس سے جاں بلب ہوں، اگر تمہارے خیال میں حسینؑ گنہگار ہے، پانی کا سزاوار نہیں، یہ تو بتاؤ کہ اس معصوم بچے نے کیا قصور کیا ہے؟

اے ظالموں! روز قیامت کی پیاس سے ڈرو اور شیر خوار بچے کو تھوڑا سا پانی دے دو کہ میرا یہ فرزند پیاس سے جاں بلب ہے۔

بہر کیف اس طرح کے کلمات حضرتؑ نے ان سنگدلوں سے فرمائے کہ اگر پتھر ہوتا تو پانی ہو جاتا مگر اس کے جواب میں حرمہ بن کاہل اسدی نے ایک ایسا تیر جناب علیؑ اصغرؑ کے حلق پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کر آغوشِ امام حسینؑ میں شہید ہو گیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے آسمان کی جانب سر بلند کر کے عرض کیا:

”اَلِهٰی وَ سَيِّدِیْ هٰذَا عَزُّ جَوَاهِرِ خَوَانَتِیْ وَ اٰخِرُ مَا بَقِیْ فِیْ سَفْطِیْنِیْ“

”اے مولا و آقا! میرا یہ عزیز ترین جواہر خزانہ ہے اور یہ ڈر بے بہا آخر سنگ شہداء

سے تیرے اس بندے کے پاس امانت باقی تھا جو تیری راہ پر نثار ہوا۔“

اس کے بعد حضرتؑ نے علیؑ اصغرؑ کے گلے کے نیچے ہاتھ رکھا۔

”فَتَحَّ عَيْنِيهِ فَنَبَسَمَ فِي وَجْهِ أَبِيهِ“

اس وقت جناب علی اصغرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر اپنے والدِ بزرگوار کے جمالِ مبارک پر نظر کی اور راہی جنت ہو گئے۔

مومنین! جناب علی اصغرؑ کے تبسم کی وجہ کچھ سمجھے؟ قاعدہ ہے کہ تبسم تعجب کے وقت ہوتا ہے۔ پس جناب علیؑ اصغر کو یہ استعجاب ہوا کہ یہ ملائین کیسے شقی القلب ہیں کہ مجھ شیر خوار تک کو بھی تیر مار کر شہید کیا۔

بہر کیف حضرت کا چٹو جناب علی اصغرؑ کے خون سے بھر گیا۔ اسے آسمان کی جانب پھینکا۔

”فَلَمْ يَرْجَعْ قَطْرَةٌ مِنْهَا إِلَى الْغُبَرَاءِ“

خون کا کوئی قطرہ زمین پہ نہ گرا بلکہ ملائکہ اس خون کو آسمان کی جانب لے گئے۔ دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جب حضرتؑ نے چاہا کہ اس خون کو آسمان کی جانب پھینکیں تو آواز آئی: اے حسین! اگر اس لہو کو آسمان کی جانب پھینک دو گے تو پھر کبھی بارانِ رحمت نازل نہ ہوگا۔

اس وقت حضرتؑ نے قصد کیا کہ زمین پر بہادیں، زمین نے بھی یہی فریاد کی کہ یا حضرتؑ! اگر ایک قطرہ خون بھی مجھ پر گرا تو قیامت تک زمین پر کوئی چیز پیدا نہ ہوگی۔ مومنین! مقامِ تصور ہے۔ اس وقت مظلوم کر بلا کو کیا تردد ہوا ہوگا کہ اس خون کو اب وہ کیا کریں! غرض مجبور ہو کر کچھ خون اپنے ریشِ مبارک پر ملا اور باقی خون علی اصغرؑ کے بدن پر مل دیا۔

”ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْخِيَمَةِ وَتَأَوَّلَهُ بِأُمِّهِ“

اس کے بعد خیمہ میں تشریف لائے اور لاشِ علیؑ اصغر کو جنابِ رباب کے سپرد کر

تمام کا تمام اُڑ گیا۔ بچپن کے رفیقوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ گودیوں سے بچے آنکھوں کے سامنے دم توڑ توڑ کر مر گئے۔ وہ بھائی جس کے بازوؤں کی قوت لشکر کی زینت تھی، ۲۹ برس بیٹوں کی طرح پالا تھا، شانے کٹوا کر دنیا سے سدھارا۔ وہ بھتیجا جو بھائی کی یادگار بھی تھا، اپنا داماد بھی تھا، دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ وہ بچہ شیر خوار جس کو دنیا میں آئے ہوئے ایک سال بھی نہ گزرا تھا، چلنے بھی نہ پایا تھا، باپ کے ہاتھوں پر خیمہ سے قتل گاہ میں آیا۔ چھ ماہ کا کیا سن ہے! ابھی دودھ بھی چھونے نہ پایا تھا کہ تین دن یا سارے دن کے بعد آب تیر سے سیراب ہوا۔

چنانچہ کتاب منتخب وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امام مظلوم کے سب عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو چکے، اشقیاء نے اکیلا پا کر چاروں طرف سے ہجوم کیا۔ تلواریں کھینچ کھینچ کر، نیزے تان تان کر آگے بڑھے۔ آپؑ نے بھی اپنی جھکی ہوئی کمر کو سیدھا کیا۔ ہاتھ قبضہ پر رکھا، چاہا کہ مصروف جہاد ہوں لیکن خیمہ سے اس طرح ماتم کی آواز کانوں میں آئی جس طرح میت پر لوگ روتے ہیں۔ مضطربانہ قتل گاہ سے تشریف لائے۔ دیکھا کہ مادر علیؑ اصغرؑ چھ ماہ کی جان ہاتھوں پر رکھے رو رہی ہیں اور وہ بے زبان چھوٹا سادھن پیاس کی شدت سے کھولے ہوئے ہے۔ ضعف سے تنہا سا بچہ ڈھلا جاتا ہے۔ کملائے ہوئے چہرے پر مردنی چھائی ہے۔ ارد گرد سب پیٹیاں سروں اور سینوں کو پیٹ رہی ہیں۔ بے اختیار ہو کر آپؑ بھی رونے لگے اور جناب زینبؑ سے فرمایا:

”کیا کروں، کہاں سے پانی لاؤں، کیونکر پلاؤں؟ ایک تدبیر ذہن میں آتی ہے کہ اس بچے کو لے کر مقتل میں جاؤں اور غلاموں کو دکھاؤں۔ شاید اس کی صورت دیکھ کر کسی بے رحم کو رحم آجائے۔“

غرض جناب علیؑ اصغرؑ کو گود میں لیا اور اس خیال سے کہ دھوپ میں پیاس کا صدمہ

زیادہ نہ ہو، عباء کے دامن سے اس پر سایہ کیا اور میدان میں تشریف لائے۔ لشکر کی طرف متوجہ ہو کر استغاثہ بلند کیا:

”اَمَامِنُ مُجَرِّدٌ یَجِیْرُنَا اَمَامِنُ مُعِیْثٌ یُعِیْثُنَا“

آیا ان لاکھوں آدمیوں میں کوئی پناہ دینے والا ہے کہ عترتِ رسولؐ کو پناہ دے؟ آیا کوئی فریادرس ہے کہ اپنے نبیؐ کے نواسے کی فریاد کو پہنچے؟

”اَمَامِنُ اَحَدٍ یَاْتِیْنَا بِشَرْبَةٍ مِّنَ الْمَاءِ لِهَذَا الطِّفْلِ فَاِنَّهٗ لَا یُطِیْقُ الظَّمَاءُ“

کیا اس مجمع میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں؟ کسی کو خدا کا ڈر نہیں کہ اس جاں بلب بچے کو اس بہتے ہوئے دریا سے ایک گھونٹ پانی پلا دے؟ چھ مہینے کا بچہ پیاس سے مر رہا ہے۔ ہر چند جنابِ سید الشہداء نے فریادیں کیں مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بعض منہ پھیر کر، بعض گردنیں جھکا کر رہ گئے۔ بعض رو دیئے۔

ایک بے رحم کا ایسا زہر آلود تیرا کر لگا کہ نازک سے حلق سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہ بابا کی گود میں پچکی لے کر سرد ہو گیا۔

”فَبَكَیَ الْحُسَیْنُ وَرَمَى الرَّكْوَةَ مِنْ يَدِهِ“

اب صاحبانِ اولاد سے پوچھتا ہوں کہ جس کی گود میں یہ حادثہ گزرے، وہ کیا کرے؟ کیونکر دل پر قابو رکھے؟ بے اختیار دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کی:

”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الشَّاهِدُ عَلٰی الْقَوْمِ قَتَلُوْا اَشْبَهَ الْخَلْقِ بِنَبِیِّكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ“

خداوند! اس قوم نے میرے ایسے ششما ہے کو مار ڈالا ہے جو صورت میں تیرے رسولؐ کے مشابہ تھا۔

پھر علی اصغرؑ کا لہو چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ لکھا ہے کہ اس خونِ ناحق

کا کوئی قطرہ زمین پہ نہ گرا۔ اس کے بعد تلوار لے کر نوک سے ایک چھوٹی سی قبر بنائی اور اس میں ننھی سی لاش کو پیوندِ خاک کر دیا۔ دل کی بیتابی کا عجب حال تھا، کبھی زمین پر گر پڑتے تھے اور کبھی اٹھ بیٹھتے تھے۔ کبھی جاں نثاروں کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھتے تھے۔

”وَاللّٰهِ مَالِیْ اَنِیْسٌ بَعْدَ فُرْقَتِکُمْ“

اِلَّا الْبُکَاۗءُ وَ قُرْعُ السِّیْنِ مِنْ نَدَمٍ

واللہ! اب تم لوگوں کے بعد سوائے افسوس کرنے اور اشکِ حسرت بہانے کے دوسرا کوئی نہیں، کوئی انیس اور رفیق باقی نہ رہا۔

وَلَا ذَکْرُتُ الدِّیْ اَیْدِیْ الزَّمَانِ لَکُمْ

اِلَّا جَرَتْ اَذْمُعی مَرَجُوْ جَہَّ بَدْمِیْ

اور جب مجھے وہ مصائب یاد آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھ سے تمہیں پہنچے کہ یوں پیاس میں اس جو رستم سے میرے سامنے مارے گئے تو بے اختیار لہو کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔ (بحر النعمہ صفحہ: ۲۳۷-۲۳۸)

ذکر المصائب

﴿علامہ میرزا محمد ہادی لکھنوی﴾

روایت نمبر ۲۰:

روایت میں ہے کہ جب امام علیہ السلام میدانِ کربلا میں اکیلے اور تنہا رہ گئے آپؑ نے حسرت بھری نگاہ سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر فرمایا، آیا ہے کوئی ایسا فریاد رس کہ ہماری فریاد کو پہنچے، ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام علیہ السلام اپنے پردہ داروں اور بچوں کے رونے کی آواز سن کر درِ خیمہ پر تشریف لائے اور فرمایا میرے فرزند صغیر تشنہ

لب علی اصغر کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں اسے وداع کروں، جب اس معصوم بچے کو امام علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو آپؑ نے اس بچے کو اٹھایا اپنے گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی، چہرے اور خشک ہونٹوں کو چوما، کافی دیر تک امام علیہ السلام علی اصغر کو چومتے رہے اور روتے بھی رہے اور مسلسل فرماتے جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب نازل فرمائے جو ہمارے درپے آزار ہے اس کے بعد امام حسین علیہ السلام علی اصغر کو اپنے ہاتھوں پر لیے میدان میں آئے، علی اصغر اس وقت پیاس کی شدت کی وجہ سے بے ہوش تھے، حضرتؑ نے لشکر مخالف کو دکھا کر باؤاز بلند فرمایا اے بے رحمو! اگر حسین تمہارے زعم ناقص میں تصور وار ہے؟ ارے ظالمو! قیامت کی پیاس سے ڈرو اور اسے تھوڑا سا پانی دے دو کہ میرا یہ فرزند جاں بلب ہے امام علیہ السلام نے انتہائی افسردہ لہجے میں علی اصغر کے لئے پانی مانگا، اگر یزید یوں کی جگہ پر پتھر بھی ہوتا تو وہ بھی پانی پانی ہو جاتا، مگر افسوس کہ ان ظالموں نے امام علیہ السلام کے سوال کا جواب کس انداز سے دیا؟ ناگاہ حرمہ نے پانی کے بدلے میں ایک ایسا تیر جناب علی اصغر کے خشک گلے پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کر اپنے بابا کی گود میں شہید ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب چلو خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینک دیا اور بارگاہ الہی میں عرض کی۔

بار الہا یہ سب رنج و آزار تیری راہ رضا میں آسان ہیں۔ امام علیہ السلام بیتاب ہو کر زار و قطار روئے اور فرمایا ہائے اصغر ہائے میرے لال اس ظالم پر خدا کا عذاب نازل ہو جس نے تیری پیاس پر رحم نہ کھایا اور پانی کے بدلے میں تیرے سوکھے حلق پر ایسا تیر مارا کہ تو دنیا سے پیاسا چلا گیا۔ اے میرے پارہ جگر! تیرے باپ پر تیری جدائی بہت دشوار ہے کہ تو یوں پیاسا میرے ہاتھوں پر مارا جائے۔

امام علیہ السلام روتے ہوئے درخیمہ پر آئے اور خیمہ سے باہر کھڑے ہو کر فرمایا اے زینبؓ بہن! علی اصغرؑ کو لے لو یہاں پر دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ظالموں نے امام علیہ السلام کو مہلت نہ دی کہ آپ علی اصغرؑ کی لاش خیمہ میں لے جاتے یا یہ کہ کریم امامؑ کو مادرِ اصغرؑ سے شرم آئی کہ وہ اس کے فرزند کو پانی پلانے لے گئے تھے، اب انہیں علی اصغرؑ کی لاش کس طرح دیں، اس لئے جناب زینبؓ کو آواز دے کر کہا کہ زینبؓ بہن! اصغرؑ کو لے لو جناب زینبؓ جو نبیؑ آئیں اور اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے ہونٹ پیاس کی شدت کی وجہ سے خشک ہو چکے ہیں اور آپ کے بازو سے کافی خون بہہ رہا ہے اور آپ کے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کی لاش ہے اور اصغرؑ کے گلے اور کانوں سے خون نکل رہا ہے۔ بی بی بلند آواز سے روئیں اور جناب رسول خدا کے روضہ اقدس کی طرف خطاب کر کے بولیں ہائے نانا میں آپ سے ان ظالموں کے ظلم و ستم کی شکایت کرتی ہوں۔

جناب زینبؓ روتے ہوئے علی اصغرؑ کی لاش کو لے کر خیمہ میں آئیں آہ! جو نبیؑ یہ حال مادرِ اصغرؑ نے دیکھا کہ اصغرؑ کے گلے سے خون بہہ رہا ہے، بے جان زینبؓ کی گود میں ہے اور اس ننھی لاش کے سوکھے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، عجب حال ہوا اس دل جلی ماں کا، وہ بی بی چیخیں مار کر رونے لگی اور تڑپ تڑپ کر بے قراری میں کہتی تھیں اے میرے بچے اے میرے پارہ جگر! ہائے میرے اصغرؑ عذاب ہو اس ظالم پر جس نے تجھ بے زبان پر بھی رحم نہ کھایا اور پیاسا قتل کیا اور پانی نہ دیا۔ پھر وہ بی بی اس قدر روئی کہ روتے روتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور امام مظلوم اور سب اہل بیتؑ بے قرار ہو کر رونے لگے، امام علیہ السلام سب کو پکارتے تھے اور ان کو کوئی مددگار نظر نہ آتا تھا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا اے زینبؓ! اے اُم کلثومؓ! اے سکینہؓ! الوداع

الوداع تم سب کو میرا سلام آخر پہنچے۔ سکیئہ نے جو نبی اپنے بابا کی آواز کو سنا تو فوراً اپنے بابا سے لپٹ کر چنچیں مار کر رونے لگی اور یہ کہہ رہی تھی بابا آخر آپ نے موت ہی کو چن لیا ہے، کاش سکیئہ آپ پر فدا ہوتی اور آپ کا یہ حال نہ دیکھتی۔ امام علیہ السلام اپنی بیٹی کی بے قراری اور مظلومیت دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا سکیئہ بیٹی وہ شخص کیوں نہ موت کو اختیار کرے کہ جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو، بیٹی میرے سب انصار و دوست مارے گئے اور بیٹے اور بھائی آنکھوں کے سامنے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے کوئی بھی تو زندہ نہ بچ سکا، اب موت کے سوا چارہ کیا ہے۔
(ذکر المصاب ص ۲۳۰ تا ص ۲۳۷)

روایت نمبر ۲۱:

حدیث میں ہے کہ جس وقت مومنین کرام کسی جگہ پر اکٹھے ہو کر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔

پس جب وہ مومن متفرق ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور دوسرے آسمانی فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اس وقت ہمیں تم میں سے ایسی خوشبو آ رہی ہے کہ وہ ہم دوسرے فرشتوں میں نہیں سونگھتے۔

وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اس وقت ان لوگوں کے پاس تھے کہ جو محمد و آل محمد کے ذکر میں مشغول تھے، پس یہ خوشبو ان کی خوشبو ہے؟ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں بھی وہاں پر لے چلو، جہاں ذکر اہل بیت ہوتا ہے تو یہ فرشتے کہتے ہیں کہ اس وقت وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں۔

پھر وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں اس مکان ہی میں لے چلو کہ جہاں وہ لوگ یہ ذکر

کرتے ہیں۔

کتاب کنز الفوائد میں جناب ابوذر غفاری سے منقول ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”اے ابوذر! اللہ تعالیٰ نے ارکان عرش سے ہر رکن پر ستر ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں، وہاں پر وہ نہ عبادت کرتے ہیں اور نہ دعا بلکہ ان کا کام ہے موالیان علی پر درود بھیجنا اور ان کے حق میں دعا کرنا، وہ فرشتے ہر وقت محمدؐ و آل محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

جناب عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز میں نے جناب رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ نے جناب امیرؓ کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈالے ہیں اور پیار سے ان کا منہ چومتے ہیں اور رو کر فرماتے ہیں اے محمدؐ میں تمہا شہید ہونے والے میرا باپ تجھ پر فدا ہو، یہ کہہ کر آپ روتے جاتے تھے اور علیؓ کے چہرے کا پسینہ پونچھتے تھے اور اپنے چہرے پر ملتے تھے۔

ایک اور روایت ہے کہ جنگ خندق میں جس روز عمرو بن عبدود کے ہاتھ سے جناب امیرؓ کے سر پر زخم لگا، پس جناب رسول خداؐ اپنے دست مبارک سے علیؓ کے زخم پر پٹی باندھتے اور روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے اس وقت میں کہاں ہوں گا جس وقت یہ ریش مبارک اس سرِ اطہر کے خون سے رنگین ہو جائے گی۔

روایت ہے کہ ایک دن حضرت علیؓ مرتضیٰ کہیں جا رہے تھے تو راستہ میں ایک مومنہ خاتون کو دیکھا کہ اس نے پانی کی بھری ہوئی مشک اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی ہے اور بڑی مشکل سے چل رہی ہے۔ پس حضرت امیر علیہ السلام کو اس پر رحم آیا اس کے پاس جا کر فرمایا کہ یہ مشک مجھے دے دو کہ تم تھک گئی ہو، میں تجھے گھر تک پہنچا دیتا ہوں، اس

بڑھیا نے امام علیہ السلام کا نام تو سن رکھا تھا، لیکن آپ کو دیکھا ہوا نہیں تھا، اس لئے وہ آپ کی شکل و صورت کو نہ پہچانتی تھی، امام علیہ السلام اس بڑھیا کا مشکیزہ اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے چل پڑے، یہاں تک کہ وہ مشکیزہ بڑھیا کے گھر تک لے آئے، پھر آپ نے پوچھا کہ اے بڑھیا! تو کون ہے اور تیرا ذریعہ معاش کیا ہے؟ وہ بولی میرے شوہر کو علی ابن ابی طالبؑ نے جہاد پر بھیجا تھا وہ مارا گیا۔ میرے بچے یتیم ہو گئے ہیں میں محنت مزدوری کرتی ہوں۔ پانی بھر کر لوگوں کے گھروں تک پہنچاتی ہوں میں جو بھی کماتی ہوں وہ آ کر اپنے یتیم بچوں پر خرچ کر دیتی ہوں، جناب امیر علیہ السلام نے اس کا حال سنا تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے گھر تشریف لائے، امام علیہ السلام پریشانی اور دکھ کی وجہ سے رات بھر سو نہ سکے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے ایک چادر میں اس کے لئے اناج اور گوشت باندھا اور پشت مبارک پر رکھ کر بڑھیا کے گھر کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں آپ کو آپ کا ایک صحابی ملا، عرض کی مولایہ سامان مجھے دیجئے کہ آپ کو جہاں بھی جانا ہے اسے میں پہنچا دیتا ہوں، جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آج دنیا میں تو میرا بوجھ اٹھالے گا کل قیامت کے روز میرا بوجھ کون اٹھائے گا، یہ کہہ کر آپ اس مومنہ کے دروازے پر آئے اور آواز دی وہ بولی تو کون ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ میں وہی بندہ خدا ہوں جو کل تیری مشک اٹھا کر تیرے گھر لایا تھا۔ وہ کہنے لگی خدا تجھ سے راضی ہوا اور تجھ پر رحم و کرم کرے اور میرے اور علیؑ کے درمیان انصاف کرے۔ یہ سن کر امام علیہ السلام چپ رہے۔ الغرض جب دروازہ کھلا حضرت اس کے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے وہ اناج اس کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا میں ایک بندہ خدا ہوں چاہتا ہوں کہ کچھ کارِ ثواب کروں، اس نیت سے خدا کی رضا کے لئے تیری خدمت

کرنے آیا ہوں، پس یا تو بچوں کو بہلا اور میں کھانا تیار کرتا ہوں، یا تیرے بچوں کو میں بہلاتا ہوں اور تو کھانا پکا۔ وہ بولی کہ میں آٹا گوندھتی ہوں اور تو میرے بچوں کا خیال رکھ اور گوشت بھی پکاتا جا۔ حضرتؑ نے فرمایا ٹھیک ہے یہ دونوں کام میں کیئے دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ بچوں کو بہلانے لگے بلکہ جس کام میں خوش ہوتے تھے آپ وہی کرتے تھے اور لقمہ بنا کر ان کو کھلاتے تھے اور ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے اور رو رو کر فرماتے تھے اے یتیمو، اے میرے فرزندو علیؑ کو معاف کر دو کہ اس نے تمہاری خبر نہ لی، پس جب وہ عورت آٹا گوندھ کر فارغ ہو چکی تو کہا: اے بندہ خدا اٹھو اور تنور کو جلد روشن کرو۔ امام علیہ السلام اُٹھے اور تنور میں آگ سلگائی اور جب تنور کا شعلہ بھڑکا ور اس کی گرمی سے حضرت کو تکلیف پہنچی تو فرمانے لگے۔

یعنی اے علیؑ اس حرارتِ آتش کا مزہ چکھو یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو بیواؤں اور یتیموں کی خبر نہ لے اور وہ پریشان حال رہیں اور اس کے ساتھ آپ روتے تھے۔ ناگاہ محلے کی ایک عورت آئی اور حیران ہو کر اس ضعیفہ سے بولی کہ تو پہچانتی ہے کہ یہ کون ہیں اس نے کہا میں نہیں جانتی، لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ یہ تقیؑ اور پرہیزگار اور نیک ترین شخص ہے، اس نے مجھ پر ترس کھایا اور میری مدد کی۔ وہ بولی کہ افسوس ہے تجھ پر کہ تو نے ان کا احترام نہ کیا، یہ تو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ تو ان سے کام لے رہی ہے یہ تو برادرِ رسولؐ خدا، شوہرِ نامدار جنابِ فاطمہؑ زہراؑ ہیں، اے بے شعور یہ وہ شخص ہے کہ جس نے دیرِ خیر اُکھاڑا ہے اور جنگِ اُحد میں ایسا لڑا کہ تلکِ فلک پر لا فُتِحَ إِلَّا عَلَیْهِ لَا سِیْفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ پکار رہے تھے۔ پس جب اس عورت نے سنا کہ یہ جنابِ امیر ہیں تو دوڑ کر پاؤں پر گر پڑی اور رو کر بولی ہائے مولا میں آپ سے شرمندہ ہوں اور مجھے تداومت ہوئی اپنے آپ پر اور افسوس کہ میں آپ سے غافل رہی، اے

امیر المومنینؑ اور آپؑ کی عزت نہ کی، مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ آپؑ ہی ہمارے آقا و مولا ہیں، اس لاعلمی میں مجھ سے بے ادبی ہو گئی ہے کہ آپؑ سے گھر کا کام کاج کروایا۔ اس وقت امام علیہ السلام نے شرم سے سر جھکا لیا اور آہستہ سے فرمانے لگے۔ اے کنیزِ خدا تو کیوں شرمندہ ہو کر روتی ہے کہ میں خود تجھ سے شرمندہ ہوں کہ میں نے تیرے حق میں تقصیر کی اور تیری اور تیرے یتیم بچوں کی خبر نہ لی اور تو مصیبت میں تھی، تیرا شکوہ بجائے اب تو علیؑ کو دل سے بخش دے۔

سبحان اللہ جناب امیرؑ کی یتیم پروری کا تو یہ حال تھا اور افسوس اس زمانہ غدار پر کہ ایسے کریم کی اولاد سے کیا کیا سلوک کیا۔

فرزند حیدر کرارؑ نے ان ظالموں کا کیا قصور کیا تھا کہ وہ اس قدر آپؑ کو تکلیفیں دیتے۔ چنانچہ راوی لکھتا ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام جب اصغرؑ کو خیمہ سے لائے تو وہ معصوم شدتِ تشنگی سے بے ہوش تھا۔ امامؑ نے لشکرِ مخالف سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے بے رحمتو! اگر حسینؑ تمہارے زعمِ ناقص میں قصور وار ہے تو یہ میرا معصوم و شیر خوار تو بے گناہ ہے تشنگی قیامت سے ڈرو، تھوڑا سا پانی اسے پلا دو کہ یہ جان بلب ہے۔ پس اس کے جواب میں ناگاہ حرمِ لعین نے اس معصوم کے خشک نازک گلے پر ایسا تیر مارا کہ وہ بچہ تڑپ تڑپ کر باپ کی گود میں شہید ہو گیا۔ واقعتاً ایسے مظالم کسی فرد بشر پر نہیں ہوئے، جیسے فرزند زہراؑ پر ہوئے ہیں۔ آج تک میدانِ جنگ میں کسی کا بچہ جو چھ مہینے کا ہو اور پیاسا ہوشہید ہوا ہے؟ جناب امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ اصغرؑ کے زخم کے نیچے رکھا جب چلو خون سے بھر جاتا تو آپؑ رو رو کر آسمان کی طرف پھینک دیتے تھے۔

پس اس خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرتا تھا، پھر امام علیہ السلام نے فرمایا خدا وندا! یہ میرا فرزند اصغرؑ تیرے نزدیک ناقۃً صالحؑ سے کم نہیں ہے۔ بارِ الہا اگر تو اس

وقت ہماری نصرت میں مصلحت نہیں سمجھتا تو ان مصائب کو ہماری آخرت کے ثواب اور ہماری بلندی درجات کا ذریعہ بنا، پھر امام علیہ السلام گھوڑے سے اترے اور نوک شمشیر سے اپنے جگر گوشے کے لئے ایک قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔

نخعی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام اپنے معصوم اصغر کو دفن کر کے اس کی نخعی سی قبر پر کھڑے ہو کر کافی دیر تک روتے رہے اور بہت زیادہ روئے۔ آپ کے رونے کی آواز سن کر دشمن بھی رونے لگے۔

عبدالحمید کہتا ہے کہ امام علیہ السلام کی آواز گریہ خیموں میں پہنچی تو بیبیوں کو یقین ہو گیا کہ وہ شیر خوار بچہ شہید ہو گیا ہے، پس دفعۃً علی اصغر کی ماں روتی ہوئی سر کے بال کھولے ہوئے خیمہ سے نکلیں اور یوں بین کرتی تھیں افسوس اے میرے اصغر تیری ماں تجھ پر قربان ہو اس قوم جفا کرنے تجھے پانی کا ایک گھونٹ نہ دیا اور پانی پلانے کی بجائے تیرے حلق نازنین پر تیرا ستم چلایا اور تو پیاسا مجھ سے رخصت ہو گیا، کاش تیری یہ دکھیاں مرجاتی اور تو زندہ رہتا، تیرے مرنے کے بعد میرے جینے کا کیا فائدہ! مجھے دکھ تو اس بات کا ہے کہ میں تجھے جی بھر کر دودھ بھی نہ پلا سکی۔ میرے پاس پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی کہ تیرے خشک ہونٹوں کو تر کرتی۔ پھر قبر علی اصغر پر آ کر اتنا روئیں کہ روتے روتے قبر پر گر پڑیں اور آنسوؤں سے ساری قبر تر ہو گئی۔ پھر جناب امام حسینؑ اس مظلوم اور دکھیا کو خیمے میں لے آئے اس وقت سیکنہ ماں کی گود خالی دیکھ کر رونے لگیں اور بار بار اپنی ماں سے پوچھتی تھیں کہ ماں میرے بھیا اصغر کو کیا کیا؟ یہ بار بار پوچھتی تھیں اور روتی تھیں اس حالت کو دیکھ کر ہر شخص رو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ایک

قیامت برپا ہو چکی ہے۔ (ذکر المصاب ص ۲۳۹ تا ص ۲۴۵)

روایت نمبر ۲۲:

صواعقِ محرقہ میں احمد بن حنبل نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا: جو مجھے دوست رکھے گا اور میرے ان دونوں شہزادوں حسن اور حسینؑ اور ان کے پدر بزرگوار اور ان کی والدہ محترمہ کو تو وہ شخص میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا، اور حدیث میں ہے کہ انبیاء سابق میں سے تین بہت گریہ کرنے والے نبی تھے، حضرت آدمؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ۔

پس جناب آدمؑ بہشت کے فراق میں بہت زیادہ روئے، یہاں تک کہ آپؑ کے دونوں رخساروں پر گڑھوں کے نشانات پیدا ہو گئے اور یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کے فراق میں اتنا روئے کہ آپؑ کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور ناپید ہو گئے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز جناب یوسفؑ کے بھائی یوسف کو اپنے والد گرامی جناب یعقوبؑ سے جدا کر کے لے گئے؟ اس دن جناب یعقوبؑ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے بیٹے کے غم میں روتے رہے تھے۔ جناب یوسفؑ کی ایک بہن تھی جو کہ یوسفؑ سے بہت زیادہ بیمار کرتی تھی وہ اپنے بابا کے پاس بیٹھی رہی۔ جب شام ہوئی تو اس وقت حضرت یعقوبؑ نے کہا بیٹی کیا وجہ ہے کہ اب تک یوسفؑ واپس نہیں آیا؟ میرے سینے میں آگ کے شعلے اٹھ رہے ہیں اور میرے قلب مضطرب بالکل چین نہیں آ رہا، خواہر یوسفؑ اپنے بابا کو تسلی دیتی تھی اور کہتی تھی کہ بابا صبر کرو میرے بھیا خیر و خیریت سے آ جائیں گے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بلند ٹیلے پر بیٹھ کر اپنے بیٹے کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک صحرا سے گردنمودار

ہوئی، حضرت یعقوبؑ نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ یہ گرد کیسی ہے، خواہر یوسفؑ نے کہا کہ بابا لگتا ہے کہ یہ میرے بھائی آرہے ہیں؟ پس جب وہ نزدیک پہنچے تو بی بی نے دیکھا یوسفؑ کا پیرہن خون سے رنگین ہے اور سب بھائی روتے چلے آرہے ہیں، حضرت یعقوبؑ نے کہا بیٹی کہ رونے کی آوازیں کیوں بلند ہیں، دیکھو تو سہی میرا یوسفؑ کہاں ہے۔

وہ بولی بابا جان سب بھائی تو موجود ہیں لیکن مجھے بھائی یوسفؑ نظر نہیں آرہا۔ یہ سن کر جناب یعقوبؑ نے ایک آہ سرد لی اور فرمایا کہ اپنے بھائیوں کو میرے پاس پلاؤ، چنانچہ خواہر یوسفؑ نے انہیں بلایا اور وہ روتے ہوئے آہ و فغاں بلند کرتے ہوئے اپنے والد گرامی حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے بابا جان یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا ہے، یہ سنتے ہی حضرت یعقوبؑ کو غش آ گیا اسی حالت میں جناب یعقوبؑ کو اٹھا کر گھر میں لے آئے، خواہر یوسفؑ اپنے بابا کے سرہانے بیٹھ کر رو رہی تھیں کہ ان کے آنسو جناب یعقوبؑ کے چہرے پر گرے، آنکھیں کھول کر کہا بیٹی میں اس وقت کہاں ہوں؟ بی بی نے کہا بابا آپ اپنے گھر میں ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ میرا یوسفؑ بھی ہے؟ پوچھی نے کہا یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا ہے یوسفؑ یہاں کہاں ہے یہ سن کر یعقوبؑ کو پھر غش آ گیا۔ قصہ حضرت یعقوبؑ فراق یوسفؑ میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ فرشتوں نے بارگاہ الہی میں عرض کی: بارالہا! یعقوبؑ کو یوسفؑ سے ملا دے یا انہیں صبر عطا فرما، یا ہمیں بھی اجازت عنایت فرمایا کہ ہم دنیا میں جا کر گریہ یعقوبؑ میں شریک ہوں؟ غرض ہر صبح جناب یعقوبؑ کنعان کے صحراؤں میں چلے آتے اور یوسفؑ کو ڈھونڈتے رہتے تھے اور کہتے تھے اے میرے پیارے بیٹے، اے میری آنکھوں کے تارے، بیٹا یوسفؑ انہوں نے تجھے کس کنویں میں ڈال دیا ہے؟ آیا

تھے کس تلوار سے قتل کیا آیا کس زمین میں تھے دفن کیا، جناب یعقوبؑ نے خدا سے دعا کی کہ بارِ الہا میرے پاس عزرائیلؑ کو بھیج دے جب عزرائیلؑ ان کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا اے ملک الموت! کیا تو نے میرے یوسفؑ کی روح قبض کی ہے؟ عزرائیلؑ نے کہا: نہیں، بلکہ وہ زندہ ہے مگر یہ نہ بتایا کہ وہ کہاں ہے، اس غم میں یعقوبؑ اتنے روئے کہ ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ ایک بیٹے کی جدائی میں جناب یعقوبؑ کا یہ حال ہوا، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ زندہ ہے، لیکن قربان جائیے جناب امام حسینؑ پر کہ آنکھوں کے سامنے کیسے کیسے عزیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا، عباسؑ کے شانے قلم دیکھے، قاسمؑ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹکڑے ٹکڑے دیکھا، اصغرؑ کو تیر کھاتے دیکھا، ہم شکل پیغمبرؐ کو تیروں اور تلواروں سے زخمی ہو کر زمین پر بڑ پٹا دیکھا اور ان تمام مصائب پر آپؑ نے صبر کیا اور آپؑ نے کسی کے لئے بھی بد دعا نہ کی۔ ادھر جناب یوسفؑ اپنے والد گرامی کے غم میں اس قدر روئے یہاں تک کہ تمام قیدی پریشان ہو گئے اور کہا اے یوسفؑ! آپ یاد دن کو رویا کریں اور رات کو خاموش رہا کریں یا رات کو رویا کریں اور دن کو خاموش رہیں۔ یہ چند دنوں کی جدائی تھی یہ دونوں بزرگوار بہت زیادہ روئے حالانکہ ان دونوں کو اس بات کا علم تھا کہ وہ ایک دن آپس میں ضرور ملیں گے۔ مگر درحقیقت عزیزوں کی جدائی سخت ترین مصیبت ہے۔ پس مومنین غور و فکر کرو اور سوچو تو سہی کہ فاطمہ صغریٰؑ اور حسینؑ ابن علیؑ کی جدائی کیسی جدائی تھی اور یہ غم کس قدر بڑا تھا، یہ ایسی جدائی تھی کہ عمر بھر پھر ملاقات نہ ہو سکی، اس فراق اور جدائی کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ جس روز امام علیہ السلام نے سفر کیا وہ بی بی سخت مریض تھی اور سفر کرنے کے قابل نہ تھی۔ جب یہ کارواں عازم سفر ہوا تو بی بی اپنے بابا کے دامن سے لپٹ گئی اور کہنے لگی

بابا! آپ کے چلے جانے کے بعد مجھے کس طرح قرار آئے گا اور آپ سے جب گھر خالی نظر آئے گا اور اس میں میرا کوئی ہم نشین، انیس نظر نہ آئے گا بابا جان مجھے اپنے ساتھ لے چلیں میں آپ کے فراق پر صبر نہیں کر سکوں گی اور میں پھوپھیوں، بہنوں کی جدائی بھی برداشت نہ کر سکوں گی۔

خاص طور پر اپنے چھوٹے بھائی علی اصغر کی جدائی پر بے حد غمگین ہوں، پھر جناب فاطمہ صغریٰ بہت زیادہ روئیں اور روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ جب امام علیہ السلام نے صغریٰ کی یہ حالت دیکھی تو بے اختیار رونے لگے اور دنیا کے تمام غم و الم امام علیہ السلام پر ٹوٹ پڑے اور آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی اور کہا: اے بیٹی فاطمہ صغریٰ جب میں عراق میں پہنچوں گا اور مجھے ٹھہرنے کی صورت نظر آئی تو میں عباسؑ اور علی اکبرؑ کو تیرے لینے کے لئے بھیجوں گا، غرض حضرت امام حسینؑ روتے ہوئے فاطمہؑ کو چھوڑ کر سفرِ غربت کی طرف روانہ ہو گئے اور فاطمہؑ روتی ہوئی گھر میں آئیں۔

جب فاطمہؑ کو وہ گھر خالی نظر آیا اور ایک ایک کو یاد کر کے ماتم کیا اور روئیں کہ بے ہوش ہو گئیں۔ پس اس گھر میں مدینہ کی عورتیں جمع ہوئیں اور سبھی نے فاطمہؑ کو بہلایا اور تسلیاں دیں اور بی بی کو چپ کراتے ہوئے کہا کہ اے فاطمہؑ اس قدر پریشان نہ ہو کہ سب کے عزیز پر دلیس جاتے ہیں اور پھر لوٹ آتے ہیں، خدا سے دعا کرو کہ تمہارے مسافر صحیح و سالم تم سے ملیں۔ وہ عورتیں بی بی کو تسلی دے کر اپنے اپنے گھر کو چلی گئیں اور بیمار صغریٰ گھر میں اکیلی رہ گئیں۔ یہ بی بی ہر روز، ہر وقت اپنے عزیزوں کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں، ایک دن آپ بہت زیادہ روئیں، کچھ دیر کے بعد صغریٰ کو بابا کا وعدہ یاد آیا کہ بابا نے تو مجھ سے کہا تھا کہ عراق پہنچ کر تیرے پاس عباسؑ و اکبرؑ کو بھیجوں گا اب تو

کافی دن گزر گئے۔ انہوں نے مجھے کیوں نہیں بلایا۔ خدا خیر کرے۔

بی بی نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ایک خط لکھا وہ اشتیاق دیدار اور شکایت سے بھرا ہوا تھا اور اس کو بند کیا اور چادر اوڑھ کر کچھ کنیزوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے دروازے پر تشریف لے گئیں۔ ناگاہ ایک اعرابی ناقہ پر سوار نظر آیا کہ وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ پس کنیزانِ فاطمہؑ نے اس سے پوچھا کہ اے بھائی تو کہاں جا رہا ہے، وہ بولا میں عراق جا رہا ہوں، یہ سن کر بی بی نے کہا اے شخص کیا تو ہم پر ایک احسان کر سکتا ہے اور اس احسان کی جزا تجھے ہمارے جد بزرگوار جناب رسولؐ خدا دیں گے۔ وہ بولا فرمائیے وہ کام کیا ہے، بی بی نے کہا کہ یہ میرا خط میرے بابا حسینؑ تک پہنچا دے۔ اور اے عرب جب تو فرزند رسولؐ کی خدمت میں پہنچے تو میری طرف سے ان کے ہاتھ پاؤں چومنا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دینا۔ پس وہ عرب بولا میں خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر ضرور یہ خط آپ کے والد گرامی جناب امام حسینؑ تک پہنچا دوں گا، پس وہ بی بی سے خط لے کر روانہ ہو گیا اور جناب فاطمہؑ زہراؑ گھر میں واپس لوٹ آئیں اور انتظار کرنے لگیں کہ اب بھائی اور چچا مجھے لینے کے لئے آئیں گے، ادھر وہ عرب عراق میں پہنچا، مگر افسوس کہ وہ قاصدِ کربلا میں اس وقت پہنچا کہ وہ عاشور کا دن تھا اور علی اصغرؑ بھی شہید ہو چکا تھا۔ پس اس نے دیکھا کہ امام حسینؑ علیہ السلام ہزاروں دشمنوں کے زرعہ میں تنہا گھرے ہوئے ہیں، اور امام علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ افسوس میری تنہائی پر افسوس ہے، میری غربت پر افسوس ہے کہ اس وقت میرا کوئی معین و مددگار باقی نہیں رہا۔

آیا کوئی ایسا خدا ترس شخص نہیں ہے کہ ہم سے شر اعداء کو دُر کرے آیا کوئی ایسا نہیں ہے کہ فرزند رسولؐ کی مدد کرے۔

پس فرزندِ ہر اک کو کوئی جواب نہیں دیتا تھا مگر جواب میں اس مظلوم امام کو تلواریں مارتے تھے اور نیزے لگاتے تھے اور سب یزیدی درپے قتل تھے، پس وہ اعرابی شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آقا! سلام آپ پر اے فرزندِ ہر اک پھر وہ صغریٰ کی طرف سے امام علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا، امامؑ نے فرمایا اے بھائی تو کون ہے کہ اس بیکسی میں مجھ غریب و بے کس پر سلام کرتا ہے؟ وہ رو کر بولا اے مظلوم کر بلا، اے فرزندِ ہر اک! میں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ کا قاصد ہوں اور آپ کے نام اس دکھیا کا خط لایا ہوں، امام علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا دی اور اس سے وہ خط لے لیا، امام عالی مقامؑ وہ خط لے کر خیام حسینی میں تشریف لے آئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا اے زینبؑ، اے ام کلثومؑ، اے سکینہؑ، اے رقیہؑ، اے شہر بانوؑ تم سب میرے پاس آؤ کہ میرے پاس ایک خط آیا ہے اور مجھ پر بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے، پس امام علیہ السلام کی درد بھری آواز سن کر سب بیبیاں دوڑ کر آئیں اور بولیں آقا ہم آپ کے مصائب کو تو جانتے ہیں کہ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور آپ کے سب عزیز آپ کی آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں، مگر ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ خط کون سا ہے کہ جس نے آپ کو بہت زیادہ غمگین اور پریشان کر دیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خط تمہاری بیٹی فاطمہ صغریٰ کا ہے اس میں آپ لوگوں کے نام پیغام بھی ہے اور شکوہ اور ناراضگی بھی۔ پس امام علیہ السلام نے خط کو کھولا تو یہ مضمون لکھا ہوا تھا۔ کہ یہ خط ہے فاطمہؑ کا جو کہ امام حسینؑ کی بیٹی ہے اپنے بابا حسینؑ کے نام۔ میری طرف سے ہزاروں سلام فرزندِ رسولؐ کی خدمت میں قبول ہوں اور پھر میرا سلام پہنچے چچا جان جناب عباسؑ علمدار کو اور بی بی یہ خبر نہ تھی کہ عباسؑ شانے کٹوا کر

شہید ہو چکے ہیں۔ پھر میرا سلام میرے بھائی علی اکبرؑ کو پہنچانے کے بعد تمام بھائیوں اور بہنوں کو سلام، پھر میرا سلام پہنچنے میرے چھوٹے بھائی میری آنکھوں کی ٹھنڈک علی اصغرؑ کو، پس بابا جان آپ کو اور سب عزیزوں کو خدا کی قسم کہ میری طرف سے میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کے بوسے لینا اور پیار کرنا، بابا! آپ سب نے مجھے بھلا دیا ہے اور میرا یہی آپ سب سے شکوہ ہے آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ عراق پہنچ کر ہمیں لینے کے لئے جناب عباسؑ اور علی اکبرؑ کو بھیجیں گے۔

بابا جان! اب تو انتظار کرتے کرتے تھک چکی ہوں۔ آپ لوگوں سے ملنے کا اشتیاق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے مجھے لینے کے لئے کوئی بھی نہیں آیا، پس اب میں مرنے والی ہوں اور آپ کے وعدے کی منتظر ہوں اور آپ پر سلام اور خدا کی رحمت سایہ فگن ہو، جب سب خط پڑھ چکے امام علیہ السلام کا غم اور پریشانی کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل گیا، کیونکہ صغریٰؑ نے جس جس کو سلام لکھا تھا وہ سب شہید ہو چکے تھے، لیکن فقط جناب زین العابدینؑ بیماری کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے صغریٰؑ تمہاری خاطر مجھے نہایت عزیز ہے جس جس کو تو نے سلام لکھا ہے میں انہیں تیرا سلام پہنچاتا ہوں۔ پس امام علیہ السلام قتل گاہ کی طرف چل پڑے، امام علیہ السلام کی نظر سب سے پہلے حضرت عباسؑ کی لاش مبارک پر پڑی، امام علیہ السلام عباسؑ کی لاش کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا اے عباسؑ! اے میرے زور بازو! تمہاری بھتیجی فاطمہ صغریٰؑ نے تمہیں سلام لکھا ہے۔

اور بہت شکایت لکھی ہے کہ چچا جان آپ مجھے لینے کے لئے کیوں نہیں آئے؟ اے بھائی! اب تمہارا یہ حال ہے اور فاطمہؑ تمہارے انتظار میں ہے، پھر امام علیہ السلام اصغرؑ کی لاش پر آئے اور فرمایا اے نور چشم تمہاری بہن فاطمہؑ نے تمہیں سلام لکھا ہے او

رتہا رہے دیدار کی مشتاق ہے۔

راوی کہتا ہے کہ علی اصغرؑ کی لاش پر امام علیہ السلام نے بہت زیادہ گریہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ صغریٰ نے خط میں بار بار لکھا تھا کہ اگرچہ میں آپ سب کی جدائی کی وجہ سے پریشان ہوں لیکن اصغرؑ کی جدائی نے مجھے بہت زیادہ اداس کیا ہے۔ اس کی ننھی سی تصویر ہر وقت میری آنکھوں میں پھرتی رہتی ہے۔ ان باتوں کو یاد کر کے امام علیہ السلام کافی دیر تک لاشہ اصغرؑ پر روتے رہے اور آپہں بھر گریہ کرتے رہے، جناب صغریٰ کی وصیت امام علیہ السلام کو یاد آئی نہ انہوں نے لکھا تھا بابا جان میرے چھوٹے بھائی اصغرؑ کا میری طرف سے منہ چومنا۔ امام علیہ السلام بے تاب ہو کر اصغرؑ کی لاش پر گر پڑے اور اس کے بار بار بوسے لیتے تھے اور اصغرؑ کے منہ کی خوشبو سونگھتے تھے اور رورور کر فرماتے تھے اے میرے اصغرؑ ظالموں نے تیرے قتل سے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے اور قریب ہے کہ تیرے بعد مجھے بھی قتل کر دیں۔

جب اہل حرم نے امام علیہ السلام کی بے تابی دیکھی تو آپ کو لاشہ اصغرؑ سے جدا کیا، پھر امام علیہ السلام لاشہ اکبرؑ پر آئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے اے اکبرؑ تمہاری بہن نے تمہیں بہت بہت سلام لکھا ہے۔ پھر امام علیہ السلام اٹھے اور لاشہ اصغرؑ کو اہل حرم کی گود سے لے کر مقتل کی طرف چل پڑے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام لاشہ اصغرؑ کو پیار کرتے ہوئے خیمہ میں لائے تھے۔ اس وقت امام علیہ السلام کی صاحبزادیاں دوڑ کر آئیں اور عرض کرنے لگیں بابا جان تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں، ہم سب فاطمہ صغریٰ کی طرف سے اصغرؑ کو پیار کر لیں کہ صغریٰ نے خط میں اس کی تاکید کی تھی۔ پس امام علیہ السلام رک گئے، یہاں تک کہ سیکندہ ورقیہؑ رورور کر اصغرؑ کو پیار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ہائے اصغرؑ تو اس ظلم سے یہاں بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے

اور وہاں صغریٰ تجھ سے ملنے کے لئے بے چین ہے، یہ سن کر امام علیہ السلام بڑی مشکل سے اصغر کی ننھی سی لاش بہنوں سے لے کر قتل گاہ میں لے گئے اور دوسری لاشوں کے درمیان میں زمین پر سلا دیا۔ سوچنے کی بات ہے صغریٰ کو یہ انتظار تھا کہ میرا خط پہنچتے ہی چچا عباسؑ اور بھائی علی اکبرؑ مجھے لینے کے لئے آ رہے ہوں گے، لیکن اس وقت اس بی بی کے دل پر کیا گزری ہوگی جب قاصد یہ جواب لے کر مدینہ پہنچا ہوگا کہ اے فاطمہ صغریٰ تمہارے چچا عباسؑ اپنے بازو کنوا کر فرات کے کنارے سو رہے ہیں اور تمہارا بھائی اکبرؑ مارا گیا ہے اور اصغرؑ تیرے تم کھا کر بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے اور تمہارا بیمار بھائی سجادؑ طوق وزنجیر میں قید ہو کر پھو پھویوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گیا ہے، اندازہ کیجئے اس خبر کون کر بی بی کا کیا حال ہوگا، یہ جامہ صبر ائمہ طاہرین اور ان کی ذریت کو اللہ نے عطا فرمایا تھا ورنہ ایسے صبر کا ہر بشر کب متحمل ہو سکتا ہے۔ (ذکر المصاب: ۴۲۷ تا ص ۲۵۸)

خلاصۃ المصاب

﴿مولوی مرزا محمد ہادی لکھنوی﴾

ایسے کریم کی اولاد سے یوں برائی کی کہ وہ اُس کا فرزند کہ جو زبان رسول مقبول جوس کر پلا ہو، روزِ عاشور زبان مبارک پیاس سے چبائے اور اپنے پسر شمشاہ کو گود میں لے کر ظالموں کو دکھا کر پانی مانگے اور نہ پائے۔ افسوس افسوس کیوں حضرات کیا قصور فرزند حیدر کرار نے کیا تھا جو ظالم اس قدر رنج و اذیت دیتے تھے۔ چنانچہ راوی لکھتے ہیں کہ جب اصغرؑ کو امام حسینؑ خیمے سے لائے تو وہ معصوم شدت تشنگی سے بیہوش تھا، لشکر مخالف سے خطاب کر کے فرمایا، اے بے رحم، اگر حسینؑ تمہارے زعم ناقص میں گنہگار ہے تو یہ میرا معصوم شیر خوار تو بے گناہ ہے، تشنگی قیامت سے ڈرو اور تھوڑا پانی

اسے تو بلا دو کہ یہ جان بلب ہے۔ بس اُس کے جواب میں ناگاہ ایسا حرمہ لعین نے اُس معصوم کے گلوے خشک و نازک پر تیر لگایا کہ وہ بچہ تڑپ تڑپ کر آغوش پدر میں مر گیا۔ اے حضرات ایسے ظلم کسی فرد بشر پر نہیں ہوئے جیسے فرزند زہرا پر گزرے، کس کا بچہ پیاسا جہاد میں چھ مہینے کا مارا گیا ہے، پس جناب امام حسینؑ دست مبارک اپنا زیرِ زخم اصغرؑ رکھتے تھے، جب چُلُو خون سے بھر جاتا تھا رو کر جانب آسمان پھینک دیتے تھے۔ پس ایک قطرہ اُس خون سے زمین پر نہ گرتا تھا پھر حضرت نے فرمایا خداوند یہ فرزند میرا اصغرؑ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہ ہوا۔ خداوند اگر اس وقت مصلحت نہیں جانتا نصرت میں ہماری، پس ان مصائب کو موجبِ زیادتی ثوابِ آخرت میرے لئے کر۔ پھر حضرت گھوڑے سے اترے اور اپنے جگر گوشے کے لئے نوکِ شمشیر سے ایک قبر کھودی، یہ وقت مصیبت تھا، اُن حضرت پر کہ عوض کفن کے خون اُس کے جسمِ نازنین پر ملا اور ایک روایت میں ہے کہ ریگ صحرا اُس کے جسم شریف پر ملی اور دفن کیا۔ راوی کہتا ہے کہ دفن کر کے حضرت امام حسینؑ قبر پر کھڑے ہو کر بہت سارے اور ایسے نعرے مارے کہ لوگ لشکرِ عمر و سعد کے رونے لگے۔

عبدالحمید کہتا ہے کہ جب امام غریب کی آواز خیمہ حرم میں پہنچی تو یقین ہوا سب بیبیوں کو کہ وہ بچہ شیر خوار بھی شہید ہوا، پس دفعۃً مادرِ اصغرؑ خیمہ سے روتی ہوئی، گریبان چاک، بال سر کے کھولے ہوئے نکلی اور یوں بین کرتی تھیں کہ افسوس اے میرے اصغرؑ نذا ہو تجھ پر ماں تیری، تجھے بھی اس قوم جفا کار نے پانی نہ دیا اور پیاسا ہی قتل کیا، کاش کہ یہ ماں تیری تجھ پر فدا ہو جاتی اور تو جیتا رہتا۔ پھر قبرِ اصغرؑ پر آ کر اتنا روئیں کہ روتے روتے قبر پر گر پڑیں اور آنسوؤں سے ساری قبر تر ہو گئی، پھر جناب امام حسینؑ اُس مغموں و دل خستہ کو خیمہ میں لے آئے، اس وقت سکینہ ماں کی گود خالی دیکھ کر رونے لگی،

اور پوچھتی تھی کہ اے اماں میرے بھائی کو کیا کیا۔ یہ پوچھتی تھی اور روتی تھی، مشاہدہ اس حال سے ایک قیامت برپا تھی۔ (خلاصۃ المصاب مطبوعہ ۱۸۸۸ء ص ۱۳۵ تا ۱۳۷)

شہدائے آل ابوطالبؑ

﴿مولانا سید محسن نواب رضوی مجتہد العصر﴾

عبداللہ الرضیع

ان کی مادر گرامی جناب رباب تھیں۔ جناب سیکہ کے حقیقی بھائی تھے۔ شہدائے کربلا میں سن کے لحاظ سے سب سے چھوٹے مگر آپ کی قربانی تمام قربانیوں میں عظیم تھی۔ اہل بیتؑ کی ڈیوڑھی کو چھوڑ کر نام و نہاد مسلمان کتنے سنگدل اور کتنے بے دین ہو گئے تھے۔ اس کے سمجھانے کے لئے اس شیر خوار کی شہادت بہت کافی ہے کسی مذہب اور ملت میں معصوم بچوں پر ظلم روا نہیں سمجھا جاتا۔ اگر انسان صورت عراقی اور شامی درندوں کی شریعت میں اسے بھی ناجائز سمجھ لیا گیا۔ انھیں آل رسول اور آل ابی طالب سے اتنی عداوت تھی کہ وہ ان میں سے کسی کو زندہ دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے، دنیائے حق و انصاف اس واقعہ پر جتنا بھی ماتم کرے کم ہے کہ امام حسینؑ چھ مہینے کے پھول سے بچے کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اس لئے ایک جرعہ آب کا سوال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے قوم اگر تم لوگ مجھ پر رحم نہیں کرتے ہو تو اس بچے کی حالت پر رحم کرو۔ اور جواب میں پانی کے بجائے تیر ظلم چلایا جاتا ہے اور معصوم بچہ بوڑھے باپ کے ہاتھوں پر خون اگل اگل کر دم توڑتا ہے امامؑ اپنی اس حالت کی شکایت کس سے کرتے، اعزاء اور انصار خاک گرم پر دم توڑ چکے تھے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا خدا ہمارے اور اس قوم کے مابین فیصلہ فرما جس نے ہم کو اس لئے بلایا تھا کہ ہماری مدد

کرے۔ اور اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔ فضا میں ایک آواز پیدا ہوئی۔ حسین! اس بچے کو چھوڑو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے!

امام چاہتے ہیں رباب کی امانت خیمہ کی طرف لے جائیں مگر کسی خیال کے ماتحت خیمہ کی طرف بڑھنے والے قدم پیچھے ہٹتے ہیں۔ پھر سوچ کر آگے بڑھتے ہیں۔ چند قدم بڑھ کر پھر پچھلے پیروں پلٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نفس مطمئنہ کے لئے یہی تردد کا عالم بڑی دیر تک رہا سات مرتبہ خیمہ کی طرف بڑھنا اور پیچھے ہٹنا۔ جو اس وقت کی امام کی حالت کی پوری تصویر کشی کر سکتا ہے۔

آخر میں تاریخ عالم میں اپنی نوعیت کا بالکل نیا واقعہ رونما ہوا یعنی بوڑھا باپ کر بلا کی جلتی ہوئی خاک پر بیٹھ گیا۔ بچے کا خون اسی کے جسم نازنین پر مل دیا۔ تلوار کی نیام سے ایک چھوٹی قبر کھودی اور بچے کو دفن کیا۔ تمام انبیاء مرسلین اولیاء اور صالحین کی مقدس روحوں اور سموات کے تمام ملائکہ، کائنات کا ذرہ ذرہ اس منظر کو انتہائی حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھ رہا ہوگا اور نفس مطمئن اپنے فرائض کو پورے استقلال اور ثبات قدم کے ساتھ انجام دے رہا ہوگا۔ رباب کے شیر خوار کی شہادت نے واقعہ کر بلا کے زمین آسمان بدل دیئے۔ حسین مظلوم کی مظلومیت اور یزیدی درندوں کی بے دینی اور بے رحمی کی کوئی مثال ایسی نہیں پیش کی جاسکتی جو اس واقعہ سے زیادہ ہو۔

دنیا جتنی آگے بڑھتی جائے گی اس قربانی کی قدر و قیمت اور بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ ایک وقت پورا عالم طفل شیر خوار کی بارگاہ عظمت میں سر نیاز خم کرتا ہوا نظر آئے گا۔ یہاں تک تو امام حسین کے ان فرزندوں کا تذکرہ تھا جن کی شہادت کو بلا اتفاق تسلیم کیا گیا، مگر اس مقام پر اس اختلاف کی طرف بھی اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ طفل شیر خوار کا نام بعض نے عبد اللہ لکھا ہے اور بعض نے علی اصغر بعض مورخین کا خیال ہے کہ

عبداللہ اور علی اصغر دونوں ایک ہی ہیں۔ اور کچھ کہتے ہیں کہ عبداللہ اور علی اصغر دونوں ایک نہیں ہیں بلکہ دو صاحبزادے ہیں۔ اور دونوں واقعہ کربلا میں شہید ہوئے۔ طفل شیرخوار کے سلسلہ میں جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں واقعہ شہادت کی نوعیت کا اختلاف اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے دو شیرخوار صاحبزادے شہید ہوئے ایک وہ جن کے لئے سوال آب کیا گیا اور دوسرے وہ جن کو امّ نے آغوش میں لے لیا تھا اور ان کو شہید کیا گیا۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ان کس صاحبزادے کو جو خیمہ سے گھبرا کر نکل آئے تھے اور جن کے لئے روایات میں من آل الحسین ملتا ہے، امام حسینؑ کا فرزند تحریر کیا ہے اور ان کا نام عبداللہ بن الحسین لکھا ہے مگر صاحب البصار العین نے ان صاحبزادے کو محمد بن ابی سعید بن عقیل ظاہر کیا ہے۔

اور ان کی شہادت کا تذکرہ میں لکھا ہے کہ اہل سیر حمید بن مسلم سے ناقل ہیں کہ امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بعد ایک بچہ دہشت زدہ ہو کر خیمہ سے نکلا جو داہنے بائیں دیکھتا جاتا تھا، ایک گھوڑے سوار نے اس پر حملہ کیا اور اسے شہید کر ڈالا، حمید کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ صاحبزادہ کون ہے، تو کہا گیا کہ یہ محمد بن ابی سعید ہیں۔ گھوڑے سوار کا نام دریافت پر معلوم ہوا کہ لقیط بن ایاس چھنی ہے انھوں نے آل الحسینؑ میں سے ایک طفل صغیر کے نکلنے اور شہید ہونے کے واقعہ کو اور حمید بن مسلم کے بیان کئے ہوئے واقعہ کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ دونوں واقعے ملتے جلتے ہیں۔ مگر قاتل کے نام میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ آگے واضح کیا جائے گا۔

واقعہ کربلا میں اولاد امام حسینؑ کی شہادت کے تذکرہ میں صاحب تذکرہ خواص الامہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھنے سے بجائے کسی اطمینان کے تردد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چند صفحوں کے اندر چند طرح کے خیالات ہیں۔ ایک جگہ شہدائے آل ابی طالب

کے ذکر میں صرف جناب علی اکبرؑ اور عبد اللہؑ کی شہادت لکھتے ہیں۔ پھر آگے چل کر آل ابی طالب کی مجموعی تعداد گنواتے ہوئے ایسی ہی عبارت لکھتے ہیں جس سے پہلے خیال کی تائید نکلتی ہے کہ دو ہی فرزند امام حسینؑ مظلوم شہید ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ومن ولد الحسین اثنان علی و عبد اللہ، اولاد حسینؑ میں دو شہید ہوئے علی اور عبد اللہ، مگر چند صفحے آگے بڑھ کر امام حسینؑ کی جملہ اولاد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ علی اکبرؑ اپنے باپ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ عبد اللہؑ بھی اپنے باپ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ پھر لکھتے ہیں۔ ”محمد قتل مع ابیہ“ امام حسینؑ کے ایک صاحبزادے محمد بھی تھے۔ جو اپنے باپ کے ساتھ شہید ہوئے۔

صاحب فصول مہمہ نے امام کی اولاد مذکور میں کل چھ صاحبزادوں کے نام لکھے ہیں۔ جن میں تین کی کربلا میں شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ علی اکبرؑ، علی اصغرؑ، عبد اللہؑ اور جعفر بن حسینؑ کے لئے لکھا ہے کہ وہ معرکہ کربلا سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ ان کے خیال کی تائید بہت سے مورخین کے بیانات سے ہوتی ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ جعفر بن حسینؑ کا واقعہ کربلا کے پہلے ہی انتقال ایک مسلم بات ہے۔ اب ان کا ذکر کئے ہوئے ناموں میں دورہ جاتے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السلام جو واقعہ کربلا کے بعد اسیر ہوئے اور پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ دوسرے محمد بن حسین علیہ السلام صاحب فصول مہمہ نے ان کے متعلق کچھ تحریر نہیں کیا کہ اپنی موت سے انتقال فرمایا یا شہید ہوئے صاحب تذکرہ خواص الامہ نے ان کی بھی شہادت کا ذکر کیا ہے، جسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

جناب ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں خود اختلاف موجود ہے۔ ایک جگہ اولاد امام حسینؑ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

امام کے فرزند یہ ہیں۔ علی اکبرؑ شہید جن کی مادر گرامی برہ بنت عروہ بن مسعود تھیں اور علی جو امام زین العابدینؑ ہیں جو علی اوسط ہیں اور علی اصغرؑ ان دونوں یعنی علی اوسط و علی اصغرؑ کی مادر گرامی شہر بانو تھیں۔ اور ایک فرزند محمدؑ تھے، ایک عبداللہ شہید ان دونوں کی ماں رباب بنت امرؤ القیس تھیں۔ اس عبارت میں صرف دونوں کے ساتھ لفظ شہید لکھا ہے۔

ایک جناب علی اکبرؑ کے ساتھ ایک جناب عبداللہ کے نام کے ساتھ لیکن جب تفصیلی شہادتوں کو ذکر کرتے ہیں تو جناب علی اکبرؑ کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ ان کا لاشہ درخیمہ کے پاس لائے اور پھر لکھتے ہیں کہ ان کی ماں شہر بانو مبہوت ہو کر رہ گئیں، لاش کو دیکھتی تھیں۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہتی تھیں۔ پہلے جناب علی اکبرؑ کی مادر گرامی کا نام برہ بنت عروہ بن مسعود ظاہر کیا ہے یہاں ماں کا نام شہر بانو لکھتے ہیں۔ پہلے امام زین العابدینؑ اور علی اصغرؑ کے لئے لکھا ہے کہ ان کی ماں شہر بانو تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جناب شہر بانو کو یہاں جناب علی اکبرؑ کی ماں اس لحاظ سے کہا ہے کہ وہ ان کی حقیقی ماں نہ سہی مگر ان کے والد گرامی کی زوجہ تو ضرور تھیں۔ اور ان کے پدری بھائیوں امام زین العابدینؑ اور جناب علی اصغرؑ کی حقیقی ماں تھیں۔ اس لئے ان کو جناب علی اکبرؑ کی ماں بھی لکھ دیا۔ لیکن اس میں دقت یہ پیدا ہوتی ہے کہ علماء محققین نے واقعہ کربلا میں جناب شہر بانو کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا ہے اور ان کی وفات کے متعلق جو طرح طرح کے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں، انھیں بھی نہیں مانا ہے، بلکہ اس قول کو قوت دی ہے کہ ان کا واقعہ کربلا کے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ ممکن ہے یہاں نام میں کچھ الٹ پھیر ہو گیا ہو۔

مناقب کا جو نسخہ بمبئی میں چھپا ہے وہ ایک الجھن اور پیدا کرتا ہے وہ یہ کہ شہدائے بنی ہاشم کی نام بہ نام شہادت کے تذکرہ میں ایک جگہ جناب قاسم بن حسن کی شہادت

کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس کے ایک صفحہ کے بعد جناب عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد تحریر ہے۔ پھر قاسم بن حسین میدان کی طرف نکل کر گئے جن کا یہ رجز بھی لکھا ہے۔

ان تنکو و فی فانا ابن حدیر

ضرغام آجام و لیث قسور

علی الاعادی مثل ریح صرصرة

اکید کم بالیف کیل اسندر

کہہ سکتے تھے کہ یہ لفظ قاسم بن حسین نہیں بلکہ قاسم بن حسن ہے اور چھاپے کی غلطی سے بجائے حسن کے حسین ہو گیا مگر اس کو کیا کیا جائے کہ ایک صفحہ پہلے ہی جناب قاسم بن حسن اور ان کے رجز اور شہادت کا تذکرہ فرما چکے ہیں۔ قاسم بن حسین نام کے حضرت کے کسی صاحبزادے کا کہیں ذکر نہیں ملتا، خود جناب ابن شہر آشوب نے اولاد امام میں ان صاحبزادے کا ذکر کیا ہے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ اسی کے تین صفحے بعد جہاں شہداء آل ابی طالب کی مجموعی تعداد یکجا کر کے لکھ رہے ہیں۔ وہاں بھی قاسم بن حسین کا ذکر نہیں کرتے بلکہ وہاں پر ایک نئی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔

لکھتے ہیں کہ اکثر مورخین کہتے ہیں کہ جملہ شہیدائے آل ابی طالب ستائیس نفر تھے نو بنی عقیل۔ مگر نام صرف آٹھ کے لکھے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں اور تین اولاد جعفر اور نو فرزندان امیر المومنین جن کے نام لکھے ہیں چار فرزندان امام حسن کے نام لکھے ہیں۔ یہ سب یکجیس ہوئے۔ پھر تحریر فرماتے ہیں اور چھ فرزندان حسین (جن میں اختلاف بھی ہے) اور نام گنوانے کے موقع پر بجائے چھ کے نو نام لکھتے ہیں۔ علی اکبر، ابراہیم، عبداللہ، محمد حذرہ، علی، جعفر، عمر، زید، جناب عبداللہ کے لئے لکھتے ہیں کہ وہ باپ کے

آغوش میں شہید کئے گئے۔ کہہ سکتے تھے کہ لفظ ”ستہ“ نہیں بلکہ تسعہ ہے، کیونکہ چھ نہیں بلکہ نو نام لکھے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مجموعی تعداد جس کو انھوں نے ستاس ظاہر کیا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو ملا کر ٹھیک نہیں اترتی۔ پچیس جو پہلے لکھے جا چکے ان میں چھ ملائے۔ تو اکتیس ہوئے نو ملائے تو چونتیس، جن میں سے کوئی مجموعہ بھی کمزور ہو گیا کہ الدمعة السا کہہ کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں بھی صاحب مناقب کی یہی عبارت بلا کسی تغیر کے موجود پائی اور تعجب ہوا کہ انھوں نے بھی لفظ ”ستہ“ لکھ کر نام گنوانے کے موقع پر نو نام گوائے ہیں۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا قصہ ہے۔ بحار الانوار دیکھئے تو اس میں بھی آپ کو مناقب کی یہی عبارت اسی طرح نظر آئے گی کہ ستہ (چھ) لکھ کر نو نام گوائے گئے ہیں۔ صرف ایک صورت سمجھ میں آتی ہے کہ چھ کی شہادت ان کی نظر میں حتمی ہو مگر ان کے ناموں میں اختلاف ہوا اور انھوں نے اس جگہ وہ سب نام لکھ دیے ہوں جو اقوال مختلفہ میں ان چھ شہیدوں کے ذکر کئے گئے ہوں۔ والعلم عند اللہ مگر ستائیس کی گنتی سے تعداد بڑھ جائے گی۔

صاحب البصائر العین نے امام حسین علیہ السلام کے صرف دو فرزندوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ ایک جناب علی اکبر دوسرے جناب عبداللہ بن حسین اور صاحب نفس المہموم نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور زیارت ناحیہ میں بھی یہی دو نام ذکر ہوئے ہیں۔ (کتاب شہدائے آل ابوطالب صفحہ: ۲۷ تا ۳۳)

..... ﴿باب پنجم﴾

شہزادہ علی اصغرؑ
خطیبوں کی نظر میں

﴿علامہ حافظ کفایت حسین﴾

شہادت شہزادہ علی اصغرؑ

آج ملک میں جا بجا جھولے نکالے جا رہے ہیں۔ شبیہ جھولے کی نکالی جا رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ یاد کر لیں کہ کربلا میں ایک شیر خوار بچہ بھی تھا جس کا جھولا خالی ہو گیا تھا۔ امام حسین علیہ السلام کے ان بچوں پر پانی بند ہو گیا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ساتویں تاریخ سے امام حسینؑ اور ان کے قافلے پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔

آپؑ نے ساتویں کی شام، لوگوں سے کہا کہ بھائیو! چلے جاؤ، دیکھو اب مصیبتیں بڑھتی جا رہی ہے۔ اب پانی بند ہو گیا ہے۔ تم ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکو گے۔ تمہارے ساتھ بال بچے ہیں۔ ان کو لے کر نکل جاؤ، کچھ لوگ نکل گئے۔

آٹھویں تاریخ آئی تو رات کو پھر آپؑ نے جمع کیا اور فرمایا: ہاں! اگر تم جاؤ گے تو یہ لوگ اور خوش ہو جائیں گے کہ تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ شب عاشور بھی کچھ لوگ نکلے ہیں جب امام حسینؑ نے خیمے میں چراغ گل کر دیا ہے۔

جناب سیکنٹہ سے روایت ہے کہ میں پھوپھی کی گود میں تھی اور میں یہ کہہ رہی تھی کہ پھوپھی جان! میں پیاس سے مر جاؤں گی تو میری پھوپھی جان کبھی اس خیمے میں لے جاتی تھیں کبھی اُس خیمے میں جاتی تھیں تو اس وقت ہم ایک ایسے خیمے میں تھے کہ جہاں سے پدرِ بزرگوار کی آواز آرہی تھی۔ آپؑ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو! تمہیں یہ خیال ہو گا کہ میرے نانا تم سے ناراض ہو جائیں گے۔ میں نانا سے کہہ دوں گا کہ میں

نے خود بھیجا تھا۔ چنانچہ جناب سیکنہ کہتی ہیں کہ اس تاریکی میں لوگ خیمے سے نکلتا شروع ہو گئے اور میں نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ پھوپھی جان! کیا میرے بابا تنہا رہ جائیں گے تو گویا اس شب تک آپ نے رخصت کیا ہے۔ اس کے بعد بھر بھی عاشور کی شب چوراسی سیماں تھیں تو اتنے لوگ ساتھ تھے۔ پانی تو ساتویں محرم سے ختم ہو گیا تھا۔ جب نویں تاریخ آئی بچے العطش العطش کہتے ہوئے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ مگر مجھے حیرت ہے کہ میں نے جناب سیکنہ کے متعلق دیکھا ہے کتابوں میں کہ کبھی کبھی دروازے پر آکر کہتی تھیں کہ بابا! پیاس نے مار ڈالا ہے۔ کبھی یہ آواز دیتی تھیں، چچا! میں پیاس سے مر جاؤں گی۔ مگر میں نے آج تک نہ دیکھا کہ کسی امام کے صحابی کے کسی بچے نے آواز دی ہو۔ دراصل اپنے بچوں کو مانیں چھوڑتی نہ تھیں کہ کسی خیمے پر جائیں یا کسی دروازے پر جائیں، کیوں، اس لئے کہ حسین ان کی آواز سن لیں گے تو انہیں تکلیف ہوگی۔ ساتویں تاریخ جو فوجیں آئیں کچھ اور زیادہ تو انہوں نے یہ کام اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ادھر سے ادھر چلے گئے اور ادھر سے ادھر آ گئے۔ زمین جو ہلنے لگی تو بیسیوں کے دل دہل گئے۔ اس فکر کی وجہ سے اور اس خوف کی وجہ سے علی اصغرؑ کی والدہ کا دودھ خشک ہو گیا۔ امتحان تھا ناں! امتحان تھا کہ انتہائے مظلومیت بھی دیکھ لو اور انتہائے ظلم بھی دیکھ لو۔

بچہ گوارہ میں پڑا ہوا ہے۔ ہونٹ خشک ہو چکے ہیں مگر رونے کی آواز نہیں۔ اٹھارہ دن کا تھا جب مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں۔ آج چھ مہینے کا ہوا ہے۔ پیاس کی شدت سے آنکھوں میں حلقے پڑ چکے ہیں۔ ہونٹ خشک ہیں مگر بچہ روتا نہیں۔ کبھی پھوپھی کو دیکھ لیتا ہے، کبھی ماں قریب آتی ہے تو اس کو نگاہ بھر کر دیکھ لیتا ہے۔ بہنیں آتی ہیں تو ان کو دیکھتا ہے یعنی زبان نہیں کہہ کہ پیاسا ہوں اور روتا نہیں، اس لئے کہ غالباً خبر ہے

اسے کہ سب ہی پیاسے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب جارہے ہیں۔ عورتیں اپنے بیٹوں کو سنوار سنوار کر بھیج رہی ہیں کہ جاؤ! آج قربانی کا دن ہے۔ حسینؑ پر قربان ہو جاؤ۔ جناب رباب جن کا بچہ ہے یہ جس کا نام ہے علی اصغرؑ۔ کبھی بچے کی طرف دیکھ کر کچھ سوچتی ہیں اور کبھی گود میں لے کر ادھر ادھر ٹھہرتی ہیں۔ جناب ربابؑ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جناب زینبؑ نے اپنے بچوں کو کس طرح میدان میں بھیجا اور ان کی لاشیں آئیں۔ جناب ربابؑ نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح سے قاسمؑ کی لاش خیمے میں آئی۔

یہ سب ہو چکا ہے۔ امام حسین علیہ السلام علی اکبرؑ کی لاش لے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ جناب عباس علیہ السلام کی لاش کو دریا کے کنارے چھوڑ آئے ہیں اور اب کوئی نہ رہا۔ جب کوئی نہ رہا تو میدان میں آئے اور فرماتے ہیں: کوئی نہ رہا اور شام کے رہنے والو! میرا کوئی نہیں رہا۔ اب میں اتنا زخمی ہو چکا ہوں کہ زندہ نہ رہوں گا۔ ارے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ ان لوگوں کے جو جوابات تھے، وہ آپؑ سے کیا عرض کروں! ایک مرتبہ یہ آواز دیتے ہیں اور اتمامِ حجت کر رہے ہیں۔ عاشور کے دن یہ آواز آپؑ نے دو تین مرتبہ دی ہے۔

”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُّغِيثٍ يُغِيثُنَا“

”کوئی مددگار ہے جو اس وقت میری مدد کو آئے، کوئی فریاد رسی کرنے والا ہے جو اس وقت میری فریاد رسی کرے۔“

یہ آواز جودی تو ادھر سے تو کسی نے آواز نہ دی، کسی نے لبیک نہ کہا، البتہ خیموں کی طرف سے پیپوں کے رونے اور شیون و فریاد کی آواز پہنچی۔ آپؑ اس طرح متوجہ ہوئے۔ جوں جوں خیمے کی جانب بڑھتے جاتے ہیں۔ پیپوں کے گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوتی جاتی ہیں۔ آخر جلدی جلدی جناب زینبؑ کے خیمے پر پہنچے، آواز دی، بہن!

میں ابھی زندہ ہوں۔ ارے تمہارے رونے سے یہ لوگ خوش ہو رہے ہیں۔ تمہاری آوازیں بلند نہ ہوں جب تک میں زندہ ہوں۔ جناب زینبؓ نے بھائی کی آواز سنی تو ایک مرتبہ دروازے پر آ کر کہتی ہیں: بھیا! ذرا اندر تو آئیے۔ کیا قیامت ہو گئی۔ اندر گئے، فرمایا کیا ہے؟ عرض کرتی ہیں: بھیا! نہیں معلوم آپ کی اس فریاد میں کیا اثر تھا کہ علی اصغرؑ نے جھولے میں تڑپنا شروع کر دیا اور پھر اس کے بعد اتنا تڑپے کہ جھولے سے گر گئے۔ میں نے گود میں اٹھایا، قرار نہیں آتا۔ ماں گود میں لیتی ہے تو چپ نہیں ہوتے۔ بہنیں لیتی ہیں تو خاموش نہیں ہوتے۔ یہ حالت دیکھ کر بیسیوں میں کہرام برپا ہو گیا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں، بہن میں سمجھ گیا۔ ان کو تو میں لایا تھا اور سوچ سمجھ کر لایا تھا اچھا تو بہن! میں ایسا کرتا ہوں کہ ان کو لئے جاتا ہوں۔ پانی مانگوں گا۔ جناب علی اصغرؑ کی خاموشی، کبھی بچے کو دیکھتی ہیں، کبھی حسینؑ کو دیکھتی ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنی بہن سے فرمایا: علی اصغرؑ کو مجھے دے دو، میں لئے جا رہا ہوں۔ جب حسینؑ کے ہاتھوں پر آئے علی اصغرؑ اور آپ دروازے کی طرف چلے تو ابھی تک مادر علیؑ اصغرؑ خاموش کھڑی تھیں۔ جب حسینؑ جانے لگے تو ایک مرتبہ تیزی سے بڑھیں اور سامنے آ کر عرض کیا: میرے آقا! ذرا میرے بچے کو مجھے دے دیجئے۔ امام حسینؑ نے ماں کی گود میں دے دیا۔ بیبیاں یہ سمجھیں کہ بیمار کرنے کیلئے شاید لے رہی ہیں۔ لیکن کیا کیا جناب ربابؑ نے! گود میں لیتے ہی اپنے خیمے کی طرف چلیں۔ اپنے خیمے میں داخل ہوئیں۔ وہاں پہنچ کر صندوق کھولا، اس میں سے علیؑ اصغرؑ کا نیا کرتہ نکالا۔ جسم پر جو کرتہ تھا، اُسے اتار دیا، نیا کرتہ پہنایا، آنکھوں میں سرمہ لگایا اور بالوں میں کنگھی کی۔ آخر میں آستین کچھ اوپر کی طرف اٹائی اور فرماتی ہیں: بیٹا جو خیمے سے گیا، واپس نہیں آیا۔ اب تم جا رہے

ہو، واپس نہیں آؤ گے۔ بیٹا اگر تیر لگ جائے تو رونا نہیں۔ اس کے بعد بچے کو لا کر امام حسینؑ سے عرض کیا۔ آقا! یہ میرا تحفہ ہے، اس کو قبول کریں۔ یہ میری طرف سے قربانی ہے۔ امام حسینؑ آئے میدان میں۔ بچے کیلئے پانی مانگا، کسی نے نہ دیا۔ فرماتے ہیں: بیٹا! تم حسینؑ کے بیٹے ہو، میرا روحانیت میں شریک ہو۔ بیٹا! میرے کہنے سے پانی نہیں دیتے۔ بیٹا! ذرا تم ہی مانگ لو، اس بچے نے کیا کیا؟ اپنی سوکھی زبان نکالی اور ہونٹوں کے اوپر پھیرنی شروع کر دی۔

حالت یہ ہوئی کہ یزیدی فوج کے لوگ منہ پھیر کر رونے لگے۔ ابن سعد گھبرا گیا اور اُس نے خُرمِلہ سے کہا: خُرمِلہ جلدی کر اُس نے ایک تیر جوڑا۔ تمام کتابوں میں ہے کہ وہ تین بھال کا تھا۔ لوہے کی بھالیں، ننھا سا گلا، حسینؑ کے بازو سے گلا ملا ہوا ہے۔ ادھر سے تیر آیا۔ کیا عرض کروں! کیا ہوا؟ ایک مرتبہ بچہ اُچھلا اور تیر حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے تیر جو کھینچا۔ اولاد والو! تیر اصغرؑ کے گلے سے تیر کھینچا۔ علی اصغرؑ مسکرائے، مطلب یہ تھا، بابا ماں کو سلام کہہ دیجئے گا کہ تیر اینٹا رو یا نہیں ہے۔

﴿علامہ رشید ترابی﴾

اصغرؑ کو لحد میں رکھ کے کہتے تھے حسینؑ آرام کرو بس یہی گہوارہ ہے حمید ابن مسلم نے کچھ لکھا، کوفے کے لشکریوں نے کچھ لکھا، کوفے کے لشکریوں، قاتلوں نے کچھ بیان کیا، شام کے مورخین نے کچھ لکھا، مگر بہتر طریقہ پر اندازہ اُس وقت ہوا جب حضرت مختار ایک ایک قاتل کو پکڑتے جا رہے تھے اور پوچھتے جا رہے تھے کہ بتا تو نے کیا کیا؟ اُس وقت اندازہ ہوا کہ کیسے ظلم ہوئے۔ ایسے میں ایک خبر مشہور ہوئی کہ مختار بدلہ لے رہے ہیں۔ اصل میں بدلہ تو کوئی کیا لے گا، وہ ذکرِ موقوف ہے،

وقت نہیں اس پر بحث کا، مگر ہاں، امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت میں، امامؑ نے فرمایا: کیا حال ہے، مختار کا؟

عرض کیا: مختار آپ کے پدر گرامی کے دشمنوں کو چُن چُن کر قتل کر رہے ہیں اور مختلف قاتلوں کے نام لئے۔ امامؑ نے پوچھا: کیا خُرمہ گرفتار ہوا؟ اُس نے ہاتھوں کو جوڑ کر عرض کیا: فرزند رسول! کیا بات ہے کہ آپؑ نے اس قاتل کا خاص طور پر نام لیا؟ آپؑ نے علی اکبرؑ کے قاتل کا نام نہیں لیا، آپؑ نے جناب عباسؑ کے قاتل کا نام نہیں لیا، آپؑ نے پدر گرامی کے قاتل کا نام نہیں لیا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: ارے خُرمہ نے جو تیر چلایا، فقط وہ بچے کے گلے کو نہیں، آلِ محمدؑ کے دلوں کو چیرتا ہوا گزر گیا۔

وہ واپس ہوا، کوفہ آیا اور دربار میں اُس دن پہنچا جس دن اعلان ہوا کہ خُرمہ آگیا اُس نے کہا: ”اللہ اکبر“۔

مختار نے کہا: اللہ تو کبریائی ہی کیلئے مگر بتائیہ کونسا محل تکبیر ہے؟ اُس نے کہا: اے امیر! میں مدینے سے آ رہا ہوں، میرے امامؑ نے پوچھا تھا کہ کیا خُرمہ گرفتار نہیں ہوا؟ وہ آگیا۔ یہ سننا تھا کہ مختار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ قاتل سامنے آیا، آپؑ نے پوچھا خُرمہ! بتا تو نے کربلا میں کیا کیا؟ خُرمہ نے کہا: امیر! درگزر کر، جو سزا تجویز کرنی ہو، کر دے مگر تفصیل مت پوچھ۔ کہا: نہیں بتا۔

اُس نے کہا: امیر! مجھے معاف کر، اس لئے کہ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ مختار نے کہا: ہم سنا چاہتے ہیں۔ خُرمہ نے کہا: امیر! میرے ترکش میں سات تیر تھے، چار تیر نشانے پر نہ لگے۔ تین تیر نشانے پر لگے، پہلا تیر مشک سیکنے پر، دوسرا تیر حسینؑ ابن علیؑ کے سینہ پر جب حسینؑ پشتِ ذوالجناح پر جھول رہے تھے اور یہ کہہ کر خُرمہ نے سر کو جھکا لیا۔

مختار نے کہا: تیسرا تیر؟

مختار نے مزید اصرار کیا: کہا! امیر! حسینؑ چھوٹے سے بچے کو لے آئے اور وہ بچے کیلئے پانی مانگ رہے تھے۔ عمر بن سعد نے کہا: اُن کی زبان کو قطع کر دے۔ حُملہ نے کہا: میں نے تیر مارا بچے کو۔ مختار نے پوچھا: پھر کیا ہوا؟

کہا! امیر! بچہ باپ کے ہاتھ پر اُلٹ گیا۔

﴿مولانا سید علی نقی لکھنوی﴾

تو بس اربابِ عزال! آپ کی توجہ تو ہے مگر زیادہ عرض نہیں کرنا ہے، میں کہتا ہوں کہ حسینؑ نے کربلا میں، وقت جتنا سخت ہوا اتنا مؤثر ہتھیار لایا جاتا ہے، تو کربلا میں ظاہری نگاہوں میں، یہاں تک تو میں ارتقاء دکھا سکتا ہوں کہ شروع میں اصحاب گئے، بعد میں عزیز گئے پہلے عونؓ و محمدؓ چلے گئے، پہلے فرزندانِ عقیل چلے گئے، اس کے بعد بھتیجوں کی نوبت آئی عباسؑ بعد میں گئے، علی اکبرؑ روایت مشہور کی بناء پر بعد میں گئے۔ مگر یہاں تک میں ارتقاء دکھا سکا، میں کہتا ہوں کہ یہیں سے مقصدِ حسین علیہ السلام سمجھئے کہ عباسؑ کے بھی بعد اور علی اکبرؑ کے بھی بعد یہ چھ مہینے کی جان، یہ ششماہ مجاہد، تو جسے حسینؑ نے اپنا پیش خیمہ رکھا، یہ کیا ہے، یہ ہے، اس اصول کے مطابق کہ معرکہ جتنا سخت ہو جائے اتنا ہی مؤثر ہتھیار پیش کرو۔

جب تک علی اکبرؑ میدان میں آئے، دنیا کہہ سکتی تھی کہ تلوار لے کر میدان میں آئے، اگر جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے! جب تک عباسؑ آئے، کہہ سکتے تھے ارے تلوار نہ سہی، نیزہ تو ہاتھ میں سہی، مگر نیزہ لائے تھے، جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے، ارے قاسمؑ کم سن سہی مگر گئے تو وہ بھی تھے تلوار لے کر، مگر جب علی اصغرؑ آئے تو اب دشمن کی زبان بند

ہوگئی۔ حسین علیہ السلام کی بے گناہی پر علی اصغرؑ کے خون نے مہر تصدیق ثبت کر دی۔ اب یہ وہ ہستی ہے کہ حسینؑ تو دین کی زبان میں معصوم تھے اور یہ بچہ تمام دنیا کی زبان میں معصوم ہے، ہر مذہب و ملت کی زبان میں معصوم ہے اور بس ارباب عزاء! ایک جملہ عرض کر کے اسی پر ختم کر دوں گا کہ ہاتھوں پر بے شیر، تیرسہ شعبہ اور بچے کی گردن اُدھر بچے نے حسینؑ کے ہاتھوں پر دم توڑا اور مولّا نے گویا قیامت تک کے انسانوں کو پکار کر پوچھا کہ کیوں، بتاؤ، ایسوں کی بیعت کر لیتا؟ مقصد حسین علیہ السلام میں روح پڑ گئی، جان پیدا ہوگئی۔

امام حسینؑ کی فوج میں علی اصغرؑ سب سے چھوٹے تھے، اتنے کمسن کہ ان کی عمر میں برس کا لفظ نہیں انھیں چھ ماہ کا بچہ کہا جاتا ہے۔ خود مصیبت اٹھالینا اکثر آسان ہوتا ہے مگر کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھنا صبر آزمایہ مرحلہ ہوتا ہے۔ نہ جانے اصغرؑ کی ننھی سی لاش کو دیکھ کر بابؑ کے دل پر کیا گزری ہوگی!

میں چند پہلو پیش کرتا ہوں۔ دونوں موازنے کے کہ بے شک اسماعیلؑ آئے میدان قربانی میں۔ کوئی روایت نہیں بتاتی کہ وہ بھوکے اور پیاسے ہوں لیکن کربلا کے میدان میں جو قربانیاں آئیں، وہ سب تین دن کے بھوکے پیاسے اور اہل عزاء! قربانی اسماعیلؑ میں اسماعیلؑ یقیناً بچے تھے، خالق نے دونوں پہلو نمایاں کیئے ہیں کہ اس نے اسماعیلؑ کی قربانی کی اہمیت ظاہر کرنے کیلئے ذکر کیا تھا کہ بچہ دوڑ دھوپ کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس میں دو رُخ ہیں کہ پورا جوان نہیں ہوا تھا، بچہ ہی تھا۔

ایک پہلو یہ کہ بچہ تھا، دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایسا بچہ تھا جو کام نہ آسکے بلکہ ایسا تھا جو ساتھ چل پھر سکتا تھا۔ دو رُخ ہیں، ایک عمر کی کمی کا بھی رُخ ہے، ایک عمر کی زیادتی کا بھی رُخ ہے، دونوں میں دو مصیبتیں آپ کے سامنے تصویر کی شکل میں آجائیں گی کہ وہ دو رُخ

دھوپ والی عمر کی بڑائی تھی، وہ ترقی کر کے علی اکبر تک پہنچی اور جو کم سنی کا درد ناک پہلو تھا، وہ ادھر ترقی کر کے علی اصغر تک پہنچا۔ ارے وہ بچے تھے تو چند برس کے تو تھے مگر یہاں جو سب سے کم سن تھا، اُس کی تو عمر کے حساب میں برس کا لفظ بھی نہیں آتا، وہ نام کا جزو ہے۔ ششماہ، چھ مہینے کا بچہ۔

اور بس اب ایک پہلو، اور وہ یہ ہے کہ خود مصیبت اٹھالینا اکثر آسان ہوتا ہے مگر کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھنا بڑا صبر آزماء مرحلہ ہوتا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جا کر کسی کو دفن کیا، نہیں روئے، دفن کر کے پلٹے نہیں روئے مگر جب گھر کے اندر آ کر کسی بلکتی ہوئی بچی کو دیکھ لیا، کسی بیقرار بہن کو دیکھ لیا، کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھ لیا تو صبر کا بند ٹوٹ جاتا تھا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے جلیل المرتبہ، بے شک بڑے عظیم امتحان میں کامیاب ہوئے مگر جب بچے کو لے گئے تو ماں کو نہیں بتایا کہ کہاں لے جا رہا ہوں بلکہ پیغمبرانہ صداقت کے ساتھ یہ جملہ کہا: ایک دوست کے کہنے سے لے جا رہا ہوں۔ بالکل صحیح ہے خلیل کا کہنا۔ جب چھری اور رسی مانگی تو پھر ذرا پریشان ہوئیں۔ جناب ہاجرہؑ نے کہا: چھری اور رسی کا کیا کیجئے گا؟ کہا: دوست کے ہاں جا رہا ہوں، شاید قربانی کی ضرورت پڑے؟ جناب ہاجرہؑ خاموش ہو گئیں۔ سمجھ نہیں سکیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ واپس ہوئے تو خیال کیا کہ اب تو فدیہ آگیا، اب کیا کروں واقعہ بیان کر کے۔ کچھ ذکر نہیں کیا، دو چار دن کے بعد جناب ہاجرہؑ نے تبدیلی لباس کیلئے کمرے اتار اتار تو گلے پر ایک خط نظر آیا، پوچھا: اے خلیل خدا! یہ میرے بچے کے گلے پر خط کیسا ہے؟ اب ابراہیم علیہ السلام کیا جواب دیتے؟ یہ خیال ہوا کہ اب چھپانے سے کیا فائدہ؟ بچہ سامنے کھڑا ہوا مسکرا رہا ہے، قربانی اسماعیلؑ عید کا دل بن گئی۔ لہذا واقعہ بیان کر دیا۔ صاحب عقل بی بی نے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر نفسیاتی اثر یہ

پڑا کہ اُس دن سے بیمار ہوئیں اور اسی بیماری میں دنیا سے رحلت کیا۔ یہ تصور کہ اگر فدیہ نہ آتا تو میرا بچہ ذبح ہو گیا ہوتا۔ اب خبر لیجئے، باب کے دل کی خبر لیجئے، لیٹی کے دل کی، خدا کی قسم! جیسے وہ فخر اسماعیلؑ، ایسے یہ پیدیاں فخر ہاجرہ ہیں۔

جب جناب علی اکبرؑ شہید ہوئے تو امام حسینؑ کی ہمت قربانی ختم نہیں ہوئی۔ اس لیے گہوارے سے ڈھونڈتے ہوئے آئے، اصغرؑ کو اٹھا کر کہا: ارے ظالمو! تمہارا ظلم ابھی ختم نہیں ہوا تو میرا صبر بھی ختم نہیں ہوا۔ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد تمہارا ظلم ختم ہو جائے گا۔

علی اصغرؑ جزو ہے بولتے ہوئے قرآن کا باوجود بے زبانی کے وہ قرآنی فریضہ ادا کیا کہ دنیا حیران ہو کر رہ گئی۔ ادھر تیرا آتا ہے، ادھر وہ مسکرا کر کہتے ہیں: اے یزید! تو ہار گیا اور میرے بابا قیامت تک کے لیے فتیاب ہو گئے ہیں۔

اب باب عز! یہ دیکھ لیجئے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی ہمت کا کیا ذکر، اُن کے ہاتھوں میں رعشہ بھی نہیں ہے، یوں بعض وقت کہہ دیا جاتا ہے کہ مولّا نے بچے کو کانپتے ہاتھوں پر بلند کیا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ بر بنائے واقعہ دیکھئے۔ کیا مولّا کے ہاتھ کانپ رہے تھے؟ یاد رکھئے! نشانہ جتنا مختصر ہو، اتنا ہی تیر کا خطا کرنا آسان ہوتا ہے۔ اگر قدم پیچھے ہٹا تو تیر خطا کرتا، اگر ہاتھ کو جنبش ہوتی تو تیر خطا کرتا مگر نہ قدم پیچھے ہٹا، نہ ہاتھ کو جنبش ہوئی، تیر ٹھیک نشانے پر پڑا:

”فَانْقَلَبَ الصَّبِيُّ عَلَى اَيْدِي الْاِمَامِ“

”بچہ امام علیہ السلام کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔“

مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ زینبؑ کب تک پیاسی رہیں؟ اُمّ کلثومؑ کب تک

پیا سی رہیں؟ اور اہل حرم کب تک پیا سے رہے؟ ایک روایت کبھی کبھی پڑھی جاتی ہے اور میں کیا کہوں کہ کتابوں میں کہیں نظر نہیں آتی، وہ زوجہ خُر کا پانی لانا۔ ارے خُر اکیلا آیا تھا، اس کے ساتھ زوجہ کہاں تھی؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا اُن کے ظرفِ شرافت میں اتنی گنجائش تھی کہ وہ فتح مناتے وقت یہ تصور کرتے کہ ہم انھیں پانی بھیجیں؟ اہل عزاء جو پیاسوں کی طرف آگ بھیجیں، وہ بھلا پانی کیسے بھیجیں گے؟ میری سمجھ میں جو آیا ہے وہ یہ کہ پانی کبھی آیا ہو مگر گیارہویں محرم کی رات کوئی ثبوت نہیں، بس اتنا ہے کہ عصر کے بعد وہ پہرہ جو فرات پر بیٹھا تھا وہ پہرہ ہٹ گیا، اس لئے کہ وہ شیر نہیں رہے جن کا ڈر تھا۔ اب فرات بہہ رہی ہے، جس پیا سے کادل چاہے وہ پانی پی لے مگر میں آپ سے محبتِ حسینؑ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ فاقہ شکنی کے وقت جب آپ کے سامنے فاقہ شکنی کا سامان آتا ہے تو کیا واقعی آپ کادل پانی پینے کو چاہتا ہے؟ بخدا! حکم شرعی کی پابندی ہے کہ کامل روزہ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ پانی پینے کو کس محبتِ حسینؑ کادل اس وقت چاہتا ہوگا؟

اب انصاف کیجئے کہ فرات بہہ رہی ہے مگر کیا لیلیٰ کادل چاہا ہوگا کہ علی اکبرؑ کے بعد جا کے پانی پیئیں؟ کیا اُمّ کلثومؑ کادل چاہا ہوگا عباسؑ کے بعد کہ جا کے پانی پیئیں؟ کیا بیوہ حسینؑ کادل چاہا ہوگا کہ قاسمؑ کے بعد جا کے پانی پیئیں؟ کیا زینبؑ کادل حسینؑ کے بعد چاہا ہوگا کہ جاکر پانی پیئیں؟ بظاہر تو بات انتہا تک پہنچ گئی مگر اہل عزاء! میں کہتا ہوں کہ کیا علی اصغرؑ کے بعد سیکینہؑ کادل چاہا ہوگا کہ پانی پیئیں؟ میرا تو تصور ہے کہ دریا بہہ رہا ہوگا، پیاسے منہ پھیرے بیٹھے ہوں گے کہ ہمیں اب اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔

بخدا! میرے نزدیک کر بلا کا ششماہہ بچہ جو ہے، اُس کی شرکت نے پورے مجاہدین کر بلا کیلئے بے خطا ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جب تک عباسؑ آئے، دنیا

کہہ سکتی تھی کہ تلوار نہ سہی، نیزہ لے کر آئے تھے۔ اب جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے۔ علی اکبر آئے تھے، دنیا کہتی کیونکر جنگ نہ کرتے، فاتحِ خیبر کے خاندان کا شیر تلوار لے کر آیا تو جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے؟ ارے قاسم! کم سن بچہ سہی مگر تلوار لے کر گئے ہیں تو کہتے کہ بچہ سہی مگر شیروں کا شیر ہے۔ وہ بچہ بھی تو اسی خاندان کا ہے، جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے، لیکن جب علی اصغر آگئے تو اب دنیا اپنے ظلم کی کوئی توجیہ نہیں کر سکتی۔

دنیا اپنے ظلم کی کوئی وجہ نہیں بیان کر سکتی۔ ارے یہ کوئی تلوار لے گئے ہیں؟ یہ کونسا نیزہ لے گئے ہیں؟ ان کے پاس بس ایک زبان بے زبانی ہے۔ ارے جب ان پر تیر ستم رہا ہوا تو پتہ چلا کہ جتنے تھے، سب بے گناہ تھے، جتنے تھے سب بے خطا تھے۔ جیسے حسن و حسین کی مباہلہ میں شرکت نے بتا دیا کہ جتنے مجاہدین ہیں، سب بے خطا ہیں۔

یہ ایسے ظالم ہیں کہ جب ایک بچے کو تیر ستم کا نشانہ بنا سکتے ہیں تو کسی اور پر یہ ظلم کریں تو ان سے کیا بعید ہے؟ اس بچے کی شرکت نے فیصلہ کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس بچے کی اہمیت کو محسوس کیجئے۔ شہزادے کی عمر کا نام جزو ”ششماہہ“ چھ مہینے شہزادے کی عمر ہے۔ محرم میں شہادت ہوگئی تو چھ مہینے ہی تو ہوئے۔ کچھ سمجھ میں آیا، میری سمجھ میں تو یہی آیا کہ جیسے بعثتِ رسولؐ منتظر رہی ان علیؑ کے ایک عمر تک پہنچنے کی، ویسے ہی امام حسین علیہ السلام کا اقدام عمل منتظر رہا اس علیؑ کے دنیا میں آنے کا۔ بس ادھر علی اصغر دنیا میں آئے۔ پتہ نہیں چلتا کہ کتنے دن کے تھے کہ مولّا نے سفر غربت اختیار کیا اور میں تو یہ کہوں گا کہ علی اصغرؑ کی زندگی کا ہر دن مولّا کے سفر کی ایک منزل ہے اور جب مولّا کا سفر اختتام تک پہنچا تو علی اصغرؑ کی عمر انتہا تک پہنچ گئی اور اب میں کہتا ہوں کہ ان کی عمر کی اب ایک نئی حد شروع ہوگئی۔ اب ایک جملہ ہے، ظاہر ہے کہ نہ کسی کو گھٹانا ہے، نہ کسی کو بڑھانا ہے، جو واقعاتی فرق ہے، وہ عرض کر رہا ہوں کہ کربلا کے دن تک ہمیں معلوم

ہے کہ ایک علی اکبر اور ایک علی اصغر تھا اور کربلا کے بعد جو علی اکبر کی عمر ہے، وہی علی اصغر کی عمر ہے۔

بس اہل عزاء! ایک مزید اہمیت بر بنائے ترتیب کربلا کہ ترتیب کربلا یہ تھی کہ اصحاب سب سے پہلے چلے جائیں، عزیز بعد میں جائیں۔ عزیزوں میں بھی دور کے عزیز پہلے جائیں، علی اکبر بعد تک رہیں۔ عباس بعد تک رہیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس سے شدتِ وقت کا مقابلہ زیادہ کروانا ہے، اُسے بعد کیلئے رکھا ہے۔ بس بارگاہِ حسینی میں عرض کرنا ہے کہ عباس کے بھی بعد علی اکبر کے بھی بعد، یہ چھ مہینے کی جان، یہ شہزادہ علی اصغر جسے مولانا نے اپنا پیش خیمہ رکھا۔ ان کے بعد بس خود مولانا میدان میں گئے ہیں۔ بس اس شہادت کی ایک خصوصیت پیش کرنا ہے۔ ہمیں تاریخ کربلا میں تردد کا کوئی وقت نہیں ملتا۔

غم اور ہے، رنج اور ہے، صدمہ اور ہے مگر جس کا نام تردد ہے، ایک وقت بھی نہیں ملتا کہ جب کسی محل پر تردد ہوا ہو مگر بس یہ ایک منزل ہے، تردد کا کونسا محل ہے؟ تردد اُس وقت ہوا ہے جب لائے تھے بچے کو اور اب ہاتھوں پہ لاش ہے۔ آپ سب عمل عاشور کے پابند ہوں گے۔ عمل عاشور کی دو ترکیبیں ہیں: ایک میں تو سومرتہ صلوات اور سومرتہ لعن ہے، ایک دوسری ترکیب ہے کہ اس میں سنات مرتبہ آگے بڑھتے ہیں اور سات مرتبہ پیچھے ہٹتے ہیں اور زبان پر ہوتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حدیث میں یہ ہے مگر علمائے کہا ہے کہ یہ شبیہ ہے عملِ حسین کی اور یہی منزل ہے تردد کی کہ جب علی اصغر کو لائے ہیں تیر کھانے کے بعد تو مولانا چاہتے ہیں خیمے کے اندر جائیں مگر پھر خیال آتا ہے کہ رباب سے کیا کہوں گا؟ علی اکبر کیلئے کوئی تردد نہیں ہوا

کیونکہ یلیٰ جانی تھیں کہ کہاں جا رہے ہیں۔ مگر جس ماں نے سمجھا ہو کہ پانی پلانے لے جا رہے ہیں۔ اب اس سے کیا کہیں؟ اب ترّودے کہ کیا کہوں گا؟ تو جیسے ملت ابراہیمی میں یہ عدد بھی کچھ میراث بنا تھا کہ جتنی دفعہ ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تھی، وہی سات مرتبہ مولّا خیمے کی طرف بڑھے اور پیچھے ہٹے۔ یہی ہدایت ہے عمل عاشور کیلئے کہ سات مرتبہ آگے بڑھو اور سات مرتبہ پیچھے ہٹو۔ اسی طرح مولّا کبھی چاہتے ہیں کہ خیمے میں جائیں، جلالتِ حسینؑ مانع ہے مگر کیا کروں اُردو میں یہی لفظ ہے کہ چاہتے ہیں خیمے میں جائیں مگر جیسے ہمت نہیں ہوتی۔ بس جب سات مرتبہ آمد و رفت ہو چکی تو پھر یہی لفظ ملتا ہے کہ اب دل کو مضبوط کر کے خیمے کے اندر قدم رکھا اور کہا کچھ نہیں گیا، بس جس حال میں تھے علی اصغرؑ ان کو ربابؑ کی گود میں دے دیا اور ربابؑ نے چہرہ پر نظر کی۔

خدا کی قسم! یہ وہ ہیں جنہوں نے اس خاندان میں بہو ہونے کی عزت رکھی ہے کہ ربابؑ نے معصوم کو گود میں لیا اور جو کیفیت میں صدیوں بعد محسوس کر رہا ہوں، ربابؑ نے بھی اُسے محسوس کر لیا کہ مولّا کی طرف سے عذر خواہی بھی ہے، کہتی ہیں:-
 ”يَا بَنِيَّ امِثْلَكَ يَنْعُرُ“

”کیوں بیٹے! کیا تمہارا ایسا بھی ذبح کیا جاتا ہے؟“

مرثیہ تو ہے ہی مگر میں کہتا ہوں کہ گویا کہہ رہی ہیں کہ مولّا! شرمندہ نہ ہو جائیے۔ ارے کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ نتیجہ ہوگا کہیں اس عمر کے بچوں کو تیر لگایا جاتا ہے؟

بس اہل عزاء! آخری فرق میدانِ مابلہ میں، سب سے چھوٹے حسینؑ تھے مگر وہ بھی چند برس کے تو تھے اور کر بلا میں جو سب سے چھوٹا ہے، اُس کی عمر کے حساب میں تو برس کا لفظ ہی نہیں آتا۔ اُس کے نام کا تو ششماہہ جزو ہے۔ اس مجاہد کی ذرا اہمیت محسوس

کیجئے کہ سفر امام حسینؑ کی مدت کتنی؟ رجب میں چلے، محرم میں شہید ہوئے تو چھ مہینے ہوتے ہیں اور علی اصغرؑ کے نام کا جزو ششماہہ، ثواب کچھ کچھ میں آیا، میری تو سمجھ میں آیا کہ جیسے بعثت رسولؐ منتظر رہی، اُن علیؑ کے ایک عمر تک پہنچنے کی، ویسے حسینؑ کا اقدام عمل منتظر رہا ان علیؑ کے دنیا میں آنے کا۔ بس ادھر علی اصغرؑ دنیا میں آئے اور مولانا سفر اختیار کیا۔ بس ایک جملہ کہتا ہوں، یہ تو دنیا میں آئے تھے فقط جانے کیلئے، آخر میں مولانا کے ثبات عزم کے اظہار کیلئے ایک جملہ کہ جب بچے کو ہاتھ پر لئے ہوئے ہیں تو جو ہوا وہ عرض نہیں کروں گا مگر یاد رکھیے کہ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کانپتے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو بلند کیا۔ میں کہتا ہوں کہ عمر کے تقاضے کے لحاظ سے حالانکہ مولانا کی عمر اتنی زیادہ بھی نہ تھی اور شدت مصیبت کے اظہار کیلئے لفظ شاید موزوں ہو۔

مگر کیا واقعہ ہے کہ مولانا کے ہاتھ کانپ رہے تھے، میں کہتا ہوں کہ جتنا نشانہ مختصر ہو، اتنا ہی خطا کرنا آسان ہے۔ اگر قدم پیچھے ہٹتا تو تیر خطا ہوتا۔ اگر ہاتھ جنبش ہوتی تو تیر خطا ہوتا مگر نہ قدم پیچھے ہٹانا نہ ہاتھ جنبش ہوئی۔ لہذا ٹھیک نشانے پر پڑا:

”فَأَنْفَلَكَا الصَّبِيُّ عَلِيٌّ يَدُ الْإِمَامِ“

﴿علامہ اظہر حسن زیدی﴾

امام علیہ السلام نے شب عاشور یہ منظر بھی دیکھا کہ امام علیہ السلام کو ایک کونے سے رونے کی آواز آئی۔ امام حسینؑ نے کہا: یہ کون رو رہا ہے؟ جا کے دیکھتے کیا ہیں کہ چھ مہینے والے کے گہوارے پر سر رکھے ہوئے اس کی ماں ربابؑ رو رہی ہے۔ امامؑ جا کے کھڑے ہوئے ربابؑ! کیا بات ہے؟ کیا بچہ شتم ہو گیا؟ نہیں مولانا! ابھی زندہ ہے پھر رو کیوں رہی ہو ربابؑ؟ قبلہ! اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ حضورؐ دیکھ رہے ہیں کہ

زیہ سب عون و محمد کو تیار کر رہی ہیں، قاسم کی ماں قاسم کو تیار کر رہی ہیں، سب یہ قربانیاں پیش کریں گی اور آپ کی ماں فاطمہ کے دربار میں سرخرو ہو کر جائیں گی، میں بد نصیب ہوں، میرا بچہ اتنا چھوٹا ہے کہ میں اسے میدان میں نہیں بھیج سکتی۔

یہ سب قربانیوں والی سرخرو ہوں گی، میں شرمندہ ہوں۔ دوسری بات مجھے یہ رُلا رہی ہے کہ آپ ہی نے فرمایا تھا کہ آپ کی شہادت کے بعد ہمارے ہاتھ بندھ جائیں گے تو بچے کو سنبھالے گا کون؟ میں گھبرا رہی ہوں کہ یونہی تو تڑپ کر مر ہی جائے گا۔ کاش! یہ دو سال کا ہوتا تو اسے گھٹنوں چلا کر میدان میں لے جاتی میں بڑی مجبور ہوں۔

امام علیہ السلام نے رباب کی جو یہ گفتگو سنی تو فرمایا: رباب خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو، میں حسین تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل تیرے اصغر کو اکبر سے نہ بڑھا دوں تو حسین نہ کہنا۔ ذرا کل ہونے دے، دیکھنا تو سہی کل بنتا کیا ہے؟ اسے ایسا سیراب کروں گا کہ قیامت تک اس کی پیاس کی یاد میں کروڑوں سیلیں لگ جائیں گی۔ یہ فرات کیا شے ہے؟ اتنی سیلیں لگ جائیں گی کہ اگر ساری سیلوں کے پانی اکٹھے ہو جائیں تو ہزار فرات بن جائیں گے اس کی یاد میں۔

بہر نوع یوم عاشور امام حسین رباب کے پاس آئے اور فرمانے لگے: رباب! میں اصغر کو لے جاؤں؟ رباب خوش ہو گئیں۔ مولاً! بے شک لے جائیں، میں تو اسی انتظار میں تھی۔ رباب نے بچہ امام حسین علیہ السلام کی گود میں دے دیا۔ امام علیہ السلام لے کر چلے، ابھی دس قدم چلے ہوں گے کہ رباب سامنے آ گئیں۔ مولاً! ذرا بچے کو میری گود میں دے دو۔ کیوں رباب! اول نہیں چاہتا بھیجنے کو؟ رباب گھبرا گئیں نہیں قبلہ۔ تھوڑی دیر کیلئے چاہتی ہوں۔ رباب نے بچے کو گود میں لیا، لے کر اپنے خیمے میں گئی اور امام انتظار میں صحن میں کھڑے ہیں۔ بہن بھی ساتھ کھڑی ہیں۔ رباب پانچ منٹ

کے بعد خیمے سے باہر آئیں تو بچے کی شکل کیا تھا کہ نیا کرتہ پہنا دیا تھا، بال درست کر دیئے تھے، آنکھوں میں سرمہ لگا دیا تھا۔ کرتے کی آستینیں الٹ دی تھیں اور بچے کی کمر ایک رومال سے باندھ دی تھی۔ رباب اس شان سے لائیں اصغرؑ کو مولاً! اب لے جائیں میدان میں بچہ ہے تو کیا ہوا، ہے تو شیر کا پوتا میں اسے سپاہی بنا کے لائی ہوں۔ بیٹا علی اصغرؑ! جاؤ سپاہی بن کے۔ اب جو امام علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا تو امام حسینؑ جیسی ہستی کا دل بھر آیا، لے لیا گود میں اور میدان کی طرف چلنے لگے، رباب پھر آگئیں۔ کیوں رباب! کچھ کہنا ہے؟

جی، ہاں قبلہ! میں اپنے بچے سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ آواز دی، اصغرؑ بیٹا! بچے نے آنکھ کھولی ماں کی طرف دیکھا اور ماں کہتی ہیں: اصغرؑ بیٹا! تم میدان میں جا رہے ہو، تم باپ کی گود میں ہو، مجھے پتہ ہے کہ تم چند لمحوں میں اپنی دادی کی گود میں پہنچ جاؤ گے۔ جا کے امّاں کو سلام کہنا اور اگر دادی یہ کہیں کہ ماں نے منہ دھلا کر نہیں بھیجا تو ماں کی شکایت نہ کرنا، بیٹا! کہہ دینا کہ امّاں کو پانی نصیب نہ ہوا اور دوسری بات یہ سن میرے لعل تمہارے دادا ساقی کوثر ہیں تم ساقی کوثر کے پوتے ہو، تمہارے دادا تمہیں گود میں لے کر کوثر پر جائیں گے اور ماں کی یہ بات یاد رکھنا کہ کوثر پر پہنچ کر بھی میرے آقا حسینؑ سے پہلے پانی نہ پینا اور ایک تیسری وصیت اور ہے اصغرؑ بیٹا! وہ بھی یاد رکھنا کہ مجھے پتہ ہے میدان جنگ میں تمہیں تیر لگے گا، تم تیر سے شہید ہو گے۔ میں یہیں دروازے پر کھڑی دیکھ رہی ہوں گی، جب تیر لگے تو رونا نہیں ہے۔ تمہاری چھ مہینے کی جان ہے، شاید رونا آجائے۔ اصغرؑ بیٹا! رونا مت، دشمن کی فوجیں سامنے کھڑی ہیں، اگر تم تیر کھا کے روؤ گے تو دشمن یہ کہہ کر بنیں گے کہ حسینؑ کا بیٹا تو کبھی نہ روتا! یہ رباب کے دودھ کی تاثیر ایسی ہے تیرے رونے سے تیری ماں کا دودھ بے

اثر ہوگا۔ میرے لعل! میں تو جب جانوں جب تیرے گلے پر تیر لگے، اصغر ہنس دینا، جاؤ خدا حافظ اور امام حسین علیہ السلام اصغر کو لے کر میدان میں آگئے۔ امام حسین نے اصغر کو ہاتھوں پر اٹھایا مسلمانو! اس بچے کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اصغر بیٹا! میرے کہنے پر یہ پانی نہیں دیتے، تم خود ان سے پانی مانگ لو اور بچے نے ہونٹوں پر زبان پھیرنا شروع کیا۔ ادھر بچے کی زبان ہونٹوں پر آئی۔ ادھر پوری فوج منہ پھیر کر رونے لگی۔

اب جو عمر سعد نے فوج کا یہ نقشہ دیکھا تو اُس نے حُرملہ کو بلایا، حُرملہ! تو بڑا تیر انداز ہے، سارا معاملہ اُلٹ پلٹ ہو جائے گا۔ جلدی سے حسین کے کلام کو قطع کر دے، اس بچے کو ختم کر دے۔

حُرملہ نے بچے کی طرف دیکھا، اپنے بازوؤں کی طاقت کو دیکھا، عرب کا مانا ہوا تیر انداز، لوہے کا تیر جس کا وزن بچے کے وزن سے زیادہ تھا، کمان میں تیر جوڑا ایک گھٹنا زمین پر رکھا، کمان کو پوری طرح کھینچا تیر چلانے کا ارادہ کیا، ادھر اصغر کی طرف اشارہ کر کے تیر چلانے کا ارادہ کیا، ادھر ہاتھ تھر تھرائے اور تیر کمان سے گر گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد تیر لگایا، پھر کھینچا، چاہا کہ تیر پھینکے ہاتھ تھر تھرائے، تیر کمان سے گر گیا ہاتھ سے جب دو دفعہ یہی ہوا تو سنان ابن انس نامی ایک شخص پاس کھڑا تھا، وہ کہتا ہے: حُرملہ! تو بڑا بہادر تیر انداز تھا کیا اس بچے سے ڈر گیا؟ تیر کیوں نہیں چلتا؟ تو حُرملہ جواب میں کہتا ہے: بچے سے نہیں ڈر گیا جب میں چلے کمان چھوڑتا ہوں تو حسین کے خیمے کا پردہ ہلنے لگتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بچے کی ماں کھڑی ہے دروازے پر۔

میرا دل دہل جاتا ہے میرے ہاتھ سے تیر کمان چھوٹ جاتا ہے۔ اب کے جو تیسری مرتبہ اُس نے تیر جوڑا تو سنان نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا حُرملہ کے، اُس نے تیر

چلایا، ادھر تیر چلا، ادھر سے رباب نے ذرا پردہ ہٹا کے دیکھا، رباب کو چونکہ اُس کے باپ نے بچپن میں مشق کروائی تھی تیر چلانے کی، وہ واقف تھی تیر کے انداز سے، تیر کو آتا دیکھ کر کہا: علی اصغر بیٹا! ہوشیار اصغر بیٹا! خبردار، تیر کا رخ یہ ہے کہ اگر تم آرام سے لیٹے رہو گے باپ کی گود میں تو تیر تمہارے اوپر سے ہو کر امام حسین کو لگے گا۔ دیکھنا! اپنے بابا کو تیر نہ لگنے دینا میرے لعل! پس ماں کا یہ کہنا تھا کہ بچہ یا لیٹا تھا ہاتھ پر یا اٹھ کے بیٹھ گیا۔ اُس کا اٹھنا تھا کہ تیر گلے میں لگا۔ ادھر گلے میں تیر، ادھر بچے نے خیمے کی طرف ہنس کے دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ اتناں! دیکھ لے میں ہنس رہا ہوں اتناں! میں تیری بات کو پورا کر رہا ہوں اور پھر حسین کی طرف بچے نے دیکھا حسین کی طرف دیکھنے کا مطلب یہ تھا کہ بابا! بس یا کوئی اور حکم ہے میرے لیے امام علیہ السلام نے اصغر کو کلیجے سے لگایا، چاہا گلے سے تیر کھینچیں، بچہ تڑپ گیا۔ پھر کھینچنا چاہا پھر بچہ تڑپ گیا۔ حسین نے زمین پر لٹا دیا اصغر کو بچے سے کہتے ہیں: تم شیر خدا کے پوتے ہو، عباس جری کے بھتیجے ہو، اکبر جیسے بہادر کے بھائی ہو، حسین جیسے صابر کے بیٹے ہو، بیٹا! میں تیر کھینچنا چاہتا ہوں، تو جب جانوں کہ تم تڑپو نہیں۔ یہ جو کہا امام نے تو بچہ بالکل خاموش ہو گیا۔ مگر ادھر گلے سے تیر نکالا، ادھر دم نکل گیا۔ امام نے لاشہ کلیجے سے لگالیا، اب گھر میں کیسے لے جائیں؟ رباب کو کیا جا کر دکھائیں؟

مومنین کرام! تلوار سے قبر کھودی، بچے کو دفن کیا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے دامن کو جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سیکنہ جو بچی کھڑی تھی، دروازے پر آ کر کہتی ہیں: اتناں علی اصغر دم توڑ چکے ہیں۔ ماں کہتی ہیں: تم کیسے سمجھیں؟ کہا بابا جب گئے تھے تو ہاتھ سینے سے لگائے ہوئے تھے اور آئے ہیں تو ہاتھ کھلے ہیں۔

اور عزادارو! یہ میرے آخری فقرے ہیں کہ مولّا نے علی اصغر کی قبر اس طرح بنائی

تھی کہ علی اکبرؑ کی لاش، ایک طرف قاسمؑ کی لاش اور بیچ میں اصغرؑ کی قبر اور جب گیارہ محرم کو اسیران آل محمدؑ روانہ ہوئے ہیں کہ بلا سے قید ہو کر اور مستورات اپنے وارثوں کی لاشوں سے گزری ہیں تو ربابؑ وہاں آ کے اتریں، ربابؑ نے اصغرؑ کی قبر دیکھی اور کچھ نہ کہا، سوائے اس کے کہ ایک ہاتھ اکبرؑ کا اصغرؑ کی قبر پر رکھ دیا، ایک ہاتھ قاسمؑ کا اصغرؑ کی قبر پر رکھ دیا اور اتنا کہا: دیکھو! تم دونوں بڑے بھائی ہو، چھوٹے بھائی کا خیال رکھنا ڈراؤنا جنگل ہے کہیں ڈرنے جائے۔ اصغرؑ گھبرانہ جانا، باپ کی لاش بھی قریب ہے، بھائی بھی قریب ہے۔

بڑھی توقیر و عظمت اور بھی زہراؑ کے دلبر کی
سپرد خاک فرما کر علی اصغرؑ کو جب اٹھے
(وزیر شہزادی)

﴿علامہ نصیر الاجتہادی﴾

یہ آج حسینؑ کا ذکر کیوں ہے؟ اس لیے کہ حسینؑ دین چاہتے تھے، اقتدار نہیں چاہتے تھے، حکومت نہیں چاہتے تھے، دین چاہتے تھے اور اس لیے آپؐ کو معلوم ہے کہ بزدلتخت پر بیٹھ گیا، لیکن حسینؑ نے کچھ نہیں کہا۔ حسینؑ تو اس وقت بولے جب ولید نے بلا کر کہا کہ:

”بیعت کرو“

حسینؑ نے کہا:

”دم بیٹھے تھے، میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا تھا اور جہاں بیٹھ گئے تم بیٹھے گئے، مگر یہ کیا کہ میں تمہاری بیعت کروں؟ میں بیعت نہیں کرتا۔“

اب حسینؑ کے پاس کوئی راستہ نہیں دوستو! لوگ کہتے ہیں کہ مدینے میں رہ جاتے۔

یہ طلباء اکثر سوال کرتے ہیں کہ مدینے میں رہ جاتے۔ تو مدینے والے کی حالت ان کو معلوم ہے کہ تیسرے خلیفہ وہیں قتل ہوئے اور کسی مدینے والے نے مدینے کی، لہذا وہ جانتے تھے کہ مدینے والوں میں کتنا دم اور خم ہے، لہذا وہ نکلے اور کہا:

”بہن تیار ہو جاؤ، کل سویرے ہم چلیں گے۔! تھوڑی دیر کے لیے اگر اجازت ہو تو اہم اپنے بزرگوں سے مل آئیں۔“

ادھر جناب زینبؓ تیاری میں لگیں، ادھر حسینؓ نانائے کے روضے پر !

السلام عليك يا جداه

”میں آپ کا حسینؓ ہوں آیا ہوں نانا دل نہیں چاہتا آپ کا مزار چھوڑ دوں مگر مجبور ہوں، بیعت نہیں کر سکتا۔“

پھر حسینؓ آگے بڑھے، بھائی کی قبر پر گئے۔ کہا:

”بھئی! حسینؓ شرمسار ہے، اب تمہارے مزار پر چراغ نہیں جلا سکتا، مجھے اجازت دو“

اس کے بعد کہاں گئے؟ (ہائے) چکی پیس پیس کر پالنے والی ماں

حسینؓ پہنچے:

السلام عليك يا اماء

”میری ماں! آپ پر سلام ہو، میں یہ نہیں کہتا کہ جیسے تم نے کفن سے ہاتھ نکالے

تھے آج قبر سے ہاتھ نکالو، لیکن ماں میں تم سے جدا ہونے آیا ہوں، کوئی بات تو کرو؟“

آواز آئی:

”حسینؓ تو چل، میں بھی پیچھے پیچھے آرہی ہوں۔“

اب ادھر تیاری مکمل ہو گئی اور صبح ہو گئی۔ چالیس سواریاں تیار تھیں، محملیں تیار،

چالیس محملیں تھیں جو تیار ہو گئیں۔ سارے بنی ہاشم موجود ہیں۔ اصحاب و انصار موجود

ہیں۔ ایک راویہ لکھتی ہے کہ میں آئی مدینے کہ میں زینبؓ کبریٰ کی خدمت میں حاضری دوں تو اس وقت پہنچی جب قافلہ چل رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ڈیوڑھی سے نکلی جو سفید چادر اوڑھے ہوئے ہے اور سر مل رہا تھا اور اس کے ہاتھ پکڑے ہوئے چودہ سال کا جوان تھا۔ میں نے کہا:

”یہ کون ہے؟“

کہا: ”حسنؓ کی بیوہ اُمّ فروہ ہے، یہ ان کا بیٹا قاسمؓ ہے۔“

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بی بی چلی آرہی ہے چادر اوڑھے ہوئے، ان کے ساتھ ایک اٹھارہ سال کا جوان ہے۔ میں نے کہا:

”یہ کون ہے؟“

کہا: ”یہ اُمّ سلیمانؓ ہے اور یہ ان کا بیٹا علی اکبرؓ ہے۔“

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بی بی چلی آرہی ہے، ان کی گود میں ایک اٹھارہ دن کا بچہ ہے۔ میں نے کہا:

”یہ کون ہے؟“

کہا: ”یہ ربابؓ ہے اور ان کا بیٹا علی اصغرؓ ہے۔“

تو راویہ کہتی ہے کہ تھوڑی دیر میں ایک بالچل مچی، ایک بالچل مچی، عباسؓ ادھر دوڑے، علی اکبرؓ ادھر دوڑے، حسینؓ ادھر دوڑے،

میں نے کہا: ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“

کہا: ”اس وقت.....“

راویہ کہتی ہے میں نے دیکھا عباسؓ، ادھر دوڑے، علی اکبرؓ ادھر دوڑے، حسینؓ کرسی

سے اٹھے اور بڑھے میں نے کہا: ”یہ کون آرہا ہے؟“

کہا: ”یہ شہزادی عالم زینب کبریٰ تشریف لارہی ہیں۔“
عباسؑ نے بڑھ کر بازو تھامے، علی اکبرؑ نے نعلین رکھیں، حسینؑ نے سہارا دیا۔ (میں
نے ایسی بات تو نہیں پڑھی جو آپ رونے لگے میں نے تو مدینے سے جانا بیان کیا ہے۔
میں نے کربلا سے جانا بیان تو نہیں کیا!)

زینبؑ آگئیں، پورا قافلہ چلا۔ (سلامت رہیں یہ قافلے والے سلامت رہیں، یہ
چالیس محملیں سلامت رہیں) پورا قافلہ چلا اور جب چلا تو تھوڑی دیر میں ایک مرتبہ
ادب سے آواز آئی:

”قافلے والورک جاؤ“

حسینؑ نے مڑ کر دیکھا تو دیکھا کہ صغریٰ کنیزوں کا سہارا لیئے ہوئے (ایک طرف)
واکیں طرف ایک کنیز، بائیں طرف ایک کنیز۔ بازو پکڑے ہوئے، سنبھالے ہوئے
لے کر آرہی ہیں۔ جب دیکھا کہ بیٹی آرہی ہے تو کہا:

”عباسؑ رُک جاؤ رُک جاؤ“

شاید بیٹی کچھ کہنا چاہتی ہے۔ بیٹی قریب آئی۔ حسینؑ نے بڑھ کر بائیں پھیلادیں۔
بیٹی سینے سے چٹ گئی۔ حسینؑ نے سر کو چوما، کہا:

”بیٹی! ابھی تو ہم مل کے آئے ہیں۔“

کہا: ”بابا! گھر میں دل نہیں لگتا“

کہا: بابا! اجازت ہے کہ ایک مرتبہ اہل حرم سے اور مل لوں؟“

امام حسینؑ نے جناب عباسؑ سے کہا:

”عباسؑ بیٹی چاہتی ہے کہ ایک مرتبہ اور مل لے تو قاتلیں لگا دو تا کہ میری بیٹی

مل لے“

ایک مرتبہ قناتوں میں داخل ہوئے، سب سے پہلے جناب زینبؓ پر نظر گئی۔
 ”پھوپھی جان! (پہلے سن لیجئے پھر رویئے) پھوپھی جان! مجھے تجربہ ہے کہ آپؓ کی
 بات بابا کبھی نہیں ٹالتے۔ کیا آپؓ اتنی سی بات بابا سے نہیں کہہ سکتیں کہ مجھے بھی ساتھ
 لے چلتے۔“

کہا: ”بیٹی میں نے کہا تھا، لیکن تیرے بابا نے کہا صغریٰ کا نام فہرست میں نہیں ہے۔“
 اے حسینؑ تیری مظلومی کو سلام! تیری بے بسی پر سلام! تیری بے زبانی پر سلام! تو
 نے یہ تو کہا کہ فہرست میں نام نہیں، لیکن اصل وجہ نہیں بتائی اصل وجہ نہیں
 بتائی اصلی وجہ نہیں بتائی کہ صغریٰ بیٹی جب آپ تھوڑی دور چلتی ہیں، بغیر کنیزوں
 کے سہارے کے نہیں چلتیں۔ یہاں سے کر بلا تک اگر کہئے تو ہم اپنے کاندھوں پر آپ
 کو لے جائیں۔ مگر یہ بتائیے کہ پھر کر بلا سے شام تک کون لے جائے گا؟ کر بلا سے
 کون لے گا؟

خیمے میں داخل ہوئیں، سب کو دیکھا، جناب ام کلثومؓ کے پاس آئیں، پھر جناب
 ربابؓ کو دیکھا، پھر دیکھا دور کھڑی ہوئی سکیئہ ملی۔ آگے بڑھیں اور گلے میں بہن کے
 بہن نے بائیں ڈال دیں اور کہا:

”سکیئہ! تم بڑی خوش نصیب ہو، تم بڑی خوش نصیب ہو کہ بابا کے ساتھ جا رہی ہو،
 میں بڑی بد نصیب ہوں کہ بابا مجھے چھوڑے جا رہے ہیں۔“

پھر پلٹیں اور ربابؓ کی گود میں اصغرؑ نے صغریٰ کو دیکھا۔ صغریٰ نے ہاتھ بڑھایا،
 اصغرؑ ہمک کر آیا اور صغریٰ نے کلیجے سے لگایا اور کہا:

”اے اہل حرم خدا حافظ! جانیئے اب مجھے کوئی فکر نہیں، اصغرؑ میرے پاس رہے گا۔“

جناب زینبؓ آئیں، کہا:

”بیٹا! اصغر کو دے دو۔“

کہا: ”پھوپھی جان! میں اصغر کو نہیں دوں گی۔“

کہا: ”بیٹا تیرا باپ کہتا ہے کہ کربلا اصغر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، دے دے۔“

کہا: ”پھوپھی جان! میں نہیں دوں گی۔“

کہا: ”ایک شرط ہے، اصغر خود کسی کی گود میں آجائے تو میں حوالے کر دوں گی۔“

جناب زینبؓ نے ہاتھ بڑھایا:

”اصغر گود میں آ جا۔“

نہیں آیا اُمّ کلثومؓ آئیں، نہیں آیا ربابؓ ماں تھیں، آئیں نہیں آیا سکیئہؓ نے ہاتھ بڑھایا، نہیں آیا زینبؓ دوڑتی ہوئی گئیں حسینؓ کے پاس غضب ہو گیا، اصغر کسی کے پاس نہیں آتا اور حسینؓ چلے۔ صغریٰؓ نے حسینؓ کو آتے ہوئے دیکھا۔

کہا: ”بھئی! اصغر! آج بہن کی محبت کی لاج رکھنا۔ بہن کی محبت کی لاج رکھنا۔“ حسینؓ بڑھے، ہاتھ بڑھایا، اصغر گود میں نہیں آیا۔ اصغر گود میں نہیں آیا، اصغر گود میں نہیں آیا۔ حسینؓ نے آستینیں اٹھیں اور آہستہ سے کان میں کہا:

”اصغر! صغریٰؓ کے پاس رہو، مبارک ہو، لیکن جب حُرملہ کا تیرا آئے گا تو گردن کس کی دوں گا؟“

یہ کہنا تھا کہ اصغر حسینؓ کی گود میں چلے گئے اور صغریٰؓ نے کہا:

”بھئی! علی اصغرؓ۔ بھیا علی اصغرؓ۔ (نصیر المجاہد صفحہ: ۱۸۳ تا ۱۷۷)

مولانا سید ظلِ حسنین زیدیؒ

علی ابنِ عاصم سے روایت ہے کہ جب وقت ظہور مہدی علیہ السلام ہوگا۔ تو

ذوالفقار خود بخود دنیا م سے نکلے گی۔ اور آواز آئے گی اے فرزند ابوتراب یہ وقت ظہور ہے اور علم کا پرچم خود کھلے گا آواز آئے گی کہ اے نائب رسول یہ وقت خروج ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب ذوالفقار دنیا م سے نکلے گی فریاد کرے گی مولا میں نے دیکھا کہ حسینؑ یکہ و تنہا میدانِ کربلا میں کھڑے ہوئے استغاثہ کر رہے ہیں۔ عزادار و امام حسینؑ کا نام بھی عجب نام ہے جب زبان پر آتا ہے۔ دل پر چوٹ لگتی ہے آنکھوں سے آنسو نکل جاتے ہیں۔ کبھی تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ لاشِ قاسمؑ کے ٹکڑوں کو جمع کر رہے ہیں۔ کبھی تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ لاشِ علی اکبرؑ پر کھڑے ہیں فرماتے ہیں اے بیٹا علی اکبر تمہارے مرنے سے بینائی جاتی رہی۔ اب تو حسینؑ کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا ہے کبھی یہ تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ برابر کے بھائی کے لاشے پر کھڑے ہیں۔ فرماتے ہیں بھئیٰ عباسؑ تمہارے مرنے سے کمر ٹوٹ گئی بھئیٰ فرات کے کنارے سو رہے ہو۔ علی اصغرؑ بیاسا ہے۔ عزادار و امام حسینؑ نے یکسی کے عالم میں استغاثہ بلند کیا فرمایا، هل من ناصر ینصرنا، هل من مغيث ینغثننا۔ کوئی ہے کہ جو اس یکسی کے عالم میں میری مدد کرے۔ کوئی ہے جو اس عالمِ غربت میں حسینؑ کی مدد کرے یہ آواز استغاثہ خیمہ میں علی اصغرؑ کے کانوں میں پہنچی ششما ہے علی اصغرؑ نے جھولے سے خود کو گرا دیا۔ بیبیوں میں شور بکا بلند ہوا۔ امام حسینؑ زخموں سے چور چور خیمے میں آئے دیکھا کہ ساری بیبیاں علی اصغرؑ کے جھولے کے گرد جمع ہیں اور علی اصغرؑ رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نزدیک آئے اور فرمایا کہ اے بہن زینبؑ لاؤ علی اصغرؑ کو ہمیں دے دو، میں اس کو مقتل میں لے جا کر اعدا سے پانی مانگوں شاید یہ قوم جفا کار ایک جرعہ آب دے دے، جناب زینبؑ خاتون نے بچے کو امام حسینؑ کی گود میں دیا میں نے خطیبِ آلِ محمدؐ مولا زیدی صاحبِ قبلہ سے سنا ہے کہ علی اصغرؑ کی ماں جناب اُمّ رباب نے بچے کا شلو کا بدلا

اُلجھے ہوئے بال سلجھائے بچے کو بیمار کیا اور فرماتی ہیں لو بیٹا علی اصغرؑ سدھارو خدا آپ کا حافظ و ناصر۔ بیٹا مقتل میں جا رہے ہوا اگر تیر آئے تو حسینؑ کو بچانا۔ غرض کہ امام حسینؑ بچے کو لے کر خیمے سے نکلے۔ اور اُمّ رباب درخیمہ پر پس پردہ کھڑی ہو گئیں۔ امام حسینؑ نے فوج مخالف سے علی اصغرؑ کے لیے پانی مانگا۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے زعم ناقص میں اگر میں اس قابل نہیں کہ پانی پلاؤ تو اس بچے نے کیا خطا کی ہے ایک چٹو پانی پلا دو۔ جب فوج مخالف نے یہ سنا تو آپس میں کہنے لگے کہ حسینؑ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس شیر خوار کو پانی پلانا چاہیے۔ فوج کا رنگ بگڑا جب عمر بن سعد نے یہ دیکھا کہ فوج کا رنگ بدل گیا ہے۔ خیال کیا کہ کہیں فوج حسینؑ کا ساتھ نہ دینے لگے حُرملہ کو بلایا اور کہا قطع کلام الحسین۔ ارے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ عزادار و احرار ملہ نے ایک تیرسہ شعبہ کمان میں جوڑا۔ اور تیر علی اصغرؑ کی گردن کو توڑتا ہوا نکل گیا اور حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ نا معلوم امام حسینؑ نے کس طرح علی اصغرؑ کے گلے سے تیر نکالا ہوگا۔ علی اکبرؑ کے سینے سے برجھی کا پھل بھی نکالا تھا مگر نا معلوم حسینؑ نے اس وقت اپنی یا پسر کی آنکھیں بند کی تھیں مگر اب علی اکبرؑ نہیں جو جوان تھے، اب علی اصغرؑ ہیں جو پھول کی طرح کملائے ہوئے ہیں۔ تیر گلے میں اور حسینؑ کے بازو میں لگا ہوا ہے تیر نکالا اور خون کے چند قطرے چلو میں لیے۔ چاہتے ہیں کہ آسمان کی طرف اس خون ناحق کو پھینکیں آواز آئی فرزند رسولؐ اس خون ناحق کا کوئی قطرہ آسمان کی طرف نہ پھینکنا ورنہ بارش نہ ہوگی۔ چاہتے ہیں کہ زمین کی طرف پھینکیں آواز آئی فرزند ابوترابؑ اس خون ناحق کا کوئی قطرہ اگر زمین پر گرا تو ایک دانہ بھی پیدا نہ ہوگا۔ امام حسینؑ نے وہ خون ناحق اپنے چہرے پر ملا۔

لا شہ علی اصغرؑ کو لے کر خیمہ کی طرف بڑھے۔ لیکن کبھی پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے

ہیں اور کبھی آگے کی جانب فرماتے ہیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ رِضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لِّأَمْرِهِ - پھر ذوالفقار سے
مقتل میں ایک ننھی سی قبر تیار کی علی اصغر کو دفن کیا۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(یادگار جلیس صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۳)

مولانا محمد اسماعیل دیوبندی

کیا مسلمانوں نے اہل بیتؑ کے ساتھ تمسک کیا؟ اگر دنیا اہل بیتؑ کے ساتھ
تمسک کرتی تو خامس آلِ عباؑ آج میدانِ کربلا میں اکیلے کھڑے ہو کر یہ کیوں فرماتے
کہ: هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا : کوئی ہے جو مجھ غریب کی مدد کرے جب میرے مولا
نے یہ استغاثہ بلند کیا تو نہرِ فرات سے ایک لاشہ تڑپا۔

کہا مولا! میرے بازو نہیں ورنہ حاضر تھا۔ درخیمہ سے زینبؑ کی آواز آئی بھیا! مدد
نہ مانگو زینبؑ کی چادر حاضر ہے۔ علی اصغرؑ جھولے میں تڑپا بابا! میں حاضر ہوں جب خیمے
سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو حسینؑ خیمے میں آئے کہا زینبؑ! کیا بات ہے۔ کہا
بھیا! جب سے آپ نے استغاثہ کی آواز بلند کی ہے اصغرؑ جھولے میں نہیں رہتے۔ امام
نے فرمایا زینبؑ! لا وَاَصْغَرَ كُوفِيَّ دَعَا - شاید نانا کی اُمت اصغرؑ کو ایک گھونٹ پانی
دے دے۔ حسینؑ نے علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر لیا، اوپر عبا کا دامن ڈالا اور میدان میں
آئے۔ لشکرِ یزید کے سامنے آکر فرمایا، او مسلمانو! تمہاری نظر میں اگر خطا کار ہوں تو
میں ہوں لیکن اس بچے کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ تین دن کا پیاسا ہے، اس کی ماں کا
دودھ بھی خشک ہو چکا ہے اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ پسرِ سعد نے حُملہ سے کہا

کیا دیکھ رہا ہے۔ ”اقطع کلام الحسین“ کہ حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ اس ملعون نے تین نوک والا تیر کمان میں ڈالا۔ تیر چلانے کا ارادہ کیا تو تیر زمین پر گر پڑا۔ دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ عمر سعد نے کہا حُرملہ! تو تو بڑا تیر انداز تھا تجھے کیا ہو رہا ہے۔

میں قربان جاؤں حُرملہ نے کہا کہ جب میں تیر چلانے کا ارادہ کرتا ہوں تو درخیمہ پر ایک کالے برقعے والی بی بی آ کر کہتی ہے۔ ظالم! میری چھ مہینے کی کمائی برباد نہ کر۔ ظالم نے زہر آلودہ تیر چلایا جو علی اصغرؑ کی گردن سے ہوتا ہوا حسینؑ کے بازو میں جا لگا۔ علی اصغرؑ کے خون کو حسینؑ نے ہاتھوں پر لیا۔ زمین پر پھینکنے کا ارادہ کیا، زمین سے آواز آئی حسین اگر اس ناحق خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو قیامت تک کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔ آسمان کی طرف ارادہ کیا تو آواز آئی۔ حسین! قیامت تک بارش نہیں ہوگی حسینؑ رو کے کہتے ہیں۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں
لکھا ہے کہ آسمان کی طرف سے ایک بی بی کی آواز آئی حسینؑ! یہ خون مجھے دے دو
میں اپنے بالوں پر ملوں گی اور قیامت کے دن بابا کو دکھاؤں گی کہ بابا! دیکھ تیری اُمت
نے اصغرؑ کا کیا حال کیا ہے۔

پھر حسینؑ نے علی اصغرؑ کے لاشے کو اٹھایا ارادہ کیا کہ خیمے میں لے جاؤں پھر سوچا
اگر ماں دیکھے گی تو مرجائیگی کئی مرتبہ خیمے کی طرف گئے پھر واپس ہوئے آخر۔

نخعی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(مجموعہ تقاریر مبلغ اعظم صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۳)

﴿علامہ سید محمد باقرؒ ”شاگرد شریف العلماء“﴾

شیر خوار کی شہادت

تذکرہ سبط بن جوزی میں ہشام کلبی سے مروی ہے کہ جب حسینؑ نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہیں تو قرآن مجید کو کھول کر سر پر رکھا اور با آواز بلند صدادی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور میں تمہارے رسولؐ کا فرزند ہوں۔ بتاؤ میرے خون کو کیوں حلال سمجھتے ہو؟ اتنے میں آپؐ نے شیر خوار بچے کی گریہ کی آواز سنی جو پیاس سے رو رہا تھا پس اس کو ہاتھوں پر اٹھایا اور فرمایا۔ اے قوم اگر تم میرے اوپر رحم نہیں کرتے تو اس شیر خوار بچے پر تو رحم کرو۔ اس کا جواب کیا ملا؟ ایک ملعون نے تیر جفا سے بچے کو باپ کی گود میں ہی شہید کر ڈالا۔ امام علیہ السلام رو دیئے اور بارگاہِ خدا میں عرض کی۔ اے میرے پروردگار میرے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنا جنھوں نے ہم کو دعوت دی اور ہماری نصرت سے دست بردار ہو کر ہمارے قتل کے درپے ہوئے۔ پس فضا سے ایک آواز آئی۔

دَعَا يَا حُسَيْنَ فَإِنَّ لَهُ مَوْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔ اے حسینؑ اس کی دایہ جنت میں موجود ہے۔ (نفس المہموم صفحہ: ۱۷۵)

ممکن ہے اس دایہ سے مراد یا تو حورِ جنت ہو یا اس سے مراد خاتونِ جنت ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب زینبؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنا شیر خوار فرزند دیجئے تاکہ میں اس کو وداع کر لوں لیکن جب دیکھا کہ پیاس سے اس کے لب خشک ہیں اور رو رہا ہے تو پانی طلب کرنے کی خاطر ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں تشریف لائے اور فرمایا تمہارے اوپر ویل ہو اس شیر خوار کو تو پانی دے دو۔ دیکھتے نہیں ہو کہ بلا قصور پیاس سے

تڑپ رہا ہے۔

يَا قَوْمُ قَدْ قَتَلْتُمْ اَحْيٰى وَاَوْلَادِيْ وَاَنْصَارِيْ مَا بَقِيَ غَيْرَ هَذَا الْطِّفْلِ
فَاسْقُرُوْهُ شَرِيَةً مِّنَ الْمَاءِ

”اے قوم! تم نے میرے بھائی اولاد اور انصار کو شہید کر ڈالا ہے اور اب سوائے اس بچے کے اور کوئی باقی نہیں رہا اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ اگر میرے اوپر تم رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو۔“

لیکن کس زبان سے کہوں امام کے کلام کا ان سنگدلوں پر کیا اثر ہوا۔ بس ایک تیر ظلم گلوئے نازنین پر آیا کہ بچہ باپ کی گود میں ہمک کر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

بے شک اس پانی کے بدلے میں حسینؑ کو چار پانی عطا ہوئے (۱) کوثر کہ حسینؑ پر رونے والے اس سے سیراب ہو کر مسرور ہوں گے (۲) آب حیات جس کو رونے والوں کی آنسو سے آمیزش کیا جاتا ہے۔ اور اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے یہ بھی جنت میں رونے والوں کو نصیب ہوگا۔ (۳) مومنوں کے آنسو کا پانی کیونکہ حسینؑ قتل العبرہ ہیں۔ (۴) ہر سرد پانی کیونکہ جب بھی مومن سرد پانی پیتا ہے تو حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہے اور مستحب ہے کہ جب انسان سرد پانی پیئے تو حسینؑ پر صلوات اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔ یہ کیوں نہ ہو، حالانکہ آپ کو دین خدا کی حفاظت کے بدلے میں پانی کے چار قسم کے حقوق سے محروم کیا گیا۔ پہلا حق تو وہی ہے جو عام انسان کو پانی کے استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرا حق ذی روح ہونے کی حیثیت سے کیونکہ ہر ذی روح کی زندگی پانی پر منحصر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی حیوان مملوک پیاس سے مر رہا ہو اور پانی کم ہو تو نماز کے لیے تیمم کیا جاتا ہے اور اس کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاتا۔ تیسرا حق خصوصی اہل کوفہ پر تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ ان کو پیاس سے جاں بلب ہونے کی

حالت میں سیراب فرمایا تھا اور چوتھا حق اس لیے کہ دریائے فرات جناب فاطمہؑ کو خداوند کریم نے عطا فرمایا تھا۔ جبکہ ان کی شادی حضرت علیؑ سے ہوئی تھی۔ حضرت سید الشہداءؑ کے چار اعضاء مبارکہ پر پیاس کی شدت ظاہر تھی (۱) ہونٹ بالکل خشک ہو چکے تھے (۲) جگر کباب ہو رہا تھا (۳) زبان مبارک پر آبلے پڑ گئے تھے (۴) چشم اطہر پر تار کی چھا گئی تھی۔ (ملخص از خصائص حسینیہ)

جناب سیکنہ خاتون جب بعد از شہادت باپ کی لاش پر پہنچیں تو فرماتی ہیں کہ گلوئے بریدہ سے آپ یہ فرما رہے تھے۔

”اے میرے شیعو! تم سرد پانی پیو تو مجھے یاد کرنا، یا اگر تم کسی غربت زدہ یا شہید کا ذکر سنو تو مجھے یاد کر کے رونا میں وہ سبب ہوں کہ بغیر جرم کے انھوں نے مجھے قتل کیا ہے اور قتل کے بعد گھوڑوں کے سموں سے میری لاش کو پامال کیا ہے۔

ان پر ویل ہو کہ انھوں نے رسولِ اشقیٰ کے دل کو زخمی کیا۔ کتنی زبردست مصیبت ہے جس نے عالم کے ارکان گرا دیئے۔ کاش یوم عاشور تم سب مجھے دیکھتے ہوتے کہ میں کس طرح اپنے بچے کے لیے پانی مانگتا تھا اور وہ رحم نہ کرتے تھے اور اس کو آب شیریں کے بدلے میں ظلم کے تیر سے سیراب کیا تھا اے میرے شیعو! جتنا کر سکو ہر وقت ان پر لعنت بھیجو!“

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے شیر خوار شہزادے کا خون چلو پر لیا کہ وہ پُر ہو گیا اور اسے آسمان کی طرف پھینک دیا کہ ایک قطرہ واپس زمین پر نہ پلٹا۔ (شاید وہ ملائکہ مقربین نے محفوظ کر لیا ہو کہ بروز محشر بطور شہادت اُسے پیش کیا جائے) احتجاج میں ہے کہ پس گھوڑے سے اترے اور خون آلود نازنین کو سپرد خاک فرمایا۔ نوک تلوار سے قبر کھودی اور نماز جنازہ ادا کر کے اسے سپرد خاک کیا اور تمام شہداء سے اس شہید کے

ساتھ یہ زالا برتاؤ کیوں کیا۔ اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں (۱) شاید وجہ یہ ہو کہ اور کسی شہید کو دفن کرنے کا موقع نہ ملا ہو اور اس کے لیے موقع مل گیا ہو۔ (۲) شاید اس لیے کہ امام کو گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سر نازک بدن سے جدا ہو کر نوک نیزہ پر سوار ہو (۳) ممکن ہے کہ تین روز تک ریگ گرم پر اس نازنین کا رہنا گوارا نہ ہو (۴) گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال ہونا ناقابل برداشت ہو (۵) ممکن ہے شہزادہ کی خورد سالی اور بے دردی سے عالم پیاس، میں تیر جفا کا نشانہ ہونا چونکہ حد سے زیادہ المناک اور روح فرسا تھا اس لیے کہ ماں کو لاش معصوم کو دیکھنے کی زیادہ تاب برداشت نہ تھی (۲) دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظور خاطر نہ تھا۔ پس مستورات نے اپنے اپنے مقام پر بین کیے اور خیمہ گاہ میں کہرام ماتم بپا ہوا۔ (مجالس الرضیہ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۵)

﴿عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین مجتہد﴾

اسی دنیا میں ایسے گزرے ہیں جن کو دیکھ کر ظاہر ہوتا تھا کہ ان میں درندوں کی روحیں کام کر رہی ہیں، اور بعض انسان تو ایسے بھی گزرے ہیں جن کی سیرت جانوروں سے بھی بدتر تھی اور جن کے لیے قرآن کا ارشاد تھا۔

”إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا“

وہ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر اور اگر آپ ایسے حیوان نما انسانوں کو دیکھنا چاہتے ہوں تو ان کی سب سے بڑی تعداد کربلا کے میدان میں نظر آئے گی، کیا کوئی ان لوگوں کو انسان کہہ سکتا ہے جو نہ بچوں پر رحم کریں نہ بوڑھوں پر اور نہ عورتوں پر، کیا کوئی ان کو انسان کہہ سکتا ہے جو خدا کے صالح ترین بندوں کو بے جرم و خطا قتل کر دیں کیا کوئی ان لوگوں کو انسان کہہ سکتا ہے جو فقط سوال

آپ پر چھ ماہ کے بچے کو باپ کی گود میں تیر ستم کا نشانہ بنادیں؟
 آپ یاد رکھیں کوئی بھی انسان جس کے پہلو میں انسانی دل ہے قتل علیٰ اصغر کو انسانی
 فعل نہیں کہہ سکتا، سن چکے ہیں آپ اور ہزاروں بار واقعہ شہادت علیٰ اصغر کو اور آج پھر
 سینے مگر ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ سیدہ عالم اس مجلس میں تشریف فرما ہیں
 اور اپنے پوتے کا ذکر سن رہی ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تمام انصار ختم ہو چکے اعزاء بھی شہید ہو چکے،
 قاسم، عباس، علی اکبر بھی دادِ شجاعت دے چکے تو اب حسینؑ خود لشکرِ عمر سعد کے سامنے
 آئے اور اتمامِ حجت کے لیے آوازِ استغاثہ بلند کی۔ ہل من ناصرِ نصرنا، کیا کوئی
 ہے ہمارا مددگار جو آکر ہماری مدد کرے؟ حسینؑ کی آوازِ استغاثہ کا لشکرِ عمر سعد پر تو کیا
 اثر ہوتا مگر لاشہائے شہدائیں تلاطم پیدا ہو گیا کئی ہوئی گردنوں سے آوازیں آنے لگیں۔
 ”لَکَیْکَ لَکَیْکَ یَا بُنِیَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

ہم اب بھی حاضر ہیں مگر کیا کریں موت نے ہمیں مجبور کر دیا۔ عزا دارو! ادھر
 تو لاشہائے شہدائیں تلاطم ہوا اور ادھر خیمہ سے رونے کی آواز آئی حسینؑ پلٹ کر خیمہ
 میں آئے اور جنابِ زینبؑ سے ارشاد فرمایا بہن میں نے تم کو منع کیا تھا کہ میری زندگی
 میں نہ رونا کیا سبب ہے کہ تمہارے گریہ کی آواز بلند ہوئی؟ زینبؑ نے ارشاد فرمایا کہ
 بھئی میں تو نہ روتی مگر آپ کی آوازِ استغاثہ کچھ ایسی دردناک تھی کہ علی اصغرؑ نے اپنے
 کو جھولے سے گرا دیا۔ حسینؑ فرماتے ہیں کہ لاؤ بہن، علی اصغرؑ کو لاؤ شاید یہ اشقیا ترس
 کھا کر دو بوند پانی دے دیں۔

بہن نے بچہ کو بھائی کی گود میں دیا، ماں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی،
 حسینؑ بچے کو عبا کے دامن سے چھپائے ہوئے خیمہ کے باہر تشریف لائے ادھر لشکرِ عمر

سعد میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ حسینؑ تبرکات انبیاء لارہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ قرآن لارہے ہیں، اُدھر حسینؑ ایک بلندی پر تشریف لائے اور عبا کا دامن ہٹایا تو قرآن صامت تو نہ تھا مگر ہاں قرآن ناطق کا ایک چھوٹا سا سورہ ضرورتاً، امام حسینؑ نے بچے کو دونوں ہاتھوں پر بلند کیا۔ کھلایا ہوا بچہ باپ کے ہاتھوں پر کروٹیں بدل رہا ہے، حسینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے گروہ جفا کار! اگر حسینؑ تمہارے نزدیک گنہگار ہے تو اس بچے نے تو کچھ قصور نہیں کیا، اس کو دو بوبد پانی پلا دو کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔

جب اس کا کوئی جواب نہ ملا تو اب حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ شاید میں اس بچے کے بہانے پانی پینا چاہتا ہوں تو لو میں اس بچے کو اس جلتی زمین پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آ کر اس کو پانی پلا دو، جب اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا تو اب حسینؑ خود علیؑ اصغر کی طرف متوجہ ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ نورِ نظر تو بھی حجتِ خدا کا فرزند ہے ذرا اپنی پیاس ان اشتیاق پر ظاہر کر دے۔ عزا دارو! بتاؤ علیؑ اصغر اپنی پیاس کس طرح ظاہر کریں۔

بچے نے اپنی ڈھلی ہوئی گردن لشکر کی طرف پھیری اور خشک ہونٹوں پر سوکھی زبان پھرانا شروع کی، یہ وہ منظر تھا جس کو دیکھ کر دوست تو دوست دشمنوں کے بھی کلیجے پانی ہو گئے اور اولاد والے دل کو پکڑ کر بیٹھ گئے۔

اس مقام پر میں ایک بات عرض کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جو شخص بھی حسینؑ کی نصرت کے لیے میدان میں آیا وہ کسی نہ کسی اسلحہ سے مسلح ہو کر ضرور آیا، کچھ نے تیروں سے دشمنوں کو دفع کیا، کچھ نے نیزوں سے اشتیاق کے کلیجے برمادیے اور کچھ نے تلواروں سے دشمنوں کی رگِ حیات منقطع کر دی، لیکن عزا دارو! تم ہی بتاؤ کہ علیؑ اصغر کن اسلحوں

سے مسلح ہو کر آئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ علی اصغرؑ دیکھ رہے تھے کہ میرے چچا عباسؑ نے نیزہ سے جنگ کی اور سیکڑوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا میرے بھائی علی اکبرؑ نے تلوار سے جہاد کیا اور بڑے بڑے پہلوانوں کو موت کا مزہ چکھا دیا، اس لیے علیؑ اصغرؑ بھی کچھ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلے، کیا عرض کروں کہ وہ کون سے ہتھیار تھے وہ چھوٹے چھوٹے ہونٹوں کی کمان تھی اور ننھی سی زبان کا تیر تھا اور امام نے علیؑ اصغرؑ سے فرمایا کہ نور نظر اپنی پیاس ان ظالموں پر ظاہر کر دو، اور ادھر اس بچے نے اپنے سوکھے ہونٹوں کی کمان پر خشک زبان کا تیر چلایا۔

عزادارو! یہ وہ تیر تھا جو ایک ساتھ تمام لشکروالوں کے کلیجوں کے پار ہو گیا اور اولاد والے کلیجے پکڑ کے بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ بیشک حسینؑ سچ تو کہتے ہیں اس بچے نے کیا قصور کیا ہے اس کو پانی پلا دو۔

عمر سعدؓ نے جو لشکر کی یہ بگڑتی ہوئی حالت دیکھی، رخ کیا حرمہ کی طرف اور کہا۔
اِقْطَعْ كَلَامَ الْحُسَيْنِ حُرْمَةَ كَيْدٍ يَكْتُمُ هُـ حَسِينُ كَا كَلَامِ قَطْعِ كَرْدِے، عزادارو! حسینؑ کا کلام قطع ہوتا ہے، حرمہ نے تیرسہ شعبہ چلہ کمان میں جوڑا اور گردن علیؑ اصغرؑ کی تاکی، ادھر حسینؑ محبت بھری نظروں سے علیؑ اصغرؑ کو دیکھ رہے تھے کہ تیر گلے پر پڑا اور بچہ امام کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا اب حسینؑ کیا کریں؟ چلو گلوئے علیؑ اصغرؑ سے لگا دیا جب بھر گیا چاہازمین کی طرف پھینکیں، آواز آئی حسینؑ اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی مجھ پر گر گیا تو قیامت تک ایک دانہ بھی روندہ نہ ہوگا۔

حسینؑ نے چاہا آسمان کی طرف پھینکیں نذا آئی حسینؑ اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی مجھ تک آیا تو قیامت پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ گرے گا، آخر حسینؑ نے وہ

خون اپنے چہرے پر لیا اور فرمایا کہ میں اسی شان سے اپنے نانا رسالت مآب سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد امام حسینؑ خیمہ کی طرف روانہ ہوئے خیمہ کے قریب آئے مگر ہمت نہ ہوئی کہ مادر علیؑ اصغر کو آواز دیں واپس ہوئے خیمہ سے پھر آگے بڑھے پھر ہمت نے ساتھ چھوڑا پھر واپس ہوئے آخر خیمہ کے در پر آکر آواز دی، لے رہا باپ اپنے بچے کو لے جا، صاحب نہضۃ الحسینؑ کہتے ہیں کہ رہا باپ سے پہلے سیکندہؑ دوڑ کر در خیمہ تک پہنچ گئیں اور پردہ اٹھا کر آواز دی کہ کیوں بابا! آپ علیؑ اصغر کو پانی پلا لائے اور میں پیاسی ہی رہ گئی؟ امام نے عبا کا دامن ہٹایا سیکندہؑ کی نظر لاش پر پڑی اور بچی چیخ مار کے بے ہوش ہوئی، اب رہا باپ بھی قریب آچکی تھیں بچے کی لاش دیکھ کر دل شکستہ ماں، اور کیا کہتی صرف اتنا زبان پر جاری ہوا کہ:

کیوں؟ فرزند کیا تیری عمر کے بچے بھی ذبح کیے جاتے ہیں گویا مطلب رہا باپ کا یہ تھا کہ تیری عمر کے تو جانور تک ذبح نہیں کیے جاتے۔ مگر ہائے میرے لال تجھ پر کسی نے رحم نہ کیا۔ (مجالس الشیعہ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۷)

﴿مولانا سید نجم الحسن صاحب نثار لکھنوی﴾

کون حسین؟ علیؑ وفا طمہ کے بیٹے۔ رسول مقبول کے نواسے جن کے لیے سرور کائنات ارشاد فرماتے تھے کہ حسینؑ میرا مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں جس نے حسینؑ کو رنج دیا اُس نے مجھ کو رنج دیا کیوں مسلمانو کیا کیا کر بلا میں رسول مقبول کے اس ارشاد کی کچھ بھی قدر کی گئی حسینؑ کا مقابلہ کسی دوسری قوم سے نہ تھا بلکہ خود اپنے نانا کی اُمت والوں سے تھا۔ اُن سے مقابلہ تھا جن کو یہ دعویٰ بھی تھا کہ وہ رسولؐ کے کلمہ گو ہیں۔ اُن سے مقابلہ تھا جو یہ کہتے تھے کہ اُن کا ایمان خداے برحق پر ہے اور وہ رسولؐ

کے سچے پیرو ہیں۔ آئیے اور ذرا بید کے لشکر کا غور سے جائزہ لیجئے تو آپ کو بہت سے حافظ قرآن نظر آئیں گے مگر کس طرح۔ اس طرح کہ گلے میں قرآن شریف جھانک رہے ہیں لیکن جس رسولؐ سے یہ قرآن شریف ملا ہے اُسی رسولؐ کے اُس پیارے نواسے حسینؑ سے جس کے لیے آپؐ فرماتے تھے کہ اس کا معمولی سے معمولی رنج بھی میرے انتہائی غم والم کا باعث ہے لڑنے کے لیے کوئی اپنے نیزہ کی انی درست کر رہا ہے کوئی اپنی تلوار کی باڑھ دیکھ رہا ہے کوئی اپنے ترکش کے تیر شمار کر رہا ہے اور کوئی اپنے خنجر کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا ہے۔ مسلمانو! دل پھٹ جانے کو کافی ہے وہ وقت آخر کا واقعہ جب حسینؑ کے تمام عزیز و انصار شہید ہو چکے ہیں اور حسینؑ یکس و مظلوم خدا کی بارگاہ میں اپنا آخری ہدیہ پیش کرنے کے لیے اپنے ننھے مسافر علیؑ اصغرؑ کو گود میں لے کر نکلے ہیں میدان میں آئے اور اُن نام نہاد مسلمانوں کے سامنے اُس شیر خوار بچے کو یہ کہہ کر پیش کرتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں حسینؑ خطا وار ہے تو دیکھو اس بچے سے تو کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی، اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے اس کو تھوڑا سا پانی دے دو مگر جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حسینؑ اگر تمام دنیا پانی پانی ہو جائے تب بھی تم کو یا تمہارے بچوں کو پانی نہ دیں گے۔ آپؐ نے محض اتمامِ حجت کی غرض سے فرمایا کہ دیکھو اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ حسینؑ اس بچے کے بہانے سے پانی مانگ کر خود پی لے لگا تو میں اس کو اس جلتی ہوئی زمین پر لٹائے دیتا ہوں آؤ اور اپنے ہاتھ سے اس کو ایک گھونٹ پلا دو۔ یہ فرمایا اور بچے کو اس جلتی زمین پر لٹا دیا۔ صاحبانِ اولاد! ذرا غور کرنا اور یہ سوچ کر غور کرنا کہ اگر تمہارا بچہ کبھی معمولی گرمی سے بے چین ہو تو تمہارا کیا حال ہوتا ہے۔ کبھی بچے کو پنکھا جھلتنے ہو کبھی اُس کے کپڑے بدلتے ہو، بادشاہِ دین و دنیا کا فرزند۔ عرب کا تہنہ ہوا بن تین دن کی پیاس اور صرف چھ مہینے کی ننھی سی جان مگر واہ رے شیروں کے شیر گرمی

محسوس کرنا کیا بچہ کے تیور بھی نہیں بدلتے اور پھر یہی نہیں کیا کیا اُس نغمے مجاہد نے مسکرا کر ہونٹوں پر زبان پھیری بچہ کا یہ حربہ معمولی نہ تھا یہ وہ حربہ تھا جس نے زمانے کی کروٹ بدل دی انسان تو پھر انسان ہے جانوروں تک نے یہ اثر لیا کہ زمین پر گھوڑے ٹاپیں مارنے لگے فوج مخالف میں ایک سنسنی پھیل گئی مگر خدا لعنت کرے پسر سعد پر آواز دی اس ملعون نے کہ کہاں ہے حُرملہ قطع کر دے کلام حسینؑ کا۔ ادھر حسینؑ کے کان میں یہ آواز پہنچی سمجھے کہ بارگاہِ ایزدی میں اس ہدیہ کی قبولیت کا بھی وقت آ گیا دوڑ کر بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ ہاں اولاد والو! ادھر حُرملہ ملعون کی کمان کے کڑکنے کی آواز آئی ادھر بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا تو۔

مچھلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر بے تاب تھے بچے کو لیے حضرت شبیرؑ جب خوں نہ ہوا بند گلے کا کسی تدبیر چلو سے لگے پھینکنے سوے فلک پیر

اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر

لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اُس خوں کا گرتا بہ سرِ خاک ہو جاتی گرفتار بلا اُمتِ سفاک

اللہ رے صبر پسر صاحبِ لولاک شبیرؑ نے اُس غم میں گریباں نہ کیا چاک

فرماتے تھے راضی ہوں جو کچھ مجھ پر تعب ہو

نازل مگر اُمت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا

چلا کے عجب درد سے روئے شہ والا نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہ وبالا

غل تھا کہ اب اُمت کا نگہبان علی ہے

فریاد کو زہرا طرفِ عرش چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں پر اٹھا کر یہ پکارے اے بار خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے کچھ اور نہ تھا پاس پئے نذر ہمارے

یہ ہے پسر صاحب معراج کا ہدیہ

مقبول ہو اس بندہ محتاج کا ہدیہ

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخر خلائق رتبہ ہے ترا صبر میں ایوب سے فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق الفت ہے ہماری تجھے ہم تیرے ہیں شائق

باقی فقط اب مرحلہ خنجر کیں ہے

اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سن کر یہ صدا گردن تسلیم جھکا کی تلوار سے کھودی لحد اور لاش لٹائی
جب خاک میں وہ چاندی تصور چھپائی تعویذ یہ منہ رکھ دیا رقت بہت آئی

فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر

ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

(سراج النثر صفحہ ۲۸ تا ۳۱)

﴿علامہ محمد بشیر انصاری﴾

خُر کے لشکر نے جب گھیرے میں لے لیا تھا حسینؑ کو تو آپ نے خُر سے پوچھا تھا کہ
تم اپنے لشکر کو خود نماز پڑھاؤ گے۔ امامت تم خود کرو گے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں
تو آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امام مانتے ہو تم مجھے کیوں
محاصرہ میں لے رہے ہو۔ آپ نے نماز سے پہلے حکم دیا کہ وہ اسی مشکیں جو منزل
شراف سے پہلے اونٹوں پر پانی سے بھری لادی گئیں تھیں وہ اتارو عباسؑ پہلے ان کو پانی
پلاؤ۔ دیکھو ان کے گھوڑوں کی کیا حالت ہے دیکھو ان کے سواروں کی کیا حالت ہے۔

یہ پانی کب کام آئے گا پلا دو عباس یہ پانی۔ اتار لو مشکیں۔ مشکیں اتار لی گئی۔ پانی پلایا جارہا ہے۔ علی اکبر سے کہا بیٹا تم بھی اپنے کاندھے پر مشک لے لو۔ اور تم بھی پلاؤ اور دیکھو گھوڑوں کے سامنے طشت رکھو جب تک تین مرتبہ گھوڑا خود اپنا منہ نہ اٹھالے طشت اس کے سامنے سے نہ اٹھانا۔ عباس نے پانی پلایا۔ ہزار کا لشکر سب کو پانی پلایا۔ بالکل معمولی پانی رہ گیا اور وہ بھی بچوں میں تقسیم کر دیا۔ اگر ایک ہزار کے لشکر کو مع گھوڑوں کے حسین پانی نہ پلاتے تو عاشور کے دن علی اصغر کے لیے مانگنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ سارا پانی پلایا۔ مگر علی اصغر کے لیے جب پانی مانگا تو یہ نہیں فرمایا کہ سامنے کھڑے تھے جنھوں نے پانی پیا تھا۔ عباس نے پلایا کہ علی اکبر نے حسین نے یہ نہیں کہا کہ کل میں نے تمہیں پانی پلایا تھا۔ آج میرے بچے کو پانی پلا دو یہ لفظ زبان پر نہیں آئے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ تم اپنے اعمال نیک کو جتنا کراہسان ضائع نہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے وہ تپتی ہوئی زمین وہ آفتاب کی سخت تمازت اندر خیمہ کے وہ بچہ گھبرا گیا۔ تڑپنے لگا کل میں نے بتایا تھا کہ حسین لائے اور یہ کہا۔ ”یا اَکْھَلُ الْکُوفِیْتِہِ وَالشَّامِ ہَذَا عَطْشَانٌ مِنْ ثَلَاثَةِ اِیَّامٍ۔“ ترجمہ اے کوفیو شامیوں۔ یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے وہ پیاسی بھوکی ہے اس کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اگر تم اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو گے تو تمہارے دریا میں پانی کی کمی نہ ہو جائے گی۔ تمہارے گھوڑے اور اونٹ پی رہے ہیں ہم تو رسول کی اولاد ہیں جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ دھوکہ سے چاہتے ہو پانی کے لیے بچے کا نام لیتے ہو تم خود پینا چاہتے ہو۔ فوراً آپ نے عبا ہٹالی۔ اور عبا اتار کر تہہ کر کے زمین پر بچھائی اور اصغر کو لٹا دیا۔ آپ دُور چلے گئے۔ فرمایا تم آپ پلا دو اس بچے کو انھوں نے کہا کہ نہیں یہ بچہ آپ پانی مانگے گا تو پلائیں گے۔ آپ نے

فوراً بچہ کو اٹھایا۔ اور اصغرؑ سے کہا کہ تم حجّت خدا کے پسر ہو تم میں میری ماں فاطمہ کا دودھ کا اثر ہے تم میرے بابا علیؑ کے خون کے قطرے ہو۔ یوسف نبیؑ کی گواہی کے لیے امت کا ایک بچہ بولا تھا۔ تم آج بولو۔ کلام کرو۔ تم تو رسولؐ کی اولاد ہو۔ یہ کہہ کر توجہ یہ کہہ کر اٹھایا کس طرح اس بچہ کو سیدھے ہاتھ کمر سے پکڑا۔ یوں کمر سے پکڑ کر اٹھایا بچے کی ٹانگیں لٹکی ہوئی۔ اور زبان ہونٹوں پر پھر رہی ہے۔ اسے دکھا رہے ہیں۔ اے ظالمو! یہ ہے میرا بچہ سنو کیا کہہ رہا ہے۔

میرا بیٹا سا بچہ میرا تین دن کا بھوکا پیاسا بچہ۔ علی اصغرؑ زبان پھیر کر بتا رہے ہیں کہ میں بھوکا پیاسا ہوں۔ ادھر حسینؑ بچہ کی حالت دکھا رہے ہیں۔ ادھر ابن سعدؑ نے حرمہ سے کہا کہ حسینؑ کے کلام کو قطع کر۔ اس نے تیر جوڑا۔ حسینؑ نے دیکھ لیا کہ تیر آ رہا ہے پانی مانگنے کے بدلے تیر آ رہا ہے۔ اے ظالمو! ایک بات کہہ دوں۔ ظالمو! اگر تم تیر نہ مارتے تو چند گھنٹے گزرنے پر یہ خودی مر جاتا۔ ہائے یہ حال تھا تیر جب چلا حسینؑ نے اس بچہ کو سینے سے لگالیا اور کہا کہ بیٹا صبر کرنا۔ نانا کی امت پانی دے رہی ہے۔ وہ تیر گلے پر لگا اور گلے سے لگ کر بازو میں چھدا۔ تڑپنے لگا بچہ تیر نکالا ہاتھوں پر لیا بچہ کو۔ باپ بیٹے کو لیے ہوئے اور بیٹا تڑپ رہا ہے۔ پانی مانگا تھا۔ اے کیا خطا کی تھی کافر سے بھی پانی مانگتے ہیں۔ دشمن بھی پانی پلاتے ہیں وہ بچہ تڑپنے لگا۔ آپؐ نے اس کو سینے سے لگایا۔ خون جو نکلا وہ ڈاڑھی پر ملا کیونکہ زمین نے بھی انکار کیا۔ کہ یہ خون ناحق مجھ پر نہ گرے۔ آسمان نے انکار کیا یہ قطرہ ادھر نہ آئے۔ تو آپؐ نے منھ پر ملا۔ تو ایک جملہ کہہ دوں، ہمارے استاد محترم سید سبط حسن علیہ اللہ مقامہ اس موقع پر ایک جملہ کہا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اے مظلوم امام اے مولا آپؐ تو امام تھے۔ آپؐ کو تو علمِ امامت تھا آپؐ تو جانتے تھے کہ لے جائیں گے تو پانی نہ ملے گا اور بچہ کو تیر لگے گا۔

بچہ شہید ہو جائے گا پھر آپ کیوں لے گئے؟ آپ کو تو امامت کے ذریعہ علم تھا پھر آپ کیوں لے گئے؟ تو مولا پھر کیا جواب دیں گے مولا فرمائیں گے کہ چھ مہینے کا بچہ دوطریقے سے پالا جاتا ہے۔ یا جھو لے میں یا ماں کی گود میں تو ماں کے ہاتھوں میں رسیاں بندھ جائیں گی۔ جھولا جلا دیا جائے گا علی اصغر کو کون گود میں لے گا۔ ہائے علی اصغر۔ ہائے علی صغر (عظمت اہل بیت صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۴)

﴿علامہ نصیر الاجتہادی﴾

ہاں دوستو! میں جانتا ہوں کہ آپ کے جذبات کیا ہیں؟ آج بس یہ سمجھ لو کہ اس عاشور خانے سے، اس امام بارگاہ سے حسینؑ جارہے ہیں۔ کل دسویں ہے اور آج نویں ہے۔ دوستو! چلیں تھوڑی دیر کے لیے ذرا کر بلا چلیں۔ دیکھیں تو کیا ہو رہا ہے؟ ہر روز میں کسی نہ کسی کو پرسہ دیتا ہوں کبھی قاسمؑ کا پرسہ اُم فروہؑ کو، کبھی اکبرؑ کا پرسہ اُم لیلیٰؑ کو، کبھی عباسؑ کا پرسہ زہراؑ کو اور آج مجھے ننھے شہید کی بات کرنا ہے۔ اس کی پیدائش ہی شاید اس لیے ہوئی تھی کہ کر بلا کو مکمل کرے۔ کیا دیکھا اصغرؑ نے دنیا میں؟ آتے ہی تو سفر شروع ہو گیا۔ ساری عمر سفر میں بیتی۔ پھر کر بلا میں کچھ دن ٹھہرا، پھر دنیا سے چلا گیا۔

روایت میں ہے کہ جب حسینؑ کے سارے ساتھی انصار، اعزاء شہید ہو گئے تو آواز دی میدان کر بلا میں۔ ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُعِيشٍ يُعِيشُنَا“ کیا کوئی میرا مددگار ہے؟ کوئی فریاد رساں ہے؟ تو خیمہ سے آواز بلند ہوئی رونے کی۔ امام حسینؑ تشریف لائے اور کہا زینبؑ! ابھی میں زندہ ہوں، کیوں رورہی ہو؟ یہ گریہ کیسا؟ کہا بھیا جب سے آپ نے آواز استغاثہ بلند کی ہے، اصغر جھو لے میں نہیں لیٹے۔ بار بار اپنے کو گرا دیتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ سر جھکا یا اور کہا میں سمجھ گیا۔ اچھالا

اصغر کو میرے ہاتھ میں دے دو۔ اصغر کو حسینؑ اپنے ہاتھوں پر لیئے ہوئے ہیں، قباء کا دامن پڑا ہے۔ مجمع عام میں لاتے ہیں اور دنیا سمجھ رہی ہے کہ حسینؑ قرآن لارہے ہیں۔ مگر جب حسینؑ نے قباء کا دامن ہٹایا تو سب نے دیکھا کہ ایک چھ مہینہ کا بچہ، جس کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ رخسار ڈھلے ہوئے ہیں۔ ساری دنیا نے دیکھا۔ حسینؑ نے کہا لوگو! میں تم سے کچھ نہیں کہتا۔ یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے، اگر تھوڑا سا پانی اس کو دے دو۔ کوئی جواب نہیں ملا تو میرے آقا نے کہا کہ اگر تمہارا خیال ہے کہ اس بہانے میں پانی پی لوں گا تو اس کو میں زمین پر لٹائے دیتا ہوں، تم آکر خود پانی پلا دو۔ کوئی جواب نہ ملا، تو پھر اصغرؑ سے کہا کہ اصغرؑ تم بھی تو حجت حق کے بیٹے ہو، تم کیوں نہیں سوال کرتے؟ ایک مرتبہ اصغرؑ نے منہ پھیرا اور اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ فوج یزیدی میں انقلاب آگیا۔ سارے سردار بگڑ گئے۔ عمر سعد پانی پلا دے۔ ایسا بہادر نہیں دیکھا ہوگا، جس نے فوج مخالف میں بغاوت پھیلادی، سب بگڑ گئے۔ علی اصغرؑ کا معصوم چہرہ دیکھ کر عمر سعد نے جب رنگ بدلتے ہوئے دیکھا تو حُرملہ سے کہا حُرملہ!

اور حُرملہ نے تیرسہ شعبہ جوڑا، چلایا، روایت میں ہے کہ تیر چلا اور اصغرؑ حسینؑ کے ہاتھوں پر پلٹ گئے۔ اصغرؑ مسکرائے۔ جانتے ہیں کیوں مسکرائے؟ اصغرؑ نے کہا اے حُرملہ! آج میری اور تیری جنگ نہ تھی، میں چھ مہینے کا تو چالیس سال کا، تو ہزاروں جنگوں میں شریک ہوا، تیرا تجربہ زیادہ، مگر تو اتنا بدحواس ہوا کہ تجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ میرے مارنے کے لیے چھوٹا تیر بھی کافی تھا، تو نے وہ تیر پھیکا جو گھوڑوں کے لیے پھیکا جاتا ہے۔ اس سے اصغر پلٹ گئے۔ خون رس رہا ہے۔ حسینؑ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں لیا۔ آسمان کی طرف پھینکا چاہا تو آواز آئی حسینؑ! پانی نہیں برسے گا، زمین

کی طرف پھینکنا چاہا تو آواز آئی دانہ نہیں اُگے گا۔ حسینؑ نے وہ خون اپنے چہرے پر مل لیا اور کہا اس طرح میں اپنے جد کے سامنے جاؤں گا اور پھر اصغرؑ کی لاش لے کر حسینؑ سوچ رہے ہیں۔ ہائے حسینؑ تیری بے کسی پر اس مجمع کا سلام۔ سوچتے ہیں جاؤں، ماں کو دکھاؤں، ماں کیا پوچھے گی؟ پھر پلٹتے ہیں، پھر جاتے ہیں، پھر آتے ہیں، ہل آپ عمل عاشورہ کیجئے گا۔ آگے بڑھئے گا، پیچھے ہٹئے گا، یہ حسینؑ کے اس طرز عمل کی تقلید ہے کہ کبھی بڑھتے ہیں، کبھی ہٹتے ہیں، ایک مرتبہ حسینؑ صبر کی سل رکھ کر چلے، خیمے پر آواز دی رباب! آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی گھر پر آواز دیتا ہے تو بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہلے وہ دوڑ کر جاتے ہیں۔ ادھر رباب کو آواز دی، ادھر سیکڑہ دوڑتی ہوئی آئیں اور دیکھا کہ حسینؑ قبائے میں اصغرؑ کو چھپائے ہوئے ہیں۔ کہا بابا میں سمجھ گئی۔ اصغرؑ کو پانی مل گیا۔ کیونکہ جب گئے تھے تو رورہے تھے اب چپ ہیں۔ اتنے میں رباب آئیں۔ حسینؑ نے قبا کا دامن ہٹایا، ربابؑ نے دیکھا کہ اصغرؑ نر ہو گئے۔ (بس دومنٹ، بہت رو لیئے) حسینؑ اصغرؑ کو لے کر چلے۔ تپتی ہوئی زمین کھودی، اصغرؑ کی لاش رکھی، زمین برابر کی، قبر بنائی، پانی نہ تھا تو آنسو بہائے اور اس کے بعد کہا خالق! حسینؑ کی آغوش میں کچھ نہیں ہے۔ اب خزانہ خالی ہے۔ اب میں ہوں۔ تھوڑی دیر میں میں اپنا سر تیرے حضور لاتا ہوں، حاضر ہوتا ہوں۔ حسینؑ اٹھے حاضری کے لیے کہ ایک مرتبہ آواز آئی السلام علیک یا بن رسول اللہ! حسینؑ نے پلٹ کر دیکھا تو دیکھا کہ ایک مسافر خاک آلودہ چلا آ رہا ہے۔ کہا ایسے موقع پر کیوں آیا ہے؟ جبکہ میرا یہ حال ہے؟ کہا مولاً! آیا نہیں ہوں بھیجا گیا ہوں۔ کہا کس نے بھیجا ہے؟ کہا انا برید الصغریٰ! میں صغریٰ کا قاصد ہوں، کہا کیا بات ہے؟ کہا آپ کی بیٹی نے خط دیا ہے۔ خط لیا حسینؑ نے۔ اس میں لکھا تھا، آپ کے پاس کبھی بیٹی کا خط آیا ہے؟ اس میں لکھا تھا۔ بابا! آپ پر ہزاروں سلام۔ بابا

آپ کا سایہ قیامت تک زندہ رہے۔ بابا! چچا عباسؑ کو سلام، چچا عباس سے کہئے گا کہ سیکندہؓ کی محبت میں مجھے بھول گئے۔ بابا! میرے بھتیجا علی اکبرؑ کو سلام، میں نے سنا ہے کہ بھتیجا علی اکبرؑ کی شادی رچالی اور مجھے نہیں بلایا۔ حسینؑ نے خط پڑھا۔ قاصد نے کہا جواب دیجئے۔ کہا بھی جواب تو لکھا تھا مگر ورق مفل میں بکھر گئے۔ وہ سب ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ یہی جا کر جواب دے دینا۔ کہا مولا میں جاؤں؟ کہا چلا جا۔ ابھی میری آواز استغاثہ بلند ہوگی اور آواز استغاثہ اگر بلند ہوگی تو رکنا واجب ہو جائے گا اور میری بیٹی انتظار کر رہی ہے۔ جلدی چلا جا۔ کہا مولا میں جاتا ہوں مگر تھوڑی سی اجازت دیجئے کہا بتا۔ کہا جب میں چلنے لگا تو آپ کی بیٹی نے مجھے یہ خط دیا اور کہا اے شیخ اخط میرے بابا کو دینا اور پھر دائیں بائیں دیکھنا، ایک چھ مہینے کا بچہ آتا ہوا نظر آئے گا۔ اس کو اٹھا کر گود میں لینا۔ پیار کرنا، وہ میرا بھتیجا علی اصغرؑ ہوگا۔ تو آقا! اس لڑکے کو دے دیجئے۔ میں آپ کی بیٹی کی وصیت پوری کروں۔ کہا صغریٰ سے کہہ دینا کہ اب نہ اصغرؑ ہے نہ اکبرؑ ہے۔ خدا حافظ صغریٰ خدا حافظ

(عباس الاحتمادی صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۷)

﴿علامہ طاہر جرولی﴾

ہندوستان میں بارہا ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ مسلمان نہیں ہے بلکہ گونہیں ہے، مسلم دشمن بھی ہے مگر حسینؑ کا تعزیہ نظر آیا تو عقیدے سے سر جھکا دیا۔ کسی نے پوچھا تم کیسے جھک گئے یہ تعزیہ تو مسلمانوں کا ہے۔ نبیؐ کے نواسے کا ہے۔ کہا ٹھیک ہے مگر ہم جب سب سے مانگ کے مایوس ہو گئے اور ہم نے حسینؑ سے مانگا تو حسینؑ نے ہمیں دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سب سے زیادہ بات جس کی سنتا ہے وہ یہ ہیں۔ تو اپنا مذہب چھوڑ کے لوگ آ جاتے ہیں۔ مہاراجہ گوالیار کا تعزیہ تاریخی تعزیہ

ہے۔ والہی ریاست گویا رکھیں بھی رہے اس کو عشرے میں پہنچنا ہی ہے۔ کیوں حسینؑ کا تعزیه اٹھا رہا ہے۔ حسینؑ کون ہے۔ حسینؑ مشیت پروردگار ہے۔ حسینؑ کی عزت کیا ہے ذریعہ حصول مشیت پروردگار۔ آئیے آج بھی کتنوں کو مرادیں ملتی ہیں۔ کوئی عزت کرتا ہے تو حسینؑ پر احسان نہیں ہے۔ حسینؑ کا احسان ہے کہ اسلام بچا لیا ہے اور حضور جیسا کہ میں نے ہمیشہ عرض کیا کہ بائیس تیس برس پہلے میں نے پہلا عشرہ کلکتہ میں پڑھا۔ وہاں جب جلوس عزت نکلتا ہے تو کثرت سے ہندو ذوالجنح کے قریب آتے ہیں۔ مسلمان پوچھے ذوالجنح کیا ہے اور ہندو آ کے ذوالجنح کے پیروں پر بہشتیوں سے پانی ڈلوائیں۔ ہماری طرف سے پانی ڈال دو سموں پر۔ پوچھو کہ پانی کیوں ڈالوایا۔ کہا امام بابا بڑے پیاسے تھے۔ اللہ اللہ امام بڑے پیاسے تھے۔ ہاں عزاداروں کوئی نذر لینے آرہا ہے، کوئی تبرک لینے آرہا ہے۔ کون تبلیغ کرنے گیا۔ کون انھیں سمجھانے گیا اور حضور کچھ عورتیں لٹیوں میں دودھ لے کے آتی ہیں اور دودھ لا کے گھوڑوں کے سموں پر ڈالتی ہیں اور جب وہ دودھ سموں سے زمین پر بہتا ہے تو اسے لے کے بچوں کے لگاتی ہیں، اپنے لگاتی ہیں۔ ان سے پوچھو یہ دودھ لا کے کیوں بہا دیا۔ کہا تمہیں نہیں معلوم امام بابا کے بچہ بھی تھا۔ ایک شیر خوار بھی تھا۔ ارے وہ شیر خوار پیاسا مر گیا۔ اللہ اللہ عزاداری کیا ہے۔ ذرا دنیا میں گھوم کے دیکھئے۔ ذرا دنیا میں پھر کے دیکھئے تو پتہ چلے کہ حسینؑ کی عزت کس طرح سے اسلام کے حقائق دلوں میں اتارتی ہے۔ پیاسا تھا، اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا، اسے دودھ نہیں ملا، یہ بچہ پیاسا مار ڈالا گیا، کون ڈاکر گیا کون عالم گیا۔ کس نے جا کے انھیں بتایا کہ واقعہ کر بلا کیا ہے۔ جو سیرت رسولؐ نہیں جانتے وہ عاشور کے دن حسینؑ کی زندگی جانتے ہیں۔ پوچھا کس نے مار ڈالا۔ کیسے مار ڈالا۔ کہا نانا کا کلمہ پڑھنے والوں نے مار ڈالا۔ شرم سے گردن جھک جاتی ہے جب غیر ملت کے

لوگ کہتے ہیں کہ انھوں نے قتل کیا۔ کون بچہ وہ شیر خوار جو مدینہ سے آئیں نہیں رہا تھا جو بہن کی گود میں تھا جسے فاطمہ صغریٰ نے لے لیا اور کہا تھا علی اصغر میرے پاس رہیں گے اس لیے کہ میں تنہا مدینہ میں کیسے زندگی بسر کروں گی۔ حادثہ نہیں ہے علی اصغر کی شہادت اتفاق نہیں ہے۔ حسینؑ نے مدینہ میں کان میں جھک کر کچھ کہا۔ علی اصغر نے بہن کی گود چھوڑ دی۔ باپ کی گود میں آ گئے۔ کیا پتہ کیا کہا۔ شاید کہا ہو علی اصغر تم تو پیدا ہی کر بلا کے لیے ہوئے ہو۔ تمہاری زندگی کا آغاز مدینہ ہے، اختتام کر بلا ہے۔ وہی علی اصغر جھولے میں بٹپ رہے ہیں، وہی علی اصغر پیاس سے بلک رہے ہیں اور جب کوئی نہ رہا۔

نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرت الناس

نہ قاصدے نہ علی اکبرے نہ عباس

ایک مرتبہ حسینؑ میدان میں آئے۔ آواز دی۔

”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا“ ہے کوئی جو میری مدد کرے ”هَلْ مِنْ مُعِيْثٍ يُغِيْثُنَا“ کوئی ہے جو میری مدد کو آئے۔ لشکر شام کو فوجیران حسینؑ کے پکار رہے ہیں۔ عباسؑ شانے کٹا چکے۔ علی اکبرؑ سینے پہ برجھی کھا چکے، قاسمؑ کا جنازہ پامال ہو چکا، عونؑ و محمدؑ کی میتیں خیمے میں جا چکیں کس کو پکار رہے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رونے کا شور بلند ہوا۔ حسینؑ مڑے۔ ذوالجناح کی باگیں موڑیں۔ خیمہ پہ آئے۔ آواز دی اہل بیتؑ رسالت رونے کا سبب۔ ابھی میں زندہ ہوں۔ فضہؑ آئیں آقا بہن بلاری ہیں۔ خیمے میں آئیے۔ حسینؑ ذوالجناح سے اترے، خیمہ گاہ میں گئے۔ بہن زینبؑ کیا ہے۔ کہا بھیا جو آپ نے آواز استغاثہ بلند کی تو علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے زمین پر گرادیا۔ ہاں حضور آپ رورہے ہیں۔ آپ نہ روئیں گے تو کون روئے گا۔ عشرے میں نہ روئیں گے تو کب روئیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ مجلس کہاں پر تمام ہوگی لیکن اتنا سن لیجئے حسینؑ

نے آنکھوں میں لیا، عبا کا سایہ کیا، چلے ایک بات کہوں ہر شہید جانے سے پہلے بیسوں سے رخصت ہوا۔ علی اصغرؑ تو کسی سے رخصت بھی نہ ہو سکے۔ حسینؑ لے کے چلے آئے۔ پیادہ میدان کر بلا میں پہنچے ایک بلندی پر گئے۔ کہا اے قوم جفا کار اگر تیرے زعم ناقص میں، میں صحیح نہیں ہوں تو چھ مہینے کا بچہ تو کسی مذہب و ملت میں خطا کار نہیں ہوتا اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ کیا بات کہی ہے میرا نیس نے کہ۔

حسینؑ اور طلب آب اے معاذ اللہ

تمام کرتے تھے حجت سوال آب نہ تھا

ایک مرتبہ کہا۔ اے شیر خدا کے پوتے! اے حجت خدا کے بیٹے اتمام حجت کر دو۔ لکھا ہے علی اصغرؑ نے نصیحتی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری۔ ارے اس نے تو ذوالفقار سے زیادہ کام کیا۔ ایک مرتبہ ہلچل مچ گئی۔ آواز آئی حسینؑ بچ کہہ رہے ہو۔ ایک مرتبہ عمر سعد نے کہا ”این این خرمہ“ خرمہ کہاں ہے۔ خرمہ آگے نکلا صفوں سے کہا قطع کلام الحسین، حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ تین بھال کا تیر چلہ کمان میں جوڑا۔ دو جملے سن لیں آپ، خرمہ کون۔ ایسا تیر انداز جس کا تیر طاقت میں لوہے کی چادر کو توڑ دیتا تھا۔ ایسا نشانہ کہ تیر سے تیر کا شکار کرتا تھا۔ وہ بلایا گیا۔ اس سے علی اصغرؑ کی جرات کا اندازہ کیجئے۔ خرمہ آیا۔ تین بھال کا تیر چلہ کمان میں جوڑا۔ تیر چلا۔ داد دیجئے صبر حسینؑ کی۔ ہاتھوں پہ شمشاہہ ہے سنسناتا ہوا تیر آ رہا ہے۔ حسینؑ جیسا صابرو شا کر میدان کر بلا میں ہے۔ تیر آیا۔ گلے پہ لگا، کلا چھپتا ہوا بازو میں پیوست ہو گیا۔ روایت کے فقرے ہیں کہ بچہ باپ کے ہاتھوں میں منقلب ہو گیا۔ حسینؑ حسینؑ سنیں جو بھی دل رکھتا ہے ایک انسان کا وہ رودیتا ہے۔ ایک مرتبہ بچہ باپ کے ہاتھوں پہ منقلب ہوا۔ حسینؑ نے دیکھا آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بیٹھ گئے۔ ہاتھ بڑھایا،

تیر کھینچنا شروع کیا۔ ایک موقع میں نے کل عرض کیا تھا دوسرا موقع یہ تھا کہ جب انبیاء نے حسین کو تیر نکالتے دیکھا تو انبیاء نے منہ موڑ لیا۔ ہم سے نہیں دیکھا جاتا۔ ارے ضعیف باپ چھ ماہ کے بچے کے حلقوم سے تیر نکالے

(ریاض المجالس صفحہ ۱۲۶ تا ۱۳۰)

✽ علامہ سید ابن حسن جارچوی ✽

سکینہؑ اور علی اصغرؑ کی ماں کے حالات پر نظر ڈالیے اور سوچئے کہ ایک مصلح اخلاق اور کردار ساز کا قرب انسانوں کے قلوب و اذہان میں کیا انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔
کربلا کے میدان میں خاندان رسالت کے آئینہ میں ہم کو انسانی سیرت کے ایسے نمونے نظر آتے ہیں جس سے دنیا بہت کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ چھ مہینے کی عمر دیکھئے اور علی اصغرؑ کا بہادرانہ رویہ دیکھئے، تیسرا دن ہے کہ حلق سے پانی نہیں اترتا۔ ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے، کام و دہن کو ترک کرنے کا اور کوئی ذریعہ بھی میسر نہیں۔

جھولے میں جھول رہے ہیں اور بھوک پیاس کی شدت سے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ جب میدان سے باپ کے استغاثہ کی آواز آئی تو اہل حرم نے دیکھا کہ بچے کا اضطراب بڑھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیبی طاقت ان کو حالات کی نزاکت سے خبردار کر رہی ہے۔ اور وہ اپنے باپ کی مدد کے لیے بے تاب ہیں۔ اتنے میں درخیمہؑ پر کھین کا گھوڑا آکر رکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا:

يَا زَيْنَبُ وَاُمِّ كُلْثُومٍ يَا سَكِينَةَ وَرَبَابِ عَلِيٍّ كُنِّي مِنِّي السَّلَامُ

”زینبؑ، ام کلثومؑ، سکینہؑ، اور ربابؑ! ہم سلام رخصت کے لیے آئے ہیں“

یہ آواز سنتے ہی اہل حرم بے چین ہو کر درخیمہؑ پر پہنچے اور امام حسین علیہ السلام کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئے۔ جھولے کے قریب سے گزرے تو دیکھا شیرخوار کی

حالت خراب ہے۔ پیاس کے مارے زبان منھ سے باہر نکل آئی ہے۔ اگر کچھ دیر اور پانی نہ ملا۔ تو تڑپ تڑپ کر دم نکل جائے گا۔ امام عالی مقام نے مادرِ علی اصغرؑ سے کہا۔ لاؤ اس نو نہال کو ہمیں دے دو۔ ہم اس کو میدان میں لے جائیں اور فوج مخالف سے پانی طلب کریں۔ شاید کسی کو رحم آجائے، مادرِ علی اصغر کو کیا عذر ہو سکتا تھا امام حسین علیہ السلام نے علی اصغر کو گود میں لے کر عبا کے دامن میں چھپا لیا۔ تاکہ سورج کی تمازت اس غنچہ دہن کو کھلا نہ دے۔ سامنے نہر فرات موجیں مار رہی ہے۔ کوئی سپاہ اس کے کنارے صف آرا ہے امام عالی مقام بچے کو ہاتھوں پر اٹھاتے ہیں اور صفوں کی طرف رخ کر کے کہتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا بچہ علی اصغرؑ ہے۔ چھ مہینے کی جان تین روز سے پیاسی ہے۔ اس مجمع میں کوئی صاحبِ اولاد ایسا ہے جو اپنے نبیؐ کے گھرانے کے اس گلِ تازہ پر رحم کھائے اور چند قطرے پانی بلا دے۔“

امام حسین علیہ السلام کی یہ اپیل کسی دوسرے مجمع میں کی جاتی تو لوگ بے چین ہو جاتے مشکیں لے کر دوڑتے مگر یہ انسانوں کی نہیں شقی القلب درندوں کی بھیڑ بھارتھی۔ پھر بھی صفوں میں ایک برہمی پیدا ہوئی۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ ”مانا کہ حسینؑ خطا وار ہیں، انھوں نے بادشاہ وقت پر خروج کیا ہے۔ مگر ننھے سے بچے کا کیا قصور ہے۔ ہم میں سے بہت سے آدمی اولاد والے ہیں، اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر غور کرو کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے۔ ہم سے تو نہ ہو سکے گا کہ ایسے معصوم پر ہاتھ اٹھائیں۔“

شمر نے دیکھا کہ فوج کے تیور بدل رہے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کا یہ بچہ تیر ترازو ہونے کو ہے۔ تو اس نے جلدی سے حُرملہ کو پکارا، تو کہا کرتا تھا کہ میں بلا کا تیر انداز ہوں۔ تیر اکمال کس دن کام آئے گا۔ دیکھتا نہیں ہے، فوج اس چھوٹے سے بچے کی

پیاس سے متاثر ہو چلی ہے۔ ایک تیر کمان پر چڑھا اور اس بچے کو باپ کی آغوش میں موت کی نیند سلا دے۔“

ہاں اے عزادارانِ حسین! خرمہ جیسا مشاق تیر انداز کماں اٹھا رہا ہے۔ لو وہ کمان سے ایک تیر چلا۔ اور زن زن کی آواز بتا رہی ہے کہ وہ صفوں کے درمیان کا فاصلہ طے کر کے امام حسین کی طرف بڑھ رہا ہے۔ غور سے دیکھئے۔ تیر معصوم بچے کے گلے میں پیوست ہو گیا اور خون کا پر نالہ بہہ نکلا۔ اب ننھا سا کرتہ خون سے لال ہے۔ اور حسین کبھی بچے کو دیکھتے ہیں کبھی خیمہ کی جانب نظر ڈالتے ہیں۔ اب آئے خود امام علی مقام کی زبان سے ان کی دردناک حالت کا مرثیہ سینئے۔

”اے میرے شیعو! اور دوستو جب کبھی تم کو سرد و شیریں پانی میسر آ جائے تو مجھے اور میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب سنو کہ کی پردیسی مصیبت میں گرفتار ہوا اور بے جرم شہید کیا گیا ہو تو میری غربت اور شہادت پر ضرور دو آنسو بہا لینا۔“

”کاش روز عاشور تم سب موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے اپنے ننھے سے بچے کے لیے کس طرح سوال آ ب کیا مگر ان ظالموں نے میرے حال پر رحم کرنے سے انکار کر دیا۔

”آہ پانی کے بدلے اس شیر خوار کو تیر کا نشانہ بنایا۔ پس یہ مصیبت وہ ہے کہ جس کے غم میں پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئے۔ (سید الشہداء نمبر ۹۰ ص ۱۳۷ ۹۵ تا ۹۳)

﴿علامہ سید اکبر مہدی سلیم جرولی﴾

جناب ابراہیمؑ نے اس دودھ پیتے بچے کو آغوشِ حفظِ الہی میں دے کر مراجعت کی سجان اللہ کیا اطاعت گزار بندے تھے کہ نہ ابراہیمؑ نے سوال کیا اے میرے مالک یہ

وادی ناقابل زراعت اور یہ بے آب و گیاہ پہاڑ۔ اور یہ ننھی سی جان۔ زندگی کیونکر ہوگی۔ نبی خدا تھے۔ عارف باللہ تھے۔ جانتے تھے اس خدا کا بندہ ہے جو پتھر میں کیڑے کو رزق دیتا ہے۔ اسی کافر زندہ ہے۔ جس کو مروت کے خوف سے ماں نے غار کوہ میں ڈال دیا تھا۔ انگوٹھے سے چشمہ شیر جاری ہوا۔ مبدأ فیاض خود ہی کوئی سبیل کرے گا چشمہ آب نہیں ہے نہ سہی چشمہ قدرت تو ہے درخت کا سایہ نہیں ہے نہ سہی ظل لطف الہی تو ہے۔ اس طرف شوہر کی اطاعت گزار بی بی اس قدر مطیع ہے کہ جناب ابراہیم سے یہ سوال نہیں کرتی کہ اس صحرا میں بچے کا کون کفیل ہوگا۔

جناب ابراہیم ایک مشک آب اور چند دانے رطب کے دے کر رخصت ہوئے جبرئیل سدرہ پر پہنچے اب ہاجرہ ہیں اور ام القریٰ کی قسمت کا ستارہ بالطف ایزدی کی بے انتہا امیدیں۔ یا وہ شیر خوار اور مشک آب۔ کہ آزمائشوں کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ ایک عقرب پیدا ہوا اور اس نے مشک پر ڈنک مارا پانی بہہ گیا جاز کی سخت دھوپ خشک ہوا۔ پتھر ملی زمین خود بھی پیاسی ہوئی بچہ بھی پیاس سے نازک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا منہ سرخ ہو گیا لب پر خشکی آگئی ماں اپنی پیاس بھول کر شیر دینا چاہتی ہے۔ مگر وہ بھی خشک ایک قطرہ نہیں جس سے بچے کا حلق تر ہو کچھ تسکین کی صورت ہوئے کو گرم زمین پر لٹا کر پانی کی تلاش میں کوہ صفا پر گئیں کوئی چشمہ نہ ملا کوہ مروہ پر دوڑ کر پہنچیں وہاں بھی بجز مایوسی کوئی ذریعہ بہم نہ ہوا۔ پھر پلٹ کر پیارے بچے پر نظر کی اتنی دیر میں حالت اور متغیر ہو گئی۔ رضیں ڈوب چلیں۔ سانس رُک رُک کے چلنے لگی۔ ہچکیاں آنے لگیں آخر ماں کا دل تھانہ تاب آئی بچے کو گود میں لیا مگر اس کو قرار کہاں پھر زمین پر لٹا دیا مایوس ہو کر خود ایک تیر کے فاصلہ پر ہٹ آئیں کہ بچے کو دم توڑتے نہ دیکھوں ممکن ہے محبت مادری سے خلاف رضا کوئی بات ہو جائے۔

دل چاہتا ہے۔ اس موقع پر آپ کے سامنے ایک اور بچے کر بلا کے بے شیر کی تصویر پیش کروں۔ کر بلا کی پیاس یا دولاؤں۔ مگر اس پیاس سے بچے کو اس شیر خوار سے کیا نسبت یہاں صرف دو گھڑی پانی کا چشمہ نہ پانے سے یہ حالت پہنچی تھی۔ افسوس ہے کر بلا میں تین دن گزر چکے ہیں نہر کا پانی سامنے موجیں مار رہا ہے لوگ سامنے پی کر سیراب ہو رہے ہیں۔ گھوڑوں کو پانی پلایا جا رہا ہے۔ مگر صرف ایک مختصر جماعت ہے جو پانی سے محروم رکھی جاتی ہے۔ بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ جب پانی ہی میسر نہیں تو زندگی کا کیا سہارا بڑے بڑے صحرا بے پانی کے خشک ہو جاتے ہیں دانہ ختم نہیں روئیدہ ہوتا فاطمہؑ کی کھیتی کیوں نہ پڑ مردہ ہو جائے! اگر تصور صادق سے دیکھئے تو واللہ پیش نظر ہو جائے کہ ایک شیر خوار بچہ گھوارے میں ہچکیاں لے رہا ہے غش پر غش آتے ہیں۔ ماں کلیجہ پکڑ کر رہ جاتی ہے۔ کبھی بہنیں گود میں لے کر تسکین دیتی ہیں۔ کبھی پھوپھیاں زبان چساکر بچے کے حلق میں نمی پہنچاتی ہیں۔ کبھی سینہ سے لگاتی ہیں۔ کبھی جھولا جھلاتی ہیں۔ مگر بچے کو قرار نہیں آتا۔ نہ رونے کی قوت ہے کمزوری سے مکا ڈھلا جاتا ہے۔ پتلیاں پھری جاتی ہیں۔ بیبیاں پھر جھولے میں ڈال دیتی ہیں۔ ماں مایوس ہو کر ہر ایک کا منہ تکتے لگتی ہے سانسیں شمار کرتی ہے۔ کبھی دعا کرتی ہے خداوند امیرے بچے کو تندرست رکھنا۔

زمین حجاز کا مہمان صرف قلت آب سے بیتاب ہو کر زمین پر ایزیاں رگڑنے لگتا ہے۔ ماں منہ پھیرے دور کھڑی ہے۔ ہاجرہ کے سامنے کوئی تیر انداز نہیں کہ بچہ زہر آجائے اور تیرسہ پہلو کا نشانہ ہو۔

ہاجرہ کو نہ کسی دشمن کا خوف نہ کسی ایذا کا مقابلہ یہاں ہر وقت ایک تازہ مصیبت پیش ہے۔ صبح کو کسی کے بچے کی اُمید نہیں ہر بی بی اپنے فرزند کو رات بھر کا مہمان سمجھتی

ہے۔ اور یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ صبح کو میری کمائی خاک میں مل جائے گی مگر ایک ششما ہے بچہ کی ماں کو کیا خیال ہو سکتا ہے کہ میرا پرار مان بچہ صبح کو تیرسہ پہلو سے مقابلہ کرے گا۔ یہاں پیاس کی بے چینی سے رات کٹنے کی اُمید نہیں صبح ہونا مشکل ہے۔ یہ ندامت اس ماں کیلئے اور بھی باعث اندوہ و ملال ہے کہ میں فرزند فاطمہؑ پر نثار کرنے کیلئے کوئی تحفہ نہیں رکھتی صبح کو سب بیبیاں اپنے لاڈلوں کو شاہ پر نثار کریں گی۔ میں مجبومہ ہوؤں گی مگر مشیت ایزدی کہتی ہے تمہارا ہدیہ ہماری بارگاہ میں سب سے زیادہ باوقار ہوگا چنانچہ یہ شرف کسی شہید کیلئے آپ نے نہ سنا ہوگا کہ خود لسانِ قدرت اسکی مقبولیت کی بشارت دے۔

چنانچہ ابن جوزی روایت کرتے ہیں۔ جب امام مظلوم کا ششما پر فرزند خرمہ کے تیر سے گھاسل ہو کر اپنی جان نثار کر چکا۔ خون بھرے ہوئے کرتے میں حضرت نے لاش ہاتھوں پر بلند کی اور عرض کی خداوند ایہ شیر خوار بچہ میرا ناقہ صالح سے مرتبہ میں کم نہ تھا غیب سے آواز آئی۔

اے حسینؑ بشارت ہو تم کو اس شیر خوار کیلئے جنت میں مرضعہ ہے۔

مگر اے صاحبانِ اولاد! انھے مجاہد کی قدر کرنے والو! یہ تو سن لو کہ جنت میں یہ خدمت کس کے متعلق ہے اور کون بحکمِ خدا اس فریضہ کو انجام دیتا ہے۔

حدیث معتبر میں ہے کہ جب کسی مومن کا بچہ مرجاتا ہے جنابِ سیدہ خاتونِ جنت اس کی پرورش کرتی ہیں مگر جب یہ شیر خوار تیر کھا کر خون میں نہایا دادی کی گود میں پہنچا ہوگا تو کیا حالت ہوئی ہوگی ہاجرۃؑ تو اپنے فرزند کی مصیبت نہ دیکھ سکیں۔ ربابؑ کے دل سے پوچھئے کیا گزری، درخیمہؑ پر دیکھ رہی ہیں کہ باپ کی گود میں بچے کی لاش ہے اللہ رے صبر اور تو کچھ نہ کہا مگر اتنا منھ سے نکل گیا۔ اے بیٹا کیا تیرے جیسے بچے بھی نحر

ہوتے ہیں حضرات نحر کا مصداق وہ حیوان ہوتا ہے جس کی گردن چھد کر ذبح ہو جائے جناب ربابؑ کے اس جملہ سے علی اصغرؑ کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی ہائے اس تیر نے بچے کو ذبح کر ڈالا۔ (مفتاح البیان صفحہ: ۹۰ تا ۹۳)

﴿علامہ سید صفدر حسین نجفی﴾

شہادت شہزادہ علی اصغر

میدان مہابلہ میں رسول اللہ ایک بچے کو گود میں اٹھا کر لے گئے وہ بچہ اتنا کم سن نہیں تھا جتنے کم سن بچے کو حسینؑ میدان کر بلا میں اٹھا کر لائے تھے۔ وہ بچہ پیرا سا نہیں تھا لیکن اس بچہ کی تو ماں کا دودھ بھی خشک ہو چکا تھا۔ وہ بچہ صحیح و سالم میدان مہابلہ سے پلٹ آیا لیکن آپ سنین گے کہ کر بلا والا بچہ کیسے واپس آیا۔ ہم اس کا خلاصہ مختلف روایات سے نقل کرتے ہیں۔ کہ امام حسینؑ کے جب تمام یاور و انصار شہید ہو گئے تو آپ درخیم پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سے فرمایا ذرا میرے بیٹے علی اصغرؑ کو تو میرے پاس لاؤ تاکہ اُسے وداع کر لوں۔ آپ نے بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا اُس کے بوسے لیے سبط ابن جوزی لکھتا ہے کہ حسینؑ اس بچے کو لے کر میدان میں آئے اور فرمایا: اے قوم اگر تم کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو کم از کم اس بچے پر رحم کرو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کی بیکی لشکر سے نہ دیکھی گئی۔ پورے لشکر نے منہ پھیر لیا۔ عمر سعد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اُسے ڈر ہوا کہ کہیں بچے کی بیکی لشکر کو منحرف نہ کر دے۔ حُملہ بن کاہل اسدی کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کیا دیکھ رہا ہے۔ قطع کلام حسینؑ۔ حسینؑ کے کام کو قطع کر۔ اس نے اپنا تیر چلے پر چڑھایا۔ عزا دارو! جب کوئی تیر انداز تیر مارتا ہے تو دو حالت سے خالی نہیں یا اس کا تیر کمان کمزور ہوتا ہے اور نشانہ قوی ہوتا ہے۔ یا نشانہ کمزور اور تیر کمان

مضبوط پہلی صورت میں تیر کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اگر انشانہ کمزور ہو تو تیر کے لگنے سے وہ الٹ جاتا ہے۔ اب آپ غور کریں کہ بلا کے میدان میں تیر مارنے والا ایک مشہور تیر انداز ہے جس کی کلاسیاں مضبوط ہیں جس کا تیر کمان کسا ہوا ہے اور اس کا نشانہ ایک چھ ماہ کا بچہ ہے جو تین دن کی پیاس کی وجہ سے کمزور ہو چکا ہے۔ اس تیر نے کیا اثر کیا ہوگا اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر نے چھری کا کام کیا۔ کیوں عموماً تیر جب لگتا ہے تو وہ نشانہ میں سوراخ کر دیتا ہے۔ لیکن روایات بتاتی ہیں کہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر دیا۔ دوسرا یہ کہ بچہ امام کی طرف الٹ گیا۔ خون بنے لگا حسینؑ نے وہ خون اپنے چہرے پر لے لیا۔ کتاب احتجاج میں ہے کہ امام گھوڑے سے اترے۔ تلوار کے نیام سے قبر کھودی اور بچے کو اس میں دفن کر دیا کبھی آپ نے سوچا کہ حسینؑ نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ کیا وجہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاید وجہ یہ ہو کہ حسینؑ جانتے تھے کہ میری شہادت کے بعد لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ یہ ننھی جان گھوڑوں کے ٹاپوں کی تاب نہ لا سکے گی۔ (عرفان المجالس صفحہ: ۱۳۰ تا ۱۳۲)

﴿مولانا سید غلام عسکری﴾

کر بلا کے دردناک دنوں میں سب سے زیادہ دردناک دن عاشور کا دن ہے اور عاشور کے دن سب سے زیادہ سخت وقت عصر عاشور ہے۔ کیا کہا میں نے؟ مصیبت کا دن تو پورا دن تھا، ہائے کیسی مصیبت کبھی حبیب کی میت آرہی ہے کبھی ابو ثمامہ کا جنازہ آرہا ہے۔ کبھی جون جانے کے لیے قسمیں رکھا رہے ہیں۔ کبھی غلام ترکی، سید سجاد کے پیروں پر سر رکھتا ہے۔ اے مولانا مجھے بھی اجازت دے دو۔ کبھی عباسؑ جارہے ہیں۔ کبھی اکبرؑ جارہے ہیں۔ شہادت علی اکبرؑ کل پڑھی تھی آج جی چاہتا ہے ایک دو جملے

اپنے ننھے مجاہد کیلئے بھی کہوں۔ وہ اصغر کہ جب حسینؑ کل مدینے سے چلنے لگے تھے اور چھوٹی ہوئی بہن دوبارہ ملنے آئی تھی۔ اس وقت چند دن کے تھے اصغر۔ صغرا نے کہا تھا اصغر کودے دو۔ کیچے سے لگالوں ماں نے دے دیا۔ بہن نے بھائی کو سینے سے لگایا۔ اللہ جانے سینے کے اندر بہن کا دل کیسے دھڑک رہا تھا کہ ننھے اصغر نے وہ دھڑکن سن لی۔ اور کہا میری بیمار بہن تم اتنی بے چین ہو تو میں نہ جاؤں گا۔ قافلہ چلنے کے لیے تیار ہوا۔ ماں نے گود پھیلائی۔ اصغر آجاؤ۔ اصغر نے گردن موڑ لی۔ ربابؑ نے کہا بہن زنب آئیے ایک ایک نے بلایا۔ اصغر نہیں آئے آخر میں خود حسینؑ آئے اور پتہ نہیں اصغر کے کان میں کیا کہا کہ اصغر نے بہن کا چہرہ دیکھا۔ اچھا بہن خدا حافظ۔ بابا مجھے آواز دے رہے ہیں۔ اے بہن جاؤ، بابا کی بے گناہی کیلئے میری گواہی کی ضرورت ہے۔ اصغر چلے آئے۔ مگر جب علی اکبرؑ کے بعد حسینؑ نے کہا ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا تَوْيِيبِيَاں رو نے لگیں۔ حسینؑ پلٹ کے آئے پوچھا کیوں روتی ہو۔ میں تو زندہ ہوں۔ جناب زنبؑ نے کہا۔ بھیا تم نے جب کہا کوئی میرا مددگار ہے کوئی نہ تھا جو جاتا مگر جیسے تم نے دوبارہ کہا۔ ہے کوئی مددگار، تو اصغر جھولے سے نکل پڑے حسینؑ نے کہا لاؤ میرے بچے کو لاؤ باپ کے ہاتھوں پر اصغر خاموش خاموش آنکھوں سے کہہ رہے تھے۔ بھیا اکبرؑ کے بعد بابا آپ مجھے بھول گئے اگر میری ضرورت نہ تھی تو مجھے بہن کے پاس چھوڑ دیا ہوتا۔ بابا مجھے لے چلو میدان میں۔ میں تلوار لے کر لڑ نہیں سکتا لیکن بابا جب تک تیرا اصغر زندہ ہے تب تک اگر خُرد تیرے پھینکے گا تو تیرے بازو پر لگنے نہ دوں گا۔ بابا اپنے گلے پر روک لوں گا۔ اصغر شہید ہوئے اصغر دفن ہو چکے۔ (دس مجلسیں صفحہ ۲۹۰ تا ۲۹۲)

﴿مولانا حکیم سید غلام حیدر کرار﴾

پھر خیمے سے ایک شیر خوار بچے کو ہاتھوں پر لے آئے۔ منتظم نے اس شخص کو آگاہ کیا کہ جب امام حسینؑ بچے کے لیے پانی مانگیں تو اُس وقت تو تیر چلا دینا۔ وہ اپنی تیر کمان سنبھال کر ہوشیار ہو گیا۔ امام حسینؑ فوج کے سامنے آئے اور کہا۔ اے میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والو! میں تم سے اپنے لیے کچھ نہیں مانگتا۔ یہ بچہ بے قصور ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ پیاس سے اس کی جان پر آجی ہے۔ اگر تمہیں کچھ خوفِ خدا ہے تو اس بچے کے منہ میں چند قطرے پانی کے ڈال دو۔

امام حسینؑ کا یہ کلام سُن کر وہ شخص رونے لگا اور تیر کمان پھینک دیا۔ کہنے لگا مجھ سے اس بچے کے تیر نہیں مارا جاسکتا۔ ہائے! وہ کون ظالم تھا جس نے اس بچے کے تیر مارا تھا۔ اللہ! اللہ! غیر مسلموں پر تو امام حسینؑ کے مصائب کا یہ اثر ہوا اور مسلمان ان کا حال سننا بھی گوارا نہ کریں۔

تمام تاریخِ واں اس بات پر متفق ہیں کہ جب امام حسینؑ کے سب عزیز واقارب شہید ہو چکے اور آپ یکہ و تنہا رہ گئے تو میدان میں آ کر ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے اور استغاثہ بلند کیا ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا“ ہے کوئی جو میری مدد کے لیے آئے۔ ہے کوئی جو میری امداد کو پہنچے۔ خدا مصیبت کے وقت کسی کو تنہائی نہ دے۔ امام حسینؑ بے یار و مددگار ہیں۔ ہر طرف تلواریں چمک رہی ہیں۔ نیزے بلند ہیں۔ خون کے پیاسے تیر کمان لیے بیٹھے ہیں۔ جیسے امام حسینؑ کا استغاثہ بلند ہوا۔ میدانِ کربلا میں شہیدوں کی لاشیں تڑپنے لگیں۔ بعض کا بیان ہے کہ اُٹھ اٹھ کر گرنے لگیں۔

خیمے میں کہرام برپا ہو گیا اور بیبیوں میں رونے کا شور اس قدر بلند ہوا کہ گمان ہوتا تھا شاید کوئی مر گیا ہے۔ امام خیمے کی طرف دوڑے۔ درخیمہ پر جناب فضہ پریشان ملیں۔ کہنے لگیں۔ مولا! میں آپ کو ہی بلا نے چلی تھی۔ علی اصغرؑ کی حالت غیر ہے۔ امام گھبرائے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ علی اصغرؑ کی ماں بچے کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ بی بی نے رو کر کہا۔ یا امام؟ جب سے علی اصغرؑ نے استغاثہ سنا ہے بے قراری سے رو رہے ہیں۔ کسی طرح نہیں چپ ہوتے اور اپنے آپ کو بار بار جھولے سے گرا دیتے ہیں۔ دودھ سے بھی منہ پھیر لیا ہے۔

امام نے فرمایا۔ لاؤ امیرے علیؑ کو مجھے دے دو، میں اسے پانی پلانے کے لیے لے جاتا ہوں۔ جناب علی اصغرؑ کی والدہ نے بچے کو امام کی گود میں دے دیا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچے کی آنکھیں پھرائی ہوئی ہیں۔ پھول سا چہرہ کھلایا ہوا ہے۔ ہونٹ خشک ہیں۔ زبان پر کانٹے جمے ہوئے ہیں۔ رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔ رو کر فرمایا۔ آہ! میرے علیؑ اصغرؑ کو بھی اجل لینے آگئی ہے۔

جب امام حسینؑ بچے کو لے کر میدان کی طرف چلنے لگے تو سب بیبیوں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر روتے ہوئے کہا۔ اللہ نگہبان۔ اللہ نگہبان صبح سے دیکھ رہی تھیں کہ جو بھی میدان کی طرف جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا۔ جناب بانوؑ کی آواز آئی۔ مولا! امیرے بچے کی ایک دفعہ صورت اور دکھا دیجئے۔ امام حسینؑ پلٹ آئے۔ عبا کا دامن بچے کے اوپر سے ہٹایا۔ ماں نے بچے کی صورت دیکھی جھک کر منہ چوم لیا۔ پیار کرنے لگیں۔ امامؑ نے کہا۔ بس بانو! صبر سے کام لو۔ ماں نے بڑی مشکل سے گریہ ضبط کرتے ہوئے کہا اچھا میرے علیؑ اصغرؑ! خدا حافظ۔ خدا حافظ۔

حضرت علی اصغرؑ نے ذرا دیر کے لیے آنکھیں کھولیں۔ اشارے سے ماں

پھوپھیوں کو سلام کیا۔ امام حسینؑ میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ دھوپ بڑی سخت تھی۔ حضرت نے اپنی عبا کا دامن بچے پر ڈال دیا۔ جب اشتیاق نے دیکھا تو فوج میں غل پڑ گیا کہ امام حسینؑ قرآن لارہے ہیں اور شاید صلح کرنا چاہتے ہیں۔

امام حسینؑ فوج کے سامنے آئے۔ عبا کا دامن اٹھایا۔ لوگوں نے دیکھا قرآن ناطق کا ایک ورق ہاتھوں پر ہے۔ امام نے انصاف طلب لہجے میں فرمایا۔ اے لوگو! تم نے ہمیں مہمان بلایا تھا۔ یہ علی اصغرؑ بھی تمہارا مہمان ہے۔ اب اگر تمہاری نظروں میں میں خطا وار ہوں تو اس بچے کا کیا قصور ہے؟ تین دن سے خیموں میں پانی نہیں ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ پیاس سے بچہ جاں بلب ہے۔ چند لٹھوں کا مہمان ہے۔ اگر سمجھو تو اس کو جام بھر کر نہ دو، صرف ایک چٹو پانی ہی دے دو کہ اس کے ہونٹ تر ہو جائیں۔

مگر کسی نے جواب نہ دیا اور آپ ہی سرگوشیاں کرنے لگے بعض فوجیوں کی تو یہ حالت ہوئی کہ چنیں مار مار کر رونے لگے۔ کچھ سپاہی ابن سعد کے پاس بھی گئے اور سفارش کی کہ ہم سے یہ حال نہیں دیکھا جاتا۔ حسینؑ کے بچے کو تھوڑا سا پانی دینے کی اجازت دے دے۔

ادھر جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ کوئی پانی نہیں دیتا تو جناب علیؑ اصغر کو جلتی ریت پر لٹا دیا۔ خود پیچھے ہٹ گئے اور کہا کہ اے لوگو! اگر تمہیں یہ گمان ہو کہ میں بہانے سے خود پانی پی لوں گا تو لو میں نے بچے کو زمین پر لٹا دیا۔ تم خود اس کے منہ میں پانی ڈال دو۔ اس پر بھی کسی نے پانی نہ دیا تو حضرت نے گھبرا کر علی اصغر کو گود میں اٹھالیا کہ ریت تپ رہی تھی۔ رو کر بچے سے فرمایا۔ بیٹا! تم حجت خدا کے پسر ہو۔ اپنی زبان ہونٹوں پر پھرا کر حجت تمام کر دو۔ آہ! بچے نے خشک زبان ہونٹوں سے باہر نکالی۔ امام نے علیؑ

اصغر کو ہاتھوں پر اٹھا کر ادھر ادھر رخ کر کے ہر طرف کی فوج کو دکھانا شروع کیا۔ ہونٹوں پر چوڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ ساری فوج میں ہل چل مچ گئی۔ لوگ منہ پھیر پھیر کر اور چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ کچھ لوگوں نے ابن سعد کے گھوڑے کو آ کر گھیر لیا اور بگڑ کر کہا۔ ”ہم سے یہ حال نہیں دیکھا جاتا“

ابن سعد گھبرا گیا۔ شمر نزدیک کھڑا تھا اس سے کہنے لگا۔ شمر! بید کا ہمیں رحم کرنے کا حکم نہیں ہے۔ تم نے علی اکبر کو قتل کروا دیا۔ اب یہ لوگ علی اصغر کے قتل سے کیوں منہ پھیر رہے ہیں۔ کیا یہ علی اکبر سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ شمر نے اس کے جواب میں ابن سعد کے کان میں کچھ کہا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ابن سعد ہٹ گیا اور حرمہ کے پاس جانے لگا۔

حرمہ سات ہزار تیر اندازوں کا افسر تھا۔ جو شخص اپنے تیر کو لوہے کی ایک چادر سے پار کر دیتا تھا۔ وہ ایک ہزار تیر اندازوں پر افسر مقرر کیا جاتا تھا۔ جو دو چادریں توڑ دیتا تھا وہ دو ہزار پر سردار بنتا۔ حرمہ کا تیر لوہے کی سات چادروں سے پار ہو جاتا تھا۔ اس لیے اسے سات ہزار تیر اندازوں پر افسر بنایا گیا تھا۔ اس کے نشانے کا پھیر ایک سو آٹھ انچ یعنی تین گز تھا۔

ابن سعد نے حرمہ کو حکم کے لہجے میں کہا: قطع کلام الحسین۔ اے حرمہ ساری فوج انکاری ہو گئی کیا تو بھی یہ کام نہ کر سکے گا۔ ارے جلدی کر اور امام حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ حرمہ نے فوراً اپنے ترکش سے ایک مضبوط تیر تین بھال کا چھانٹا اور اس کمان کے چلے میں جوڑ کر حضرت علی اصغر کی طرف پھینکا۔ شت لگائی ہاتھ کانپ گئے۔ اور تیر پرشت باندھی پھر ہاتھ کانپ کر تیر گر پڑا۔ تیسری مرتبہ بڑا سخت دل کر کے حضرت علیؑ اصغر کی طرف تیر پھینکا۔ ہائے۔ فَأَنْقَلَبَ الصَّبِيُّ عَلَى يَدَعِ الْإِمَامِ۔

پس امام کے ہاتھوں پر بچہ پلٹ گیا۔ منقلب ہو گیا۔

خدا بخشنے علامہ حافظ کفایت حسین قبلہ مرحوم کا بیان ہے کہ تیر حضرت علیؑ اصغر کو بھال پر اٹھا کر امام کے ہاتھوں سے لے چلا مگر بچہ پلٹنے ہی پایا تھا کہ آپ نے گرفت کر لی۔ جناب علیؑ اصغر کا گلا چھد گیا اور بچہ خون میں نہا گیا۔ تیر تین بھال کا تھا اور بھالیں اتنی بڑی تھیں کہ جناب علیؑ اصغر کے ایک کان سے دوسرے کان تک پار ہو گئیں۔ حضرت علیؑ اصغر شہید ہو گئے۔

اگر حضرت علیؑ اصغر شہید نہ ہوتے تو دشمن یہ کہہ سکتے تھے کہ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے ہم سے جنگ کی۔ اگر وہ تلوار نہ اٹھاتے تو ہم بھی انھیں قتل نہ کرتے لیکن چھ مہینے کے بچے کا میدان سے زندہ واپس نہ آنا بتاتا ہے کہ ایک طرف مظلوم تھے اور دوسری طرف ظالموں کا گروہ تھا۔

اے ظالمو! امام نے تم سے صرف پانی ہی تو مانگا تھا۔ تم پانی نہ دیتے اور منع کر دیتے بچے کے تیر تو نہ مارا ہوتا۔ ہائے پانی کا جواب تیر سے دیا گیا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچے کے گلے سے خون بہہ رہا ہے۔ گھبرا کر خون چٹو میں لینے لگے۔ جب چٹو بھر گیا تو چاہا کہ یہ خون زمین و آسمان کی طرف پھینک دوں۔

مگر زمین و آسمان نے اپنے اوپر پھینکنے سے انکار کر دیا۔ امامؑ نے سوچا کہ یہ خون عبا میں جذب کر لوں مگر خیال آیا کہ یہ لباس تو لٹنے والا ہے۔ آخر وہ خون اپنی اڑھی اور چہرے پر لیا اور رو کر ارشاد فرمایا کہ اسی حال سے اپنے پروردگار کے حضور پیش ہوں گا۔ اسی حال سے کوفہ و شام میں سر کی تشہیر ہوگی تاکہ میری بے گناہی اور دشمنوں کا ظلم خود بخود ظاہر ہوتا رہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ امام حسینؑ بچے کی لاش لے کر خیموں میں گئے لیکن بعض روایات یہ ہیں کہ امام حسینؑ بچے کی لاش کو لے کر خیمے کی طرف

چلے۔ سات قدم بڑھتے تھے پھر سات قدم پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ اسی طرح امام سات مرتبہ آگے بڑھے اور سات مرتبہ پیچھے کو ہٹے۔ خیال آتا تھا کہ لاش کو خیمے میں لے جاؤں، پھر سوچتے کہ زمین آسمان برداشت نہ کر سکے تو اس کی ماں کیسے برداشت کرے گی۔ اس لیے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ ہائے! امام جیسا صابر اس وقت یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ کیا کروں۔

جب سات دفعہ اسی طرح ہو چکا تو امام نے میت کو جلتی ریت پر رکھ دیا اور ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودنے لگے۔ اس موقع پر ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ کیا اشقیاء نے امام کو قبر کھودنے کی مہلت دے دی تھی اور جنگ بند کر دی تھی۔ نہیں معلوم امامؑ نے کس حال میں جناب اصغرؑ کی قبر کھودی ہوگی۔ تیرا رہے ہوں گے۔ خیموں کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ کوئی بی بی تو باہر نہیں نکل آئی ہے۔ کبھی بچے کی لاش کی طرف دیکھتے ہوں گے کہ کہیں اشقیاء اسے اٹھا کر نہ لے جائیں۔ ہائے! امام حسینؑ پر کیا گزر گئی اُس وقت ایک حسرت بھرا جملہ فرمایا۔

اے میرے شیعو! کاش تم کربلا میں ہوتے اور مجھے دیکھتے کہ میں نے علی اصغرؑ کے لیے کس طرح پانی کا سوال کیا اور کس طرح اسے ننھی سی قبر میں دفن کیا۔ دفن کرنے کے بعد پانی تو تھا نہیں جو قبر پر چھڑکتے۔ امام اتنا روئے کہ قبر آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

(ذخیرۃ المجالس صفحہ: ۱۰۵ تا ۱۱۰)

﴿مولانا محمد سیّد قائم مہدی﴾

کربلا کا واقعہ حق و باطل کے درمیان ایسے دو ٹوک فیصلے کا نام ہے جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف الگ کر دیا گیا۔

ایک طرف سیر و سیراب یزیدیت ساٹھ، ستر ہزار درندوں کی شکل میں تھی تو دوسری

طرف ایک بھوکے پیاسے مسافر کی مظلومیت سمٹ کر علی اصغر کی صورت میں سامنے آئی تھی۔

ہائے یہ چھ مہینے کا بے زبان بچہ جو سن میں سب سے چھوٹا تھا مگر سینہ میں دل رکھتا تھا۔ اگر کربلا میں قاسم و عون و محمد، عباس و علی اکبر تین دن کے بھوکے پیاسے تھے تو ساتھ میں یہ بچہ جو ابھی گھٹینوں بھی نہ چل سکتا تھا امام مظلوم کی ہر مصیبت میں برابر سے شریک تھا۔

منقول ہے کہ جب مقتل میں ایک ایک کر کے سارے ساتھی شہید ہو گئے تو مولا خود میدان میں آئے۔ اپنی تنہائی پر دل بے چین ہوا۔ آواز دی ہے کوئی جو میری نصرت کو آئے۔ ادھر یہ آواز استغاثہ بلند ہونا تھی کہ خیام میں بیسیوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مولا گھبرائے ہوئے خیمہ میں تشریف لائے اور کہا خیر تو ہے کیا پیاس سے کوئی بچہ تلف ہو گیا ہے۔ جناب زینب آگے بڑھیں، کہا بھیا! ابھی پیاسا علی اصغر آنکھیں بند کیے ہوئے پڑا تھا جو نہی آپ نے آواز استغاثہ بلند کی۔ اس نے خود کو ہمک کر جھوٹے سے گرا دیا۔ باپ نے بڑھ کر دل کے ٹکڑے کو ہاتھوں پر اٹھا لیا دیکھا تو چہرہ اتر ا ہوا ہونٹ سوکھ گئے ہیں۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے ہیں۔ کہا بیٹا چلو تمہیں پانی پلانے کے لیے دشمنوں کے سامنے لے چلوں شاید وہ اپنی آنکھوں سے یہ حالت دیکھ کر رحم کھا جائیں اور پانی پلا دیں یہ کہہ کر نڈھال بچہ پر عبا کا سایہ کیا اور میدان میں آ کر ایک بلندی پر کھڑے ہو گئے۔ اب جو عبا سر کاٹی تو ایک ٹیکس کے ہاتھوں پر ایک چھ ماہ کا بچہ دکھائی پڑا۔ ضعف سے آنکھیں بند، زبان سوکھ کر تالو سے چپکی ہوئی تھی اور سوکھے ہونٹوں پر پھڑی جمی ہوئی تھی، مولا نے علی اصغر کا چہرہ فوج دشمن کی طرف کر کے فرمایا۔ اے سپاہ کوفہ و شام اگر تمہاری نظروں میں حسین خطا کار ہے تو اس ننھے سے بچے نے

تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ اسے اگر ایک گھونٹ پانی کامل جائے تو شاید زندہ بچ جائے۔ اس کے بعد مولانا نے بچے کی طرف نظر کی کہا اے میرے لال ذرا ان سنگ دلوں پر رحمت تمام کر دو۔ ادھر باپ کے دہن سے یہ جملہ نکلا اور شمشا ہے نے شدت پیاس سے تالو میں چپکی ہوئی زبان حلق سے باہر نکالی۔ یہ منظر دیکھتے ہی اولاد والوں نے کلیجہ پکڑ لیا اور جابجا سسکیوں کی آوازیں بھی ابھرنے لگیں۔ اپنی فوج کا بگڑتا ہوا رنگ دیکھ کر پسر سعد نے لکارا اے حُرملہ کھڑا کیا دیکھ رہا ہے جلد حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔

بس پھر کیا تھا، قیامت آگئی۔ زہر میں بجھا ہوا تین دھار کا تیر سنسنا ہوا بازوئے حسینؑ کو توڑتا ہوا حلقوم علی اصغر کو چھید دیا۔ تیر کے لگتے ہی زخم سے خون کا فوراً چھوٹا۔ ننھی جان، تین دن کی پیاس علی اصغرؑ میں تھا ہی کیا وہیں باپ کے ہاتھوں پر الٹ گئے بوڑھا، تھکا اور پیاسا باپ اپنے ہاتھوں پر خون میں نہائی ہوئی میت لے کر خیمہ کی طرف چلا۔ درخیمہ پر پہنچ کر قدم رک گئے۔ ہائے گئے تھے تو ہاتھوں پر زندہ بیٹا تھا۔ پلٹے ہیں تو خون میں ڈوبی ہوئی لاش لائے ہیں۔ ربابؑ یہ غم کیسے برداشت کر سکے گی۔ غرض سات بار درخیمہ پر گئے اور پھر پلٹے۔

بس ایک دفعہ سکیئہ کی نظر پڑ گئی۔ دوڑیں۔ بابا میرے بھتیجا کو پانی پلا لائے ارے میں پیاسی رہ گئی۔ حسینؑ نے دھیرے سے دامن ہٹایا۔ سکیئہ کے آنکھوں کے سامنے علی اصغرؑ کی میت تھی۔ بہن ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔ خیمہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ رباب آگے بڑھیں اپنے لال کا چھدرا ہوا گلا دیکھا۔ بس ایک فقرہ کہا۔ اور بے ہوش ہو گئیں اے میرے بچے کیا تیرے جیسے بے زبان بھی نحر کئے جاتے ہیں۔

مولانا نے سب کو کلمات صبر تعلیم دیئے۔ جب دل ٹھہرا علی اصغرؑ کی لاش لیے

روتے ہوئے صحرا میں آئے۔ تلوار سے چھوٹی سی تربت بنائی۔ آخری بار آنکھوں کے نور کو دیر تک دیکھتے رہے۔ دل بھر آیا آواز دی یا علی مدد! مدد ہوئی اور بچہ زیر زمین دفن ہو گیا۔ حسین دامن جھاڑ کر اٹھے۔ اب جو چلے تو جب تک ننھی سی قبر نظر آتی رہی مڑ مڑ کر دیکھتے رہے۔ جب آنکھوں سے اوجھل ہو گئی اور اپنے خالی ہاتھوں پر نظر گئی کیلجے میں درد اٹھا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

(ذکر مظلوم صفحہ: ۱۰۶ تا ۱۰۸)

﴿مولانا سید ریاض الحسن﴾

شان صبر اہل بیت حسینؑ پر ختم ہو گئی کہ ابھی جوان فرزند آنکھوں کے سامنے دم توڑ چکا ہے اور امام فرماتے ہیں لا و اصغرؑ کو مجھ کو دو ماں یہ نہیں کہتی کہ مولا آج جو جاتا ہے وہ زندہ پلٹ کر نہیں آتا بلکہ گہوارے سے باپ کی گود میں دے دیا گیا مطلب یہ ہے کہ آقا اگر اس کا بھی نام مختصر شہادت میں لکھا ہے تو یہ چھوٹا سا بدیہ بھی موجود ہے۔

بس آج میں اس شاہزادے کی حالت عرض کرتا ہوں اس مجمع میں انشا اللہ صاحبان اولاد بھی ہوں گے بھلا دل پر ہاتھ رکھ کے کہیں کہ جس وقت بچے کسی تکلیف کے سبب سے روتے ہیں تو پھر کیا گزرتی ہے۔ بھئی کل عاشورہ کا دن ہے جن جن کے چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچے ہیں وہ ضرور خیال کر کے دیکھ لیں کہ مائیں کچھ نہ سہی تو کم سے کم عاشورہ کے دن دو تین گھنٹے تک تو بچوں کو ضرور دودھ نہیں دیتیں یہ کیوں آپ کچھ جانتے ہیں آخر کیوں بچوں کو دودھ نہیں دیتیں۔ یہ ہے کہ ماؤں کا دل چاہتا ہے کہ اگر ہم بھی میدان کر بلا میں ہوتے تو اپنے بچوں کو حسینؑ کے بچوں پر سے نثار کر دیتے مگر یہ تو قسمت کہ اس دن نہ تھے آخر علیؑ اصغرؑ بھی پیاس سے گہوارے میں تڑپ رہے تھے

ہمارے بچے اپنے شہزادے کا ساتھ دیں ”اجر کم علی اللہ“ کو شیعو حسینؑ رخصت آخر کو خیمے میں تشریف لائے اُدھر درخیمہ پر سناٹا ہے نہ جانثاروں کی آوازیں ہیں نہ شیران ہاشمی کے نعرے ہیں اشقیاء چاروں طرف سے سمٹ کر خیموں کے قریب آ جاتے ہیں یہاں دولت سرا میں بال کھولے سیدانیاں چہروں پر خاک ملے ہوئے امام کے گرد حلقہ کیئے ہوئے مظلوم آقا بیچ میں تشریف فرما ہیں بہن نے مسند بچھا دی ہے سامنے کھڑی ہوئی حسرت بھری نگاہ سے صورت دیکھ رہی ہیں ایک مرتبہ امام نے سراٹھا کر فرمایا بہن اسیری کے لائق کپڑے پہنو اس کے بعد امام نے اپنے لیے بھی کپڑے طلب کیئے جناب زینبؑ گئیں پوشاک لے کر حاضر ہوئیں آپ نے غور سے ملاحظہ فرمایا کہا بہن یہ تو تنگ ہے ذرا اس سے ڈھیلی پوشاک ہو جناب زینبؑ نے وہ کپڑے اٹھا لیے دوسرے کپڑے لے کر حاضر ہوئیں امام نے دیکھا پسند فرمایا جگہ جگہ سے چاک کیا۔ یہ کیوں اس واسطے کہ غیرت دار آقا کو گوارہ نہ تھا کہ لاش جلتی زمین پر رہ رہے مگر وہ کپڑے بھی اشقیاء نے نہ چھوڑے غرض کہ امام سب سے رخصت ہوئے بیمار کر بلا کو اپنا وصی اور جانشین کیا چاہتے تھے کہ چلیں (اتنے میں علی اصغرؑ کے رونے کی آواز کان میں آئی فرمایا بہن علی اصغرؑ کو لاؤ اس سے بھی رخصت ہو لوں جناب زینبؑ گئیں علیؑ اصغرؑ کو لا کر امام کی گود میں دے دیا بلایا تو تھا حضرت نے رخصت کرنے کو علیؑ اصغرؑ کی حالت دیکھ کر تاب نہ رہی کیلجے سے لگایا اپنی عبا کا سایہ کیئے ہوئے چلے ہیں مگر دھوپ کے خیال سے عبا کا سایہ کئے ہوئے ایک بلندی پر تشریف لے گئے اوپر لشکر عمر سعد میں اختلاف ہوا کوئی کہتا ہے امام حسینؑ کوئی بزرگ شے لائے ہیں کوئی کہتا ہے قرآن ہے مگر یہاں امام نے عبا کا دامن ہٹایا پھول کی طرح مرجھائے ہوئے بچے کو ہاتھوں پر بلند کیا گویا مراد حضرت کی یہ تھی کہ خداوند حسینؑ کے خزانے میں اس ایک ہدیہ کے سوا

اب کچھ نہیں ہے مگر یہ بھی تیری درگاہ میں نذر ہے اس کے بعد حضرت متوجہ ہوئے لشکر کی طرف فرمایا اے اہل کوفہ و شام اگر حسین تمہارے نزدیک گنہگار ہے تو اس بچے نے کیا قصور کیا ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو کہ دودھ تک اس کی ماں کا خشک ہو گیا اولاد والو دشمن کا لشکر تھا مگر دل والے کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے کسی نے کہا ہاں واقعی حسین سچ کہتے ہیں اس بچہ نے تو کچھ قصور نہیں کیا ہے عمر سعد نے جو لشکر کی یہ حالت دیکھی متوجہ ہوا حرمہ کی طرف دیکھا اور کہا کیا دیکھتا ہے کلام حسین کو قطع کر دے اس شقی نے ایک تیرسہ شعبہ چاہے رکمان میں جوڑا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ شقی گھٹنے ٹیک کر صفوں میں بیٹھ گیا امام کی نظر نہ پڑے نہیں تو شاید بچے کو کلیجے سے لگانے کی کوشش کریں تو شیعوں تیر چلے سے چلا ہے آپ میں کوئی ہے جو بچے کے گلے پر اپنا گلہ رکھ دے ہائے کون تھا جو اس وقت کہتا کہ اوشقی ارے کیا غضب کرتا ہے۔ یہ تیر علی اصغر کے گلے پر نہیں بلکہ سیدہ کے کلیجے پر پڑے گا تیر گلے پر پڑا بچہ امام کے ہاتھوں پر مقلب ہو گیا جناب بحر العلوم مولانا سید علی صاحب قبلہ علی اللہ مقامہ عجیب نکتہ ارشاد فرما گئے ہیں کہ تیر تو بچے کی گردن پر پڑا مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ روایت میں ہے۔ تیر نے ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر ڈالا وجہ اس کی یہ تھی کہ تین بھال کا تیر اور بچہ کا ننھا گلا اتنی جگہ کہاں تھی کہ تینوں بھال گلے پر پڑتے اس سب سے ایک بھال گلے پر پڑا اور ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر دیا۔ تیسرا بھال حسین کے بازو کو زخمی کر گیا۔ اجر کم علی اللہ!

یہاں پر روایتیں مختلف ہیں بعض میں تو یہ ہے کہ امام بچے کو اسی طرح ہاتھوں پر لیے درخیمہ پر تشریف لائے اور پکار کر آواز دی کہ علی اصغر کو لیا جاؤ۔ اب یہ ایسے سیراب ہوئے ہیں کہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے ماں کو جو نظر آئے دل بے چین ہو گیا اور تو کچھ نہ کہا مگر حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا۔ کیوں بیٹا تیرے سن کے بچہ نخر کیئے جاتے

ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ایک گڑھا نوک شمشیر سے بصورت قبر کھودا اور بچے کو دفن کر دیا بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے امام پانی کہاں سے لاتے رخسارہ قبر پر رکھ کر اس قدر روئے کہ قبر آنسوؤں سے تر ہو گئی کچھ سمجھے آپ نے علیؑ اصغر کو کیوں دفن کیا وجہ یہ تھی کہ امام کے دل نے گوارہ نہ کیا کہ پھول سی لاش تین دن تک جلتی زمین پر پڑی رہے اور ممکن ہے کہ یہ وجہ بھی ہو کہ آقا کو بعلم امامت معلوم تھا کہ میرے بعد شہیدوں کے سر نوک نیزہ پر بلند کیئے جائیں گے۔ دل نے گوارہ نہ کیا کہ ننھا سار بھی نوک نیزہ پر بلند کیا جائے۔ (جواہر المصاب صفحہ ۸۳ تا ۸۷)

مولانا سید سیادت حسین نقوی

الغرض حسینؑ سب سے رخصت ہو کر بیبیوں اور بچوں کو تلی دے کر رن میں اعدا کے مقابل آ کر فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرماتے ہیں بار بار حجت ختم فرماتے ہیں کہ اب بھی میرے قتل سے باز آؤ۔ ”هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا كَمَا كُنَّا نَصْرُكَ“ جو میری آکر مدد کرے۔

اس استغاثہ کی آواز خیام حسینؑ میں پہنچی شمشیر علیؑ اس آواز استغاثہ کو سن کر اپنے کو جھولے سے گرا دیتا ہے۔ چنانچہ فضلہ یہ دیکھ کر درخیمہ پر آتی ہیں اور اپنے شہزادے کو پکارتی ہیں۔ میرے شہزادے جلد خیمہ میں آؤ۔ علیؑ اصغر نے جب سے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے اپنے کو جھولے سے گرا دیا ہے۔

اگرچہ علیؑ اصغر اپنی ماں کے دودھ سے پہلے ہی ناامید ہو گئے تھے کیونکہ ظالموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے خوف نے اُم رباب مادر علیؑ اصغر کا دودھ خشک کر دیا تھا۔ مارے پیاس کے زبان نکالے دیتے تھے۔

خامس آلِ عبا اپنی ماں کی کنیز فضلہ کی یہ بات سن کر داخلِ خیمہ محترم ہوئے۔ بچے کی یہ حالت دیکھی فرمایا۔

رباب اس کا شلو کہ بدل دو اس کو مجاہد بنا دو آراستہ کر دو میں ان کو رن میں لیئے جاتا ہوں، شاید ظالموں کو اس بچہ پر رحم آجائے اور پانی پلا دیں، کیونکہ وہ بھی اولاد والے ہیں، ان کی حالت دیکھ کر ترس آجائے گا۔

الغرض اُمّ رباب حکمِ امام بجالائیں جب علی اکبر کو آراستہ کر چکیں اور اُن کو باپ کی گودی میں دیا حسینؑ نے لیا اور عبا کے دامن سے بچہ کو ڈھانک لیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ پھول سا بچہ گرمی میں کھلا جائے جب آپ اس چھوٹے مجاہد کو اس شان سے مقابل اعدائے تو زیدی فوج کو یہ خیال ہوا کہ حسین اب چھوٹے قرآن جس کو حائل کہتے ہیں۔ عبا میں چھپا کر لائے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ دونوں میں فیصلہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے۔

اس فوج میں سترہ سو عالم و حافظ قرآن موجود تھے۔ حسینؑ کی یہ ہیئت دیکھ کر فوج یزید میں ایک انسانی لہر دوڑی، کان کھڑے ہوئے چونکہ دلوں میں کہا حسینؑ نواسہ رسولؐ بے قصور ہے۔ ظالم اسی خیال میں تھے کہ حسینؑ عبا کا پردہ اس چھوٹے قرآن ناطق کے چہرے سے ہٹاتے ہیں، اب تو فوج یزید میں عجیب تلاطم مچ گیا فرزندِ رسولؐ نے اس چھوٹے کر بلائی مجاہد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

بیٹا کہو پیاس سے نڈھال ہو لیکن تم میری جان بلکہ اسلام کی جان ہو۔ اپنی ننھی تلوار نیامِ دہن سے نکالو میرے نانا کا اسلام بچالو۔ آخر اہل بیتؑ کے گھرانے کا یہ بچہ تھا باپ کے کلمات تھے رگ رگ میں خونِ ہاشمی دوڑ گیا۔ باپ کا حکم تھا بجا آوری حکم کی ضروری تھی۔ وہ ننھی تلوار زبانِ دہن سے نکلی۔ حسینؑ نے فوج کے ایک سرے سے گھوم

کر دوسرے سرے تک اس ننھی تلوار کی چمک دکھائی اس کے زخم اتنے گہرے بیٹھے کہ دیکھنے کی تاب نہ لاسکے۔ منہ پھیر پھیر کر رونے لگے۔

اصغر کلیجہ تھام کے روتی ہے فوج شام

تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

حسینؑ نے خالموں سے کہا یہ بچہ تو میرا ناقہ صالح سے کم نہیں ارے اقوامِ عالم سے پوچھو کہ بچے بے قصور اور قابلِ رحم ہوتے ہیں فرات کا تھوڑا سا پانی لا کر اسے پلا دو، میری دعا لو اگر تم کو یہ خیال ہو کہ بچہ کے بہانے سے حسینؑ پانی پی لے گا تو اس بچہ کو میں اس جلتی ریتی پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آ کر اس کو پانی سے سیراب کر جاؤ۔

عجیب تلاطم فوجِ یزید میں تھا اور چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کچھ پانی پلانے کے لیے

آمادہ ہوئے۔

میرے ششما ہے مجاہد ایسے ہی سپاہی ہوئے چاہئیں جو غنیم کی فوج کا رنگ بدل دیں اور اپنا بنا لیں۔

ہے کوئی آج دنیا میں ایسا مجاہد، دکھائیں دنیا والے عمر سعد بھی ان ہی پیسنے والوں میں تھا کہ شیطان آیا اور اُس ملعون کو ایک دم چونکا یا اور کہا تو کس خیال میں محو ہے۔ اُس کا یہ کہنا تھا کہ تصویر کا رخ بدل گیا وہ فوج کو لاکار کر پکارا۔ خبردار ہوشیاران کے کہنے میں نہ آنا۔

حُرمہ بن کاہل اسدی بڑھا اور سہ پہلو تیر اُس نے کمان میں جوڑا عمر سعد نے کہا۔
اِقْطَعْ كَلَامَ الْحُسَيْنِ حُرمہ نے حسینؑ کے کلام کو سہ پہلو تیرے قطع کیا اور علی اصغرؑ کے گلوئے نازنین سے وہ تیر پار ہو کر بازوئے امام پر لگا اور بچہ تیر کھا کر رازی جنت ہوا حسینؑ نے تیر کھینچ کر نکالا خون کا فوارہ گردنِ اصغر سے جاری ہوا آپ نے چلو

بھرا اور چاہا کہ زمین پر پھینکیں صدا آئی مولا اس خونِ ناحق کو میرے اوپر نہ پھینکے گا۔ اگر ایک قطرہ بھی اس خونِ ناحق کا میرے اوپر گرا تو قیامت تک ایک دانہ مجھ سے نہ اگے گا پھر حسینؑ نے آسمان کی طرف اس خون کو پھینکنا چاہا۔ آواز آئی مولا میرے طرف یہ خونِ ناحق نہ آئے ورنہ تا قیامت پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ آئے گا۔

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغر تمہارے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

میرے آقا لاش علیؑ اصغر خیمہ کی طرف لے کر چلے پھر رن کی طرف پھرے اور فرماتے جاتے تھے۔ بیٹا میں تمہاری ماں کو کیا جواب دوں گا میں تو تم کو پانی پلانے کے وعدہ سے لایا تھا۔ تمہاری دودھ بڑھائی تو پیکانِ تیر سے ہوئی یہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ سات مرتبہ خیمہ اور رن کی طرف آئے اور گئے اور ہر بار فرمایا۔

رَضًا بَقَضَاءٍ ۝ وَتَسْلَمًا لِّأَمْرِهِ

غرض کہ بچہ کی لاش خیمہ میں لائے۔ ربابؑ نے دیکھا ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئیں۔ جب ہوش میں آئیں فرمایا بیٹا علیؑ اصغر آؤ میری چھاتی سے لگ جاؤ تمہاری محبت کے جوش میں دودھ چھاتیوں میں اُترا ہوا ہے۔ بیٹا میں تم کو کب سے پکار رہی ہوں، کیسی غفلت کی نیند سو رہے ہو میری گود خالی کر گئے۔ دادی کے گھر گئے راتوں کو تمہارے خیال میں تارے گنوں کی سایہ میں نہ بیٹھوں گی۔

اہلِ حرم نے ربابؑ کے اس یین پر و علیؑ اصغر او فریادہ کی صدا بلند کی حسینؑ لاش رن میں لائے اور ذوالفقار سے قبر علیؑ اصغر کھودی۔ ذوالفقار نے بھی فریاد کی۔

آقا میں تو آپ کے دشمنوں کا سر اتارنے والی تھی۔ آج مجھ سے معصوم بچہ کی قبر کا کام کیوں لیا گیا۔ میں روزِ محشر معصومہ عالم کو کیا جواب دوں گی جب وہ مجھ سے پوچھیں

گی اے ذوالفقار تو دیکھتی رہی اور میرا اصغر پیکان تیر کا نشانہ بنا اور تو نے قبر کھودی۔
 اس کے بعد حسینؑ نے بچہ کی لاش دفنائی پانی نہ تھا جو قبر پر چھڑکتے، آنسوؤں سے قبر
 کو ترکیا اور نشان قبر برابر کر دیا ایسا نہ ہو کہ بچہ کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال
 ہو جائے یا دشمنانِ دین میرے جھنڈولے بالوں والے کا سر میرے سر کی طرح نوک
 نیزہ پر نصب کریں۔ (احسن المجالس صفحہ: ۱۲۸ تا ۱۳۳)

﴿علامہ محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی﴾ مجالسِ امام حسینؑ

جناب علی اصغرؑ کی شہادت

میدان میں تو امام مظلومؑ صدائے استغاثہ کر رہے تھے، ادھر خیام میں مستورات کی
 صدائے ماتم بلند ہوئی۔ شبیرؑ کی تنہائی اور غربت بہنوں سے دیکھی نہ گئی، کہرام ماتم
 برپا ہو گیا۔ امام مظلومؑ خیمے میں تسلی دینے کے لئے آئے۔ یہ تسلی کہاں تک خاموش
 کر سکتی جن کا بھرا گھر ایک دن میں اجڑ گیا ہو، جن کے سانسے بیٹوں، بھائیوں اور
 بھتیجیوں کی لاشیں پڑی ہوں وہ گریہ کس طرح ضبط کر سکتیں تھیں۔ بہر حال امام مظلومؑ
 تسلی دے رہے تھے کہ اس اثناء میں کم سن شیرخوار چھ ماہ کے بچے علی اصغرؑ کے رونے کی آواز
 مظلوم کر بلا کے کانوں میں پڑی جو شدتِ پیار اسے مائے بے آب کی طرح تڑپ
 رہا تھا۔ ماں دودھ پلانے سے معذور تھی۔ باپ پانی پلانے سے مجبور، محصور بچہ بار بار
 زبان بابر نکالتا تھا۔ اس دردناک منظر نے اہل بیتؑ کو اور زیادہ مغموم کر دیا۔ امام مظلومؑ
 نے جناب زینبؑ سے فرمایا۔ بہن میرے صغیر بیٹے کو لگیر کو لا دو تاکہ میں اس سے وداع

کر لوں۔ جناب زینبؓ نے پیاسے معصوم کو حسینؑ کے ہاتھوں میں دے کر کہا: بھیا! اصغرؑ بہت پیاسا ہے کئی دن سے پانی نہیں پیا ماں دودھ پلانے سے معذور ہے۔ اس واسطے کچھ پانی کا انتظام کر لو۔ اپنی زندگی میں اسے پانی پلا دو، بھائی! تمہارے بعد کون پانی پلائے گا۔

اس خیال سے کہ معصوم بچہ ہے کسی مذہب و ملت میں بچہ تصور وار نہیں سمجھا جاتا۔ فوجِ اشقیاء میں بھی صاحبِ اولاد ہیں۔ شاید کسی کو ترس آجائے۔ امامِ مظلومؑ نے بچے کو ہاتھوں پر لیا۔ لیکن سارے دن کا معمول یسویوں کو معصوم کی موت کا تصور دلارہا تھا کس دل اور کس جگر سے معصوم بچے کو سوائے میدانِ روانہ کیا ہوگا۔

دستور ہے کہ بچہ جب ماں سے جدا ہوتا ہے۔ روتا ہے اور روتی ہوئی آنکھوں سے ماں کی طرف بار بار دیکھتا ہے ماں نے خشک ہونٹوں اور مرجھائی ہوئی صورت کو چوما۔

جھک جھک کے جو فرزند کا منہ پاس سے دیکھا

ماں کو علی اصغرؑ نے عجب یاس سے دیکھا

حسینؑ نے صغیر کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ دیکھا معصوم بچہ زبان کو منہ میں پیاس کی وجہ سے چبارہا ہے۔

چھائی ہوئی زردی تھی جو دلہند کے منہ پر

شبیرؑ نے منہ رکھ دیا فرزند کے منہ پر

فرزندِ رسول اپنے ننھے فرزند کو لے کر میدان میں آئے کس لئے آئے۔ اُمّتِ جد سے پانی مانگنے کے لئے۔ آہ! ساقی! کوثر کا فرزند کریم بن کریم۔ حرکی فوج کو صحرائے بے آب میں پانی سے سیراب کر نیوالے آج بوندِ پانی کے لئے کینوں سے سوال کرتے ہیں، حضراتِ یہ مرحلہ بھی بہت دشوار اور جگر گذار ہوتا ہے جب کوئی کریم سائل

بن کر لیم (کہنے) کے پاس آئے۔ بقرط سے کسی نے پوچھا: موت سے کوئی چیز زیادہ تلخ بھی ہے؟ اس نے کہا ”ہاں! ایک کریم کا لیم کے پاس سوال کرنا“ فرزند رسولؐ سے بڑھ کر اس زمانے میں کون کریم تھا اور ان اشقیاء سے بڑھ کر کون لیم تھا۔ امام مظلوم کریم بن کریم علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کے امت جد کے سامنے آئے اور ان لفظوں سے سوال آب کیا:

اوگر اتم نے میرے انصار و اہل بیت کو قتل کر دیا۔ اب ہمارے گھرانے میں یہی صغیر بچہ رہ گیا ہے۔ میرے گھر کا تم نے خاتمہ کر دیا۔ اب اس معصوم بچے پر تمہیں رحم نہیں آتا۔ دیکھو تو سہی یہ بے گناہ اور بے قصور بچہ کس طرح شدتِ پیاس سے جل رہا ہے۔ تمہیں ترس نہیں آتا۔ اس شیر خوار کو تو پانی پلا دو۔ اس کے بعد مولانا معصوم چہرے سے چادر کا دامن ہٹایا۔ منہ فوجِ اشقیاء کی طرف کیا۔ اور ساتھ ہی جنابِ اصغرؑ سے فرمایا ”بینا تو حجتِ خدا کا فرزند ہے۔ حجت تمام کر معصوم بچے نے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری، یہ ایسا دردناک منظر اور رقت خیز حالت تھی کہ سنگدل بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی بچہ تو بے قصور ہے اگر اسے پانی پلا دیا جائے تو کیا جرم ہے فوجِ اشقیاء میں ہمہ پیدا ہو گیا۔ بعض ظالم منہ پھیر کر رونے لگ گئے بعض صاحبِ اولاد شقیوں کے دل بھر آئے آنکھوں سے دیکھنا نہ گیا غرض یہ کہ فوجِ ابنِ سعد کی کیفیت بدل گئی۔ اور حسینؑ کے ننھے اصغرؑ نے فوجِ یزید میں ایک ایسا تاثر پیدا کر دیا کہ سنگدل بھی آنسو بہائے بغیر نہ سکے۔ اس واقعہ کو جنابِ میرا نیس مرحوم نے منظوم بیان کیا ہے۔

کی آہ کسی نے کوئی منہ پھیر کے رویا دامن کسی جلاؤ نے اشکوں سے بھگویا
ہر شخص کے اک تیر کا قلب پہ گویا بولا کوئی ایمان بھی گیا دین بھی کھویا

یوں پھول کوئی دھوپ سے مرجھا نہیں جاتا

بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
پسر سعد نے فوج کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو فوراً حرمہ کو پکار کر کہا ”اَفْطَعِ كَلَامَ
الحسین“ حسین کی بات ختم کر یعنی اس بچے کا کام تمام کر دے۔ واضح رہے کہ یہ
حرمہ بن کاہل ملعون کوفہ کا مشہور تیر انداز اور ماہر نشانہ باز تھا۔ تیر اندازوں کا افسر تھا۔
اسی شقی و خبیث نے جناب عباسؑ کو بے آس کیا تھا۔ اسی ملعون کی تیر بارانی سے غازی
کا بدن چھلنی ہوا تھا۔ اور اسی کے تیر سے غازی کی مشک چھد گئی تھی اور پانی خاک پر بہہ
گیا تھا اس زمانے میں اتنے بڑے اور نوکدار تیر ہوتے تھے کہ ایک تیر سے بھی جوان
آدمی کا کام تمام ہو سکتا تھا۔ اور بعض اس قسم کے تیر تھے جن کی تین نوکیں ہوتی تھیں۔
کوفہ کے اسلحہ سازوں نے کچھ ایسے ہتھیار خاص طور پر تیار کئے تھے۔ زہراً کا گھر برباد
کرنے کے لئے نیزوں اور تیروں کی نوکیں تیز کر دی تھیں۔ کیونکہ جتنا ہتھیار تیز اور
مضبوط ہوتا اسی قدر قیمت زیادہ ملتی تھی۔

اس ملعون نے وہ تیر کمان میں رکھا جس کی لمبائی جناب اصغرؑ کے قد سے زیادہ تھی
کہا جاتا ہے کہ اس شقی کا ہاتھ بھی کانپا۔

حرل نے کئی بار کماں کھینچ کے رکھ دی

دیکھا کبھی اصغرؑ کو کبھی تیر کو دیکھا

ابن سعد کے حکم سے اس کمینے نے دل کو سخت کیا اور وہ تیر چڑھایا جس کی تین نوکیں
تھیں کیونکہ ابن سعد کی طرف سے حکم تھا کہ بچہ زندہ واپس نہ جائے۔ معصوم بچہ حسینؑ
کے ہاتھوں پر تھا۔ منہ قومِ اشتیاء کی طرف تھا کہ یہ تیر معصوم کی گردن میں پیوست ہو گیا
چونکہ تیر وزنی تھا، اس واسطے ایسا دھچکے لگا کہ صغیر کا رخ باپ کے ہاتھوں پر بدل گیا۔
بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ تیر ایک کان میں لگا اور

نوک دوسرے کان سے پار نکل گئی خون کا فوارہ باہر نکلا اور رباب کا لال باپ کے ہاتھوں پر تڑپ کر ماں کی آغوش برباد کر گیا۔ دستور ہے کہ ماں کا دل ہمیشہ چھوٹے بچے سے بہلتا ہے کم سن بچیاں گود والے بچوں سے بہت مانوس ہوتی ہیں۔ پردیس میں رباب کی آنکھوں کا جوتارا اور دل کا سہارا تھا وہ ٹوٹ گیا اور جناب سیکنہ کا بہلاوا جاتا رہا حسین کے خزانے میں یہ آخری لال تھا جسے بارگاہ ایزدی میں پیش کر دیا۔

حسین کے دل پر کیا گزری ہوگی جب کہ کریم کے سوال کا اس طرح جواب دیا گیا۔ عزادار و! حسین کو لاش اٹھانے میں تو کوئی دشواری پیش نہ آئی ہوگی۔ کیونکہ چھ ماہ کا صغیر تھا لیکن ایک دشواری ضرور پیش آئی۔ جو جوانوں کی لاش اٹھانے سے کم نہ تھی۔ ہائے ہائے کس دل سے مولائے معصوم کی گردن اور کانوں سے تیروں کی نوکیں نکالی ہوں گی۔ جو اس بدن سے ٹوٹا ہوا نیزہ نکالنا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ معصوم بدن سے تیر کی نوک دشوار ہے۔

مولائے مظلوم نے جب تیر نکالا تو خون کی دھار نکلی جو مولائے ہاتھوں پر لے لی منہ آسمان کی طرف کر کے کہا: خدایا! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر، ان نابکاروں نے مدد کے لئے بلایا تھا۔ مگر میرا بھرا گھر آج برباد کر دیا۔ خدایا، میرے پاس یہ آخری قربانی تھی جسے تیرے حضور پیش کر دیا ہے۔

باقی لاشیں تو امام مظلوم خیمے میں لے گئے۔ لیکن کسی مصلحت سے اس شیر خوار کی لاش شہدائے بنی ہاشم کی لاشوں میں نہ رکھی۔ تلوار سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور اس معصوم میت پر تنہا نماز جنازہ پڑھی۔

عزادار و! وہ شخص کس قدر غریب و بے کس شمار کیا جاتا ہے جس کے ساتھ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں کوئی نہ جائے۔ یہ جس کے عزیز پر نماز جنازہ پڑھنے والے کم ہوں۔

حضرات! یہ نرالا شہید تھا جس کی معصوم اور نضی میت پر امام مظلوم نے نماز جنازہ پڑھی، پڑھائی نہیں۔ پڑھائی جب ہوتی جب پیچھے کوئی پڑھنے والا ہوتا۔ نمازی مولا کے تمام رخصت ہو گئے تھے، تنہا امام باقی تھا۔ اور تنہا مولا نے رباب کے اس معصوم تارے کو قبر کے سپرد کر دیا۔ مٹی برابر کی۔ قبر بنائی اور دامن جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے، بارالہا! اب میرا گھر خالی ہو گیا ہے میرے پاس مردوں میں کوئی قربانی باقی نہیں رہی۔

نضی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

شہیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(مجالس امام حسینؑ صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۷)

﴿مولانا سید شاہ حسین نقوی سرسوی﴾

مفتاح المجالس

شب عاشورا اور علی اصغرؑ

وہ روایت جس کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے استاد معظم ”شیر الاحزان“ میں بیان کرتے ہیں۔ جناب سیکینہ فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ محرم کو پیاس کی اتنی زیادتی ہو گئی تھی کہ پیاس نے ہلاکت کی نوبت پہنچادی تھی۔ پانی بالکل نہ تھا یہاں تک کہ مشکیں تک خشک ہو گئی تھیں میں پیاس سے بے تاب تھی اور میرے ساتھ اور بچوں کی بھی یہی حالت تھی میں اپنی پھوپھی زینبؑ کے خیمہ میں گئی کہ ان کو اپنی پیاس کی خبر دوں شاید انھوں نے ہمارے واسطے کچھ تھوڑا سا پانی اٹھا رکھا ہو۔ خدا کسی کو وہ منظر نہ دکھلائے جو جناب سیکینہؑ نے دیکھا خیمہ میں پہنچ کر کھڑی رہ گئیں اور اپنی پیاس کا اظہار نہ کر سکیں کیونکہ جناب زینبؑ کی آغوش میں جناب علی اصغرؑ تھے۔ جو ماہی بے آب کی طرح

ترپ رہے تھے۔ جناب زینبؓ کی یہ حالت تھی کہ کبھی آپ کھڑی ہو جاتی تھیں اور کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ فرما رہی تھیں بیٹا! تیری پھوپھی پر یہ حالت سخت ناگوار ہے کہ جس پانی کے واسطے تو رو رہا ہے وہ تجھ کو نہ پلا سکے۔ جناب سیکنہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ آواز سنی تو اپنا رونا بھول گئی۔ پھوپھی نے پوچھا سیکنہؓ رو رہی ہے میں نے عرض کی جی ہاں میں ہی ہوں۔ میں نے اُن سے اپنی پیاس کا اس لیے اظہار نہ کیا کہ ان کو اور صدمہ ہوگا۔ میں نے کہا پھوپھی اماں! اگر آپ کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجتیں تو شاید کچھ پانی مل جاتا یہ سن کر جناب زینبؓ انھیں گود میں علیؓ اصغر کو لے کر روانہ ہوئیں اور عزیزوں کے خیموں میں پانی تلاش کیا پانی کا کہیں پتہ نہ چلا وہاں سے پائیں تو اور پیاسے بچے ہمراہ ہو گئے۔ اب جناب زینبؓ کے دل سے پوچھے کہ کیا گزری آغوش میں علیؓ اصغر کا پیاس کی وجہ سے ترپنا اور گردنچوں کے رونے کی آوازیں پانی پانی جناب زینبؓ بے تاب ہو کر ذریتِ حسنؓ کے خیمہ میں بیٹھ گئیں کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجا کہ ممکن ہے کچھ پانی مل جائے۔ مگر وہاں بھی کہیں پانی نہ ملا۔ اس کے بعد اپنے خیمہ میں پلٹ آئیں۔ اس وقت قریب بیس بچے جناب زینبؓ کو گھیرے ہوئے تھے۔

ارباب انصاف سے پوچھتا ہوں جبکہ نویں کی شب میں پیاس کی یہ کیفیت تھی تو روزِ عاشورہ کو ان کی پیاس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے صابر گزر گئے مگر تاریخِ عالم کربلا کے بچوں کے صبر کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے کیونکہ جب تک امام حسینؓ زندہ رہے اس وقت تو یہ بچے برابر کہتے رہے۔ ”العطش العطش“ لیکن ادھر جبریلؑ کی صداسنی تو آوازیں کا انداز بدل گیا۔ اب کوئی جناب زینبؓ کے پاس نہیں جاتا کہ پانی پلا دیجئے اب تو کوئی کہہ رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے والا کبراہ کوئی کہہ رہا ہے واقساہ کوئی کہتا ہے واحسیناہ کوئی کہتا ہے واعباساہ۔ جانتے تھے کہ پانی پلانے والے ختم ہو گئے

ہیں ایک بیمار باقی ہے تو وہ اس قابل نہیں میں نے کسی تاریخ یا مقتل میں نہیں پڑھا کہ کوئی بچہ جو تھے امام کے پاس پیاس کی شکایت لے کر گیا ہو بس خدا ہی جانے شام ہوتے ہوتے پیاس کس حالت پہ پہنچ گئی ہوگی۔ (مفتاح المجالس صفحہ: ۶۷۲ تا ۶۹۲)

﴿علامہ سید محمد مہدی﴾

لوانع الاحزان

بیان شہادت علی اصغرؑ

بادشاہ اسماعیل صفوی کے حکم سے جب حضرت خُرکی قبر کھودی گئی تو بادشاہ نے دیکھا کہ حضرت خُر کے سر پر جناب سیدہ کے ہاتھ کا رومال بندھا ہے، بادشاہ نے یہ خیال کر کے کہ یہ امام حسینؑ کا رومال ہے تہرکا چاہا کہ اُس کو لے لیں جب کھولا خون کا فوارہ جاری ہوا ہر چند دوسری تدبیریں کیں مگر خون بند نہ ہوا۔ یہاں تک کہ خون سے ساری قبر بھر گئی۔ اُس وقت پھر اُس رومال کو باندھ دیا۔ فوراً خون بند ہو گیا۔ بادشاہ کو پھر اُس رومال کے لینے کی طمع ہوئی اور کھول لیا پھر خون جاری ہوا۔ جب پھر باندھ دیا گیا تو خون بند ہوا تو اُس وقت شاہ نے اُن کو قبر میں پوشیدہ کر دیا۔ اُن کا روضہ بنوایا اور خادم مقرر کر دیا گیا۔ مگر مومنین! نہ معلوم کیا مصلحت تھی کہ جب علی اصغرؑ کے گلے سے خون جاری ہوا تو اس وقت امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے گلے پر رومال نہیں باندھا بلکہ خون چٹو میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیا اور باقی معصوم کے بدن پر مل دیا۔ غالباً اس لئے مل دیا کہ شریعت کا حکم ہے کہ شہید کا لباس نہ اُتارو اُسی لباس خون آلود میں دفن کرو۔ شہید کو غسل نہ دوتا کہ جو خون اس کے بدن میں لگا ہے دھل نہ جائے۔ شہید کو کفن کی ضرورت نہیں اُسی لباس خون آلود میں جو اُس کے بدن میں ہے دفن کر دو تاکہ قیامت میں اسی حالت سے خدا کے سامنے جائے علی اصغرؑ کے گلے کا خون تو امام

حسینؑ نے چٹو میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیا تھا اور باقی بدن اس کا زخمی نہ تھا خون آلود نہ تھا اس سبب سے حضرت نے تمام جسم علیؑ میں خون مل دیا تاکہ ہم گنہگاروں کے واسطے زیادہ ذریعہ شفاعت کا ہو۔

نمرو د کا تیر پھینکنا

جب نمرو د نے آسمان کی طرف تیر پھینکا ہے تو خدا نے مچھلی کو اس کا نشانہ بنا دیا مچھلی نے کہا بار الہا! میرا کیا قصور تھا جو نشانہ تیر ہو گئی۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے اس کے عوض میں سب مچھلیوں سے ذبح کی تکلیف کو اٹھالیا علیؑ اصغرؑ بھی بے قصور نشانہ تیر ہوئے۔ اُس کے عوض میں خدا سب شیعوں کے عذاب جہنم کو دفع کر دیگا۔

پہنچنا علیؑ اصغرؑ کا جناب فاطمہؑ کے پاس

ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی مومن کا شیر خوار بچہ مر جاتا ہے تو جناب فاطمہؑ اس کی پرورش کرتی ہیں۔ جب قیامت ہوگی تو اس کے باپ کو تحفہ دیں گی۔ کیوں مومنین! جب علیؑ اصغرؑ اپنی دادی کے پاس پہنچے ہوں گے اور جناب فاطمہؑ نے اپنے پوتے کو دیکھا ہوگا کہ گلا چھدا ہوا ہے سارے بدن پر خون لگا ہوا ہے۔ زخم تیر سے اتنا بڑا سوراخ ہے کہ جیسے کسی نے اس کو ذبح کر دیا ہے تو اُن معصومہ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔

(لوائح الاحزان جلد دوم صفحہ: ۱۷۸ تا ۱۷۷)

﴿علامہ سید محمد مہدی﴾

لوائح الاحزان

لاش علیؑ اصغرؑ کو دفن کر دینے کی وجہیں

مومنین سب کی لاشیں تو حضرت قتل گاہ سے خیمے میں اٹھالائے مگر علیؑ اصغرؑ کی لاش

خیمہ گاہ کو نہ لائے اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ جناب امام حسین علی اصغر کو رباب سے یہ فرما کر لائے تھے کہ تمہارے فرزند کو پانی پلا کے لے آتا ہوں۔ اب حضرت کو غیرت معلوم ہوئی کہ ابھی تو پانی پلانے لایا تھا اور ابھی اُس کی لاش لے جا کے اُس کی ماں کو دُوں۔ اب یہ پوچھئے کہ جناب امام حسین نے کسی اور کی لاش دفن نہ کی پھر علی اصغر کی لاش کیوں دفن کر دی۔ اس کی کئی وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت کو خیال ہوا کہ اور لوگ جو مارے گئے وہ میدان جہاد میں مخالفین سے لڑے تھے یہ بچہ تو کسی سے لڑنے نہ آیا تھا۔ محض بے تصور ذبح کیا گیا ہے۔ اگر اس کی لاش زمین پر زیر آسمان پڑی رہے گی تو عجب نہیں کہ ملائکہ میں اضطراب پیدا ہو اور اُس کی وجہ سے دریائے غضب الہی جوش میں آجائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ زمین کر بلا شدت سے گرم ہو رہی تھی۔ حضرت کو گوارا نہ ہوا کہ ننھی سی لاش کو جوش پھول کے نازک تھی اُس جلتی زمین پر شدت آفتاب میں رکھ دیں۔ تیسرے شاید جناب امام حسین نے خیال کیا ہو کہ جب بعد شہادت ہمارے اہل بیت لٹ کر مقتل میں آئیں گے تو اس لاش کو دیکھ کر نہایت بیقرار ہوں گے۔ خصوصاً مادر علی اصغر اپنے بچے کی لاش دیکھ کر عجب نہیں سرسینہ پیٹتے پیٹتے ہلاک ہو جائیں، چوتھی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ اگر حضرت دفن نہ کرتے تو اشتیاء اُس بچے کا بھی سر کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھاتے۔ اس خیال سے بھی حضرت نے دفن کر دیا۔ پانچویں وجہ یہ بھی سن لیجئے اور اسی پر مجلس ختم ہے۔ عجب وجہ عرض کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ آپ کو تاب نہ رہے گی۔ وہ یہ ہے کہ حضرت کو خوب معلوم تھا کہ بعد شہادت کے ملائین لاشہائے شہداء پر گھوڑے دوڑائیں گے۔ اگر اس بچے کی لاش زمین پر پڑی رہی تو یہ کیونکر متحمل ہو سکے گا۔ اس پامالی میں ننھی سی لاش ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ غالباً ان ہی وجوہ سے حضرت نے سپردِ خاک فرمادیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ (لوائح الاحزان جلد اول صفحہ: ۱۹۷ء)

﴿علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی﴾

حملہ کو مختار کے سامنے لایا گیا کہا تجھے قتل کریں گے ہاتھ پیر کاٹیں گے، آگ میں تجھے ڈال دیں گے، تیرے جسم کے اعضاء آگ میں جلائے جائیں گے، لیکن ہم قتل نہیں کریں گے، جب تک تو یہ نہ بتا دے کہ تو نے کربلا میں کیا کیا حرملائے کہا، امیر قتل کرنا ہے تو قتل کر دے اب ہم سے یہ نہ پوچھ کہ ہم نے کربلا میں کیا کیا۔ رونے لگا حملہ کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے کہ امیر بس قتل کر دے ہاتھ پیر نہ کاٹ اور یہ نہ پوچھ کہ ہم نے کربلا میں کیا کیا۔ امیر مختار تازیانہ لے کر اٹھے کہا ظالم جا رہے تھے کویتانا پڑے گا کہ تو نے کربلا میں کیا کیا۔ یہ پورا دربار سننے بیٹھا ہے۔ یہ حسینؑ کی مجلس تھی ذکر علیؑ اصغرؑ تھا۔ قاتلوں سے بھی مختار نے مظالم کا اقرار کروایا ہے۔ کرو ذکر حسینؑ کبھی کبھی قاتل کو بھی ذکرِ مظالم کرنا پڑا تاریخ میں ہے، مختار نے کہا سنا کیا ہوا۔ حملہ نے کہا امیر جب ہم گھر سے چلے تو ہم نے ترکش میں چھ تیر رکھے چھیوں تیر تین بھال کے تھے ہم نے چونکہ ہم گھوڑے کا شکار کرتے تھے، گائے کا شکار کرتے تھے راستے میں اس لئے بڑے تیروں کی ضرورت ہوتی تھی، بڑے جانوروں کے لئے ایسے تیر استعمال ہوتے تھے، جانور بھاگنے نہ پائے اس لئے ہم تیروں کو زہر میں بچھا لیتے تھے، سارے تیر زہر میں بچھے ہوئے تھے اور میری کمان بڑی تھی جو دو ٹانگ کی تھی، ہمارا تیر جس پر گرے تو ایسا لگے کہ دامن وزن اُس پر گر گیا اور ہمارے نشانے نے کبھی خطا نہیں کی۔ ہم عرب میں بہت اچھے تیر انداز مشہور تھے ہم چلے تو حکم یزید تھا کہ کربلا پہنچو لیکن راستے میں ہم شکار کھیلتے ہوئے چلے ہمیں شکار نظر آیا ہم نے تین تیر شکار پر پھینکے لیکن شکار نہ گرا تیر ضائع گئے میں نے اس کو بدشگونی سمجھا اس لئے میں نے تین تیر محفوظ کر لئے پھر میں نے شکار نہیں کھیلا تین تیر لے کر میں کربلا آیا اور تین مقامات تھے جہاں مجھے بلایا گیا،

کہا بتا کب کب تو نے تیر پھینکا، کہا امیر! بچوں میں شور تھا ہم پیاسے ہیں، العطش العطش ہم نے دیکھا کہ ایک ننھی سی بچی نے اپنے چچا کو مشک دی چھوٹے چھوٹے بچوں نے چچا کو رخصت کیا بچوں میں شور تھا کہ ہمیں پانی پلائیے عباسؑ چلے کہہ کر چلے کہ ہم فرات پر جاتے ہیں پانی لائیں گے پیاسے بچے انتظار میں تھے عباسؑ نے فرات سے مشک بھری مشک سینے پر رکھ کر عباسؑ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو عمر سعد نے مجھے کہا حرمہ پانی نہ جائے خیے میں اگر پانی چلا گیا تو عباسؑ پھر بہت بہادری سے لڑیں گے حسینؑ پھر لڑیں گے تو ہم میں سے ایک نہ بچے گا۔ پانی نہ جائے خیے میں پانی نہ جائے ہم نے نشانہ لیا عباسؑ کی مشک کا نشانہ اور جب ہم نے تیر چلایا تو مشک سکی نہ میں تیر پیوست ہوا پانی بہہ گیا ادھر پانی بہا ادھر عباسؑ کا لہو بہا کہا دوسرا تیر کب پھینکا کہا امیر دوسرا تیر نہ پوچھو تمہیں تیسرا تیر بتا دوں کہا اچھا چل تیسرا تیر بتا دے کہا یہ آخری تیر جو میری کمان میں تھا حسینؑ بہت بہادری سے لڑ رہے تھے حملہ کرتے جاتے تھے لشکر کو بھگاتے جاتے، عمر سعد نے کہا حرمہ کچھ ایسا کر کہ حسینؑ گھوڑے سے گر جائیں، میں نے کمان میں تیر لیا اور حسینؑ کی پیشانی پہ لگا، ہو گئی تقریر صرف دو حملے مختار آگے بڑھے اور کہا وہ دوسرا تیر جس کا ذکر نہیں کرنا چاہتا وہ سنارو نے لگا ہاتھ جوڑے کہا امیر نہیں بتا سکتا مختار نے خنجر لیا بازو کاٹے، کہا بتا تجھے بتانا پڑے گا پورا دربار رو رہا تھا فریاد تھی قیامت تھی حملہ گھبرایا کہا امیر حسینؑ ایک بچے کو لے کر بلندی پر آئے چادر ہٹائی کہا میرا بچہ پیاسا ہے تھوڑا سا پانی پلا دو اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے تین دن کا پیاسا ہے، بس عمر سعد نے کہا قطع کلام! حسینؑ بس میں گھوڑے کی پیٹھ پر سے اتر، بیٹھا ایک زانو زمین پر رکھا دوسرا اٹھایا کمان میں تیر جوڑا تیر چلا کہا کیا ہوا کہا بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر پلٹ گیا۔ حسینؑ نے چلو میں ابولیا

(عشرہ مجالس "اقوام عالم اور عزاداری حسینؑ" ... لاہور، ۱۹۹۷ء)

..... ﴿باب ششم﴾
jabir.abbas@yahoo.com

شہزادہ علی اصغرؑ
دانشوروں کی نظر میں

حضرت ربابؑ

نام و نسب:

آپ کا اسم گرامی رباب تھا، آپ کے والد قبیلہ قضاہ کے سردار تھے، ان کا نام و نسب یہ ہے۔ امراء القیس بن عدی بن جابر بن کعب بن علی بن برہ بن ثعلبہ بن عمران بن الحاف بن قضاہ یہ پہلے عیسائی تھے، خلافت ثانیہ کے دور میں اسلام قبول کیا۔

جناب ربابؑ کی والدہ کا نام ”ہند“ تھا جو ربیع بن مسعود بن مروان بن حصین بن کعب بن علیم بن کلیب کی بیٹی تھیں۔

امام حسینؑ سے نکاح:

آپ سے امام حسینؑ کا نکاح جناب شہر بانو کے بعد کوفہ میں ہوا۔ شرر صاحب نے اس عقد کا بھی عہد خلیفہ ثانی میں ہونا ظاہر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب امراء القیس نے عہد خلیفہ ثانی میں مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور قبیلہ قضاہ کے سردار بنائے گئے اور باہر نکلنے لگے تو ”الغرض امراء القیس پلٹ کے چلے تھے اور ہنوز خلیفہ ثانی کی صحبت سے باہر نہیں نکلے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ اپنے دونوں صاحبزادوں حسن اور حسینؑ کو لئے ہوئے اُٹھے اور بڑھ کے اس نو مسلم شہسوار عرب کا دامن پکڑ لیا اور کہا چچا، میں علی بن ابی طالبؑ رسول اللہ کا چچا زاد بھائی اور داماد ہوں اور یہ میرے دونوں بیٹے ہیں جو پیغمبر کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم تینوں آرزو مند ہیں کہ ہمیں اپنی دامادی میں قبول کیجئے۔ امراء القیس نے یہ درخواست سنتے ہی قبول کی اور کہا اے علیؑ میں اپنی بیٹی حیاؑ تمہارے عقد میں دیتا ہوں اور اے حسنؑ اپنی بیٹی سلمیٰ

تمہارے عقد میں اور اے حسین میری بیٹی رباب تمہارے لئے ہے۔ الغرض اسی صحبت میں یہ تینوں عقد ہوئے اور خلیفہ ثانی کے عہد میں رباب کو خاندان نبوت کی بہو بننے کی عزت حاصل ہوئی۔

یہ روایت کئی وجوہ سے محل نظر اور ناقابل اعتماد ہے:-

(۱) سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اس پوری داستان میں کہیں پر یہ نہیں بتایا جاتا کہ حضرت علی علیہ السلام کو بغیر سابق تعارف کے اور بغیر کسی گفتگو کے یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ امراء القیس کی تین بیٹیاں ہیں اور تینوں قابل عقد ہیں؟ یہی خلا اس روایت میں ایسا رہ گیا ہے جو گڑھنے والے کے کاسہ سر کے خلا کی غمازی کر رہا ہے۔

(۲) دوسری وجہ جو فخر الحکماء مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ کے افادات سے ہے وہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:

”مگر قرینہ سے یہ روایت بھی غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ عقد اس زمانہ میں ہوا ہوتا تو حضرت سیکینہ کی ولادت اسی قریب زمانہ میں ہوتی کیونکہ طرفین میں کوئی صغیر السن نہ تھا۔ حالانکہ اولاد امام حسین میں بجز امام زین العابدین کوئی ایسا نہیں ہے جس نے زمانہ جناب امیر کو دیکھا ہو چہ جائے کہ خلیفہ دوم و سوم کے زمانہ میں کسی کی ولادت ہوئی ہو جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ عقد متاخرانہ زمانہ میں ہوا کیونکہ موت خلیفہ دوم ۲۳ھ ہجری میں ہے اور معرکہ کربلا ۶۱ھ میں، تو پھر کس عقل سے کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اتنی مدت (۳۷ برس) یوں ہی گزر جائے اور حضرت سیکینہ آخر عمر میں پیدا ہوں۔

لہذا یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ عقد متاخر زمانہ میں ہوا۔ (جواب شریح ص ۱۳۲)

(۳) اس پر متزاد رواج خاندان والا سوال ہے جسے جناب شہر بانو کے واقعات

کے سلسلے میں لکھ چکا ہوں۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ جناب امراء القیس کے دل میں اس کی بڑی تمنّا تھی کہ میری لڑکیاں خاندان رسالت ہی میں بیاہی جائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بڑی صاحبزادی حمایہ کا عقد امیر المومنین سے کیا تھا۔ مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں ازواج امیر المومنین کے نام کے سلسلہ حمایہ بنت امراء القیس کا نام بھی ملتا ہے اور یہ تذکرہ بھی ہے کہ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی تھی جو کمسنی ہی میں وفات پاگئیں اور مناقب ہی میں قوۃ القلوب کے حوالے سے یہ مرقوم ہے کہ امیر المومنین کی وفات کے وقت آپ کی ازواج میں سے چار بیویاں زندہ تھیں۔

(۱) امامہ بنت ابی العاص (۲) اسماء بنت عمیس (۳) لیلیٰ التیمہ (۴) اُم البنین۔
اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ حمایہ بنت امراء القیس کا انتقال امیر المومنین کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔

اسی طرح انہوں نے اپنی چھوٹی صاحبزادی رباب کا عقد امام حسن علیہ السلام سے کیا۔ اب رہا یہ امر کہ ان کی کوئی صاحبزادی سلمیٰ تھیں اور ان کا عقد امام حسین علیہ السلام سے ہوا تو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی ازواج میں کہیں سلمیٰ کا نام نہیں ملتا۔

مختصر یہ کہ امراء القیس کا دور خلافت ثانیہ میں اسلام لانا بھی قطعی ہے۔ ان کی دو بیٹیوں کا امیر المومنین اور امام حسین علیہ السلام کے عقد میں آنا بھی مسلم ہے، لیکن ان سب واقعات کو خلط ملط کر کے اس سے ایک داستان مرتب کر لینا اور یہ کہہ دینا کہ یہ سب باتیں اُسی دن رونما ہوئیں جس دن وہ اسلام لائے یہ محض شرر صاحب اور ان کے ہم مذاق داستان سراؤں کی بلند پروازی ہے۔ حقیقت سے اس کو کوئی علاقہ نہیں ہے۔
جناب شہر باؤ کے بعد کوفہ میں جناب رباب سے عقد ہونے کا قرینہ یہی ہے کہ

امام زین العابدین علیہ السلام جو جناب شہر بائو کے بطن سے تھے۔ امام حسینؑ کی سب سے بڑی اولاد تھے اور انہیں کی ولادت کے بعد جناب شہر بائو کا انتقال ہو گیا، ایسی صورت میں یہی سمجھا جاسکتا ہے کہ دوسری ازواج (جن کی اولاد امام زین العابدینؑ سے بہت چھوٹی تھی) بعد میں امام کے حوالہ عقد میں آئی ہوں گی۔

اولاد:-

آپ کے بطن سے دو اولادیں ہوئیں:-

اول سیکنہ: آپ کا نام ”آمنہ“ اور بروایت ”امیہ“ تھا لیکن فرط محبت کی وجہ سے والدین نے سیکنہ (باعث سکون حمل) پکارنا شروع کر دیا اور اب یہ اصل نام سے زیادہ شہرت پا گیا۔ واقعہ کر بلا میں جناب سیکنہ بہت کم سن تھیں عموماً تین چار برس آپ کی عمر بتائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ۵۶ھ یا ۵۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہوگی۔

دوم عبداللہ الرضیع۔ یہی وہ ششماہہ فرزند تھا جو علی اصغرؑ کے نام سے مشہور ہے اور جن کے خون ناحق نے حسینؑ کی مظلومی کی تصویر میں ایسا شوخ اور پائیدار رنگ بھر دیا ہے جو ابد الابد تک قائم رہے گا، یہ واضح رہے کہ یہ بچہ ۱۰ محرم کو چھ مہینے کا تھا۔ اس لحاظ سے اس کی ولادت مدینہ سے روانگی کے چند ہی روز قبل ماہ رجب سنہ ۶۰ھ کی کسی تاریخ میں ہوئی ہوگی۔

صاحب ناخ التوارخ عبداللہ اور علی اصغرؑ کو دو سمجھتے ہیں اور عبداللہ کو واقعہ کر بلا میں اتنا بڑا سمجھتے ہیں کہ وہ بعد شہادت جناب علی اکبرؑ خیمہ سے لرزاں و ترساں باہر نکل پڑے اور ہانی بن بعیث نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔

یہ موصوف کا تراجم ہے کیونکہ حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد جو چھ بچے باہر آئے تھے اور شہید ہو گئے تھے ان کے نام شیخ مفید اور ابن نما رحمۃ اللہ علیہما نے لکھے

ہیں اور ان میں ایک بچہ عبداللہ نامی بھی ہے مگر وہ عبداللہ بن حسین نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل ہے غالباً نام کی مشابہت نے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔
جناب ربابؑ کی منزلت :-

اہل بیتؑ میں اور خود امام حسین علیہ السلام کی نظر میں آپ کی قدر و منزلت بہت تھی بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی امام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

لعمرك اننى لا حب دارا
فكون بها سكينة والرباب
احبهما وابذل جل مالى
وليس لعاتب عندى عتاب

ترجمہ :- تیری جان کی قسم! میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جس میں سکینہؑ اور ربابؑ ہوں اور ان کے لئے اپنا سارا مال صرف کر سکتا ہوں اور مجھے کسی کی ملامت کی پروا نہیں ہے۔

ابوالفرج اصفہانی صاحب آغانی نے ان اشعار کے متعلق ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ بد قسمتی سے مجھے شاعرانہ ذوق بھی ہے اور میں اپنے ذوق کی بنا پر یہ تسلیم کر لینے سے معذور ہوں، یہاں ”لعمرك“ سے واقعتاً کوئی مخصوص فرد مخاطب کی گئی ہے اور لیس لعاتب عندی عتاب کہہ کر اسی فرد کے عتاب اور ملامت سے بے پروائی کا اظہار کیا گیا ہے۔ عربی ادب ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں شعراء اس قسم کا مخاطب استعمال کرتے ہیں جن کا کوئی معین مخاطب نہیں ہوتا، ہم دم، ہم راہ، ساتھی، دوست اور اسی قسم کے الفاظ ہیں جو آزادی کے ساتھ اشعار میں استعمال کئے جاتے ہیں اور اگر ان الفاظ کی موجودگی سے کوئی یہ ثابت کرنا چاہے کہ شاعر کے کسی دوست نے اس کی ملامت کی

اور اس نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے ہیں تو اس سے کہنے والے کے ذوق کا ماتم کرنا پڑے گا، اس مفروضہ کو ابو الفرج اصفہانی نے اپنے سلسلہ سند سے ”ملاک بن اعین“ سے نقل کیا ہے جو سنی تھا اور ”مجبول“ تھا چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان (جلد پنجم ص ۳) میں اس کی مجہولیت کی تصدیق کرتے ہیں اور خود ابو الفرج اصفہانی جو ناقل آخر ہے اس کے معایب و مثالب اس سے بہت زیادہ ہیں کہ جیٹہ تحریر میں لائے جائیں یہاں صرف علامہ ابن حجر عسقلانی کا بیان نقل کر دینا کافی ہے۔ علامہ موصوف لسان المیزان میں تحریر فرماتے ہیں۔

کان ابو الفرج الاصفهانی اکذب الناس کان یشتري شینا کثیرا من صحف ثم یكون راوا یشکلها منها۔

ابو الفرج اصفہانی اکذب الناس (سب سے زیادہ جھوٹا) تھا اس کا قاعدہ تھا کہ بہت سے اوراق و رسائل خرید لیتا تھا اور انہیں کی مندرجات پر اپنی روایتیں تیار کر لیتا تھا۔ خود ابو الفرج اصفہانی اس کتاب آغانی کی لغویتیں اور اس سے پیدا ہونے والی رسوائیوں سے بخوبی آگاہ تھا۔ چنانچہ آغانی کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔

فتکلفت ذلک علی کراہیۃ ان ابو ثرعی فی ہذا المعنی ما یبقی

علی الایام مخلص او الی علی تطاولها منسوباً (دیباچہ آغانی)

میں نے اس کام کو اٹھایا حالانکہ مجھے مکروہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے قلم سے اس موضوع پر ایسی کتاب لکھی جائے جو دور ایام کے ساتھ باقی رہے اور میری طرف منسوب کی جائے۔

مگر افسوس کہ بنی امیہ کی خوشامد اور طمع زر نے اس سے ایسی لغو، لا طائل اور فضولیات سے لبریز کتاب لکھوا ہی دی۔

اب جو روایت آغانی جیسی لغو اور مہمل کتاب میں ہو اس کا راوی اوّل مجہول اور ناقل آخر اکذب الناس ابو ولعب کا دلدادہ اور شجر ملعونہ کا ایک فرد ہو اس کی وثاقت کو معرض بحث میں لانا ہی بیکار ہے مگر ضرورۃً اس پر اتنی تنقید کرنی پڑی۔
دوسرے متعلق واقعات :-

جناب ربابؑ کی زندگی حسرت و آلام کا مرقع تھی، عاشور کے روز پہلے علی اصغرؑ کا داغ دل پر اٹھایا اس کے بعد امام کا سایہ سر سے اٹھ گیا اب سکیں باعث تسکین تھیں۔ اس بچی نے بھی زندانِ شام میں ساتھ چھوڑ دیا اور باپ کی خدمت میں پہنچ گئی۔ مدینہ واپس آ کر جناب ربابؑ دن رات گریہ و زاری میں مشغول رہا کرتی تھیں اور یہ مرثیہ پڑھ پڑھ کر فرزند رسولؐ کو یاد کیا کرتی تھیں۔

ان الذی کان نور ایستفاء به
بکر بلاء قتیل غیر مدفون
سبط البنی جزاک اللہ صالحته
عناد حنبت خسران الموازین
قد کنت لی جبلا صعیبا الوزبہ
و کنت تصبحنا بالرحم والدين
من لیتامی و من السائلین و من
یغی و بادی الیہ کل مسکین
واللہ لا بتغی صہرا الصہر کم
حتی اعیب من الرہل والطين

ترجمہ :- (۱) افسوس کہ وہ نور مجسم جس سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی، کربلا میں

بے گور و کفن مقتول پڑا رہا۔

(۲) اے سبط رسول! خدا آپ کو ہماری جانب سے جزائے خیر عطا کرے اور آپ کو نقصان میزان محفوظ رکھے۔

(۳) آپ میرے لئے ایک کوہ بلند تھے جس سے مجھے پناہ ملتی تھی اور آپ ہم لوگوں کے ساتھ رحم اور دینداری کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

(۴) آپ کے بعد کون ہے جو یتیموں اور سائلوں سے ہمدردی کرے اور فقراء و مساکین اب کس کے پاس جائیں۔

(۵) خدا کی قسم! آپ کے رشتہ کے بعد اب میں دوسرا رشتہ پسند نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ خاک میں چھپا دی جاؤں۔

ابن اثیر ہمیں بتاتا ہے کہ جناب ربابؑ جب تک زندہ رہیں کبھی کسی چھت کے سایہ میں نہیں بیٹھیں بلکہ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ زیر آسمان بیٹھی خون کے آنسو روتی رہیں۔

لوگوں نے جناب ربابؑ کے پاس عقد ثانی کے لئے پیغام بھیج دیا تھا۔ مگر آپ نے جیسا کہ آپ کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے حسینؑ کے بعد کسی کے گھر جانا پسند نہیں کیا

اور اسی عالم کرب و اضطراب میں زندگی کے دن پورے کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ آنے کے سال بھر بعد ہی آپ نے دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت

فرمائی۔ (مولانا سید سعید اختر رضوی، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

جناب عبداللہ شیر خوار

رفتہ رفتہ ۶۰ھ میں خلافت رسوائی اور ذلت کے ایسے عمیق غار میں گر گئی جس کے بعد پستی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ تھا، معاویہ کا چھینٹا اور بدر کردار بیٹا یزید، اسلام کے

مقدس رسولؐ کا نائب بنادیا گیا، پہلے تو معاویہ کی زندگی میں مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کی کمک اور تائید پر ولی عہد بنتا ہے اور پھر اپنے باپ کے بعد اسلام کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ سوائے چند گئے چنے اشخاص کے بیعت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور یہ سب اس وقت ہوا جب مسلمانوں کی مردم شماری لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی اور بکثرت مسلمان ایسے بھی موجود تھے جنہوں نے رسولؐ خدا کی زیارت و صحبت کا مرتبہ بھی حاصل کیا تھا اور بقول مؤرخ ابن خلدون ”صحابہ کی اکثریت یزید کے ساتھ تھی اور اس کے خلاف اقدام کو جائز نہیں سمجھتی تھی۔“

جو کچھ ہوا خدائی منشاء کے بالکل برعکس تھا، کمزاریت کے جو اصلی وارث تھے انہیں محروم رکھا گیا اور بجائے نص خدا اور رسولؐ کے اجماع، استخلاف، شوریٰ اور قہر و غلبہ سے بننے لگے۔ مسلمانوں کا یہ طریقہ کتنا خطرناک اور کس قدر کمنا تھا، یہ بات پردہ ہی میں رہ جاتی اگر خدا کی جانب سے امام حسینؑ مامور نہ ہوتے کہ یزید کی بیعت سے انکار کے بعد جتنی سختیاں درپیش ہوں ان کا مظلومانہ مقابلہ کیا جائے تاکہ خلافت یزید اور اس کے مبادی و مقدمات اور مسلمانوں کا طریقہ کار سب کچھ اپنے اصلی روپ میں دنیا کی نگاہوں کے سامنے آ جاوے۔

امام علیہ السلام کا اس سلسلہ میں ہر اقدام الہی سیاست کا آئینہ دار تھا، طے شدہ لائحہ عمل کے تحت آپؐ نے سب کچھ کیا۔ انہیں یہ بھی حکم ہوا کہ وہ اپنے اہل و عیال اور اطفال کو بھی اپنے ساتھ عراق لے جائیں۔

مدینہ سے قافلہ روانہ ہوتا ہے جناب ربابؑ کی آغوش میں ایک نازک بدن شیر خوار بھی ہے۔ ۲۸ رجب ۶۰ھ کو سفر شروع ہوتا ہے۔ ربابؑ کا نور نظر کر بلا پہنچ کر چھ ماہ کا ہوگا لہذا بوقت سفر اس کی عمر دو ڈھائی ہفتہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے۔ ہو

سکتا تھا کہ امام بچے اور اس کی ماں کو وطن چھوڑ جاتے، مگر نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ راستہ کی گرمی سفر کی مشقتیں سب ایک طرف اور امام کا عزم محکم ایک طرف کہ وہ عیال و اطفال کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں گے، بچے کی پوری عمر سفر میں گزرتی ہے ولادت کے بعد دو ڈھائی ہفتہ وطن میں قیام اور صرف آٹھ دن کربلا میں قیام اس کے بعد سفر آخرت۔

کربلا کے واقعہ میں امام کو عبداللہ رضیع کی ضرورت تھی۔ اس لئے باوجود انتہائی کمسنی کے امام نے اپنے ساتھ ہی رکھا۔ کربلا کے واقعہ سے اگر تین دن کی پیاس، شہادت شیر خوار، اسیری حرم کو علیحدہ کر لیا جائے تو پھر واقعہ کی وہ تاثیر باقی نہیں رہ جاتی جتنی ان سب کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

کسی قانون میں بچوں پر بیدار دوانہیں ہے اور پھر ایسا کہ کمسن بچہ جو نہ ابھی زبان سے بولتا ہو، نہ پیروں سے چل سکتا ہو، پھر وہ بچہ کسی معمولی انسان کا بچہ بھی نہ تھا فرزند رسول امام حسینؑ کا نورِ نظریٰ یعنی رسول اسلامؐ کا پوتا تھا اور حسینؑ کے مقابلہ پر آنے والے انہیں رسول کا کلمہ پڑھنے والے تھے اور ان کا حاکم اپنے کو انہیں رسول کا نائب بتلاتا ہے، اس استبدادی حکومت کا سنگ بنیاد نہ رکھا گیا ہوتا کہ رسول کی اکلوتی بیٹی پر ظلم کے پہاڑ توڑ کر اس کے شکم میں حضرت محسنؑ کو شہید کر ڈالا جاتا تو ہرگز ہرگز ۶۱ھ میں یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا کہ رسولؐ کا فرزند اپنے چھ ماہ کے فرزند کو اپنے ہاتھوں پر اتنا بلند کرتا ہے کہ زیرِ بغل سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ مسلمانوں کے مجمع سے خطاب کرتا ہے کہ اگر تم کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس کمسن بچے پر تو رحم کرو اسے ذرا سا پانی پلا دو اور جواب میں بجائے رحم کے سہ شعبہ تیر سے بچے کو شہید کر دیا جاتا ہے دیکھنے میں تو سب سے چھوٹی قربانی تھی مگر اپنے دور رس نتائج کے لحاظ سے بڑی عظیم

تھی، کربلا کے واقعہ میں شاید ہی کوئی اتنا بھیاںک اور حیرت انگیز واقعہ ہوگا جتنا یہ واقعہ ہے۔ امام مامور تھے خدائی مصالح کا تقاضا تھا کہ خلافت کے نام نہاد دعویدار کی ذہنیت اہل دنیا کے سامنے بے نقاب ہو جائے دیکھنے میں علی اصغر شہید ہو رہے تھے اور حرمہ کا تیران کے گلوئے مبارک کو زخمی کر رہا تھا مگر واقعہ یہ تھا کہ بے شیر نے وہی تیر پلٹا دیا جو خلافتِ باطلہ کے دل پر جا کر لگا، بانیانِ خلافت کی روحیں تھرا گئیں اور اُن کی آن میں ان کی تمام کوششیں دم توڑنے لگیں۔ تیر لگنے کے بعد بے شیر اپنے باپ کو دیکھ کر مسکرایا بھی تھا، اپنی اس مسکراہٹ میں علی اصغرؑ نہ معلوم کیا کچھ کہہ گئے یہ مسکراہٹ باپ کی کامیابی پر مبارک باد تھی جس میں ظلم و جور کی طاقتوں کا استہزا بھی سمو دیا گیا تھا، علی اصغرؑ کا تسمیع حق کی فتح کا اعلان تھا، دنیائے انسانیت کی ہمدردیاں حسینؑ کے ساتھ ہو گئیں اور یزید اور اس کا لشکر ملامت و نفرین کا ہدف بن گیا۔ کسی مسلمان کو ایسی اسلامی حکومت سے کیا توقع ہو سکتی ہے جو رسولؐ کے پوتے کو ایک گھونٹ پانی نہ پلا سکے بلکہ سوالِ آب کے جواب میں تیر مار دے۔ علی اصغرؑ اپنی مسکراہٹ میں یہ بھی کہہ گئے کہ مسلمانو! ذرا غور کر لینا عوام کے درد دکھ اور ان کے روٹی کپڑے کا انتظام وہ جابر حکومت کیا کر سکتی ہے؟ جس کے یہاں مجھ ایسے کسن بچے پر رحم کرنے کی گنجائش نہ ہو اور پھر میں وہ ہوں جس کے دادا رسولؐ خدا کے نام پر یہ لوگ لاکھوں انسانوں پر حکومت کر رہے ہیں۔

علی اصغرؑ کی شہادت سے ہمیں بہت کچھ ملا۔

ہمیں معلوم ہو گیا کہ امامؑ کسی جارحانہ مقصد کے لئے وطن چھوڑ کر نہیں نکلے تھے کیونکہ ایسے مواقع پر کوئی اپنے اہل و عیال اور اپنے اطفال کو ہمراہ نہیں لے جایا کرتا، ہم سمجھ گئے کہ یزید اور اس کی حکومت کس تنگ نظری اور کم ظرفی کے درجہ پر پہنچی ہوئی

تھی اور یہ کہ وہ اصول جن کی بنا پر اسے خلافت ملی ہے کتنے کتنے ہیں۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ امام اور ان کے بچے پیاس کی کتنی اذیتیں اٹھا رہے تھے کہ چھ مہینے کے بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے سوال آب کرتے ہیں اگر پانی ہوتا تو اس بچے کو ضرور سیراب کیا جاتا۔ رونے اور رُلانے کے مقصد میں بھی یہ شہادت کس قدر معین ثابت ہوئی، جو بہر حال ایک بہترین مقصد اور خدا و رسولؐ اور ائمہ طاہرین کی جانب سے اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

امام علیہ السلام نے بالخصوص اس واقعہ کی جانب اپنے شیعوں کی توجہ اس طرح موڑی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

لَيْتَكُمْ فِي يَوْمِ عَاشُورَا جَمِيعَا تَنْظُرُونِي

كَيْفَ اسْتَسْقَى لُطْفَلِي نَائِيَا اَنْ يَرَحْمُونِي

میرے شیعو! کاش تم سب عاشور کے دن مجھے دیکھتے کہ کس طرح اپنے بچے کے لئے پانی مانگ رہا ہوں لیکن انہوں نے مجھ پر رحم کرنے سے انکار کر دیا۔ امام نے کسی اور واقعہ کا ذکر نہیں فرمایا، اس شعر سے پہلے شعر میں اپنے شیعوں سے یہ فرمائش کی ہے کہ جب ٹھنڈا پانی پینا تو مجھ کو یاد کر لینا اور جب کسی پردیسی یا شہید کا حال سنتا تو میرے حال پر نوحہ کرنا اور پھر اس کے بعد اپنے طفل شیر خوار کے واقعہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور تمنا کا اظہار کیا ہے کہ کاش تم لوگ مجھے اس وقت دیکھتے۔

یہی وہ مصیبت ہے جس کے بعد امامؑ نے فرمایا تھا ”حقون کا بی انہ بعین اللہ“ یہ تمام مصائب میرے لئے اس لئے سہل ہو گئے ہیں کہ انہیں خدا دیکھ رہا ہے، اور بارگاہ الہی میں یہ بھی عرض کیا تھا، پروردگار میرا بچہ ناقہ صالح سے تو کمتر نہ ہوگا؟ اور بقول صاحب تذکرۃ خواص الاممہ، اس وقت جب کہ بوڑھا باپ اپنے بچے کو

ہاتھوں پر لئے تھا اور اس کے گلے پر حرمہ کا تیر پیوست تھا فضا سے ایک آواز آئی حسینؑ اب اس بچے کو اپنے سے جدا کر دو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔ اور یہی وہ مصیبت ہے جس کو امام مظلوم نے بھی مصیبت کا درجہ دیا کیونکہ آپ تو اس خانوادہ سے تھے جس نے فلسفہ مصائب ہی کو نئے روپ میں پیش کیا تھا، مصیبت کو مصیبت سمجھنا اور اس پر صبر کرنا اور ہے مگر آل محمدؑ مصائب کو نعمت سمجھ کر ہمیشہ اس پر شکر کرتے رہے اور یہی شیوہ امام مظلوم کا بھی رہا آخر وقت تک آپ کی زبان مبارک پر اپنے پروردگار کا شکر ہی رہا اور شیعوں میں نماز کے بعد جو سجدہ شکر مستحب ہے جس میں پیشانی کے بعد یکے بعد دیگرے دونوں رخساروں کو خاک پر رکھا جاتا ہے اور آخر میں پھر پیشانی رکھی جاتی ہے اور زبان پر کلمات شکر پروردگار ہوتے ہیں، یہ دراصل امام علیہ السلام کے آخری وقت کے آخری سجدہ کی حکایت اور یادگار ہے، مگر اس کے باوجود امام نے اس طفل شیرخوار کی شہادت کو مصیبت سمجھا صبر کا شاہد یہ ہے کہ آپ نے اس موقع پر کئی بار اپنی زبان مبارک پر کلمہ انا للہ وان الیہ راجعون جاری فرمایا تھا اور یہ نص کلام مجید یہ کلمہ مصیبت ہی کے وقت جاری کیا جاتا ہے۔

امامؑ نے بچے کے گلے کے نیچے چلو لگا دیا تھا چلو خون ناحق سے پڑ ہو گیا آپ نے وہ خون آسمان کی طرف اُچھال دیا گویا بارگاہ الہی میں بطور ہدیہ کے پیش کر دیا، امام محمد باقر علیہ السلام کی جانب سے نقل کیا جاتا ہے، آپ فرماتے تھے، اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف پلٹ کے نہیں آیا۔

بعض مورخین کے بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امامؑ اس بچے کو شہادت کے بعد درخیمہ پر لے گئے اور ماں کی گود میں دے کر کہنے لگے اے باب آزمائش پر صبر کرو اور پروردگار آسمان و زمین کا شکر بجالاؤ کیونکہ یہ بچہ اب کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہاں کی

کیا حالت ہونا چاہئے، کس کے قلم میں اتنی طاقت ہے جو اس کی تصویر کشی کر سکے اتنا معلوم ہوا کہ ماں نے اپنے نازنین کو جو خون میں نہایا ہوا تھا اپنی گود میں لے لیا اور بے اختیار اس کو پیار کرنے لگی اور اس کے چہرہ اور گردن کا خون پونچھتی جاتی تھی اور رکھ رہی تھی ”و ابنی امثلك یخدر“ ہائے بیٹا کیا خبر تھی تیرا ایسا (کسن نازنین) بھی ذبح کر دیا جائے گا؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اس کے گرد جمع ہو کر بین کرنے لگیں ”ہائے افسوس! اس شیر خوار کی حالت پر جس کی دودھ بڑھائی دشمن کے تیر سے ہوئی۔“

اماں نے تلوار کے نیام سے ایک منھنی سی لحد کھودی اور بچے کا باقی خون بچے ہی کے جسم پر مل دیا اور اسے خود اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیا اور یوں حسینؑ بندگی کے اس عظیم امتحان میں کامیاب ہوئے جس میں کامیابی خلیل خدا کے مقدر میں بھی نہ تھی اور جس کیلئے ازل ہی سے حسینؑ اور صرف حسینؑ کا انتخاب کر لیا گیا تھا۔

انبیاء و مرسلین کی روحيں حسینؑ کے گرد حلقہ بنائے کھڑی ہوں گی۔ ملائکہ کی صفیں با ادب حاضر ہوں گی۔

رب سموات و ارض مباہات فرما رہا ہوگا جب ایک نفس مطمئن اپنے پورے اطمینان کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اپنے ننھے سے چاند کو خاک میں چھپا رہا ہوگا۔

سرکار سید الشہد آپ کو عظیم کامیابی مبارک۔ ظاہر میں تو آپ نے اپنے معصوم بچے کی قبر بنائی۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ حضورؐ نے اس کے پس منظر میں باطل اور باطل پرستوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ درگور کر دیا۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اتنا نہیں ابھار سکتی کہ وہ حق کو فنا کرنے کا نام لے سکے۔

آپ کے واقعہ شہادت کی یاد رہتی دنیا تک تازہ رہے گی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ کے لاڈلے بے شیر کی قربانی کا ذکر بھی باقی رہے گا۔ اس کو سن کر دنیا آپ کی بے گناہی آپ کے عزم و استقلال، آپ کے حیرت انگیز ثبات قدم کا کلمہ پڑھے گی اور آپ کے فریق مخالف کی درندگی اور بہمیت پر انگشت بدنداں رہے گی۔

جناب علی اکبر علیہ السلام کے لئے تو یہ بات بہت مشہور ہو گئی ہے کہ شبیہ پیغمبر تھے مگر یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ رباب کا شمشابہ بھی بالکل اسی طرح جناب رسول خدا سے مشابہ تھے جیسے اس کا بڑا بھائی مشابہ تھا، چنانچہ بہت سی کتابوں میں آپ کو امام علیہ السلام کے یہ کلمات ملیں گے جو آپ نے شہادت بے شیر کے وقت بارگاہ الہی میں پیش کئے تھے۔

”اللّٰهُمَّ اَنْتَ الشّٰهَدُ عَلٰی قَوْمٍ تَلَوْا اَشْبَهَ الْخَلْقِ نَبِيْكَ وَجِيْبُكَ وَرَسُوْلُكَ“

خدا یا تو اس قوم کے خلاف گواہ ہے جس نے اس بچے کو قتل کیا جو تیرے نبی، تیرے حبیب اور تیرے رسول سے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔ یہی لفظ ”اشبہ الخلق“ بہ رسولک، جناب علی اکبر کے لئے فرمایا تھا اور پھر اسی کو جناب علی اصغر کے لئے دہرایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب ام لیلیٰ کا جوان اور رباب کا بے شیر یہ دونوں ہم صورت تھے اور دونوں کے دونوں جناب پیغمبر خدا کی شبیہ تھے۔

(مولانا محسن نواب .. سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

حضرت علی اصغر کا تبسم:

بنی نوع انسان کے ایثار و قربانی کی تاریخ میں کر بلا کا یہ ننھا مجاہد ایک ایسا باب ہے جو اسی کے نام سے شروع ہوتا ہے اور اسی کے نام پر ختم ہو جاتا ہے، چھ مہینے کی مختصر

مدت لیکن کارنامے کی وہ وسعتیں کہ پہنائی عالم سا جائے! کہنے کو بچے کی شہادت لیکن ایسا اہم واقعہ جس نے داستان کر بلا کو رنگین سے رنگین تر بنادیا۔ حقیقت امر تو یہ ہے کہ اگر علی اصغرؑ کی شہادت نہ ہوئی ہوتی تو حسینؑ کی قربانی کی اہمیت میں اچھی خاصی کمی نظر آتی، یا یوں کہئے کہ اس شہادت نے ایک عظیم المثال قربانی میں بھی چار چاند لگا کے اس کی منزلت کو اور اونچا کر دیا، بہر حال شہادت علی اصغرؑ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جس پر عظمت و شرافت اور انسانیت کی بنیادیں استوار ہوئی ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں اس سن کا شاید کوئی ایسا بچہ نکلے جس نے اپنی خاموش کارگزاریوں سے انسانیت کو اتنا بلند کیا ہو جتنا علی اصغرؑ کر بلا میں جان دیکر اونچا کر گئے۔

تاریخی واقعات میں تاویلات کی بڑی گنجائش ہے لیکن ہم ان تمام حالات کو حرف بہ حرف صحیح مان بھی لیں جو موسیٰ و عیسیٰؑ اور دوسرے جلیل القدر پیغمبروں کے عہد طفولیت سے متعلق بیان کئے جاتے ہیں تب بھی انصاف پسندی علی اصغرؑ کی منزلت کو ان سب سے زیادہ بلند دیکھے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں شیر خوار بچے نے اپنی ماں کی عصمت پر گواہی دی، فلاں نے اپنی بہن کے ٹوٹے ہوئے دل کو تسکین دی، فلاں شیر خوار بچہ دریا میں بہتے ہوئے صندوق کے اندر اپنی ماں کے دل کی دھڑکنوں کو سہارا دیتا رہا، لیکن ان تمام روایات میں انسانی ارادوں کے استحکام، تفکر و تعقل کی گہرائیوں اور صبر و سکون کے ساتھ تشکر و امتنان کے امتزاج کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، یہ سارے کمالات اس بچہ میں نظر آتے ہیں جو کر بلا کے مجاہدین کی صفوں میں اپنے باپ کے ہاتھوں پر نیر دآ زما ہوا تھا۔

یہ بات بھی سوچنے اور سمجھنے کی ہے کہ علی اصغرؑ کے مقابلہ میں جن دوسرے شیر خوار بچوں کے واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں وہ ساری مثالیں پیغمبروں کے صفوف سے ملتی

ہیں۔ پیغمبر پیدائش ہی کے وقت سے مافوق البشر ہوتا تھا، اس کی خلقت ہی اس لئے ہوئی تھی کہ وہ کیا بات کا اظہار کر کے بندوں کی ہدایت کرے، لیکن علیٰ اصغرؑ نہ پیغمبر تھے اور نہ امام ایسی صورت میں علی اصغرؑ کا کارنامہ پیغمبروں کے معجزات کے مقابلے میں جو تاکید غیبی کے سہارے ظاہر ہوئے، بہت بلند نظر آتا ہے، تاریخ کا مطالعہ اگر دقیق نظروں سے کیا جائے اور واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ تبصرہ کیا ہو تو یہ کہہ دینے میں باک نہ ہوگا کہ ہمارے دودھ پیتے بچے نے انسانیت کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال بڑے بڑے پیغمبروں کے جوانوں کے کارناموں میں بھی نظر نہیں آتی۔

حسینؑ کا ایسا ہیرو نہ صرف نباض فطرت اور عالم شناس تھا بلکہ اس نے کافی غورو خوض کے بعد اپنے مقصد کی تکمیل کا پروگرام بنایا تھا اور اس پروگرام میں علی اصغرؑ ایک مخصوص اور اہم جگہ کے مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پروگرام بنتے وقت اگر علیٰ اصغرؑ معرض وجود میں نہیں آئے تھے تو حسینؑ کو اپنے پروگرام کے عملی جامہ پہنانے میں اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ علیٰ اصغرؑ پیدا نہیں ہوئے کون نہیں جانتا کہ دعوت نامے ایک مدت سے آرہے تھے لیکن حسینؑ نے سفر اس وقت تک شروع نہیں کیا جب تک علیٰ اصغرؑ پیدا نہیں ہوئے، جو ان لڑکی بیمار سہی لیکن پھر بھی ایک نومولود کے مقابلہ میں صعوبات سفر برداشت ہی کر لیتی مگر حسینؑ نے اس کو وطن میں چھوڑا اور ایک نوزائیدہ بچے کو عصمت و شرافت میں ملفوف کر کے مصیبتوں کے سمندر کی لہروں پر بہا دیا۔

بچہ پیدائشی منصب شناس تھا، اس نے بھی خندہ پیشانی کے ساتھ اس فریضہ کو قبول کر لیا جو ایک سمجھدار باپ نے اس کے لئے مخصوص کر رکھا تھا، مدینہ سے کربلا تک سینکڑوں ایسے مقامات آئے جہاں بے پناہ زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا، لُحْظہ بہ لُحْظہ سختیاں

آ کے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے قدم چوم رہی تھیں۔ بہت سی ہلاکت کی منزلیں بھی درپیش ہوئیں لیکن تاریخ ہمیں کوئی ایک ایسا واقعہ نہیں بتاتی جہاں علی اصغرؑ کا مزاج برہم ہوا ہو یا اس نومولود کی صحت پر کوئی خراب اثر پڑا ہو۔ ناہموار فضاؤں اور نامطبوع آب و ہوا میں بھی اس نو نہال کی اسی طرح نشو و نما ہوتی رہی جو عام طور سے مناسب و موافق ماحول میں ہوتی ہے، موسیٰؑ کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے فرعون کی زنجہ و وسیلہ بنی تھی لیکن مدینہ سے کربلا تک علی اصغرؑ کی جان اور صحت کی نگرانی کس نے کی اس کو یا حسینؑ جانتے تھے یا خود علی اصغرؑ۔ ایک روشن دماغ مفکر بھی ان حالات کو سوچ کر چکرا جاتا ہے اور زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتا۔

چھ مہینہ کی زندگی میں کربلا کے آٹھ دن جو آخری وقفہ تھے کیسے گزرے! ان واقعات پر کوئی تاریخ تفصیل سے روشنی نہیں ڈالتی، لیکن ایک بات اتنی واضح اور اٹل ہے کہ اس کو مان لینا ہی پڑتا ہے، وہ یہ کہ علی اصغرؑ نے بھی قافلہ والوں کا پوری طرح ساتھ دیا۔ ان پر پانی بند ہوا تو یہ بھی پیاسے رہے، ان پر بھوک کی مصیبت ڈالی گئی تو ان کی ماں کا بھی دودھ خشک ہو گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ جس صبر و سکون کے ساتھ بوڑھوں اور جوانوں نے بھوک اور پیاس کے دکھ جھیل لئے اسی طرح علیؑ اصغرؑ نے بھی تمام تکالیف کا ہنسی خوشی خیر مقدم کیا اور پورے سکون قلب کے ساتھ اس گھڑی کے منتظر رہے جب حسینؑ کو ان سے کام لینا ناگزیر ہو جائے گا۔

وہ وقت آیا اور آ کر رہا، عصر سے کچھ پہلے حسینؑ نے آوازِ استغاثہ بلند کی اس لئے کہ مرنے سے قبل جاں نثاروں کو یاد کر لینا شرافت و انسانیت کا تقاضا تھا۔ جب حبیب ابن مظاہر، مسلم ابن عوسجہ، زہیر ابن قین، سے لے کر قاسم ابن حسن، عباسؑ ابن علیؑ اکبر سب ہی کی تصویریں یکے بعد دیگرے آنکھوں کے آگے پھر گئیں اسی کے

ساتھ ساتھ یہ احساس بھی اُجاگر ہوا کہ یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ حسینؑ انہیں پکاریں اور وہ جواب نہ دیں۔ ہاں ہاں! موت نے انہیں مجبور کر دیا تھا، لیکن حسینؑ بھی ان سے بہت جلد ملتق اور ملاقاتی ہونے والے تھے۔ زخموں سے چورا انسان اس لمبے سفر کے لئے جو ایک اہم ترین مقصد کے حصول کے لئے درپیش تھا سہارے کی ضرورت تھی، کوئی جوان باقی نہ رہا تھا تو ایک چھ ماہ کی جان ہی کو ساتھ لے لیا۔

علیؑ اصغرؑ کی شہادت کس طرح واقع ہوئی مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حسینؑ اپنی آغوش میں اس بچہ کو میدان جنگ میں لائے اور اس کے لئے پانی مانگا، دشمنوں نے اس ششماہی کی پیاس بجائے پانی کے آبِ سوفا سے بجھائی اور وہ بچہ اپنے باپ کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آوازِ استغاثہ جب خیمہ میں پہنچی تو ایک کھرام برپا ہو گیا، حسینؑ درخیمہ پر گئے اور چند رات عصمت و طہارت کو تلقین صبر فرمائی، ثابت قدم بہن نے عرض کی کہ ہماری گریہ و زاری اس وجہ سے تھی کہ آپ کی آوازِ استغاثہ سن کر علیؑ اصغرؑ نے اپنے کو گھوارے سے نیچے گرا دیا ہے۔ حسینؑ نے بچے کو منگا کر گود میں لے لیا اس کے دہان گلو کو بوسہ دے رہے تھے کہ تیرا کر لگا اور بچہ شہید ہو گیا۔

دونوں روایتوں کو جتنا زیادہ سے زیادہ اختصار کے ساتھ بیان کیا جاسکتا تھا بیان کر دیا، ان دونوں روایتوں میں کون روایت صحیح ہے اس کا فیصلہ ان لوگوں کو کرنا چاہئے جو اس کے اہل ہیں، البتہ دو واقعات ان دونوں روایتوں میں مشترک ہیں اور وہی کربلا کی خونیں داستان کو رنگین سے رنگین تر بناتے ہیں ایک یہ کہ علیؑ اصغرؑ کی شہادت باپ کے ہاتھوں پر واقع ہوئی دوسرے یہ کہ علیؑ اصغرؑ نے ہنس ہنس کے دنیا کو خیر باد کہا۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ”بچہ متبسم ہوا اور مر گیا۔“

حیرت ہے کہ زخمی بچہ کو باپ کے ہاتھوں پر کیسے نیند آ گئی؟ اس قلب مطمئن کی مدح کی جائے جس نے طوفان زندگی کو باپ کے ہاتھوں پر سکون موت کے حوالے کر دیا یا ان ہاتھوں کے کعبہ عصمت کو سجدہ کیا جائے جو نہ کانپے اور جنہوں نے بچے کی تڑپ کو اس طرح سکون میں بدل دیا کہ وہ پلٹ کے زمین پر نہیں گرا اور مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص فریضہ کو ادا کر گیا جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

علیٰ اصغر کا مسکرانا حقیقتاً ایک دنیا تھی جو سمٹ کر بچے کے ہونٹوں پر آ گئی تھی، یہ مسکرانا نہ تھا بلکہ ایک ایسا مہم جس نے حسینؑ کے زخم ہائے دل کو خشکی بخشی، ایک ایسا پیام امن تھا جس نے متزلزل دنیا کو ظلم اور برہمی سے بچالیا، ایک ایسا حربہ تھا جس نے استبداد کے قلعے میں رخنے ڈال دیئے اور ایک ایسا نظام تھا جس نے دنیا والوں کے لئے نئی قدریں نئے سانچوں میں ڈھال دیں۔ انسانوں کا وہی خون جو کل پانی سے زیادہ سستا تھا آج شاہان اولوالعزم کی جہوت و سطوت و دولت کے مقابلہ میں بھی گراں ہے اور بہت گراں۔ علیٰ اصغرؑ کے خونِ نافع کے چند قطرے ان کے خاموش تبسم میں جذب ہو کر آج صحنِ عالم میں ایک ایسا درخشاں چراغ ہیں جس کی روشنی میں انسان ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے پستیوں کو بلندیوں میں بدل رہا ہے۔ ہاں ہاں حسینؑ تمہاری ہر قربانی اپنی جگہ پر ایک ایسا منضبط ادارہ تھی جس سے ہر صاحب بصیرت آج بھی سبق لے رہا ہے اور ہمیشہ لیتا رہے گا۔

(مرزا جعفر حسین، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاعِ رباب نمبر)

شہادت علیٰ اصغرؑ کی اہمیت:

بصیرت رکھنے والوں کے لئے تاریخِ عبرت کے بہت سے سامان فراہم کرتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا اثر محدود ہوتا ہے اور کبھی واقعات کی نوعیت عالمگیر صورت

اختیار کر لیتی ہے۔ تاریخ بظاہر تو چند واقعات کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے لیکن ان میں ربط اور ترتیب، علت اور معلول کا رشتہ اصولوں کی آویزش اس کی تخصیص میں عمومیت پیدا کرتی ہے۔ جو شخص تاریخ کو اس نظر سے پڑھتا ہے وہی اس میں وہ نقوش تلاش کر سکتا ہے جن سے تاثرات کا لازوال خزانہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

واقعہ مکر بلا بھی اسی طرح دیکھے جانے کی چیز ہے جنہوں نے اسے محض قبیلوں کی آویزش کی شکل میں دیکھا ہے وہ اس کی آفاقیت کا راز نہیں پاسکتے، جو لوگ اسے ایک مذہبی جنگ سمجھتے ہیں وہ اس کے اندر چھپے ہوئے انسانی اصولوں کی اس کش مکش کو نہیں دیکھ سکتے، جس سے عالم انسانی کو اس وقت تک مضر نہیں جب تک خیر اور شر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ واقعہ مکر بلا کی آفاقیت کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے جس پہلو یا جس چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو پیش نظر رکھا جائے ایسے ہی اصول برآمد ہوتے ہیں جو حق اور باطل، اخلاق اور بد اخلاقی، نیکی اور بدی کو ایک دوسرے کے مقابل لاکھڑے کرتے ہیں۔

ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے اس کے ہر پہلو سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، دوسرے لوگ اس بات کو نظر انداز کر جائیں گے کہ عاشور کے دن جو بہتر جانیں امام حسینؑ کی طرف سے قربانی میں پیش کی گئیں کس طرح ان میں سے ہر ایک اُس کل کا جز ہونے کی حیثیت سے اصولوں کی اسی کش مکش کا خاکہ پیش کرتی ہیں، جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ امام حسینؑ کی طرف سے مرنے والوں یا مارے جانے والوں میں ایک چھ ماہ کا بچہ علی اصغرؑ بھی تھا۔ امام کا سب سے چھوٹا بچہ ہونے کی حیثیت سے وہ بھی رسولؐ اسلام کا گوشت اور پوست تھا۔ وہ تھا تو صرف چھ مہینے کا لیکن اس میں زندگی کی وہ ساری توانائی موجود تھی جو حق و باطل کی آویزش میں اپنے

گروہ کی مکمل نمائندگی کر سکے نجم آفندی کی زبان میں ”عالم اصغر“ میں ”عالم اکبر“ نہاں تھا اس لئے اگر واقعہ کربلا کے تمام اساسی اور اخلاقی پہلوؤں کو پیش نظر رکھ کر اس سب سے چھوٹے شہید کی عظیم الشان شہادت پر غور کیا جائے تو اس سے بھی وہی نتائج برآمد ہوں گے جو مجموعی طور پر واقعہ کربلا سے ہوئے۔ فرق اتنا کیفیت میں نہیں کیت میں ہوگا۔ جز اور کل کی نوعیت میں ہوگا، یہی حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی عظمت ہے کہ وہ بھی انہیں حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہے جن کی طرف اپنے قدم سے قربانی کی جانب جانے والوں کی عبرت انگیز شہادت کرتی ہے۔

امام حسینؑ اور ان کے ساتھی درحقیقت کربلا کے میدان میں تاریخ اسلام کی اس منزل کی نشان دہی کر رہے تھے۔ جہاں اصولوں کے اصل خدو خال واضح ہوتے ہیں، جہاں اخلاق اور بد اخلاقی، اسلامی اور غیر اسلامی کردار کے درمیان خطا فاصل کھینچتا ہے جہاں فریب نظر حقیقتوں میں تبدیل ہوتا ہے۔ واقعہ کربلا نہ ہوتا تو حسینی اور یزیدی نقاط نظر کا فرق واضح نہ ہوتا۔ اندھیرا روشنی سے لپٹا رہتا اور بہت سے لوگ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکتے۔ امام حسینؑ کے بچوں اور ساتھیوں پر جو مظالم ہوئے وہ اس پردے میں چھپ جاتا کہ ”جنگ میں سب کچھ جائز ہے“ لیکن کیا اب بھی کسی شخص میں یہ جرأت ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کو جنگی کارناموں کا ایک جزو قرار دے کر یزید کے حلیفوں کی حمایت کر سکے!

گھر بھر کے ساتھ ایک چھ مہینے کے پیاسے اور تین دن کے پیاسے بچے کا تصور کیجئے، اُس کی نڈھال گردن اور بند آنکھوں کو دیکھئے، ماں باپ، بہن اور پھوپھی کی پریشانی اور سراسیمگی پر نگاہ ڈالئے اور بتائیے کہ عام حالات میں انسانی فریضہ کیا تھا۔ امام حسینؑ کا فرض یہ تھا کہ وہ اس بچے کی جان بچانے کے لئے پانی حاصل کرنے کی

آخری کوشش کریں۔ اس کی حالت رحم اور یقین سے خالی یزیدی فوجوں کو دکھائیں اور اگر وہ اسے بھی اپنے ظلم کا نشانہ بنانے پر تلے ہوں تو یہ سوچ کر اس قربانی سے بھی دریغ نہ کریں کہ اس کا خون بھی ان کے مقاصد کو تاب ناک بنانے میں معین ہوگا۔

امام حسینؑ کے دل و دماغ میں راہ پانا تو ممکن نہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ یقینی طور پر بتا سکے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر میدان جنگ میں لانا کیوں پسند کیا۔ لیکن انسانی ذہن آثار و قرائن، سیاق و سباق، شخصیت اور کردار سے نتائج نکال سکتا ہے اور اپنی پہنچ کے مطابق علت و معمول کی کڑیاں ملا سکتا ہے تو یقیناً اندازہ ہوگا کہ امام کا یہ فعل محض اضطراری نہ تھا بلکہ یزیدی اخلاق کو ایک ایسی آزمائش میں مبتلا کرنے کی تدبیر تھی جس کے دونوں پہلوؤں میں امام حسینؑ کی جیت تھی۔ اگر یزیدی فوجوں نے اس بجھ کو پانی پلا دیا ہوتا اور اس کی زندگی کے تحفظ کے ذمہ دار بن جاتے تو گویا وہ اُس اسلامی اخلاق یا انسانی اخلاق سے متاثر ہونے اور اس کے سامنے سر جھکانے کا ثبوت دیتے۔ امام حسینؑ جس کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دینے پر آمادہ تھے۔ ایسی حالت میں امام حسینؑ کے مقصد کی فتح ہوتی اور کسی نہ کسی حد تک ضمیروں میں وہ خلش پیدا ہوتی جو فوج کے کچھ ہی لوگوں کو سہی یزیدی کردار سے دُور کرتی۔ لیکن یہ صورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ ہوا یہ کہ بچے کے لئے پانی مانگئے، اُس کی بے گناہی کی جانب متوجہ کرنے اور انسانیت کو بیدار کرنے کی سعی کرنے کا جواب اس طرح دیا گیا کہ ایک مشہور تیر انداز نے اپنے تیرسہ شعبہ سے اس ننھی سی جان کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ باپ کا دل ضرور تڑپا ہوگا لیکن جن ہاتھوں پر علی اصغرؑ تھے ان میں لرزش نہیں ہوئی۔ یہ بھی حسینؑ کی فتح تھی کہ یزیدی ظلم ہمیشہ کے لئے بے نقاب ہو گیا کوئی قوم چھ مہینے کے بچے کی پیاس آب تیر سے بجھا کر قیامت تک اپنے

اصولوں اور خیالوں پر فخر نہیں کر سکتی۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ محض امام حسینؑ سے بیعت لینے کے لئے لڑائی نہ تھی بلکہ ان لوگوں کو نیست و نابود کر دینے کی سازش تھی جو کسی وقت بھی یزیدی اصولوں کے خلاف سر اٹھا سکتے تھے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے بڑھ کر بغاوت کرنے کے خوف سے ہر نوزائیدہ کو قتل کروا دیا تھا۔ یہاں بھی وہی منطق کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اسی شہادت نے مصنوعی اسلام کا سر ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا۔ اس نے بداخلاقی، ظلم و جور اور حُسن اخلاق، رحم و کرم کے درمیان ایسی دیوار کھڑی کر دی کہ اب کبھی کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان نہیں ہو سکتا۔

اللہ میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم نہیں تھے۔ لیکن انسان اُس وقت بھی جنگ کے مقابلہ میں امن کو اور موت کے مقابلہ میں زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔ امام حسینؑ نے امن و صلح کی ساری کوششیں کر لی تھیں جنہیں دشمنوں نے کامیاب نہ ہونے دیا، علی اصغرؑ کا ہاتھوں پر لے کر جانا امن کی آخری کوشش تھی، یزیدی افواج نے اُسے بھی ناکام بنا دیا۔ لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہی کہ امام حسینؑ جن حقائق کو نمایاں کرنا چاہتے تھے وہ نمایاں ہو کر رہے اور ایک ننھی سی گردن کے تازہ اور سُرخ خون نے تاریخ کے صفحات پر ایک ایسی داستان لکھ دی جو ہمیشہ انسانوں کو درس عبرت دیتی رہے گی۔

(سید احتشام حسین... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

کر بلا کا ننھا شہید:

کس قدر قیامت خیز تھی وہ ساعت جب فاطمہؑ کے لخت جگر نے ہاتھ بڑھائے اور شہر بانٹوں نے اپنے کلیجے کا ٹکڑا جس کا منکا ڈھل چکا تھا، جس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں، جس کے ہاتھ پاؤں صرف سانسوں کی گود میں تھے یہ کہہ کر شوہر کو دیا ”ابن علیؑ اپنا

معصوم خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ ہوا گرم سے لو کے تھیرے میرے بچے کو جھلسا نہ دیں
 عبا اوڑھا لیجئے اور کلیجے سے لگا لیجئے ڈرتی ہوں کہ کہیں پانی سے پہلے ہی میرا چاند گہنا نہ
 جائے۔ ہوا کے گرم جھونکے اس پھول کو کھلانہ دیں۔ ابن رسول اللہ دعا کیجئے کہ عمر سعد
 کا پتھر دل پگھل جائے اور وہ میرے میاں کو چند قطرے پانی کے دے دے۔ آپ
 بسم اللہ کیجئے ایک عمر و سعد نہیں تو نہ سہی۔ اس کے لشکر میں بہت سے صاحب اولاد
 ایسے ہوں گے جن کی گودیں بھری پڑی ہوں گی، جو بچوں کے باپ ہوں گے۔ میرا
 بچہ ان کو اپنے بچے کی یاد دلائے گا، ان کے دل تڑپ اٹھیں گے اور وہ رورو کر میرے
 اصغر کو پانی پلائیں گے۔ جلدی کیجئے میں نے غلطی کی کہ اس قدر دیر میں خیال آیا۔
 ہاں ابن رسول اللہ میں بھول گئی۔ عمر و سعد بھی تو بچوں والا ہے اس کو عداوت آپ
 سے ہے۔ میرے اصغر نے اس کا کیا بگاڑا؟ اس سے کہیے کہ میرا بچہ بیعت کو نہیں
 سمجھتا۔ پیاس نے اس کا نھا کلیجہ بھون دیا۔ اس کو دکھا دیجئے کہ دودن میں اس کا چہرہ
 اتر گیا، زبان خشک ہو گئی، ہونٹوں پر پھیپھڑیاں بندھ گئیں۔ اس سے کہئے کہ اس کا دادا
 علیؑ اور اس کی دادی فاطمہؑ کی مقدس روچیں پوتے کی پیاس پر بلبلارہی ہیں۔ پانی ہم
 کو نہ دے، ہمارے خیمے میں نہ آنے دے، اپنے ہاتھ سے زیادہ نہیں، ایک گھونٹ
 چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکا دے، اس کی کیفیت سنا کر میری امانت عمر و سعد تک
 پہنچا دیجئے اور میرا بچہ یہ کہہ کر اس کی گود میں دے دیجئے کہ شہر بائو کی امانت تجھ کو دیتا
 ہوں تو مسلمان ہے اور یہ امانت اس باپ کا بچہ ہے جس کے نانا پر تیرے باپ دادا
 ایمان لائے اور جس کا تو کلمہ پڑھ رہا ہے۔

دنیا میں اس واقعہ پر آسمان اس منظر پر اور زمین اس کیفیت پر جب بھی اور اب
 بھی روئی اور روئے گی، امام حسینؑ نے بچہ کو لے کر چلنے کا قصد کیا تو دوسرا قدم ایک سر

پر بڑا جور دامیں لپٹا ہوا امام کے پاؤں پر رکھا تھا۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ جان جانی بہن زینب بنت علیؑ کی پاؤں پڑی ہے بیتاب ہو کر فرمایا۔

زینب مجھے اس کا علم نہ تھا کہ میری وجہ سے تجھ پر اور تیرے پیاروں پر یہ مصیبت آئے گی اور تیری ماں حسینؑ کو اس لئے پال رہی ہے کہ اس کی وجہ سے زینب اور اس کو یہ وقت دیکھنا پڑے گا۔ قیامت کے روز تیری ماں اور باپ دونوں میری بے گناہی کی گواہی دیں گے جب خیال آتا ہے کہ تیرے بچے تین دن تک پانی کے ایک ایک قطرے کو ترستے ہوئے رخصت ہوئے تو کلیجہ کٹ جاتا ہے۔ ان کے پھول سے چہرے کھلا گئے اور چاندی صورتیں سنو لا گئیں مگر کیا کرتا۔ مجبور و لاچار تھا۔

زینب کی چیخ سے خیمہ گونج اٹھا اور پھر قدموں پر گر گریں اور کہا، قربان جاویں اس صورت کے جو اماں اور باپ دونوں کی صورتیں یاد دلا رہی ہیں بھیا کیا کہہ رہے ہو۔ زینب کا دل خود ہی زخمی ہے۔ اس کے زخم پر نمک نہ چھڑ کو عونؑ اور محمدؑ اصغرؑ پر قربان کئے زینب اور اس کا تمام گھر اس صورت میں نثار، خوش نصیب ہوں کہ زندگی کی آخری گھڑیاں ان قدموں سے گزریں اور موقع ملا کہ ماں کے دودھ کا اثر عمر و سعد کو دکھا دوں اور جفا کاروں کو بتا دوں کہ خاندان رسالت کی عورتیں کس بے جگری سے میدان میں آتی ہیں اور ماں باپ کی امانت پر اپنے بچے قربان کر دیتی ہیں۔ حسینؑ کر بلا کے میدان میں زینبؑ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں جس کو ماں سے سرخرو ہونے کا موقع ملا۔ بھیا میں کچھ اور عرض کرتی ہوں۔ شہر بانو نا تجربہ کار ہے اور اس کو عرب کا حال معلوم نہیں۔ بنو امیہ اور بنو فاطمہ کے تعلقات کی اس کو کیا خبر۔ سیدھی سادھی بیگم ان کھڑکچوں کا حال کیا جانے۔ یہ کیا سمجھے کہ عمر و سعد آل رسولؐ کے بچہ بچہ کا دشمن ہے خون کا پیاسا ہے۔ بھیا میرا دل دھڑک رہا ہے، ہاتھ پاؤں میں

سنسنیاں آرہی ہیں۔ للہ حسینؑ میرے بچہ کو دشمنوں میں نہ لے جاؤ، بلائیں لوں اس چاند سے مکھڑے کی، مجھے ڈر ہے کہیں ظالم اس کو نقصان نہ پہنچائیں۔ دل کو اتنی دیر سے سنبھال رہی ہوں اور کہتی ہوں لاکھ سنگ دل ہوں، مگر اولاد والے ہیں معصوم پر ہاتھ نہ اٹھے گا لیکن دل نہیں مانتا اور یہی ڈر لگتا ہے کہ اس کی جان لے کے بے ایمان کوئی گل نہ کھلائیں۔ میری پیاری پیاری بھانج خداتیری مانتا ٹھنڈی رکھے اور اصغر کی ہزاری عمر ہو۔ مگر ہائے کیا کروں دل نہیں مانتا اتنا کہہ کر بی بی زینب بچے کے چاروں طرف پھریں اور کہا ”جانتی ہوں موت سر پر آگئی مگر اس کی آئی مجھ کو آئے، ہائے میں زندہ رہوں اور اصغر ظالموں کے پھندے میں پھنسے، میرے بچے موجود ہوں اور شہر بانو کی گود خالی ہو۔ بی بی تمہاری ضد ہے بھیج دو بھیا میرا بچہ میری گود میں دو اس کو رخصت کروں۔ بی بی زینب نے پڑھ پڑھ کر بچے پر پھونکا اور اس کے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں سر آنکھوں سے لگائے اور رو رو کر کہا اچھالے جائیے۔ دنیا کے پردے پر اور حیات انسانی کی تاریخ میں اس سے پہلے ہی نہیں اس کے بعد بھی وہ قیامت خیز گھڑی نہ آئی کہ وہ شخص یا گروہ جو کھانے اور پانی سے پوری طرح سیراب ہو رہا ہے اس شخص کے خلاف جس کے نانا کا کلمہ پڑھ رہا ہوا تکتا کڑ اور پتھر ہو جائے کہ عورتوں اور بچوں پر ظلم توڑے، اور تیوری پر بل نہ آئے بچہ کو گود میں دیکھ کر عمر و سعد نے قہقہہ لگایا اور لوگوں سے کہا حسینؑ کوئی مشکیزہ لا رہے ہیں پانی بھر دو مگر مزاجب ہے کہ پانی کے ساتھ ہی مشک اور حسینؑ پانی کو ترستا ہوا دنیا سے اُٹھے۔ دیکھو پورا انتظام کرو ایک قطرہ پانی کا حلق میں نہ پہنچے۔

جس وقت ہوا آگ کے شعلوں میں نہا رہی تھی، جب کربلا کا میدان زمین و آسمان سے انکارے اُگل رہا تھا اس وقت صبر و رضا کا ایک مجسم نمونہ عمر و سعد کے

سامنے اس گھوڑے پر سوار کھڑا تھا جس کی زبان پیاس کے مارے باہر نکل آئی تھی اور حسرت و یاس سے مڑ مڑ کر اپنے سوار کے قدموں پر آنکھیں مل رہا تھا۔ رسول عربی کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان آئین قدرت کا تماشا دیکھیں، روئیں، چلائیں، چیئیں اور پیٹیں اس گھوڑے کا سوار وہ سوار ہے جو ان کے مولا اور آقا کے کندھوں پر سوار ہوا۔ یہ دھوپ میں جلنے اور جھلنے والا انسان بنت رسول کا دودھ پی کر اور علی ابن ابی طالب کے ہاتھوں میں کھیل کر جوان ہوا ہے۔ یہ زبان جو آج خشک ہے اور جس میں کانٹے پڑ چکے ہیں اس کو خاتم النبیینؐ نے بوسے دیئے ہیں انسانیت رورہی ہے۔ عقیدت سرچل رہی ہے اور مروت منہ پٹی ہے جب دیکھتی ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ نے عبا کا دامن اٹھایا اور معصومؑ کا پسینہ پونچھ کر فرمایا۔

حاشا اور کلامِ سعد تین روز کیا اگر تین مہینے اسی طرح گزر جاتے پانی اور دانہ اڑ کر منہ میں نہ جاتا آگ اس جسم کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی اور گرمی کے شرارے جسدِ خاکی کو پھونک دیتے مگر تیری طرف رخ نہ کرتا اور تجھ سے بات نہ کرتا لیکن جس نام کا کفش بردار ہوں جس کی لگن دل کو لگی ہوئی ہے جو جان اور ایمان ہے اس کی بشریت پر تھی ان شاہد ہے اس لئے عمر و سعد مامتا کے درد سے مجبور اور تجھ کو انسان نہیں صاحبِ اولاد سمجھ کر شہر بانٹنے نے اس معصوم کو تیرے پاس بھیجا ہے۔ دیکھ اس کی زبان ہونٹوں سے باہر آ گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہیں اور اس کا حلق خشک ہے۔ دنیا کا عیش اور زندگی کی بہار تجھ کو اور تیرے ساتھ یزید اور ابن زیاد کو مبارک ہو۔ مگر میرے کلیجے کا ٹکڑا اس دنیا میں تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔ دیکھ عمر و سعد دیکھ اس کی سانس کی کیفیت ہو رہی ہے۔ مجھ کو نہیں اصغرؑ کو اس کی معصومیت دیکھ کر زیادہ نہیں پانی کے چند قطرے پلا دے۔ تاریخ تیرے اس عمل پر فخر کرے گی۔ اس کا پھول سا چہرہ اور یہ

نازک جسم لو کے تھیزوں کو برداشت نہیں کر سکتا جلدی کر اور اپنے ہاتھ سے میرے معصوم کے حلق میں پانی کے دو قطرے ٹپکا دے۔

اور دیکھ ان ہونٹوں کو جو خشک ہیں ان کی زبان سوکھ گئی اور اس کی صورت مرجھار رہی ہے۔ آگے بڑھ کر انسان اور انسانیت کو بٹا نہ لگا۔ شہر بانو اور بنت علیٰ خیمے کے دروازے پر کھڑی جھانک رہی ہیں کہ تو اس پیغام کا کیا جواب دیتا ہے۔ دونوں کی دونوں نے کلیجے کا کلکرا اس حالت میں کہ ان سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہے۔ تیرے پاس بھیج دیا۔ یزیدی لشکر کی بیس ہزار آنکھوں میں ایک آنکھ بھی سرمہ انسانیت سے مزیں نہ لگی۔ ان کے قلب کی سیاہی چہروں تک پہنچ چکی تھی۔ انسان نہیں جانور اور جانور نہیں پتھر تھے کہ دودھ کو ترستے اور پانی کو پھڑکتے معصوم کی اس کیفیت کا مانتا کی ماری ماں کے پیام اور باپ کی التجا کا استقبال تہمتوں سے کیا۔ کیسا نازک وقت ہے کہ اس ہولناک میدان میں آفتاب آتش بار کے سائے میں کھڑا ہونے والا انسان اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد عمر وسعد کی طرف اس توقع سے دیکھتا ہے کہ انسانیت کے قدم آگے بڑھا کر محبت کے ہاتھوں سے میرے معصوم کو گود میں لے گا۔ مگر میدان کر بلا عمر وسعد کے حکم سے گونجتا ہے ”حسینؑ کا بچہ زندہ نہ جانے پائے۔“

ہوا لرز رہی تھی اور پہاڑ تھرا رہے تھے۔ جب امام حسینؑ نے یہ الفاظ سن کر اپنے چاند کو دامن سے چھپانے کی کوشش کی عبا ہاتھ میں تھی اور کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ ابن کاہل حرمہ کا تیر معصوم گلے کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں دھنسا۔

قیامت کی مصیبت اس سے زیادہ نہ ہوگی کہ معصوم نے جس کے حلق میں آ رہا تیر گھسا ہوا ہے جو باپ کی گود کو اپنے خون سے شرابور کر رہا ہے آنکھ کھولی اور باپ کو سوکھی زبان دکھا کر ہمیشہ کے واسطے بند کر لی۔ چکر آیا پاؤں کانپ گئے جس وقت علی

اصغر نے باپ کی گود میں آخری سسکی لی۔ حسین ابن علیؑ کا مہمان دم توڑ چکا تھا۔ بچے کو زمین پر لٹا کر اپنے ہاتھ سے تیر نکالا اور بچہ کو سینہ سے لگا کر خیمے کا رخ کیا دونوں نند بھاوجیں دروازے پر کھڑی تھیں۔ امام حسینؑ کو لوہا لہان دیکھ کر دل ہوا ہو گیا۔ زینب چکرا کر گریں اور شہر بانٹو یہ کہہ کر آگے بڑھیں۔ ہائے کیا ہوا۔

امام حسینؑ نے بچہ کی لاش بیوی کی گود میں دی اور زینب کو اٹھا کر کہا۔ لے بہن تیرا لعل حوض کوثر کے قطروں سے سیراب ہو گیا۔ خیمے میں کہرام مچ گیا، بی بی زینب نے حضرت شہر بانٹو سے کہا، بھاوج چھ مہینے کی کمائی کر بلا کے میدان میں لٹا دی، میرے بچے کو میرے مہمان کو تم نے بھوکا پیاسا گھر سے نکالا۔ شہر بانٹو اس کی خدمت تم کو وبال ہو گئی۔ ہائے کس پیار سے ہمک کر میری گود میں آیا اور کیسی حسرت سے آخری نظر مجھ پر ڈالی۔ ارے نہیں شہر بانٹو نہیں اس کو نکالنے والی، اس کو مارنے والی پھوپھی میں ہوں۔ بھابھی کی گود میں میں نے دیا۔ پانی پینے میں نے بھیجا۔ ارے خدا کے لئے بتاؤ میرے قصور کی کیا سزا ہے۔ اماں اور نانا کو حشر میں کیا منہ دکھاؤں گی۔ جب وہ کہیں گے کہ اصغرؑ کو شہادت کے واسطے تو نے بھیجا لاؤ میرے بچے کو میری گود میں دو شہر بانٹو لاؤ، اپنے بچے کی قمیص بدلوں یہ خون میں لتھڑی قمیص مجھے دو اس پر قربان ہوں اس کو سر پر رکھوں، اس کو آنکھوں سے لگاؤں، زین العابدینؑ، لو بھائی کے سہرے کا ارمان تھا، اصغرؑ دولہا بنا۔ اس کی برات چڑھ رہی ہے۔ اس دولہا کو گود میں لے کر دلہن بیاہنے جاؤ۔ بھائی کے ہاتھ کانپیں گے۔ مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے کس دل سے اصغرؑ کو قبر میں رکھیں گے۔ اے کربلا تیری گود میں آج میری گود کا کھیلنے والا آتا ہے جو میرے سینے پر لوٹتا تھا جو ہمیشہ شہر بانٹو کے ہاتھوں میں سوتا تھا وہ آج تیری گود میں سوئے گا۔

بھابھی میرے مہمان کی صورت ایک دفعہ اور دیکھ لو یہ صورت آنکھ سے اوجھل ہوتی ہے اور اصغر ہمیشہ ہمیشہ کو جاتے ہیں۔ بیٹا پھوپھی کا قصور معاف کر دینا، دادا، دادی سے میری شکایت نہ کرنا کہ پیاسے گھر سے نکالنا چلو میں بھی آتی ہوں۔ رات کو اگر دشمنوں نے فرصت دی تو قبر پر آ کر لیٹوں گی۔ چٹوں گی، پلٹاؤں گی، آج تک میری اور شہر بانوں کی گود تھی اب دادا دادی کے پاس جاؤ خدا حافظ ونگہبان ہے۔

کس دل سے امام عالی مقام نے علی اصغر کو دفن کیا، اس کا اندازہ آسان نہیں ہے قصد کیا کہ سیدھے میدان جنگ میں پہنچ کر اصغر کے خون کا بدلہ لیں مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ ناموس رسول خدا کے سپرد کروں اور یہ دم جو باقی رہے ہیں آخری مرتبہ ان کو اور دیکھ لوں، خیمہ میں داخل ہوئے تو خون ابھی بازو سے بہہ رہا تھا۔ کپڑے خونم خون تھے۔ بیوی اور بہن کو معصوم اصغر کے صدمہ سے ابھی تک یہ خبر بھی نہ تھی کہ بچہ کے ساتھ باپ کے بازو سے بھی فوارہ چھٹ رہا ہے۔ سب سے پہلے بی بی زینب کی نظر امام حسینؑ کے خون پر پڑی۔ ہائے بھائی کہہ کر لپٹ گئیں اور بدحواسی سے چیخ کر کہا۔ ارے جلدی پانی لاؤ، زخم دھوؤں پھر خیال آیا تو کہا ارے بھول گئی، پانی کہاں پانی تو آل رسولؐ پر یزید کے حکم سے بند ہوئے تین روز گزر گئے۔ سر سے ردا اتاری اور بھائی کا بھاز دکھول کر کہا۔ قیامت کے روز اسی طرح نانا جان کے حضور میں عرض کروں گی کہ آپ کی اُمت نے میرا سر ننگا کیا۔ (ماخوذ از سیدہ کلال)

(علامہ راشد الخیری... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاع رباب نمبر)

حضرت علی اصغرؑ کا جہاد:

برٹریڈ رسل نے صحیح لکھا ہے کہ جنگ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) انسان کی فطرت کے ساتھ جنگ۔

(۲) انسان کی انسان کے ساتھ جنگ۔

(۳) انسان کی اپنے نفس کے ساتھ جنگ۔

انسان کی فطرت کے ساتھ جنگ کے معنی ہیں اُن مصائب سے بچنے کی کوشش کرنا جو فطرت کے علم سے ناواقفیت کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ اس جنگ کے معنی کسب علم کے ہیں۔ فطرت پر فتح حاصل کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان قوانین فطرت کو بدل سکتا ہے یہ اُس کے حدود اختیار سے باہر ہے صرف اُن کو سمجھ کر اُن سے فائدہ اُٹھانا اُس کے لئے ممکن ہے۔ یہ جنگ ہمیشہ سے جاری ہے اور اس میں ایک حد تک انسان کو کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے۔

انسان کی انسان کے ساتھ جنگ وہ ہے جسے بعض فلاسفہ تنازع البقاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کی انسان کے ساتھ جنگ کا سبب نفسانیت ہے نوع انسانی مختلف ملکوں، نسلوں، قوموں اور جماعتوں میں تقسیم ہو گئی ہے اور اس کا مفاد مشترک نہیں رہ سکا ہے اس لئے ان میں تصادم ہوتا رہتا ہے۔

رسل کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے خلاف نبرد آزما ہوتا ہے۔ اس جنگ میں فتح پانا ہی اُس کے ارتقاء کی آخری منزل ہے اور اُس کا خیال ہے کہ انسان اب اُس منزل پر پہنچ چکا ہے۔ جب ایسے نوع کے ساتھ جنگ اُس کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اب جنگ کے معنی پوری نسل انسانی کی تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔ اب اگر فلاح و بہبودی کی خواہش ہے تو وہ صرف اسی طرح پوری ہو سکتی ہے کہ بنی نوع انسان یا ہی اشتراکِ عمل سے کام لے اور ”جیو اور جینے دو“ کے اصول پر عمل پیرا ہو جائے۔ رسل کا خیال ہے کہ اب انسانی ارتقاء کے اُس آخری دور کا آغاز ہو رہا ہے جب اُس کو اپنے نفس

کے خلاف جہاد کرنا ہے اور اسی پر اُس کی ترقی بلکہ وجود کا انحصار ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا جب انسان غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن غلامی کی لعنت ختم ہو گئی، پھر آزادی کا دور آیا اور اپنے ساتھ بہت سی نعمتیں اور مسرتیں لایا لیکن آزادی کے ساتھ قومی غمور ملکی تفریق کی لعنت پانی ہوئی اور اس کے نتیجے میں خوفناک عظیم جنگوں سے دنیا کو دوچار ہونا پڑا۔ اب جو دور آ رہا ہے وہ باہمی اشتراکِ عمل کا دور ہے۔ واقعہ کر بلا جس زمانہ میں رونما ہوا وہ غلامی کا دور تھا۔ انسان انسان کے ساتھ جنگ آزما تھا۔ شہنشاہیت فرعونیت کے تحت پر متمکن تھی۔ ”فسانیوں اور خواہشات کی پیروی مذہبی عوام کا مقصد حیات تھا۔ ایسے زمانہ میں جب کہ آزادی کے نام سے بھی لوگ واقف نہ تھے۔ نوعِ انسانی کی وحدت کا تصور اُس دور کے انسان کی دماغی سطح سے بہت بلند تھا۔ اسلامی تعلیم کی روح سے لوگ ابھی تک ناواقف تھے۔ پیغمبرِ اسلام نے انہیں انسانیت کا جو درس دیا تھا۔ اُسے مسخ کرنے کی کوششیں مسلسل جاری تھیں اور ان میں دشمنانِ اسلام کو بہت نمایاں کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ حکومتِ الہیہ کا تصور جس کی بنیاد ”خلقِ خدا“ کی فلاح پر ہے ذہنوں سے مٹ چکا تھا۔ اس کے بجائے ایسے عقائد گڑھ لئے گئے تھے جن سے ملوکیت کے مظالم کی پردہ پوشی کی جا سکے۔ بلکہ ان کے لئے شرعی جواز پیدا ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے عدلِ الہی کا انکار کیا گیا عقیدہ جبر کی ترویج کی گئی۔ اولوالامر کی اطاعت کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا تھا اس سے مراد سلاطین لے لئے گئے اور اس طرح حاکم وقت کے اقوال و افعال کو معیارِ حق قرار دیا گیا۔ امام حسینؑ نے اس کی مخالفت کی جس کے نتیجے میں واقعہ کر بلا رونما ہوا۔

رسل نے جنگ کی جتنی قسمیں کی ہیں واقعہ کر بلا میں سے کسی قسم کے ماتحت نہیں

آتا اس لئے کہ اُس نے جو قسمیں کی ہیں وہ نوعِ انسانی کے مدارجِ ارتقاء کے لحاظ سے ہیں اور واقعہ کر بلا اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام جنگوں سے مختلف ہے۔ بظاہر وہ بھی انسان اور انسان کے درمیان جنگ کے ماتحت آتا ہے اور بنی امیہ نے کوشش بھی یہی کی کہ اسے دو شہزادوں کی جنگ سے تعبیر کیا جائے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور آج ہر شخص جانتا ہے کہ یہ دو نظریوں کی جنگ تھی۔

چونکہ یہ نظریہ کی جنگ تھی اس لئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسینؑ فاتح تھے باوجود اس کے کہ مادی طور پر شکست انہیں کو ہوئی اور یزید مفتوح ہے اس لئے کہ وہ اپنے نظریہ کو اُن سے نہ منوا سکا اور نہ دنیا نے اُس کے اصول کو حق تسلیم کیا۔

امام حسینؑ نے کر بلا میں جو جنگ کی اُس کے بہت سے پہلو ہیں اور جب تک وہ سب پہلو پیش نظر نہ رکھے جائیں کوئی صحیح نتیجہ نکالنا ممکن نہیں ہے۔

(۱) کر بلا کی جنگ میں امام حسینؑ کے دشمنوں کے جنگ کے محرکات وہی خواہشات تھے جو ساری دنیا کی جنگ کا سبب ہوتے ہیں لیکن ایک فرق یہ ہے کہ عام طور پر سلاطین ملک و مال کے لئے جنگ کرن اچاہتے ہیں۔ یزید کی جنگ کا مقصد اس کے علاوہ ایک یہ بھی تھا کہ وہ رسولؐ کے نواسے سے اپنے کو صحیح خلیفہ رسولؐ تسلیم کرا لے تاکہ اُس کے اقوال و افعال کو مذہبی سند حاصل ہو جائے اس بنیادی مقصد میں وہ ناکام رہا اس لئے اُسے شکست ہوئی اور امام حسینؑ کو فتح!

(۲) امام حسینؑ کی جنگ دفاعی جنگ تھی لیکن اگر وہ محض دفاعی جنگ ہوتی تو دفاع میں ناکامی کے معنی یہ ہوتے کہ انہیں شکست ہو گئی اسی لئے امام حسینؑ نے جان کے تحفظ سے زیادہ اس امر پر زور دیا کہ وہ اپنے نظریہ حیات کو دنیا کے سامنے پیش کر دیں اور یزیدی پروپیگنڈا اُسے مٹانہ سکے۔ اس مقصد میں انہیں کامیابی ہوئی۔ اُموی

فلسفہ حیات کا پول کھل گیا اور امام حسینؑ کا فلسفہ دنیا کے سامنے آ گیا۔ اس اعتبار سے امام حسینؑ کو فتح ہوئی اور یزید کو شکست۔

(۳) امام حسینؑ کے لئے یزید سے جنگ کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اُسے حق کے راستے پر برقرار رکھ سکیں اور شخصی منفعت پر نوعی مفاد کو مقدم قرار دے سکیں۔ یہ انسانیت کی وہ بلند ترین منزل ہے جس کا آغاز رسل کے نزدیک اب ۱۳ سو برس کے بعد ہو رہا ہے۔ اس جنگ میں آج سے تیرا سو برس پہلے امام حسینؑ نے فتح حاصل کی اور ایسی فتح حاصل کی کہ ساری دنیا نفسِ مطمئن کے نجاتِ قدم پر انگشت بدنداں ہے۔

لیکن امام حسینؑ کی جنگ کا مقصد جب تک واضح طور پر نظروں کے سامنے نہ ہو اُن کی فتح کا مکمل تصور قائم نہیں کیا جاسکتا۔ امام حسینؑ کا مقصد شہادت یہ بھی تھا کہ وہ باطل کے سامنے سر نہ جھکائیں لیکن صرف یہی مقصد نہیں تھا۔ امام حسینؑ کا مقصد شہادت یہ بھی تھا کہ یزیدیت اور آمریت سے دنیا کو محفوظ رکھا جائے۔ لیکن صرف یہی مقصد نہیں تھا۔ امام حسینؑ کا مقصد شہادت یہ بھی تھا کہ انسانیت کے اعلیٰ اصول کی تبلیغ ہو۔ نوعِ انسانی کو ”خلقِ خدا“ کی اصطلاح سے تعبیر کر کے وہ چاہتے تھے کہ انسان پوری نوع کو ایک وحدت تسلیم کر لے اور شخصی مفاد کو نوعی مفاد سے وابستہ کر دے اور یہی وہ اعلیٰ ترین نصب العینِ حیات ہو سکتا ہے جسے نوعِ انسانی اختیار کرے۔ چنانچہ رسل جو اس دور کا ایک اہم فلسفی ہے اس سے زیادہ بلند مقصدِ حیات معین نہیں کر سکا۔ لیکن صرف انسانیت کے اعلیٰ اصول کی تبلیغ ہی امام حسینؑ کا مقصد ان اُمور میں سے کسی ایک میں محدود کر دیا جائے۔ اُن کی شہادت کا اعلیٰ ترین نصب العین حقیقت میں صرف اصولِ انسانیت کی تبلیغ نہیں بلکہ یہ تھا کہ اُن پر عملدرآمد ہو یا

یزیدیت دنیا سے فنا ہو اور انسانیت عملی طور پر حکمران، افراد نفسانیت اور ذاتی خواہشات کو قومی مفاد پر قومی اپنے مفاد کو نوع کے مفاد پر قربان کر دیں۔

اس نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت سے جنگ کی ابتداء ہوتی ہے۔ کربلا کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ وہ جاری ہے اور اُس وقت ختم ہوگی جب دنیا حسینی فلسفہ پر عمل کرنے لگے گی اور اس لحاظ سے حسینؑ کی فتح بھی ابھی جزوی ہے۔ اس جنگ میں رہ نمائی کا کام جو ایک سپہ سالار کے ذمہ ہونا چاہئے اُسے امام حسینؑ نے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے دیا اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اُس کے احکام کے مطابق عمل کریں اور اُس فتح کی تکمیل کریں جس کا کربلا میں آغاز ہوتا ہے۔

شہادت سے قبل جب امام حسینؑ کربلا میں بے یار و مددگار رہ گئے تو انہوں نے صدائے استغاثہ بلند کی۔ یہ صدائے استغاثہ نہ تھی، نوع انسانی کو اُس کا فرض یاد دلایا جا رہا تھا، اُسے دعوتِ عمل دی جا رہی تھی۔ وہ حقیقتاً صدائے استغاثہ نہ تھی، امامت کا فرض تھا جسے زندگی کی دشوار ترین منزل میں انجام دیا جا رہا تھا اُس صدائے استغاثہ کا خطاب کس سے تھا کیا محض اُن اعز و اقارب اور اُن وادار اصحاب سے تھا جن کی لاشیں ریگ زار کربلا میں پڑی ہوئی تھیں یا اُن اشقیاء سے امداد کی توقع تھی جن کے نیزے حسینؑ کے جسم کو چھلنی کر دینے کے لئے بے تاب تھے، نہیں نہیں! حسینؑ کا خطاب اُس زمانہ میں محدود نہ تھا! اگر اُس زمانہ تک محدود ہوتا تو آج ہم اُن کی آواز نہ سُن سکتے، لیکن حسینؑ کی آواز آج بھی گونج رہی ہے اور حق کی نصرت کے لئے ہمیں بلا رہی ہے۔ حسینؑ کا خطاب ہر زمانہ کے انسان سے تھا اور حسینؑ ہماری صدائے لبیک سننے کے منتظر ہیں۔

حسینؑ کی آواز پر کس طرح لبیک کہنا چاہئے اس کے لئے نمونہ عمل ایک صغیر سن بچہ نے پیش کر دیا۔ اگر ہم میں احساس ہے تو ہم اُس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ جب حسینؑ نے صدائے استغاثہ بلند کی تو ایک بچہ جھولے میں بے تاب ہو گیا۔ اگر وہ چل سکتا ہوتا تو ضرور حسینؑ کی نصرت کے لئے میدانِ عمل میں اُتر آتا۔ لیکن وہ کیونکر حسینؑ کی نصرت کے لئے بڑھتا وہ تو ابھی گھٹنوں بھی نہ چل سکتا تھا۔ مگر نصرت حسینؑ کا جذبہ وہ تھا کہ اُس نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ اگر وہ بول سکتا ہوتا تو ضرور لبیک یا ابنِ رسول اللہ کی آواز دیتا لیکن کیا کرتا وہ تو ابھی بے زبان ششماہہ تھا۔ ہاں اپنی بے زبانی کی گھٹن کا اظہار اُس نے یوں کیا کہ وہ رونے لگا۔ علی اصغرؑ کے جذبہ نصرت کی شدت ملاحظہ فرمائیے کہ حسینؑ کو اس کا علم ہو گیا۔ وہ علی اصغرؑ کے مقصد کو سمجھ گئے۔ فرض کا تقاضا تھا کہ علی اصغرؑ اپنے بھائی علی اکبرؑ کے نقشِ قدم پر چلیں اور معیارِ عمل قائم کریں۔ لیکن وہ مجبور تھے بغیر امام حسینؑ کی امانت کے وہ اپنا فرض انجام نہیں دے سکتا تھے اور امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کی مدد کی۔ اب تک امام حسینؑ حق کی نصرت کے لئے آواز دے رہے تھے، علی اصغرؑ نے اپنے کو پیش کر دیا۔ اب صورت مختلف ہو گئی، اب علی اصغرؑ حق کے لئے جہاد کرنے جا رہے تھے اور اپنی مدد کے لئے آواز دے رہے تھے، اب امام حسینؑ کا فرض تھا کہ وہ علی اصغرؑ کی نصرت کے لئے بڑھیں۔ امام حسینؑ نصرت کے لئے بڑھے، علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا اور میدانِ شہادت کی طرف لے چلے۔ وہ حسینؑ کے قدم نہیں تھے جو بچہ کو میدانِ جنگ کی طرف لے جا رہے تھے وہ علی اصغرؑ کے قدم تھے جو منزلِ عمل کی طرف بڑھ رہے تھے! میدانِ جنگ میں پہنچ کر بھی امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کی نیابت کی۔ علی اصغرؑ دشمن سے پانی طلب نہ کر سکتے تھے۔ امام حسینؑ نے اُن کی طرف سے اشتیاق سے پانی کی درخواست کی۔ پانی کا

طلب کرنا محض پیاس بجھانے کے لئے نہ تھا۔ کاش علی اصغرؑ کی پیاس بجھ جاتی۔ اگر وہ بجھ جاتی تو انسانیت کی روح کی پیاس بجھ جاتی۔ لیکن علی اصغرؑ کی پیاس نہ بجھ سکی اور انسانیت کے قلب میں آج بھی شعلے بھڑک رہے ہیں! علی اصغرؑ پانی نہیں طلب کر رہے تھے، دشمن سے اُس جذبہ رحم کے اظہار کے خواہش مند تھے جس کے بغیر انسان انسان نہیں بن سکتا۔ وہ دشمن کو اُس جنگ کی دعوت دے رہے تھے جو انسان اپنے نفس کے خلاف کرتا ہے اور چاہتے تھے کہ وہ اُس میں کامیاب ہو کر انسانیت کی منزل پر پہنچ جائے۔ اور یقیناً اُس کو اس میں کامیابی ہوئی۔ کم از کم اس قسم کی نفسیاتی جنگ کی ابتداء ہر فرد کے یہاں ضرور ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابن سعد رحمہ سے یہ کیوں کہتا کہ کلام حسینؑ قطع کر دے۔ جب حسینؑ علی اصغرؑ کی طرف سے دعوت حق دے کر اپنا فرض پورا کر چکے تو علی اصغرؑ نے اپنے کلام کا آغاز کیا۔ کلام حسینؑ تو دعوت حق کی تمہید تھا اور بخدا علی اصغرؑ نے زبان بے زبانی سے جس مفہوم کو ادا کر دیا اُسے حسینؑ بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔ معلوم ہے علی اصغرؑ نے کیا کیا؟ خشک ہونٹوں پر منہ سی زبان پھیر دی۔ کیا دنیا کا کوئی خطیب اپنی کسی تقریر کے ذریعہ وہ تاثر پیدا کر سکتا تھا جو بے زبان نے زبان کی ایک خفیف سی جنبش سے پیدا کر دیا۔ وہ تاثر ایسا تھا کہ دشمن کی صفوں میں برہمی پیدا ہو گئی کر بلا کی جنگ کا تقابل تاریخ کی کسی جنگ سے کس طرح کیا جائے۔ ایک طرف کس طرح کے ہتھیار استعمال کئے جا رہے تھے دوسری طرف کس طرح کے حربوں سے کام لیا جا رہا تھا۔ امام حسینؑ معصوم تھے۔ لیکن یہ صرف ہمارا عقیدہ ہے۔ امام حسینؑ کے دشمن کہہ سکتے تھے کہ امام حسینؑ قصور وار تھے۔ انہوں نے خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس شبہ کا اظہار کر سکتی تھیں کہ ممکن ہے امام حسینؑ کا بھی کچھ قصور ہو۔ لیکن علی اصغرؑ نے حسینؑ کی حقانیت اور دشمن کی

بربریت کا ثبوت پیش کر دیا۔ ایک ایسا ثبوت جس کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔ بچہ ہر انسان کے نزدیک معصوم اور بے گناہ ہے۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کی بے گناہی کا ایک ایسا ثبوت پیش کر دیا جو حسینؑ کی نصرت کرنے والوں اور خود امام حسینؑ کی دسترس سے باہر تھا۔ علی اصغرؑ معصومیت اور بے گناہی کی تصویر تھے اور اُن کی معصومیت اور بے گناہی نے امام حسینؑ کے سارے جہاد کو اپنی آغوشِ عاطفت میں چھپا لیا۔ اس کے برخلاف دشمن نے علی اصغرؑ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس نے اُن کی فطرت کو بے نقاب کر دیا۔ قریب تھا کہ دشمن کی حیوانیت پر انسانیت غالب آ جائے، قریب تھا کہ حق باطل کو مغلوب کر لے، ابن سعد نے حرمہ سے کہا کہ کلام حسینؑ کو قطع کر دے اور حرمہ نے کلام حسینؑ کو قطع کر دیا۔ امام حسینؑ علی اصغرؑ کی نصرت کا فرض انجام دے چکے تھے۔ اب علی اصغرؑ میدانِ عمل میں تھے۔ امتحان کی منزل اُنہیں تنہا سر کرنا تھی۔ تیرسہ پہلو گلے کے پار ہوا اور علی اصغرؑ مسکرائے۔ امام حسینؑ ساکت و صامت کھڑے ہوئے تھے اور علی اصغرؑ کے چہرے پر تبسم تھا۔ امام حسینؑ صبر کی منزل پر آ گئے تھے اور علی اصغرؑ شکر کی منزل طے کر رہے تھے۔ یہ تبسم علی اصغرؑ ہی سے مخصوص ہے۔ امام حسینؑ اگر اس موقع پر مسکراتے تو یہ رحم دلی اور محبت پداری کے خلاف امر ہوتا۔ اگر وہ مسکرا دیتے تو یقیناً شہادتِ حسینؑ پر غشی منانے کا جواز پیدا ہو جاتا۔ جس کے لئے ایک طبقہ کی طرف سے مختلف قسم کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علی اصغرؑ چونکہ خود عملِ امتحان میں تھے اس لئے وہ مسکرا دیئے۔ وہ ظالموں کی شقاوت پر نہیں مسکرا رہے تھے، اُن کا تبسم وہ فاتحانہ تبسم تھا جو انسان کو اپنے نفس سے جنگ میں فتح حاصل کر کے چہرہ پر آتا ہے۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کو شہید ہوتے نہیں دیکھا لیکن حسینؑ کی شہادت کا مقصد حاصل ہوتے ہوئے اُنہوں نے دیکھ لیا۔

وہ اس لئے مسکرا رہے تھے کہ انہوں نے اُس وقت حسینؑ کی نصرت کی، جب اُن کی نصرت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا تھا، حسینؑ اپنی نصرت کے لئے ہرگز آواز نہیں دے رہے تھے۔ وہ حق کی حمایت کے لئے روحِ انسانیت کو آواز دے رہے تھے اور علی اصغرؑ نے دیکھ لیا کہ حق کی نصرت کا فرض انہوں نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ اس کے بعد علی اصغرؑ خاموش ہو گئے لیکن ہمارے کانوں میں جب امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ گونجتی ہے تو اس کے ساتھ ایک بے زبان کی صدائے لبیک بھی گونج جاتی ہے، علی اصغرؑ کی صدائے لبیک صرف صدائے لبیک ہی نہیں صدائے استغاثہ بھی ہے ”کون ہے جو حق کی حمایت کرے؟“ اگر ہم علی اصغرؑ کی صدائے استغاثہ کو سنیں اور لبیک کہیں تو یقیناً ہمیں کامیابی ہوگی۔ علی اصغرؑ کا تبسم گواہ ہے کہ ہم ضرور اُس فتح کی تکمیل کر سکتے ہیں جس کا کر بلا میں آغاز ہوا تھا اور جس کی تکمیل ہی امام حسینؑ کی شہادت کا عظیم ترین نصب العین ہے۔ (شہید صفی پوری... سر فرزند لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء۔ متاعِ رباب نمبر)

فوجِ حسینی کا ننھا سپاہی:

کم نہ زیادہ پورے تیرہ سو سترہ برس ہوئے کہ نہر سویز نہیں بلکہ نہر فرات کے کنارے ایک جنگِ عظیم اور ایک روحانی انقلاب برپا ہوا۔ یہ جنگ ہر لحاظ سے اپنی آپ مثال تھی۔ تاریخِ عالم کی ورق گردانی کر ڈالئے مگر تلاشِ بسیار کے بعد بھی نہ فقط دنیاۓ اسلام بلکہ از آغاز تا انجام اس روحانی انقلاب کی مثال ملنا ناممکن نظر آئے گا۔ یہی وہ واقعہ ہے جس سے بنی نوعِ انسان انسانی تکمیل کے واسطے ہر قسم کی نصیحت اور سبق حاصل کر سکتا ہے۔ اس جنگ میں ایک جانب راستی و صداقت، عدل و انصاف، صبر و رضا، تحمل و استقلال، حریت و روحانیت انسانیت و مروت اور جذبہ تحفظِ اسلام، تو دوسری جانب ظلم و ستم، حرص و طمع مکاری و دغا بازی یعنی ایک طرف تو

مختصری فوج حسینی جس کی ہر ہر فرد حفاظت و حمایت اسلام اور حریت و انسانیت کے لئے سر بکف اور دوسری جانب یزید پلید کی ٹڈی دل فوج جس کا ہر ہر سپاہی و نیاوی اغراض اور حرص و طمع کے لئے نظام عالم کو درہم برہم کرنے، عوام الناس کے حقوق کو پامال کرنے اور نام و ناموس اسلام کو صفحہ روزگار سے مٹانے کے لئے تیار۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں کسی واقعہ نے قلوب انسانی پر ایسا اثر مرتب نہیں کیا جیسا کہ اس سانحہ عظیم نے انسانی دل و دماغ کو متحرک و متاثر کیا ہے۔ اس المیہ عظیم کو آج اگرچہ پورے تیرہ سو سترہ برس گزر چکے ہیں۔ مگر قلوب انسانی میں آج بھی اس کی غیر فانی تحریک اور وہی لازوال اثر موجود ہے گویا کہ یہ واقعہ کل ہی رونما ہوا ہے۔

زمانہ کے ظالم اور طاقتور ہاتھوں نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا ہی اور مشہور و اہم واقعات کو صفحات تاریخ سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔ مگر یہی ظالم اور طاقتور ہاتھ اس انقلاب عظیم کی عظمت و اہمیت کو کم نہ کر سکے۔ مخالف اور غرض مند افراد نے اس شہادت عظمیٰ کی عظمت کو کم کرنے اور اس کی اہمیت کو حق بین نظروں سے چھپانے کے لئے ہاتھوں میں قلم اٹھائے ہوں گے اور اس روحانی انقلاب کو ملک گیری کی جنگ ثابت کرنے کی ناکام کوشش اور سعی کی ہوگی۔ مگر اُن کے بڑھتے ہوئے ہاتھ رک گئے ہوں گے، اُن کے چلتے ہوئے قلم ٹھوکریں کھانے لگے ہوں گے اور ان کی عقلیں پچکولے کھانے لگی ہوں گی جب کہ وہ تفسیر ذبح عظیم کے ان دو شاہکاروں تک پہنچے ہوں گے جہاں سے شمشاد کی شہادت اور اسیری اہل حرم کے دو باب کا آغاز ہوتا ہے۔

اگر فہم عمومی سے کام لیا جائے اور انصاف پسندی اور حق بین نظروں سے دیکھا

جائے تو ماننا پڑنے گا کہ ملک گیری یا دنیاوی جنگ میں شیر خوار بچوں اور اہل حرم کو میدانِ قتال میں ساتھ نہیں لے جاتے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دنیاوی جنگ میں فریقین اپنی فوجوں کی تعداد بڑھاتے ہیں اور مخالف کیمپ میں بغاوت پھیلانے کی سازش کرتے ہیں۔ مگر حسینی جنگِ مادی جنگ نہیں تھی، حسینؑ تو میدانِ کربلا میں اسلام کو بچانے، حق و صداقت، قربانی و ایثار، صبر و رضا اور مکارمِ اخلاق کے بہترین سبق پڑھانے آئے تھے۔ غرض مند اور تنگ نظر دنیا کو صاف صاف بتانا چاہتے تھے کہ روحانی انقلاب اور حمایت و حفاظتِ اسلام کے لئے تمام ممکن مظالم برداشت کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ شیر خوار بچوں کڑیل جوان بیٹوں اور اہل حرم کو بھی دشمن کے لئے پناہ ظلم و ستم اور بے عزتی و بے حرمتی کا نشانہ بننے دیکھا جاتا ہے۔ یہ آسان بات ہے کہ حق اور سچائی کے لئے اپنی جان دے دی جائے مگر یہ مشکل ہے کہ ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ میں چند گنے چنے ساتھیوں اور رشتے داروں کو لے کر ان کا مقابلہ کیا جائے اور یکے بعد دیگرے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور جگر پاروں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھیں۔ (مسٹر کھیر) یہ معجزہ روحانی جنگ ہی میں رونما ہو سکتا ہے اور اس اعتبار سے یہ روحانی جنگ روحانی انقلاب اور یہ لازوال روحانی فتح تاریخِ انسانی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

حسینؑ نے یزید کے مظالم کے مقابلہ میں گندی اور پست دنیاوی سیاست سے کام نہیں لیا۔ آپ نے ہر ہر منزل اور ہر قدم پر اپنے مقصد اور نیک اقدام کا صاف لفظوں میں اظہار کر دیا اور ذیل کے فصیح و بلیغ خطبہ سے تو امام کے اقدام کی غرض و غایت بالکل ہی صاف ہو جاتی ہے۔ یہ خطبہ امام نے میدانِ کربلا میں اپنے تمام اعزا و اقارب اور اصحاب و انصار کو جمع کر کے فرمایا تھا۔ کیا اس خطبہ پر نظر ڈالنے کے بعد

بھی کوئی انصاف پسند انسان اور حق میں نظر اس انقلابِ عظیم کو روحانی انقلاب کہے بغیر رہ سکتی ہے؟

(خطبہ) اے میرے پالنے والے! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہم کو منصبِ نبوت و امامت سے مکرم کیا اور کلامِ ربانی کے رموز و غوامض بتلائے۔ ارکانِ دین تعلیم فرمائے اور ہم کو گوشِ حق نیوش، دیدہ بینا، دل دانا عنایت فرمایا۔ خداوند تو ہم کو جماعتِ شاکرین سے قرار دے۔“

لیھا الناس! میں نے اپنے اصحاب جیسے اصحاب اور اپنے اعزا جیسے کسی کے عزیز نہیں دیکھے۔ تم لوگوں کو خداوند عالم اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ میرے خیالات ابھی تک اہل کوفہ و شام کی طرف سے اچھے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ راہِ اطاعت اختیار کر لیں گے۔ لیکن اب مجھ کو ان کے تیور بدلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں میں اس بناء پر تم سے اپنا عہد و پیمان اٹھائے لیتا ہوں اور تم لوگوں کو اپنی اطاعت اور بیعت کے بارے سے بالکل سبکدوش کئے دیتا ہوں اور بطیبِ خاطر تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ۔ رات کا وقت ہے، اطرافِ عالم پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اپنی اپنی سواریاں درست کر لو اور اس وقت کو غنیمت سمجھو۔“

کیپٹن ایل ایچ بٹلٹ لکھتے ہیں کہ

”امام نے اسی پر اکتفاء نہیں کی بلکہ بعدِ ختمِ تقریر آپ نے وہ کام کیا جس کی مثال تاریخِ عالم میں ملنا ناممکن ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو انسانی فطرت اور کمزوریوں کا کس قدر احساس تھا اور کس درجہ آپ سخی اور رقیق القلب تھے اور جذبہِ ایثار کس حد تک آپ میں موجود تھا آپ نے حکم فرمایا کہ خیمے کے چراغ گل کر دیئے جائیں۔“

انصاف پسند حضرات ذرا غور کریں کہ حسینؑ کس عنوان سے اور کیسے نازک وقت میں اپنے مختصر جانثاروں کی تعداد کو بھی بجائے بڑھانے کے کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ دشمن کے کیمپ میں ففتھ کالم چھوڑنے اور فوج میں بغاوت پھیلانے کی کوشش نہیں کرتے۔

”فوج میں گئے گنائے جاں باز ہیں غنیم کی سپاہ قطار در قطار سلسلہ کوہ کی طرح کھڑی ہے ساتھ کافی رسد نہیں، یہاں تک کہ پانی بھی نہیں۔ ایک ایک کر کے لوگ شہید ہوتے جا رہے ہیں لیکن پست ہمتی کا نام نہیں، کہیں شکست کی بددلی نہیں، بچہ بچہ شوق شہادت سے بے تاب ہے کیا معمولی دنیاوی جنگوں میں یہ معجزہ کہیں رونما ہوتا ہے۔ ایک ہی پسپائی میں ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں اور متواتر دو تین لڑائیوں میں شکست ہوتے ہی صلح کی شرطیں طے ہونے لگتی ہیں۔ یا ہزیمت خوردہ فوج راہ فرار اختیار کرتی ہے۔ مگر یہاں پر ایک پسپائی پر تازہ جوش اور تازہ ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا کسی دنیاوی جنگ میں بشارت اور شجاعت کے ایسے معجزے ظہور میں آ سکتے ہیں؟ غیر ممکن۔ ہر ایک جوان میدان جنگ میں جانے کے لئے مضطرب ہے، حضرت امام حسینؑ سے منتیں کرتا ہے۔ بوڑھا ہے تو اپنی جواں دلی کا یقین دلاتا ہے، بچہ ہے تو اپنی جواں ہمتی کا دم بھرتا ہے، صرف اس لئے کہ اذن شہادت حاصل کرے۔ فتح کا وہاں کوئی امکان نہیں۔ مٹھی بھر آدمی اس فوج قاہرہ کے مقابلہ میں کیا کر سکتے تھے۔ مگر ان کا جذبہ جانبازی اعداد کی پروا نہیں کرتا کیوں کہ وہ حملہ حق میں شہید ہو جاتا ہے۔ حیات جاوید سمجھتے ہیں۔“ (نشی پریم چند)

حسینؑ کے یہاں ہتھیار ڈالنے، راہ فرار اختیار کرنے یا شرائط صلح پیش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو موت کو ذلت پر ترجیح دے کر گھر بار لٹا کر اہل حرم کو اسیر

کرا کے شیر خوار بچوں کو شہید کرا کے ایک روحانی انقلاب پیدا کر گئے۔ اصول مذہب اور انسانیت کی لاج رکھ لی اور آنے والی نسلوں کے لئے میدانِ کرب و بلا کو اُسوہ حسنہ کی درس گاہ بنا گئے۔

مدعا لیش سلطنت بودے اگر

خود نہ کر دے با چنیں سماں سفر

(علامہ اقبال)

ننھا مجاہد جب کہ خیامِ امام میں پانی کا قطر تھا، جبکہ تمام عزیز و اقارب ناقابلِ برداشت پیاس سے بے تاب تھے اور جب کہ قطرِ آب کی وجہ سے حسینی بچوں کی آنکھوں کے آنسو تک خشک ہو گئے تھے، ماؤں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا تو شہید جو رو جفا اور قتلِ العبرۃ امام خیمہ میں تشریف لے گئے اور حضرت ربابؑ سے متاعِ ربابؑ یعنی چھ ماہ کے معصوم بچے جناب علی اصغرؑ کو جن کی زبان تک پیاس کی شدت سے خشک ہو گئی تھی گود میں لے کر دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یہ شمشاہہ ننھا سپاہی کسی طرح بھی جنگ یا تشدد کے قابل نہ تھا۔ دنیا کے تمام قوانین اور جہانِ ناپائیدار کے تمام مذاہب کی رو سے یہ معصوم تین روز کا بھوکا پیاسا قابلِ رحم تھا۔ مگر افسوس کہ فوجِ یزیدی کے حیوان صفت انسانوں نے اس بے گناہ بچے کو بھی ایک قطرہ پانی کا نہیں دیا۔ امام نے فوجِ یزیدی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”اے لوگو! اگر تمہارے خیالِ باطل میں قصور وار ہوں تو اس معصوم بچے نے کیا قصور کیا ہے؟ دیکھو یہ شدتِ تشنگی اور گرمی سے ہلاکت کے قریب ہے یہ تو بے زبان بچہ ہے جو جرم کے قابل بھی نہیں۔ خدا کے لئے اس کو چند قطرے پانی کے دے دو کہ اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے۔ شاید اس کی جان بچ جائے اگر تم کو شبہ ہو کہ میں خود اس طرح سے پانی پی لوں گا تو لودیکھو میں اس گلدستہ کو تپتی ہوئی زمین پر

رکھ دیتا ہوں تم خود دو قطرے پانی اس کے منہ میں ڈال دو۔“ یہ کہہ کر امام نے اس منہ سی جان کو جلتی ریت پر لٹا دیا۔

یہ حالت دیکھ کر فوج یزیدی میں کھلبلی پڑ گئی۔ امام کے جگر خراش اور دلسوز کلمات اور دردناک منظر نے تھوڑی سی دیر کے لئے سنگدلوں کے دلوں کو بھی موم کر دیا اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ تو ہے اس معصوم بچے نے کیا گناہ کیا ہے؟ یہ تو اپنے پیروں چل بھی نہیں سکتا۔ پانی کی ممانعت تو بڑوں کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس بچے کو پانی دے دینا چاہئے۔

کیا بچے کو پانی دے دیا گیا؟ نہیں ہرگز نہیں! پھر کیا ہوا؟ فوج یزیدی کے کچھ افراد نے خیال کیا کہ پیاس کی شدت کی وجہ سے حسینؑ کے مصائب اب ناقابل برداشت حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر کچھ عرصہ تک اور پانی بند رکھا گیا تو حسینؑ ضرور بیت یزید کر لیں گے اور ابن سعد کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں فوج میں بغاوت نہ ہو جائے اُس نے حرمہ کو حکم دیا کہ کلام حسینؑ کو قطع کر دے۔ حرمہ نے ابن سعد کے مقصد و اشارہ کو پالیا اور فوراً ایک تیرسہ پہلو سے جوڑ ہر آلود بھی تھا، لگوئے معصوم کو چھید دیا۔ حسینؑ نے بے گناہ ننھے سپاہی کو گود میں اٹھا لیا اور پاک و پاکیزہ خون کو چلو میں لیا اوپر دیکھا اور معصوم و طیب و طاہر کو یہ کہتے ہوئے آسمان کی طرف پھینک دیا کہ ”خداوند! گواہ رہنا کہ میرا یہ بچہ ناقہ صالح سے کسی طرح کم نہ تھا۔ مسلمانو! انہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب و ملت کے انسانو! ذرا غور کرو اور انصاف سے بتاؤ کہ اس فعل سے اس درندہ صفت انسانوں کی حیوانیت کی کوئی حد مقرر کی جاسکتی ہے؟ فوج یزیدی کے ان شرمناک افعال نے حسینؑ کے دل کو توڑ دیا۔ اب امامؑ ان ظالموں کی اصلاح سے مایوس ہو گئے۔ حسینؑ نے اپنی اس مایوسی کو معصوم بچے کی شہادت سے بھی زیادہ محسوس کیا۔

مسلمانو! خدا کے لئے بتاؤ کہ دنیا کا کوئی مذہب دنیا کا کوئی قانون اخلاقی یا مذہبی معصوم بچوں پر پانی بند کر کے بے رحمی سے ہلاک کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ سلوک تو کافروں کے بچوں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جاسکتا یہ سلوک تو کوئی انسان حیوان کے ساتھ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

بہر حال اب امام خیمہ کی جانب واپس ہوئے۔ ایک معصوم بچی امام کو دیکھ کر آپ کی طرف دوڑی اور دریافت کیا کہ بابا جان کیا میرے ننھے سے بھائی کے لئے دشمنوں نے پانی دے دیا؟ امام نے چشم آلود ہو کر فرمایا ”پارہ جگر سکیئہ! لو یہ ہے تمہارا بھائی! دشمنوں نے اس معصوم کو بھی نہیں چھوڑا اور شہید کر دیا“ امام نے اپنی تلووار سے ننھی سی قبر کھودی اور معصوم و شیرخوار ننھے سپاہی کو ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سلا دیا اور ساتھ ہی ساتھ اصلاح امت کی تمام امیدوں کو بھی وہیں دفن کر دیا۔

امام نے ہر طرح سے فوج یزیدی کے مظالم اخلاق سوز اور دین و مذہب کے خلاف افعال و اعمال کو دنیا پر ظاہر کرنے کی کوشش کی اور اپنے اس مقصد میں ہر طرح کامیاب ہوئے کون نہیں جانتا کہ عورتوں اور بچوں کے قتل کی فقط اسلام ہی نے ممانعت نہیں کی بلکہ اُس وقت کے عرب معاشرہ میں بھی یہ فعل بڑا جرم تصور کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے کچھ فوج کو کسی مقام پر روانہ فرمایا اس فوج نے دوران جنگ کچھ عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا پیغمبر اسلام نے ان لوگوں کو سخت سزا دی۔ ان لوگوں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ ”اے پیغمبر خدا تو غیر مسلموں کے بچے تھے۔“ سرکار رسالت نے فرمایا ”میں نے تو تم کو غیر مسلموں کے بچوں کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ ایک مرتبہ جب خالد بن ولید نے کچھ بچوں کو قتل کر دیا تو پیغمبر خدا نے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کئے اور دعا کی کہ ”اے

خدا میں خالد کے اس فعل سے علیحدگی اور بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔“ بعد میں آپ نے حضرت علیؑ کو روانہ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کی تسلی و تشفی کریں اور ہمدردی کا سلوک کریں اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مسلمانوں نے کسی موقع پر بچوں کو قتل نہیں کیا۔ ہاں معاویہ نے ضرور مسلمانوں کے کچھ بچوں کو اپنے گورنر بسر بن ارطاط سے یثرب اور یمن میں قتل کرا دیا۔ جو بچے ان مقامات پر قتل کئے گئے اُن میں عبید اللہ بن عباس کے بچے بھی تھے۔ بعد میں اولاد ابوسفیان نے انہیں واقعات کو میدانِ کربلا میں دہرایا۔ یزید بن معاویہ کے حکم سے کربلا کے بے آب و گیاہ میدان میں خانوادہ رسالت کے ننھے ننھے معصوم بچوں کو تین شبانہ روز بھوکا پیاسا رکھ کر بے رحمی و بے دردی سے شہید کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو جناب سید الشہداء کا ہر اقدام ایک بہترین کارنامہ تھا لیکن شیر خوار بچے کی شہادت حقیقتاً ایک محیر العقول حسینی شاہکار ہے۔ اس امر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس شیر خوار بچے کو راہِ خدا میں قربان کر کے حسینؑ نے اپنی قربانی کو موثر ترین بنالیا۔ دنیائے انسانیت کو حیرت میں ڈال دیا اور اپنے پیارے نانا کے پیارے مذہب کو مٹنے سے ہمیشہ کے لئے بچالیا۔

نسلِ انسانی رہتی دنیا تک اس عنوان کو بھلا نہیں سکتی اور نہ تاریخِ عالم اس سلسلہ میں کوئی مثال پیش کر سکتی ہے کہ جس عنوان سے فوجِ حسینی کے اس ننھے سپاہی نے اپنے آپ کو حساسیت و اعانتِ اسلام میں قربانی کے لئے پیش کیا۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ ننھا سپاہی تین شبانہ روز سے بھوکا اور پیاسا تھا۔ ماں کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ شبیہ پیغمبرؐ جناب علی اکبرؑ اور قمر بنی ہاشم حضرت عباسؑ جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ یہ ننھا سپاہی امام مظلومؑ کی بے کسی و بے یاری کو دیکھ کر تاب نہ لاسکا اور جھولے ہی میں شوق

شہادت کا اظہار کر دیا تا کہ اپنی مختصر سی فوج کے راس و رئیس یعنی امام وقتؑ سے اجازت حاصل کر کے حمایت حق میں شوق شہادت پورا کرے۔ امام جازت دیتے ہیں اور یہ ننھا سپاہی خوش ہو جاتا ہے۔ امامؑ نے اجازت تو دے دی۔ مگر اب پریشان ہیں کہ میدان جنگ تک اصغر کس طرح جائیں گے۔ فوج حسینی اگرچہ بہترین ڈسپلن کی مالک تھی مگر میکنا نزد نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ ننھا سپاہی نہ تو آرمڈ کار میں گیا ہوگا اور نہ ہیوی ٹینک پر۔ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ پیدل جان نہیں سکتا تھا۔ خد معلوم پھر اصغر کس سواری پر گئے ہوں گے ہاں سنتا ہوں کہ امامؑ نے اپنے ہاتھوں کو اس ننھے سپاہی کی سواری کے لئے پیش کر دیا اور امامؑ اپنے ننھے سپاہی کو میدان جنگ کی طرف لے چلے۔

حسینؑ اپنے اس ننھے سپاہی کو رن کی طرف لے تو چلے مگر راستہ میں اس تصور نے پریشان ضرور کیا ہوگا کہ ننھا سپاہی نہتا ہے، کوئی ہتھیار پاس نہیں۔ فوج مخالف کا مقابلہ کس طرح کرے گا؟ مگر مجھے یقین ہے کہ ننھے سپاہی نے امام وقت کی پریشانی محسوس کر کے اپنی ننھی سی خشک زبان دکھا کر حسینؑ کی پریشانی کو دور کیا ہوگا۔ کیا دنیا ایسا نرالا سپاہی اور ایسا نرالا ہتھیار پیش کر سکتی ہے۔ یہ تھا فوج حسینی کا خفیہ ہتھیار۔

فوج حسینی کا یہ ننھا سپاہی میدان جنگ میں دشمن کے مقابل پہنچتا ہے اور درندہ صفت فوج مخالف سے بزبان بے زبانی سوال آب کرتا ہے تاکہ حجت تمام ہو، ننھے سپاہی کو دیکھ کر فوج مخالف نے خیال کیا ہوگا کہ شاید حسینؑ اب آخری وقت میں مصحفِ الہی کو فیصلہ کے لئے ہاتھوں پر رکھ کر لاتے ہیں۔ ہاں یہ دھوکا ان بے رحموں کو ضرور ہوا ہوگا۔ آغوشِ امامؑ میں اگرچہ مصحفِ الہی نہ تھا مگر مصحفِ ناطق کا پوتا ضرور تھا۔ بہر حال ننھے سپاہی کو دیکھ کر اور صرف سوال آب سن کر فوج یزیدی میں بے چینی پھیل

گئی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ تو ہے اس معصوم بے زبان نے ہمارا کیا بگاڑا ہے؟ وہ اپنے پیروں تو یہاں تک آیا نہیں، اسے پانی پلا دینا چاہئے۔ سردار فوج یہ حالت دیکھ کر اور گفتگوئے باہمی سن کر شمشاہد کی پیاس بجھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ پیاس کس طرح بجھائی گئی یہ نہ معلوم کیجئے مگر ہاں طریقہ کچھ ایسا ہی تھا کہ عالم تہذیب و تمدن نے آج تک کسی بے زبان اور معصوم کی پیاس اس عنوان سے بجھتے نہیں دیکھی ہوگی۔ حرمہ بن کابل نے تیرس پہلو جو زہر آلود بھی تھا چلنے میں لگایا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

حلقِ اصغرؑ بازوئے شہ، سینہ زہرا چھیدا

رن کہاں، جنت کہاں، اللہ رے پلہ تیر کا

عالم انسانیت سے عموماً اور جمہور اسلام سے خصوصاً انصاف کے نام پر میرا سوال ہے کہ اے مہذب دنیا کے رہنے والو! اے اسلام کے دعویدارو! آخر اس بے شیر شمشاہے اور ننھے بے زبان کو کس جرم میں تیرس پہلو کا نشانہ بنایا گیا؟

صاحبِ اولاد اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر بتائیں، مائیں اپنے اپنے گود کے پالوں کو یاد کر کے جواب دیں کہ اگر اُن کا بے زبان بچہ شدتِ تشنگی سے رو رہا ہو تو اُن کے دلوں پر کیا گزرے گی۔ کیا پیاس آپ خنجر سے بجھائی جائے گی، نہیں ہرگز نہیں، اچھا تو اب مادرِ علی اصغرؑ سے پوچھو کہ آپ نے کون سے صبر و تحمل سے کام لیا۔ کون سا پتھر کلیجہ پر رکھا جب کہ شمشاہے فرزند نے جس کا ابھی دودھ بھی نہیں چھوٹا تھا۔ تین شبانہ روز کی بھوک اور پیاس کے بعد ننھی سی خشک زبان نکال کر سوال آپ کیا ہوگا۔ دودھ خشک ہو چکا تھا اور پانی کا ملنا ناممکن ہاں اے انسانیت کے دعویدارو! بتلاؤ کہ اس سے بڑھ کر علی اصغرؑ کے لئے اور کیا مصیبت ہو سکتی تھی۔ قربان اے مادرِ علی اصغرؑ آپ کے صبر و تحمل کے قربان! آپ کے صبر اور معصوم کی قربانی نے حسینی قربانی کو اور

موثر بنا دیا۔ اے ننھے سپاہی تیرے قربان تو نے حق و صداقت کی قربان گاہ پر اپنے
طیب و طاہر خون کی نذر دے کر دین محمدی کو خلعتِ دوام بخش دیا۔

آخر میں صرف مسلمانوں سے سوال ہے کیوں مسلمانو! کیا اہل جزاء الاحسان الا
احسان کی یہی تفسیر ہے کیا رحمت عالم، مصلح اعظم، اور محسن انسانیت کے احسانات کا
یہی بدلہ ہو سکتا تھا، مسلمانو! یہ سوال تم سے میں نہیں کر رہا ہوں۔ یہ سوال تم سے ایک
غیر مسلم اور غیر کلمہ گو کر رہا ہے اور ان الفاظ میں:

" Tell me friends what shall you say, On the
awful judgement day, When Mohammed Asks
you where, Are those trusted to your care?

Dearer than a thousands lives? Bound by many
a fastening chain, Some in dungeons dark
remain, ON Kerbala's barri'en strand others lie, a
reaking band. Torn with wounds own stained with
mud, Weltering in their own hearts blood, When
before the Judgment seat, Your the Holy Prophet
Meet, He shall ask if thus your show, The
gratitude you gustly owe, For all the benefits
bestowed, By whom those Bounty freely flow'd

(W.B. Jailor)

دوستو! بتاؤ خوفناک قیامت کے دن تم کیا جواب دو گے جب کہ محمدؐ تم سے سوال
کریں گے کہ کہاں ہیں وہ صاحبانِ قربت جن کی موڈت میں نے تم پر فرض کر دی
تھی؟ جن میں سے ہر فرد کی جان مجھے ہزاروں جانوں سے زیادہ عزیز تھی۔ (یہی نا)
بعض کو بھاری بھاری زنجیروں سے جکڑ کر تاریک قید خانوں میں اسیر رکھا اور کچھ

کرب و بلا کے بے آب و گیاہ صحرا میں زخموں سے چور خاک و دھول میں اُٹے ہوئے اپنے دل کے خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔

جب تختِ عدالت کے رو برو حضرت رسولِ مقبولؐ سے تمہارا سامنا ہوگا تو وہ استفسار کریں گے کہ کیا اس شخص کے احسانات کا طریقہ، اظہارِ شکر گزری یہی ہے جس نے تم کو تمام نعمات بخشیں اور جس کا چشمہ فیض نہایت آزادی سے جاری رہا۔ (ڈبلو۔ سی ٹیلر)

کیوں عرشِ زمیں پر گرنہ پڑا کیوں گلشنِ ہستی جل نہ گیا
بے شیر تو پیاسا اٹھ جائے، بہتا ہوا دریا رہ جائے
(مسعود کشمیری راجپور... میر فرارز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء... متاعِ رباب نمبر)

حضرت علی اصغرؑ فاتحِ کربلاؑ

حضرت علی اصغرؑ اور جناب سکیئہ کو متاعِ رباب سب جانتے اور سمجھتے ہیں اور ٹھیک سمجھتے ہیں اس لئے کہ ”المالُ والبنون زينة الحياة الدنيا“ قولِ الہی ہے یہ بھی قسامِ ازل کی پر عدل تقسیم تھی کہ ایک کو صنفِ مذکور میں اور دوسرے کو صنفِ اناث میں سے متاعِ رباب قرار دیا۔ یا شاید اُسے ہمارے دونوں صنف کے بچوں کے لئے ان دونوں کو اُسوۂ حسنہ قرار دینا مقصود تھا۔ کربلا میں متاعِ رسالت جہاں لٹی متاعِ رباب بھی لٹ گئی۔ ”لٹ گئی“ کہوں یا راہِ خدا کی ”امت و دلیعت“ ہو گئی کہوں اس لئے کہ انہیں دو بچوں سے ”رباب“ کا نام چلتا رہے گا اور بچوں کی آرزو ماں کو صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ اُس کے نام لیواؤں کا نام باقی رہے۔ شاید اس غم نصیب کو کھ جلی ماں کو یہ تسکین ہو کہ یہ دونوں بچے آماجگاہِ ستم تو بنے مگر ستم زدوں کے زخمیائے دل کا مرہم بھی بن گئے رہتی دنیا تک جب کسی ماں کی گود خالی ہوگی تو علیؑ اصغرؑ جیسے شیرِ خوار

کی یاد اُس کے غم کی شدت کو کم کر دے گی اور جب غربت میں کوئی بچی سپرد خاک ہوگی تو سکینہ کی زندانِ شام کی موت اُس کے درد کو مدہم کر دے گی۔

یہ تو انسانیت کے زاویہ نظر سے رباب اور اُن کے بچوں کی موت کا تذکرہ تھا۔ ذرا اس کے اخلاقی پہلو پر بھی نظر ڈالیں۔ ایک نے فوجِ شام میں تہلکہ ڈال دیا دوسرے نے یزید جیسے شقی القلب کے دل کو گداز کر دیا۔ ایک نے بے زبانی کے باوجود وہ ”کلام“ کیا کہ عمر سعد سے ”قطع کلام الحسین“ کا حکم صادر کرایا اور دوسرے نے زندانِ شام میں وہ درد بھری فریاد کی کہ یزید کا خواب و خور حرام ہو گیا۔ حتیٰ کہ اُس کی بے کسی کی موت اُس رائے حسین کی خلاصی کا باعث ہوئی۔ ان دونوں کی موت اُمت کی حیاتِ ابدی ہے۔ اس لئے کہ دونوں نے اپنی جانیں اچھے مقصد کے لئے دیں۔ ایک نے باپ کی نصرتِ راہِ حق میں کی اور دوسرے نے ان کو یزیدی ظلم و تشدد سے چھڑا کر ظلم و تشدد کی تیغ کشی کی۔ دونوں کا کام تبلیغِ حق تھا۔ ایک نے شام و عراق، عرب و حجاز کے اژدہا م کثیر میں وہ اعلان بے گناہی کیا کہ دشمنوں سے بھی اپنی بے گناہی کا اعتراف کرا لیا اور دوسرے نے بھرے دربار میں جو نمائندگی کے لحاظ سے کربلا کے میدان سے کم نہ تھا اپنے روحانی تصرفات کا وہ معجزہ دکھایا جو باپ بیٹی کی محبت کا افسانہ بن گیا۔ ممکن ہے کہ بعض مادہ پرست اس کو حقیقت سے دور سمجھیں مگر جب ہم واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسی مثالیں ہمیں تاریخی سوانح میں ملتی ہیں۔

انگلستان میں ملکہ میری کے عہد میں جب عیسائی جماعتوں میں مذہبی عصبیت مردم کشی اور جاں ستانی تک پہنچ چکی تھی اور پروٹسٹنٹ عقیدہ کے مشاہیر قتل کئے جا رہے تھے تو ایک شخص ٹامس مور نامی برسرِ دار کھینچا گیا اور اُس کا سر نیزہ پر چڑھا کر دریائے ٹیمس کے مشہور ویسٹ منسٹر برج پر سے مع فوجی جلوں کے گزارا گیا۔ سر راہ کسی

کیتھولک کو تماشا شائی ہو کر کھڑے رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اس کی لڑکی مارگریٹ پل کے نیچے ایک کشتی میں بیٹھی ہوئی اپنے باپ کے دیدار کا آخری نظارہ کرنے کے لئے اس جلوس کی منتظر تھی۔ جب ٹامس مور کا سر نیزہ پر نصب ویسٹ منسٹر برج پر پہنچا تو اس چیمپی بیٹی نے بڑی بے چینی سے پکارا میرے باپ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری گود میں آ جاؤ۔ گولڈن ڈیڈس مطبوعہ میکمیلنس لندن میں لکھا ہے کہ جولوگ نیزہ لئے تھے۔ اُن کے ہاتھ کپکپائے اور سر کو حرکت ہوئی اور وہ مارگریٹ کی گود میں جا گرا اور اُس نے اُس کا بوس و کنار شروع کر دیا۔ سارا مجمع اس محیر العقول واقعہ کو دیکھ کر اس طرف ٹوٹ پڑا اور بالآخر کسی طرح وہ سر پھر دستیاب کیا گیا۔ کیا دربار یزید میں یزید کی اس فرمائش پر کہ ”سیکھتہ تم اگر بابا کی پیاری ہو تو سر حسین کو اپنے پاس بلاؤ“ ایسا ہی واقعہ نہیں ہوا کہ سر حسین کو حرکت ہوئی اور وہ سیکھنے کی گود میں جا پہنچا۔ قوت ارادی اور قوت جذب اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ رونما کر سکتی ہے۔ کیا اس باپ بیٹی کے ملاپ نے سارے درباریوں میں ایک تفحص کی لہر نہ دوڑادی ہوگی کہ کٹا ہوا سر جو تن سے جدا تھا کس قوت روحانی کے تحت متحرک ہوا اور ایک فاسق اور ظالم کے چیلنج کو قبول کر کے اُس کو دربار عام میں ذلیل و خوار کیا۔ کیا یزید کے خلاف نفرت و انتقام کی رو اسی وقت سے درباریوں میں نہیں دوڑی اور کیا اس واقعہ کا یہ ردِ عمل نہ تھا کہ یزید بہت متاثر ہوا اور اسی وقت سے اہل بیت حسینی کے رہائی پر آمادہ ہو گیا۔

جناب علی اصغر کا عنوان شہادت تو ایسا ہے کہ اس شیر خوار کو ”فاح کر بلا“ کہنا حق بجانب ہے۔ ”کر بلا کی جنگ دو بادشاہوں کی جنگ ملک گیر تھی“ یہ بہتان مسترد نہ ہوتا اگر حضرت علی اصغر باپ کے ہاتھوں پر کھلے میدان میں شہید نہ ہوتے۔ کون باپ چھ ماہ کے بچے کو ہاتھ میں لے کر بے زبان معصوم سے استغاثہ اعطش سوکھے

ہونٹوں پر زبان پھیر کر بلند کرائے گا! یہ تو تب ہی ہو سکتا تھا کہ اُس کا مقصد محض یہ رہا ہو کہ دُنیا دیکھ لے اور سمجھ لے کہ میرا مقصد لڑائی نہیں ہے محض اعلان بے گناہی ہے۔ ”بامی ذنب قتلست“ کا نوحہ بلند کرانا تھا۔ فوجِ اشقیاء سے اس کا اعتراف کرانا تھا کہ بے گناہ بے زبان۔ بے آب شیر خوار بھی ناوک ظلم کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ اس بچے نے باپ کی حق پرستی اور معصومیت ثابت کر دی اور حسینؑ مظلوم کے سر سے یہ غلط الزام ہمیشہ کے لئے اٹھالیا کہ جنگِ کربلا مادی جنگ تھی۔ یا جنگ بھی تھی! شہادتِ علی اصغر واقعہ کربلا کا وہ زریں کارنامہ ہے جس نے باطل کے سیاہ داغ کو اور زیادہ نمایاں کر دیا جو ہمیشہ کے لئے یزید کے لئے کنگ کا ٹیکہ ہے۔

چھڑائے سے نہ چھوٹے گارے ظالم نہ بن لڑکا

شہیدانِ وفا کا خوں کیا دھبہ ہے کیچڑ کا

انسانیت کے دامن کا داغ چھڑائے نہیں چھوٹا۔ تاریخِ عالم ہمیشہ حق و باطل کے امتیاز کے لئے علی اصغرؑ کی معصومیت اور یزید کی بہیمیت کو اپنے دامن میں محفوظ رکھے گی۔ یزید سمجھتا تھا کہ ظالم کا بول بالا ہے۔ علی اصغرؑ کی گردن کا تیر پکارتا ہے کہ حق کا بول بالا ہے۔ اس ننھے مجاہد کا جہاد بالعمل نرالا تھا۔ سوکھے ہونٹوں سے پیاس کا مظاہرہ اور مسکراتے لبوں سے موت کا خیر مقدم ربابؑ کے لئے یہ آخری پیار تھا کہ اچھی ماں کے بچے اچھے مقصد کے لئے ہنستے کھیلتے جان دیتے ہیں اور بعد کی نسل کو یہ سبق دے جاتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(مولوی سید کلب عباس.... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء... متاعِ رباب نمبر)

دفن حضرت علی اصغرؑ کے وجوہ:

روزِ عاشورہ جب امام حسینؑ کے جملہ اصحاب، انصار اور اعزاء میدانِ کارزار میں باری باری جا کر جامِ شہادت سیراب ہو چکے اور وہ وقت آ گیا کہ نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرتِ الناس نہ قاصے، نہ علی اکبرؑ نہ عباسؑ

تو بیکس و مظلوم امّؑ نے اتمامِ حجت کے لئے آوازِ استغاثہ بلند کی اور فرمایا کہ ہل من ناصر ینصرنا، ناگاہ خیمہٗ عصمت و طہارت سے آواز بلند ہوئی حضرت مضطرب ہو کر میدانِ قتال سے حرمِ سرا میں تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ ششماہے فرزندِ علی اصغرؑ نے استغاثہ سنتے ہی اپنے کو گہوارہ سے گرا دیا۔ امّؑ مظلوم ننھے مہمان کو لے کر میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے قوم جفا کار اگر تمہارے زعم باطم میں میں گنہگار ہوں تو اس شیر خوار نے کیا خطا کی ہے؟ اسے ایک جرعد آب دے دو۔ اگر یہ خیال ہو کہ اس بہانے سے میں خود پینا چاہتا ہوں تو میں اس کو فرشِ خاک پر لٹائے دیتا ہوں، تم میں سے کوئی آ کر تھوڑا پانی اس کو پلا دے۔ پھر آپ عمر ابن سعد سے مخاطب ہو کے فرماتے ہیں۔

نالائے ہے تجھ سے روحِ رسولؐ فلکِ سپاس اتنا بھی دل نہ سخت کر اے نا خدا شناس موجود ہیں صراحیاں پانی کی تیرے پاس اک گھنٹ دے لے کہ ہے سولہ پہر کی پیاس بچے پہ ظلم صاحبِ ایمان سے دور ہے چھوٹے سے مہمان کی خاطر ضرور ہے لکھا ہے کہ اہل فوج نے ارشادِ امام کا کوئی جواب نہ دیا لیکن لشکرِ شام میں ایک تہلکہ پڑ گیا اشقیاء کی یہ حالت ہو گئی کہ

کی آہ کسی نے کوئی منہ پھیر کے رویا دامن کسی جلاد نے اشکوں سے بھگوایا
ہر شخص کے اک تیر لگا قلب پہ گویا بولا کوئی ایماں بھی گیا دین بھی کھویا
یوں پھول کوئی دھوپ میں مرجھا نہیں جاتا

بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

جب عمر ابن سعد ملعون نے فوج کی یہ حالت مشاہدہ کی تو حرمہ کو حکم دیا۔ قطع
کلام الحسین، یعنی حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے، حرمہ نے تیرسہ پہلو سے کلام امام کو
منقطع کیا۔ شیر خوار باپ کے ہاتھوں پر ٹپ کر رہ گیا۔ امامؑ نے ذوالفقار سے ننھی سی
قبر کھودی علی اصغر کو سپرد خاک کیا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ دوپہر میں گھر کا گھر صاف ہو گیا۔ طفلی کے رفیق و انصار
شہید ہو گئے، گود کے پلے بچے اُمت پر قربان ہوئے۔ قمر بنی ہاشم ابو الفضل العباس
نے اپنی جان نثار کی۔ حسن سبز قبا کی یادگار یا محال سم اسپاں ہوئی۔ اٹھارہ برس کی کمائی
خاک میں مل گئی۔ علی اکبرؑ نے دار فانی سے کوچ کیا لیکن حضرت نے کسی کے دفن کا
اہتمام نہ فرمایا۔ آخر وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر امامؑ نے شیر خوار مجاہد کو
سپرد خاک کیا۔ پہلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ اموات کا دفن کرنا فریضہ انسانی
ہے اور بجائے عبادت ہے اس لئے امامؑ نے بچہ کی قبر بنائی آلام و مصائب کے ہجوم
میں کسی اور شہید کو دفن کرنے کا موقع کہاں تھا۔ ننھی سی قبر بنا سکے۔ دوسری وجہ معلوم
ہوتی ہے کہ ممکن ہے امام کو یہ خیال ہوا ہو کہ اور افراد میدان قتال میں دشمنان اسلام
سے جہاد کر کے شہید ہوئے لیکن یہ بچہ تو کسی سے جنگ کو بھی نہ آیا تھا۔ بے قصور آب
تیر سے سیراب کیا گیا۔ تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ ارض کر بلا گرمی کی شدت سے تپ رہی
تھی، امام کو گوارا نہ ہوا کہ اس گل اندام کو جلتی ریت پر چھوڑ دیں۔ چوتھی وجہ شاید یہ ہو

کہ امام کو خیال ہوا ہو کہ میری شہادت کے بعد جب اہل بیت لوٹے جانے کے بعد اسیر کر کے اس طرف سے لے جائے جائیں گے تو لاش علی اصغرؑ کو دیکھ کر بے چین ہوں گے۔ خصوصاً مادر علی اصغرؑ اپنے ششماہی فرزند کو خاک و خون میں غلطان جلتی ریت پر پڑا دیکھ کر عجیب نہیں کہ فرط غم سے ہلاک ہو جائے۔ پانچویں وجہ شاید یہ ہو کہ امام کو یقین تھا کہ ملاعنہ شہداء کی لاشوں کو پامال کریں گے۔ اگر یہ لاش زمین پر ہوگی تو بوجہ پامالی کے ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

(خورشید حیدر جاسسی، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

غنیہ دہن علی اصغرؑ:

حضرت علی اصغرؑ وہ غنیہ نا شکستہ تھے، جو کر بلا کی سخت دھوپ میں تیر کھا کر مسکرائے، ادھر یہ غنیہ کھلا ادھر مرجھا گیا اور وہ بچہ جاتے جاتے سبق دے گیا کہ دنیا بس اتنی ہی ہے۔ قول و عمل کی ہم آہنگی اور زہر آلود آلہ حرب سے شہادت رسولؐ اور ان کے گھرانے کا مسلمہ تاریخی شعار ہے۔ حضرت علی اصغرؑ کا سن چھ مہینہ کا۔ اس کا تبسم، ان کا قول شہادت ان کا عمل سوچئے تو کس طرح اور کب یہ عملیہ سچا اترتا ہے۔

حضرت علی اصغرؑ کے متعلق اس سے مختصر اور پردرد اور ہمیشہ یاد رکھنے والی بات نہ سننے میں آئی جو یادش بخیر خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن اعلیٰ اللہ مقامہ ایک مجلس میں فرما گئے، جس کو سن کر لوگ اپنے اپنے گھر روتے گئے اور وہ بات یہ تھی کہ اگر علی اصغرؑ شہید نہ ہو جاتے تو اسیران اہل بیت کے ہاتھ رسن بستہ ہونے کی حالت میں یہ بچہ کیسے ہاتھ میں لیا جاتا۔

سچ تو یہ ہے کہ واقعہ کر بلا میں شہادت علی اصغرؑ کو جو بے نظیر اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس سے تاریخ کر بلا میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ اس معصوم اور بے زبان

بچے کی شہادت کی وجہ سے کوئی جواب دنیا کے پاس نہیں رہ گیا اب جتنا جی چاہے کر بلا کی جنگ پر سوچ سوچ کر اعتراض کیا جائے مگر دنیا کے تمام مورخ اور مصنف مزاج مل کر پوچھتے ہیں کہ علی اصغرؑ کو جب خلقِ عظیم سکھانے والے رسولؐ کے حقیقی نواسے امام حسینؑ نے کھلے میدان میں ہاتھوں پر بلند کر کے بچے کی تشنگی اور بے گناہی کا تاریخی ورق دنیا کے سامنے پیش کر دیا تو پھر اس کو تیر سے کیوں شہید کیا؟

آج دنیا کے مہرِ مخ خصوصاً یورپ کے ممالک کے صاحبِ رائے اور حقیقت شناس مورخ متفق ہیں کہ حضرت امام حسینؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے ماہر سیاست تھے۔

حضرت علی اصغرؑ کے پانی کی حجت تمام کرنے کے لئے جھولا خالی کر کے میدان میں لانے سے اتنے سیاسی، مذہبی اور اخلاقی سبق امام حسینؑ اور حضرت علی اصغرؑ صفحہ عالم پر چھوڑ گئے کہ قیامت تک کتابیں صرف اس ایک واقعہ پر لکھی جائیں ہزاروں صفحے اور نمبر نکالے جائیں، مگر رازِ شہادت حل نہ ہوگا اور بیانِ قاصر رہ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ مشقت بعد از جنگ جب دشمن کچھ عرصے کے بعد چونکہ تو یہ پیوند کہنے یا بھڑا رفو تاریخ کے پھٹے پرانے دامن میں یوں لگایا جانے لگا کہ خیمہ تک ایک تیر آ جانے سے بچے کی شہادت ہوگئی۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

(شیخ ممتاز حسین جونیوری، سر فراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاعِ رباب نمبر)

تیر و کمان پر تاریخی و علمی نظر:

حرملہ بن کاہل اسدی کا زہر آلود تیر

تیر اندازی دنیا کی تمام قوموں کا پرانا حربہ اور عہدِ قدیم کی بندوق ہے جس میں

بڑے بڑے کمالات دکھائی دیتے ہیں اور شریف و رذیل سب اس کی تعلیم لازمی سمجھتے ہیں یہی وہ حربہ ہے جس سے رام چندر جی اور ان کے بھائی کچھن جی نے راوون اور اس کے ایسے کوہ پیکر حریفوں کو مار کے گرا دیا۔ اگرچہ بندوق کی ایجاد نے اس کا زور کم کر دیا تھا مگر پھر بھی سپہ گری کا اعلیٰ جوہر تھا۔ تیر اندازی کی کمائیں اتنی کڑی رکھی جاتی تھیں کہ ان کا چلہ کھینچنا ہر ایک کے لئے آسان نہ تھا بلکہ جس کی کمان جتنی کڑی ہوتی اسی قدر زیادہ اس کا تیر دور جاتا اور کاری ہوتا۔ عربوں نے اپنی فتوحات کے زمانہ میں تیر اندازی کے ایسے ایسے کمالات دکھائے جو حیرت انگیز ہیں۔ اُم ابان نامی دس پانچ ہی روز کی بیاہی ایک عربیہ لہن نے فتح دمشق کے موقع پر اپنے مقتول دولہا کے انتقال میں ایسے زبردست تیر برسائے کہ پہلے تیر نے دشمنوں کے علمبردار کو مار کے گرا دیا اور دوسرا دشمن کے بہادر سردار ٹامس کی آنکھ میں اس طرح پیوست ہوا کہ آخر کان سے کاٹ کے آنکھ ہی میں چھوڑ دیا گیا۔ (گزشتہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۵ عبدالحلیم شرر لکھنوی)

انسانی خوریزی کے علاوہ باب ماضی سے یہ بھی ثابت ہے کہ کمان کا ذکر شادی بیاہ کے موقع پر بھی آیا ہے اور قوس نے دو مختلف خاندان کے مرد و عورت کا رشتہ جوڑنے میں مدد پہنچائی ہے۔ چنانچہ رامائن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ سیتا جی کے باپ نے ان کو برتجو یز کرنے کا اختیار دے رکھا تھا۔ باپ کو بزرگوں سے ایک کمان ملی تھی جو بہت بھاری اور کڑی تھی، سیتا جی نے کہا کہ جو کوئی اس کمان کو جھکا دے وہی میرا بڑ ہوگا۔ راجاؤں کے پرے آئے مگر کسی سے کمان نہ جھکی ایک ایک کر کے سب نے زور لگایا بعض سے تو اٹھ بھی نہ سکی۔ جب رام کی باری آئی تو انہوں نے اُسے آسانی کے ساتھ موڑ دیا اور اتنا موڑا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سیتا نے فوراً پھول مالا ان کے گلے میں ڈال دیا۔ منشی غلام سرور لاہوری نے اپنے لغت میں لکھا ہے کہ اسد الحکما کہ

شیب نامہ میں لکھتا ہے کہ تیر و کمان ایجاد دختر شاہ کرک زابل کی ہے مگر اس وقت تیر میں پر نہ تھے۔ پرتیروں میں منوچہر نے لگائے ہیں۔ استدلال میں یہ شعر پیش کیا ہے۔

شنیدم کہ دانش پڑدہاں درست
کہ تیر و کمان او نہاد از نخست
لیکن بذیر براں تیر پیش
منوچہر شہ ساخت ہنگام خویش

(جامع اللغات ص ۳۹۵)

اسد الحکما کی رائے صحیح نہیں معلوم ہوتی قوس کا لفظ ماہرین علم الافلاک کی زبان پر اس وقت سے ہے جب آسمان کے برج نامزد ہوئے چنانچہ برج قوس سورج کی نویں منزل کو کہتے ہیں اور کلام عرب میں خمیدہ پشت آدمی کو ”الشیخ صارا قوس“ بوڑھا کمان ہو گیا“ کہتے ہیں اس وقت سے جبکہ عربی زبان جاری ہوئی

(معجم الطالب جرس ہام شوری)

قبائل عرب میں جب اختلاف ہوتا تھا اور معاہدہ کی قرارداد منظور ہوتی تھی تو دونوں متحاربہ اپنی اپنی جگہ سے صلح کے لئے حرکت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ جاتا تھا۔ شب معراج کی حکایت میں قوسین کی لفظ اسی قدیم رسم کی بناء پر استعمال ہوئی ہے۔ قرآن سے یہ بھی ثابت ہے کہ عہد یونس نبی میں تیروں کے ذریعہ قرعہ ڈالا گیا اور احادیث میں یہ صراحت ہے کہ پہلا قرعہ تیروں سے مریم بنت عمران نے اور پھر عبدالمطلب نے اختلاف کے محل پر ڈالا۔ سیرت نبوی میں یہ بھی ہے ساہم رسول اللہ قریشیانی بناء انت، رسول عربی نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر قرعہ ڈالا اس کے بعد اسلام میں تیر و کمان کا استعمال مختلف مواقع پر ہے۔

(۱) از ابی عبد اللہ منقولست کہ فرمود اذاکنا سبعة يوم الجمعة فالیصلوا فی جماعة والیلبس لیردو العمامه و یسر کا علی قوس و عصى و الیقعله قعدہ کابین الخبطین

جب سات شخص جمعہ کے دن جمع ہوں تو نماز جمعہ پڑھیں اور امام جماعت عمامہ اور رداء کا ندھے پڑا لے اور کمان یا عصا پر تکیہ کر کے خطبہ پڑھے۔ یہ عبارت کتب فتنہ میں موجود ہے۔

(۲) غشی شکل کی تقسیم میراث میں تیروں کے ذریعہ قرعہ ڈالا جاتا ہے۔

(دیکھو روضۃ الاحکام)

جس شخص کو سفر میں آب وضو دستیاب نہ ہو وہ تیر پھینک کر پانی تلاش کرے۔ چنانچہ علامہ کہتے ہیں۔

و یحب الطلب علوة سهم فی الخرنه وسهمین فی السهیلہ من جوابنہ الاربع (تبصرة المتعلمین)

ریگستان اور پتھر ملی زمین میں ایک تیر اور دو تیروں تک پانی ڈھونڈھے ہر چہار سمت پانی نہ ملنے پر تیمم کا محل ہے۔ اتنے استعمالات تیر و کمان کے دیکھ کر اسلام کی رحمدلی ثابت ہوتی ہے کہ تیر کو دشمن کے لئے استعمال کرنے میں خواہ وہ کافر یا مشرک ہی کیوں نہ ہو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پیغمبر کی حدیث میں اس بات کی رغبت دلائی ہے کہ اپنے بچوں کو تیر لگانا اور پیرنا سکھاؤ۔ (حلیۃ المتقین) اور خاندان رسالت کی ہر فرد تیر اندازی میں کامل تھی۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی پیرانہ سالی میں تیر اندازی اور تیر پر تیر لگانا آپ کی سیرت میں موجود ہے۔ (اُردو داں طبقہ بھی جانتا ہے دیکھو مآثر باقریہ) دہرانے کی ضرورت نہیں ہے ہم فنون مشرقیہ سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ

تیر اندازی کا صرف نام جانتے ہیں اور اصطلاحات سے بے خبر ہیں اور قریب ہے کہ یہ فن فنا ہو جائے۔ بندوق کا نشانہ صحیح ہونا تیر اندازی کی مشق کے بعد کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تیر و کھن پر نظام الدین بن مولوی امیر علی نے سیر حاصل بحث کی ہے جس کا اقتباس مطالعہ کی وسعت کے لئے ضروری ہے۔

تیر اندازوں کی اصطلاح میں پانچ سیر کی وزن کو ٹانگ کہتے ہیں پس جو کمان ایسی ہو کہ اس کی شصت میں اگر پانچ سیر وزن باندھ دیں اور وہ اس قدر خمیدہ ہو کہ جس قدر شصت کو کان کی لو تک کھینچنے میں خمیدہ ہونا چاہئے تو اس کمان کو ایک ٹانگ کی کمان کہتے ہیں اور کمان عموماً ایک ٹانگ سے کم اور پانچ ٹانگ سے زیادہ نہیں ہوتی اور ایک سے پانچ تک اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ ۲۵ سیر وزن ہوتا ہے یعنی اگر ۳۵ سیر وزن لے کر کمان کی شصت میں باندھیں تو اس قدر خم نہ ہو جس قدر شصت کو کھینچ کر نرمہ گوش تک لانے میں کمان خم کی جاتی ہے۔ (عقل و شعور صفحہ ۲۳۹ مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

ہندوستان کے عجائب خانوں میں سالار جنگ میوزیم بمبئی کے آثار قدیمہ میں بعض کمانیں عہد قدیم کی موجود ہیں اور میں نے اپنی کتاب شہزادہ علی اصغر کی تالیف کے وقت پچشم خود دیکھیں ان کی مہیب صورت تیر انداز کی بے رحمی اور ان کی بربریت بعض پرانی تصویروں سے بھی واضح ہوتی ہے کہ تیر انداز کڑی کمانوں کو بسا اوقات پیروں کی طاقت سے زمین پر بیٹھ کر جھکاتا ہے اور تیر اس کے چاروں ہاتھ پیروں کی طاقت سے کمان سے رہا ہوتا ہے۔ بقول عروج

تیر چلے سے ملا کڑی کمان ناوک چلا

اس طرف شاہ بچہ کو چھپاتے ہی رہے

واقعہ کربلا صحیح معنوں میں ہم تک نہیں پہنچا اور ناقل تو ختم ہو گئے یا ان کی زبانوں پر

پہرا تھا جو بتا سکتے تھے ان سے پوچھنے والے آزاد نہ تھے۔ حکیم مولوی مرزا علی نافذ جو عہد شاہی کے آخری ادیب تھے، نظم کے ساتھ نثر پر بھی قابو تھا اہل قلم نے ان کو افاضل اور تلامذہ ملاذ العلماء رحمہ اللہ میں شمار کیا ہے۔ مدوح کی تصانیف کسی کسی لائبریری میں نظر آتے ہیں۔ موصوف کا بیان تھا کہ حرمہ اپنے وقت میں چالیس پہلوانوں کے مقابل سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کی کمان دو ٹانگ کی تھی۔

بے شیر کی دل دوز شہادت پر راویوں کے جو مختلف بیانات ہیں ابو مخنف کا یہ کہنا کہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کیا۔ اس عصر کی سب سے مستند کتاب نفس المہموم فی مصیبتہ المظلوم طبع نجف اشرف سے واضح ہوا کہ تیر لہائے خشک پر پڑا (فوق فی شفیہ) اور حضرت ام کلثومؓ کا اپنے نوحہ میں یہ آخری بنیہ مصرع ”والحسرتا و علی قد بحة الجفن والاحشاء“ آنکھیں اور امعاء (شکم) مجروح ہوئے اسی طرح قاتل کے نام کے ساتھ حصین بن متیم (نفس المہموم) کا تیر بھی صفحہ قرطاس پر آتا ہے اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ تیروں کی بوچھاڑ تھی اور جرم حرمہ تک محدود نہیں ہے پسر سعد بھی شریک ہے جس نے کہا طبع نزاع القوم، جلد لشکر کی بے چینی کو ختم کر دے صاحب نہضہ کی اس تحریر کا لازمی نتیجہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ علی اصغرؑ کی حالت دیکھ کر پھر گیا تھا اور مظلوم کا ساتھ دینے پر تیار تھا اور عمر سعد نے اصول جنگ کی کمر آمیز گفتگو کی جو اس کے ہمنوا فوجی سمجھے اور ظلم و ستم کا وہ مظاہرہ ہوا جو چشم فلک نے نہ دیکھا۔ شہزادہ کے نام نامی والدین عمر کیفیت شہادت دفن، اہل حرم کا کہرام، سکیڑنے کی بے چینی، قاتل کا انجام، ائمہ طاہرین کے تاثرات، قبر کی جگہ پر امام محمد باقرؑ کی رائے، ماں کی سوگواری، بکثرت عنوانات ہیں جن کو تاریخ شہزادہ علی اصغرؑ میں بیان کیا ہے یہ کتاب اس خادم دین نے ۱۹۳۹ء میں پیش کی تھی۔ اس مقالہ میں

جو کچھ عرض کیا ہے اس کے علاوہ ہے۔

(مولانا سید آغا مہدی لکھنوی، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، بتاع رباب نمبر)

شہادتِ اصغر دراصل شہادتِ اکبر ہے:

کر بلا کا تصور آتے ہی دل کی دنیا بدل جاتی ہے کبھی تو اس کی معمولی رفتار میں گھٹن سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ عقل کو بھی حیرت ہوتی ہے کہ اتنا عظیم اور دور رس نتائج کا حامل یہ فقید المثال کارنامہ اس نظم و ضبط کے ساتھ ایک دن کے صرف چند گھنٹوں میں کیسے وقوع پذیر ہو گیا اور اپنے پیچھے قیامت تک کے لئے شرافت و انسانیت کے لازوال جواہر پارے بکھیر گیا۔ اب حُسن و اخلاق کے جس مراقب کا تصور کیجئے گا اس کی جیتی جاگتی تصویر آپ کو اس واقعہ میں ضرور مل جائے گی۔ کمالات انسانی کے جس جزو کی تلاش کیجئے گا اُسے آپ ضرور انہیں لحات دار و گیر میں موجود پائیں گے آخر یہ کیا ہے؟ نظریات و تصورات برسوں میں بنتے اور بگڑتے ہیں اور تعلیمات و تعمیرات کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ مگر یہ تو اقدام و عمل اور درس و تدریس کا وہ کامیاب قدم تھا جو کر بلا میں اٹھا اور اٹھ کر قائم ہو گیا اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری گردشیں اسی ایک محور کے گردنار ہو رہی ہیں۔ یہ ہر شے کا جو ہر اُس کے ضد کی موجودگی میں زیادہ درخشاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ جیسے تاریک راتوں میں ستاروں کی روشنی زیادہ چمکدار ہو جاتی ہے۔ سانچہ کر بلا اس اعتبار سے بھی کامیاب ترین تاریخی واقعہ ہے۔ جہاں انسانیت کے مقابلہ میں حیوانیت، اخلاق و مروت کے مقابلہ میں درندگی و وحشت اور نرمی و رافت کے مقابلہ میں سختی و قساوت اپنی پوری توانائی کے ساتھ رونما ہو رہی تھی۔ باطل طاقتیں ایسے وحشیانہ حوصلہ اور بہیمانہ ولولہ کے ساتھ کر بلا سے پہلے اور نہ کر بلا کے بعد کبھی حق کے خلاف متحد ہو سکیں

اور نہ یقیناً اب ہوں گی۔ اسی وجہ سے اس واقعہ کی تازگی وقت کے گزرنے پر بڑھتی ہی جاتی ہے۔ زمانہ کا بڑھاپا واقعہ کربلا کے شباب کا سامان مہیا کر رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں خوابیدہ افکار و آرا کے اندر خود بخود ایک نئی کروٹ پیدا ہوتی رہی ہے جس کے نمود نے کثیر تاریخی مواد چھوڑا ہے اسی واقعہ کربلا کا یہ ایک دوسرا اعجازی پہلو ہے۔ جہاں ٹھہر کر سوچنے اور سمجھنے کو جی چاہتا ہے لیکن جو خصوصیت مجھے خاص طور پر اس شہادت عظمیٰ کی سب سے زیادہ متاثر بناتی ہے وہ اُن لکھو کھا مصائب و موانع کے ہنگام میں اُن مٹھی بھر سرفروشانِ حق کے اندر اعتدالِ عمل کا صحیح توازن ہے۔ پورا واقعہ دیکھ جائیے ایسا محسوس ہوگا کہ حادثات پر ایک قسم کا دبدبہ مظلومی پر ایک قسم کی شوکت اور بے بسی اور ایک قسم کا وقار چھایا ہوا ہے۔ وہاں اصنافِ انسانی کے فرق کے علاوہ عمروں اور قوتوں کا بھی بڑا فرق ملتا ہے مگر جب انجامِ عمل کے اعتبار سے دیکھئے تو ہر بیرو جوان ہر زن و مرد، ہر آزاد و غلام حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بلکہ شیر خوار تک آنے والے مصائب کا استقبال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر ایک خیال میں موقف کی نزاکت اور اپنے اپنے عمل کی اہمیت کا بڑا متوازن تصور موجود تھا۔ ایسا تو ہوا کہ کسی نے نیزوں کے پھل کھائے، کسی نے آبِ شمشیر کا ذائقہ چکھا، کسی کی تواضع گزر گراں بار سے کی گئی تو کسی کی دودھ بڑھائی تیرسہ شعبہ سے ہوئی، مگر نشانہ ظلم بنتے وقت جس طمانیت قلب اور سکونِ عمل کا مظاہرہ ہر ایک سے ہوا وہی دوسرے اور تیسرے سے اور وہی سب سے ہوا یہ ہے کہ کربلا کی وہ معتدل ہوائی عمل جس نے مفکرینِ عالم کو متاثر و متحیر کر رکھا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو اندری کے مقابلہ میں کسی کم سن بلکہ شیر خوار بچے کی موت نتائج و اثر کے اعتبار سے کم سمجھی جاتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ”این ماتم سخت است“ کہ گویند جوان

مرداً مگر یہ فرق واقعی اس وقت ہوتا ہے جب اسباب و علل اور نتائج و اثرات کے اعتبار سے بھی ان میں فرق محسوس کیا جاسکے لیکن جب اعتدالِ عمل کا یہ عالم ہو کہ خود امام و ماموم، اور قائد و محکوم کا عمل ایک ہی منزل پر نظر آ رہا ہو تو پھر اب کسی اور کے فرقِ عمل کا کیا تصویر کیا جائے۔ اس حقیقت کا اعتراف یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ شہادتِ اصغر دراصل شہادتِ اکبر ہے۔

میں سوچتا تھا کہ اس معصوم شہزادے پر جس کی داستانِ حیات صرف چھ ماہ کی مدت میں ختم ہو جاتی ہے مگر مجھے علامہ ڈاکٹر جوینیوری مدظلہ کے ایک فقرہ سے شہادتِ معصوم کا ایک وسیع باب نظر آ گیا۔ جو موصوف نے برسیل تذکرہ مجھ سے فرمایا کہ ”علی اصغرؑ کر بلا میں چھ ماہ کے تھے مگر اب تو ان کی عمر تقریباً چودہ سو سال کی ہو رہی ہے۔“ سچ ہے اس قربانی نے اس طویل عرصہ میں ملکوں اور قوموں کو کس طرح متاثر کیا ہے۔ کہاں کہاں شہادتِ صغیر کی معصوم کزنوں نے نور افشانی کی ہے، کن کن دماغوں میں انقلاب کی رد و دوڑائی ہے۔ کس کس سے واقعہ کر بلا کی عظمت اور کاروانِ حسینی کی طہارت و بے گناہی کا کلمہ پڑھوایا ہے۔ یہ ایک اتنا وسیع باب ہے جس کے لئے ہزاروں صفحات کی ضرورت ہوگی۔

بطورِ خاکہ صرف عنوانات پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر بابِ نظر اگر محنت و جانفشانی سے قلم اٹھائیں تو حقائق و معلومات سے پُر ایک علمی خزانہ دستیاب ہو سکتا ہے۔ خدا ہمیں توفیقِ کرامت فرمائے۔

”شہادتِ علی اصغرؑ بنوں کی نظر میں، غیروں کی نظر میں“

مؤرخین کی نظر میں، مفکرین کی نظر میں، سیاست دان کی نظر میں، محدثین و نثرین کی نظر میں، ادیب و شاعر کی نظر میں، شہادتِ علی اصغرؑ نے واقعہ کر بلا پر کیا

اثرات ڈالے، اس وقت کی اموری سیاست کو کتنا متاثر بنایا، ہر دور میں انسانیت اس واقعہ سے کتنا اثر لیتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

شہادت علی اصغر کا مراسم عزاداری میں خصوصی حصہ اور اس کے مظاہرات! مردوں، عورتوں اور بچوں پر ان مظاہرات کے الگ الگ اثرات!

تاریخ انسانی میں دنیا کے کم سن بچوں کے کارنامے اور ان سے شہادت بے شیر کا تقابل، قرآن مجید نیز دیگر مذہبی کتابوں میں بچوں کے تذکرے اور ان کے کارنامے وغیرہ

یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جو بس یوں ہی قلم برداشتہ سپرد نگاہ ہے۔ اس کی باقاعدہ ترتیب و تدوین ابواب کے ساتھ کی جائے اور بالغ نظر اہل قلم مواد فراہم کریں تو یقیناً ایک مفید اور کارآمد قلمی کوشش کامیاب بن سکتی ہے۔

زیر نظر تحریری مضمون میں مجھے مظاہرات غم اور جلوس محرم میں علی اصغر کے جھولے کی حیثیت پر روشنی ڈالنا ہے۔ جب جلوس محرم برآمد ہوتے ہیں تو اکثر ناواقف دنیا اب بھی بڑی حیرت و استعجاب کے ساتھ پوچھتی ہے کہ یہ کیا ہے اور یہ کیا ہے؟ لیکن زیادہ تر لوگ ناواقف ہی رہ جاتے ہیں۔ مظاہرین جلوس اپنے جوش و خروش میں کچھ ایسے گم رہتے ہیں کہ انہیں حقیقت عزاداری کی اصل غرض و غایت، فراموش ہو جاتی ہے۔ غم و اندوہ کا پر شکوہ سماں دعوت عام بن کر خود فراموش دنیا کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور انسان کا فطری جھکاؤ اسے مظلوم کی طرف موڑتا ہے۔ مگر بس وہیں پر ہم خود سو جاتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ جس وقت جھولے کا کوئی جلوس نکلتا ہے تو ہر ایک متاثر نظر آتا ہے۔ دوسرے اقوام کے لوگ خصوصاً عورتیں بڑے تعلق اور توجہ سے دیکھتی رہتی ہیں۔ غالباً یہ چیز ان کی فطرت کے باطنی تقاضوں سے بہت قریب ہو

جاتی ہے۔ جھولے کے اندر شبیہ سے متصل ایک تیر کا منظر آف بڑا اذیت کوش ہوتا ہے۔
 اللہ آباد میں جھولے کا جلوس شیعوں کے یہاں علیحدہ نہیں اٹھتا بلکہ چہلم کے روز جو
 جلوس غزنو اب احمد جان خاں مرحوم کے یہاں سے برآمد ہوتا ہے۔ اس میں منجملہ
 اور شبیہوں کے یہ بھی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے شب عاشور منجانب انجمن مظلومیہ رانی
 منڈی میں جھولے کا ایک مختصر جلوس نکلتا ہے جو اس محلہ میں ایک مکان سے اٹھ کر
 بس تھوڑی دُور جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ بعض غزاخانوں میں مخصوص مجلسوں کے بعد بھی
 جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔ محلہ چک پر ڈپٹی سید زاہد حسین مرحوم کے غزاخانہ کی
 مجلس اللہ آباد کی عزاداری میں ہمیشہ سے بڑا امتیاز رکھتی ہیں۔ اس عشرہ کی نویں مجلس
 میں جھولا اٹھتا ہے۔ خدا غریقِ رحمت کرے حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب کو جن کے
 دورِ خواندگی میں اس عشرہ کو بڑی خصوصیت حاصل رہی ہے۔ اور ۸-۹ محرم کی مجلسیں
 تو ایسی یادگار ہوتی تھیں کہ جن کا بس تصور باقی رہ گیا ہے۔ آں قدح بشت و آں
 ساقی نہ ماند! یہ مجلسیں اب بھی امتیاز رکھتی ہیں۔ مگر اسی تناسب سے آلہ آباد کی پوری
 عزاداری پر انحطاط کے آثار چھا گئے ہیں۔ اب نہ وہ انہماک رہا اور نہ وہ عزم و
 اہتمام، خلوص رخصت ہو گیا اور ہمتوں میں پستی آ گئی۔ بس ”میکڈرڈ“ کے اصول پر
 ہر جگہ خانہ پری ہو جاتی ہے۔ اُس دور میں ان مجالس میں ہر مذہب و ملت کے صد ہا
 لوگ شریک ہوتے تھے۔ ختم مجلس پر جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی تھی، سینکڑوں مومنین
 سینہ کو بی و ماتم میں گھنٹوں مشغول رہتے تھے۔ ہر آنکھ پر نم نظر آتی تھی۔ غش ہونے
 والوں کی تعداد کافی ہوتی تھی۔ جنہیں میت کی طرح سے غزاخانہ کے باہر صحن میں لایا
 جاتا تھا تا کہ فی الجملہ ہوا مل سکے۔ عجیب غم و اندوہ کا سماں رہتا تھا۔ ہر شخص اپنے روز
 مرہ کے کاموں کو بھولا رہتا تھا۔ بس غم حسین کی ایک فضا دل و دماغ پر چھائی رہتی تھی۔

محلہ دریا آباد میں جو شہر سے کچھ دوری پر واقع ہے اور اب شہر کی توسیع کی بدولت تاسی کا ایک حصہ ہو گیا ہے۔ کسی زمانہ میں بڑے جوش و ولولے کے ساتھ مراسم عزائم انجام پاتے تھے۔ ہزار ہا رویے کے اوقات اس مقصد کے لئے تھے اور بس اب یہاں بھی صرف خانہ پری رہ گئی ہے۔ جھولے کا کوئی خصوصی جلوس یہاں بھی نہیں اٹھتا البتہ نواب آغا علی خاں مرحوم کے عزائم خانہ میں جو اوقاف کی جانب سے مجلسیں ہوتی ہیں نوں محرم کو بعد مجلس جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔

آج سے تقریباً بیس پچیس سال پہلے الہ آباد میں شب عاشور جھولے کا ایک بڑا امتیازی جلوس اور ”علی اصغر کا جھولا“ کے نام سے بڑے تزک و احتشام اور بڑی گرما گرمی و انتظام سے نکلا کرتا تھا اس کے بانی حاجی عبدالغفور صاحب بنگلہ فروٹ مرچنٹ الہ آباد ہوتے تھے۔ جلوس کے آگے آگے حاجی صاحب مع اپنے رفقاء کے ہاتھ میں بگل لئے ہوئے چلتے تھے اور انہیں کے بگل کی آواز پر جلوس آگے بڑھتا تھا۔ یہ جلوس بعد نماز عشاء محلہ بہادر گنج سے اٹھتا تھا اور گرینڈ ٹرنک روڈ پر گزرتا ہوا کولوالی کے سامنے سے ٹھیکری بازار میں داخل ہو کر محلہ سبزی منڈی کے سہ راہے پر ختم ہوتا تھا۔ کئی فرلانگ تک دو رو یہ گیس کے ہنڈے سیکٹروں کی تعداد میں ہوتے تھے جس کے بیچ میں پورا مجمع رہتا تھا۔ گد کا پھری اور بانک نبوٹ کے اکھاڑے جلوس کے آگے رہتے تھے جو اپنے اپنے فنی کمالات کے مظاہروں میں مسابقت کی کوششیں کرتے تھے۔ ان کے پیچھے شہر کی سب ماتی انجمنیں مدعو ہوتی تھیں۔ جو زنجیری ماتم سے مجمع کی توجہات و نظر کا مرکز بنی رہتی تھیں۔ انجمنوں کے بعد جھولے کی شبیہ ایک بلند ٹھاٹھ پر رکھی جاتی تھی جو دور سے دکھائی دیتی تھی۔ ہزار ہا لوگ کاندھا دینے کا شرف حاصل کرنے کے لئے والہانہ طور پر بڑھتے تھے اور بڑی مشکل سے جھولے

تک پہنچ سکتے تھے۔ ہر طرف سے عقیدت مند اور منت گزار پھولوں اور گجروں کی بارش کرتے رہتے تھے۔ اللہ آباد کی عزاداری میں اس جلوس کا بھی ایک مقام تھا۔ بلا تفریق مذہب لوگ اس کے لئے چندے دیتے تھے اور پہلی محرم سے اس کا انتظار کیا جاتا تھا مگر افسوس کہ اتنا دلدوز پر اثر اور کامیاب جلوس حالات زمانہ کا شکار ہو گیا اور اب کافی عرصہ سے بند ہے۔ معلوم نہیں حاجی صاحب کیوں پھر اسے زندہ نہیں کرتے! (مولوی رضی الدین حیدر سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

علی اصغر اُمت کی نادانی پر ہنس دیئے:

تمام دنیا کے بچے دو ہی طریقے اپنے ضروریات و احساسات کے اظہار کے رکھتے ہیں یا رونا یا چہرے کے تغیر سے تکلیف سے بچنے کا رونا فطری ہے۔ اگر روئے گا نہیں تو کم از کم چہرہ ضرور متغیر ہوگا۔ اب میں اس فطرت اور نظام کے ساتھ علی اصغر کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ بانو کا حسین بچہ اور سید الشہداء کا چھ مہینہ کا لعل بے بہا بھوک کی شدت میں کیا کرتا ہے۔ صبر کیسا صبر میں رونے کی آواز نہیں آتی۔ پیاس کی تکلیف اب حد سے گزری ہوئی ہے۔ مگر اظہار کیسا۔ یعنی رونا کیسا، چہرہ بحال ہے ماں کا دودھ خشک ہے۔ مگر وہ عاجز نہیں کرتا۔ اہل بیت رونا پٹنے میں مبتلا ہیں اور وہ تنہا ایک جھولے میں پڑا ہے آخر وقت باپ آتے ہیں۔ بیبیوں کے اصرار سے اتمام حجت کے لئے حسین عبا کے نیچے چھپا کے لے جاتے ہیں۔ ایک بلندی تک جا کر بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے پانی کا سوال کرتے ہیں بہتر ہزار مسلمان ہاتھوں پر بچہ دیکھتے ہیں اور ظالموں کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ابھی تک باپ مشغول طلب آب ہیں مگر بچہ خاموش ہے۔ اب حسین کا حکم ہوتا ہے پیارے بچے تو اپنی پیاس ان لوگوں پر ظاہر کر تو شاید بے رحموں کو رحم آ جائے اب بچوں کے فطرت کے خلاف نادان نہیں، دانا

شہزادہ باپ کے ہاتھوں پر کروٹ لے کر رُخ کرتا ہے فوج کی طرف اور کیسے کہے بس ہنسی سے زبان خشک ہونٹوں پر پھیرتا ہے۔ دیر تک یہی عالم رہتا ہے۔ اب فوج میں آخراولاد والے بھی تھے۔ بچے کو اس طرح دیکھ کر مضطرب ہوتے ہیں۔ عمر ابن سعد کا حکم قطع کلام الحسین۔ حملہ عرب کا پہلوان نامی تیر انداز قوت دار بازو تین بھال کا تیر کڑی کمان کھینچ کر جو مارتا ہے تو بچے کے گلے اور حسینؑ کے بازو میں بیٹھ جاتا ہے۔ بس اسی چیز پر میں فخر سے کہتا ہوں کہ اس ایک معصوم نے فطرت بدل دی۔ گلے کی سی نازک جگہ ایک نیزہ کی نوک سینہ میں اُتر کر اونٹ کو گرا دیتی ہے۔ ایک نوالہ گلے میں پھنسنے سے انسان بے قابو ہو جاتا ہے، کسی معمولی ٹکڑے کے گلے میں اٹکنے سے انسان بے حال ہو کر آنکھیں نکال دیتا ہے۔

مگر چھ مہینے کا بچہ اتنا بڑا زخم کھا کے ہنسے۔ گلے میں تیر اُتر جانے کے بعد نہ تڑپتا ہے نہ بلکتا ہے نہ مضطرب ہوتا ہے نہ چہرہ کو متغیر ہونے دیتا ہے، بلکہ رونے کے عوض تیر کھا کر ہنس کے باپ کو دیکھتا ہے۔ یہی چیز ہے کہ دنیا کی تاریخ جس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہنسے کیوں اُمت کی نادانی پر یا باپ کا دل سنبھالنے کے لئے کہ میری تکلیف کے احساس سے شکستہ دل زیادہ متاثر نہ ہونے پائے۔ ادھر بچے کا یہ اپنی نظیر آپ ہے کام، ادھر حسینؑ، انتقال اور کمال، تیر اچانک پڑا۔ بچہ کسی گرفت میں نہ تھا، تیر اس طرح پڑا کہ اس کے زد میں بچہ ہاتھوں پر اٹ گیا۔ مگر حسینؑ نے زمین پر گرنے نہ دیا کہ زخم پھٹ جائے گا۔ اب خدا ہی جانے کہ کیسے روکا اور اس پیوست تیر کو ایک ہاتھ سے کیسے کھینچا، اور جلد سے تیر اور پیوست تیر کے نکالنے میں اصغرؑ پر کیا اثر پڑا اور کچھ ہو میرا دعویٰ ہے کہ بچہ رویا نہیں اور ہنستا ہی جنت چلا گیا۔ ادھر اک آواز یا حسینؑ فان لہ مرضعہ عندی اور کسی کی شہادت میں کوئی

آواز نہ آئی۔ ندیہ قبول، پرورش کا وعدہ، یہ سب انتظام باپ کا دل سنبھالنے کے لئے تھا۔ ادھر مظلوم نے قبر کھودی، چاند سا بچہ قبر میں رکھا اور خود شہید ہو گئے، اب بچے کا کون پوچھنے والا تھا جی نہیں، اب دنیا متغیر ہے۔ آفتاب گہن میں ہے کیوں ماہِ امامت ڈوب گیا، فرات کا پانی اُچھل رہا تھا، کیوں مہمان پیا سے مر گئے۔ زمین کو زلزلہ ہے، کیوں اصغر کو جھولے میں جھولنے کی عادت ہے۔ اب کون جھلائے، قبر گہوارہ بنی، زمین نے ہل ہل کے گہوارہ جنبانی کی کہ حسینؑ کا پیارا بچہ اور بانو کا پیارا لڑلا زہرا کا زخمی پوتا ابوترابؑ کا خاک میں ملا ہے۔ یہ در بے بہا قبر میں تو آرام سے سوئے۔

(مولانا سید سبط محمد ہادی، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء...متاع رباب نمبر)

آہ! اصغر معصوم:

کربلا کے خوفناک اور چٹیل میدان میں عاشور کے دن عجیب و غریب بیکسی برس رہی تھی، نالہ و شبیوں کی صدائیں بلند تھیں، فضا ٹمکن تھی، کائنات رورہی تھی! آہ اصغر معصوم۔

امام مظلوم کے تمام عزیز و انصار، رفیق و مددگار باری باری قتل گاہ میں آچکے تھے، اپنے جوہر دکھا چکے تھے اور جامِ شہادت سے سیراب ہو چکے تھے کوئی باقی نہ رہا، حضرت عابدِ بیمار اور حضرت اصغر معصوم اور مولا حسینؑ کے سوا

مولا یکہ و تنہا میدانِ قتال میں کھڑے شہیدانِ راہِ خدا کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر آنسو گر رہے تھے، اشقیاء بے دین نے امام مظلوم کو تنہا پا کر ہر جانب سے گھیر لیا۔ تلواریں علم کر کے نیزے تان کر مولا کی طرف بڑھے، پتھر بھی برس رہے تھے، اس وقت مولا نے ان بے دینوں سے اتمامِ حجت چاہا اور استغاثہ فرمایا، عجیب یاس انگیز لہجہ تھا، فرشتوں سے نہ رہا گیا، جانوروں میں ہلچل پڑ گئی اور دریا کا پانی بلیوں اُچھلنے لگا،

مچھلیاں سطح آب پر آگئیں اور یہ آواز چھوٹے اصغر تک بھی پہنچی۔ بیمار کے بستر تک آئی۔ بیمار بھی بستر سے اٹھا، ضعف و نقاہت کو لئے ہوئے پھوپھی نے روکا پھر معصوم اصغر نے اپنے تئیں جھولے سے گرا دیا۔ خیمہ مطہر سے آواز گریہ و زاری بلند ہوئی۔ حضرت مضطرب و پریشان ہوئے اور میدان سے حرم سرا کی طرف چلے جوں جوں قریب ہوتے جاتے تھے گریہ و زاری بڑھتی جاتی اور داخل حرم سرا ہوئے۔ کیا دیکھا چھ ماہ کا مجاہد فرزند پیاس کی شدت سے اپنا چھوٹا سادہن کھولے ہوئے کھلائی صورت پر آثار مرگ چھائے ہوئے ہیں ضعف سے منکا ڈھل چکا ہے۔ امام مظلوم یہ غم انگیز مرقع نہ دیکھ سکے بے حد مغمون ہوئے آنکھوں میں آنسو آگئے اور چھ ماہ کے شہزادے کو ہاتھ پر اٹھا لیا۔ گلے سے لگائے ہوئے میدان کی طرف چلے ماں بے تاب ہوئی اور کیوں نہ ہوتی۔ صبح سے دیکھ رہی تھی جو بھی میدان میں جاتا زندہ واپس نہ آتا۔

مولاً اصغر کو لئے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے، بے دینوں نے جانا قرآن لے کر آئے۔ صلح چاہتے ہیں، حسین خوش ہوئے کہ باطل فتح یاب ہو جائے گا اور جب سب نے دیکھا کہ ایک ننھا سا بچہ ہاتھوں پر ہے بے انتہا متعجب ہوئے۔ قرآن نہ تھا۔ یہ قرآن ناطق تھا، مولاً بلند آواز سے کہہ رہے تھے اے اولاد دوالواس جاں بلب شیر خوار کو اس بہتے اور لہراتے ہوئے دریا کا تھوڑا سا پانی پلا دو۔

اور پھر معصوم کی جانب متوجہ ہوئے۔

تم بھی تو ذرا اپنی پیاس کا اظہار کر دو۔ معصوم نے ہونٹوں پر ننھی سی زبان پھیری۔ پھر مولاً مخاطب ہوئے، اگر تمہیں اس کا ڈر ہے کہ میں اس بچے کے ذریعے اپنے لئے پانی مانگتا ہوں تو یہ لو، اس شیر خوار کو خاک پر لٹائے دیتا ہوں، تم میں سے کوئی آکر اس بچہ کو تھوڑا سا پانی پلا جائے۔

ہم بھی اولاد والے ہیں، صاحب دل ہیں، اب ہم سے تیرا ظلم دیکھا نہیں جاتا۔
 عمر ابن سعد ملعون فوج کی یہ حالت دیکھ رہا تھا۔ حملہ اس کے قریب کھڑا تھا وہ بولا
 حملہ تو نے بڑے بڑے معرکے فتح کئے ہیں۔ کیا دیکھتا ہے حسینؑ کے کلام قوطع کر دے۔
 ایک زہر آلود تیرا اس نے کمان سے چھوڑا اور پھر آسمان وزمین کو زلزلہ آ گیا،
 دنیا تیرہ و تار ہو گئی۔ مولاناھی سی لاش ہاتھوں پر لئے ہوئے خالق سے کچھ کہنے
 لگے۔ تلوار سے قبر بنائی۔ قرآن ناطق کے اس پارہ کو خاک میں پنہا کر دیا، جو جوان
 ہو کر حیدر ہوتا جس طرح شبیہ پیغمبر علی اکبرؑ تھے۔

”اے میرے معصوم و مظلوم مجاہد تیری تشنگی پر انسان تو انسان قدرت کا ذرہ ذرہ
 اب تک رو رہا ہے۔“

بچے جوان بوڑھے سب ہی روتے ہیں۔ لاکھوں مائیں اپنے بچوں کا غم بھول جاتی
 ہیں اور تیرے غم کو یاد کرتی ہیں، اے میرے مظلوم و معصوم مجاہد ان دکھی خالی گود والی
 ماؤں کا سلام تم پر، اُن گود بھری ماؤں کا سلام تم پر، ان شیر خواروں کا سلام تم پر جو
 تمہاری یاد میں روتے ہیں۔ ہمارے چھوٹے بھائیوں کا سلام۔ ہم نو جوانوں کا سلام،
 ہمارے ماں باپ کا سلام، ہماری ملت کا سلام تم پر، تمہارے ماں باپ اور جد پر
 تمہارے بھائیوں پر، تمہارے چچا پر لاکھوں درود و سلام۔ آہ! اصغر معصوم!

اے معرکہ قوت اسلام کے جوہر

نہے سے مجاہد علی اصغرؑ، علی اصغرؑ

(جناب سید حامد حسین از موٹی۔۔۔ سرفراز گلشن، جون ۱۹۵۸ء۔ متاع رباب نمبر)

شہادت جناب علی اصغرؑ:

سیاسی نقطہ نظر سے بھی ضروری و مفید مقصد تھی

سیاست بمعنی مصلحت و حکمت اور حکمت و مصلحت بھی مقصدِ واحدہ کے حصول میں معاون و مفید ہو من حیث المجموع ہر عہد، ہر ملک اور ہر قوم میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ سیاست بمعنی معتبرہ بمقتضائے فطرت حسب استعداد جملہ افرادِ بشر میں پائی جاتی ہے اور یہ وہ صفت ہے جو بنی نوعِ آدم کے لئے طرہ امتیاز ہے۔ وسعتِ عمل سیاست جملہ افعالِ انسانیہ پر محیط ہے۔ انسان فہیم کا کوئی عمل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ انسان کا ہر عمل سیاست بدوش ہے۔ عملِ انسانی عہدِ ماضی میں بھی مصلحت و حکمت کے ماتحت ہوتا تھا اور دورِ حاضر میں بھی سیاست ہی انسان کا اعلیٰ جوہر ہے۔ غیر سیاسی انسان جسدِ بے روح، گلِ بے خوشبو، گوہرِ بے آب، تیغِ بے جوہر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

لفظِ سیاست وہ وسیع المعنی لفظ تھی جس کے دائرہ تشریف میں جملہ حکم و مصالحِ عالم امکان تھے لیکن آج کے دور میں دائرہ مفہوم سیاست محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اب تو عزتِ خاص میں سیاست اس علم کا نام ہے جو سلطنت اور افراد سے متعلق ہو اور صرف عرفِ عام میں تو سیاست نام ہے حیلہ و وفا اور کمر و فریب کا اس لئے ہماری موجودہ اصطلاح میں سب سے بڑا سیاست دان وہی ہے جو سب سے زیادہ عیار و مکار ہو۔ سب سے بڑا مدبر وہی ہے جو کمر و فریب اور دغا بازی میں ماہر ہو سب سے بڑا سیاسی قائد وہی ہے جو جعل سازی و فریب دہی میں یدِ طولیٰ رکھتا ہو۔

ہمارے زعمِ ناقص میں لفظِ سیاست کے معنی ہی چونہ کمر و فریب اور جعل سازی دھوکہ بازی کے ہیں اور ہمارے اسلاف ان نقائص و عیوب سے مبرا تھے۔ اسی لئے ہم میں سے اکثر نا فہم معنی مردِ وجہ کے پیشِ نظر بلا تا مل یہ فرما دیتے ہیں کہ ہمارے آباو اجداد سیاست سے نا بلد تھے۔ ہاں اگر سیاست انہیں امور کا نام ہے تو یقیناً ہمارے

اسلاف اس سیاست سے نابلد و ناواقف تھے لیکن اگر سیاست مصلحت و حکمت کا نام ہے تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے اسلاف سیاستدانی میں ہم سے بالاتر تھے۔ ہمارے تعجب کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلاف پر عدم استبدار سیاست کا الزام عائد کرنے میں ہمارے مسلمان اقوام عالم کے پیشتر وہیں ہیں۔ دنیا کے جملہ افراد ہماری طرح سیاست مکر و فریب کا شکار ہیں لیکن ہم نے کبھی یہ نہیں سنا کہ کسی فرقہ نے اپنے اسلاف کے خلاف سیاست نہ جاننے کا الزام عائد کیا ہو۔ لیکن ہمارے مسلمانوں کی تو سیاست ہی جدا ہے ان کے نزدیک اسلاف سیاست جانتے ہی نہ تھے۔

شیوخ اسلام ہی سے ایک گروہ ایسے اشخاص کا پیدا ہو گیا تھا جو بانی اسلام ہی کے افعال میں سیاست کے فقدان کا قائل تھا، یہ کیوں؟ غالباً اسی لئے کہ سیاست مکرو فریب جعل سازی اور دغا بازی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی اور پیغمبرانِ عیوب سے مبرا تھا لہذا اس گروہ کو پیغمبر کے افعال میں سیاست کا فقدان نظر آتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ گروہ بڑھتا رہا اور ترقی پاتا رہا رسالتِ مآب کے بعد جنابِ امیرِ سیاست کی عدم واقفیت کے تیروں کا نشانہ بنائے گئے اُن کے بعد امام حسن سریر آئے مسندِ وصایت ہوئے وہ بھی موردِ اعتراضات بنائے گئے اور آخر میں حضرت امام حسینؑ پر تو اہداف و تہدیف کا خاتمہ ہی کر دیا گیا مگر یہ کیوں؟ میرے خیال میں سچ فرمایا ہے جناب پنڈت دیاس دیو صاحب مصر بار ایٹ لانے۔

”اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ حسین سیاست نہیں جانتے تھے، ہاں جسے ہم سیاست جانتے ہیں اسے آپ واقعی نہ جانتے تھے، ہماری سیاست یہ ہے کہ مکر کیا جائے، فریب دیا جائے اور دھوکہ بازی سے کام لیا جائے۔ مگر امام عالی مقام ان تمام

برائیوں اور اس قسم کی سیاست کو برا جانتے تھے۔ مگر حق بین کے لئے امام حسینؑ زبردست سیاستداں تھے وہ اپنے مقصد میں ہر مقام پر کامیاب ہوتے رہے آپ کی سیاست کیا تھی یہی تھی کہ حق و باطل میں ہمیشہ کے لئے فرق ہو جائے۔ باطل کے سامنے نہ سر جھکا ہے نہ جھکے، اس کے برعکس یزید کی سیاست کیا تھی یہی کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لیں تاکہ حرام کاری مکرو فریب زنا کاری و عیاشی حلال اور عین مذہب ہو جائے۔“

میرے خیال میں حسینؑ کا کوئی عمل خالی از حکم و مصلحت و سیاست نہ تھا جس نے مدینہ چھوڑا۔ یہ حسینؑ کی بڑی دور اندیشی تھی۔ مکہ آئے ایام حج میں عازم سفر ہوئے یہ بے پایاں فراست تھی۔ میدان کربلا میں پہنچے یہ بھی عین دانائی تھی۔ یزید کی بیعت نہ کی یہ بھی بیدار مغزی کی دلیل تھی۔ صرف چند نفوس کو ہمراہ لیا یہ بھی روشن دماغی تھی۔ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لیا یہ بھی زبردست سیاست تھی۔

مجھے اس مقام پر حسینؑ کی ان تمام سیاستوں پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے اس لئے کہ موضوع بسیط ہے اور دامن قرطاس محدود۔ میں صرف اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ صغیر السن بچوں کا ساتھ لے جانا سیاست احسن تھا یا نہیں میرا تو یہ خیال ہے اور صحیح خیال ہے کہ حسینؑ کی یہ سیاست درحقیقت سیاست الہیہ و سیاست نبویہ کی مظہر تھی۔ یاد رکھئے گا اگر آپ نے حسینؑ کو سیاست سے نا بلد سمجھا تو بات دور تک جائے گی۔ حضور سرور کائنات اسی دن کے لئے غالباً فرما گئے تھے حسینؑ منیٰ وانا من الحسینؑ پس اگر آپ نے حسینؑ کو سیاست سے نا بلد سمجھا تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ معاذ اللہ جناب رسالت مآبؐ بھی علم سیاست سے نا بلد تھے اور یہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ دامن الہ پر بھی عدم واقفیت سیاست کا دھبہ نظر آنے

لگے گا۔ اس لئے اللہ و رسولؐ کی اگر ذرا بھی وقعت آپ کے دل میں جاگزین ہے تو حسینؑ پر ہرگز وار نہ کیجئے گا ورنہ بات خدا تک پہنچے گی اور پھر انجام معلوم ہے۔ دامن ایمان ہاتھ سے چھوٹ جائے گا بلکہ دامن اسلام بھی ہاتھ میں نہ رہے گا۔

میں نے یہ کیا لکھ دیا کہ حسینیؑ عمل سیاست الہیہ و سیاست نبویہ کا مظہر ہے کیا یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ اگر ایسا ہے تو دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں۔ نہیں نہیں میرا یہ لکھنا دعویٰ مع الدلیل ہے۔ خداوند عالم خود متعدد مواقع پر صغیر اسن بچوں کو اعلائے کلمہ حق کے لئے میدان میں لا چکا ہے۔ قرآن پر گر آپ کا عقیدہ ہے تو ملاحظہ فرمائیے واقعہ جناب مریمؑ، حضرت مریمؑ بعد ولادت جناب عیسیٰؑ جب اپنے قبیلہ میں مع فرزند واپس ہوئیں تو اہل قبیلہ نے انگشت نمائی شروع کی۔ ضرورت ہوئی اور اشد ضرورت کہ ان کے اقوال باطلہ کی تردید کی جائے۔ قدرت چاہتی تو حضرت مریمؑ ہی سے کہلوادیتی کہ عیسیٰؑ کی مثال حضرت آدمؑ کو خلق فرمادیا یوں ہی اس میں یہ قدرت بھی ہے کہ بن باپ کے تو سل کے مولود کو پیدا کر دے اور اگر یہ ڈر تھا کہ اہل قبیلہ اس دلیل قاطعہ کو قابل اعتناء نہ سمجھیں گے تو انہیں میں سے چند اشخاص ہی کو بھی مان لینے کی توفیق عطا کر دیتا یا یہ نہیں تو غیب سے آواز پیدا کر دیتا کہ مریمؑ معصوم ہیں۔ یہ بھی نہ کرتا تو حضرت مریمؑ کو مباہلہ کا حکم دے دیتا خود تصفیہ ہو جاتا مگر نہیں وحی کر دی کہ مریمؑ تم خاموش رہو بچے کی طرف اشارہ کر دو وہ خود انہیں قائل کر دے گا۔ مریمؑ نے مولود کی طرف اشارہ کیا اہل قبیلہ کو تعجب ہوا کہ شیر خوار بچہ بھی کہیں کلام کر سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے مان کا اشارہ پا کر فرمادیا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۝ اَتَنِیْیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا معترضین دم بخود کیوں؟

اس لئے شیر خوار بچہ کا بولنا مستعجب تھا اور بغیر پدر کے تو سل کے مولود کا وجود میں آنا

بھی خلافِ فطرتِ ظاہری تھا۔ غالباً یہی مصلحتِ قدرت بھی تھی کہ بچہ سے کلامِ کرا کے قدرت دکھا دوں زبانِ اعتراض خود گنگ ہو جائے گی اور ہوا بھی یہی افرادِ قبیلہ کو ایمان لانا پڑا کہ قدرت جب اس امر پر قادر ہے کہ شیرِ خوار بچہ کو متکلم بنا دے تو یقیناً وہ اس امر پر بھی قادر ہے کہ بغیرِ توسلِ پدر بچہ بھی پیدا کر دے۔ دیکھا آپ نے جنابِ مریمؑ کے لئے کتنا سخت وقت تھا مگر یہ مشکل بوساطتِ طفلِ شیرِ خوار دفع ہوئی۔ لہذا معلوم ہوا کہ دودھ پیتے بچے کا میدانِ ضرورت میں پیش کرنا مرعوبِ طبعِ باری تھا اور بہت بڑا سیاسی حربہ تھا جس کی کامیابی کا سکھ آج تک قلوبِ عالم پر باقی ہے۔

جنابِ یوسفؑ پر جب لڑمہ عائد کیا گیا اور یوسفؑ نے ادعائے بے گناہی فرمایا تو ان سے بھی دعویٰ کے ثبوت میں دلیل مانگی گئی جنابِ یوسفؑ متردّد، ملک پر آیا، کوئی اپنا نہ شناسا شاہد کسے بنائیں؟ حکم جنابِ احدیت ہوا، یوسفؑ گہوارہ میں پڑے ہوئے بچے کو شاہد کیوں نہیں قرار دیتے۔ حضرت یوسفؑ نے اشارہ کیا۔ بچے نے گہوارہ سے یوسفؑ کی پاکدامنی کی شہادت دی اور ایسی مدلل شہادت کہ عزیزِ مصر کو بھی بے چون و چرا ماننا پڑا۔

جنابِ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ضرورت داعی ہوئی اور نصاریٰ بنی نجران نے بسلسلہٴ ولادت حضرت عیسیٰؑ میں باوجودِ حجتِ واضح مظاہرہ کیا تو جنابِ احدیت نے آیت اتار دی

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا
نَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (سورہ آل عمران آیت ۶۱)

اب ہم سے نہ پوچھے مورتین سے دریافت کیجئے سب مورتین متفق ہیں کہ جناب

رسول مقبول صرف علیؑ فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کو میدانِ مہابہ میں لے گئے چاہئے تو یہ تھا کہ بڑے بڑے سوراؤں اور قوی ہیکلوں کو لے جاتے یا تمام اہل عرب کو ہمراہ لے جاتے تو کثرتِ تعداد سے بد مقابل پر عرب بھی غالب ہوتا۔ یہ محض ایک عورت اور دو بچوں کے لے جانے سے کیا فائدہ۔ مگر فائدہ ظاہر ہوا اور پیغمبرِ فائز المرام ہوئے مقصدِ مہابہ حاصل ہوا پس معلوم ہوا کہ مہابہ کی کامیابی میں اس ایک عورت اور بچوں کا حصہ تھا ورنہ اگر ضرورت نہ ہوتی تو پیغمبر تنہا چلے جاتے، خداوند عالم انہیں تنہا جانے کا حکم دے دیتا مگر نہیں، بموجب حکم خدا پیغمبر عورت اور بچوں کو ساتھ لے گئے اور لطف یہ کہ ایسے بچے کو ہمراہ لیا جو خود چل بھی نہیں سکتا تھا۔ آغوش میں لے لیا معلوم ہوا کہ آغوش کے بچے کا میدان میں لانا سیاستِ الہیہ و نبویہ ضروری تھا۔

پس حسینؑ اگر چھ مہینے کے بچے کو میدان میں لائے تو اس میں کیا اعتراض ہے۔ جو عمل خدا اور رسولؐ کے لئے قابلِ اعتراض نہ ہوا وہ حسینؑ کے لئے کیوں قابلِ تعریض ہے۔ معلوم ہوا کہ بچے کو میدان میں لے جانا عینِ سیاست تھا اور یہ وہ سیاست تھی جو مرغوب طبع باری میں اور طبع نبوی تھی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسینؑ بچے کو لے کیوں گئے اور بچے کو میدان میں لے جانے میں کیا فوائد مضمر تھے۔

حسینؑ جانتے تھے کہ میرے بعد مجھ پر کیا کیا اعتراضات و ایرادات وارد کئے جائیں گے۔ انہوں نے شاید اپنا شش ماہہ فرزند اسی لئے ساتھ لیا تھا کہ اس کی موجودگی تمام باتوں کا مکمل و مبرہن جواب تھی۔ حسینؑ کو معلوم تھا کہ میرے بعد مجھ پر ملک گیری کا الزام عائد کیا جائے گا حسینؑ نے علیؑ کو ساتھ لیا تاکہ دنیا کا کوئی ذی فہم و منصف مزاج اس ملزمہ پر کان نہ دھرے۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ کوئی شخص جو جذبہ ملک گیری کے ماتحت گھر سے چلا ہوا اپنے ہمراہ اپنے چھوٹے بچوں حتیٰ کہ طفل

شیر خوار کو میدان جنگ میں ساتھ لے گیا ہو مگر حسینؑ اپنے ہمراہ علی اصغرؑ کو بھی لائے، پس معلوم ہوا کہ حسینؑ کا مطح نظر معاذ اللہ ملک گیری کا نہ تھا ورنہ اگر اس جذبہ کے ماتحت آتے تو علی اصغرؑ کو ساتھ نہ لاتے۔ علی اصغرؑ کا ساتھ لانا خود بتاتا ہے کہ حسینؑ مطح نظر ملک گیری نہ تھا یہ وہ خیال ہے جو اکثر مؤرخین ذی فہم و منصف مزاج کے اذہان میں آچکا ہے۔

حسینؑ جانتے تھے کہ مجھ پر جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جائے گا اس لئے حسینؑ نے چھوٹے بچوں اور خصوصاً علی اصغرؑ شیر خوار کو ساتھ لیا تا کہ دنیا یہ سمجھ لے کہ حسینؑ کا مقصد اگر جنگ ہوتا تو اپنے ساتھ جوانوں پر مشتمل لشکر کثیر لاتے جو میدان جنگ میں کام آتے، ششما ہے بچے کا ساتھ لانا بتاتا ہے کہ حسینؑ کا مقصد جنگ نہ تھا حسینؑ باطل شکنی کے لئے آرہے تھے، مگر دفاعی حیثیت سے انہیں مجبوراً جنگ کرنی پڑی، حسینؑ جانتے تھے کہ میرے بعد کہہ دیا جائے گا کہ واقعہ کربلا دو خاندانی شاہزادوں کا باہمی تنازعہ تھا۔ حسینؑ نے علی اصغرؑ کو ہمراہ لیا تا کہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد دنیا پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اگر یہ خانگی جنگ ہوتی تو ششماہہ بچے کو نذر پیکان نہ کیا جاتا اور واقعہ یہ ہے کہ شہادت علی اصغرؑ ہی نے آج دنیا کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ واقعہ کربلا درحقیقت حق و باطل کے درمیان محاربہ تھا، حسینؑ نے احیاء حق کے لئے شہادت علی اصغرؑ منظور فرمائی۔

حسینؑ واقف تھے کہ ہماری پیاس پر پردہ ڈالا جائے گا اس لئے علی اصغرؑ کو ساتھ لا کر اور میدان جنگ میں علی اصغرؑ کی تشنگی دکھا کر اپنی پیاس کے واقعہ کو نقش کا لہجہ کر دیا۔ جو مورخ واقعہ شہادت علی اصغرؑ لکھتا ہے وہ یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ علی اصغرؑ سوال آب کی خاطر ہدف پیکان ہوئے پس معلوم ہوا کہ خیام حسینؑ میں پانی نایاب تھا۔

حسینؑ جانتے تھے کہ ممکن ہے یہ کہہ دیا جائے کہ حسینؑ نے اقدام جنگ کیا جس کے نتیجے میں مقتولین کے ورثا نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ شہادت علی اصغرؑ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ اگر بالفرض محال معاذ اللہ حسینؑ نے اقدام جنگ کیا تھا تو علی اصغرؑ جو ابھی شیر خوار تھے انہوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا انہیں کیوں شہید کیا گیا معلوم ہوا کہ حسینؑ نے اقدام جنگ ہرگز نہ فرمایا تھا بلکہ دفاعی حیثیت سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔

حسینؑ کو معلوم تھا کہ علی اصغرؑ کی شہادت کتنی دقیق و پر اثر ہوگی اس لئے حسینؑ نے انہیں ساتھ لیا۔ حسینؑ کا یہ طبع نظر صحیح اور بالکل صحیح تھا واقعی جو اثر شہادت علی اصغرؑ کے وقت پیدا ہوا وہ میرے خیال میں نہ شہدائے ماقبل کی شہادت کے وقت پیدا ہوا اور نہ خود شہادت حسینؑ کے موقع پر، حبیب ابن مظاہرؑ نے میدان قتال میں مواعظ کے دریا بہائے اور نہ تیغ بے دریغ ہوئے مگر دشمنوں کے دل پر کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ زہیر ابن قیس نے حق رفاقت ادا کیا مگر اشقیاء متاثر نہ ہوئے مسلم بن عوجہؑ اپنے خون میں نہائے مگر ظالموں پر کوئی اثر نہ ہوا، بریرؑ درجہ شہادت پر فائز ہوئے مگر جبین ظلم پر شکن نہ آئی۔ جناب قاسمؑ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے مگر ظلم و جور کی پیشانی پر بل نہ آیا۔ حضرت علی اکبرؑ شیبہ پیغمبر جنت کو سدھارے مگر ظالمین کو تاسف نہ ہو۔ جناب عباسؑ عازم خلد ہوئے مگر ظالموں کے دستِ ظلم میں ریشہ نہ پیدا ہوا، خود حسینؑ نے مواعظ پر کمر باندھی مگر ماقول ابن فاطمہؑ کے سوا کوئی کلمہ زبان اشقیاء پر نہ آیا۔ وقت شہادت حسینؑ کا ذرہ ذرہ مقلب ہوا، مگر اشقیاء متاثر نہ ہوئے بس شہادت علی اصغرؑ ہی میں یہ اہمیت نظر آتی ہے کہ دشمنوں کے دل بل گئے اور آنکھوں میں اشک آ گئے، حسینؑ بچہ کو دامنِ عبا کے سائے میں لائے اور سوال آب فرمایا مگر اشقیاء پر کوئی اثر نہیں

ہاں جب علی اصغر کو اتمامِ حجت کے لئے حکم دیا اور ششاہہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تو جمیع اشقیاء منہ پھیر پھیر کر رونے لگے اور ہر ایک یہ کہنے لگا کہ حسینؑ سچ کہتے ہیں بچے کا کوئی قصور نہیں اسے سیراب کر دیا جائے، معلوم ہوا کہ شہادتِ علی اصغرؑ وہ زبردست سیاسی حربہ تھا جس نے دشمن کے دل کو بھی ہلا دیا۔

حسینؑ نے شہادتِ علی اصغرؑ قبول فرما کر ابراہیم علیہ السلام سے منزلت زیادہ حاصل کر لی اور فخرِ ابراہیمؑ قرار پائے غالباً یہ بھی مقصود خاطر تھا کہ دنیا ہوائے صبر کے جھونکے دیکھ لے حسینؑ علی اصغرؑ کو میدان میں شاید اس لئے بھی لائے ہوں گے کہ دنیا سمجھ لے کہ حق کس طرف ہے۔ جس کی آغوش میں ششاہہ بچہ ہو وہی حق پر ہے اس لئے کہ بچہ ہوتا ہے معصوم جو غیر معصوم کا شاہد نہیں ہو سکتا۔ حسینؑ نے اپنی عصمت و بے گناہی اسی بچہ کے وسیلہ سے دنیا پر ثابت کر دی۔ حسینؑ نے یزیدیوں کی عاقبت کا خاکہ بھی علی اصغرؑ کی شہادت کی بدولت پیش کر دیا۔ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق ممکن ہے یہ کہہ دیا جاتا کہ معاذ اللہ انہوں نے خروج کیا تھا اسی لئے کشتنی قرار پائے۔ مگر یہ بچہ تھا تو یہ نصِ حدیثِ رسولِ فطرتِ اسلام کا پابند تھا اور ابھی مکلف نہ ہوا تھا پھر گردن زدنی کیوں قرار پایا یہیں سے یزید کی خلافت بھی مسترد ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ یزید باطل پرستی پر مصر تھا۔

حسینؑ نے یزید اور یزیدیوں کی شقاوت کا بھی پردہ چاک کر دیا۔ اگر علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو یہ ممکن تھا کہ بعض مظالم سے انکار کر دیا جاتا مگر شہادتِ علی اصغرؑ نے یہ بتا دیا کہ ان ظالمین کے دل میں بے زبان بچے کے لئے بھی رحم نہ تھا اور اسے تیسرے شعبہ سے شہید کر ڈالا تو ان سے بعید نہیں کہ جو جو مظالم انہوں نے نہ کر ڈالے ہوں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مقصدِ شہادتِ حسینؑ بھی فوت ہو جاتا اگر شہادتِ علی اصغرؑ نہ واقع ہوتی

حسینؑ نے شہادت علی اصغرؑ سے اپنی حقانیت کا ثبوت دیا۔ اگر حق حسینؑ کی طرف نہ ہوتا تو ششماہہ بچے کو میدان میں نہ لاتے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ شہادت علی اصغرؑ سیاسی حیثیت سے بھی ضروری و مفید تھی۔

(سید باقر رضا... سرفراز لکھنؤ ۱۹۵۸ء... محتاج رباب نمبر)

حضرت علی اصغرؑ

بے زباں اُٹھے جہاں سے بے زباں پیدا ہوئے

بعض کوتاہ اندیش جن کو عقل و خرد سے بہت کم بہرہ نصیب ہوا ہے، اکثر نہایت بے باکی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو شہادت کے لئے پیش کر کے ایک مصلحت کے خلاف اور دُرُور اندیش کے منافی اقدام کیا۔ اگر حضرت چاہتے تو ایک معصوم کی جان جس کو لڑائی سے کوئی دُور کا واسطہ اور علاقہ بھی نہیں تھا، ہلاکت کے ورطہ میں پڑ جانے سے بچ جاتی جو لوگ اس قسم کے انداز و فکر کے مالک ہیں حقیقت میں وہ قرآنی علوم اور اس کے معارف سے ناواقف اور سنتِ الہی کے قیام اور اجرا کی مصلحتوں سے بے گانہ ہیں۔

ان فدائیانِ حق کی رجزوں کو دیکھئے تو معلوم ہو کہ ان حق شناسوں کے دل ایمان سے کس قدر لبریز تھے اور وہ کس طرح حق کو آشکارا کر کے اور باطل کا پردہ چاک کر کے دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ سرفروشنوں کی اس متحدہ جماعت کو ایک مرکز پر جمع کر دینا بذاتِ خود امام حسینؑ کی حکمتِ عملی کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مگر آپ کے الہامی تدبیر کا سب سے بڑا شاہ کار آپ کا حضرت علی اصغرؑ کو میدان میں لانا تھا۔ آپ کے ہمراہیوں میں جتنے ایسے تھے کہ میدان میں جا سکیں اور تلوار اٹھا سکیں وہ سب شہید ہو چکے تھے۔ اگر حضرت امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کو لائے بغیر شہید ہو جاتے تو لڑائی کا خاتمہ تو بہر حال ہو ہی جاتا مگر اس کا خاتمہ دنیا کی نظر میں سیاسی جنگ کی صورت ہی

میں ہوتا۔ کون کہتا کہ وہ حق و باطل کی جنگ تھی اور کون سمجھتا کہ بدر و احد کا بدلہ لینے کے لئے نہیں برپا کی گئی تھی۔ کس کے ذہن میں یہ بات اترتی کہ یزید نے اپنا قول اقتضیت من الرسول دیونی پورا کرنے کے لئے اس جنگ کو نہیں چھیڑا تھا۔“

دو شہزادوں کی لڑائی، جو آج دو چار سر پھروں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے اگر حضرت علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو کل تمام دنیا کی زبانوں پر ہوتا امام حسینؑ نے دنیا کو بتا دیا کہ جس جنگ میں ایک ششماہہ معصوم بھی محض اس لئے شہید کر دیا جائے کہ وہ پانی مانگ رہا تھا وہ جنگ کس طرح ایک سیاسی جنگ ہو سکتی ہے۔ حضرت جانتے تھے کہ ان کے بدنہاد دشمن ان کے کسی عزیز کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے مگر اتمام حجت بھی کرنا ضروری تھا کہا جاسکتا ہے کہ امام محمد باقرؑ بھی تو موجود تھے ان کو کیوں نہیں پیش کیا گیا۔ امام محمد باقرؑ اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے جن کے بقا کی قیامت تک کے لئے ضمانت ہو چکی تھی۔ امام حسینؑ اس کو دیدہ و دانستہ نہیں توڑ سکتے تھے۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی امام حسینؑ جیسا عالم رموز نفسیات انسانی امام محمد باقرؑ کو حضرت علی اصغرؑ کے ہوتے ہوئے میدان میں کبھی نہ لاتا، یہ انسانی نفسیات کے مسلمات میں سے ہے کہ جب رحم کا سوال ہوتا ہے تو نگاہ سب سے چھوٹے ہی پر پڑتی ہے۔ حضرت علی اصغرؑ سب سے چھوٹے تھے اس لئے انہیں کو پیش کیا گیا کہ وہ سب سے زیادہ مستحق رحم تھے، کسی ایسے معصوم کے حق میں ایک معمولی سی رعایت سے بھی پہلو تہی کرنا دنیا میں سب سے بڑی شقاوت ہے رجمی اور بربریت ہے۔

یہ صحیح ہے کہ امام حسینؑ کے قدموں پر جن مجاہدین نے احقاق حق کے لئے اپنی جانیں فدا کیں وہ سب ہی آسمانی شہادت کے مہر و ماہ تھے۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس مقصد کے لئے امام حسینؑ نے اس ابتلائے عظیم کو

برداشت کیا اس کا تملکہ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا تھا، اگر حضرت علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو امام حسینؑ کے مشن کو وہ کامیابی وہ قبول عام حاصل نہ ہوتا جو آج ہے۔ یہ حضرت علی اصغرؑ ہی کا خون تھا جس نے اس معرکہ میں حقانیت کے رنگ کو اور گہرا بنا دیا۔ اگر انصار حسینؑ نے باطل کے مقابلہ میں حق کو سر بلند کیا تو حضرت علی اصغرؑ نے یزیدیت کے مقابلہ میں حسنینت کو بقائے دوام بخشا اور اس منہج سے کہا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ کے انصار میں اگرچہ حضرت علی اصغرؑ سب سے چھوٹے تھے اور سب کے بعد شہید ہونے والے تھے مگر اپنی شہادت کے اثر اور نفوذ کے لحاظ سے سراسر آمد و سر دفتر شہداء تھے۔

(سید امیر حیدر رضوی، سرخرا لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

کر بلا میں شیر خوار مجاہد کی شہادت کا وزن:

یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اگر حسینؑ مظلوم کی شہادت مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ میں خاموش طریقہ پر ہو جاتی تو آج مخالفین اہل بیتؑ مجرمین کے افعال و ارتکاب جرم پر اسی طرح پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے جس طرح اس کے قبل دشمنان قاتلان علیؑ و حسنؑ کو بری کرنے میں تاریخی واقعات کی تاویلات کر کے حق کا خون کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے۔ اس لئے حسینؑ مظلوم نے حق و صداقت کی حمایت میں کر بلا کے کھلے ہوئے میدان اور تپتی ہوئی سرزمین پر ظلم کا جواب مظلومی سے دیتے ہوئے اپنی اور اپنے اقرباء و انصار کی جانیں قربان کر کے اور طرح طرح کے مصائب برداشت کر کے بنی نوع انسان کو واضح طور پر یہ سمجھنے کا موقع دیا کہ کون ظالم اور کون مظلوم اور کون سانحہ کر بلا کا ذمہ دار ہے۔ سانحہ کر بلا میں راسخ العقیدہ باہمت خواتین نے نصرت فرزند رسولؐ میں اپنے نو نہالان آرزو کو جس ولولہ اور عزم راسخ کے ساتھ میدان جنگ میں بھیجا

ہے اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے یہ ایک طرف کا ولولہ و استقلال تھا اور دوسری طرف یزیدی فوج کے مظالم و بے رحمی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ یہاں تک کہ چھ ماہ کا معصوم بچہ علی اصغر بھی تیرسہ شعبہ کا نشانہ بن کر مسکراتا ہوا مظلوم باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔

کر بلا میں حسینی فوج اگرچہ بہت کم افراد پر مشتمل تھی اور یہ وہ افراد تھے جنہوں نے حق و صداقت کی حمایت میں بھی کسی اور مظلومی کے باوجود شجاعانہ طریقہ پر اپنی جانیں قربان کیں لیکن پھر بھی مخالفین نے نظریہ ایجاد کرنے میں تامل نہیں کیا تھا کہ یہ دو شہزادوں کی جنگ تھی۔ ایک کو فتح اور دوسرے کو شکست ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ فرزند رسول الثقین اور پسر معاویہ کے درمیان تھی۔ فرزند رسول حق و صداقت آزادی ضمیر اور اصول دین اسلام کی حمایت میں اور پسر معاویہ بیعت کا باطل مطالبہ کر کے ظالمانہ و سفاکانہ تشدد کا حامی تھا ایک طرف صرف ۷۲ حق شناس اور دوسری طرف فوج قہار، ایک طرف عدم تشدد، مظلومی، رواداری اور شرافت نفسی اور دوسری طرف تشدد و ظلم و ہیبت، باوجود اس کے کہنے والے یہ کہنے سے باز نہیں آئے کہ فرزند رسول حسین علیہ السلام کے یہ اقدامات ملک گیری کے لئے تھے، لیکن دنیا کی تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ کسی ملکی جنگ میں کوئی فریق اپنی فوجی طاقت کو بڑھانے کے بجائے کم کرنا ہی مصلحت سمجھتا ہو اور نہ تاریخ یہ بتا سکتی ہے کہ کسی سیاسی جنگ میں کوئی شمشاہہ بھی ہو اور وہ انتہائی شقاوت قلبی سے تیروں کا نشانہ بنا کر تشنہ لب ہلاک کیا گیا ہو۔ حسینؑ مظلوم نے تو اتمام حجت کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اے فوج اشیاء اگر تمہارے زعم ناقص میں حسینؑ کہہ گا رہے تو اس معصوم بچہ نے کیا قصور کیا ہے؟ یہ بچہ شدت عطش سے ہلاک ہو رہا ہے اس کو ایک جرعد آب سے سیراب کر دو مگر امام علیہ السلام کا یہ کلام

تیسرے شعبہ کے ذریعہ قطعہ کر دیا گیا۔ ماں کا دل باپ سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ جناب ربابؑ کو اپنے نونہال آرزو سے اپنی آغوش خالی ہونے پر جو صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔ اس سانحہ جانکا یعنی شہادت علی اصغرؑ نے تاریخِ کربلا کے لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو یہ رائے قائم کرنے کا موقع دیا کہ یزید ابن معاویہ اور یزیدی فوج کو خاندانِ رسالت سے ایسی ہی عداوت تھی کہ اس کے ظلم و ستم سے ایک شش ماہہ بھی محفوظ نہ رہ سکا اور خواہ سانحہ کربلا کے سلسلہ میں مخالفین اہل بیت علیہم السلام اور خاص کر حسینؑ مظلوم کی شخصیت و عظمت کو نہ سمجھنے والے تنگ نظر افراد تاجدارِ کربلا علیہم السلام پر نہ رہ سکا اور خواہ سانحہ کربلا کے قدامت پر دیدہ و دانستہ کچھ بھی اعتراض کریں لیکن جب وہ تاریخ کے صفحات میں حالاتِ شہادت حضرت علی اصغرؑ پر نظر ڈالیں گے تو اس وقت ان کو صفحاتِ تاریخ حضرت علی اصغرؑ کے خون ناحق سے رنگین نظر آئیں گے اور فطرتِ انسانی یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کرے گی کہ سانحہ کربلا میں حضرت علی اصغرؑ کی شہادتِ عظمیٰ رہنمائے دو جہاں محسنِ انسانیت، معلمِ روحانیت فاتحِ کربلا شہیدِ اعظم حسینؑ مظلوم کی حق پرستی، صداقتِ حقانیت، محاذِ حسینی کی نیک نیتی اور سردارِ جوانانِ اہل جنت حسینؑ مظلوم کی بے گناہی اور پاک مقصد کی بین اور ناقابلِ انکار دلیل ہے۔ اس معرکہ حق و باطل میں ششماہہ علی اصغرؑ کی قربانی دشمن تک کو یہ غور کرنے کی دعوت دیتی ہے کہ فرزندِ رسولِ انقلین حسینؑ مظلوم حق پر تھے اور حسینؑ مظلوم کی جنگِ دفاعی تھی اور یزیدی فوج کے تمام اقدامات باطل اور ان کا رویہ چارحانہ و سفاکانہ تھا۔ اگر محضرِ نامہ میں مایہ ناز حسینی اور صدفِ رباب کے گوہر بے بہاشش ماہہ علی اصغرؑ کے نام نامی نہ ہوتا تو تاریخِ کربلا اتنی وزنی نہ ہوتی۔ جو اس وقت ہے۔ شہادتِ علی اصغرؑ نے اپنی اہمیت و خصوصیات کے لحاظ سے جنگِ کربلا کو

حسینؑ مظلوم کی سیاست نے ۱۱ھ سے ۶۱ھ تک کی تمام مخالف کاروائیوں اور نقشوں کی دھجیاں اڑا دیں۔ کربلا میں حسینی اقدامات نے یہ واضح کر دیا کہ خلافتِ الہیہ اور بادشاہت میں کیا فرق ہے اور یزید کا مطالبہ بیعت بالکل باطل تھا اور اسلام کا حقیقی نمائندہ اور جانشین پیغمبرؐ اسلام حسینؑ مظلوم کسی حالت میں بھی یزید پلید کی بیعت نہیں کر سکتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حسینؑ مظلوم نے دم آخر تک یزی د کے مطالبہ بیعت کو قبول نہیں کیا اور یہی حسینؑ ابن علیؑ کی فتح ہے۔ اگر ثانی زہراؑ جناب زینبؑ صلوات اللہ علیہا اپنی فہم بالشان میں حسینؑ مظلوم کی عدیم النظیر قربانی یعنی شہادت ششماہہ علی اصغرؑ اتنی اہم ہے کہ ان کے خون کا متحمل نہ آسمان ہو سکا اور نہ زمین سانحہ کربلا میں شہادت حضرت علی اصغرؑ کی اہمیت سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ وہ غیر معمولی اور اہم سانحہ ہے جس نے حسینؑ مظلوم کی صداقت اور فتح مقصد پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ یہ ہے جنگ کربلا میں شیر خدا اور مجاہد کی شہادت کا وزن۔

(زہرا پروین عابدی سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

معصوم بچہ

انسان نے بہت دور دیکھے، وہ وہشت کے دور سے گزرا۔ ایک متمدن اور الہامی دور کو آزمایا اور آج وہ مادیت کے دور سے گزر رہا ہے جس میں روحانیت کو ذیلی حیثیت حاصل ہے۔

لیکن انسان جس وقت وحشت کے دور سے گزر رہا تھا اس وقت بڑوں کے ساتھ ساتھ بچے بھی ظلم کا نشانہ تھے اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ چنانچہ طفل کشی کی

انسانیت سوز اور ظالمانہ رسم کی بنیاد حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے سے پہلے فرعون کے ہاتھوں قائم ہوئی تھی اُس منکر الہ حکمران کو اس کے ایک خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے نجومیوں نے بتلایا کہ بنی اسرائیل کی نسل سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو سلطنت کو برباد کر دے گا۔ چنانچہ اس نے پوری کوشش کی کہ کوئی بچہ اس کی مملکت میں پیدا نہ ہونے پائے۔ اگر اتفاقاً کوئی بچہ پیدا ہو جاتا تو بے دردی سے ذبح کر دیا جاتا تھا۔ قرآن میں بنی اسرائیل کے بے شمار بچوں کے قتل کا افسوس ناک واقعہ اس طرح موجود ہے۔

وَإِذَا أَنْجَيْنَاكَ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكَ سُوءَ لِعَذَابٍ يَذْبَحُونَ
ابْنَاءَكَ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكَ۔

”جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے چھڑایا جو بڑے بڑے دکھ دے کر ستاتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو اپنی خدمت کے لئے زندہ رہنے دیتے تھے۔“

فرعون نے جس تشدد اور استبداد کی بنیاد رکھی تھی زمانہ جاہلیت کے عربوں نے اس کو اور بلند کیا اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور دختر کشی کی رسم جاری کی اور بعثت رسولؐ کے قبل عرب میں عام رواج تھا کہ لڑکی زندہ نہ رہنے دی جائے۔ چنانچہ لڑکی پیدا ہوتے ہی دفن کر دی جاتی تھی، قرآن میں اسی انسانیت سوز رسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سَأَلَتْ بِأَنْفِ ذَنْبٍ قَتَلَتْ

”جس وقت زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔“

شیخ ابوعلی طبری متوفی ۵۴۸ھ تفسیر آیہ کریمہ میں لکھتے ہیں کہ:

”جب ولادت کا زمانہ آ جاتا تھا تو عورت ایک گڑھا کھود کر کنارے پر بٹھادی جاتی تھی۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس کو گڑھے میں پھینک دیتے تھے اور اگر لڑکا ہوا تو اس کو رہنے دیتے تھے۔

اسلام کے بعد بھی اندیشہ تھا کہ کہیں نو مسلم عورتیں اب بھی وہی پیمانہ حرکت نہ کریں چنانچہ سورہ ممتحنہ میں ارشاد باری ہوا ہے کہ:

ایہا النبی اذا جاءك المومنات یبا یعنك علی ان لا یشرکن بالله شیئاً ولا یسرقن ولا یرنین ولا یقتلن اولادھن ولا تین بہتان۔

”اے نبی! جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گی نہ چوری کریں گی اور نہ گناہ کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے۔ قرآن مجید کے احکام چونکہ وقت اور زمانے کی قیود سے آزاد ہیں لہذا انہیں زمانہ جاہلیت تک ہی محدود نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ لیکن ”اموی دور“ میں جہاں اور تمام اسلامی احکام کو بھلا دیا گیا وہاں یہ حکم کیسے یاد رکھا جاسکتا تھا چاروں طرف اموی قہر و غضب کی بجلیاں کوندھ رہی تھیں۔ شریعت کے حکم کی مخالفت کی جارہی تھی۔ واقعہً کربلا اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ علی اصغرؑ کی شہادت اسی دور وحشت کی یادگار ہے بلکہ بچوں کا قتل جائز و عام تھا۔

معصوم علی اصغرؑ

علی اصغرؑ امام حسینؑ کے چھوٹے فرزند تھے آپ کا لقب عبداللہ بھی تھا۔ اسی بنا پر امام حسینؑ کی کنیت ابو عبداللہ قرار پائی۔ آپ کی ولادت ۶ / ذیقعدہ ۵۹ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

آپ جناب رباب بنت امر القیس کے بطن سے تھے۔ جناب ربابؑ میں خاندانی عزت اور ذاتی شرافت کے علاوہ اطاعت اور وفا کا وہ خاص جوہر تھا جس کی وجہ سے امام حسینؑ کی نظر میں انہوں نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ اس کے ثبوت میں یہ اشعار امام کی طرف نسبت دیئے جاتے ہیں۔

لعمرك انبنی لاحب دارا

نکون بها سکينة والرباب

اجهما و ابذجلّ مالی

و ایس بغائب عند عتاب

”قسم ہے کہ میں اس گھر کو محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہؑ اور رباب کا قیام ہو میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور اپنے مال کے بڑے حصہ کو صرف کرنے کے لئے تیار ہوں اور میں اس بارے میں کسی شکوہ و نارضا مندی کی پرواہ نہیں کرتا۔“

علامہ ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ لکھتے ہیں کہ علی اصغرؑ جناب شہر بانو کے بطن سے تھے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے، حضرت شہر بانو کا امام زین العابدینؑ کے دوران ولادت ہی میں انتقال کر جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ واقعہ کربلا میں موجود نہ تھیں اور مادر علی اصغرؑ کا روز عاشورہ میدان کربلا میں ہونا اپنی جگہ مسلم ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ علی اصغرؑ کی جناب ربابؑ والدہ اور جناب سکینہؑ حقیقی بہن تھیں اور وہ کربلا میں موجود تھیں۔ ذیل میں اس کے متعلق چند ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

محقق طریخی متوفی ۱۹۸۵ھ فرماتے ہیں کہ

”ربابؑ امراء القیس کی بیٹی امام حسینؑ کی بیویوں میں ایک بیوی ہیں جو عاشورہ کے واقعہ میں موجود تھیں ان سے سکینہؑ پیدا ہوئیں اور جناب ربابؑ بعد شہادت حسینؑ جب

قید سے چھوٹ کر مدینہ آئیں تو قریش کے ممتاز لوگوں نے انہیں شادی کا پیام دیا مگر انہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ ”پیغمبر خدا کے بعد اب میرا کوئی خسر نہیں بن سکتا۔“

سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ:

”جناب ربابؓ نے شہادتِ امامؐ کے ایک سال بعد رنج و غم میں انتقال فرمایا۔“

علامہ شیخ محمد بن طاہر سہاولی مرحوم اپنی کتاب البصائر فی انصار الحسینؑ میں لکھتے ہیں کہ:

”روزِ عاشور شہید اس طرح قتل کئے گئے کہ ان کی مائیں درخیمہ سے اولاد کو ذبح ہوتے دیکھ رہی تھیں منجملہ ان کے عبداللہ بن حسینؑ میں ان کی ماں رباب درخیمہ پر کھڑی ہوئی بچے کی طرف حسرت سے دیکھ رہی تھیں۔“

بہر حال محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جناب علی اصغر شہید ہوئے اگرچہ اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ بچوں کی جان کے تحفظ کی ہدایات فرمائی تھیں اور قرآن میں ان کے متعلق مخصوص حکم ہے۔ چنانچہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی متوفی ۹۱۱ھ تفسیر درمنثور میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔

”انہوں نے کہا کہ پیغمبر خدا کے دور کی کسی لڑائی میں ایک عورت کشتوں میں پائی گئی۔ آنحضرتؐ کو جب اس کی خبر ہوئی تو فوج اسلام کو منع کیا کہ عورتوں اور بچوں پر کوئی تلوار نہ اٹھائے۔“

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يِقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔

(ترجمہ) ”یعنی جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی

نہ کرو خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“

رسول اللہ نے مسلمانوں کو سختی سے ہدایت فرمائی تھی کہ اُمت کے مسلمہ کو چاہئے کہ وہ بچوں کا خون بہانے سے گریز کریں۔ چنانچہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب ہم کسی جنگ میں بھیجے جاتے تھے تو رسول کی خاص ہدایت ہوتی تھی:

انطلقوا بسم اللہ و فی سبیل اللہ تقاتلون اعداء اللہ لا تقتلوا
شیحافاً نیا ولا طفلاً صغیراً ولا امراً ولا تغلوا۔

(ترجمہ) ”خدا کا نام لے کر اس کی راہ میں آگے بڑھو اور خدا کے دشمنوں کو قتل کرو لیکن کسی معذور بڑھے کو قتل نہ کرنا اور صنف نازک اور چھوٹے بچوں پر بھی ہاتھ نہ اٹھئے۔ جہاد میں حد سے بڑھنا نہیں چاہیے۔ (تفسیر مع التذیل جلد ۲ ص ۲۸)

مگر کربلا کے وحشیوں نے اس کا لحاظ بھی نہیں کیا، کیا کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا تھا اور نہ کسی کو یہ توقع تھی کہ معصوم بچہ بھی میدان جنگ میں قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ روز عاشور جب حسینؑ کے تمام ساتھی شہید ہو چکے اور کوئی باقی نہیں رہا تو انہوں نے اپنے نوجوانوں اور دوستوں کو قتل میں شہید پڑے ہوئے دیکھا تو یوں صدائے استغاثہ بلند کی۔

”ہے کوئی جو میری مدد کو آئے۔“

یہ مختصر استغاثہ برابر نقل ہوتا آیا ہے اس وقت خیمہ سے صدائے بکا بلند ہوئی۔ حضرت خیمہ میں تشریف لائے اور بچے سے بھی رخصت ہونا چاہا اس وقت اس کی پیاس سے بہتر حالت دیکھی تو بہن کی گود سے لے کر میدان میں لائے لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید قرآن لا رہے ہیں۔ لیکن آپ نے لشکر کی صفوں کے نزدیک آ کر بچے کو ہاتھ پر لے کر سب کو دیکھا اور اس وقت جو کچھ فرمایا وہ اتفاق رائے کے ساتھ

برابر معتبر کتابوں میں نقل ہوتا آیا ہے۔ مثلاً ابو مخنف سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ

”اے قوم! تو نے میرے بھائی اور اولاد اور سب مددگار قتل کئے اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں ہے یہ بھی پیاس کی شدت سے جاں بلب ہے۔ تم خود اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔“

سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

”اے قوم! اگر تو مجھ پر رحم نہیں کھاتی تو اس بچے پر رحم کھا۔“

پسہرکاشانی ناخ التواریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ

”اے ابوسفیان کے دوستو! اگر مجھ کو گناہگار سمجھتے ہو تو اس بچے نے تو تمہارا کوئی

گناہ نہیں کیا اس کو پانی پلا دو کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔

بظاہر امام حسینؑ کے اس کہنے سے فوج میں تلامب پیدا ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے

کو ملامت کرنے لگے کہ اس موقع پر حسینؑ کو جواب دینا ضروری ہے۔ ابن زیاد نے

پانی بند کرنے کا حکم مردوں اور عورتوں کے لئے دیا ہے نہ کہ بچوں کے لئے بچے کو تو

کوئی بھی مجرم قرار نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ کافر کے بچے بھی گناہگار نہیں سمجھے جاتے۔

اس وقت ابن سعدؑ را کہ کہیں فوج میں انتشار نہ پھیل جائے اور فوراً حملہ سے کہا کہ

اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے اس بچہ ہی کو ختم کر دو۔ چنانچہ حرمہ بن کاہل اسدی

نے ایک تیر پھینکا جس نے حسینؑ کی ہی گود میں بچہ کو ختم کر دیا۔

بچے کے قاتل کے بارے میں اختلاف ہے لیکن معتبر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے

کہ علی اصغرؑ کا قاتل حرمہ تھا۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ طبری نے عقبہ بن بشیر

اسدی کی روایت لکھی ہے۔

”مجھ سے امام محمد باقرؑ نے ایک بار فرمایا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد پر بھی ہمارا ایک خون ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ حضرت پھر میرا اس میں کیا قصور ہے؟ بتلائیے کہ وہ خون کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا کہ میرے جد مظلوم کے پاس ایک کم عمر بچہ گود میں تھا اس وقت تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر لگایا جو بچے کے گلے پر پڑا اور وہ ذبح ہو گیا۔“

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ قاتل عتبہ بن بشر غنوی ہے جیسا کہ بحار الانوار مجلسی جلد وہم کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے لیکن امام باقرؑ سے زیادہ کوئی معتبر قول نہیں جو ثابت کرتا ہے کہ قاتل ”بنی اسد“ سے متعلق تھا اور اس قبیلہ میں حرمہ کے سوا کسی اور کے لئے کربلا کے واقعہ میں کوئی قول نہیں ہے لہذا یہی قاتل معین ہوا۔
تیسرا کر لگا امامؑ نے اسے نکالا اور مؤرخ ابن اثیر جردی المتوفی ۶۳۱ھ کے مؤلف تاریخ کامل کے قول کے مطابق۔

”امام نے خون اصغرؑ لے کر زمین پر پھینکا۔“

شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ:

”حسینؑ نے بچے کے خون کو ہاتھ میں لیا۔ جب چلو بھر گیا تو زمین پر پھینکا۔ ابن طاووس نے آسمان کی طرف پھینکنے کا ذکر کیا ہے لیکن امام باقرؑ سے منقول ہے کہ ”خون اصغرؑ کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں پایا۔“

علی اصغرؑ کی نظر اس عظیم قربانی کے بعد علامہ ابن شہر آشوب شیخ مفید مؤرخ ابو جری طبری علامہ باقر مجلسی اور سپہر کاشانی باتفاق لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ:

”بارالہ! یہ میرا بچہ تیری سرکار میں ناقہ صالح سے کم رتبہ نہیں ہے۔ اے خدا اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے حق میں بہتر

قرار دینا۔“

ابوحنفہ کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ:

”اے خدا تو گواہ رہنا اس قوم پر کہ انہوں نے قسم کھالی ہے کہ تیرے نبی کی ذریت میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“ (مقتل ابوحنفہ)

علامہ ابن طاووس صاحب ”لہوف“ کا ارشاد ہے کہ حضرت نے فرمایا:

”یہ سب مصائب میری نظر میں آسان ہیں جن سے مجھ سے سامنا ہوا ہے اس لئے کہ خدا ناظر ہے (یعنی میں خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں۔)“
اس موقع پر حسینؑ نے وہ صبر دکھایا ہے کہ کوئی اور ہوتا تو ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔
دماغ مفلوج ہو جاتا لیکن امام حسینؑ کے لئے یہ مصیبت ہلکی تھی وجہ یہ تھی کہ خدا کا جمال و کمال سامنے تھے اور جس طرح حاکم اعلیٰ کے سامنے جاتے ہیں اس وقت اگر کوئی تکلیف ہوتی بھی ہے تو اظہار تکلیف نہیں کرتے۔ اسی طرح کچھ حسینؑ کی تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوئی یہ مصیبت ان کے لئے کچھ نہیں تھی وہ حاضر و ناظر خدا کے قائل تھے۔“

اس کے بعد امام بچے کو لے کر خیمہ میں آئے اور اُسے جناب کثوث کو دے دیا۔
اس وقت ان کی بے چینی کا اندازہ مقتل الحسین ابواسحاق اسفرانی سے ہوتا ہے جس میں آپ کے چند بہت غمگین اشعار ملتے ہیں۔ مثلاً

لہف قلبی علی الصغیر الطامی

فمتہ السہام قبل العظام

(ترجمہ) ”یعنی میرا دل اس پیا سے اور خرد سال پر بڑا افسوس کر رہا ہے جس کو

دودھ چھوڑنے سے پہلے ہی تیروں نے شہید کر دیا۔“

فرغروہ بدمہ وهو طفلی
 لہف قلبی علیہ فی کل عاز
 (ترجمہ) ”اس کو خون کی ٹکیاں کرا دیں حالانکہ وہ بچہ ہے میرا دل ہمیشہ اس پر
 افسوس کرتا رہے گا“

احرقوا قلب والدیہ علیہ
 واموہ نبغبلہ الانتقام
 (ترجمہ) ”اس کے ماں باپ کا دل اس غم میں جلا دیا اور انتقام لینے کے لئے اس
 کے تیر مارا۔“

حاکم بینا الالہ جمیعاً
 ولدی المشر عندہ فصل الحقام
 (ترجمہ) ”ہم سب کا فیصلہ اللہ کرے گا اور قیامت کے روز اس کے سامنے اس
 جھگڑے کا فیصلہ ہوگا۔“

اس کے بعد امام حسینؑ نے بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور امام محمد باقرؑ کے قول کے
 مطابق:

”پھر امام نے خیمہ کے قریب نیام شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھود کر بچے کو
 خون آلود لباس میں دفن کر دیا۔“

کمیت اور اہمیت

بعض چیزیں باعتبار کمیت یعنی وزن مقدار و عدد کم ہوتی ہیں۔ لیکن قیمت و اثر
 دونوں کے اعتبار سے اہم تر ہوتی ہیں۔ جس طرح ایٹم کے ایک ذرہ کا مقابلہ خاک

کے لاکھوں من کے ڈھیر سے نہیں کیا جاسکتا اور وہ طاقت و برتریت کے اعتبار سے اس سے افضل ہے اس کا مقابلہ کسی میدان میں بھی اس سے نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح علی اصغرؑ چھوٹے تھے، کم عمر تھے، کمزور تھے، لیکن اس ایک بچہ کی شہادت کا مقابلہ دنیا کی عظیم و بزرگ تر ہستیاں نہیں کر سکتیں۔ انسانیت کی قربانگاہ پر ہزاروں انسانوں کو قربان ہوتا دیکھا۔ دنیا نے کچھ دن ان کو یاد رکھا پھر وہ تاریخ کے ابواب بن کر رہ گئے۔ خود کربلا واقعہ ہی میں ہمیں ان شہیدوں کے کردار نظر آتے ہیں جنہوں نے بہادری، ہمت، صبر و شجاعت کے بہت بڑے ثبوت دیئے جنہوں نے اسلامی اقدار کی اعلیٰ مثالیں پیش کیں سیرت و کردار کے وہ گہرے نقوش دلوں پر چھوڑے جن کا آج تک جواب نہیں مل سکا۔ پھر بھی امام حسینؑ کے متعلق بعض بے بصیرت و ناحق شناس لوگوں نے کہا (معاذ اللہ) یہ ان کی سیاسی کمزوری تھی جن کی وجہ سے انہوں نے حکومت سے ٹکری یا انہوں نے حصول حکومت کے لئے اپنی طاقت کا غلط اندازہ کیا اور رختم ہو گئے لیکن یہ بچہ تو نا سمجھ اور ان اتہامات سے بری تھا۔ پھر کیوں قتل کیا گیا؟

چنانچہ واقعہ علی اصغرؑ نے دنیا کو ایک طرف تو یہ دکھا دیا کہ انسانی صبر، ضبط اور تحمل کی کمال معراج یہ ہے جو حسینؑ نے دکھائی اور دوسری طرف یہ دکھایا کہ یہ جماعت انسانیت سے کتنی دور تھی اسے انسانیت شرافت اور غیرت انسانی سے دور کا علاقہ نہیں تھا۔ یہ وہ شہادت ہے جس کی بدولت دنیا کے ہر مذہب کا انسان اعتراف کرنے پر مجبور ہے کہ یہ دور وحشت تھا۔ ضمیر گر چکے تھے، اسلام کے پیغام کو بھلایا جا چکا تھا، انسان اپنی اعلیٰ قدریں کھو چکا تھا۔ یہ مظالم کی آخری حد ہے جس کو کربلا میں توڑ کر انسان اس سے بھی آگے بڑھ گیا۔

حسینؑ نے بچے کو فتن بھی کیا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ کہیں کہ حسینؑ اگر

شہیدوں کو دفن کر دیتے تو حمیتِ اسلام کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ ہم قبریں کھودتے یا مدفون کو بے گھر کرتے۔ حسینؑ نے خود ہی انہیں دفن نہیں کیا۔ چنانچہ امام حسینؑ نے اپنے سب سے چھوٹے بچے ہی کو بطور مثال دفن کر کے دکھا دیا کہ کس طرح انہوں نے اُسے قبر سے کھود کر نکالا اور اس کا سر کاٹ کر نیزہ پر بلند کیا۔ دنیا نے اس سے زیادہ جگر سوز مظالم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے کہ اس معصوم بچے کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا جائے کہ جو بے قصور ہو۔ علی اصغرؑ کا واقعہ عالمی اثرات قائم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اگر علی اصغرؑ نہ ہوتے تو اتنا وحشت ناک مظاہرہ بھی نہ ہوتا۔ اس طرح اس واقعہ نے دو کردار اُبھارے۔ ایک ”اموی کردار“ جو دورِ وحشت کی یادگار تھا اور ایک حسینی کردار جس کی صحت، صداقت اور بلندی معیار خود شہادتِ علی اصغرؑ نے اپنی قربانی سے قائم کیا۔

صبر آج تک ان حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا اور تشدد اس سے آگے دامن نہ پھیلا سکا۔ ایک نگاہ تھی جو بیک وقت حسینیت اور یزیدیت دونوں کا مشاہدہ کر رہی تھی کردار تھے جو ابھر رہے تھے، اصول تھے جو مرتب کئے جا رہے تھے، نظم ترتیب پا رہا تھا، حق نمایاں ہو رہا تھا، ایک مقصود تھا جو آنے والا تھا اور اس سب کی تربیت گاہ معصوم علی اصغرؑ کا گہوارہ تھا۔ (رضیہ جعفری، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاعِ رباب نمبر)

شہادتِ شیرِ خوار کا پس منظر:

ساتویں صدی عیسوی میں یزید بن معاویہ دنیا کا عظیم الشان بادشاہ تھا۔ کیونکہ اس کی سلطنت اس زمانہ میں سب سے بڑی اور وسیع تھی۔ یہ بحرِ اوقیانوس سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں مراکش الجزائر، تیونس، طرابلس، صحارہ، مصر، حجاز، یمن، عرب، فلسطین، شام، عراق، ایران، بلوچستان، صوبہ سندھ وغیرہ شامل تھے۔

مختصر یہ کہ جس اقتدار اور تفوق کا خواب اُمیہ دیکھا کرتا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ سر بلند اس کے سکڑ پوتے یزید کو حاصل ہو گئی۔ یہ کیسے؟ اور کیونکر؟ ان سوالات کا اجمالی جواب آپ میرے رسالوں یعنی محمدی سیاست اور اموی سیاست میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں پر نہایت اختصار سے حسب ذیل چند نکات پیش کرتا ہوں۔

عرب ایسے بے آب و گیاہ ریگستان میں انسان فطری مجبور یوں سے یعنی جغرافیائی ماحول کے قہری اثرات سے خود غرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے فیاضی ایسے ماحول میں ایک عنقا صفت ہو جاتی ہے۔ یہ صفت عربی قبائل میں بنی ہاشم میں پائی جاتی تھی۔ اس خاندان کا بچہ بچہ ہر وقت ایثار اور قربانی پر آمادہ رہتا تھا۔ اس لئے یہ خاندان عرب بھر میں معزز اور ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ برخلاف اس خاندان کے امیہ خود پرست، خود غرض اور اقتدار پسند تھا۔ اس لئے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے، یہ جبر تشدد اور غلبہ سے اپنا اقتدار اور سرداری قائم کرنا چاہتا تھا اس لئے اس کی کوئی عزت نہ کرتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت ہاشم حج کے موقع پر حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام کرتے تھے، کھانے کا انتظام کرتے تھے، شور بے میں بھگو کر روٹیاں کھلاتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو ہاشم کہنے لگے تھے۔ امیہ کو حضرت ہاشم کی یہ ہر دل عزیزی اس قدر کھلی کہ اس نے آپ کو حسب و نسب میں مقابلہ کا چیلنج دے دیا۔ کاہن خزاعی حکم قرار کیا گیا جس نے یہ فیصلہ سنایا۔

”ماہ تاباں، ستارہ روشن ابر باراں اور فضا میں پرواز کناں پرندوں کی قسم کہ ہاشم اُمیہ سے جملہ خوبیوں میں بڑھ چڑھ گیا ہے۔ اول و آخر کی فضیلت ہاشم ہی کے لئے ہے۔“

شرط کے بموجب اپنی ہار پر اُمیہ کو پچاس اونٹنیاں حضرت ہاشم کو دینا پڑیں۔ آپ

نے اسی وقت ان اونٹنیوں کو ذبح کر دیا اور ان کا گوشت سارے مکہ والوں پر تقسیم کر دیا۔ اسی طرح آنحضرت کے والد حضرت عبداللہ کی ولادت کے موقع پر ایک سو اونٹنیوں کو ذبح کیا گیا۔ جن کا گوشت مکہ کی کل آبادی سے کھایا نہ گیا شکاری پرندوں اور جانوروں کی بھی اس گوشت سے تین دن تک شکم سیری ہوئی۔

بنی ہاشم کی ان فیاضیوں اور خدمتِ غلق سے جس قدر عظمت بڑھتی گئی۔ خود غرض ظالم بنی امیہ کے دلوں میں آتشِ حسد اور تیز ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ جب دعوتِ ذوالعشرہ کے موقع پر آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو امیہ کا پوتا ابوسفیان یہ کہتا ہوا اس مجمع سے نکل گیا کہ ”محمدؐ اسلام کے ذریعہ بنی ہاشم کا عروج چاہتے ہیں۔“

اعلانِ نبوت تک اہل مکہ آنحضرتؐ کا احترام کرتے تھے اور بزرگی مانتے تھے اس وقت سے ابوسفیان کو بُت پرستوں کو اپنا ہم خیال بنانے کا زریں موقع مل گیا۔ چنانچہ تمام بُت پرست، شرابی، زانی، ظالم لوگ آنحضرتؐ سے تبلیغِ اسلام کی بنا پر مخالف ہونے لگے۔ ابوسفیان نے اُس مخالفِ اسلام گروہ کی حمایت شروع کر دی۔ اور چند ہی دنوں میں کفارہ مکہ کا مسلم الثبوت قائد بن گیا۔ لیجئے اس وقت سے بنی امیہ کا اقتدار مخالفِ اسلام سے بڑھنا شروع ہو گیا۔ وہ لوگ جو اعلانِ نبوت سے پہلے آنحضرتؐ کا احترام کرتے تھے اب آپ کی اہانت کرنے لگے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ جس وقت آنحضرتؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ تم میں بزرگ ترین اور افضل النسل وہ ہے جو ایمان رکھتا ہو۔ ایمان ہی بزرگی اور افضلیت کی کسوٹی ہے۔ دولتِ سرمایہ، اعلیٰ نسب، قوت، اقتدار، وغیرہ سے انسان کی افضلیت بزرگی، سرداری قائم نہیں ہوتی۔ بزرگی اور برتری کا معیار صرف اور صرف ایمان ہے اور چونکہ بنی امیہ مجموعہ ردائے تھے اس لئے ان پر یہ فرض ہو گیا کہ جو بھی ہو ایمان بزرگی کا معیار قائم نہ ہونے

پائے۔ کیونکہ وہ بزرگی سرداری اور اقتدار بغیر ذائل کو ترک کیے ہوئے چاہتے تھے جس طرح شکیسپیر نے جولیوس سیزر کے ڈرامے میں بروٹس کے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔
ہم کو جولیوس سیزر کی ذات سے کوئی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کے نظریات سے اختلاف ہے اور چونکہ ان نظریات کو اس کی شخصیت سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے اس لئے جولیوس سیزر کو قتل کرنا لازمی ہو گیا۔“

اسی طرح تبلیغ اسلام کے سلسلے کو ختم کرنے کے لئے کفار مکہ نے آنحضرتؐ کو ختم کرنا ضروری سمجھا۔ اس لئے آپؐ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپؐ کا خیر مقدم صرف اس وجہ سے کیا کہ وہ بنی امیہ کی طرح برے خصائل نہ تھے اور ان کو سرداری کا خبط بھی نہ تھا۔ انہوں نے اسلام کی تعلیم میں خوبیاں دیکھیں اس لئے اسلام قبول کر لیا۔ جب اس کی خبر ابوسفیانؓ کو ملی کہ جس اسلام کو مکہ سے بھگایا تھا اس نے مدینہ میں جڑ پکڑ لی ہے تو کفار قریش کو بتوں کے نام پر اور کفر کو خطرہ میں دکھا کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا۔ چلے ایک قہار فوج ابوسفیان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی۔ مختصر یہ کہ دشمن خدا ابوسفیانؓ نے تین مرتبہ فوجیں جمع کیں اور اسلام کی تاراجی کی غرض سے مدینہ پر حملہ کیا۔ بدر، احد اور خندق کی تینوں تاریخی جنگیں ہوئیں ان تینوں جنگوں میں حضرت علیؓ کی تلوار سے مکہ کے نامی سورا اور بنی امیہ کے نامور پہلوان قتل ہوئے۔ آنحضرتؐ کی جان تبلیغ اسلام کے لئے محفوظ رہی پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو ابوسفیانؓ اور دیگر بنی امیہ نے محض جان کی حفاظت کی غرض سے لب پر کلمہ جاری کر دیا۔ لیکن دل میں انتقامی آگ کے شعلے خرمن اسلام کو سوختہ کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہے۔ یہ موقع آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مل گیا۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن بیٹھے تو آپؐ کے خلیفہ ہونے پر دس روز

کے اندر پورا عرب مرتد ہو گیا۔ (معراج الذہب جلد ۵ ص ۱۰۱) یعنی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کی اطلاع جب ابوسفیان کو ملی تو سوکھی کھیتی میں بارش ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ دعوت ذوالعشرہ میں میرے سامنے پھر جنگ خندق میں اور سب سے آخر میں غدیر خم کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی خلافت کا اعلان کر چکے ہیں اسی لئے سارا عرب ابوبکر سے مخالف ہو گیا ہے اور زکوٰۃ دینا بند کر دی ہے چلو اس وقت چل کر حضرت علیؑ سے مل جائیں۔ عزت اور اقتدار حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہاتھ آ گیا۔ یہ سوچ کر ابوسفیان فوراً مکہ سے مدینہ حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

”ہاتھ بڑھائیے۔ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ اپنے حق خلافت کے لئے اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ میں آپ کی مدد کے لئے مدینہ کو فوجوں سے بھر دوں گا۔“

حضرت علیؑ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔

”اے ابوسفیان تم مسلمانوں کے دوست کب سے بنے ہو؟“

حضرت علیؑ کا جواب سن کر ابوسفیان ابوبکر کے پاس گیا ان کو اپنی خلافت برقرار رکھنے کے لئے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں سے زبردستی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے فوجوں کی ضرورت تھی۔ جسے ابوسفیان حاضر کرنے کا وعدہ کر رہا تھا۔ یہ خود بدر، احد اور خندق کی جنگوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ تین مرتبہ ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے لئے مکہ سے قہار فوجیں لے کر مدینہ پر چڑھائی کی۔ اس لئے یہ اب بھی مدینہ کو فوجوں سے چھلکا دے سکتا ہے۔ اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ابوسفیان رسول خدا کا جانی دشمن میرا دوست ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے خدا کا شکر ادا فرما کر ابوسفیان کی ہمدردیاں قبول فرمائیں۔ چلئے ابوسفیان حضرت ابوبکر کا ملٹری سیکرٹری بن گیا۔ مدینہ میں فوجیں آنے لگیں زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے

مسلمانوں کا قتل عام خلیفہ وقت نے جاری رکھا۔

جب حضرت عمرؓ نے مشہور بنی امیہ خالد بن ولیدؓ پر مالک بن نویرہ کے قتل اور ان کی بیوی کے ساتھ زنا کے جرم میں حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں اسے نہ سنگسار کروں گا، نہ سزائے موت دوں گا اور نہ معزول ہی کروں گا کیونکہ میں اس تلوار کو ابھی پیام میں نہیں کر سکتا جن کو خدا نے میرے مخالفین پر کھینچ دیا ہے۔ (تاریخ ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۷۲، تاریخ روضۃ المناظر جلد ۱ ص ۱۱۵ ابوالقداء جلد ۱ ص ۱۵۸، تاریخ کامل جلد ۱ ص ۱۲۶، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۲۴۱ وغیرہ)

چلے خالد کی تلوار اس دن سے اسلام کی تلوار مشہور ہو گئی اور خالد کو دربار خلافت سے ”سیف اللہ“ کا خطاب بھی مل گیا۔ لیجئے آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی یعنی چالیس ہی دن کے اندر اسلام بنی امیہ کے ہاتھوں میں کھلونا بن گیا۔ یعنی خالد بن ولید وہ تھا جس نے جنگ اُحد میں دژہ کے نگہبان حضرت عبداللہؓ کو شہید کیا اور پھر میدان میں اپنی فوج لے کر گھس آیا اور آنحضرتؐ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ خالد کی اس جرأت کو دیکھ کر کفار کی بھاگی ہوئی فوج پھر پلٹ پڑی۔ آنحضرتؐ کی جاں خطرہ میں تھی کہ حضرت علیؓ پہنچ گئے اور کفر کو قتل کرنا جو شروع کیا تو خالد بھاگ نکلا۔ آج اس منافق کو حضرت ابو بکرؓ اس کارنامہ پر کہ اس نے مالک بن نویرہ ایسے سچے مسلمان کو قتل کر دیا اور اُسی رات اس کی حسینہ بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ اس کی کھوپڑی کا چولہا بنا کر کھانا پکوا لیا۔ سیف اللہ کا خطاب عطا کیا۔

چلے اسلام کی تاریخ بس اب کشتِ خون مار کھسوٹ قتل و غارت تخیر ممالک کے کارناموں کے راستوں پر چل پڑی۔ عرب بالدار ہوتے گئے ملک فتح ہوتے گئے۔ بنی امیہ ان فتح کردہ ملکوں پر گورنر مقرر ہوتے گئے۔ بنی امیہ برسر اقتدار آ گئے۔

حضرت ابوبکر کو مرتے وقت اس کا احساس ہوا تو رورور کر عبد الرحمن بن عوف سے فرمایا کہ ”قریش کی ہر فرد سرداری چاہتی ہے۔“ اسی افسوس میں انتقال کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ بنی امیہ کو مال غنیمت اور تسخیر ممالک کی چاٹ پڑی چکی تھی اور حضرت عمر خالد کی بہادری کی حالت خود اپنے آنکھوں سے مختلف جنگوں میں دیکھ چکے تھے اس لئے ان کے ڈائمنڈ ڈپٹے کی مطلق پرواہ نہ کی ہمسایہ ملکوں کو لوٹنے اور تسخیر کرنے کا کام بڑے جوش و خروش سے جاری رہا یہاں تک کہ ابوسفیان کا بیٹا شام کا گورنر مقرر ہو گیا جس نے ایسی شان پیدا کی کہ خود حضرت عمرؓ اسے اسلام کا کسریٰ کہنے لگے، شام کا دورہ کرتے وقت حضرت عمرؓ نے معاویہ کی شان پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا۔

”شاہِ روم کے جاسوسوں کو اسلام کی شان و شوکت دکھانا چاہتا ہوں۔“

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ مرد دانا اور ایک چالاک عقل مند آدمی کا فریب ہے۔ معاویہ نے کہا کہ آپ جو فرمائیے اس پر عمل کروں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کیا خوب حالت تو یہ ہے کہ بقصد اعتراض جس امر میں تم سے بات کرنا شروع کرتا ہوں تم مجھ سے ایسا بتا دیتے ہو کہ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں اور کیا کروں۔“

(طبری جلد ۶ ص ۱۸۸)

جس قدر حضرت عمرؓ کا زمانہ بڑھتا جاتا تھا بنی امیہ کی بے چینی بے صبری بڑھتی جاتی تھی۔ وہ منصبِ خلافت پر اپنے ہی خاندان کا آدمی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے ان کے خاتمے کے لئے ایک آہن گر کو تیار کیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک چکی اس آہن گر سے بنوائی تھی۔ ان حضرت فیروز نے اس چکی میں ایک چھری اس طرح چھپا کر رکھی کہ یوں ہی خلیفہ نے اس کی آزمائش کے لئے کھونٹا پکڑا اور جنبش دینے

کے لئے جھک کر زور لگایا وہ چھری آپ کے پیٹ کو چاک کر گئی۔ پیٹ کٹ گیا۔
آنتیں نکل پڑیں۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کے سامنے یہ شرط رکھی کہ آپ کو سیرتِ شیعین پر عمل کرنا ہوگا۔ یعنی یہ کہ چپکے مسندِ خلافت پر بیٹھ رہے گا اور جو اُودھم ہم دنیا میں قتل و غارت کا مچائیں اس سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔ آپ نے یہ شرط منظور نہ کی اس لئے خلیفہ نہ بنائے گئے۔

حضرت عثمانؓ نے اسے منظور کیا اور خلیفہ بنا دیئے گئے اس طرح خلافت بنی امیہ کے خاندان میں آ گئی اس وقت بزرگ خاندان ابوسفیان نے عثمان کو یہ نصیحت دی۔
”تیم اور عدی کے بعد خلافت تجھ کو مل گئی ہے۔ اس کو گیند کی طرح گردش دے اور بنی امیہ کو اس کی میخیں بنا اور یہ صرف ملک ہی میں جنت و نار کو نہیں جانتا یہ صرف خیالی باتیں ہیں۔“

عثمان نے بموجب نصیحت ابوسفیان عمل شروع کیا۔ حضرت عمر کے مقرر کردہ تجربہ کار گورنروں کو معزول کر کے اپنے ہی خاندان کے اقتدار پسندوں کو ان کے مقام پر گورنر مقرر کیا۔ متعدد بار بیت المال کو اپنے ہی خاندان والوں پر تقسیم کیا۔ اس لئے عام طور سے ان کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ قتل کئے گئے۔ اب چونکہ جمہور اسلام کو ایک عادل خلیفہ کی ضرورت تھی اس لئے سب نے مل کر حضرت علیؑ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اس سے وہ لوگ برہم ہو گئے جو قتلِ عثمان کے بعد خلیفہ بننا چاہتے تھے۔ ان سب نے انتقامِ خونِ عثمان کا بہانہ تراش کر کے شورش شروع کر دی چونکہ ہر ایک کا مقصد خلافت حاصل کرنا تھا اس لئے جنگِ صفین اور جنگِ جمل میں حضرت علیؑ کے مقابلہ پر آنے والے متحد ہو کر نہ لڑے۔ حضرت علیؑ کا زمانہ شورشوں کو

دبانے میں صرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو مسجد کوفہ میں حالت نماز میں زخمی کیا گیا۔ شام جیسے زرخیز ملک کی گورنری ملتے ہی معاویہ نے فوجی طاقت بڑھانا شروع کر دی تھی۔ دمشق کی اس وقت وہی منزلت تھی جو آج کل نیویارک لندن کی ہے۔ یہ دمشق اس وقت دنیا کا اہم ترین مرکز تجارت تھا۔ ان وجوہ سے معاویہ کے خزانے میں اس قدر روپیہ ہو گیا کہ اس نے ایک لاکھ تنخواہ دار شامی فوج تیار کر لی۔ لاپچی اصحاب رسول بھی اس کے دسترخوان کی کھیاں بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ نام کا صدر مقام رہ گیا اسلام کا اصلی دار الخلافہ دمشق ہو گیا جنگ صفین وغیرہ میں جن لوگوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا وہ لوجہ اللہ تھا۔ مگر تنخواہ دار فوج تو ہر وقت ہر ہم پر آسانی سے بھیجی جا سکتی تھی اس لئے جو قوت اور اقتدار اس وقت معاویہ کو حاصل تھا وہ کسی کو نہیں تھا۔ آنحضرتؐ نے صلح حدیبیہ کفار قریش سے صرف اس غرض سے کی تھی کہ جنگ موقوف ہو جائے اور جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ انہیں بنیادوں پر حضرت امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی۔ نساء اس صلح کا یہ تھا کہ اگر حضرات شیخین کی ناعاقبت اندیشی سے بنی اُمیہ برسر اقتدار آ گئے ہیں تو ان کو حکومت میں چھوڑ دیا جائے اور اسلام کو محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ صلح حسن کے شرائط بھی صلح حدیبیہ کی طرح سچے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت تھی۔

معاویہ قہار سلطنت قائم کر کے مر گیا۔ یزید اس کے بعد خلیفہ ہو گیا۔ اس وقت تک آثار اسلام شعائر اسلام مٹ چکے تھے، کہنے کو تو اس وقت اسلام کی ایک قہار سلطنت تھی جس کا تذکرہ میں تمہید میں کر چکا ہوں اور جس کی تعمیر کامیں نے نہایت ہی مختصر خاکہ پیش کیا ہے۔ یہ اسلامی سلطنت تھی یا نہ تھی اس کا فیصلہ آپ خود کریں۔ اس سلطنت کی ایک معمولی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے حدود میں بہتر ہزار شہروں کے

منبروں سے حضرت علیؑ پر تہرہ کیا جاتا تھا۔ حضرت علیؑ پر تہرہ کرنے والے اور ان کے سامعین میں سے ایک بھی سنی نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی سنی مسلمان کسی قیمت یا مجبوری کی حالت میں بھی حضرت علیؑ پر تہرہ سننا برداشت نہیں کر سکتا۔ اسلام اس حد تک مسخ ہو چکا تھا اور اسے ہمیشہ کے لئے فنا کرنے کی غرض سے یزید نے اپنی خلافت پر نواسہ رسولؐ کی مہر تصدیق ثبت کرانے کے لئے بیعت حاصل کرنا چاہی۔

اب وقت اسلام کی موت وزیت کا آ گیا۔ فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسینؑ نے اسے محسوس کر لیا۔ فوراً نانا کے روضہ پر جا کر عرض کیا۔

”نانا جان میں آپ کے روضہ کو نہایت مجبوری سے چھوڑ رہا ہوں، مجبوری یہ ہے کہ اگر میں یزید پلید کی بیعت کرتا ہوں تو آپ کا دین اسلام ہمیشہ کے لئے ختم ہوتا ہے اور اگر میں بیعت سے انکار کرتا ہوں تو قتل کیا جاتا ہوں۔ مجھے آپ کے روضہ سے جدا ہونا ضرور شاق ہے مگر آپ کے دین کی حفاظت کے لئے مرنا بھی ضروری ہے۔“

اس نام نہاد قہار اسلامی سلطنت کے ہر گوشہ میں حضرت علیؑ پر شب و ستم کیا جا رہا ہے۔ حضرت علیؑ کو لوگ یہ جانتے تھے کہ وہ فاطمہؑ کے باپ تھے اور فاطمہؑ رسولؐ کی بیوی تھیں یا یہ کہ (معاذ اللہ) زمانہ فتن کا ڈاکو تھا جو لوگ حضرت علیؑ سے معرفت رکھتے تھے ان کو زہر اور خنجر سے پہلے صاف کیا جا چکا تھا۔ اب جو بات علاوہ مدینہ والوں کے سب کو یقینی طور سے معلوم تھی وہ یہ کہ یزید ہی رسولؐ خدا کا سچا وارث اور حقیقی جانشین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا رسولؐ کے اہل بیتؑ میں سے نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ بعض شہروں میں یزید کو خدا مانا جاتا تھا اور اس کی پوجا کی جاتی تھی یزید کی پرستش کرنے والے شہر موصل کے قریب شیخان میں تیس ہزار آدمی اس وقت بھی موجود

ہیں۔ رسولِ خدا کی اُمت سب گمراہ ہو گئی تھی۔

اب اصلاح کی ضرورت تھی، جس کے لئے ایک ایسی ایٹمی طاقت کی ضرورت تھی جو رسولِ مقبول کی گمراہ اُمت کو ایسے زور سے جھجھوڑ دے کہ نفاق کی گھنگھور گھٹائیں کافور ہو جائیں اور اسلام کا آفتاب پھر درخشاں ہو جائے اصلاح و ذہنیت کا بس ایک ہی طریقہ تھا۔

انتہائی مظلومیت سے فرزندِ رسولؐ کی شہادت:

یہی عہد کر کے تو حضرت امام حسینؑ نانا کی قبر سے رخصت ہوئے تھے اور جب کربلا کے ریگستان میں پہنچے تو ایک طرف خالص ایمان تھا اور دوسری طرف خالص نفاق جس میں اگر ایک دو کرین نور کی تھیں بھی تو صبحِ عاشور جس وقت عمر ابن سعد نے اپنے کاندھے پر سے کمان اتار کر تیر چلہ کمان میں جوڑ کر کہا۔

”گواہ رہنا یہ میرا تیر سب سے پہلے حسینؑ کو شہید کرنے کے لئے چلتا ہے۔“

تو حضرت حُزنے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ فرزندِ رسولؐ سے صلح نہیں ہو سکتی؟ کیا تم لوگ ان کا خون ناحق بہا کر دم لو گے؟ عمر سعد نے جواب دیا کہ اے حُز کیا کریں تیرے امیر کا یہی حکم ہے۔“ حضرت حُزنے کبھی فاتح اور قہار فوج کو چھوڑ کر کوئی سپاہی قتل ہونے کے لئے بہتر نفوس کی فوج میں شامل نہیں ہوا ہے جس میں جوانوں سے زیادہ ضعیف العمر بڑھے اور صغیر السن بچے تھے اور یہ بہتر کی تعداد بھی اس وقت پوری ہوتی ہے جب حضرت علی اصغرؑ کا جھولا بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔

بے شک حضرت حُز کی شہادت فوجِ منافق کے لئے ایک پہلا تازیانہِ عبرت اور بیداری تھا۔ یزیدی نڈی دل فوج کے سپاہی گلوں میں قرآن آویزاں کئے ہوئے اور

نعرائے تکبیر کے فلک شکاف نعرے لگاتے ہوئے ارض کر بلا پر کسی خارجی سے جہاد کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت کرنے لگے کہ آخر یہ راز کیا ہے؟ خود ہمارے قہار فوج کا ایک نامور سردار جاہ و منصب اور زندگی پر لات مار کر مرنے پر تیار کیوں ہو گیا؟ کیا اس نے ایک رجز میں پڑھا؟ کیوں اپنے فرزند کو شہید کرایا؟ اور کیوں خود شہید ہوا؟ یہ تین دن کا بھوکا پیاسا کون ہے جس کے لئے حُر جیسے بہادر نے اپنی جان قربان کر دی؟

ان خیالات کا سلسلہ فوج یزید میں حضرت حُر کی شہادت سے شروع ہو گیا۔ جسے ہر مجاہد نے اپنے رجز سے زیادہ واضح کیا اور فوج یزید کو معلوم ہوتا گیا کہ وہ نواسہ رسولؐ کے مقابلہ میں ہے۔

پھر فوج یزید یہ سوچنے لگی کہ یہ کتنی کے آدمی ہمارے ٹڈی دل فوج کا مقابلہ کیوں کر رہے ہیں، یہ اپنی جانیں یکے بعد دیگرے کیوں دیئے چلے جا رہے ہیں؟ یہ کون بزرگ ہے جس کے لئے یہ سب جانیں دے رہے ہیں؟ یہ بزرگ یزید کی بیعت سے انکار کیوں کئے جا رہا ہے۔ یہ ضد کیسی؟

ادھر یزیدی فوج کو حضرت امام حسینؑ کے اصحاب و انصار و اعرام کی قربانیوں پر حیرت ہو رہی تھی ادھر مظلوم کر بلا انکار بیعت کے بعد طے کر چکے تھے کہ کیا کرنا ہے۔ چنانچہ شب عاشور جب حضرت قاسمؑ نے آپ سے دریافت کیا ہے کہ کیا میرا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں بیٹا تیرا نام بھی اور تیرے چچوٹے بھائی حضرت علی اصغرؑ کا نام بھی ہے۔

روز عاشور زوالِ عصر کا وقت قریب ہے۔ اس وقت کا منظر ایک انگریز مورخ میجر سیارن ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

”حسین کی حالت اُس وقت ایک سبز باغ کے اس درخت کی مانند تھی جس کے سب ساتھی کٹے ہوئے زمین پر پڑے ہوں اور وہ اکیلا گرم ہواؤں کے جھونکے کھا رہا ہو“
 حسینِ مظلوم ریگستانِ کربلا میں یکہ و تنہا آوازِ استغاثہ بلند فرما رہے ہیں۔
 ”اے میرے شیر و اے میرے بہادر! میں یکہ و تنہا رہ گیا ہوں میری مدد کرو۔
 میں تم کو پکارتا ہوں اور تم جواب تک نہیں دیتے۔“

حسینؑ کے استغاثہ پر خیامِ حرم سے گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں جب قریب خیام پہنچے تو معلوم ہوا کہ حسینؑ کے استغاثہ کی صدا سن کر جوشِ شہادت میں ننھے مجاہد نے اپنے آپ کو جھولے سے نیچے گرا دیا ہے۔ شیرِ خوار بھی سمجھ گیا کہ اب نانا کی اُمت کو راہِ راست پر لانے کے لئے میری قربانی کا وقت آ گیا ہے۔ اس لئے وہ جھولے میں مچلا اور نیچے گر گیا۔
 فوجِ یزید پر ایٹم بم:

جوہری بہترین اور بیش قیمت نگینوں کو سب سے آخر میں پیش کرتا ہے۔ تجربہ کار مقرر یا مقالہ نگار خاتمہ کلام پر نہایت مختصر الفاظ میں وہ چیز پیش کرتا ہے جسے سننے یا پڑھنے والا ہمیشہ یاد رکھے۔ مظلوم کربلا نے بھی ایسا ہی کیا۔

ایٹم بم صرف ایک انڈے کے برابر ہوتا ہے، لیکن اس چھوٹی سی چیز میں بے پناہ انقلابی طاقت ہوتی ہے۔ مظلوم کربلا دامن کا سایہ کر کے شیرِ خوار کو بلندی کی طرف لے چلے۔ شامی سپاہی جو جنگِ صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کر کے اپنی جانیں بچا چکے تھے وہ سمجھے کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں۔

آپ نے ایک بلندی پر آ کر حضرت علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند فرما کر فوج

یزید سے کہا:

یہ بچہ تین دن سے بھوکا پیاسا ہے۔ پیاس کی وجہ سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اس کی حالت غیر ہو گئی ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ میں اس کے بہانے سے خود پانی پی لوں گا تو لو میں اسے اس جلتی ریت پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آؤ اور اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔

یہ کلمات سن کر فوج یزید میں ہل چل مچ گئی۔ شامی اور کوئی سب ہی کہنے لگے کہ حسینؑ سچ تو کہتے ہیں آخر اس معصوم بچے نے کیا تصور کیا ہے۔ اسے پانی کیوں نہیں دیا جاتا۔ کچھ اپنی بے بسی پر رونے لگے، کچھ نے پانی لانے کا ارادہ کیا۔ کچھ پانی لے کر بڑھے کہ جو بھی ہو ہم اس بچے کو ضرور پانی پلائیں گے۔

فوج کی یہ حالت دیکھ کر عمر ابن سعد پریشان ہو گیا۔ اسنے حرمہ کو حکم دیا ”حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے“ حکم پاتے ہی حرمہ نے اپنے ترکش سے ایک تین بھال کا زہر آلود تیر نکالا اور دوش پر سے کمان اتاری تیر کو چلہ کان میں جوڑ کر نشانہ کوتا کا کہ اس کا ہاتھ تھرا گیا اور تیر زمین پر گر گیا۔ پھر اس نے سنبھل کر زمین پر سے گرے ہوئے تیر کو اٹھا کر چلہ کان میں جوڑا جب تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو کسی نے حرمہ سے بڑھ کر کہا کہ میں تو تجھے بڑا تیر انداز سمجھتا تھا یہ تیری کیا حالت ہے۔ کیا ہاتھ میں رعشہ ہوا ہے؟

حرمہ نے کہا کہ کیا کہوں کیا دیکھ رہا ہوں؟

لوگوں نے پوچھا۔ آخر دیکھ کیا رہا ہے؟

حرمہ نے جواب دیا رسول اللہ کا گلا بچے کے گلو سے ملا ہوا ہے۔ یہ دیکھ رہا ہوں۔ چوتھی بار تیر چلا، علی اصغرؑ کا ننھا سا گلا چھید کر حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ بچہ نواسہ رسولؐ کے ہاتھوں میں شہید ہو گیا۔

حرمہ کے تیرنے کیا صرف حضرت علی اصغرؑ کے گلے اور حسینؑ کے بازو کو گھاسل کیا؟ نہیں صرف یہی نہیں بلکہ کچھ اور وہ کیا؟

یہ سیاست حسینی تھی کہ حرمہ کے تین بھال کے زہر آلود تیر نفاق کا گلا چیرتا ہوا یزید کی جعلی خلافت میں دائمی طور پر پیوست ہو گیا۔ خود یزید کی فوج کے ہر سپاہی کے دماغ میں یزید کے ظلم کی قابل نفیس تصویر ایسی گہری کھدی گئی کہ جو کبھی لوح حافظہ سے مٹائی نہیں جاسکتی۔ اس ننھے مجاہد کی شہادت نے نفاق کے قلعہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ایٹم بم کا کام کیا۔

عادل دنیا قیامت تک پوچھتی رہے گی اگر فرزند رسولؐ نے یزید ایسے فاسق اور فاجر کی بیعت سے انکار کیا تھا تو پیا سے شیر خوار کا گلے نازنین زہر آلود تیر کا نشانہ کیوں بنایا گیا؟ کیا یہی اسلام ہے؟ کیا رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد جہاد کے نام سے ایسی دولت مشترکہ اسلامیہ قائم کی تھی کہ جس میں رسولؐ کے پیارے نواسہ یعنی سردار جوانان جنت کے ششماہے شیر خوار کی بیاس تین بھال کے زہر آلود تیر سے بھجانا لازمی ہو۔ یہ کس قسم کا اسلام تھا جو بعد رسولؐ دنیا میں پھیلایا گیا۔

(سید اکبر علی، سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

پانی کی قیمت:

گہرے کنوئیں، بہتے دریا، چمکتی نہریں اور گرتے ہوئے آبشار عام ہیں۔ انسان، حیوان، چرند، پرند، جس کا جی چاہے پانی پئے اور پلائے۔ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی، پارسی ہو یا یہودی، کرہ ارض کے ہر ذمی روح کے لئے پانی کی نعمت بغیر کسی خصوصیت کے موجود ہے۔ دریا ملک ہوتے ہیں لیکن اس کا پانی ملک نہیں

ہوتا۔ پیاسے پر پانی بند کر دینے کا کسی مذہب کسی حکومت اور کسی قانون کو حق نہیں ہے۔ نہ ایک گلاس پانی اٹھتی ہوئی موجوں کو بٹھا سکتا ہے۔ نہ ایک جام سے دریا کی روانی کم ہو سکتی ہے۔

تاریخ دنیا کی ہر گرانی میں پانی سستارہا۔ ہر کال میں پانی بغیر قیمت فروخت ہوا، جن مقامات پر پانی نایاب ہوتا ہے۔ وہاں بھی پانی کی قیمت کہہ کر دام لیتے ہوئے دنیا شرم کرتی ہے۔ ہندو کی پیاس مسلمان اور مسلمان کی پیاس ہندو نہیں دیکھ سکتا، غربت اور مفلسی رویہ مانگنے میں انسانیت کا ہاتھ روک دیتی ہے۔ تیسرے فائدے کے بعد بھی روٹی طلب کرنے میں انسانیت کو حجاب آ جاتا ہے۔ لیکن پیاس کا بھڑکا ہوا شعلہ اور سوکھا ہوا حلق، ہر انسان کو پانی پلانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ نہ قدرت نے پانی نایاب کیا ہے نہ فطرت نے مہنگا خریدا ہے۔ غیر ضروری ایسا کہ زمین سے کئی گناہ زیادہ اور ضروری اتنا کہ ہر ذی حیات کی حیات کے لئے لازم، غرض کہ پانی وجودِ عالم کی بنیاد ہے اور شاید حشر کا پیش خیمہ بھی ہو جائے۔

چل انسان چل! تیرہ سو سال پہلے تجھے جنگل میں لے چلیں، جہاں ”پانی“ انسانی جانوں کی قیمت پر فروخت ہو رہا ہے۔ جانیں جا رہی ہیں لیکن پھر بھی پانی نہیں ملتا، آفتاب کی گہری شعاعیں ذروں کو توڑ کر انسانی جسموں تک گرمی پہنچا رہی ہیں، صبر کا رحم اڑ رہا ہے، سچائی کے قدم گرے ہوئے ہیں۔ ۷۲ لگا ہیں ۷۲ ہزار سے نکل رہی ہیں۔ ہمت کی صف آراستہ ہے۔ عزم کے علم کھلے ہیں، ثبات قلب فولاد کو موم کر رہا ہے، آفتاب جھک رہا ہے، کمر ٹوٹ رہی ہے، مظلوم کا سرکٹ جانے پر آمادہ ہے۔ مگر ظلم و استبداد کے سامنے جھک جانے پر تیار نہیں ہے۔

لڑائی تو چاند کی دسویں کو ہوگی مگر پانی ساتویں تاریخ سے بند کر دیا گیا ہے، دریا

اگرچہ ڈبڈائی ہوئی آنکھ کی طرح چمک رہا ہے اور سطح آب سانپ کے پیٹ کی طرح جگمگا رہا ہے، لیکن پیاسوں کو ایک قطرہ آب نہیں مل سکتا، واہ رے انصاف! خدا کی عام نعمت پر حیوانیت کا خاص قبضہ؟ بوڑھوں اور جوانوں کے ساتھ عورتوں اور بچوں پر بھی پانی بند؟ ممکن ہے ہزاروں فوجوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ پانی تو صرف ۷۲ سپاہیوں پر بند تھا؟ لیکن چھ ماہ کے بچے نے اس خیال کو دماغ میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔

آفتاب تھر تھراتے ہوئے دل کی طرح بیٹھ رہا ہے۔ آباد ڈیوڑھی پر لو کے جھوٹے بربادی کا اعلان کر رہے ہیں۔ وہ دیکھو انسانیت کی حد نظر پر! سناٹے بھرتے ہوئے تیروں میں، کوزئی ہوئی تلواروں کی بجلیوں میں؛ جھنجھٹائی ہوئی برچیوں میں، تڑپتے ہوئے خنجروں اور لچکتے ہوئے نیزوں میں، ضعیف غریب اور مظلوم باپ اپنے چھ ماہ کے پیاسے بچے کو فطرت کے ہاتھوں سے سنبھالے، انسانیت کے کلیجے سے لگائے امید کے راستہ پر قدم بڑھا رہا ہے۔

انسانو سنو! میرا بچہ پیاسا ہے۔ اس کے ہونٹ خشک ہیں ننھی سی سوکھی زبان سوکھے ہوئے پھول کی پتی کی طرح ہلکی سانس کے سہارے جنبش کر رہی ہے، اس کی ماں کا دودھ تین دن کی بھوک اور پیاس سے خشک ہو چکا ہے جنگ تو مجھ سے ہے، بھلا اس شیر خوار بچے نے کیا کیا؟ اور اگر تم یہ سمجھو کہ باپ اپنے بچے کے نام سے پانی طلب کر رہا ہے اور خود پینا چاہتا ہے تو آؤ، اس بچے کو اپنے ہاتھ سے پانی پلا جاؤ۔

ہوا کا تیز جھونکا سطح سمندر کی بالائی موجوں کو جنبش دیتا ہوا نکل گیا، ایک روشن ستارہ چھتے ہوئے کانٹوں تک اپنے نور کی شعاعیں پہنچا کر ڈوب گیا۔ تقریر کے الفاظ زبان سے دلوں میں اترتے چلے گئے نگاہیں جھپنیں، انسانیت شرمائی، اخلاق نے

ٹھوکے دیئے، فطرت نے آمادہ کیا۔ بلکہ بعض نے تو دبی زبان سے یہ کہہ دیا کہ ”بات تو بالکل ٹھیک ہے بچہ سے اور جنگ سے یا غرض؟“

مگر نہیں دریا کی روانی ظلم کے پہاڑوں سے ٹکرا کر بیٹھ گئی، ارادہ کو استبداد نے کچل دیا۔ حیوانیت نے انسانیت کو دبا دیا فوج کے سردار نے قطع کلام کا حکم دے دیا اور ایک انسانیت کا باغی حیوان کا اندھے سے کمان تار کر آگے بڑھا اور اب جو تین بھال کے تیر کو گھسیٹ کر چھوڑ دیا تو انسانی تصورات کا نپ گئے، سینوں میں دل الٹ پلٹ ہو گئے فطرت کے ہاتھ پاؤں تھر تھرا گئے ظلم ظلم اور تاریخ کا انوکھا ظلم، دنیا کا اکیلا ظلم بنی نوع انسان میں اپنی نوعیت کا پہلا ظلم؟ پانی کے سوال پر تین بھال کا تیر؟ بچے کا نازک حلق، اُبلتا ہوا خون! بے چارگی کا وقت، ناامیدی کی موت، ہمت کا ہنگام، صداقت کی آزمائش، عبرت کا مرقع، انسانیت دانٹوں میں انگلی دبائے دیکھ رہی ہے اور بچہ اپنے باپ کی گود میں ہچکیاں لے لے کر خون اُگل رہا ہے۔ بچہ مر گیا مگر پانی کی قیمت ادا نہ ہوئی یہ کر بلا کا جنگل تھا محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ یزید کی ٹڈی دل فوجوں کا تاریخی ظلم تھا۔ امام حسینؑ کی تقریر تھی، پسر سعد کا حکم تھا۔ حرمہ کا تیر تھا اور چھ ماہ کے علی اصغر کو دردناک شہادت کا منظر، دنیا قیامت تک تاریخ کے ورق الٹتی رہے گی، مگر نہ کر بلا ایسی جنگ مل سکتی ہے۔ نہ حسینؑ جیسا بہادر اور صبر کرنے والا۔ (فضل لکھنوی... سرفراز لکھنوی، جون ۱۹۵۸ء، متاع رہاب نمبر)

فہرست شہدائے کر بلا میں شیر خوار کی جگہ:

کسی مجموعہ کے عقلی امکان پر غور کرنے کے لئے خواہ وہ مجموعہ قانون فطرت کا ہو کسی مشین کا ہو یا واقعات کا ہو۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے کل اجزاء کی ترکیب باہمی

تناسب اور اضافہ اہمیت پر بحیثیت مجموعی بحث کی جائے اور ہر چیز کی اہمیت کو خواہ وہ جز چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو کل کی نسبت سے دیکھا جاوے دوسرے الفاظ میں مشین کے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پرزے اور واقعات کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کڑیوں کو انفرادی حیثیت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ اُن کو اس اضافی اہمیت کے ساتھ دیکھنا چاہئے جو ان کو کل سے حاصل ہے۔ بغیر اس کے حقیقت حال معلوم نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے ایک باریک سے باریک پرزہ یا معمولی سے معمولی کڑی اس اہمیت کے لحاظ سے جو اس کو کل سے حاصل ہے بڑے بڑے پرزوں یا بڑی بڑی زنجیروں کے برابر ہو یا ممکن ہے زائد ہو۔

کارگاہ قوت جس کو نیچر یا فطرت کہتے ہیں خالق کے بنائے ایک مخصوص اور محدود قانون کے تابع ہے۔ اس مجموعہ کی ہر چیز اپنے مقام پر مخصوص اہمیت رکھتی ہے جو کل کی بقا کے لئے ضروری ہے آفتاب بھی اپنا فرض ادا کرتا ہے اور وہ باریک جھللاتا ہوا ستارہ بھی جس کی روشنی کا ہم تک پہنچنا دشوار ہے۔ ہاتھی اپنے مقام پر بزرگ ہو مگر چیونٹی بھی اپنے مقام پر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اگر خداوند عالم نے قرآن پاک میں ایک سورہ الفیل کہنا مناسب سمجھا تو چیونٹی کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرے سورہ کو انمل کر دیا۔ اپنی جسمانی ترکیب کو ملاحظہ فرمائیے۔ ہاتھ اپنی جگہ پر ضروری ہے، پیر اپنی جگہ پر ناگزیر، دو آنکھیں ضروری، کان ضروری، سر ضروری، مگر کل جسم کی حرکت کا انحصار گوشت کے ایک چھوٹے سے ٹوٹھڑے کی پیہم حرکت جس کو دل کہتے ہیں کل بزرگ اعضا اپنی اپنی جگہ پر لیکن اگر دل خاموش ہو جائے تو جسم بیکار، دنیا بیچ، بیگانہ حیات لبریز اب نہ ہاتھ اپنا کام کرتا ہے نہ پیر اپنا کام۔

واقعات کے مجموعہ کی بھی یہی حالت ہے بادی النظر میں کسی واقعہ کی کوئی کڑی

نہایت ہی باریک معلوم ہو مگر حقیقتاً اس واقعہ کے امکان کے لئے ناگزیر ہے۔ واقعہ کر بلا نام ہے ان واقعات کے مجموعہ کا جن کی کڑیوں کا سلسلہ قصیٰ کے عہد تک پہنچتا ہے اور یہ سلسلہ مختلف اقسام اور گونا گوں نوعیت کی کڑیوں کا رہن منت ہے ان کڑیوں کا سلسلہ کچھ ایسا مسلسل ہے کہ جب تک سب کو بحیثیت مجموعی نہ دیکھا جائے۔ واقعہ کر بلا کا سمجھنا دشوار ہے نہ کہ اس پر تنقیدی نظر ڈالی جاوے، رسول اللہ کے ایک ایک ارشاد اور ایک ایک عمل کو فرداً فرداً دیکھنا ہوگا حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے عمل پر خائن نظر ڈالی جائے امام حسینؑ کے ہر ارشاد اور ہر فعل کو سمجھنا چاہئے۔ اس وقت یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ واقعہ سمجھ میں آ جائے۔ اس وقت واقعہ شہادت علی اصغرؑ سے بحث کرنا ہے۔

امام حسینؑ اس اہم کام کی انجام دہی کے لئے جس کے لئے رسول اللہ نے ان کو کمسنی ہی سے منتخب کر لیا تھا چھ برس کے سن سے تیار ہو رہے تھے، تہیہ اور عمل میں تقریباً چوں سال کا فاصلہ ہے۔ اتنی طویل مدت میں عواقب اور جواب پراچھی طرح غور کر لیا ہوگا اور ایک ایسا لائحہ عمل درست کر لیا ہوگا جس میں کسی خامی کا امکان ناممکن ہوگا لہذا حسینؑ کے ہر فعل کو سوچی اور سمجھی ہوئی صورت کے تحت میں سمجھنا ہوگا۔

۱۷ رجب ۶۰ھ کو حسینؑ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ابن عباس، محمد حنیفہ موجود ہیں مگر تعجب ہے کہ نہ تو حسینؑ ان لوگوں کو ساتھ چلنے کا کہتے ہیں نہ وہ لوگ خود ہی ساتھ ہوتے ہیں حسینؑ کسی سوچے اور سمجھے ہوئے اصول کے تحت میں خود فہرست مرتب کرتے ہیں۔ ایک دختر علیل کو گھر میں چھوڑتے ہیں جناب ام المومنینؑ بھی مدینہ ہی میں رہ جاتی ہیں کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جناب ربابؑ بھی حضرت علی اصغرؑ کی کمسنی کا لحاظ کرتے ہوئے مدینہ ہی میں چھوڑ دی جائیں؟ اگر جناب ربابؑ کا ساتھ رہنا ناگزیر تھا تو پھر

عرب کے دستور کے موافق حضرت علی اصغرؑ کو مدینہ میں کسی دائی کی نگرانی میں چھوڑا جا سکتا تھا۔ مگر حسینؑ کا اصرار ہے کہ ربابؑ بھی ہوں اور حضرت علی اصغرؑ بھی ہوں۔

شہدائے کربلا کی فہرست تو روزِ ازل ہی سے بنی ہوئی تھی مگر یہ مختصر سی فوج بیک دفعہ مرتب ہوئی۔ راستہ میں فہرست پوری ہوتی رہی کہیں سے زہیر قینؑ ساتھ ہو گئے جو مقام وہب کے لئے مقرر تھا۔ وہاں وہ شریک فوج ہوئے حبیب ابن مظاہر اور مسلم ابن عویضؑ خط لکھ کر بلائے گئے۔ عقل حیران ہے کہ نہ معلوم کس اصول کو مد نظر رکھ کر حسینؑ نے اپنے بہتر جانثاروں کی فہرست مرتب کی ایک طرف تو اپنی بیعت اٹھا کے جو ساتھ ہیں ان کو چلے جانے کی ترغیب دے رہے ہیں اور دوسری طرف جو موجود نہیں ہیں ان کو دعوت دے رہے ہیں جنگِ کربلا حق کے لئے جنگ تھی اس میں ان لوگوں کی ضرورت نہ تھی، جن میں وحشیانہ جرات ہو اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو حق بین تھے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کو امام رحل الفقہ سے مخاطب کر سکتے تھے اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو قمر بنی ہاشم کے مصداق ہو سکتے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو شبیہ پیغمبرؐ ہو سکتے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کے نزدیک حق پر موت شہد سے زیادہ شیریں ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جو گہوارہ میں رہنے کے سن میں بھی استغاثہ امام کی اہمیت سمجھ سکتے تھے اور استغاثہ کا عملی جواب دے سکتے تھے۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کی خوشی اور رتنا اس میں مضمر تھی کہ وہ نصرت حسینؑ میں اپنی اور اولاد کو خاک و خون میں آغشتہ دیکھیں۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جو باوجود پضعف و ناتوانی محض رضائے الہی کے لئے آہنی طوق و زنجیر پہن سکتے تھے ان عورتوں کی ضرورت تھی جو بقائے دین کی خاطر بے مفتوح و چادر ناتوں پر سوار ہو سکتی ہوں۔ بہر نوع یہ حق بین مجاہد وعدہ گاہ پر پہنچے

صبح عاشور اُفقِ مشرق میں نمودار ہوئی ہونے والے واقعات سے متاثر آفتاب کا پنتا ہوا نکلا اور دنیا کو ایک زرد چادر میں لپیٹ لیا۔ آبِ فرات نے معصوم بچوں کی صدائے العطش سُن کر سر دھنا شروع کیا۔ ایک طرف معرفت آموز مجاہدین نے جان دینے کی ٹھہرائی اور دوسری طرف ”انسان نما حیوان“ نے سیم وزر کی لالچ اور ملک رے کی ہوس میں اپنے حربوں کو پتھر چٹانا شروع کر دیئے۔ ابھی روزانہ کے مشرقی مسافر نے اپنی مقررہ مسافت کے ایک قلیل جزو کو تمام کیا تھا کہ تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ حسینؑ کے جاثرا ایک ایک کر کے نکلے۔ بھوکے تھے اور پیاسے تھے اور حق جو ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا ان کے ارادوں میں استقامت، آزمائشوں میں صبر اور دلوں میں ہمت کی تلقین کر رہا تھا، اے مجاہدین اسلام تم شہید ہوئے مگر وفا کا نام روشن کر گئے، تمہاری لاش پامال کی گئی مگر تم استقامت بالصبر کا سبق دے گئے تمہاری گردنیں تمہارے جسموں سے علیحدہ کر دی گئیں، مگر تمہاری کٹی ہوئی رگوں کی خون افشا تکبیروں سے حق کی آواز آج تک صحنِ عالم میں گونج رہی ہے۔ آج اغیار تک کی محفلوں میں تمہاری شجاعت کا ذکر ہو رہا ہے تمہاری ہمت کی تعریف ہو رہی ہے اور تمہارے صبر کا مرثیہ پڑھا جا رہا ہے۔

عصر کے وقت تک حسینؑ اپنی کل بضاعت لٹا چکے۔ حسینؑ کے خزانہ میں اور لازوال خزانہ میں ایک دُر بے بہارہ گیا تھا جس کو حسینؑ نے مصلحتاً اخیر وقت کے لئے رکھا تھا۔ جب حسینؑ اس تاجِ جری طرح جس کی کل پونجی ختم ہو چکی ہو خیمے میں پہنچے اور اپنے مدینے سے لائے ہوئے خزانہ میں کسی انمول گوہر کی تلاش کرنے لگے۔ حسینؑ کو گہوارہ میں ایک لعل نظر آیا۔ نایابی آب نے اس لعل کو پڑھ رہا تھا مگر آب صداقت پوری طور سے صُودے دے رہا تھا۔ آنکھیں حلقوں میں تھیں اور اغوانی لب

کبود ہو چکے تھے۔ نازک جسم سرد ہو رہا تھا مگر حق بیس بچہ شوق شہادت کے انتظار میں کروٹیں لے رہا تھا۔

حسینؑ نے اپنے شیر خوار بچہ کے ولولوں اور امنگوں کو محسوس کیا۔ بچہ کو ہاتھ پر اٹھایا عباسے سایہ کیا اور مقتل کی جانب لے چلے۔ فرزند ساقی کوثر اور سوال آب!! اور کس سے؟ دشمنوں سے نہیں نہیں۔ سوال آب ایک اتمامِ حجت تھی، حسینؑ نے اپنے قوت دل کو ہاتھوں پر بلند کیا۔ پانی مانگا، نہیں ملا بچہ کی طرف مخاطب ہوئے بیٹا تم بھی تبلیغ کر لو۔ کسن بچہ نے اپنی خشک زبان کو ہونٹوں پر پھیرا کر اپنی بے زبانی کا ثبوت دیا۔ اس گردشِ زبان میں ایک تاریخ ہے تفسیر ہے۔ بسط ہے اجمال ہے۔ مطلب یہ تھا کہ زبان گویا نہیں ہے۔ مگر زبان بے زبانی ہی ہلتی سہی میں آج تبلیغ کے لئے آیا ہوں اگر میری زبان نہیں سن سکتے تو عمل کو دیکھو۔ اگر حق پر نہ ہوتا تو آج تمہارے پاس کیوں اس طرح آتا۔ اس تبلیغ اور معصومانہ انداز کا اثر یہ ہوا کہ دشمن بھی منہ پھیر کر رونے لگے۔

حسینؑ کے نزدیک یہ قربانی اہم تھی، دشمنوں نے بھی اس کو بہت زیادہ اہم سمجھا۔ ایک ششماہہ بچہ جس کی حالت حد درجہ نازک اور سقیم ہو رہی تھی اس کی شہادت کے لئے کس حربہ کی ضرورت نہ تھی وہ خود بخود شہید ہو جاتا مگر عجیب اہتمام ہوا۔ ایک مشہور تیر انداز معین کیا گیا۔ تیرسہ شعبہ رہا کیا گیا۔ بچہ کی گردن مجروح ہوئی مگر اس بچہ کے قتل کی بھی یہ حالت کہ بچہ منقلب ہوا باپ کے چہرے کو دیکھا اور اپنی قربانی کی قبولیت کی وجہ سے مسکرا دیا۔

شہادتِ علی اصغر واقعہ کربلا کی ایک مختصر مگر نہایت ہی اہم اور معنی خیز کڑی ہے اگر اور واقعات تاریخ سے محو بھی کر دیئے جائیں تو صرف شہادتِ علی اصغر بنی امیہ کی

شقاوتِ قلبی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ غالباً واقعہ کربلا پہلا واقعہ ہوا جس میں فہرستِ شہدائے کربلا میں ایک ششماہہ بچہ بھی شامل ہے۔

کربلا کے معرکہ کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ مابین روحانی اور جسمانی طاقت کی ایک جنگ تھی۔ اک طرف وہ کل حربے استعمال ہو رہے تھے جو انسان کی حیوانی فطرت نے ایجاد کیے تھے اور دوسری طرف وہ کل صورتیں عمل میں لائی جا رہی تھیں جو انسان کی صفاتِ ملکوتی ایجاد کر سکتی تھی۔ ایک طرف مادی قوت کا مظاہرہ تھا اور دوسری طرف روحانی طاقت کا مظاہرہ، ایک طرف مجسم حیوانیت تھی اور دوسری طرف مجسم انسانیت ایک طرف انسان کو اپنی مادیت پر ناز تھا اور دوسری طرف انسان کو اپنی روحانی قوت کا تفاخر، اس نقطہ خیال سے شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام کو سمجھنا ہوگا اور اس وقت اس بچے کی شہادت کی حقیقت معلوم ہوگی حسینؑ نے اپنی انتہائی روحانی قوت کا مظاہرہ اس بچہ کو پیش کر کے کیا۔ اس بچہ کی شہادت مسکت ہے، ان لوگوں میں جو واقعہ شہادت میں سیاسی پہلو کو تلاش کرتے ہیں اور اگر اس پر بھی حقیقت واضح نہ ہوئی تو بس یہی کہنا پڑے گا خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غَشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورۃ البقرہ: آیت ۷)

(سید علی خاں... بر فرزند لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاع رباب نمبر)

رازِ شہادتِ معصوم:

خداوندِ عالم اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ
وَالْعَمَلِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ
رَاجِعُونَ (سورۃ البقرہ: آیت ۱۵۵، ۱۵۶)

کہ ہم آزمائیں گے کہ تم کو خوف سے بھوک سے اور نقصان مال اور نفسوں اور پھلوں کے نقصان سے اور تم پر مصیبت وارد کریں گے۔ جو مصیبت کا حق ہے اور خوشخبری دیدو اے رسول ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں کہ ان پر خدا کی رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

کلام باری تعالیٰ عبث نہیں ہو سکتا یہ اس کی شان سے بعید ہے کہ وہ کوئی بات کہے اور اس کا کوئی مقصد محل نہ ہو۔ آیہ مذکورہ کا بھی مرکز و مقصد کوئی نہ کوئی ذات ضرور ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹ جائیے واقعات عالم پر نظر دوڑائیے مظلوم بہت ملیں گے۔ امتحانات صبر بھی مختلف عنوان سے لئے گئے۔ مگر ایسا جامع و مانع مظلوم کہ جس پر یہ سب واردات گزری ہوں اور عنان صبر و اطمینان ہاتھ سے نہ چھوٹی ہو سوائے حسینؑ مظلوم کے کوئی نہ ملے گا۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسولؐ خدا میرے گھر میں تشریف لائے۔ ان کے بعد حسن و حسینؑ بھی آ گئے۔ حضرت نے ایک کو داہنے زانوں پر اور دوسرے کو بائیں زانوں پر بٹھالیا اور بوسے لیتے جاتے تھے اور پیار کرتے تھے کہ اتنے میں جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ آپ حسن و حسینؑ کو بہت دوست رکھتے ہیں اور خدا نے یہ امر معین فرمایا ہے چاہئے کہ آپ اس پر صبر کریں اور وہ یہ کہ آپ کے فرزند حسن زہر دغا سے شہید کئے جائیں گے اور دوسرے فرزند حسینؑ تیغ جفا سے ذبح کئے جائیں گے۔ یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ ہر نبی کی دعا کو قبول کرتا ہے آپ چاہیں تو دعا کریں کہ خداوند عالم ان دونوں کو ان بلاؤں سے نجات دے اور یہ نجات جائیں اور اگر آپ گوارا فرمائیں تو یہ دونوں شہید ہوں اور ان کی شہادت اُمت گناہگار کے لئے قیامت کے دن سبب نجات اور ذخیرہ شفاعت ہو۔ جناب رسالت

مآبؑ نے فرمایا۔ اے جبریل میں حکم خداوندِ عالم پر راضی ہوں۔ میں راضی ہوں اسی میں جس میں تری رضا ہے، میں تیری رضا پسند کرتا ہوں۔ اُمت گناہگار کے لئے میری دعا ذخیرہٴ رحمت ہو شفاعت ہو اور میرے فرزندوں کے بارے میں جو اس کی مشیت ہو۔ جاری ہو جاوے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون گویا صبر فرمایا۔

اس طرح جنگِ موتہ کے بعد لشکرِ اسلام کی واپسی پر جناب رسالت مآبؐ کو شہادتِ جعفر طیارؓ کی خبر ہوئی تو آپؐ بے اختیار رو دیئے اور اتنے میں جناب امیر تشریف لائے اور بدرِ یافت جواب پایا، اے علیؑ صبر کرو۔ خدا تمہارے بھائی جعفرؓ کی مصیبت میں تمہیں اجر عطا فرمائے۔ یہ سن کر جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون اس کے بعد بہت روئے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ سنتِ نبویؐ و سیرتِ آئمہ کے یہ منافی نہیں رہی اور نہ گریہ منافی صبر ہے بلکہ دکھے ہوئے دل کی تڑپ ہے جو عین مقتضائے فطرت ہے۔

مگر ایک موقع اور ہے کہ جہاں انا للہ و انا الیہ راجعون کہا گیا اور وہ موقع ایک تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس موقع پر جملہ امتحانات لئے گئے جن کا تذکرہ آئینہٴ عنوان میں ہے اور مصیبت شدید نازل کی گئی کہ جس سے زیادہ کوئی مصیبت نہیں ہو سکی۔ حسینؑ مظلوم کا امتحان خوف سے بھی لیا گیا۔ حرمتِ حرم و حفاظتِ خیام ہر وقت مدِ نظر رہی اور اسی پیشِ نبی کی بنا پر خندق کھدوا کر آگ روشن کرائی گئی پیاس کا یہ عالم تھا کہ علی اکبرؑ نے جب میدانِ جنگ سے واپس آ کر پیاس کی شکایت کی اور پانی طلب کیا تو امامؑ نے ان کے منہ میں اپنی زبان دے دی۔ جو وہ خشک چڑے سے زیادہ خشک تھی۔ پھلوں کے نقصان سے حسبِ صراحت حضرت علی اکبرؑ کی شہادت مراد ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ششماہہ علی اصغرؑ کی شہادت کی کیوں

ضرورت باقی رہی مگر آیہ کا اگلا کلمہ بتلاتا ہے کہ ابھی مصیبت کی درجہ امتحان تک تکمیل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اس مصیبت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مزید قربانی اور فدیہ زاہد کی ضرورت تھی تا کہ مصیبت پر پوری پوری رضا مندی اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ وہ جاثمہ اُف نہ کرے اور مشیت ایزدی پر پوری پوری رضا مندی اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ وہ وقت آیا سب یار و انصار کام آچکے عباسؑ دلاور کمر توڑ گئے اور دریا کی ریتی کو بسا یا علی اکبرؑ کے جگر سے برچھی کی انی پار ہو چکی، نتیجہ میں بصارت زائل ہو گئی۔ یکس باپ بیٹے کی لاش کو ڈھونڈ رہا ہے اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ قاسم گل پیر ہن بھی پامال سم اسپاں ہو چکے۔ حبیب ابن مظاہرؑ زیر قین، مسلم عوجہ، جیسے رفیقانِ جاں نثار ایک ایک کر کے اپنی جانیں فدا کر چکے۔ حسینؑ اور میدانِ جنگ یکہ و تنہا ہل من ناصر ینصرنا کی صدا بلند کی جا رہی ہے۔ فرض شناس شیر خوار اس یشاق سے باخبر معلوم ہوتا ہے۔ جو شہادت کے بارے میں لیا جا چکا ہے۔ لہذا یہ کیسے گوارا ہوتا کہ وہ یشاق پورا نہ ہوتا۔ لہذا صدائے استغاثہ سن کر جھولے میں بے تاب ہو جاتے ہیں بے زبان میں بولنے کی قدرت نہیں ہے لہذا اعضا و جوارح کی جرأت سے بے زبانِ حال لبیک کہا جاتا ہے جھولے میں ترپ رہے ہیں کرب و بے چینی کی حالت میں بظاہر پیاس کی شدت کی حالت کرب پیدا کر دیتی ہے اور یہ بے باطنِ جوشِ آخرت و شہادت کے پیرایہ میں لبیک کہلوا رہا ہے۔ اہلِ حرم نے یہ حالت دیکھ کر امامؑ کو اطلاع کی۔ امامؑ آئے گود میں لیا، تمازت آفتاب سے بچانے کے لئے سفید چادر سے ڈھانپ لیا۔ اس شان سے لئے ہوئے لشکرِ اعدا کی طرف بڑھے۔ ادھر دشمنوں نے سمجھا کہ نعوذ باللہ حسینؑ عاجز آ کر قرآن کو ہاتھوں پر لئے ہوئے پناہ مانگنے آ رہے ہیں۔ یہ قرآن صامت نہ تھا قرآن ناطق

کا پارہ جگر تھا۔ امام فوج کے قریب آئے، چہرے سے کپڑا ہٹایا اور دشمنوں سے خطاب فرمایا۔ اے لوگو! اگر میں خطا وار ہوں تو یہ معصوم بچہ تو خطا وار نہیں ہے۔ کھٹنوں نہیں چل سکتا۔ چہ جائے کہ میدان جنگ میں جہاد سیف و سنان کے لئے جاسکے۔ اگر اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو تو اس کی زندگی بچ جائے گی اس سے تو یہ بھی اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ پانی پی کر تازہ دم ہو جائے اور جہاد بالسیف کر سکے۔ اس معصوم نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھرا کر زبان حال سے کلام امام کی تائید کی۔ یہ عالم دیکھ کر فوج ملائین میں ایک تلاطم کی سی کیفیت برپا ہو گئی اور یہ حالت دیکھ کر عمر سعد نے حرمہ ملعون سے کہا کہ امام کا کلام قطع کر دے۔ تعمیلاً اس نے تیرہ شعبہ کمان سے رہا کیا۔ گلوئے نازک اور بازوئے شبیر ترازو ہو گئے۔ دودھ کی بوندیں ہونٹوں پر آ گئیں اور مسکراہٹ کھیلنے لگی گویا مقصد حاصل ہوا اور اس خوشی میں منصب پورا ہوا۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی ایک طرف کلام الہی کی تصدیق ہو گئی اور دوسری طرف میثاق طفلی سے عہدہ برا ہوئے۔ امام نے تیر کھینچا اور خون چلو میں لے کر فرمایا۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

امام کا معمول اس وقت تک یہی تھا کہ لاشیں خیام میں پہنچا دیتے تھے۔ البتہ حضرت عباسؓ کی لاش کو نہیں لاسکے تھے۔ اب اصغرؓ کی میت خیام کی طرف لے کر چلے۔ مگر ایک تکلیف دہ خیال مانع ہوا کہ رباب کیا کہیں گی۔ واپس ہوئے سات مرتبہ آگے بڑھے اور پیچھے ہٹے۔ اور کلمہ استرجاع یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ راجِعون رضاً بقضائہ و تسلیماً لامرہ زبان پر جاری تھا۔ اسی طرح امتحان کا آخری مرحلہ بھی طے ہوا۔ نقش پہلے ہی مہیتائے شہادت تھا۔ امام امتحان میں پاس

ہوئے اور سند خود فلاح کے مستحق قرار پائے ماحصل کلام یہ ہے کہ اصغر معصوم کی شہادت نے تکمیل مصیبت عظمیٰ سرانجام دی اور اس سے زیادہ مصیبت ممکن نہ تھی اس انتہائی مصیبت پر بھی امامؑ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور راضی برضار ہے اور اصغر معصومؑ نے بھی پوری فرض شناسی کا ثبوت دیا اور ظاہر کر دیا کہ امام جنت برحق ہے اور اگر امامؑ نصرت کے لئے طلب کریں تو ہر صاحب ہوش کا فرض ہے کہ سمعنا و طاعتا کہتا ہوا شریک جہاد ہو ہر سننے والے پر شرکت اور اعانت فرض ہو جاتی ہے۔ مانا کہ نابالغ سے جہاد ساقط ہے مگر ہر کلیہ کے لئے استثنیٰ بھی ہے جس کو امامؑ ہی سمجھ سکتا ہے۔ اسی بنا پر امامؑ نے انتخاب بھی کیا اور رخصت بھی کیا۔ حقیقت ہے کہ صغریٰ تیری شہادت نے عالم مظلومیت میں تہلکہ مچا دیا اور تیری شہادت بجائے خود ایک تبلیغ کا دفتر ہے جس نے ظلم کے پرچے اُڑا دیئے اور مظلومیت کا سکہ بٹھا دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر تیری شہادت نہ ہوتی تو مرتبہ شہادت حسینی کی تکمیل نہ ہوتی۔ تیری شہادت کا راز معراج شہادت حسینی ہے۔ و ما توفیقی الا باللہ۔

(سید محمد امیر۔ بر فراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء۔ متاع رباب نمبر)

انسانی ہدایت کا ایک جھلکنا تا چراغ:

جوان بچے آنکھوں کے سامنے خون میں تڑپ چکے، لیلیٰ کا حسین گیسوؤں والا، جناب ثانی زہرا کا ناز پروردہ خاک و خون میں لوٹ چکا، اُم فروہ کا قاسم سا شہزادہ پامال ہو چکا، جناب زینبؑ کے پیارے آنکھوں کے تارے ناز پروردہ عوٹ و محمدؐ اپنے ماموں جان پر قربان ہو چکے، مگر یہ سب مردان مجاہد میدان میں آ کر، تلوار چلا کر اور دارِ شجاعت دے کر دُنیا سے سد ہارے، مگر ایک ننھا مجاہد جس کے ہاتھوں میں ابھی

ایک چھوٹی سی چھری بھی اٹھانے کی سکت نہیں، چھ مہینے کی جان ہے، وہ بھی تین روز سے بے آب و شیر ہے، وہ پھول سا بچہ کمایا ہوا گہوارے میں پڑا ہے۔ اللہ اللہ شوق شہادت دیکھو، جذبہ جاں نثاری ملاحظہ کرو، مدینہ میں صغراً سی، بہن کی گود کو چھوڑا، کربلا کی بتی زین پر آیا، گہوارہ میں بھی آرام سے نہ رہ سکا، استغاثہ امام کا مننا تھا کہ شوق شہادت سے اپنے کو گہوارے سے زمین پر گرا دیا، زبان نہیں ہے مگر عمل سے جذبہ جانثاری کا اس طرح اظہار۔

جہاد فی سبیل اللہ میں اصغر کو چھوٹا نہ سمجھو:

کربلا کی تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ حسین اور حسین کے ساتھی، خواہ اس میں چھوٹا ہو کہ بڑا، خواہ بوڑھا ہو کہ ادھیڑ حبیب ابن مظاہر سے لے کر جناب قاسم عوٹ و محمد تک سب کے سب یکساں طور پر جاں بازی فداکاری میں بے مثال تھے۔ بالخصوص حسین کے اقربا شجاعت و ظہور میں تو اپنا نظیر ہی نہ رکھتے تھے، غرض کہ ان میں کا ہر ایک عزم و استقلال کا ایک پہاڑ تھا، حمایت و حفاظت اسلام کا ایک ہمالے تھا، یہ تمام صفات علی ابن ابی طالب کے عقیل و جعفر کے ورثہ سے ان کو ملی تھیں، یہ وہ مستحکم و استوار ایمان کے منارے تھے کہ شام و کوفہ کا نڈی دل لشکر بھی جگہ سے ہلا نہ سکا ان لاکھوں دشمنوں کا زبردست طوفان ان کے قدموں کو اکھاڑ نہ سکا۔ ظلم و جور کے ریلے پر ریلے آئے مگر ان کو اپنی جگہ سے ہٹانہ سکے۔

یہ وہ مجاہدین اسلام تھے جن میں پہاڑوں کی جیسی استقامت، ہمالے جیسی شہامت، سمندروں جیسا جوش، فولاد جیسا استحکام تھا۔ آفتاب کی جیسی حرارت مہتاب کی مانند لطافت تھی۔ یہ لوگ بیک وقت میدان جنگ میں مروان مجاہد، حریت خواہوں

میں داعی انقلاب، محراب عبادت میں عابدانِ شب زندہ دار، ممبروں پر خطیب بھی ادیا میں ادیب بھی، مدیر بھی، مفکر بھی حافظ قرآن بھی، قاری قرآن بھی، علم بھی، عمل بھی، سیاست سے واقف بھی، صدق و صفا کے امین بھی، سراپا مومن بھی ایمان پرور بھی، آدمیت کی جان بھی انسانیت کی روح رواں بھی، گویا ان میں کا ہر ایک پیکرِ علم و عمل تھا۔ خلق و مروت، شجاعت و صولت، ایثار و نفس، شرم و حیا سرفروشی، نفس کشی میں اپنا آپ جواب تھا، کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر چند ساعتوں میں دشمنوں کے گھٹا ٹوپ بادلوں میں بجلی کی طرح کوند کوند کر جوہر دکھا گئے اور ساری دنیا کو قیامت تک کے لئے عزم و عمل کا سبق دیتے گئے گو وہ آج نہیں رہے مگر اس زمین کے طول و عرض کے گوشہ گوشہ میں اپنے غم کی یاد تازہ کرتے گئے۔ ہم کو بتلاؤ اور سچ بتلاؤ اور تاریخ اسلام بلکہ تاریخِ عالم کا جائزہ لے کر بتلاؤ کہ کربلا کے سوا اور کوئی واقعہ بھی از آدم تا ایہدم ایسا رونما ہوا جو ہر انسانی شعبہ زندگی کا درس دے سکے اس شان و اولوالعزمی سے عزم و عمل کی تلقین کر سکے، غور تو کرو ہے کوئی ایسا واقعہ جس کے ذکر میں روحانی لذت ایمانی حلاوت، جس کی یاد میں انسانی کردار کی وجاہت اخلاق کی تازگی، حلم و مروت کی پرورش ایثار و نفس کشی کی جھلک نظر آ رہی ہو، سب سے بڑھ کر ان کے ذکر و اذکار میں ایمان تازہ ہوتا ہے۔ رسالت اور امامت کی اہمیت روشن ہوتی ہے توحید کے حقائق نمایاں ہوتے ہیں، اسلام کے کارنامے سامنے آتے ہیں۔ حق و صداقت آئینہ ہوتی ہے۔ کفر و ضلالت کا پول کھلتا ہے۔ انسان میں عملی جوش پیدا ہوتا ہے ایمان استوار ہوتا ہے اب آئیے ذرا اس ننھے بچہ کو بھی دیکھتے چلیں، جو نظرِ ظاہر میں بے شک وہ ایک بچہ ہے۔ اس کا عزم و استقلال اس سن میں بڑے بڑے جواں مردوں سے بلند تر ہے، اس کا شوق شہادت بڑے بڑے سرفروشنوں میں ایک امتیازی خصوصیت

رکھتا ہے، تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ میدان کربلا میں کسی شہید کے بارے میں کوئی غیر معمولی ارکانِ عالم میں تغیر نہیں پیدا ہوا۔ امام کی شہادت یا اس معصوم کی شہادت کے بعد تین غیر معمولی حالات رونما ہوئے، ایک تو خود امام سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ امام اس بچہ کی شہادت کے بعد اس معصوم کی نعش کو گلے سے لگائے متروسات مرتبہ خیام کی جانب بڑھے ہیں۔ پھر یہ کہتے واپس ہوئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ رضا بقضائہ و تسلیم لا مرہ

اس دردناک اور روح فرسا عالم کو دیکھ کر عالم بالا کے ارکان میں تزلزل پیدا ہوتا ہے، ندائے غیب آئی اے حسین تمہارے صبر کی انتہا ہو گئی۔ اب اس بچہ کو سپرد خاک کر دو ورنہ خدا جانے کیا ہو جائے۔ دوسری صورت اسی موقع کی یہ ہے کہ صاحب اسرار شہادۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہی وہ وقت تھا کہ سورج بھی گہنا گیا تھا، ملائکہ میں اک شورِ تلاطم برپا تھا۔ ارکانِ عالم میں ایک ہجمن تھا، قریب تھا کہ قبل از وقت اذا السماء انفطت کا ہنگامہ برپا ہو جائے۔

تیسرا امرِ عظیم یہ تھا کہ جب امام نے اس معصوم کے گلوئے نازک سے تیر ستم نکالا ہے تو اس کے ننھے سے گلے سے لہو جاری ہوا ہے ایک چلولیا اور اس کو آسمان کی جانب پھینکا ہے ایک قطرہ واپس نہ آیا، خدا معلوم اس کو علی نے اپنے چہرہ مبارک پر مل لیا، یا جنابِ فاطمہ زہرا نے اپنے چہرے پر ملا، یا خود جنابِ رسولِ خدا نے ملا۔ دوسرا چلو خود امام نے اپنے چہرہ اقدس پر مل لیا، اپنے چہرہ اقدس پر خونِ اصغر کے ملنے نے ہم کو بتایا کہ یقیناً مذکورہ بزرگوں سے کسی نہ کسی ایک نے ضرور خونِ ناحق کو اپنے چہرہ پر ملا ہے۔ جس کی تاسی میں خود امام نے اپنے چہرہ پر بھی مل لیا۔

دیکھا آپ نے اس چھوٹے شہزادے کی شہادت پر کیا کیا حالات رونما ہوئے،

اسی لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اسے چھوٹا نہ کہیے یہ شہید اپنے تمام شہدا میں ایک امتیازی خصوصیت رکھتا ہے۔

امامؑ کے جہاں بڑے سے بڑے جگمگاتے ہوئے چراغ اس استبداد و ظلم کی تیز و تند آندھی میں گل ہو رہے تھے وہیں یہ چھوٹا سادہ پیک بھی اپنی آخری تابانی دکھلاتا ہوا خاموش ہوتا ہے اس کی ظاہری روشنی تو ظاہر میں نگاہوں سے ضرور اوجھل ہوگی مگر اس کے ہمت و استقلال عزم و ثبات کی تیز و تند کرنیں آج عالم کے قلوب میں جلوہ گر ہیں جس کی ایک ایک کرن ایک ایک شعا حق کے ڈھونڈنے والوں کے لئے شمع راہ بنی ہوئی ہے۔

اس کی آخری جھلملاتی ہوئی روشنی نے دنیا کی آنکھیں کھول دیں اور حق و باطل صدق و کذب، ایمان و کفر محبت و شقاوت کی راہوں کو دکھلایا اور بتلادیا کہ دیکھو یہ حق ہے، یہ باطل، یہ سچ ہے یہ جھوٹ، یہ ایمان ہے، یہ کفر یہ محبت ہے، یہ شقاوت اما شا کر او ما کفور۔ (سید شفیق حیدر ضیا... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء۔ مترجع رباب نمبر)

شہادت علی اصغرؑ و اہل بیتؑ کی تارا جی و تباہی:

علی اصغرؑ کی شہادت کا واقعہ اس عظیم الشان واقعہ کا جزو ہے جب حسینؑ اپنے خاندان کے چند رفیقوں کے ساتھ کربلا کے ریگستان میں نہر فرات کے کنارے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور یزید اموی کی فوجوں نے ان کو اپنے حلقہ میں لے کر پانی بند کر دیا تھا اور تیسرے روز گنتی کے ان بہادروں اور یزید کی فوجوں میں جنگ ہوئی حسینی مجاہدین میں بوڑھے بچے جوان ایک ایک کر کے داد شجاعت دیتے ہوئے عزت کی موت مرتے گئے لیکن ان میں سے ہر ایک نے وہ زبردست جنگ کی اور

دشمن کی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ ہر ایک جان باز کا کارنامہ شجاعت ہمیشہ یادگار رہے گا۔

غنیم کی تعداد کی کثرت کا کوئی علاج نہ تھا، آخری موقع پر حسینؑ نے یہ تہیہ کیا کہ اپنے شیر خوار فرزند علی اصغرؑ کو دشمن کی فوجوں کے سامنے پیش کریں اور اُس کی جان بچانے کے لئے دشمن سے تھوڑا پانی طلب کریں۔ اس سوال کا جواب ایک ایسے قاتل تیر سے دیا گیا جس نے اس ننھی سی جان کے گلے کو چھید دیا اور بچہ اپنے مظلوم باپ کی آغوش میں تڑپ کر ختم ہو گیا۔

زوالِ آفتاب کے بعد جب کہ سائے دراز ہونے لگے یہ عجیب جنگ ختم ہو گئی۔ با عزت باپ کا باعزت فرزند حسینؑ بن علیؑ خود بھی عزت کی موت سے ہمکنار ہوا اور دشمن کو قابلِ نفرین فتح حاصل ہوئی۔ لاوارث خواتین اور صغیر بن بچے قید کر لئے گئے اور ان کی تمام مملوکت لوٹی کھسوٹی گئیں حتیٰ کہ باعزت خواتین کے سروں کی چادریں تک بھی چھین لی گئیں اور ادنیٰ سے چیز یعنی بھیڑ کی کھال جو حسینؑ کے ایک نوجوان فرزند علی زین العابدینؑ کا بسترِ علالت تھی۔ دشمنوں کی دست برد سے محفوظ نہ رہی۔ بچوں کے گوشوارے اس بے دردی کے ساتھ کھینچے گئے کہ بچوں کے کانوں سے خون بہنے لگا۔ اس تمام ظلم و ستم کے بعد حسینؑ اور ان کے رفقاء کے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔

اس عظیم سانحہ کے تیسرے روز ان قابلِ نفرت فاتحوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے بعد کوفہ کی طرف کوچ کیا تاکہ ان باعزت قیدیوں کو کوفہ کے گورنر عبید اللہ کے سامنے پیش کیا جائے قیدی اونٹوں کی برہنہ پشت پر بٹھائے گئے جو پلٹ پلٹ کر اپنے عزیز ترین رشتہ داروں، وارثوں، بھائیوں اور بیٹوں کی خون آلودہ لاشوں کو مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے جن کو وہ گرم ریتی پر چھوڑے جا رہے تھے۔ یتیم

بچوں کے نالہ و فریاد سے دل ہلے جاتے تھے اور آسمان کا نپتا معلوم ہوتا تھا۔ کوفہ میں گورنر کے سامنے حاضری دینے کے بعد یہ قافلہ دمشق کے لئے روانہ کیا گیا تا کہ شہداء کے کٹے ہوئے سروں کو امیر شام یزید کے حضور میں پیش کیا جائے اس پورے سفر میں حسینؑ کی بہن زینب اپنے شہید بھائی کے قاتل مقام کی حیثیت سے ان قیدیوں کی سرداری کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ یہ باعزت خاتون علیؑ کی دختر تھیں جنہوں نے بازار کوفہ میں پشت ناقہ سے تماشاویوں کے مجمع کو سناٹے ہوئے، دارالامارہ میں گورنر کو خطاب کرتے ہوئے اور دمشق کے شاہی محل میں خود خلیفہ کو مخاطب کر کے نہایت زبردست اور یادگار تقریریں کیں۔ ظالموں نے کسن بچوں تک کو معاف نہیں کیا۔ اُن کو اسی طرح رسیوں میں باندھا گیا تھا کہ اُن کے گلے اُن کی ماؤں اور پھوپھیوں کے بازوؤں سے بندھے تھے اور مخصوص علیؑ بن حسینؑ زین العابدینؑ کو باوجود اُن کی سخت علالت کے سر سے پیر تک لوہے میں جکڑا گیا تھا۔

کربلا کی ان بے مثال ہستیوں نے اعلیٰ اصول کے لئے اپنی اپنی اولاد اپنے اقربا اور ساتھیوں کی جانوں کو قربانی کے لئے پیش کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا اور اس لئے اگر تمام مشرقی ممالک کربلا کے سانحہ پر آج تک آنسو بہاتے ہیں تو ذرا بھی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جس شخص کے دل میں احساس کا تھوڑا سا مادہ بھی ہو وہ اس شریفانہ اور پاکیزہ اقدام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کربلا کا نام سنتے ہی جہاں حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کی اعلیٰ شجاعت اور بے نظیر قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے وہاں معصوم بچوں کی پانی پانی کی چیخ و پکار اور باعزت خواتین کی نالہ و فریاد کی صدائیں بھی کانوں میں گونج اُٹھتی ہیں۔

کر بلا کاریتلا میدان تاریخ اسلام کی تاریک ترین ساعتوں کو یاد دلاتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تاریک گھڑیاں بلند ترین اخلاق و کردار کی عظیم الشان بنیاد بن گئی ہیں۔ کر بلا کے ہیرو اپنی اعلیٰ شجاعت اپنے پاکیزہ اصول اپنے غیر متزلزل عقیدے اور اپنی عظیم الشان مثال کے ذریعہ سے انسانی قلب و دماغ میں بلند ترین جذبہ شرافت کو حرکت دیتے رہیں گے اور اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیشہ منفرد مقام پر نظر آئیں گے۔ (ایگزیکٹو رکنل کتاب ”معصوموں کا ستارہ“ کے مقدمہ کا اقتباس)

jabir.abbas@yahoo.com

مولانا سید اسد علی

شیر خوار مجاہد

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں اس شیر خوار کی شہادت کے واقعہ ہائیکہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ حسینؑ کے اقارب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے، صرف حضورؐ اور مخدرات عصمت و طہارت باقی رہ گئے تو آپؐ نے با آواز بلند فرمایا کہ کیا کوئی حرم رسولؐ سے مصائب کو دور کرنے والا رہ گیا ہے؟ کیا کوئی خوفِ خدا کرنے والا باقی ہے، کیا کوئی فریادرس ہے جو رضائے خدا کے لئے ہماری فریادری کرے۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ عورتوں نے فریاد شروع کی، حضرت سُن کر خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹے علیؑ کو لاؤ تاکہ اُس کو وداع کر لوں اہل حرم نے لا کر اس جاں بلب شہزادے کو پیش کیا۔ امامؑ نے نو نہال کو پیار کرنا شروع کیا، فرماتے جاتے تھے۔ ”یہ قوم خدا کے عذاب کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے کردار سے تیرے جد جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دشمن بنالیا۔ شیر خوار گود میں تھا کہ حرمہ بن کاہل اسدی نے اس کو اپنے تیر ظلم کا نشانہ بنایا اور وہ معصوم امامؑ کی گود میں دُج ہو گیا۔ آپؑ نے خلق کے نیچے چلو لگا دیا جب وہ بھر گیا تو آسمان کی جانب روانہ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ ان تمام مصائب کی منزلوں سے گزرنا میرے لئے آسان ہے۔ خدا ان حالات کا شاہد ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو خون امامؑ نے آسمان کی طرف بھیجا تھا اس میں سے ایک قطرہ بھی زمین کی

جانب واپس نہیں آیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ”بارِ الہ میرا یہ ہدیہ ناقہ صالح سے کم نہ ہوگا۔“ پروردگار اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح ظاہری عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ لینا۔“

علامہ مجلسی نے دوسری روایت یہ لکھی ہے کہ بعض کتابوں میں یہ ہے کہ امام نے جب اپنے بہتر ساتھیوں کو میدانِ جنگ میں شہادت کی نیند سوتے دیکھا تو خیمہ اہلِ حرم کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے سیکینہ، اے زینب، اے اُمّ کلثوم، تم سب کو میرا آخری سلام پہنچے تو جناب سیکینہ نے عرض کیا بابا کیا بالکل مرنے کو تیار ہو گئے، بے کس نے جواب میں فرمایا کہ جس کا کوئی مددگار نہ رہ گیا ہو وہ غریب کیونکر مرنے پر کمر بستہ نہ ہو، اس جواب کے بعد سیکینہ نے فرمایا اچھا ہم لوگوں کو ہمارے جد کے حرم تک پہنچا دیجئے، حضرت نے پیاری صاحبزادی کو جواب دیا کہ بیٹا یہ کہاں ممکن، اس جواب پر حرم میں فریاد کا شور بلند ہوا۔ حسینؑ نے سب کو خاموش کیا اور کہا کہ عبداللہ کو لاؤ تاکہ اس شیر خوار کو رخصت کر لوں، وہ بچہ لا کر دیا گیا ابھی وہ گود ہی میں تھا کہ تیر آ کر لگا جس نے اس معصوم کو ذبح کر دیا۔

علامہ مجلسی اس کے بعد تیسری روایت اسی دردناک واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں جس میں سلسلہ روایت حمید بن مسلم تک پہنچتا ہے کہ اُس نے بیان کیا کہ امامؑ نے اپنے فرزند کو طلب کیا اور گود میں بٹھایا تو عقبہ بن بشر نے اس معصوم کو تیر مارا جس سے وہ ذبح ہو گیا۔

علامہ مجلسی چوتھی روایت بیان فرماتے ہیں جس کے راوی محمد بن الحسین الاشعری ہیں ان کا سلسلہ کسی اس شخص تک پہنچتا ہے جو موقع پر موجود تھا، اُس میں یہ ہے کہ امامؑ کے ساتھ ان کا ایک کم سن بچہ تھا، اس میں بچہ کو طلب کرنے، گود میں لینے، وداع

کرنے، بوسہ دینے کا ذکر نہیں ہے تو ایک تیر آیا جو حلقوم پر پڑا۔ حضرت نے زخم سے خون لے لے کر آسمان کی طرف پھینکنا شروع کیا جس میں سے کچھ بھی واپس نہیں ہوا اس وقت امامؑ نے فرمایا کہ یہ ہدیہ بچہ ناقہ صالح سے کم رتبہ نہ ہوگا۔

پانچویں روایت علامہ مجلسیؒ نے ”احتجاج“ سے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضرت تنہا رہ گئے بس امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور شیر خوار فرزند جس کا نام عبداللہ تھا، تو حضورؐ نہ بچہ کو وداع کرنے کی غرض سے گود میں لیا، اچانک تیر آیا اور حلقوم پر پڑا جس نے اس محصومؑ کا کام تمام کر دیا۔

اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ امامؑ رہوار سے اترے اور بچے کے لئے تلوار کے غلاف سے قبر کھودی اور اس کو خون میں اغشتہ کر کے دفن کر دیا اور اس کے بعد جھپٹ کر کھڑے ہو گئے اور اشعار پڑھتے ہوئے قتال کے لئے بڑھ گئے۔ فرماتے ہیں یہ قوم کفر ہی کی طرف مائل ہے اور خدائے دو جہاں کے ثواب سے روگرداں ہے۔ اسی قوم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کیا، اس کے بعد امام حسن کو جو ماں باپ دونوں کی طرف سے کریم و نجیب تھے۔ دیرینہ حسد و نفاق نے آج ان کو مجھ سے جنگ کرنے کے لئے یہاں جمع کر دیا۔“ کس قدر یہ قوم کمینی ہے جس نے اہل حریم کے لئے لشکر تیار کر دیا۔ اس کے بعد لحدوں کو خوش کرنے کے لئے میری نسل کے درپے ہو گئے۔ کافر نسل عبید اللہ کے لئے میرا خون بہانے کو تیار ہیں، خدا سے نہیں ڈرتے۔ پسر سعد نے میری طرف تیر جنگ رہا کیا جس کے بعد سارے لشکر نے تیروں کا مینہ برسا دیا، حالانکہ میں نے کوئی خطا نہیں کی تھی، جس کی جزا مجھ کو دی گئی۔ میرا قصور اتنا تھا کہ اشرف مخلوق نبیؐ و علیؑ کا فرزند ہوں۔ میرے باپ مردوں میں منتخب اور میری ماں عورتوں میں۔ عالم میں کس کے جد میرے جد کے ایسے ہیں

اور کس کے باپ میرے باپ جیسے ہیں۔ فاطمہؓ زہرا میری مادر گرامی ہیں اور میرا باپ علیؑ وہ ہے جس نے بدر و حنین میں کفر کی کمرچوڑ کر ڈالی۔ جو اُس کم سنی کے دور میں ایک خدا کی پرستش کرتا تھا۔ جب قریش پتھر کے بتوں کو معبود بنائے ہوئے تھے۔ جب لات و عزلی کی پرستش ہوتی تھی تو علیؑ قبلہ رخ نماز پڑھتے تھے۔ میرا باپ آفتاب ہے، میری ماں مہتاب ہے اور میں ان کے درمیان کا روشن ستارہ ہوں۔ جس کے اُحد کے کارناموں کے گھاؤ ابھی کلیجوں میں باقی ہیں۔ احزاب اور فتح مکہ کی ناکامیاں دلوں پر نقش ہیں۔ نبیؑ و علیؑ کی عزت کے ساتھ خبیث اُمت نے کیا برتاؤ کیا۔ اس کے بعد اس قوم یزیدی کے سامنے تلوار کھینچے ہوئے زندگی سے الوداع مرنے کے لئے عزم کئے ہوئے رک کر فرمایا۔ میں نسل ہاشم کی پاکیزہ ہستی ”علیؑ“ کا لال ہوں اور یہ فخر بہت ہے کسی فخر کے موقع پر۔ میرے جد بزرگوار خدا کے رسولؐ اشرف المخلوق ہیں اور ہم مخلوق کے لئے خدا کے روشن چراغ ہیں۔ میری والدہ ماجدہ فاطمہؓ زہراؓ ہیں اور میرے چچا ”ذوالجناحین“ جعفرؑ ہیں۔ قرآن ہمارے فضائل کے بیان میں اُتر اور ہم ہی وہ ہیں جن کے ذکر خیر سے خلق کو راہِ راست ملی۔ سارے عالم کے لئے ہمارے ہی دامن میں امن ہے۔ حوض کوثر کے مالک ہم ہی ہیں، دوستوں کو سیراب کریں گے کسی میں اس کے انکار کا دم نہیں ہے۔ ہمارا اتباع کرنے والے بہترین انسان ہیں اور ہم سے نفاق رکھنے والے بروز قیامت گھائلے میں رہیں گے۔ اس روایت سے جو کہ احتجاج سے نقل کی گئی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیر لگنے کے وقت امام ذوالجناح پر سوار تھے اور پشتِ رموار پر ہی معصوم شیر خوار کو دودھ فرما رہے تھے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہؑ اور علیؑ اصغرؑ ایک ہی بچے کا نام ہے جو امام حسینؑ کے بیٹے جناب اُم رباب کے بطن سے تھے۔ ان روایات میں فوجِ اشقیا

کے مقابل جانے اور پانی مانگنے کا تذکرہ نہیں ہے۔

مناقب میں علامہ ابن شہر آشوب نے شہدائے اہل بیت کی فہرست میں اولاد امام حسینؑ کے ذیل میں پہلے علی اصغرؑ کا نام درج کیا ہے اور اس کے بعد عبد اللہ کو لکھا ہے کہ وہ آغوش پدر میں ذبح ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی اصغرؑ عبد اللہ کے علاوہ امام کے کوئی فرزند تھے لیکن ان دونوں ناموں کے ذیل میں جو واقعہ لکھا ہے وہ تقریباً ایک ہی ہے۔ جناب علی اصغرؑ کی شہادت بیان فرماتے ہیں کہ جناب علی اکبرؑ کے بعد امامؑ بالکل تنہا رہ گئے، آپ کی گود میں اُس وقت علی اصغرؑ تھے، اس بچہ کو ایک تیر مارا گیا جو حلقوم پر پڑا۔ امامؑ اس کے خون کو گلے سے لے لے کر آسمان کی طرف پھینکتے اور فرماتے تھے۔ خداوند ایہ تیرے نزدیک بچہ ناقہ صالح سے کم نہ قرار پائے۔ عبد اللہ کی شہادت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ عبد اللہ کو آپ کی گود میں ذبح کیا گیا۔ امام حسین علیہ السلام کے فرزند جناب ربابؑ کے بطن سے تھے۔

صاحب نسخ التواریخ نے البتہ اس مقام پر جو تحریر فرمایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونام دو شاہزادوں کے ہیں وہ عبد اللہ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ معتبر کتابوں میں ہے کہ جب علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد ایک بچہ خیمہ سے برآمد ہوا جو اس ہولناک منظر سے سرسیمہ و پریشان تھا۔ جس میں لرزہ تھا جس کی وجہ سے کان کے آویزے لرزاں تھے، خیمہ سے باہر نکل کر خوفزدہ کھڑا تھا اور دانے ہاتھ دیکھ رہا تھا کہ ہانی بن بعیث نے اُس پر حملہ کیا اور گرا دیا۔ علمائے حدیث نے اس کا نام درج نہیں کیا۔ میں نے چھان بین کر کے پتہ لگایا کہ اس کا نام عبد اللہ بن الحسین ہے۔ اس کے بعد جناب علی اصغرؑ کی شہادت کا حال یہ لکھتے ہیں۔ ”علی اصغرؑ“ جو کہ چھ مہینے سے زیادہ عمر کے نہ تھے، بھوک و پیاس کی تکلیف سے رورہے تھے کیونکہ ان کی

مادر گرامی کا پیاس کی شدت کی وجہ سے دودھ خشک ہو چکا تھا۔ امامؑ نے فرمایا میرے بیٹے علیؑ کو میرے سپرد کرو تا کہ اس کو رخصت کر لوں۔ یہ فرما کر گہوارے سے لے کر پیار کیا اور فرمایا کہ خدا کا عذاب ہے اس قوم کے لئے جب اے میرے فرزند تیرے جد امجد اس قوم سے مواخذہ کریں گے۔ یہ فرما کر اس معصومؑ کو لئے تشریف لائے اور دشمنوں کے مقابل کھڑے ہوئے گویا کہ فرما رہے تھے کہ پروردگار میرے خزانہ ایثار میں اس موتی کے بعد کوئی موتی نہیں ہے، چاہتا ہوں کہ اس کو بھی تیری بارگاہ میں پیش کر دوں، اس کے بعد کوفیوں کو خطاب کر کے فرمایا، اے آل ابوسفیان کے پیرو مجھ کو اگر خطا وار سمجھتے ہو تو اس معصوم کو تو قصور وار نہیں کہہ سکتے اس کو پانی پلا دو کہ پانی کی نایابی سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے، کسی سے جواب نہ بن پڑا، حرمہ بن کاہل اسدی نے بچے کی طرف تیر مارا جو کہ حلق پر آ کر پڑا اور توڑ کر نکل گیا، خون فوارہ کی طرح نکلنے لگا۔ امامؑ نے چلو لگا دیا اور جب بھر جاتا تو آسمان کی طرف پھینک دیتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف واپس نہیں آیا۔ امامؑ نے فرمایا ”ان مصائب کی میرے استقبال و ثبات کے سامنے کیا حقیقت ہے، خدا میری قربانی کا شاہد ہے“ اس کے بعد فرمایا ”بار الہا یہ ہدیہ مصلحت نہیں ہے کہ ظاہری کامیابی ہم کو حاصل ہو تو نتیجہ کے لحاظ سے ہم ہی کو کامیاب فرما۔

ابن جوزی کی روایت کی بنا پر اس وقت ہاتفِ نبی کی آواز آئی ”حسینؑ اس کو رکھ دو ہم نے جنت میں اس کے لئے دودھ پلائے والی مقرر کر دی ہے۔

صاحبِ عوالم کی روایت کی بنا پر امامؑ مظلوم نے معصوم کے جسم کو خون سے آغشتہ کیا۔ شرح شافیہ میں ہے کہ گھوڑے سے اترے، نماز پڑھی، تلوار کے غلاف سے قبر

کھودی اور دفن کر دیا۔

صاحب ناخ نے پہلا واقعہ جو جناب عبداللہ کی شہادت کے متعلق بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے یہ فرزند سن رضاعت سے آگے بڑھ چکے تھے اور یہ نصوص و تصریحات کے خلاف ہے۔ روایات میں جو کچھ ہے شیر خوار عبداللہ بن الحسین کے متعلق ہے کیونکہ جناب علی اکبر کے علاوہ اور جو فرزند امام مظلوم کا شہید ہوا ہے وہ شیر خوار تھا۔

دوسری روایت جو جناب علی اصغر کی شہادت کے متعلق لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیر کا نشانہ بننے کے وقت امام شیر خوار کو لئے گھوڑے پر تھے۔

جناب علی اصغر کے قاتل کے نام میں بھی اختلاف نظر آتا ہے۔ طبری نے عقبہ بن بشیر اسدی کی روایت لکھی ہے کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک بار فرمایا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد پر بھی ہمارا ایک خون ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا ”حضور پھر میرا اس میں کیا قصور ہے، بتلائیے تو وہ خون کیا ہے، امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جد مظلوم کے پاس آپ کا کم سن بچہ گود میں تھا اس وقت تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر لگایا جو بچے کے گلے پر پڑا اور وہ بچہ ذبح ہو گیا۔ حسین نے اُس کا خون اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا جب دونوں چلو خون سے سرشار ہو گئے تو آپ نے اُس کو زمین پر بہا دیا پھر فرمایا ”پروردگار اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ لینا۔“

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل بنی اسد کا کوئی شخص تھا۔

”ابصار العین“ میں فاضل سماوی نے طبری کی روایت اتنی ترمیم کے ساتھ درج

کی ہے کہ حضرتؑ نے بچہ کا خون آسمان کی طرف پھینکا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی واپس نہیں ہوا۔ پھر حضرت نے خیمہ کے قریب ہی تلوار کے نیام سے ایک گڑھا قبر کی طرح کا کھودا اور بچہ کو خون بھرے لباس ہی میں اس گڑھے میں دفن کر دیا۔

جناب سید ابن طاووس کی روایت میں کچھ ترمیم اور ہے وہ فرماتے ہیں کہ امامؑ نے بچہ کو اپنی بہن جناب زینب کے ہاتھ سے لیا اور پیار کرنے کو بھٹکے تھے کہ ایک تیر آیا جس سے اس کا گلا چھد گیا۔ آپؑ نے بچہ کو جناب صدیقہ کے ہاتھ میں دیا اور کہا ذرا اسے لئے رہو پھر آپؑ نے تلوار کے نیام سے گڑھا کھودا اور دفن کر دیا۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور علامہ شیخ محمد سادی کا خیال ہے کہ ”کابل“ کی لفظ جو مشہور ہے درست نہیں ہے۔ ”کاہن“ نون کے ساتھ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قاتل عتبہ بن بشر غنوی ہے جیسا کہ بحار کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے لیکن امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ثابت کرتا ہے کہ قاتل قبیلہ بنی اسد کا ہے اور اس قبیلہ میں حرمہ کے سوا کسی اور کے لئے کوئی قول نہیں ہے لہذا یہی قاتل معین ہوا۔ زیارت شہداء میں بھی عبداللہ رضیع پر سلام ہے اور قاتل حرمہ بن کابل اسدی ہے۔ یہاں کتابت کی اشتباہ کی وجہ سے ”کاہن“ کا ”کابل“ ہو گیا ہوگا۔

علامہ سید محسن شامی ”اعیان الشیعہ“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند کی۔ جس کو سُن کر خیمہ سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینب سے فرمایا کہ میرے چھوٹے بچے کو میرے پاس لاؤ کہ میں رخصت کر لوں۔ جناب زینب نے آپ کے فرزند عبداللہ کو جس کی ماں اُم رباب بنت امراء القیس تھیں لا کر دیا۔ حضرتؑ نے بچہ کو لیا اور اپنی گود

میں بٹھلایا اور چاہا کہ بیمار کریں مگر حرمہ بن کابل اسدی نے ایک تیر لگایا جو بچہ کی گردن پر پڑا اور اسے ذبح کر دیا۔ حضرتؑ نے زینب سے فرمایا کہ لو اس کو۔ پھر آپ نے اُس کا خون دونوں ہاتھوں میں لیا جب چلو خون سے بھر گئے تو آسمان کی طرف پھینک دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین پر بہا دیا۔ پھر آپ نے بچہ کی لاش کو اٹھا کر اس جگہ رکھ دیا جہاں دوسرے شہداء کی لاشیں تھیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے تلوار کے نیام سے ایک گڑھا کھودا اور بچہ کو اس کے خون میں آغستہ کر کے اس میں دفن کر دیا۔

شیر خوار کی شہادت کا وزن و اثر

جنگ کا اصول یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ابتداء میں معمولی حربے استعمال کئے جاتے ہیں اور جتنا معرکہ سخت ہوتا جاتا ہے سخت اور سخت تر ہتھیاروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ کیوں؟ دنیا کو یہ دکھلا دینے کے لئے کہ فریق مخالف کو جو بیعت کا طلب گار ہے اسلام و انسانیت سے دُور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ اس کے لئے امامؑ کا زبانی اعلان کافی نہیں ہے۔ کیونکہ کمالات اور نقائص دونوں عام انسانوں کے نزدیک یقین کی حد پر اسی وقت پہنچے ہیں جب ان کے عملی نمونے نگاہوں کے سامنے آجائیں۔ انبیاء کا امتحانی دور سے گزرنایا ان کو قدرت کی طرف سے معجزات کا دیا جانا اس غرض سے تھا کہ خدا کا بھی صرف اعلان انسانوں کے نزدیک یقین کی حد پر اسی وقت پہنچے ہیں جب ان کے عملی نمونے نگاہوں کے سامنے آجائیں۔ انبیاء کا امتحانی دور سے گزرنایا ان کو قدرت کی طرف سے معجزات کا دیا جانا اس غرض سے تھا کہ خدا کا بھی صرف اعلان انسانوں کے یقین

کے لئے کافی نہیں تھا۔ پھر یہ کہ کمالات ہوں یا ناقص شدت اور ضعف کے لامحدود درجات کے ساتھ پائے جاسکتے ہیں تو بغیر عمل کے سامنے آئے ہوئے کسی صادق کی خبر دینے سے اس کو کامل مان لیا جائے یا کسی مستند انسان کے اعلان کی بناء پر کسی فرد یا جماعت کو ناقص اور خبیث تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن کامل کا کمال کس حد تک ہے اور ناقص میں پستی کس درجے کی ہے۔ اس کا فیصلہ بہر حال محتاج ہے کہ عمل سامنے آئے اور عمل اس وقت ہوگا جب عمل کرنے والے کے پاس تمام وہ آلات موجود ہوں جن کے عمل کی تکمیل کے لئے ضرورت ہے۔ رسولؐ نے باطل کے مقابلہ میں مباہلے کے لئے جاتے وقت اس کا پورا انتظام کیا تھا۔ کائنات کی سطح پر پاکیزہ ترین عورت ساتھ لے گئے اور بچوں میں کوئی شیر خوار بچہ خانہ رسولؐ میں نہ تھا، لیکن چھوٹے سے چھوٹے بچوں کو ساتھ لیا۔ حسینؑ کو گود میں لے کر مباہلہ کے میدان میں تشریف لے گئے گویا خاص کر حسینؑ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تم کو بھی اپنا شیر خوار گود میں لے جا کر پیش کرنا ہوگا اور جس طرح میں نے تمام جنگوں کے بعد یہ مرحلہ سر کیا تم کو بھی ساری جنگ کے بعد اپنے شیر خوار کے ذریعہ سے باطل کو شکست دینا کامیاب بنائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ حسینؑ کو روکنے والوں نے نہایت اصرار کے ساتھ عورتوں، بچوں کو ساتھ لے جانے سے روکا، لیکن آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ ان کا قید ہونا ضروری ہے۔

بے شک اگر امام حسینؑ بیعت سے انکار کرنے کے بعد مدینہ ہی میں یا کہیں اور جا کر قربانی کے میدان میں صرف اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتے تو اُس کو وہ اہمیت اور نتیجہ خیزی حاصل نہ ہوتی جو اس صورت میں حاصل ہوئی۔ اس صورت میں حسینؑ کی قربانی اپنی جان کی قربانی ہوتی تو پھر وہ کسی ایسے شہید کی قربانی سے بڑھی ہوئی نہیں سمجھی جاسکتی تھی جس نے کبھی بھی میدان جہاد میں اپنے نفس کی قربانی پیش کی ہو۔

حسینؑ کی قربانی بقول نصاریٰ مسیح یا ستراط کی قربانی کی طرح ہو کر رہ جاتی، ایسے باپ کے بیٹے کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ تھی جو کہتا ہو کہ مجھ کو کوئی پروا نہیں اس کی کہ موت مجھ پر آپڑے یا میں موت پر جا پڑوں۔“

میں موت سے اس سے بھی زیادہ مانوس ہوں جتنا بچہ اپنی ماں کے پستان سے مانوس ہے، جو کہتا ہو ”کہ جسم جب مرنے کے لئے بنے ہی ہیں تو تلوار سے قتل ہو جانا خدا کی راہ میں افضل ہے“ جس کے بچے کہتے ہوں ”ہم جب حق پر ہیں تو موت کی کیا پروا۔“ موت شہد سے شیریں تر ہے، حسینؑ کے لئے یہ کیا بڑی بات ہوتی جب ملک کے ہر بہادر کا اصول زندگی تھام شمشیر کے نیچے دم نکلنا مایہ ناز ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قربانی کو لازوال شخص، لامحدود اثر اور لافانی زندگی اس بات نے دے دی کہ انہوں نے اپنے وابستگان کو راہ حق میں اپنے ہاتھ سے شمار کیا۔

انسان کو اپنی زندگی کتنی ہی عزیز ہو لیکن اولاد سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی اس کے لئے اپنی موت کتنی ہی دشوار ہو لیکن جوان فرزند اور شیر خوار نو نہال کی موت سے زیادہ دشوار نہیں ہوگی حسینؑ کا کمال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے وقت آنے پر بلند ترین مقصد کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کر دی، بلکہ ان کا بلند ترین کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی جان سے زیادہ عزیز قربانیاں خود پیش کیں اور برابر پیش کرتے رہے جب تک کہ اُن کا دامن خالی نہیں ہو گیا۔

اب اگر حسینؑ صرف تنہا چلے آتے اور عزیزوں کو نہ لاتے تو دنیا کہتی کہ بے شک حسینؑ نے صبر و استقلال کا کارنامہ پیش کیا، مظالم کے مقابل ضبط و تحمل سے کام لیا لیکن اپنے ساتھ اگر عزیزوں کو قربان کرنا پڑتا تو شاید اس کا تحمل نہ کر سکتے۔ امام نے عزیزوں کو ساتھ لیا اور اپنے بعد نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے سب کو قربان کیا۔ اگر اولاد

کو نہ لے جاتے تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ یہ منزل درحقیقت نہایت سخت ہوتی ہے۔ عزیزوں کو قربان کر دیا اگر اولاد کو قربان کرنا پڑتا تو شاید ضبط کا پیمانہ چھلک جاتا۔ حسینؑ اولاد کو بھی لے گئے اور عزیزوں میں سب سے پہلے اسی کو پیش کیا۔ عالم حسینؑ کے ذوق قربانی کے بلندی کا مطالعہ کر رہا ہے۔ شہید انسانیت کی انسانیت کی معراج کائنات کے پیش نظر ہے وہ ایک نگاہ سے ایک ہی وقت میں حسینیت کی بلندی اور یزیدیت کی پستی دونوں کا مشاہدہ کر رہی ہے، یہاں تک کہ حسینؑ زینب سے ششما ہے مجاہد کو لے کر برآمد ہوتے ہیں، آخری پیار کر کے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، تیر آتا ہے، نو نہال کی رنگ گردن ٹوٹتی ہے، حسینؑ کے ضبط و تحمل کے کمال کی معراج بشری حد نظر سے باہر ہو جاتی ہے ظلم و مصائب کے آخری نقطہ تک اہل عالم کی نگاہ پہنچ گئی، مگر حسین کی معراج ضبط و استقلال تک پہنچنے سے قبل ہی وہ سپر انداختہ ہو گئی، ظالم کے ظلم کی انتہا ہو گئی، حسینؑ کے غیر محدود صبر و ضبط کی حد نہیں معلوم ہو سکی۔

جنگ کا وہ اصول کہ شروع میں معمولی حربے استعمال کئے جاتے ہیں اور جتنا جتنا معرکہ سخت ہو جاتا ہے۔ زیادہ سنگین اور پُر اثر اسلحے استعمال کئے جاتے ہیں، اس کی بنا پر بظاہر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اصول کی بنا پر واقعہ یوں ہونا چاہئے تھا کہ پہلے علیؑ اصغر قربان کئے جاتے، پھر علیؑ اکبر اور عباسؑ کیونکہ ظاہری حیثیت سے علیؑ اکبر و عباسؑ سنگین اسلحے ہیں، لیکن امام ایسا نہیں کرتے کیونکہ ان کو ظاہری فتح نہیں حاصل کرنا ہے ان کو وہ فتح حاصل کرنی ہے جس کی نمائش میں اللہ ہے اور پھر اس جگہ پر خود متمکن ہونا نہیں ہے، وہ اس تخت پر بیٹھ کر کیا کریں گے جس پر یزید سنانا اہل تک بیٹھ چکا ہو، ان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو دکھلا دیں کہ جس کے ساتھ ہم سے اتحاد عمل اور تعاون کے لئے کہا جاتا ہے وہ اور اس کی جماعت انسانیت سے اتنی دُور ہے کہ اس کے کردار کو دیکھنے

کے بعد ہر مذہب و ملت کا انسان انگشت بدنداں ہو جائے اور گواہی دے کہ مخالف جماعت کو انسانیت سے کوئی علاقہ نہیں۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صرف امام کا قتل ہو جانا اور جوانوں کا قتل ہونا یہاں تک کہ جوان فرزند کا ناکافی ہے اس کے لئے تو دودھ پینے والے مجاہد کی ضرورت ہے تاکہ بھولا ہوا دماغ اور بھٹکتی نظر بھی توجہ کے پہلے ہی لمحہ میں دیکھ لے کہ اس جماعت کو انسانیت سے سروکار نہ تھا اس لئے امام نے اس ہر بے کوسب سے آخر میں استعمال کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حسینؑ خدا کے خلیفہ تھے روئے زمین پر، رحمۃ اللعالمینؑ کے جانشین تھے، عالم میں، لہذا ان کا طریق کار وہی ہوگا جو خدا اور اس کے رسولؐ کا جانشین ہونے کی حیثیت سے اپنے غنود و رحمت کا دامن وسیع رکھتے ہیں۔ حر کو معاف کر دیا اس وقت جبکہ اس کے کئے ہوئے کا نتیجہ حسینؑ کے سامنے سخت ترین صورت میں تھا، اس اقدام میں نہ ٹھکے، نہ ہچکچائے، نہ انکار کیا، نہ کوئی کلمہ ملامت زبان سے نکلا، بس یہ دیکھا کہ سمجھ گیا اور عقل کے فیصلہ پر ضمیر کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کو آ گیا تو حسینؑ کا مقصد حاصل ہو گیا۔ ان کے دل حسینؑ کی طرف سے دشمنی سے بھرے ہیں نگاہیں قہر سے سرخ ہیں مگر حسینؑ کی نگاہ ان کے لئے آبِ رحمت سے پُر خم ہے اور دل کا پیاناہ لطف و کرم سے سرشار ہے، وہ عذاب ابدی اور منت دنیوی کی زنجیریں پہننے کو تیار ہیں مگر حسینؑ پھندے کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھائے دیتے ہیں، آپ بتلائیں کہ اس کی کوئی تدبیر حسینؑ سے چھٹ رہی، لیکن جب وہ کسی طرح اپنے حسن اختیار سے صلح و امان کے دائرے میں نہیں آتے تو خدا اور رسولؐ کیا کریں اور ان کے جانشین حسینؑ کیا کریں پھر بھی کیا کہنا تیرا اے حسینؑ، اے دشمنوں کے چارہ ساز تو

نے آخری صورت بدرجہ مجبوری یہ اختیار کی کہ قربانی کی ترتیب یوں رکھی کہ وہ درندے کم سے کم سزا کے مستحق بنیں۔ اگرچہ وہ بھی اتنی شدید ہے کہ عقل جس کے تصور سے قاصر ہے لیکن نسبتاً کم ہو پہلے انصار کو جو خاندان رسالت سے متعلق نہ تھے، ان کو شہادت کا موقع دیا کہ اس حد تک پہنچ کر شاید آنکھیں کھلیں، شاہراہ حسینیت کی طرف آنا چاہیں، پیام صلح قبول کر لیں تو اب بھی بے سود نہ ہوگا۔ اگر خاندان رسالت کو شہید کر چکا ہے اس کے بعد توبہ کرتا ہے تو کرم و مرحمت کا موقع ہے بہ نسبت اس کے کہ شیر خوار کے خون سے ہاتھ رنگین کر لیتا کہ جس کی عظمت یہ ہے کہ بقول امام محمد باقر علیہ السلام اس کا ایک قطرہ بھی امام مظلوم کے آسمان کی طرف پھینکنے کے بعد زمین کی طرف واپس نہیں ہوا۔ لیکن افسوس کہ تشدد کا ہاتھ اس تیر کے بعد بھی رکا نہیں اور حسین کا خون بہا کر مافوق الادراک لعنت و عذاب کا مستحق بن کر رہا۔

جناب مہتاب جعفر رضا:

کر بلا کا ننھا شہید اور اُس کی شہادت کے دائمی اثرات

امام حسینؑ نے ۶۸۰ء مطابق ۶۱ھ میں کر بلا کے میدان میں جو حیرت انگیز جنگ کی اس میں متعدد قربانیاں پیش فرمائیں۔ میں اس مضمون میں امام کی پیش کردہ ایک ایسی قربانی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو امام اور ان کے کردار عمل کی ایک فیصلہ کن کسوٹی ہے جس کے بعد دنیا کا کوئی فرقہ نہ تو امام کو غیر اسلامی شعار پر مان سکتا ہے اور نہ امام کے مد مقابل جماعت کو کسی پہلو سے بھی اسلام کا آئینہ دار تسلیم کر سکتا ہے۔ منافقین کی جماعت کو جو پیغمبر اسلام کے زمانے سے دنیا کو برابر دھوکہ دیتی رہی تھی۔ حسینؑ نے اخلاق کے شکنجہ میں اس طرح کس دیا تھا کہ دنیا کے سامنے حقیقی اور غیر حقیقی اسلام کے امتیازات اور انسانی اخلاقیات کے عکس واضح طور پر ابھر کر سامنے آجائیں۔ امام عالی مقام کی اس لڑائی میں ایک ننھے شیر خوار مجاہد کی قربانی میری دانست میں امام کی اس جہاد اکبر کی ایک اہم کڑی ہے اور اس معصوم بچہ کی شہادت کے بعد ہر شخص خواہ کسی ملت کا ہو امام حسینؑ کے موقف کی تائید کرنے کے لئے مجبور ہے اور ساتھ ہی اس جماعت سے نفرت کرنے کے لئے بھی مجبور ہے جس کا نام خواہ مسلمان ہو مگر جس

کے طور و طریقے حسینی مسلک سے نہ ملتے ہوں۔

شیر خوار علی اصغرؑ:

یوم عاشور امام حسینؑ کے ایک صغیر السن بچہ کو تیر کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا امام کے اس صاحبزادے کا نام بالعموم علی اصغرؑ بتایا جاتا ہے اور میرے نزدیک یہی درست ہے ویسے ان کا نام کچھ روایتوں میں عبداللہ ر ضیع بھی ہے، نام کی بحث میں پڑنا ہی عبث ہے اس لئے کہ امام کی اولاد تمام اعزا کی محبتوں کا مرکز تھی۔ یہ ممکن ہے کہ چھو بھٹی نے ایک نام رکھا ہو، ماں نے دوسرا نام رکھا ہو یا کسی دوسری نوعیت سے ایک ہی بچہ کے دو نام رکھے گئے ہوں۔ بہر حال یہ طے ہے کہ امام کے ایک ہی شیر خوار صاحبزادہ تھا جو حرملہ بن کاہن اسدی کے تیر شقاوت سے شہید ہوا۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے سلسلہ میں کچھ روایتوں کا اختلاف ہے اور اس قسم کے اختلاف کا ہونا واقعہ کر بلا کے مخصوص حالات و ماحول کے تحت غیر فطری نہیں ہے۔ کر بلا کا واقعہ جن حالات میں ظہور پذیر ہوا اور اس کی تاریخ جس ماحول میں مرتب ہوئی وہ آل محمدؑ کے لئے سراسر ناگفتہ بہ تھا۔ اس لئے صحیح روایتوں کا حاصل ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ دے لفظوں میں چھپے اشاروں میں حق گو جو کچھ جستہ جستہ بیان کر سکے اسے تاریخ نے کچھ نہ کچھ اپنے دامن میں لے لیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ فطری تھا کہ واقعات بے ترتیبی سے بیان ہوں اور زاویوں کے مختلف حالات کے تحت ان کے بیانات کی تفصیلات میں کچھ معمولی اختلاف پیدا ہو جائے۔ نہ صرف اس ننھے شہید کی شہادت کے بارے میں بلکہ یہ بات ہمیں پورے واقعہ کر بلا میں نظر آتی ہے کہ تفصیلات کے تضاد یا اختلاف کو انظر انداز کر کے واقعات کے بنیادی اجزا کو مرتب

کرنا اور حقائق کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا چونکہ کربلا کی تاریخ کسی عام واقعہ کی تاریخ کی طرح نہیں بنی ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ بھی ایک مخصوص انداز میں کرنا ہوگا۔ یہ تمہید میں نے اس لئے بیان کی تاکہ میں کہہ سکوں کہ ننھے شہید کی شہادت کے واقعے میں معمولی تفصیلات کے اختلاف کو آپ نظر انداز کریں اور اس سے شہادت کے وزن میں کسی قسم کی کمی میرے نزدیک نہیں آتی بلکہ راویوں کے اس قسم کے جستہ جستہ اور غیر مربوط بیانات دو باتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اول تو یہ کہ واقعات کے بیان کی آزادی کئی پشتوں اور نسلوں تک نہ دی گئی اور اس سے کربلا کے واقعے کی تفصیلات میں اختلاف کا ہونا بالکل فطری ہے۔

حالات کی اس شدت کے تحت شہادتِ عظمیٰ کا وزن اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے دوسرے یہ کہ مشترکہ حقائق جو زیادہ تر راویوں کے بیانات میں آتے ہیں وہ بہر حال ظہور پذیر یقیناً ہوئے تھے۔

ننھے شہید کے ”نام“ کی بابت راویوں کے بیانات میں اختلافات ہیں جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ بہت معمولی اختلاف ان کے قاتل کے نام میں بھی ہے بعض کتب میں حرمہ ”بن کابل“ اور بعض میں حرمہ ”بن کاہن“ ہے اس قدر معمولی اختلاف نقل روایت میں غلطی کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اصل راوی کی کم فہمی کا نتیجہ بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حکومتِ وقت کی طرف سے راویوں کو دھمکا کر یہ اختلاف کرا دیا گیا ہو۔ بہر کیف اس کی وجہ سے شہادت کے اصل واقعے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بعض روایتوں میں بعد شہادت بچے کو دفن کئے جانے کا ذکر ہے۔ بعض میں نہیں ہے۔ ایسے حالات میں ہمیں اوپر بیان کئے گئے اصول کے تحت دفن کئے جانے کا واقعہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ راویوں کو صداقت کے اظہار میں جو مشکلات تھیں ان کے تحت

یہ بالکل فطری تھا کہ کچھ بیان کریں اور کچھ چھپا جائیں۔ بالخصوص چونکہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ دفن نہیں کیا لہذا وہ روایت صحیح ماننا پڑے گی جس میں دفن کرنا بیان ہے۔ میں واقعہ کربلا کے سلسلہ میں روایت کی صداقت دیکھنے اور پرکھنے کے عام اصولوں کو علیحدہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کیونکہ کربلا کی تاریخ انوکھی داستان ہے اور اس کے ماسبق و مابعد غیر معمولی ناسازگار حالات موجود رہے۔

شہید کی عمر میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ مگر یہ بہر حال ہر راوی نے کہا ہے کہ بچہ شیر خوار تھا اور شدت عطش سے بے حال تھا۔

شہادت کے وزن کو بڑھانے کے لئے بس اتنا تسلیم کیا جانا ہی کافی ہے کہ بچہ شیر خوار تھا اور بے شیر تھا۔ خواہ شیر خوار کی عمر چھ ماہ ہو یا ایک دن۔ کچھ کتب نے سخت غلطی کی ہے اور عبد اللہ ابن حسن کی شہادت کو عبد اللہ رضیع بن حسین کی شہادت سے مخلوط کر دیا ہے۔ اول الذکر چلتے پھرتے تھے اور امام کے زانو پر انھوں نے دم توڑا تھا وہ ایک جدا شہادت ہے۔

اس طرح روایتوں میں جزوی اعتبار سے چند اختلافات ہیں، مگر تمام تر مستند راویوں نے بنیادی طور پر امام کے شیر خوار بچے کا بے خطا مارا جانا ضرور لکھا ہے اور باوجود حکومت وقت کی آہنی بندشوں کے روایتوں میں تضاد نہیں بلکہ صرف اختلاف ہی ہو سکتا ہے۔ متذکرہ حالات و ماحول کے پیش نظر ایسا اختلاف قابل اعتنا ہے اور اس دور میں واقعہ کربلا کے ہمہ گیر اور آفاقی اثرات پر غور کرتے وقت روایتوں کے ایسے اختلافات کو نظر انداز کیا جانا لازمی ہے۔

واقعہ شہادت:

اس بحث کے بعد میں حضرت علی اصغر ابن حسینؑ کے واقعہ شہادت کو یکجا اور مربوط کر کے ان لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔ یہ تمام روایتوں کے مطابق بیان ہے۔ اور کسی سے اس میں تضاد نہیں ہے۔

۱۰۔ ارمحرم کو جب امام کے تمام اعموان و انصار اور اعزا شہید ہو چکے تب آپ نے آواز استغاثہ بلند کی اور اپنی نصرت کے لئے ایک عام دعوت دی۔ یہ ایک قسم کی حجت تمام کرنا تھی ان اشقیاء پر جو کسی وقت میں اپنی لاعلمی اور عدم دعوت کا حق عذر لے سکتے تھے۔ اس پر خیمے کی محذرات میں شور مچا کر یہ بلند ہوا۔ امام قریب گئے تو معلوم ہوا کہ اگر اس گریہ کا سبب بے شیر علی اصغرؑ کی حالت زار ہے۔ علی اصغرؑ شیر خوار تھے اور ان کی والدہ محترمہ جناب ربابؑ کا دودھ شدت عطش سے خشک ہو چکا تھا۔ خیمہ میں پانی تک نہ تھا جس سے بے شیر علی اصغرؑ کی پیاس میں کچھ کمی کر دی جاتی۔ امام نے بچے کی جب یہ حالت دیکھی تو ماں اور پھوپھی سے بچے کو لیا اور درندہ صفت لشکر کے سامنے پانی مانگنے کے لئے لے گئے تاکہ ان کی درندگی کا ایک عملی نمونہ دکھا کر شرمندہ کرنے کی ایک مزید کوشش کی جاسکے۔ دشمن کو پھر ایک مرتبہ علمی تنبیہ کرنے کے لئے امام طلب آب کرنے آئے تھے۔ اور اس صورت سے کہ اپنے لئے پانی نہیں مانگا بلکہ صرف یہ خواہش ظاہر کی کہ اس بچے کے حلق کو تر کر دیا جائے۔ امام کے اس سوال پر بغیر کسی وقفے کے عمر سعد کے حکم پر قبیلہ بنی اسد کے مشہور تیر انداز حرملہ نے فوجی تنظیم کے تحت ایک سنگین تیرسہ شعبہ سے علی اصغرؑ کے گلے کو نشانہ بنایا، وہ تیر جو پہلے سے زہر میں بچھایا گیا تھا۔ اس سے وہ بچہ نحر ہو گیا۔ امام نے افسوس کیا۔ خون کو چلو میں

بھرا، آسمان کی طرف پھینکا، اور اس طرح کہ اس کا ایک قطرہ زمین پر واپس نہ ہوا۔ خون بھرے ہاتھوں کو چہرہ اقدس پر مل لیا اور فرمایا۔ ”اسی طرح نانا سے روز قیامت ان کی امت کا شکوہ کروں گا“۔ اغلب یہ ہے کہ تیر جس وقت لگا۔ تب امام بچے کو اس طرح محفوظ کرنے کی کوشش کر رہے تھے گویا بچے کو پیار کر رہے ہوں۔ اسی فعل کو کچھ راویوں نے بیان کیا کہ عبا سے چھپا رہے تھے اور کچھ نے اسے پیار کرنے سے تعبیر کیا۔ بہر کیف اصل واقعے سے اس اختلاف روایت کا کوئی تضاد نہیں پیدا ہوتا۔ یہ ایک ضمنی حقیقت ہے۔ امام کا بچہ جب شہید ہو گیا تب آپ نے اُمت کا شکوہ کیا اور اپنے بچے کو ناقہ صالح سے افضل بتایا کیونکہ یہ بے خطا مارا گیا تھا۔ امام بچے کی لاش کو درخیمہ پر لائے۔ کسی راوی نے امام کو اس حالت میں بھی دیکھا کہ خیمہ پر کھڑے ہیں گود میں بے شیر ہے جس کا چھدا ہوا گلا ہے اور خون جاری ہے۔ اس سے راوی نے اندازہ کیا کہ اسی مقام پر بچے کے تیر لگا ہے اور خیمہ کے پاس ہی شہادت ہوئی ہے۔ امام علیہ السلام نے تلوار کے غلاف سے ایک چھوٹی سی قبر تیار کی اور اس میں لاش کو دفن کر دیا۔ میر تصور ہے امامؑ نے بے شیر کی قبر پر فخر و غم کے آنسوؤں کا چھڑکاؤ بھی کیا ہوگا۔ اس طرح کربلا کے ننھے شہید کی شہادت کا واقعہ ظہور میں آیا۔

دو بنیادی باتیں:

راویوں میں کتنا ہی اختلاف ہو دو حقائق بہر حال ہر شخص کے بیان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ بچہ شہید ہوا بے خطا اللہ کی راہ میں مارا گیا اور اس کے قتل سے یزیدی ظلم و سفاکی ثابت ہوئی اور اسلام کے بنیادی اصول کو تقویت ملی جس کی پیروی اور جس کی تعلیم حسینؑ مظلوم کر رہے تھے۔ دوم یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ بچہ

صغیر السن تھا۔ شہید کی کم عمری اور شیر خواری سے اس کی بے گناہی اور کسی ممکن سیاسی تنگ و دو یا جاہ طلبی کی کوشش سے بے تعلقی کا اظہار ہوتا ہے۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ شہادت پر تبصرے سے قبل میرے ناظرین ان دو بنیادی باتوں کو ذہن نشین کر لیں جن سے کسی راوی کو اختلاف نہیں ہے۔ ان دونوں حقائق کی علی اصغر کی شہادت میں کیا اہمیت ہے یہ بات میرے تبصرے میں تفصیل سے آئے گی۔

اس بے نظیر شہادت پر تبصرہ:

علی اصغر کا قتل ایک شہادت عظیم: ننھے شیر خوار کے قتل کا واقعہ میں نے تمام روایتوں سے اخذ کر کے اوپر مختصر اُبیان کیا ہے۔ اب غور کرنا ہے کہ آیا اس کو شہادت کا رتبہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ جب کبھی روح انسانی جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ تین نوعیتوں سے ہو سکتی ہے۔ اوّل ہلاکت، دوئم وفات یا عمومی موت اور تیسرے شہادت۔ ان تینوں قسم کی اموات کا مفصل بیان مولانا سید علی نقی صاحب کے تصنیف کردہ رسالہ ”امامیہ مشن نمبر ۱۶۵“ موسومہ ”ہلاکت و شہادت“ میں موجود ہے اور میرے خیال میں یہ رسالہ اس موضوع پر بہت ہی واضح، جامع اور مدلل حیثیت رکھتا ہے، مختصراً۔ یہاں پر میں مولانا موصوف کے بیان کا خلاصہ لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ہلاکت وہ موت ہے جبکہ انسان اپنے کو انسان سے پست شے مثلاً، دولت، جمادات، جمال فانی، جاہ طلبی یا ملک گیری کے لئے فنا کرے۔ وفات یا عمومی موت وہ ہے جو اپنے ارادہ سے نہ ہو، بلکہ قدرتا، مجبوراً انسان کو مرنا پڑے۔ شہادت وہ موت ہے جبکہ انسان کی فنا ارادتا اپنے سے بلند و برتر قادر مطلق کی خاطر یعنی اس کے رسولوں کی خاطر ہو اور وہ اللہ کی راہ میں مارا جائے۔ ایسی موت فنا فی البقا کے مترادف ہے۔

چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی اس سے برتر نہیں ہے اس لئے شہادت کا مفہوم انسان کی موت کے سلسلہ میں علاوہ اس کے کچھ نہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے اور بجز اللہ کے کسی کے لئے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اسلام نے اس طرح خالق کی راہ میں مرنے والے کا اونچا مرتبہ رکھا ہے اور بہت جزا مقرر فرمائی ہے۔ عمومی موت یا وفات پانے والے کو موت کے لئے نہ سزا ہے نہ جزا، بلکہ اس کے دیگر اعمال کے مطابق اس کو بدلہ ملے گا۔ لیکن پست چیزوں کے لئے جان دینے پر وہ اللہ کی امانت میں خیانت کا مستوجب قرار پائے گا اور ہلاکت میں مبتلا ہونے کی بنا پر اس کے لئے الہی قانون میں سزا رکھی گئی ہے۔ شہید کے لاشے اور اس کے جسم سے نکلے ہوئے خون کو ظاہر بتایا گیا ہے اور اس کی مادی زندگی ختم ہونے کے بعد حیات جاوید کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

شہید کے لفظی معنی گواہی دینے والے کے ہیں۔ اس کے متوازی انگریزی لفظ Martyr کے بھی انگریزی زبان میں یہی معنی قرار دیئے گئے ہیں۔ مذہبیات کی کتابوں میں شہید کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت یا اس کے رسول کی بتائی ہوئی کتابوں کی گواہی استقلال کے ساتھ دیتا ہے اپنی جان قربان کر دیتا ہے وہ شہید کہلایا جاتا ہے۔ گواہی کا مفہوم یہاں پر بھی ہے مگر وہ الیہات اور قربانی کے مفہوم کے ساتھ منسلک ہے۔ صرف برے آدمیوں کے ہاتھوں قتل ہو جانا کافی نہیں بلکہ اللہ یا اس کے نمائندہ کی مرضی کے مطابق حق پر علی الاعلان جان دے۔

گویا شہادت الی الحق کے لئے مندرجہ ذیل امور ہونا چاہئیں :-

- (۱) جان کا جانا، (۲) اللہ کی راہ میں علی الاعلان جان فدا ہو۔ (۳) اللہ کی مرضی یعنی نبی یا امام کے حکم سے الہی مقصد کے لئے مقتول اپنی جان پیش کرے۔

رسولؐ یا امام کے حکم کی ضرورت اس لئے ہے کہ امام کی غیر معمولی بصیرت ہی فیصلہ کر سکتی ہے کہ فلاں شخص کی موت مقصدِ الہی کے لئے فلاں وقت پر مفید ہوگی یا نہیں۔ صرف شہید ہونے والے کا اعلانِ حق ہی کافی نہیں، بلکہ اسلامی شہادت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی موت حقیقتاً الہی مقصد کی خاطر ہو اور اس مقصد کی ترقی میں معین و مفید ثابت بھی ہو۔ لہذا مقصدِ الہی کی بنیادی شرط کے ساتھ ہی حکمِ نبی یا امام کی ضمنی شرط بھی شیعہ اصول میں عائد کر دی گئی ہے۔

مندرجہ بالا بحث کے بعد اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ حضرت علی اصغرؑ کا قتل ایک عظیم شہادت کا درجہ رکھتا ہے اور اس نتیجہ تک پہنچنے کے لئے ہمیں دو باتیں ابتداً طے کرنا پڑیں گی۔ اول یہ کہ بچے کی گردن پر تیر کا لگنا اضطراری یا اتفاقیہ عمل نہیں تھا اور دوسرے یہ کہ تیر کا مارا جانا حسینی مسلک اور دینِ حق کے خلاف ایک سوچنی سمجھی تدبیر اور فوجی تنظیم کے تحت تھا۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر کا لگنا اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ سوچی سمجھی تدبیر کے تحت تھا۔ قاتل نے رات کے اندھیرے میں یاد ہوشی میں یا غیر ارادی طور پر تیر کا نشانہ نہیں لگایا تھا۔ اگر دور فاصلہ پر گرنے والے بم کے گولے کے کسی ٹکڑے سے بچے کی موت واقع ہوتی تب اس توجیہ کی گنجائش تھی کہ موت کو اتفاقی سانحہ مان لیا جاتا۔ لیکن یہاں تیر جیسی مہلک چیز حرمہ جیسے ماہر تیر انداز کی کمان سے چھوٹ کر چھ مہینے کے بچے کی نازک پتلی گردن پر آ کر لگتی ہے، اور یہ تب ہی ہو سکتا تھا جب کہ اراداً تیر کو صرف گردن کے لئے کمان سے رہا کیا گیا ہو انصارِ حسینی کی تعداد ختم ہو چکی تھی، اس لئے یہ تصور بھی بعید از قیاس ہے کہ حرمہ کا نشانہ کسی دوسرے مجاہد کی طرف تھا اور قریب ہی میں امام کی گود میں بچہ رہا ہوگا اور نشانہ اس کے گلے پر

اتفاق سے لگ گیا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ تیر کا مقصد امام کے قلب یا گلے کو زخمی کرنا تھا۔ تب بھی بعید از امکان ہے۔ اس لئے کہ جب تک امام کی گود میں بچہ تھا اس وقت تک امام سے براہ راست نہر آزمائی اصول جنگ اور معیار جنگ کے منافی تھی۔ جس زمانہ میں جنگ کر بلا لڑی گئی، اس زمانے میں قاعدہ یہ تھا کہ میدان میں آ کر پہلے پہلوان رجز پڑھتے تھے، ایک دوسرے کو دعوت جنگ دیتے تھے اور تب آگاہ کر کے حملہ کرتے تھے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہوگا کہ کر بلا میں یہ اصول اس وقت تک ترک کیا جا چکا تھا کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ شروع سے اس وقت تک یہ معرکہ اسی طور پر لڑا جا رہا تھا۔ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد بھی جب امام حسینؑ سے باقاعدہ اس لشکر نے جنگ کی تب رجز خوانی اور باہمی گفتگو کے بعد جنگ ہوئی تھی۔ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ صرف یہی ایک درمیانی تیر بچے کے اچانک بلا ارادہ آگاہ ہو۔ تاریخ نے اس لمحے پر کوئی اشتعال انگیز ماحول بھی نہیں دکھایا ہے جس سے یہ شبہ ہو سکے کہ یہ تیر امام کی ذات پر اضطرابی طریقے پر رہا کیا گیا تھا جو اتفاق سے معصوم بے شیر کے گلے پر لگ گیا۔ ان تمام ممکن توجیہات کی رد کے بعد اب اس تیر کے چلنے کی نفسیاتی وجہ اور بنیاد صرف یہی باقی رہ جاتی ہے کہ تیر کو علی اصغرؑ کے لئے رہا کیا گیا۔ بلکہ بالکل صحیح طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ بچے کی گردن کو جان بوجھ کر نشانہ بنایا گیا۔

غور کرنے پر یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بچے کو کسی مدبرانہ تحریک و تنظیم کے تحت قتل کیا گیا تھا اس لئے کہ حملہ جیسا ذمہ دار سپاہی اضطرابی طور پر از خود ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اتنی چھوٹی گردن پر اتنا بھاری تیر (اور وہ بھی زہر آلود) چلانا کسی فوجی مصلحت اور تدبیر کے تحت ہی تھا۔ روایت میں ہے کہ بچے کی حالت زار دیکھ کر ابن سعد منہ پھیر کر رونے لگا اور حملہ اسدی کو حکم دیا کہ امام کا کلام قطعہ کر دے۔ حملہ کے

پاس بھاری سہ شعبہ تیر پہلے سے موجود تھا۔ اس نے وہ تیر ابن سعد کے الفاظ زبان سے نکلتے ہی بچے کی گردن پر مار دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ بچہ کا قتل ایک پہلے سے سوچی سمجھی تدبیر اور منصوبے کے تحت تھا۔ جہاں صرف اشاروں ہی پر مجوزہ کام کا مکمل ہو جاتا تھا۔

حرمہ عرب کا مشہور تیر انداز تھا۔ یقیناً افسر اعلیٰ نے اس کو اپنے ہمراہ اور قریب ہی بھاری تیر کمان کے ساتھ اس لئے رکھا تھا کہ کسی نازک موقع پر اس کو فوجی منصوبے میں استعمال کیا جاسکے۔ یہ سخت ترین فوجی حربہ عظیم ترین موقع کے لئے محفوظ کیا گیا تھا۔ تیر سہ شعبہ اس لئے محفوظ کیا گیا تھا تا کہ جب معرکہ فاصلہ پر ہو، جلّت چاہتا ہو اور ایک ہی تیر کو کارآمد ہونا ہو تب اس کو استعمال کیا جائے۔ یہ عمر سعد کو پہلے سے یقین نہ تھا کہ یہ نازک موقع ایک ننھی سی ٹڈیال گردن کی وجہ سے پیدا ہو جائے گا اور اس نازک گردن کو گراں بار تیر کا نشانہ بنا کر عمر سعد کی فوجی تدابیر تاریخ میں ہمیشہ کے لئے رسوا ہو جائیں گی۔ یقیناً علی اصغرؑ کی قابلِ رحم حالت نے فوجی تنظیم میں کوئی غیر معمولی تزلزل پیدا کر دیا تھا۔ اس طرح ابن سعد کو اپنا وہ سخت ترین فوجی حربہ استعمال کرنا پڑا۔ گو کہ علی اصغرؑ کے قتل کے لئے اس سے کم درجے کا معمولی تیر بھی کافی ہوتا۔ مگر چونکہ حرمہ کے پاس ایسے سنگین ماحول سے بچنے کے لئے ایسے ہی بھاری بھر کم تیر محفوظ کئے گئے تھے۔ اس لئے انھیں میں سے ایک تیر استعمال کیا گیا۔ ابن سعد اتنا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ کسی دوسرے معمولی تیر انداز کو بلایا جائے اور اس کو حکم دیا جائے۔ موقع پر ایک لمحہ کی تاخیر بھی یزیدی فوج میں غیر معمولی انقلاب پیدا کر سکتی تھی اور نہ معلوم ان میں سے کتنوں کے دل ہمدردی کرنے پر آمادہ ہو سکتے تھے اور بہت ممکن تھا کہ تاخیر میں عمر سعد کو اس کی فوج مجبور کر دیتی کہ وہ امام کے مطالبہ آب کو منظور کر لے

اور اس طرح امام کی کامیابی کا ایک پہلو پیدا ہو جاتا۔

اب دو باتیں طے ہو گئیں۔ اول تو یہ کہ معصوم بچے کو اضطرابی یا اتفاقیہ طور پر تیر کا نشانہ بننا نہیں پڑا۔ دوسرے یہ کہ علی اصغر کا قتل ایک تدبیر اور فوجی تنظیم کے تحت تھا اور تنظیم کا تقاضا یہ تھا کہ امام حسینؑ کے انسانیت آمیز موقف و مسلک کو معاذ اللہ غلط اور یزید کو برحق تسلیم کرایا جائے۔

واقعات سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ امامؑ کی طرف سے علی اصغر کو میدان میں لے جانا بھی ایک موقف کی تائید میں تھا۔ یعنی یہ کہ پانی پینا انسانی حق ہے، حسینؑ کا مطالبہ امن و سکون کسی جاہ طلبی کے لئے نہیں ہے اور یہ کہ یزیدی مظالم صرف یزیدی حُب جاہ و اقتدار اور اسلام و اولاد رسولؐ سے بغض کی بنا پر ہیں امام ایسی معصوم ہستی کی قربانی پیش کر رہے تھے جس پر دشمن کی طرف سے کوئی الزام و اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا تھا اور گویا اس قربانی کو پیش کر کے طلب آب کرنا یزیدیوں کے دعوے کے بطلان کی کسوٹی تھی۔ امام نے اپنے اس عمل سے گویا اعلان کیا تھا کہ اگر ان مظالم کی بنیاد کوئی اصولی اختلاف ہے تو اپنے دعوے کو صحیح قرار دینے کے لئے اس معصوم بچے کو پانی پلا دو اور اس پر مظالم روانہ رکھو اس لئے کہ تمہارے ہی قول کے مطابق مجرم وہ ہے جو حسینؑ کے ساتھ مادی قوت استعمال کرتے ہوئے یزیدی کی خلافت میں مغل ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔

اصولاً شہادت حق کے لئے ضروری ہے کہ مقتول کی جان اللہ کے دین کی تائید و گواہی میں جائے۔ اس کی وضاحت پیچھے کی سطور میں آچکی ہیں۔ اوپر کی بحث کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علی اصغر کو میدان عمل میں ایک تحریک و موقف کی تائید کے لئے پیش کیا گیا تھا اور دشمن کا رد عمل بھی اسی تحریک و موقف کے خلاف ایک تنظیم کے

تحت ظاہر ہوا تھا۔ ان حالات میں جو قتل ہوا وہ قتل شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔

جیسا اوپر بیان ہوا ہے دینی اصطلاح اور اسلامی نظریہ سے شہادت کے لئے مقتول کی زبان سے اعلان گواہی ہونا اہم نہیں ہے۔ بالخصوص جب حکم امام کی شرط لگی ہوئی ہے۔ تب تو اعلان گواہی کے سلسلہ میں مجاہد کی تمام تر ضابطے کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ مجاہد کا فرض صرف امام کے سامنے اپنی جان سپرد کر دینے تک محدود ہے۔ اگر امام نے اپنی مرضی ظاہر کر دی اور حکم دے دیا تو مقتول کا دشمن کے سامنے اعلان کرنا یا نہ کرنا مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ کربلا میں امام حسینؑ کو غیر معمولی صورت حال کا سامنا تھا۔ اور آپ کو اخلاقی اصولوں کو اُجاگر کرنے کی خاطر ہر کوشش اختیار کرنا تھی اس لئے آپ نے ایسے مجاہدین کو بھی اذن جہاد دینا ضروری سمجھا جو گو کہ اپنی بے زبانی کی وجہ سے اعلان گواہی نہیں کر سکتے تھے لیکن جن کا حق کی راہ میں قتل ہونا کسی بھی اعتبار سے امام کے نزدیک ضروری تھا۔ چونکہ ہمارے نظریہ کے مطابق جہاد میں حق کی گواہی و اعلان حق کی طرف سے مشترکہ طور پر تھا امام وقت ہی نمائندہ کی حیثیت سے کرتا ہے اس لئے ہر شہید کی طرف سے اس کا اعلان ہونا لازمی نہیں بشرطیکہ یہ ثابت ہو چکا ہو کہ وہ شہید امام وقت کے اذن و حکم سے میدان میں آیا تھا۔ یہاں پر علی اصغرؑ کے سلسلے میں امام کے اذن کے متعلق تحقیق کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں تو خود امام بہ نفس نفیس ننھے مجاہد کو مجاہدہ روحانی کرانے کے لئے اپنی گود میں لائے تھے اور یہ امام کے حکم و اذن کا عملی ثبوت ہے۔ ایسی صورت میں اگر علی اصغرؑ اپنی بے زبانی کی وجہ سے الفاظ میں اعلان حق نہ کر سکے تب بھی امام کے عمل سے ان کے عمل کو متصل کر کے یہ کہا جائے گا کہ وہ بھی مجاہدین کی جماعت کے ایک فرد کی حیثیت سے امام کے اعلان حق میں شریک تھے اور ان کا قتل اس کے پس منظر میں

شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اور چونکہ اس شہادت نے حسینی مقصد کی تکمیل میں بہت ہی اہم حصہ ادا کیا ہے، اس لئے اس کو عظیم ترین شہادت کہنا درست ہوگا۔

ایک نادر اور انوکھی شہادت:

اوپر بیان ہوا ہے کہ کربلا کی جنگ غیر معمولی جنگ تھی۔ امام کو مادی قوت سے اپنی مخالف جماعت کو زیر نہیں کرنا تھا۔ بلکہ ان کے قلوب میں اسلام کے آفاقی اصول راسخ کرنا تھے اور اس میں جس حد تک دفاع ضروری تھا اس حد تک مادی جنگ بھی کرنا تھی۔ دفاعی جنگ سے بھی بہر کیف موثرین کو ایک غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ امام علیہ السلام کا نظریہ بھی مادی فتح تھا۔ اس کی رد کرنے کی خاطر اور اپنے موقف کی تائید میں آپ نے ایک شیرخوار مجاہد کو پیش کیا جو صرف اخلاقی دعوت حق کے ذریعہ ہی روحانی جہاد کر سکتا تھا اور مادی طور پر مجاہدہ کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔ یہ مجاہد تو مادی اور جسمانی اعتبار سے اتنا بے قوت تھا کہ دفاع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جو قوم اس بے خطا سے ایک انسانیت سے بھرے ہوئے مطالبہ کے جواب میں دانستہ طور پر نبرد آزما ہو اور سنگین حربوں کے استعمال کرنے کو بھی برا نہ سمجھتی ہو وہ قوم دنیا کے کسی دور کے انسان سے ہمدردی نہیں حاصل کر سکتی۔ عام طور پر اس قسم کے بچے میدان جہاد میں نہیں جایا کرتے، لیکن امام اپنے بچے کو اس لئے لائے تھے کہ یہاں کے حالات عام نہیں بلکہ خاص اور غیر معمولی حد تک خاص تھے۔ امام اپنے موقف کی صداقت کی اور یزیدی مسلک کی خباثت کی ایک بے مثال تصویر دکھانا اور ایک عام نگاہ بصیرت کو دعوت فکر دینا چاہتے تھے تاکہ وہ سمجھ سکے کہ حسینؑ کا مقصد صرف یہ ہے کہ انھیں پرسکون زندگی گزارنے اور خاموشی سے اخلاقیات کے بنیادی اصولوں کی اشاعت

کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان کے مخالف کا بظاہر یہ کہنا تھا کہ یزید معاذ اللہ حق پر ہے اور حسینؑ پر مظالم اس لئے ڈھائے جا رہے ہیں کہ وہ اس (نام نہاد) خلیفہ برحق کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔ امام مظلومؑ نے اس وقت اپنی صف سے دنیا کے سامنے ایک ایسی ذات کے ذریعہ اپنے مطالبہ کو دھرایا تھا جس کا یزیدی اعلان خلافت سے کوئی تعلق اثباتی یا انکاری تھا ہی نہیں۔ اس بچے کا میدان جنگ میں اپنے باپ کے ہاتھوں پر آنا اور اسلام کے دعویدار دشمنوں کے ہاتھ سے شہادت قبول کرنا یہ دونوں باتیں ہر شخص کے ذہن میں ایک الجھل پیدا کرتی ہیں اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ حسینؑ و یزید کی جنگ اقتدار و حکومت کے لئے نہ تھی اگر ایسا ہوتا تو ایک معصوم بچے کو کیوں شہید کر ڈالا جاتا۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت یہ ثابت کر دیتی ہے کہ یہ جنگ یزید کے حوصلہ ملک گیری و ہوس جاہ طلبی کی مظہر ہے بہ الفاظ دیگر یہاں پر امام حسینؑ نے اپنے موقف کے اعلان کے ساتھ ایک ایسی فرد پیش کی تھی جو خود دشمن کے اعلان کے مطابق مجرم نہیں کہی جاسکتی تھی اور جس کو عملاً امام کے موقف کی تائید کے ساتھ پیش کیا گیا تھا جب تک امام کے اعوان و انصار و دفاعی جنگ کر رہے تھے تب تک مطالبے کی اثباتی شدت اس حد تک نہیں تھی جس حد تک اس جنگ نہ کرنے والے بے شیر مجاہد کے ذریعہ کئے گئے اُسی سابقہ مطالبے میں اب شدت پیدا ہو گئی تھی۔ مطالبے کو اس حد تک شدید بنانے کے لئے یہ نادر قربانی پیش کرنا موقع کے لحاظ سے بہر کیف ضروری اور بہت ضروری تھا۔ صد آفرین اے حسینؑ کہ آپ نہایت استقلال سے نانا کے دین پر یہ بے مثل قربانی دینے میں کامیاب ہو گئے۔ دنیا قیامت تک اس واقعہ سے عبرت حاصل کرے گی اور انسانی اصول کی رفعت سے اثر انداز ہوتی رہے گی۔ علی اصغرؑ کی شہادت نے تاریخ پڑھنے والے انسانی قلوب کو ہمیشہ کے لئے یزیدی افعال سے متنفر

کر دیا ہے۔ اب تک میدان میں آنے والے مجاہدین کے خلاف ضمیر فروش اپنے کو دھوکہ دے سکتے تھے۔ مگر علی اصغرؑ نے آکر وہی پیغام ایک نئے انداز میں دیا تھا جس میں کوئی نفس دھوکہ نہیں کھا جاسکتا تھا اور ہر شخص فیصلہ کر سکتا تھا کہ حسینؑ پر مصائب بلا سبب خواہ مخواہ ڈھائے جارہے ہیں۔ اور یہی تمام واقعہ کر بلا کا مقصود تھا، اسی کے لئے تمام قربانیاں پیش ہو رہی تھیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقصد کو علی اصغرؑ کی شہادت سے بدرجہ اتم تقویت ملی۔

امام نے علی اصغرؑ کو ہلاکت میں نہیں ڈالا:

یہ کہنا سراسر غلط ہوگا کہ معاذ اللہ حسینؑ نے بچے کو جان بوجھ کر ہلاکت میں مبتلا کیا۔ کوئی روایت نہیں بتاتی کہ امام سے اس بچے کی بابت فوج دشمن نے کوئی بات کی ہو اور نہ یہ سوچنے کا محل ہے کہ دشمن کسی بھی اعتبار سے اس کی طرف سے مشغول تھا۔ بلکہ حالات اس کے برعکس تھے۔ وہاں تو اعلان یہ ہو رہا تھا کہ جنگ حسینؑ سے ہے جو معاذ اللہ کسی جاہ طلبی کے نظریہ کے تحت یزید کو خلیفہ نہیں تسلیم کر رہے ہیں اور یہ تمام مصائب اسی سلسلہ میں عائد کئے جارہے تھے۔ اس اعلان کے ضمن میں بہ ظاہر ان بچوں سے کوئی خاصیت پیدا ہونے کا سوال ہی نہ تھا جو خلافت کے اعلان کا اقرار یا اعلان تک نہ کر سکتے تھے۔

اس وقت جبکہ امامؑ کے علاوہ تمام قابل جنگ مرد شہید ہو چکے تھے اور امام عالی مقام نے رجز پڑھ کر ابھی دشمن کو دعوت جنگ نہ دی تھی اور نہ دشمن نے امام کو آمادہ دفاع کیا تھا۔ اس وقت تو دونوں طرف کی فوجوں میں وقتی طور پر سکوت تھا۔ ایسے موقع پر یہ بھی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ تیروں کی یورش تھی اور میدان میں بچے کے لئے

خطرہ تھا۔ بالخصوص ایسی صورت میں تو کوئی خطرہ تھا ہی نہیں جبکہ امام ایک بے خطا شمشادہ کے لئے انسانی حق کا مطالبہ کرنا چاہتے تھے جس کا فریقین کے اعلانات سے کوئی تعلق نہ تھا اور جس کے خلاف بظاہر یزیدیوں کا کوئی اعلان جنگ یا مطالبہ بھی نہ تھا۔ لہذا جبکہ امام کو کوئی امکانی خطرہ بچنے کے لئے نہ تھا تب پانی پلانے کے لئے لے جانا بچنے کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف نہیں کہا جاسکتا، بلکہ میرا کہنا ہے کہ امام کا یہ عمل علی اصغرؑ کی بچھٹی ہوئی شمع حیات کو طوفانِ عطش سے محفوظ کر لینے کی آخری بر محل کوشش تھی۔

اگر علی اصغرؑ کے قتل کے مادی اسباب کے متعلق امام کے علم غیب اور علم لدنی کو بحث میں لایا جائے گا تو وہ بے محل ہوگا اس لئے کہ اس کے تحت تو امام کو صرف علی اصغرؑ کے قتل کے مادی اسباب کا ہی نہیں بلکہ اس قتل کے بعد ہونے والے تمام روحانی نتائج اور دائمی اخلاقی اثرات کا بھی علم تھا۔ اور ان نتائج و اثرات کے پیش نظر امام نے جو بچنے کا قتل گوارا کر لیا آپ کا وہ عمل کسی بھی طرح بچنے کو ہلاکت میں مبتلا کرنے کا مترادف نہیں قرار دیا جاسکتا۔ امام نے علم لدنی سے صرف یہی نہیں سمجھا ہوگا کہ علی اصغرؑ قتل ہو جائیں گے بلکہ یہ بھی یقین کیا ہوگا کہ ان کا قتل دینِ حق کے اعلان و تشہیر کے لئے ناگزیر ہوگا۔ پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امام کے پاس علم لدنی تھا اور وہ اس کو کربلا میں استعمال کر رہے تھے۔ تب تو کوئی شبہ بھی اس کا پیدا نہیں ہو سکتا کہ معاذ اللہ آپ نے بچنے کو ہلاکت میں ڈالا۔ برخلاف اس کے امام کا حکم بہ اذن اللہ اور بر بنائے مصلحت دین قرار پاتا ہے۔ زیر بحث اعتراض تو صرف ان لوگوں کی طرف سے عائد کیا جاتا ہے جو امام کو علم لدنی کا حامل نہیں مانتے اور انھیں کے لئے ہم نے اوپر کی سطروں میں جواب دیا ہے۔

مربوط سلسلے کی ایک کڑی:

علیؑ اصغرؑ کا قتل انفرادی طور پر بھی ایک اہم واقعہ ہے۔ لیکن اس واقعہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کو کربلا کے تمام واقعات کے ساتھ مربوط کر دیا جائے۔ امامؑ اور ان کے ساتھیوں نے ۲۷/رجب ۶۰ھ سے لے کر علیؑ اصغرؑ کے قتل تک جتنے مصائب برداشت کئے تھے وہ سب مصائب ایک نظریہ کے تحت ڈھائے جا رہے تھے اور ایک ہی نظریہ کے تحت سوچ سمجھ کر برداشت کئے جا رہے تھے۔ سختی کرنے والوں کا نظریہ یزیدی ملک گیری وہ جاہ پرستی کے جذبہ کے خلاف حسینؑ کی آوازِ حق کو دبانا تھا اور امامؑ کا اور ان کے ساتھیوں کا نظریہ یہ تھا کہ اس کوشش کو رائیگاں بنا کر دنیا کو دکھایا جائے کہ حسینؑ ہی سچے ہیں اور ان کا مخالف ہر اعتبار سے جھوٹا ہے۔ علیؑ اصغرؑ نے ان حالات میں قتل ہو کر امامؑ کی اس مسلسل کوشش میں بڑا ہی کارگر عملی تعاون کیا تھا۔ انھوں نے قتل ہو کر گویا بتایا تھا کہ ”جو جماعت مجھ بے خطا کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ نہ کر سکے وہ جماعت درندوں پر مشتمل ہے اور اس کا ہر اعلان درندانہ ہو، ملک گیری کے تحت ہے۔ اصولِ اسلام سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں۔ خلافت کا دعویٰ ڈھکوسلا ہے۔“ اس حقیقت کو علیؑ اصغرؑ نے اپنے خون سے لکھ کر اپنے قتل کو اسی سلسلے کا ایک جزو بنا دیا تھا جو سلسلہ ۲۷/رجب ۶۰ھ سے ۱۰/محرم ۶۱ھ کو عصر کے وقت تک قائم رہا تھا۔

علیؑ اصغرؑ کا اپنا ارادہ:

اوپر ہم مفصل بیان کر چکے ہیں کہ کربلا جیسی غیر معمولی جنگ میں ہر شہید کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ اپنے قول و عمل سے اعلانِ گواہی کرے۔ یا ماڈی و طبعی طرز پر اپنی

آبادگی کا رزار کا اظہار کرے۔ تاہم علی اصغرؑ نے کئی انداز ایسے اختیار کئے تھے جن سے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ باوجود صغریٰ کے آپ نے اپنے عزم و ارادہ کا رزار کا اعلان فرمایا تھا۔

روایت میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے آوازِ استغاثہ بلند فرمائی تب امام کی بے کسی پر خیمے میں شور مچا کر یہ بلند ہوا۔

امام شورش کر خیمے پر گئے اور بچے کو لے کر باہر آئے۔ واقعات کی ان کڑیوں سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ خیمے کی مخدرات نے امام کے استغاثے پر یقیناً علی اصغرؑ کی حرکات و سکنات میں کوئی غیر معمولی بے چین کر دیئے والا جذبات انگیز تغیر دیکھا تھا۔ جس کا سب نے بہ یک وقت شدت سے اثر لیا تھا۔ اگر اس گریہ کا سبب علی اصغرؑ کی ذات نہ ہوتی تو روایت میں امام کے تشریف لانے کے بعد پہلی بات یہ نہ لکھی گئی ہوتی کہ امام علی اصغرؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں گود میں لیا۔ چونکہ امام خیمہ کا شورش کر پریشان ہو کر آئے تھے اس لئے یہاں آ کر آپ نے جو پہلا کام کیا یقیناً وہ مخدراتِ عصمت و طہارت کے گریہ سے براہ راست تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاسکتا ہے کہ علی اصغرؑ کی پیاس کی کیفیت اور فقاہت نے بیبیوں کو متاثر کیا ہوگا۔ لیکن یہ تصور زیادہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ چند لمحے قبل بھی اس بچے پر پیاس کی تقریباً اتنی ہی شدت تھی۔ چھ ماہ کے بچے کے لئے جیسی چند لمحے کم تین دن کی بھوک پیاس ویسی ہی مکمل تین دن کی بھوک پیاس اس لمحے پیاس کی شدت کو بڑھانے والی کوئی چیز ایک دم سے نہیں آگئی تھی جو عورتوں میں بے ساختہ گریہ پیدا کر دیتی۔ اب بس یہی تصور قرین قیاس رہ جاتا ہے کہ بے شیر علی اصغرؑ نے کوئی غیر معمولی عمل کیا تھا۔ جس نے امام کے استغاثے سے متصل ہو کر ایک حیرت ناک اور عبرت خیز ماحول پیدا کر دیا ہوگا۔

یا تو بچے نے فرمایا ہوگا ”لیک یا ابیہ“ یا کہا ہوگا۔ ابھی ایک شہید باقی ہے۔“ یا آواز دی ہوگی۔“ بابا! امت کو آخری آزمائش میں مبتلا کر کے دیکھئے، ممکن ہے آواز نہ نکلی ہو اور اپنے جسم کی انگڑائی سے کسی محبت کرنے والی پھوپھی یا بہن کو اشارہ کیا ہو کہ ”بابا کو بلا لیجئے میں ابھی زندہ ہوں۔ اتنی بحث اور ان تصورات کے بعد وہ تاریخی اعتبار سے موجود روایت بالکل بے بنیاد نہیں کہی جاسکتی کہ علی اصغرؑ نے امام کی صدائے استغاثہ سن کر اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔“ ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ننھے مجاہد نے بھی اپنی مادی بے بضاعتی اور طبعی حالت کے باوجود بے مثل عزم و ارادہ کا اظہار کر دیا تھا۔ اس قدر کم سن اور مادی لحاظ سے کم سن مجاہد سے اس سے زیادہ اظہار ارادہ کی توقع کرنا اصولاً غلط ہے۔

علی اصغرؑ کے عزم و ارادے کے اظہار کا دوسرا موقع تھا جب ایک روایت کے مطابق امام کے مطالبہ آب کر چکنے کے بعد علی اصغرؑ نے اپنی سوکھی زبان باہر نکال کر لشکر اعدا سے اسی مطالبہ کی عملاً ترجمانی بھی کی تھی۔ بے شیر نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھیر کر اعلان کیا تھا۔

”میں اس میدان میں اپنے فطری حق کو حاصل کرنے آیا ہوں جس کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہو سکتا۔“ اور یہ کہ ”اے پانی کے بند کرنے والو! تم یہ ظلم کر کے ہمارے مسلک والوں کے ارادوں کو پست نہیں کر سکتے۔“

ان دونوں موقعوں پر علی اصغرؑ نے اپنی زبان بے زبانی سے اعلان حق اور اظہار شہادت حق کر دکھایا۔

اختتام:

اس طرح امام حسینؑ نے دسویں محرم ۶۱ ہجری کو اپنے شیرخوار شمشا ہے بچے علی اصغرؑ کو قربان گاہ حق پر نثار کر کے وہاں پر موجود افراد اور آنے والی انسانی نسلوں کے قلوب ہمیشہ کے لئے فتح کر لئے۔ علی اصغرؑ کی سوکھی زبان نے وہاں پر موجود تمام افراد کے قلوب میں متحرک آواز پیدا کی تھی۔ اور یہی ایک پراثر لمحہ تھا جو بعد میں یزیدی حکومت کے خلاف انقلاب کا آتش فشاں بن کر پھٹ پڑا۔ تنہا جناب مختار میں یا جماعت شیعہ علیؑ میں مادی اعتبار سے اتنی قوت ہرگز نہ تھی کہ وہ یزیدی کی قہار مملکت سے ٹکڑے لے سکتے۔ یہ دراصل علی اصغرؑ کے زخمی گلے اور سوکھی زبان کا دل ہلا دینے والا تصور اور اس جیسے چند دیگر جذباتی مناظر تھے جو عوام کے قلوب کو متواتر اور مسلسل برما رہے تھے۔ اور یزید کے خلاف انقلاب کی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھیں۔ اس جذباتی تحریک انقلاب کو جب مختار جیسے صاحبانِ عزم کا سہارا مل گیا تب اس نے یزیدی حکومت کے خلاف ختم پر آب پاشی کا کام کیا اور منافقت کے ریگستان میں حق و ایمان کی کاشت تیار ہو گئی۔

دو حقیقتیں مسلمہ ہیں اول تو یہ کہ علی اصغرؑ کی شہادت کا اثر انسانی قلوب پر فوراً ہوا تھا اور دوسرے یہ کہ اس نے اثر ڈال کر بہت دیر تک، بلکہ تا قیامت، اپنے اثر کو مسلسل باقی رکھا ہے نیز وقت گزرنے کے ساتھ اثر میں شدت پیدا ہوتی گئی۔

شمشا ہے شیرخوار کی حالت نزع تھی اور اگر عمر سعد اس کو چند لمحہ بھی ایسی حالت میں اور رہنے دیتا تو بچہ فطری موت سے انتقال کر جاتا۔ مگر چند لمحات کے بعد آنے والی فطری موت کا بھی انتظار نہ کرنا بتاتا ہے کہ ابنِ سعد کے لئے فوج کے سامنے بچے کی حالت ایک قوتِ متحرکہ بن گئی تھی اور وہ اس کی وجہ سے شدید ترین خطرے کو محسوس کر رہا تھا۔

اسی لئے اس نے بچے کو فوراً قتل کر دیا تاکہ وہ معصوم تصویر جلد سے جلد لشکر کے سامنے سے ہٹ جائے اور لشکر کے فکر و احساس کو جتنا ہو سکے کم متاثر کرے۔ لیکن مرحبا اے علی اصغر! آپ کی حیات جتنی اثر انداز تھی اس سے زیادہ آپ کا قتل اثر پذیر ہوا۔ آپ کے قتل کے بعد فوج نے اور فوج کے ذریعہ عوام نے ایک فیصلہ کن اثر لیا اور اس کے تحت حسینؑ کے موقف کو حق مان لیا۔ یزید کے تحت کو اُکھاڑ پھینکنے میں آپ کی شہادت کو بڑا داخل ہے۔

نہ صرف یزید کی عوام کے اوپر اس ماحول میں علی اصغرؑ کی شہادت نے اثر ڈالا تھا، بلکہ تاریخ کے لافانی دامن میں محفوظ ہو جانے کے بعد اب ہر مسلک و مذہب و ملت کے اور ہر دور کے انسان اس واقعہ سے سبق لے رہے ہیں۔ اس بچے کی شہادت کی وجہ سے آج بھی انسان کی مختلف فطرتوں کا توازن کرنے والے لوگ حسینؑ کے بے پناہ صبر و استقلال کے قائل ہو رہے ہیں۔ آج اخلاقی قدروں کا قائل ہندو گنگا کی سوگند کھا سکتا ہے اور چلا کے کہے گا کہ بہتی گنگا کا ہر قطرہ ایسے معصوم کے لئے مباح ہے۔ مصر کا باشندہ دریائے نیل کو خشک دیکھ سکتا ہے، مگر معصوم بے شیر بچہ کو ان حالات میں ہلکتا نہیں دیکھ سکتا۔ ملک چین کا معاشرہ کتنا ہی تباہ ہو جائے مگر اصغرؑ معصوم کے مطالبہ آب کو وہاں بھی مسترد نہ کیا جائے گا۔ امریکہ روس کے معاشرہ میں کتنا ہی تفاوت ہو، مگر علی اصغرؑ کے واقعہ کی حقانیت پر وہ مشترک ہوں گے، اس لئے کہ اس میں انسانیت کے ایک بنیادی اصول کی نشاندہی ہے۔ یہ تو ایک ایسا سانحہ ہے جس پر ہر دور کا انسان بے اختیار مضطرب ہو کر چیخ اُٹھے گا، اور علی اصغرؑ کو پیش کرنے والے معصوم مقدس ہاتھوں کو بوسہ دے کر پکارے گا۔ ”حسینؑ زندہ باد۔ حسینیت پائندہ باد“ (سرفراز محرم نمبر ۱۳۸۳ھ... صفحہ نمبر ۹۳ تا ۸۱)

مولانا جعفر الزماں نقوی:

امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ اور خیمے سے حضرت علی اصغرؑ کی رخصت

روزِ عاشور تھا، آفتابِ رُوبہ زوال تھا، امام مظلوم امت ملعون کے ساتھ مصروفِ پیکار تھے، انہوں نے اس انداز سے تلوار چلائی کہ خاکِ صحرا خونِ کفار کے ساتھ عرصہ گزرا نظر آتی تھی اور تمام ظالمین نے راہِ فرار اختیار کی اس وقت امام مظلوم میدان میں تنہا کھڑے تھے اور میدان دشمنانِ خدا و رسولؐ سے خالی ہو چکا تھا، عین اس وقت امام مظلوم نے میدان میں ایک بلند مقام پر جا کر اپنے رہوار کو روکا، اس کے بعد اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کر کے میدان میں نگاہ فرمائی، تیز دھوپ میں پورا میدان سربابی انداز سے چمک رہا تھا اور کوئی ملعون بھی میدان میں نظر نہیں آ رہا تھا، اس کے بعد امام مظلوم نے گنجِ شہیداں کی طرف نگاہ فرمائی۔ سامنے جوانوں کی لاشیں نظر آئیں، ہر ایک طرف نگاہ فرمائی، ہر قربانی کو اپنے آنسوؤں سے خراجِ تحسین پیش کیا، اس کے بعد محسوس کیا کہ روزِ ازل شہدائے عظام کی جو فہرست بنی تھی وہ ابھی نامکمل ہے، اس کے بعد امام مظلوم نے آہستہ سے استغاثہ کیا۔

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا

ہے کوئی جو آج مجھ مظلوم کی میرے اس مقصدِ اعلیٰ میں نصرت کرے؟

مگر اس آواز پر دشتِ کربلا میں سے کوئی بھی سامنے نہیں آیا اور لشکرِ ملعون میں سے کسی نے جواب نہیں دیا، پورے میدان پر موت کا سکتہ اور سناٹا طاری تھا۔ کائنات کی ہر چیز ہر مرتبہ استغاثہ نصرت پر زبانِ حال کے ساتھ لہک لہک رہی تھی، لیکن بے نیاز ذات نے کسی کی بد قبول نہیں فرمائی، امام مظلوم نے دوبارہ استغاثہ بلند فرمایا

کہ کوئی ہے جو اسلام کی ڈوبتی نیا کو کنارے لگانے میں میری نصرت کر سکے، کوئی ہے ایسا جو توحید کو بچانے کی خاطر اور وحدت کی لاج رکھنے کی خاطر ناصر بن کر میدان میں آئے۔

یہاں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے کہ مدد شخصیت کی ہوتی ہے اور نصرت مشن یا مقصد کی ہوتی ہے، امام حسینؑ نے اپنی ذات کی مدد نہیں چاہی تھی بلکہ اپنے مقصدِ اعلیٰ کی نصرت کے لئے صدائے استغاثہ بلند فرمائی تھی کیونکہ اس وقت اگر انہیں اپنی ذاتِ اطہر کی مدد کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، ملکوتِ ارض و سما، اور مریاتِ انسانی سے ماورائی تمام مخلوق مدد کرنے کی متمنی تھی مگر تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے کسی کی مدد قبول نہیں فرمائی۔

عین اسی وقت ایک خیمہ سے چھ ماہ کے ایک کمسن معصوم نے عرض کیا کہ بابا جان! میں تو کافی دیر سے انتظار میں ہوں، مجھے بھی تو اپنی نصرت کا موقع عطا فرمائیے، بابا جان! اگرچہ میں کمسن ہوں اور اپنے پاؤں پر چل کر میدان میں آنے سے بھی قاصر ہوں مگر اسلام کی ناؤ کو ساحلِ مراد تک پہنچانے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہوں، میری لاکھ جان حاضر ہے، آپ مجھے کمسن نہ سمجھیں، مجھے ایک بار اپنی نصرت کا موقع عطا فرمائیں، میں آج ایسی نصرت کروں گا کہ کائنات میری چند لحاظی نصرت کو تاقیامت یاد رکھے گی، میری خاموشی کے خطبات اسلام کا بھرم رکھنے کے لئے کافی ہیں، میرے گلوئے نازک سے بہنے والے خون کے چند قطرات وحدت کی لاج رکھیں گے، میری شہادت سے وہ ہنگامہ درد برپا ہوگا کہ قصرِ باطل کی بنیادیں تک ہل کر رہ جائیں گی اور جب میرا سر طورِ وفا پر بلند ہوگا تو توحید و نبوت کو اسی وقت معراجِ حقیقی حاصل ہوگی اور پھر کبھی بھی اسلام کا علم سرنگوں نہیں ہوگا، اس وقت شہزادہ علی اصغرؑ نے گہوارے میں

اپنے جدِ اطہر مولائے کائنات کا طریقہ اختیار فرمایا اور آپ نے قنات کو چاک کر کے خود کو گہوارے سے گرا دیا، مستوراتِ توحید و رسالت کی نظر پڑی تو انہوں نے فوراً جا کر معصوم کو اٹھایا اور دوبارہ گہوارے میں سلا دیا، مگر معصوم کو گہوارے میں سکون نہیں آیا بلکہ پھر اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دیا، جس وقت تیسری مرتبہ معصوم نے اپنے آپ کو گہوارے سے گرایا تو اس وقت مستورات میں کہرام مچا ہوا، ماں نے معصوم کو اٹھایا اور پوچھا کہ بیٹا آپ بار بار کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ پاک شہزادے نے رو کر زبانِ حال سے عرض کیا کہ اماں جان! میں اپنے بابا کی نصرت کرنا چاہتا ہوں، میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے ہوتے ہوئے میرے بابا اپنے آپ کو غریب کہلوائیں جس وقت معصوم شہزادے نے زبانِ بے زبانی سے یہ عرض کیا تو تمام مستورات جمع ہوئیں اس وقت حضرت اُمّ ربابؓ نے اپنے معصوم کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ بچوں کی زبان ماں سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے؟ میرے لختِ جگر میں آپ کا مدعا سمجھ چکی ہوں کہ آپ کو اپنے بڑے بھائیوں سے بھی زیادہ اپنے بابا کی غربت اور تنہائی کا احساس ہے اور آپ ماں کے دودھ کی لاج رکھتے اور مجھے سرخرو کرنے کی خاطر مظلوم بابا کی نصرت کرنا چاہتے ہیں معظّمہؓ اپنے لعل کو اٹھا کر خیمہ سے باہر آئیں اور انہیں جناب شریکۃ الحسینؓ بی بی حضرت زینبؓ کے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا کہ شہزادی! ہر کسی نے اپنی اپنی قربانیاں پیش کی ہیں، اب آپ میری قربانی بھی قبول فرمائیں حضرت زینبؓ نے جلدی سے معصوم کو اس انداز سے اپنے دونوں ہاتھوں پر لیا کہ جس طرح قرآن کریم کو باادب ہو کر لیا جاتا ہے۔

معصوم شہزادے کے زرد رخساروں پر بوسہ دیا اور اپنی پاک ردائے تطہیر میں لے کر سینے سے لگا لیا، اس کے بعد جناب فضہؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے بھائی جس

حال میں بھی ہیں انہیں عرض کریں کہ ایک مرتبہ خیام میں آئیں امام مظلوم نے یہ صدائے غیب میدان میں محسوس کی، اپنے سب سے بڑے ناصر کی لبیک کی آواز سنی ذوالجناح کا رخ خیام کی جانب موڑا

فارتفعت اصوات النساء بالعويل فتقدم الى باب الخيمة وقال
لاخته ناولنى ولدى الصغير حتى اودعه۔

صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ جس وقت مستوراتِ اطہار میں صدائے گریہ بلند ہوئی تو امام مظلوم اپنے رہوار کو خیام کے در پر لے آئے اور بہن سے فرمایا کہ بہن! ہمیں ہمارا معصوم بیٹا علی اصغر دیں، ہم اس کے ساتھ آخری وداع فرمانا چاہتے ہیں، جس وقت معظّمہ بی بی نے حضرت علی اصغر کو ان کے سپرد فرمایا تو امام مظلوم نے فرمایا۔
وقال لها يا اختاه اوصيك بولدى الاصغر خيرا فانه طفل صغير
وله من العصر ستة اشهر فقال له يا اخي ان هذا الطفل له ثلاثة
ايام ماشرب الماء طلب له شربة من الماء

اے میری ہمیشہ ہم اس چھ ماہ کے صغیر لعل کو آپ کی حفظ و امان میں دیتے ہیں، آپ کو اس کا خیال رکھنا ہے، اس وقت معظّمہ بی بی حضرت زینبؓ نے عرض کیا کہ آپ اس معصوم کے متعلق تاکید تو فرما رہے ہیں مگر یہ معصوم تو تین دن کا پیاسا ہے، اگر ہو سکے تو پہلے اسے پانی پلا دیں، اُمت سے اس معصوم کے لئے پانی طلب تو کریں ممکن ہے کہ اُمت کو اس معصوم پر ترس آجائے اور اسے پانی دے دیں۔

امام زین العابدینؑ روایت کرتے ہیں کہ شبِ عاشور ہمارے بابا نے شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا یہ بھی کل تو حید کی عظمت پر قربان ہو جائیں گے، یہ خبر سن کر جنابِ قائم تڑپ اُٹھے تھے اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا ظالمین خیام

میں بھی آجائیں گے اور اس معصوم کو یہاں شہید کریں گے؟ امامؑ نے فرمایا تھا کہ اُن کو خیام میں شہید نہیں ہونا بلکہ ہم ان کو میدان میں لے کر جائیں گے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے سبھی پہلے سے باخبر تھے، اس لئے جس طرح عام صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں وہ بات عجیب لگتی ہے، بلکہ حضرت علی اصغرؑ سارے پردہ دارانِ توحید و رسالت کو ان کی شہادت کا علم تھا بلکہ ہر شہید کی شہادت کا علم تھا، صرف ترتیب معلوم نہیں تھی۔

اس لئے جس وقت امام مظلومؑ خیام میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے پردہ دارانِ توحید و رسالت کو سلام کیا، فرمایا کہ اے اہل بیتؑ نبوت غریب کا سلام ہو، سارے پردہ دارانِ توحید و رسالت آخری قنات کے دروازے پر تشریف لائے، امام مظلومؑ قنات سے اندر اپنے رہوار پر سوار ہو کر داخل ہوئے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے رونے کی آواز سنی ہے اس لئے خیام میں واپس آگئے ہیں، اس گریہ کی وجہ کیا ہے؟

حضرت زینبؑ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ ازل کے سبھی فیصلوں سے آپ خود آگاہ ہیں، جس وقت آپ نے طلبِ نصرت کا اعلان فرمایا تو آپ کے معصوم نے اپنے آپ کو گہوارے سے گرادیا ہے۔

آپ نے رات فرمایا تھا کہ سارے میرے اصحاب و انصار اور عزیز رشتے دار شہید ہو جائیں گے اور ان شہدا میں آپ نے اس معصوم کا نام بھی لیا تھا مگر یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس معصوم کو کس وقت قربان ہونا ہے، اگر اس معصوم کی قربانی کا وقت آگیا ہے تو معصوم نصرت کے لئے تیار ہے اس وقت امام مظلومؑ نے شہزادے علی اصغرؑ کی ماں حضرت اُم ربابؑ کی طرف سوالیہ نگاہ فرمائی، انہوں نے سر جھکا کر عرض کیا کہ آقا میں

آپ کی ہر رضا پر راضی ہوں، یہ معصوم لعل تو میرے پاس آپ کی امانت ہے، اگر آپ اسے لے جانا چاہیں تو لے جاسکتے ہیں کیونکہ آپ مالک ہیں بلکہ میرے لئے تو یہ اعزاز ہے کہ میرا کسمن آپ کے کسی کام آجائے، میں تو آپ کی کنیز ہوں۔

امام مظلوم نے جس وقت یہ گفتگو سنی تو فرمایا کہ اولاد والدین کے لئے ایک مجبوری بھی ہوتی ہے مگر اولاد سے بڑھ کر ایک اور مجبوری بھی ہوتی ہے کہ اگر بقاء دین خدا کی خاطر اولاد قربان کرنا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

آج مجھے اپنی نصرت کے لیے اس معصوم کی ضرورت ہے، آپ ایسا کریں کہ اسے سچا سنوار کر مہیائے جہاد کریں، چونکہ ہمارے سامنے سبھی دشمنان خدا اور رسول ہیں اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسے شان و شوکت سے میدان میں لے جائیں۔

ہر ماں کی طرح آپ کے دل میں بھی یہ تمنا ہوگی کہ علی اصغر جوان ہوتا، ہم اس کی خوشی کرتے، اس کی شادی ہوتی، ہم اسے سہرا پہناتے، اب وہ تمنائیں تو اس وقت پوری ہوں گی کہ جب ہمارے آخری لخت جگر مہدی کا خروج ہوگا اب چونکہ وقت کم ہے اس لئے جلدی سے اسے سچاے سنوارنے کی کچھ حسرتیں آپ پوری کر لیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو کسمن بہن ساری رات بھائی کو لوری دے کر سنانے کی کوشش میں مصروف رہی اس معصوم سیکینہ بی بی نے بھی بھائی کے ساتھ وداع کیا ہوگا، تاریخ تو اس بارے میں خاموش ہے مگر دل کہتا ہے کہ اس بہن نے بھائی کے ساتھ وداع ضرور کیا ہوگا اور کہا ہوگا کہ بھائی اگر میدان میں جانا ہی ہے تو ذرا اپنی بہن سے آخری مرحلہ پیار تو کروالیں تاکہ میرے دل میں آپ کو پیار کرنے کی حسرت نہ رہ جائے۔

تاریخ تو یہ نہیں بتاتی کہ معصومہ سیکینہ بی بی نے صغیر بھائی سے کسی طرح وداع کیا، سبھی جانتے تھے کہ اس معصوم کو جب میدان میں جانا ہے تو پھر زندہ واپس نہیں آنا

ہے، کیونکہ امام مظلومؑ اس معصوم کی شہادت کی خبر شبِ عاشور دے چکے تھے، اس لئے دل کہتا ہے کہ ماں نے معصوم لعل کو رخصت کرتے وقت یہ بھی فرمایا ہوگا کہ علی اصغرؑ آپ کے بھائی سجاد جو اس وقت غش کی حالت میں ہیں ذرا ان سے بھی آخری مرتبہ مل لیں، ان سے بھی پیار کرالیں، بہنوں سے بھی پیسا سے ہونٹوں پر پیار لے لیں۔

تاریخ اور صاحبانِ مقتل یہ بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ امام مظلومؑ نے شہزادہ کو کس معظمہ بی بی کے ہاتھوں سے لیا تھا اور اس بات پر اکثر مؤرخین متفق نظر آتے ہیں کہ انہوں نے شہزادہ کو ان کی والدہ کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ حضرت زینبؑ کے ہاتھوں سے لیا تھا۔

اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ شریف گھروں کی باحیا مستورات کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیرخوار بچوں کو خود اٹھا کر عام رشتہ داروں کی موجودگی میں اپنے شوہر کے سامنے نہیں آتی ہیں اور یہ پاک خاندان کی گھریلو زندگی اور ان کی اعلیٰ روایات کے عین مطابق تھا کہ ام ربابؑ نے اپنے فرزند کو خود اپنے سرتاج کے سپرد نہیں کیا بلکہ شہزادے کو امام مظلومؑ نے حضرت زینبؑ کے ہاتھوں سے لیا تھا۔

اُس وقت معظمہ حضرت زینبؑ نے لختِ جگر کو بھائی کے ہاتھوں پر رکھا تو مرزا دبیر فرماتے ہیں کہ اس وقت شہزادے علی اصغرؑ کی ماں اپنے نونہال کے قریب آئیں اور معصوم کا دایاں ہاتھ پکڑ کر معصوم کے ماتھے پر رکھا اور فرمایا کہ اے مستوراتِ رسالت تمہیں میرا لعل آخری سلام کر رہا ہے۔

اصغرؑ کو لے چلے جو شہنشاہِ بحر و بر
مردم کے اُس نے کہنے پہ حسرت سے کی نظر
نہا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر
بانو پکاری پھیر کے منہ کو ادھر ادھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو

اصغر سدھارتے ہیں جہاں سے سلام لو
 گھر سے نہیں چلے ہیں، یہ دنیا سے جاتے ہیں ننھے سے ہاتھ جوڑ کے ماں کو دکھاتے ہیں
 زینب پکاری ہونٹوں کو بھی تو ہلاتے ہیں اتنے دنوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں
 وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ ماریے
 بس دودھ چھ مہینے کا بخشا سدھاریے

اس کے بعد حضرت اُمّ ربابؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ بیٹا میدان میں
 جارہے ہو خیال رکھنا کہ آپ کے جیتے جی کوئی تیر آپ کے بابا کی جانب نہ آنے
 پائے، اگر کوئی ظالم تیر چلائے بھی تو اپنا گلا پیش کرنا فرمایا کہ میرے نونہال مجھے
 اپنے دودھ پر مکمل بھروسہ ہے مگر پھر بھی تاکید کروں گی کہ آج امام مظلومؑ پر کبھی یہ بیاں
 اپنے اپنے جوان بیٹے اور بھائی قربان کر کے حضرت فاطمہ زہراؓ سے سرخرو ہو چکی ہیں،
 کسی بی بی نے اکبرؑ جیسا جوان بیٹا دیا ہے، کسی بی بی نے قاسمؑ جیسا دوا لفاں کیا ہے،
 کسی بی بی نے عونؑ و محمدؑ جیسے حسین و ولیدؑ قربان کئے ہیں، اب میری باری آئی ہے تو
 اب آپ ہی کو ماں کے دودھ کی لاج رکھنا ہے، اب ماں کی عزت آپ کے ہاتھ میں
 ہے۔ (محاسن المنظرین علی روضۃ المظلومین صفحہ ۲۶۵ تا ۲۷۳)

خیام سے برآمدگی:

تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہ کر بلا اپنے معصوم گواہ کو اٹھا کر جب خیمے سے برآمد
 ہونے لگے تو پہلی قنات کے اندر پہلے خود گھوڑے پر سوار ہوئے، تلوار کمر کے ساتھ
 تھی، جس وقت زمین پر سوار ہو چکے تو اس وقت حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ اب یہ
 معصوم ہمیں دے دو، معصوم کو اپنے آگے زین پر زانوؤں پر لٹایا اور خیمے سے باہر

تشریف لے آئے۔

باہر گرم لو چل رہی تھی، سورج عین نصف النہار پر تھا، امام مظلومؑ نے اپنے معصوم تختِ جگر کے چہرے پر نگاہ فرمائی، تمازتِ آفتاب کی وجہ سے معصوم کی پیاس بڑھ گئی، بلا تشبیہ جس طرح مچھلی پانی سے باہر آئے تو جلدی جلدی منہ کھولتی اور بند کرتی ہے، اسی طرح معصوم نے جلدی جلدی سانس لینا شروع کئے، امام مظلومؑ نے ذوالجناح کو روک کر فوراً پشت سے ڈھال کو اتارا، ایک ہاتھ سے معصوم کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے معصوم پر ڈھال کا سایہ کیا، اس رنگ میں ظالمین کی طرف روانہ ہوئے۔

اس وقت شامیوں نے نگاہ کی تو امام مظلومؑ کی آغوش میں غلافوں میں لپٹی کوئی چیز نظر آئی، ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یقیناً امام مظلومؑ قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر یاد رکھو کہ صفین کے میدان میں ہم نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تھا اور ان کے بابا علی مرتضیٰ نے حکم دیا تھا کہ جزدان میں قرآن نہیں ہیں پتھر بھرے ہیں ان منافقوں سے جنگ کرو، آج یہ قرآن لے کر آرہے ہیں، کل انہوں نے صرف حکم دیا تھا، تیر مارے نہیں تھے، آج ہم قرآن پر تیر برسا کر دکھائیں گے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شامیوں نے معصوم کو قرآن کیوں سمجھا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ امام مظلومؑ جتنی مرتبہ بھی خیام میں تشریف لے گئے تو اُمت پر اتمامِ حجت کے لئے ہر مرتبہ کوئی چیز ضرور لے آئے، یعنی کسی وقت عمامہ رسولؐ سراطہر پر موزوں فرما کر اتمامِ حجت کیا، کسی وقت دیگر تبرکات کے ساتھ آراستہ ہو کر آئے، اس لئے ظالمین نے یہ سمجھا کہ اب اتمامِ حجت کا آخری سامان قرآن ہی ہو سکتا ہے۔ جس وقت امام مظلومؑ میدان میں تشریف لائے تو ظالمین نے آواز دی کہ ہم سمجھ گئے ہیں، آپ قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر ہم نہیں مانیں گے۔ امام مظلومؑ نے فرمایا

کہ دیکھو یہ قرآن نہیں بلکہ یہ ماں کی مانتا کا مصحفِ ناطق ہے اور اس کے معصوم رخ انور کی زیارت تمام آلِ محمدؑ کا دستور ہے، اتمامِ حجت کے لئے اللہ کے دینِ مبین کا آخری گواہ بنا کر لایا ہوں۔

امامِ مظلومؑ نے اپنے رہوار کو ظالمین کے سامنے روکا، شہنشاہِ کربلا زینِ ذوالجناح پر سوار تھے، ظالمین کی نگاہیں اس ڈھال پر مرکوز تھیں کہ جس کے نیچے ان کے خیال کے مطابق قرآنِ کریم تھا، جس وقت شہنشاہِ کربلا کا رہوار لشکرِ ملعون کے سامنے آیا تو وہ ملائین و ظالمین یہ ارادہ رکھتے تھے کہ جو نبی یہ قرآن پاک ظاہر فرمائیں گے ہم تیروں کی بارش کر دیں گے۔

مگر جب شہنشاہِ کربلا نے اپنی ڈھال ہٹا کر معصوم کے رخِ انور سے چادر ہٹائی اور معصوم علی اصغرؑ کا رخِ اقدس تاب ظاہر ہوا تو تیس ہزار کمانوں سے تیز زمین پر گر گئے، ظالمین نے نگاہ کی تو دیکھا کہ معصومیت کا خداوند لا شریک اپنی جملہ معصومیت چہرے پر سجا کر سویا ہوا تھا، کیفیت یہ تھی کہ معصوم کی آنکھیں بند تھیں، پیاس سے چہرہ سفید ہو چکا تھا، رورور کر معصوم اپنے ہونٹ کھولتا تھا، یہ دردناک منظر دیکھ کر تمام لشکرِ شام کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوئے۔

ایک ایسا ہنگامہ درپا ہوا کہ جس کے ساتھ نفس و آفاق میں قیامتِ خیز درد کی لہر موجزن ہوئی، ظالمین کے لشکر میں سنگدل سے سنگدل آدمی بھی منہ چھپا کر رونے میں مصروف تھا۔

اس وقت امامِ مظلومؑ نے اپنے معصوم لعلِ کوزین سے اٹھایا، اپنے سینہ سے لگایا اور معصومیت پر پیار آیا تو معصوم کی جبین پر بوسہ دیا اور معصوم کے ساتھ راز و نیاز کے انداز میں کلام فرمانا شروع کیا۔

کتب مقاتل کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ ”وہو تناعی“ عربی زبان میں کہتے

ہیں کہ المواء تناعی الصبی او تکلمہ بما یعجیہ ویسرہ

جس طرح ماں اپنے معصوم بچے کے ساتھ لوری کے انداز میں سلانے کے لئے گفتگو کرتی ہے... اسی طرح امام مظلومؑ اپنے کمن کو بہلانے میں مصروف تھے، ان کے پیار کا یہ انداز دیکھ کر لشکرِ شام میں گریہ کا کہرام مچا ہوا۔

مظلوم کر بلا کا آخری مجاہد اعظم میدان میں تشریف لایا مگر اس مجاہد اعظم کا انداز سب سے عجیب تھا، زرہ کی جگہ ماں کا پہنایا ہوا کرتہ تھا، خیام سے لے کر میدان تک بابا کے کانپتے ہوئے ہاتھوں پر ڈھال کے سائے میں سفر کر کے میدان میں پہنچے، تلوار کی بجائے پیاس سے بندھنیاں تھیں اور رجز کی جگہ ایک لاشناہی خاموشی تھی، دشمن کے دل پر وار کرنے والی پیاس سے خشک زبان تھی، اپنے دادا سرکار امیر المومنینؑ کی طرح اپنی حفاظت سے بے نیاز، آنکھیں بند کر کے نماز توحید میں مصروف تھے، طویل روزہ داری کے آثار چہرے پر زردی کی شکل میں نمایاں تھے۔

یہ ایک ایسا منظر تھا کہ جس سے سارا لشکرِ شام اپنے جگر کو تھا مے رو رہا تھا، ابن سعد ملعون اپنے لشکر سے کچھ پیچھے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا، اس کے دائیں بائیں دو ملعون کھڑے تھے، ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا، دوسرا حرمہ بن کاہل اسدی ملعون تھا، یہ ملعون عرب میں چالیس جوانوں کے برابر کا جوان مشہور تھا اور یہ صرف تیر انداز ہی نہیں تھا بلکہ اپنے دور میں تیر اندازی کا بہت بڑا استاد مانا جاتا تھا، ان سب ملائین نے لشکرِ شام کے تیور دیکھے اور میدان میں رونے کی آوازیں سنیں، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے ان دونوں ملائین کو سر کے اشارہ سے اپنے قریب آنے کو کہا اور خود گھوڑے کو آگے بڑھا کر لشکر کی سب سے اگلی صف میں آگیا، عقبہ بن

بشرِ غنوی ملعون اور حرمہ بن کاہل ملعون بھی اپنے اپنے گھوڑے آگے بڑھا کر اس کے قریب آکھڑے ہوئے، اس وقت امام مظلوم نے اتمامِ حجت کے لئے معصوم کا رخ ظالمین کی طرف پھیرا اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ :-

اے گروہِ ظالمین! یقین جانو کہ میں فرزندِ رسولِ مقبول ہوں اور اگر تم مجھے فرزندِ رسول نہیں مانتے تو کوئی بات نہیں، لیکن مجھے مسلمان تو سمجھ لو اگر تم مجھے مسلمان بھی سمجھ لو تو پھر خود بتاؤ کہ کیا مسلمان کہلوانے والے پر کسی کلمہ گو کا خون مباح ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان بغیر وجہ کے کسی دوسرے مسلمان کو شہید کر سکتا ہے؟ اگر تم مجھے مسلمان بھی نہیں سمجھتے تو یہ حدیث پیغمبرِ یاد کرو کہ

کل مولود یولد علی فطرة الاسلام

یعنی پیدا ہونے والا ہر معصوم فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، تمہاری نگاہ میں اگر کوئی قصور یا جرم ہے تو وہ ہمارا ہے، اس معصوم کا تو کوئی جرم نہیں ہے، تم اس معصوم کو پانی تو پلا دو..... اور اگر تمہیں میری بات پر یقین نہ آئے تو اس معصوم سے خود پوچھ لو کہ یہ کتنا پیاسا ہے، فطرتِ انسانی ہے کہ ہر صاحبِ اولاد بچوں کو محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، دشمن کے بچوں پر بھی ظلم کرنا جائز نہیں سمجھا جاتا، معصوم چاہے کسی کا بھی ہو وہ قابلِ رحم ہوتا ہے، مجھے اس معصوم کے لئے تھوڑا سا پانی دے دو جس سے اس کی پیاس بجھائی جاسکے، خود اندازہ کرو کہ چھ ماہ کے کمسن معصوم کی پیاس بجھانے کے لئے کتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تم اس معصوم کی پیاس بجھانے کے لئے تھوڑا سا پانی دے سکو تو یہ مجھ غریب اور مظلوم پر احسان ہوگا ظالمین نے نگاہ کی تو اس وقت معصوم اپنی خشک زبان ہونٹوں پر پھیر رہا تھا، اتمامِ حجت کے دردناک منظر کو دیکھ کر عالمِ ملکوت میں کہرام مچا ہوا، لشکرِ شام و کوفہ میں گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں، کئی

لوگوں نے بلند آواز سے عمر ابن سعد ملعون عید اللہ ابن زیاد ملعون اور فرعون شام یزید پر لعنت کرنا شروع کر دی۔

اپنی فوج میں بغاوت کی فضا دیکھ کر عمر ابن سعد ملعون نے عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرمہ اسدی ملعون کی طرف دیکھے بغیر ایک مبہم حکم دیا کہ اقطع نزع القوم، قوم کے (لشکر شام کے) اس جھگڑے کو ختم کرو۔ یہ معصوم کی معصومیت کا اثر تھا کہ عمر ابن سعد ملعون جیسا شقی القلب درندہ بھی معصوم کو شہید کرنے کا واضح حکم نہیں دے سکا، بلکہ اشارے اور کنائے کے ساتھ حکم دیا ان دونوں ملائین نے اس حکم کو اپنی طرف سمجھا، اور یہ گھوڑوں سے اتر کر فوج سے آگے آکھڑے ہوئے، یعنی عمر ابن سعد ملعون کے گھوڑے کے بالکل سامنے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف آگیا۔

اس وقت عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرمہ بن کابل ملعون دونوں نے اپنی اپنی کمانوں کو کاندھوں سے اتارا، پھر انہوں نے اپنی کمانوں کے ایک سرے کو زمین پر ٹکا کر دوسرے سرے پر سینے کا زور دیا اور کمان جھکا کر چلے چڑھائے، سب سے پہلے عقبہ بن بشر غنوی ملعون نے زمین پر زانو ٹکا کر شت لگائی، مگر جس وقت اس ملعون کی شہزادے علی اصغر کے چہرے پر نظر پڑی تو اس کے ہاتھ سے تیر زمین پر گر گیا، یہ روتا ہوا واپس مڑا اور اس نے بلند آواز سے کہا کہ خداتم سب پر لعنت کرے، کیا ایسے معصوم پر ظلم کرنا ممکن ہے؟ واللہ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

اس وقت لشکر شام میں ابن سعد ملعون کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں، پھر اس ملعون نے حرمہ بن کابل اسدی ملعون کو حکم دیا کہ اقطع نزع القوم قوم کے اس جھگڑے کو ختم کرو، اس وقت حرمہ ملعون نے اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوئے وضاحت طلب کی اور پوچھا کہ

نزع الاکبر او اصغر... کیا بڑے نزع کو ختم کرنا ہے یا چھوٹے نزع کو؟
یعنی نشانہ شہنشاہ مظلوم کو بلا کو بنانا ہے یا کمن معصوم کو؟

ابن سعد ملعون نے کوئی جواب نہیں دیا، اس وقت حرمہ ملعون نے کاندھے کے اوپر سے ہاتھ بڑھا کر ترکش میں سے تیر کھینچا، اس نے تیر سہ شعبہ کمان کے چلے میں ڈالا اور فوراً زمین پر زانو جما کر نشانہ لیا۔

یہ حرمہ بن کاہل اسدی ملعون تین ہزار تیر انداز کا استاد تھا اور اس زمانہ میں جس وزن کی کمان یہ ملعون استعمال کرتا تھا پورے عرب میں اس وزن کی کمان چند طاقتور جوانوں کے علاوہ کوئی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اس وقت امام مظلوم نے اپنے معصوم فرزند کو ہاتھوں پر بلند فرمایا تاریخ کے الفاظ یہ ہیں کہ اتنا بلند فرمایا کہ آپ کی بگلوں کی سفیدی نظر آرہی تھی۔

اس وقت ملعون حرمہ نے پوری قوت سے کمان کو جھکایا اور اس میں تیر چڑھا کر شت لگائی، امام مظلوم نے بائیں ہاتھ پر معصوم کو اٹھا کر دائیں ہاتھ کو معصوم کی کمر پر سہارے کے طور پر رکھا ہوا تھا اور معصوم کا رخ اُمت ملعون کی طرف کر کے کلام فرمانے میں مصروف تھے اس وقت حرمہ ملعون نے چلے میں تیر چڑھا کر زہ کو کھینچا، ایک بار کھینچا مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، دوبارہ کھینچا مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، اس ملعون نے تیسری مرتبہ کمان کو کھینچا مگر پھر بھی تیر نہیں چھوڑ سکا، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اسے جھڑک کر کہا کہ اے بد بخت تو تیر اندازی کا استاد کہلواتا ہے حوصلہ کیوں ہار گیا ہے؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے، ظالم تو بڑا سنگدل ہے۔

دو باتیں ایسی میرے سامنے ہیں کہ جن کی وجہ سے میں تیر نہیں چلا سکتا ہوں، ابن سعد ملعون نے پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ

جس وقت میں تیر چلانے کا ارادہ کرتا ہوں تو میرا دل کانپ جاتا ہے اور ساتھ ہی میرے ہاتھ بھی کانپ جاتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مظلوم کرب و بلا کے ہاتھوں پر معصوم بھی کانپتا ہے اور اس کے ساتھ عرش الہی بھی کانپ رہا ہے اور جب میں تیر چلانے کے لیے معصوم کے گلے کا نشانہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک معصوم کا گلا نہیں ہے بلکہ رسول خدا ہیں کہ جنہوں نے اپنا گلا معصوم کے گلوں کے نازک پر رکھا ہوا ہے، اور مجھے یہ نہیں سمجھ میں آ رہا کہ میں کون سے گلے کا نشانہ لے کر تیر چلاؤں۔

ابن سعد ملعون نے پوچھا کہ دوسری وجہ کیا ہے جو تجھے تیر نہیں چلانے دے رہی؟ حرمہ ملعون نے رو کر کہا کہ اے ظالم! تجھے کیا معلوم، ذرا امام مظلوم کے خیمے کی طرف نگاہ کر کہ جس وقت میں تیر چلانے کی کوشش کرتا ہوں تو سامنے جو قنات ہے وہ ہل جاتی ہے، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ایک ماں کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے کہ اے ظالم! کچھ تو خوفِ خدا کر، میری آغوش خالی نہ کر، میرے نورِ نظر پر ظلم سے باز آ جا، ظالم بچوں کا حلق تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ خالق نے ان کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان کی غذا شیرِ مادر کو قرا دیا ہے۔ اس خیال سے تو میرے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے اسے ڈانٹ کر گالی دی اور کہا کہ تمام لشکر باغی ہو رہا ہے اور تو بہانے تراش رہا ہے، اب دیر نہ کر، فوراً یہ قصہ ختم کر۔ جس وقت شہزادہ علی اصغر کا گلوں کے نازک بادِ سموم کی زد میں آیا تو اس کا اتنا شدید اثر ہوا کہ ماما کے اس نازک پھول کا رنگ پہلے زرد تھا پھر سرخ ہو گیا، اور چمن نبوی کا یہ پھول ایک دم مرجھا کر شاخِ شجر سے گر کر زمین بوس ہو گیا، ارض و سما متزلزل ہوئے، عرش الہی کا پٹنہ لگا، قیامت کے آثار ظاہر ہوئے، ہر طرف ہائے کا شور بلند ہوا۔

صاحبانِ مقتل نے اس موقع کی مناسبت سے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ جس طرح عرب اور ایران میں یہ رسم رائج ہے کہ روزِ عاشور کے تمام واقعات کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح تبریز (جو حضرت شاہ شمس تبریزی کا وطن ہے) میں بھی روزِ عاشور پورے واقعہ کو بلا کو عملی صورت میں پیش کیا جاتا تھا ایک سال انہوں نے روزِ عاشور شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کے واقعہ کو پیش کرنے کا پروگرام مرتب کیا، انہوں نے کئی مؤمنین سے حرمہ بن کاہل اسدی ملعون کی شبیہ بننے یعنی اس ملعون کا کردار ادا کرنے کے لئے گزارش کی مگر کوئی مومن بھی اس پر آمادہ نہ ہوا، پھر مؤمنین نے مشورہ کیا کہ ہم کسی ایسے آدمی کو حرمہ کی شبیہ بنائیں جو غیر مذہب کا ہو کیونکہ ایران میں آج بھی آتش پرست مجوسی موجود ہیں، انہوں نے تبریز کے ایک آتش پرست کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حرمہ ملعون کا کردار وہ ادا کرے گا، اور اسے سمجھایا گیا کہ تیرے ساتھ ایک فوج ہوگی، تیرے سامنے ایک بزرگ سید امام مظلومؑ کی شبیہ بن کر آئیں گے، ان کے ہاتھوں پر معصوم شہزادے کی شبیہ ایک سید زادہ بچہ ہوگا، وہ تجھ سے پانی طلب کریں گے، تو عرض کرنا کہ میں پانی نہیں دے سکتا، اس کے بعد تیر فضا میں چھوڑ دینا، یہ سارا پروگرام مرتب کیا گیا اور اسے سب کچھ سمجھا دیا گیا۔

جس وقت روزِ عاشور بعد از زوالِ آفتاب شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کا وقت ہوا تو اسی طرح میدان میں فوجوں کی صف آرائی کی گئی، اس آتش پرست کو فوج میں مرکزی مقام دیا گیا، میدان میں خیمے لگائے گئے، اس کے بعد سلسلہ شروع ہوا، ایک بزرگ سید خیمے میں سے گھوڑے پر برآمد ہوئے، ان کے ہاتھوں پر ایک کمسن معصوم تھا، جس پر انہوں نے ڈھال کا سایہ کیا ہوا تھا اور عبا کا دامن بھی معصوم پر رکھا ہوا تھا، انہوں نے پروگرام کے مطابق فوج کے سامنے اس معصوم کے لئے پانی کا سوال کیا اور معصوم

کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا کہ اے فوجِ اشقیا! میرے اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی تو پلا دو؟ ان بہتے ہوئے دریاؤں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، مجھے معصوم کے لئے پانی تو دے دو۔

جس وقت انہوں نے یہ سوال کیا تو اس آتش پرست کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اس کے ہاتھ پاؤں کا پنپنے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، جب اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس وقت اس نے سید بزرگ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امام حسینؑ مجھے تو یہ سمجھایا گیا تھا کہ جب وہ پانی طلب کریں تو انکار کر دینا، میرے آقا! واللہ میں اب انکار نہیں کر سکتا، کیا آپ جیسے کریم سے کسی چیز کا انکار کیا جاسکتا ہے؟ خدا جانے وہ ملعون کتنے سنگدل تھے کہ جنہوں نے معصوم کو بھی پانی نہیں دیا تھا۔

حرمہ ملعون کا ظلم بھرا تیرا اس قدر شدید تھا کہ تاریخ کے الفاظ ہیں۔

ذبیح من اذن الی اذن میں اس کا ترجمہ تو نہیں کر سکتا صرف اتنا عرض کروں گا کہ جس وقت ظلم بھرے تیرے آکر گلے کا بوسہ لیا تو معصوم نے ایک بار بابا کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی، دونوں ہاتھیں کھول کر بابا کے گلے میں ڈال دیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس وقت معصوم علی اصغرؑ بابا کے چہرے پر نگاہ کر کے مسکرائے، اس کے بعد اپنے بابا کے ہاتھوں میں سر سجدے میں جھکا دیا، جس وقت معصوم نے بڑھ کر اس ملعون کا تیر گلے پر لیا تو حرمہ ملعون نے داد طلب نگاہوں سے ابن سعد ملعون کی طرف دیکھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حرمہ ملعون کے تیر نے بیک وقت دو زخم لگائے، پہلے اس نے

معصوم علی اصغرؑ کا گلا زخمی کیا، پھر امام مظلومؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا، امام مظلومؑ نے اپنے بازو سے اسے باہر نہیں کھینچا بلکہ فوراً معصوم کو سینے سے لگا کر اپنا ایک ہاتھ معصوم کے گلے کے زخم کے نیچے رکھ دیا تاکہ خون کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرنے پائے، جس وقت ہاتھ خون سے لبریز ہو گئے تو امام مظلومؑ نے اس خون سے اپنی ریش اطہر خضاب فرمائی، اس کے بعد دوبارہ ہاتھ زخم کے نیچے رکھ دیا، جس وقت خون جمع ہو گیا تو اسے آسمان کی طرف روانہ فرمایا، امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ

فلم تسقط من ذالك الدم قطرة الى الارض

معصوم کے خون کو جس دم آسمان کی طرف اُچھالا گیا تو اس میں سے ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہیں آیا۔ جس وقت امام مظلومؑ معصوم کے گلے کے نیچے ہاتھ رکھ کر خون جمع کرنے میں مصروف تھے تو اس وقت معصوم کا سر بابا کے شانہ پر تھا، گلے میں سے خون جاری تھا۔

معصوم کی حالت اور کیفیت دیکھ کر لشکرِ شام کی چچیں نکل گئیں، ابن سعد ملعون نے حرمہ بن کامل ملعون کو نشانے کی داد دی، ظالم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

مظلوم اکبر..... علی اصغرؑ:

کر بلا کی سر زمین ہے، قیامت کا روز ہے، امام مظلومؑ کے ہاتھوں پر معصوم کی لاش ہے، یہ اپنے معصوم کو پانی پلانے کے لئے میدان میں لائے تھے، معصوم پانی سے تو سیراب نہیں ہو سکا مگر جامِ شہادت سے سیراب ہو گیا، جس کے بعد کسی پیاس کا امکان ہی باقی نہیں رہا، اس وقت امتِ ملعون اگر اس معصوم کو پانی دے دیتی تو یہ معصوم کتنا پانی پی لیتا؟ ایک یا دو گھونٹ اور یہ حقیقت ہے کہ چھ ماہ کے معصوم کے

گھونٹ پانی کے قطرے ہوتے ہیں۔

اُمّت ملعون کے سامنے دو دریا بہہ رہے تھے، ایک دریائے فرات تھا کہ جو کربلا سے تھوڑی دور مشرقی طرف بہہ رہا تھا اور اس کی ایک نہر علقمہ ”خیام حسینی“ سے تھوڑی دور اس مقام پر تھی کہ جہاں آج حضرت عباسؓ کا روضہ اطہر ہے دوسری نہر ہندی جو آج ہمارے سامنے موجود ہے، جسے پہلے نہر طورینج کہا جاتا تھا، نہر علقمہ زمین میں غائب ہو گئی تھی کیونکہ جس وقت جناب سجادؓ شام سے واپس تشریف لائے تھے تو اس وقت انہوں نے نہر علقمہ کو دیکھ کر فرمایا تھا تو ابھی تک سطح زمین پر جاری ہے، تو شرم سے زمین میں دفن نہیں ہو گئی؟ اس فرمان کو سنتے ہی نہر کے دونوں کنارے آپس میں مل گئے تھے اور وہ آج بھی زیر زمین جاری ہے، حال ہی میں اس کی ویڈیو کیسٹ بھی آپجی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ نہر حضرت عباسؓ کے اصل حزار کے نیچے جاری ہے۔

معصوم شہزادے کو شہید کرنے والا حرمہ بن کابل اسدی ملعون تھا جو فن تیر اندازی میں بڑا ہی ماہر سمجھا جاتا تھا۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ عقبہ بن بشر اسدی جو کہ عقبہ بن بشر غنوی ملعون سے ایک علیحدہ شخصیت ہے، وہ ایک دن امام ابو جعفر محمد الباقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسے دیکھ کر امام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس نے پوچھا کہ آقا آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں؟ امام نے فرمایا کہ تو اسدی قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ہمارا ایک خون اسدی قبیلہ کی گردن پر بھی ہے، اس نے عرض کیا کہ آقا اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے، امامؑ نے فرمایا کہ ہاں تیرا تو کوئی قصور نہیں ہے مگر جب ہم کسی اسدی جوان کو دیکھتے ہیں تو ہمیں امام مظلومؑ کی آغوش میں شہید ہونے والا معصوم یاد آ جاتا

ہے، جسے تمہارے قبیلے کے ایک ملعون نے سید الشہد کی آغوش میں شہید کیا تھا۔

منہال ابن عمرو جسے صحابی رسولؐ بھی کہا جاتا تھا یہ وہ منہال ہے کہ جو شام میں جناب سید الساجدینؑ کو بھی ملا تھا، یہ روایت کرتا ہے کہ میں ۶۸ یا ۶۹ ہجری میں حج بیت اللہ کے لئے مکے گیا اس وقت جناب مختار ثقفی کی کوفے میں حکومت قائم ہو چکی تھی اور انہوں نے خالمین سے انتقام کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا یعنی واقعہ کربلا سے تقریباً سات یا آٹھ سال بعد کی بات ہے کہ میں حج کر کے مکے سے مدینہ الرسولؐ میں شہنشاہ انبیاء کی زیارت کو آیا تا کہ تکمیل حج ہو جائے جس وقت میں مسجد النبی میں داخل ہوا تو اس وقت اپنے خانہ اطہر کے دروازے کے سامنے جناب سید الساجدینؑ کی مسند لگی ہوئی تھی، ان کے سامنے کافی لوگ جمع تھے اور امام مظلومؑ کی دستار کے وارث تکیہ کے سہارے تشریف فرما تھے، میں نے ان کے قریب جا کر سلام عرض کیا اور دست بوسی کے بعد بیٹھ گیا، کچھ دیر خاموشی کے بعد انہوں نے فرمایا اے منہال تم کوفے سے کب آئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حج کے لئے وہاں سے چند ہفتے پہلے چلا تھا اس وقت شہنشاہ معظم نے مختار ثقفی کی خیریت دریافت فرمائی میں نے عرض کیا ان کی آتش انتقام دشمن کے لئے عذاب جہنم کی طرح عروج پر ہے اس وقت امام زین العابدینؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور رو کر فرمایا کہ کوفے میں تیرا ایک محلے دار تھا جس ملعون کا نام حرمہ بن کابل اسدی تھا اس کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب میں وہاں سے چلا تھا تو وہ ملعون زندہ چل پھر رہا تھا، جناب سجادؑ نے ایک سرد آہ بھر کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے دو مرتبہ فرمایا۔

اللّٰهُم اذقہ الحر النار خالق اس ملعون کو اب تو آتش جہنم کا مزہ چکھا

دے میں نے عرض کیا کہ آقا اب تک تو آپ کی ذات نے کسی کو بددعا نہیں فرمائی کیا

یہ اتنا بد بخت اور شقی ہے کہ آپ یہ کلمات فرما رہے ہیں؟

آپ نے رو کر فرمایا کہ اس ملعون نے ہماری ماں کو وہ دکھ دیا ہے کہ پورا ایک سال وہ دھوپ میں بیٹھ کر اپنے معصوم کو رو کر دنیا سے رخصت ہوئی ہیں، مظلوم تو روتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ظالم ابھی تک زندہ ہیں، اور دندناتے پھر رہے ہیں، عدل میں اتنی دیر بھی تو عدل کے منافی ہے۔

منہال سے روایت ہے کہ جس وقت میں واپس کو فہ آیا تو حرمہ ملعون گرفتار ہو کر مختار ثقفی کی خدمت میں پیش کیا جا چکا تھا، میرے سامنے اسے اذیت ناک طریقے سے فی النار کر کے جس وقت نذر آتش کیا گیا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا مجھے دیکھ کر جناب مختار ثقفی نے پوچھا کہ آپ نے سجدہ شکر کیوں ادا کیا ہے؟ میں نے انہیں جناب امام سجاد کا فرمان سنایا تو اس وقت جناب مختار ثقفی نے بھی تخت سے اتر کر زمین پر سجدہ شکر ادا کیا کہ آقا کی بددعا کی تکمیل کا شرف خلاق عوالم نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

منہال کہتا ہے کہ میں نے جناب مختار کی خدمت میں عرض کیا کہ آج دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں، جناب مختار نے فرمایا کہ جس دن میں کسی ملعون کو فی النار کرتا ہوں تو اس دن شکرانہ کا روزہ رکھتا ہوں اور آج بھی میں روزہ سے ہوں..... میں عرض کر رہا تھا کہ حرمہ بن کابل اسدی ملعون اتنا بد بخت تھا کہ اسے سید الصابریں کی ذات پاک نے بھی بددعا فرمائی ہے، اس کا ظلم کوئی کم تو نہیں تھا۔

جس وقت امام مظلوم اپنے تخت جگر کو لے کر میدان میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے امت ملعون پر اتمام حجت کیا، اس وقت دو ملائین نے تیر چلانا چاہا ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا کہ جو عین موقع پر حوصلہ ہار گیا تھا، دوسرا یہ حرمہ ملعون تھا کہ جس نے اپنے ظلم کی تکمیل کی تھی۔

عرفا عظام کا ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلے امام حسینؑ نے معصوم لعل کا خون زمین کے سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا مگر زمین لرز گئی اور اس نے عرض کی کہ آقا اگر ایک قطرہ بھی زمین پر آیا تو میں برباد ہو جاؤں گی، میں اس معصوم کے خون کے وزن کی متحمل نہیں ہو سکتی، اس وقت امام مظلوم نے آسمان کی طرف نگاہ فرمائی تو آسمان متزلزل ہو گیا اور عرض کی کہ آقا! قیامت تک آسمانوں سے نازل ہونے والی کوئی بھی چیز نازل نہیں ہو سکے گی، اس وقت امام مظلومؑ نے فرمایا کہ:-

انکار آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اس کے بعد اپنے رُحِ انور پر اس خونِ اطہر سے خضاب فرمایا، جس وقت دوسری بار لہو ہاتھ میں جمع ہوا تو پھر انہوں نے ارادہ فرمایا کہ جبین مبارک پر خضاب کریں عین اس وقت خالق کی ندا آئی کہ اگر یہ خون آپ کی جبین کی زینت بن گیا تو میری توحید کو سرخرو کون کرے گا؟ اب اسے آسمان کی طرف روانہ فرمائیں، یعنی امامت و نبوت اور وحدت کو اس معصوم کے خون کے چند قطرات نے سرخرو فرمایا اس لئے کوئی قطرہ واپس زمین پر نہیں آیا، بلکہ توحید سے لے کر سارے ملکوت ان چند قطرات سے سرخرو ہو گئے۔

یہاں ایک سوال کا جواب ضروری ہے جسے اکثر صاحبانِ مقاتل نے اٹھایا ہے کہ جس وقت تیر فضا میں تھا دور سے آتا دکھائی دیا تھا۔ اس وقت اگر امام مظلومؑ کو بچانا چاہتے تو بچایا جاسکتا تھا مگر امام مظلومؑ نے اپنے لعل کو کیوں نہیں بچایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی توتِ الہیہ اور منصبِ ربوبیت کو استعمال فرماتے تو کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا مگر وہ اپنے اختیارات کو استعمال میں لائے ہی نہیں

دوسری ظاہری وجہ یہ تھی کہ اس وقت امام مظلومؑ اپنے معصوم پر جھک کر پیار سے راز و نیاز فرمانے میں مصروف تھے، بہ الفاظِ مقاتل لوری دے کر بہلانے میں مصروف تھے کہ اچانک ملعون نے ظلم کیا، جو نبی ملعون کا تیر معصوم علی اصغرؑ کے گلے پر لگا۔

ضمہ الی صدرہ و قبل وجہ و عینہ و جبینہ و قال یا بُنی وِیل
لہولاء القوم اذا کان خصمہم محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
امام مظلوم نے اپنے معصوم کو سینے سے لگایا، رخسار اور دونوں آنکھوں کے درمیان
بوسہ دے کر فرمایا کہ ویل ہے ان ملائین کے لئے جنہوں نے رسول اللہ کی دشمنی مول
لی ہے، اس کے بعد آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

و یقول اللہم انت الشاہد علیہم فانہم قد قتلوا اشبہ الناس
خلقا برسولک

اے اللہ! تیری ذات ان ملائین پر گواہ رہے کہ انہوں نے میرا وہ معصوم شہید کیا
جو عالمِ تخلیق میں تیرے حبیب کی سب سے بڑی شبیہ ہے، سب سے زیادہ ان کے
ساتھ تخلیقی لحاظ سے مشابہ ہے۔

اس مفہوم کے فقرے امام مظلومؑ نے دوسرے بار شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد۔

اس گھر کے جتنے معصوم افراد ہیں وہ سارے امامت کے معیار پر پورے اُترتے
ہیں مگر امامت کے لئے آئمہ کی تعداد ازل سے مقرر تھی اس لئے ان کو امامت
کا منصب نہیں ملا، جس طرح کوئی حکومت کسی اعلیٰ عہدے کی بارہ جگہیں مقرر کر دیتی
ہے۔ بلا تشبیہ معیار پر سارے حضرات پورے اُترتے تھے مگر امامت کے بارہ افراد
تھے اس لئے امام بارہ مقرر ہوئے درحقیقت امامت کی صلاحیت سارے شہزادوں

میں موجود تھی۔

وجہ تبسم:

ينظر الى وجهه ويضحك او يتبسم و يصير الى روح الله و
ريحانه آخرى وقت شہزادہ علی اصغر نے اپنے بابا کے چہرے پر نگاہ فرمائی اور
چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، بابا کی طرف دیکھ کر ایک مرتبہ مسکرا دیئے، اس کے
بعد اپنے جد اطہر کی آغوش عاطفت میں تشریف لے گئے

یہاں عرفان نے کئی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے یعنی کچھ لوگوں نے یہ لکھا ہے
کہ شہزادہ کے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ انسان ہر مقام تعجب پر ہنس پڑتا ہے اور شہزادہ کو
شاید اس بات پر تعجب ہوا ہو کہ یہ ظالمین بھی کیسے سنگدل ہیں کہ مجھ جیسے معصوم کو بھی ظلم
کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

کچھ لوگ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت شہزادہ نے دنیا سے تیاری کی ہوگی تو
حورانِ جنت ان کے لئے کوثر کے جام لے کر آئی ہوں گی جنہیں دیکھ کر شہزادہ علی
اصغر مسکرا دیئے ہوں گے، عام طور پر اس موقع پر مسکرانے پر تعجب کیا جاتا ہے، مگر
صاحبانِ عرفان کی تو دنیا ہی علیحدہ ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات صرف شہزادہ علی اصغر سے تو
صادر نہیں ہوئی بلکہ کربلا میں اکثر شہزادے بوقتِ وصال مسکرائے اور خود امام حسینؑ
بھی اپنے آخری لمحہ میں مسکرائے، یعنی امام مظلوم نے تو فقط تبسم ہی نہیں فرمایا بلکہ ہلکی
سی آواز سے ہنسنے یعنی ان کے ہنسنے کی آواز ظالم نے بھی سنی تھی اور آخری لمحہ میں شہزادہ
علی اصغر بھی مسکرائے تھے۔

اس پر اکثر صاحبانِ عرفان نے اپنی اپنی رائے پیش کی ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ جس وقت معصوم شہزادے نے فوزِ عظیم کو حاصل کر لیا تو اس کامیابی پر خوشی سے مسکرائے
دوسری رائے یہ ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ

یا حارث حمدانی من یموت یرنی

جو بھی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے وہ ہماری زیارت کرتا ہے، شہزادہ علیؑ اصغرؑ کا جس وقت وصال کا لمحہ قریب آیا تو جد اطہر امیر المومنینؑ انہیں لینے آئے اور انہیں دیکھ کر شہزادہ علیؑ اصغرؑ مسکرائے تھے۔

کچھ صاحبانِ عرفان کا خیال ہے کہ شہزادہ علیؑ اصغرؑ اتمامِ حجت اور اپنے بابا کی نصرت کے لئے آئے تھے اور چونکہ سب سے کامل نصرت انہی کی تھی، اس لئے باقی شہزادگان کی ارواح جس وقت ان کے سامنے آئیں تو یہ اپنے بھائی علیؑ اکبرؑ کو دیکھ کر مسکرائے کہ بھائی دیکھتے میری کسنی کی نصرت آپ کی جوانی کی نصرت سے بڑھ گئی ہے۔
مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادقؑ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات معصوم بچہ بظاہر کسی وجہ کے بغیر مسکرا دیتا ہے اور بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے رو پڑتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ سرکارؑ نے فرمایا کہ۔

یا مفضل مامن طفل الا وهو یری الامام اے مفضل کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا جو اپنے زمانے کے امام کو نہ دیکھتا ہو اور یہ دیدار مسلسل ہوتا رہتا ہے۔

ہاں جس وقت امام زمانہؑ اس بچے سے اپنی ذات کو غائب کرتے ہیں تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے، اور جس وقت پھر اسے زیارت کرواتے ہیں تو وہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے ہنس پڑتا ہے، اس فرمان کے پیش نظر کچھ لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ انہیں اپنے جد اطہر سرکار امیر المومنینؑ لینے آئے ہوں گے تو جد اطہر کو دیکھ کر مسکرائے ہوں گے۔

ہر انسان کی ظاہری زندگی کا جب آخری وقت ہوتا ہے تو ہر زمانہ کے امامؑ اپنی ہیئت و حقیقت نورانیہ کے ساتھ سامنے تشریف لاتے ہیں اور اس زمانے کے امامؑ تو امام حسینؑ ہی تھے اور دنیا سے جانے والے ہر انسان کے سر ہانے ان کا موجود ہونا لازم تھا، اور شہزادے کے سامنے تو وہ بہ نفس نفیس موجود تھے، مگر ان کی ہیئت و حقیقت نورانیہ غائب تھی، جس وقت شہزادہ نے اس دنیا کو چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت کی حقیقت ازلیہ و ابدیہ و نورانیہ ان کے سامنے آئی، اسی وجہ سے ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

حتمی بات تو وہ ذات کر سکتی ہے کہ جو ذات ان راز ہائے نہاں سے واقف ہے اس مسکراہٹ کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں بابا کی ازلی حقیقت نورانیہ نظر آئی ہو۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خاندان رسالت کے انتقال ذات کے لئے خالق اور ان کے درمیان کوئی اور وسیلہ نہیں ہوتا، یعنی ملک الموت وغیرہ تو خادم اور مفضول ہے اور تفضیل المفضول علی الفاضل خلاف عدل و عقل ہے

اس لئے عرفا کا یہ فرمان ہے کہ انوار الہیہ اپنے قابض خود ہوتے ہیں یا پھر خلّاق ازل (جو قابض حقیقی ہے) خود اپنی قدرت قابضہ کے ساتھ انہیں قرب عطا فرماتا ہے۔ یہ عمل باقی مقامات پر تو غیر مرئی ہوتا ہے مگر کربلا میں اپنے سارے محسنین کی پذیرائی اور استقبال کے لئے ذات وحدت خود تشریف لائی تھی، اور اس کی جمالیات ذات کا مشاہدہ کر کے شہزادہ مسکرایا ہو کیونکہ جمالیات میں ”جذب احساس“ کی گہلی صلاحیت ہوتی ہے۔

جس طرح جناب یوسفؑ کو دیکھنے والی عورتوں کی حساسیت کو یوسفؑ نے جذب کر لیا تھا جس کی وجہ سے ان عورتوں کو اپنی انگلیوں کے زخمی ہونے کا احساس

تک نہیں رہا تھا، درد یا اذیت وغیرہ کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تھا، کیونکہ ”قوتِ حاسہ“ جمال میں جذب ہو چکی تھی۔

بلا تشبیہ جس وقت شہزادہ علی اصغر کو تیر لگا تو ظلم کے تیر نے پیاس اور گرمی جیسی دیگر اذیتوں کو بڑھا دیا تھا مگر عین اس وقت جمالیاتِ الہیہ نقاب کشا ہوئی، جو نبی معصوم شہزادے نے جمالِ الہی کا مشاہدہ فرمایا تو سارے احساساتِ درد و الم ایک دم ختم ہو گئے، حُسنِ توحید کی آغوش میں شہزادہ علی اصغر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑی، فوراً بابا کو گلے لگایا اور الوداع کہہ کر آغوشِ توحید کے گہوارے کی زینت بن گئے۔

امام مظلومؑ نے معصوم بیٹے کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر مسکراہٹ اسی طرح رُکی ہوئی تھی مگر روحِ اقدس انوارِ سرمدی کے ساتھ ہم آغوش ہو چکی تھی، یہ ایک حقیقت ہے کہ زمانے کا امام کائنات کی روح ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی اذیت سے روح متاثر ہو تو پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ یہ وہ صدمہ تھا کہ جس کی وجہ سے جسم کائنات کی روح یعنی نورِ امام زمانہ متاثر ہوا تھا، اور اس کا لازمہ تھا کہ پوری کائنات و موجودات کو متاثر ہونا تھا، یہ صدمہ عرش سے لے کر قلوبِ شیاطین تک سب کو ہلا دینے والا تھا، چونکہ دشمن و کفار بھی موجودات میں ہی شامل تھے اور نورِ امام زمانہ ہی ان کے لئے موجبِ بقا تھا، ورنہ موجبِ بقا کے بغیر کون باقی رہ سکتا ہے؟ اس لئے ظالمین کے رونے کی اصل وجہ وہ درد تھا کہ جو روحِ عالمین یعنی نورِ امام زمانہ کو متاثر کر رہا تھا اور اس درد کی ہلکی سی ٹیس جو قلبِ امام میں اُٹھی، اس کے ساتھ پوری کائنات و موجودات کے دلوں کی گہرائیوں میں درد کے طوفان اُٹھے، اسی وجہ سے ہر شے درد میں ڈوب گئی۔ (مجالس المنظرین علی روضۃ المظلومین، صفحہ ۲۷۳ تا ۲۸۳)

نہا شہید، نرالا مجاہد

﴿مولانا محمد حسین ممتاز الافاضل ساہیوال﴾

بعض لڑائیاں محض توسیع سلطنت اور دائرہ اقتدار وسیع کرنے کی خاطر لڑی جاتی ہیں۔ حریصانہ ذہنیت اور غضب آلود نگاہیں کسی غیر کو شریک تمکن سرپر سلطنت دیکھنا گوارا نہیں کرتیں اور بعض جنگیں اصول اور خاص مقصد کے پیش نظر معرض وقوع میں آتی ہیں اور بعض صرف دفاع اور تحفظ تک محدود رہتی ہیں۔ نکتہ سنج دماغ اور حقیقت رسا عقل بھانپ لیتی ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک کون سے کردار کا مالک ہے اور ہر ایک کس مزاج کا بندہ ہے اور لڑائی سے کیا چاہتا ہے۔ طریق حرب، انداز گفتگو اور چال چلن ہر ایک کے باطنی راز کی پردہ شہود پر تصویر کھینچ دیتے ہیں۔

افواج حرب کے کمانڈر کی ہدایات کے خلاف اگر عمل درآمد ہو تو اُسے خلاف ورزی کی سزا دی جاتی ہے اور اگر کمانڈر کی موجودگی میں طرح طرح کے ستم روار کھے جائیں، افسر اعلیٰ رضا مندی بلکہ مسرت و انعام کا اظہار کرے تو سمجھ لیجئے کہ یہ سب کچھ کمانڈر کی طرف سے ہو رہا ہے اور فوج کے انچارج کو جرأت نہیں ہوتی اگر بادشاہ یا سربراہ حکومت کی طرف سے ہدایات نہ ہوں۔ کربلا میں جو کچھ ظلم و ستم ہوا نہ تو اس سے یزید بری ہو سکتا ہے اور نہ اس کے نائبین اور نہ افسران، جنگ کربلا میں تمام شہداء بے جرم و بے خطا تھے، اعلیٰ کردار کے مالک، حافظ و قاری اور فقیہ تھے، محبت اہل بیت ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ حق و صداقت کے پیکر اور حریت اسلام کے مجسمہ تھے، مگر جناب علی اصغر جو صغیر سن چھ ماہ کے معصوم بچے تھے۔ ہر فرد خواہ

کسی عقیدہ و مذہب کا ہو، ہر ایک کی نظر میں بے گناہ تھے، ایسے کسٹش ماہ بچے کے متعلق گناہ اور جرم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بظاہر یزید سے یہ بچہ بھی نہ فک سکا، عراق کا ریگستان، گرمی کی شدت اور تین دن خشک، بدن ٹڈالال العطش العطش کی درد انگیز صدائیں خیام حسینی سے انصار نہ اقربا میں قطرہ آب نہیں زمین و آسمان کے درمیان گرمی آگ کی صورت میں مشتعل تھی آل رسول اولاد علی و تول پانی کو ترستی تھی۔ چھ ماہ کا کسٹ بچہ جھولے میں سنبھل نہ سکا، معصوم لبوں پر تشنگی اور چہرہ کملا یا ہوا، ماں کی مامتا دیکھ نہ سکی، امام مظلوم کی خدمت میں طلب آب اتمام حجت کا سوال کیا۔ فرزند رسول ثقلین نے ساقی کوثر کے بیٹے نے نرالے مجاہد کو ماں کی آغوش سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ عاشور کے دن خیام اہل بیت سے جو مجاہد جاتا تھا، زندہ واپس نہ آتا تھا، ستم رسیدہ بیبیاں، جی بھر کر نوحہ و بکا کرتیں۔ ہر شہید کی رخصت کے وقت ایک درد ناک منظر ہوتا تھا۔ ماں بیہوش حلقہ کر کے اسی طرح سر پٹی تھیں۔ جس طرح جنازہ نکلتے وقت سماں ہوتا ہے۔ گلشن عصمت کا بن کھلا غنچہ اور ظلم و جور کی تیز اور گرم آندھیوں سے کملا چکا تھا، حسین نکھڑے پر ذرہ سی پیاس کی شدت نے نامعلوم ماں کے دل پر اور معصوم و کسٹ بہن کے جگر پر کیا اثر کیا ہوگا۔ وقت وداع ہے۔ اہل حرم مجاہد شیر خوار کی رخصت کے وقت خیمہ جناب رباب میں حسرت بھری نگاہوں سے بے زبان غازی کو وداع کر رہے ہیں۔ کسٹ شہزادی سیکنہ نے جانے والے بھائی کو گلے لگایا، گریہ و بکا کی رقت خیز اور غم انگیز آوازوں کے ساتھ مرکب امامت پر سوار نرالہ شہید خیمے سے باہر نکلا۔ جناب سیدہ کے نور العین حضرت شبیر نے بے شیر کو چار سے ڈھانپ دیا تھا۔ فوج یزید کے افسران نے دُور سے دیکھا، قرآن کا شبہ ہوا، جوانوں اور بوڑھوں کی کی لاشیں اٹھانے والا قرآن ناطق کے پارے کو غلاف میں

لیٹ کر ایک بلند ٹیلے پر فوجِ اشقیاء سے یوں خطاب کرتا ہے۔ کسی مذہب و دین اور کسی قوم و آئین کے نزدیک معصوم بچہ مجرم نہیں سمجھا جاتا۔ اگر تمہارے غلط گمان میں حسینؑ قابلِ کشت و ذبح ہے تو اس بے زبان بچے کا تو کوئی قصور نہیں۔ کئی روز سے پانی بند ہے، جان لیوں پر ہے۔ یہ سوال اس کریم عرب کی طرف سے ہے جس نے ایک جنگل میں اسی دشمن کی فوج اور اس کے جانوروں کو عین اس وقت جب کہ شدتِ پیاس سے قریب بہ ہلاکت تھے۔ پانی سے سیراب کیا، مشکوں کے دہانے کھول دیئے، کیا بشر اور کیا حیوان سب نے سیر ہو کر پیا، مگر آج نخی اور فیاض آقا اپنے نانا کی اُمت سے چھ ماہ کے معصوم بچے کے لئے سوال آپ کر رہا ہے۔ اتمامِ حجت کے لئے امامِ مظلوم نے علی اصغرؑ کے چہرے سے چادر کا دامن سر کایا، معصوم نے خشک زبان خشک ہونٹوں پر پھیرنی شروع کر دی، گویا معصوم اپنی بے زبانی سے اپنی پیاس کا شکوہ کر رہا تھا۔

حجتِ خدا کا فرزندِ حجتِ تمام کر رہا تھا، مرجھائے ہوئے غنچہ عصمت کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر دشمن کی فوج بھی منہ پھیر کر آنسو بہانے لگی، گویا یہ ظلم کی انتہا تھی، جسے ظالم نے بھی محسوس کیا۔ یہ نرالے مجاہد کا انوکھا وار تھا، جس نے سنگدل درندہ صفت انسانوں کے بھی کلیجے ہلا دیئے۔ خود مارنے والے آبدیدہ نظر آتے تھے۔ مگر تیر کھانے والا مسکرا رہا تھا۔ یہ ظلم اور صبر کی نبرد آزما تھی، جہاں ظلم عروج کی آخری منزل پر تھا، وہاں صبر کی بھی انتہا تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم ظلم کرتے کرتے نہ تھکتے تھے، جونہی ستم کا نیا وار ہوتا لبِ مصروفِ صبر و شکر رہتے، مولا تیرا شکر ہے تو نے ہمیں ایسے متحان کے لئے منتخب کیا، جس سے انبیاءِ ماسبق نے معذرت کر دی تھی۔ مظالم میں اضافہ دیکھ کر کمرِ ہمت باندھ لیتے اور آنے والی مصیبت کو مسکرا کر گلے لگا لیتے،

امتحان کی زیادتی اور سختی زیادتی مراتب کی دلیل ہے۔

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

عمر بن سعد نے قوم کی بدلی ہوئی حالت کو بھانپ لیا، معصوم کی بے زبانی نے اکثر افراد فوج کے دلوں کو متاثر کر لیا تھا۔ فوراً حرمہ کو بلایا اور کہا ”قطع کلام الحسین“ جلدی کر حسینؑ کا کلام قطع کر اور معصوم کا کام تمام کر، تیر چلانے میں ماہر تجربہ کار حرمہ نے شہ شعبہ تیر لیا۔ چلے میں ڈال کر سُو فار کا رُخ سیدھا معصوم کے چہرے کی طرف کیا۔ امام کے ہاتھوں میں اصغرؑ نے تیر کو اپنی جانب آتے دیکھ کر کہا، اے تیر تیرا مقصود میں ہوں۔ میں دیر سے تیرا انتظار کر رہا تھا۔ چونکہ بعض جانور نیزے اور بعض چھری سے ذبح ہوتے ہیں، وہ تو بڑوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ہاں پرندے تیر سے ذبح کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے میرا گلا حاضر ہے۔ چہرہ پر شکن نہیں، جبیں پر بل نہیں، مُر جھایا ہوا غنچہ تیر کو آندیکھ کر مسکرا اٹھا۔ تینوں بھالیں گردن بے شیر میں پیوست ہو گئیں۔ بے گناہ کا ناحق خون دستِ شبیر میں ہے۔

پڑا جو ننھے گلے پر ناوک کہا یہ اصغرؑ نے مسکرا کر

اجل کے طوقاں سے کھیلتے ہیں چراغِ ایماں جلانے والے

امام عالی مقام نے چٹو میں اس خونِ ناحق کو لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور صبر و استقلال سے فرمایا۔

اے خدائے سبحانہ و تعالیٰ تو ہمارے ان مصائب کو دیکھ رہا ہے، یہ تمام شدائد ہم پر آسان ہیں، پروردگار! تیرے نزدیک میرے بچے کا خون ناقہ صالح علیہ السلام کے قتل سے تو کم نہیں ہے۔ اگر آج ہم بتلائے بلا ہیں تو راضی ہیں۔ بس اس کا نعم البدل عطا فرما۔ علامہ سبط ابن جوزی جو سوادِ اعظم اہل سنت کے اکابر علماء میں شمار

ہوتے ہیں، اپنی کتاب تذکرۃ خواص الامة میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ کی یہ دعا فرمانے کے بعد ہاتھ غیبی نے یہ ندا دی: یا حسینؑ اس بچے کو رخصت کرو۔ اس کے لئے ایک دایہ بہشت میں مقرر کر دی گئی ہے۔ شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اس بچے پر نماز پڑھی اور ذوالفقار سے اس کی قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے

شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

jabir.abbas@yahoo.com

حسین ابن علی

مدینہ تا کربلا

﴿حجت الاسلام محمد صادق نجفی (قم۔ ایران)﴾

شیر خوار بچے کی شہادت کے موقع پر

هَلْ مِنْ ذَابٍ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللَّهِ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللَّهَ
فِينَا، مِنْ مُعْتَبِرٍ يَرْجُو اللَّهَ فِي إِعَانَتِنَا هَلْ مِنْ مُعِينٍ يَرْجُو مَا عِنْدَ اللَّهِ فِي
إِنْتِنَا۔ (۱) (مقتل خوارزمی۔ ج ۲۔ ص ۳۲۔)

رَبَّانُ تَكُ حَبَسَتْ عَنَّا النَّصْرَ مِنَ السَّمَاءِ فَأَجْعَلْ ذَلِكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ
وَانْتَقِمْ لَنَا وَاجْعَلْ مَا حَلَّ بِنَا فِي الْعَاجِلِ ذَخِيرَةً لِنَافِي الْآجِلِ (۲)

(تاریخ طبری۔ ج ۷۔ ص ۳۶۰، طبقات ابن سعد، ارشاد مفید۔)

هَوْنٌ عَلَيَّ مَا نَزَلَ بِي أَنَّهُ بِعَيْنِ اللَّهِ (۳) (لہوف۔ ص ۱۰۳)

مدد کرنے والا۔ عاجل آخرت بہل و آسان۔ بِعَيْنِ اللَّهِ: اللہ کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی
خاص توجہ اور التفات کے لئے کنایہ ہے (طبری) نے عقبہ ابن بشیر اسدی سے نقل
کیا ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے
گفتگو کے دوران مجھ سے فرمایا: اے عقبہ ہم خاندان اہل بیت کا ایک خون تمہارے

قبیلے بنی اسد کی گردن پر ہے۔ پھر امامؑ نے اس کی تفصیل میں فرمایا: عاشور کے دن میرے جد حسینؑ ابن علیؑ کے ایک شیر خوار بچے کو ان کی گود میں دیا گیا۔ اس موقع پر جبکہ بچہ ان کی آغوش میں تھا، تمہارے قبیلے (بنی اسد) کے ایک شخص نے تیر مار کے اس بچے کا گلا چھید ڈالا۔ حسین ابن علیؑ نے بچے کا خون اپنے چلو میں لے کر فضا میں اچھال دیا اور اس کے بعد اللہ کے حضور عرض کیا:

رَبِّ اِنَّ تَكَ حَبَسْتُ عَنَّا النَّصْرَ اے پروردگار، اگر اس دنیا میں ہم سے کامیابی روک لی گئی ہے تو اُس (آخرت کی) دنیا میں اس کامیابی سے بڑھ کر ہمیں عنایت فرما اور ان خونخوار لوگوں سے ہمارا انتقام لے۔

(خوارزمی) نے اپنے مقتل میں بغیر کسی سند کے یہی واقعہ زیادہ تفصیل سے اس طرح بیان کیا ہے: حسین ابن علیؑ کے تمام اصحاب و انصار کے مارے جانے کے بعد جب ان کے خیموں میں عورتوں، بچوں اور سید سجاد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو امامؑ نے استغاثہ بلند کیا: هَلْ مِنْ ذَابٍ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللَّهِ

کیا کوئی ہے جو حرم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟ کیا کوئی توحید پرست ہے جو ہمارے معاملے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی مدد کرنے والا ہے جو رضا ئے الہی کے لئے ہماری مدد کو آئے؟ کیا کوئی ناصر و مددگار ہے جو خدا سے جزا و ثواب کی امید پر ہماری مدد و نصرت کرے؟

(خوارزمی) کہتے ہیں: امام علیہ السلام کی ندائے استغاثہ سن کر خیموں سے عورتوں اور بچوں کی گریہ و زاری کی آواز بلند ہونے لگیں۔ امام پلٹ کر خیموں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میرے بیٹے علیؑ کو لاؤ تاکہ اس سے بھی وداع ہو لوں۔ وہ بچہ ابھی امامؑ کی گود ہی میں تھا کہ (حملہ) نے تیر مار کر اسے شہید کر دیا۔ امامؑ نے

اس کا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال کر فرمایا:

(لہوف) میں تحریر ہے کہ: امام علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا خون آسمان کی طرف پھینکنے کے بعد یہ بھی فرمایا: هُوْنَ عَلٰی مَا نَزَلَ بِیْ اِنَّہٗ بِعَيْنِ اللّٰہِ (یہ مصیبت بھی میرے لئے آسان ہے کیونکہ خدا اسے دیکھ رہا ہے)۔

حضرت علی اصغرؑ کے علاوہ چار اور نابالغ بچے امام علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے جن کی شہادت کے بارے میں علیحدہ سے یا ضمنی طور پر اسی کتاب میں تذکرہ ہوا ہے۔

۱۔ قاسم بن حسن مجتبیٰ: جن کی شہادت کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں بیان ہوئیں۔

۲۔ عبداللہ بن حسن مجتبیٰ: جن کی شہادت کا احوال آئندہ صفحات میں بیان ہوگا۔

۳۔ محمد ابن ابی سعید: جن کی شہادت کا احوال، حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

۴۔ عمر ابن جنادہ: جن کی شہادت اور ان کے بارے میں امام علیہ السلام کے الفاظ گزشتہ صفحات میں علیحدہ سے بیان ہو چکے ہیں۔

شہادت حضرت علی اصغرؑ

﴿از مولانا محمد ناصر قاسمی﴾

تاریخ انسانیت میں غالباً علی اصغرؑ واحد ایسے شہید ہیں جو اتنے کم سن ہونے کے باوجود میدان جنگ میں لائے گئے اور مخصوص طور پر نشانہ بنا کر قتل کئے گئے۔ علی اصغرؑ حضرت امام حسینؑ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کی عمر کل چھ ماہ تھی وہ اُمّ ربابؑ کے بیٹے تھے۔ ان کی شہادت نے واقعہ کربلا میں جان ڈال دی فی الواقع اس بچہ نے شہداء کربلا کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے اُن کی شہادت سے دنیا پر یہ ثابت ہو گیا کہ یزید کی بہیمیت کیلئے تنہا حسینؑ کا خون کافی نہ تھا بلکہ وہ ایسے تمام افراد کو قتل کرنے پر آمادہ تھا جو کسی وقت بھی (خواہ وہ وقت یزید کے دور حکومت کے بعد ہی ہو) اسلام کو زندہ رکھنے کا ارادہ کرتے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کچھ انوکھے انداز سے واقع ہوئی۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے میدان میں آواز استغاثہ بلند کی اور ان کی مدد کرنے والا کوئی مرد باقی نہ رہا تو خیمہ کے اندر جھولے میں پڑا ہوا یہ بچہ بیتاب ہو گیا بیسیوں نے خیال کیا کہ شاید پیاس کی شدت کے سبب سے بچہ دم توڑ رہا ہے۔ اس لئے انھوں نے آہ وادیا شروع کی۔ جونہی مخدرات عصمت کی آواز امام اعلیٰ مقام کے کانوں میں پہنچی۔ فوراً میدان سے پلٹ کر خیمے میں تشریف لائے بی بی اُمّ کلثومؑ سے رونے کا سبب پوچھا انھوں نے عرض کیا کہ یہ معصوم پیاس سے جاں بلب ہو رہا ہے امام نے فرمایا کہ اُسے دوتا کہ

میں لشکر اعدا میں لے جا کر دکھاؤں شاید کسی کے دل میں رحم کی کچھ رمت باقی ہو اور وہ اس بچے کو ایک قطرہ آب دے دے۔ امام نے بچے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا گھوڑے پر سوار ہو کر چلے۔ دھوپ سخت تھی اس لئے دامن سے چھپالیا۔ اشتیائے کوفہ و شام سمجھے کہ حسین اب قرآن لے کر آرہے ہیں تاکہ قرآن سے فیصلہ کریں۔ مگر یہ ایک احقانہ خیال تھا جب صفین میں قرآن کی توہین کی جا چکی تھی تو اب دوبارہ اس کو پیش کرنے کا کیا موقع تھا جن لوگوں نے قرآن کی آواز پر مطلق توجہ نہ دی بلکہ چند گھنٹوں میں مومنین اور خاندانِ پیغمبر اسلام کو بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا اور ان کے سامنے قرآن لانے کا کیا فائدہ ہوتا۔

مختصر یہ کہ امام نے فوج کے روبہ رو پہنچ کر دامن ہٹایا اور بچے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس بچے نے تین دن سے پانی کا ایک قطرہ نہیں پایا ہے اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے۔ اے لوگو! اگر تمہارے خیال میں حسین خطا وار ہے تو بچہ بتاؤ کہ اس معصوم بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ اس کو بھوک اور پیاس سے کیوں تڑپا رہے ہو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اس موقع پر پتھر کا دل بھی موم ہو جاتا۔ چنانچہ اس فقرے کا یہ اثر ہوا کہ فوج میں ہلچل مچ گئی لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ واقعاً اس بچے نے کیا قصور کیا ہے عمر سعد نے اپنی فوج کی جب یہ حالت دیکھی تو حرمہ سے کہا کہ حسین کی بات کاٹ دے۔ حرمہ بن کاہل اسدی نے تین پہلوؤں کا ایک تیر کمان میں جوڑا اور حسین کی طرف پھینکا جونہی یہ تیر امام کے نزدیک سنسنا تا ہوا پہنچا۔ علی اصغرؑ نے ہمک کر اس کو اپنی گردن پر لے لیا۔ نازک سا گلا تھا تیر اس کو چھید کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ بھوکا اور پیاسا یہ ننھا سانچے باپ کے ہاتھوں پر لوٹنے لگے۔ اور پھر جان دے دی امام کے دل میں ایک گہرا زخم لگا آنکھوں سے

اشک بہنے لگا آپ نے بدقت تمام اس تیر کو حلق سے کھینچ کر نکالا اور کفن کی جگہ اس معصوم بچے کا خون اس کے بدن پر ملتے ہوئے فرمایا۔ اے پارہ جگر بخدا تیرا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ ہے جس طرح حضرت محمد مصطفیٰ کا رتبہ حضرت صالح سے زیادہ ہے بعض روایات بتاتی ہیں کہ امام نے وہ خون اپنے چہرہ اقدس پر بھی مل لیا اور فرمایا کہ میں بروز قیامت اسی طرح اپنے جد امجد سے ملاقات کروں گا۔ اور اسی طرح بارگاہ احدیت میں حاضر ہو کر فریاد کروں گا۔ علامہ سلیمان بلخی حنفی تحریر کرتے ہیں امام حسین علیہ السلام فرماتے تھے اے اللہ تو اس قوم ملاعنہ پر گواہ رہنا کہ انھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تیرے پیغمبر کی ذریت کو باقی نہ رہنے دیں گے۔ پھر آپ بے حد روئے۔ اس کے بعد امام نے ذوالقفار سے اسی جگہ ایک ننھی سی قبر کھود کر بچے کو اس میں دفن کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ علی اصغرؑ نے جان دے کر اسلام کی بقاء کی ضمانت دے دی ان کی وہ ننھی سی لحد جو بعد میں مٹا دی گئی حسین کے جذبہ صبر و رضا ان کے عزم و استقلال کی ابدی یادگار بن گئی۔ یقیناً امام حسینؑ اس نکتہ کو سمجھ رہے تھے۔ اسی لئے بچہ کو دفن کرنے کے بعد مطمئن نظر آرہے تھے اب حسینؑ کے پاس اپنی جان کے سوا کوئی ایسی ہستی نہ تھی جس کو قربانی کیلئے پیش کرتے کسی شاعر نے اس موقعہ کا صحیح نقشہ کھینچا ہے کہتا ہے کہ

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(ہفت روزہ شیعہ، لاہور صفحہ ۱۱۸۲۱۱۶)

حضرت علی اصغرؑ

حسینی فوج کا سب سے بہادر سپاہی

جس نے لشکرِ یزید کے پتھر دلوں کو رُلا دیا

تاریخِ انسانیت کے عظیم اور دلدہز سارے میں یوں تو ۷۲ شہداء نے اپنی بے مثال قربانی دے کر اسلام کے تنِ مُردہ میں جان ڈالی، لیکن بے شیر کی قربانی نے امام مظلومؑ کے مقصد کو ایسا دائمی استحکام بخشا کہ اب قیامت تک اسلام سر بلند ہو کر زمانے بھر کو اپنی منور کرنوں سے فیضیاب کرتا رہے گا۔ ربابؑ کا لختِ جگر واقعہ کربلا میں حالانکہ صرف ۶ ماہ کا ننھا مجاہد تھا، لیکن اس کمسنی میں جرأت و بہادری کا وہ عظیم المثال مظاہرہ کیا کہ اس کی نظیر آج تک دنیا پیش نہ کر سکی۔

زمانے والو! بہتر تو اک بڑی شے ہیں

مثال مل نہیں سکتی ہے ایک اصغرؑ کی

(شہاب لکھنوی)

واقعہ کربلا میں ننھے مجاہد کی شہادت نے حق و باطل کے درمیان ایسا امتیاز پیدا کر دیا کہ جس کے بعد حسینؑ کی حقانیت اور یزید کی باطل پرستی میں کسی کو اشتباہ نہیں رہا:-

شہادتِ علی اصغرؑ وہ ضربِ کاری تھی

کہ اہل ظلم و خجالت سے سر اٹھا نہ سکے

(منور عباس شہاب)

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت امام حسینؑ کی صداقت اور ان کے صبر و ایثار کا ایسا مکمل امتحان تھا کہ جس کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیا تاریخ کے آئینے میں دنیا نے کبھی ایسا منظر بھی دیکھا ہے کہ باپ کے ہاتھوں پر بے زبان بچہ اس سفاکی اور بہیمانہ طریقے سے شہید کیا جائے کہ جس پر انسانیت لرز اٹھے۔

ہو اگر کوئی عدیم المثل منظر دیکھنا

کربلا کے آئینے میں نقشِ اصغرؑ دیکھنا

(قرحیدر قمر)

امام حسینؑ نے اپنے انصار و اعزاء کی قربانی دینے کے بعد آخر ایک ایسی قربانی پیش کی جس پر ہر مذہب و ملت کا انسان یہ گواہی دینے پر مجبور ہو گیا کہ یزید اور اس کی افواج کو انسانیت سے کوئی دور کا واسطہ نہ تھا، اس شہادت نے امام حسینؑ کے مقصد کو وہ استحکام بخشا کہ آج تک زمانے بھر کے فلاسفہ حکماء و علماء کی عقلیں دنگ ہیں۔

پختہ کیا حسینؑ نے مقصد کو اس قدر

سر جنگ کربلا علی اصغرؑ سے کر گئے

(قیصر رضوی المشہدی)

حسینؑ مظلوم نے شہادت علی اصغرؑ سے یہ ثابت کر دیا کہ بنو امیہ کی عداوت، ان کی اہل بیت کرام سے دشمنی اور آباؤ اجداد سے ورثے میں ملنے والی کینہ پروری خباثت اور شدت ظلم کا یہ عالم تھا کہ بوڑھوں، جوانوں، بچوں کو شہید کرنے کے بعد ایک ایسے طفل شیر خوار کو تیر ظلم کا نشانہ بنایا کہ جس نے آنکھیں کھول کر کچھ بھی تو نہ دیکھا تھا:-

ہے شہیدانِ وفا کی آبرو ابنِ ربابؑ

ہے ہدایت کا نشانِ اصغرؑ زمانے کے لئے

احسنِ عمرانی

امام مظلوم نے اپنے عزیز و انصار کی شہادت کو لازوال عظمت بخشے کے لئے معصوم شیر خوار کی ایک عجیب انداز سے قربانی پیش کی، منشاء یہ تھا کہ اب نہ صرف افواج یزید کی آنکھیں کھل جائیں بلکہ سارا زمانہ جان لے کہ سوال آب پر زبان تیر سے کیا جواب ملا، ایسی حالت میں ظلم و ستم ڈھانے کے لئے کیا ایسا دردناک فعل کسی مذہب و قانون میں ہے؟ یہی بتلانے کے لئے امام حسینؑ نے کربلا کے چٹیل میدان میں ایسا منظم لائحہ عمل پیش کیا کہ جس نے بنی امیہ کے مذموم اور ناپاک ارادوں کا پردہ چاک کیا۔

حسینؑ مظلوم جانتے تھے کہ شیر خوار کو افواج کے سامنے لے جانے سے پانی ملنے کا امکان نہیں ہے لیکن انصار و اعزہ کی قربانیوں کے تسلسل کی یہ آخری کڑی کس طرح باقی رہتی، جبکہ محضر حسینیؑ میں اس طفل شیر خوار کا نام بھی تھا، چنانچہ جب سب شہید ہو چکے اور یکس امامؑ کربلا کے بن میں تہارہ گئے تو حجت خدا نے حجت کو پورا کرنے کے لئے فوج اشقیا کے سامنے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر استغاثہ بلند کیا۔

هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا. هَلْ مِنْ مَغِيثٍ يُغِيثُنَا.

ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا جو اس وقت میری مدد کرے ہے کوئی فریاد کو سننے والا جو میری فریاد کو سنے۔

اصحاب مقاتل لکھتے ہیں کہ اس استغاثے کا یہ اثر ہوا کہ مقتل میں شہیدوں کے لاشے تڑپنے لگے۔ منشاء یہ تھا کہ مولاً موت نے ہم کو مجبور کر دیا اگر دوبارہ خلعت حیات مل جائے تو آپ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ ظالموں پر تو اس کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن خیام اہل بیتؑ سے ایک گریہ کا شور سنائی دیا۔

امام مظلومؑ نے گھوڑے کو واپس خیام کی طرف موڑا اور قریب آ کر فرمایا۔ بہن

زینبؓ۔ ابھی تو حسین زندہ ہے، گریہ کا کیا سبب ہے۔ جناب زینبؓ نے فرمایا۔
 ”مانجائے۔ ادھر آپ نے استغاثہ بلند کیا۔ ادھر اصغرؓ نے بے قرار ہو کر اپنے آپ کو
 جھولے سے زمین پر گرا دیا۔ امام مظلومؑ نے فرمایا۔
 بہن ٹھیک ہے اصغرؓ کا نام حضرت حسینیؑ میں موجود ہے وہ خود نہیں جاسکتے اس لئے مجھے
 مدد کے لئے بلایا ہے۔

آسمان دیکھا تھا تو نے ایسا طفل شیرخوار
 عزم کر رکھا تھا جس نے نصرتِ شیعہ کا
 نظر لگینوی

مہرِ فطرت نے لگا دی دفترِ ایثار پر
 اپنا جھولا چھوڑ کر میدان میں جب اصغرؓ گیا
 نجمِ آفتاب

تاریخ دیکھنا تیرا دامن ہوا سیاہ
 گھر سے نکل پڑا ہے کہیں بے زباں کوئی
 زائرِ سینا پوری

امام مظلومؑ نے جب جناب زینبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، لاؤ اصغرؓ کو مجھے دے دو،
 جناب زینبؓ نے مادرِ علی اصغرؓ کو آواز دی۔
 ”امّ ربابؓ نے بچے کو لا کر باپ کی گود میں دے دیا۔

امام مظلومؑ نے ربابؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ”ربابؓ! میں تیرے بچے کو سیراب
 کرنے کے لئے لے جاتا ہوں۔ شاید تھوڑا سا پانی مل جائے۔ ادھر امام مظلومؑ چلے،
 ادھر ربابؓ نے ممتا کے جوش میں بے قرار ہو کر نکتنا شروع کر دیا، اور سرِ باپ انتظار بن کر
 خیمہ کے در پر کھڑی ہو گئیں۔

کونین کی شجاعت قربان ہو رہی تھی
یوں جارہے تھے اصغرؑ ہاتھوں پہ شہ کے رن میں

شارب لکھنوی

دوپہر کا وقت، تمازت آفتاب سے تین دن کا بھوکا پیاسا شہشاہ پھول کی طرح
کھلا گیا، باپ کا دل تھا، چہرہ پر نظر پڑی، فوراً عبا کا دامن اوپر ڈال دیا۔ ظالموں نے
سمجھا معاذ اللہ حسین لڑائی سے عاجز ہو کر قرآن کو امان کے لئے لارہے ہیں، امام
مظلوم نے قرآن ناطق کے ورق کو فوج جفا کار کے سامنے پیش کر کے کہا۔ ”ظالمو!
تمہارے زعم باطل میں میں گنہگار سی۔ مگر یہ بچہ تو کسی قوم و ملت میں گنہگار نہیں، دو
قطرے پلا کر اس کی جان بچا لو۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو امامؑ نے علی اصغرؑ کو جلتی
ریت پر لٹا دیا اور الگ کھڑے ہو گئے فرمایا اگر تم کو یہ خیال ہو کہ حسینؑ بچے کے
بہانے سے خود پانی مانگ رہے ہیں تو میں دور چلا جاتا ہوں، تم خود آخر پانی پلا دو۔ مگر
ظالموں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ بچہ ریگ گرم پر بڑپنے لگا، امامؑ نے بیقرار ہو کر
جلدی سے علی اصغرؑ کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا ”اصغرؑ! میں نے تو کوشش کر لی تم
بھی جنت خدا کے فرزند ہو۔ جنت کو پورا کرو۔ بچے نے مسکرا کر فوج اشقیاء کی جانب
دیکھا اور سوکھی زبان نکال کر ہونٹوں پر پھیرنا شروع کر دی، امامؑ نے فرمایا، ساقی کوثر
کے پوتے کا یہ پہلا سوال ہے اس کو رد نہ کرنا۔ اصغرؑ تم سے پانی مانگ رہا ہے، بچے کی
مظلومی دیکھ کر فوج اشقیاء میں تلاطم برپا ہو گیا اور منہ پھیر پھیر کر رونے لگے:-

بے زباں سپاہی کی جنگ بے تشدد تھی

صرف ایک تبسم سے معرکہ سنبھالا ہے

ساجد رضوی

اک تبسم کر گیا قلبِ یزیدیت فگار
اک منظر تھا جسے کون و مکاں دیکھا کئے
خنداں لکھنوی

پیاس کی شدت سے ہونٹوں پر زباں کو پھیرنا
درسِ عبرت بن گیا سارے زمانے کے لئے
عزیز لکھنوی

مسکرانا پڑا اصغر کو قضا سے پہلے
سب سے چھوٹے تھے مگر سب سے بڑا کام ملا
فضل لکھنوی

اگر وہ اٹک بہاتا تو کیا غضب ہوتا
ہنسی نے جس کی رلایا ہے اک زمانے کو
شارب لکھنوی

ایک بے شیر کے ہنسنے پہ تڑپ کر روئی
فوجِ اعدا کی فقط اتنی سی ہمت نکلی
جاوید نقوی

سینوں پہ ہاتھ رکھ کے اولاد والے روئے
اصغر نے مسکرا کر دیکھا تھا کس نظر سے

قیصر رضوی الشہدی

ابن سعد ملعون فوج کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور حرمہ کے پاس آ کر بولا اقطع
کلام الحسینؑ (حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے) ورنہ فوج میں بغاوت پھیل جائے

گی۔ حملہ نے ایک تیرسہ پہلو مکان میں جوڑا۔ مقاتل لکھتے ہیں کہ تیرا تادوڑنی تھا کہ لوہے کی موٹی چادر پر مارا جاتا تو پار ہو جاتا۔ ابن سعد نے حملہ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا، کن الفاظ میں تحریر کروں کہ اس تیر نے کیسا ظلم ڈھایا اُدھر تیر چلا، ادھر ننھا مجاہد ہمک کر باپ کے ہاتھوں پر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ باپ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا۔ ایک تیر بے رحم نے علی اصغرؑ کا سوکھا گلا، امام کا بازو اور مومنین کے دل چھید ڈالے، امام مظلومؑ نے حسرت سے بچے کو دیکھا اور بے اختیار گلے سے لگا لیا۔

لاشہ بے شیر کو دل سے لگائے ہیں حسینؑ

پھول پیارا ہو گیا، کچھ اور مرجھانے کے بعد

مولانا سید سبط حسن

اس منظر کو ملت جعفریہ کے محترم شعراء کرام نے کس انداز سے اپنے رنگ میں

پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

حلقِ اصغرؑ، بازوئے شبیرؑ قلبِ فاطمہؑ

کر دیا کس کس کو گھائل حملہ کے تیر نے

اسلام کا دل چھیدتا تیر بنِ کابل

تھی خیر کہ گردنِ علی اصغرؑ نے بڑھا دی

محترمہ بانو سید پوری

گلے پر تیر کھا کر مسکرائے اس لئے اصغرؑ

کہ رو لینے سے تابِ صبر پر الزام آتا ہے

سید محمد علی شمس

تیرے دم سے جی اٹھی مری ہوئی انسانیت
 زندہ باد اپنے گلے پر لینے والے تیر کے
 ٹم آفندی

اے اجل! اصغرؑ ابھی تو تیر کے قابل نہ تھے
 زندگی کو آہ کیا کرنا تھا اور کیا کر دیا

قصر رضوی المشہدی

خون کے قطرے سوکھی رگوں سے ٹپکے، امامؑ نے چاہا کہ زمین پر پھینکیں، زمین
 فریاد کرنے لگی مولانا یہ خون ناحق میں برداشت نہیں کر سکتی، اگر ایک قطرہ بھی مجھ پر گرا
 تو قیامت تک ایک دانہ پیدا نہیں ہوگا۔

امام مظلومؑ نے سوئے آسمان پھینکنا چاہا، آواز آئی آقا! میں اس خون ناحق کا متحمل
 نہیں ہو سکتا، ایک قطرہ بھی ادھر آیا تو قیامت تک ایک بوند پانی نہیں برسے گا، اب
 حسینؑ کیا کرتے، خونِ اصغرؑ کو منہ پر ل کر فرمایا۔ ”میں نانا کے سامنے اسی حالت میں
 جا کر فریاد کروں گا۔ نانا! آپ کی اُمت جفا کرنے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

امامؑ بچے کی لاش ہاتھوں پر لئے ہوئے خیمے کی طرف چل دیئے۔ کچھ دُور چلے
 تھے کہ خیال آیا ماں بچے کے انتظار میں کھڑی ہوگی، کیا جواب دوں گا واپس پلٹے، چند
 ہی لمحوں کے بعد پھر خیمے کی طرف چلے اور واپس ہو گئے۔

کبھی بڑھے، کبھی پلٹے کبھی قیام کیا

عجیب شان سے اصغرؑ کو لارہے ہیں حسینؑ

قصر

ایک مرتبہ آگے بڑھے، دیکھا کہ سامنے درخیمہ پر ربابؑ انتظار میں کھڑی ہیں،

مولّا نے ربابؑ کے چہرے کو غور سے دیکھا، جناب ربابؑ نے سر کو جھکا لیا ایک لمحہ کے بعد امامؑ نے فرمایا۔ ”ربابؑ! میں جو کچھ کہوں گا، مانو گی۔ عرض کیا مولّا! آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گی، فرمایا۔ ربابؑ صبر کرنا۔ یہ لو اپنا بچہ۔

بچے کی لاش باپ کے ہاتھوں سے ماں کی گود میں آئی، اب چونکہ صبر کا وعدہ کر چکی ہیں۔ گر یہ نہیں کرتیں، ایک محویت کا عالم ہے، بچے کو تکلی باندھے دیکھ رہی ہیں کہ ایک آہ سرد کھینچی اور سہ آسمان دیکھ کر فرمایا۔ اللہ! کیا اس عمر کے بچے بھی کہیں ذبح کئے جاتے ہیں۔

چند لمحے گزرے تھے کہ امامؑ نے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، حکم امامؑ ملتے ہی قدم آگے بڑھا دیئے، تھوڑی دور جانے کے بعد امامؑ بیٹھ گئے اور ذوالفقار نکال کر نضی سی قبر کھودنا شروع کر دی۔ ماں بچے کی لاش لئے کھڑی ہیں۔

امامؑ کا کوئی فعل مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، علم امامت سے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ ربابؑ کو شام کے قید خانے میں ایسی ہی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

سیکنڈ کی لاش وقت کا امامؑ ماں کے سامنے ہی دفن کرے گا۔ اس لئے رباب سے صبر کا وعدہ لے لیا اور اصغرؑ کی لاش ماں کے سامنے دفن کر دی کہ صبر کا دامن ربابؑ کے ہاتھوں سے نہ چھٹنے پائے۔

تہذیب و تمدن پہ ہے احسان تمہارا
ہر اُمت و ہر قوم کے پیارے علی اصغرؑ

(مجلہ ”النجف“، صفحہ ۴۱ تا ۴۲)

قطعات..... در حال حضرت علی اصغرؑ

از: حکیم صاحب عالم سید محمد قاسم

حیدر کا لاڈلا ہے تو دل ہے بتوں کا تعویذ ہے یہ بازوئے دینِ رسولؐ کا
اصغرؑ کو اپنا ہدیہ اصغرؑ نہ کہہ ربابؑ یہ عطر ہے نہالِ شہادت کے پھول کا



از: بانو سید پوری

زمانہ دیکھے یہ عنوانِ آمدِ اصغرؑ وہ بہر نصرتِ حق آنِ آمدِ اصغرؑ
مباہلہ میں جو تھی شانِ آمدِ شبیرؑ ہے کربلا میں وہی شانِ آمدِ اصغرؑ



از: شہید صفی پوری

پہلے پہل سنا تھا جو پیغامِ حق نما اظہارِ سرکشی سے پشیمان تھے اشتیا
اعجازِ بے زبانیِ معصوم دیکھئے جو کہہ سکا نہ کوئی وہ اصغرؑ نے کہہ دیا



از: سید سبط حسن صاحب خوشتر جو پوری

حسینی قافلہ میں ایک بچہ ایسا کس ہے کہ جس کی شیرِ خواری کا نہیں پورا ہوا دن ہے
ملا یہ مرتبہ راہِ خدا میں سرفروشی کا ضیائے نورِ اصغرؑ آفتابِ قلبِ مومن ہے



مولانا سید وحی محمد حسینی (مجتہد):

کتاب ”پیا سا شیر خوار“ سے اقتباس.....

جنت کی دودھ پلائی

آسمانی آواز کہ اس کے لئے مرضعہ مہیا ہے

بقیہ روایت ہشام بن محمد فضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو
جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے (تذکرہ الخواص سبط ابن جوزی)

یعنی ابن جوزی کی روایت کے بموجب جو علمائے اہلسنت سے ہے ”ہاتفِ نبی
نے ندادی حسینؑ اس کو رخصت کرو اس کے لئے جنت میں دایہ مہیا ہے جو اس کو دودھ
پلائے گی۔“ (فرسان ایچیا، سفیہ البحار، منتہی الآمال)

میت بہن کی طرف بڑھا دی:

اجمالی روایت میں ہے کہ حضرت نے بہن سے فرمایا اس کو سنبھال لیجئے۔

(ارشاد شیخ مفید، ابوہوف ابن طاووس)

تفصیلی روایت میں ہے:-

مقتل سے طفل مذبح کو یوں لے کر پلٹے کہ بچہ کا خون سینہ حسینؑ پر جاری تھا۔

(مقتل ابوحنف)

میت کو مقتل سے لا کر اُمّ کلثوم کے حوالے کر دیا (مقتل ابوحنف)

حمید ابن مسلم کہتا ہے:-

”میں ابن زیاد کے لشکر میں تھا۔ حسینؑ کے ہاتھوں پر جو بچہ شہید ہوا اس کی طرف

میں دیکھ رہا تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ خیمے سے ایک بی بی برآمد ہوئیں۔ کبھی اٹھتی تھیں اور کبھی بیٹھتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ وا ولداه واقتیلاہ وا مہجۃ قلباہ (ہائے میٹا ہائے مقتول ہائے جان و دل) حتیٰ کہ اس بچہ کے قریب آ کر انھوں نے اپنے کو اس پر گرا دیا اور چند بچیاں بھی خیمہ سے نکل پڑیں۔ ”دوڑیں اور اپنے کو شہید بچے کی میت پر گرا دیا۔“ ”حسینؑ قوم سے ہمکلام تھے۔“ جب حضرت نے یہ حال دیکھا اس بی بی کی طرف گئے اور اس کو امر با صبر فرمایا اور نہایت نرمی اور ملاحظت سے دلا سادے کر خیمے میں لوٹا دیا۔ معلوم ہوا یہ کلثومؑ اور یہ بچیاں فاطمہؑ و سکینہؑ و زینبہؑ تھیں۔ (ترجمہ عبارت صحیح الاحزان صفحہ ۲۱۶)

حمید ابن مسلم کی اس روایت سے تو پورا نقشہ اس حادثہ کا سامنے آ جاتا ہے خیمہ سے ان بیبیوں کا نکلنا اور دوڑنا اور حسینؑ کا دشمنوں سے ہمکلام رہنا اور پھر ان کو خیمہ میں واپس کرنا یہ امور شاہد ہیں کہ یہ حادثہ بے شیر خیمہ سے کسی فصل پر واقع ہوا تھا جو کفار سے کوئی قریب ہی جگہ تھی۔

”جب شیر خوار کی شہادت واقع ہوئی ہے تو زوجہ امام حسینؑ در خیمہ پر مد ہوشانہ کھڑی تھیں۔ (مناقب ابن شہر آشوب۔ ابصار العین)

مولانا کلب حسین مرحوم نے ایک مجلس میں فرمایا۔ ”ذبح کے مختلف قاعدے ہیں۔ عام طریقہ سے چھری سے ذبح کیا جانا، اونٹ کو نحر کرنا۔ مچھلی کو زندہ پانی سے نکال لینا۔ عزت دار عورتوں کو بے پردہ نکالنا۔ یہ ذبح کے ہم معنی ہے۔“

میں کہتا ہوں علی اصغرؑ کو بقول ”تارخ کامل“ خنجر سے ذبح کیا گیا۔ نحر کئے گئے۔ گہوارہ آپ کا مکان تھا جس سے نکالے گئے۔ بغیر پانی کے ترپ رہے تھے جیسے مائے بے آب۔ بس ان کے لئے ذبح کے تمام طریقے برتے گئے حسین مظلومؑ کی تشبیہ کتنی

بلخ ہے کہ یہ بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔

اس تشبیہ پر یوں بھی غور کیا جائے کہ بچہ ناقہ صالح کو اپنی مصیبت کا احساس تھا۔ وہ فریادی تھا تو اگر حضرت رباب کا بچہ گھوڑے میں فریادی اور فریادری کے لئے تیار ہو تو کیا معاذ اللہ یہ ناقابل پذیرائی ہے؟

تا علی اصغرؑ بہتر کا تکملہ ہوا:

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب علی اصغرؑ تک بہتر شہید ہو چکے تھے تو مردوں میں سوائے حضرت زین العابدین کے اور کوئی شخص امام مظلوم کے ساتھ باقی نہ رہا۔ اور بعض کتب تاریخہ مثلاً حبیب السیر اور روضۃ الصفا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ فرزند حضرت زین العابدین بھی کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس وقت حضرت زین العابدینؑ کی عمر تیس سال کی اور حضرت محمد باقر علیہ السلام کی عمر تین سال کی تھی۔ (تاریخ احمدی) مگر یہ یاد رہے کہ ہونے والا امام امام وقت پر جان دینے کا ہرگز مکلف نہیں ہے بلکہ اس پر عہدہ امامت اور منصب داری کا بوجھ کسی وقت میں آنے والا ہے۔ لہذا وہ اس شہادت کے بارگراں سے مستثنیٰ ہی نہیں بلکہ ممنوع الشہادت ہے۔

چنانچہ جنگ جمل میں حضرت امام حسینؑ کے لئے امیر المومنینؑ کے یہ جملے ملتے ہیں کہ ”حسینؑ کو روک لو کہیں وہ میری کمر نہ توڑ دے“۔

بلکہ جس شخص کو حجت خدا نے فریضہ پر مامور کر دیا اس کے خلاف دوسرا کام وہ انجام نہیں دے سکتا۔ جیسے جنگ احد کی گھائی پر مامور دستہ ہٹنے اور جنگ وغیرہ سے

ممنوع تھا۔

جابر سلام باقری اور زیارت قبر سید الشہداء کی تشریع کے ذمہ دار تھے بنی اسد زین العابدین کے ساتھ دفن میں ہاتھ بٹانے کے لئے منتخب ہو چکے تھے اب یہ حضرات دوسرے کام انجام نہیں دے سکتے تھے۔

لہذا بعض ارباب وطن کا یہ کہنا کہ بنی اسد نے استغاثہ امام پر بلیک نہیں کہی تو وہ کافر ٹھہرے تو خواہ وہ دفن کریں یا یہودی کیونکہ کافر کافر برابر ہیں۔ تو اس کا یہی جواب ہے جو اوپر گذرا۔ عبرت کی بات ہے کہ کتنے مہمل اور دلدوز اعتراضات اس زمانے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم نے جہاں جہاں گنجائش پائی اس میں بھی کچھ حل پیش کر دیا ہے۔

پس یہ جو کہا گیا کہ علی اصغر کس طرح مکلف ہو گئے صدائے استغاثہ پر بلیک کہنے کے جبکہ ”دوام حضرت سید سجاد اور امام محمد باقر“ نہیں ہوئے۔ اس کا یہی جواب ہے جو ہم نے اوپر پیش کر دیا۔ ماسوا اس کے سید الساجدین تو نکل پڑے تھے مگر اذن امام نہ ملا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے لئے رجحان یہی ہے کہ کربلا میں موجود تھے مگر ان کا یا ان کی والدہ محترمہ کا تذکرہ کہیں پورے واقعات کربلا یا کوفہ و شام میں نہیں ملتا جیسے جناب الیٰ کا۔ رہا الیٰ کو دعا کرنے کے لئے حکم امام تو وہ بھی علامہ نوری نور اللہ مرقدہ کے نزدیک نظری ہے اور شہر بانو تو علی التحقیق کربلا میں نہ تھیں یعنی والدہ سید الساجدین واللہ اعلم۔

امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا (ابو مخنف)

پروردگار مجھے یکہ و تہا نہ رکھنا۔ ان لوگوں نے تو گناہوں اور ہٹ دھرمیوں کی زیادتی کر دی ہے۔

انہوں نے ہمیں اپنے درمیان ذلیل بنا رکھا ہے۔ اور یہ سب اپنے کردار سے
یزید بد کردار کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا یزید سب مظالم کا ذمہ دار ہے۔

اس وقت حسینؑ کو عباسؑ یاد آ گئے:

میرا بھائی (عباسؑ) تو جامِ شہادت پی کے چلا اور اپنے خون میں یکہ و تنہا رہ کر
آغشتہ ہو چکا سپاٹ جنگل کے پتوں بیچ اکیلا دور جا پڑا۔

خدا یا تو تو جدا نہیں ہوتا سب کچھ مگراں ہے۔ (ینایع المودہ صفحہ ۳۳۶)

امام سخت رورہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ یارب لا تترکنی
وحیداً (الابیات) ینایع المودۃ

پھر اُمّ کلثومؓ و زینبؓ و سکینہؓ و رقیہؓ کو آواز دے کر فرمایا۔

علیکن منی السلام فهذا آخر الاجتماع۔ پس اب یہ آخری ملاقات
تھی۔ تمہارے روزنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اُمّ کلثومؓ نے چیخ کر کہا۔ ”بھیا کیا آپ نے اپنے کو موت کے سپرد فرما دیا۔“
فرمایا۔ ”جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو کیوں نہ موت کے حوالے اپنے کو
کردے۔“

اُمّ کلثومؓ نے عرض کیا بھیا۔ ردنا الی حرم جدنا۔ ہم کو ہمارے نانا کے
روضہ پر پہنچا دیجئے۔“ کہا ”بہن یہ تو بہت بعید امر ہو گیا۔ بوترک القطانام قطعاً
اگر سونے کی مہلت پاتا تو سورتا۔“

سکینہؓ بھی رونے لگیں ان کو سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا۔ سیطول.... الخ
(الابیات.... ابو مخنف)

پھر استغاثہ کیا اصحاب کو نام لے لے کر پکارا پھر حملہ کیا پھر خیمے کی طرف پلٹے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔ "كفر القوم وقدماً رغبوا"۔ (ابن خنف۔ بحار الانوار)

بعد ازیں شیر خوار یہ اشعار پڑھے۔ "احتجاج كما رواه البحار"۔

"امام حسینؑ لاش لے کر واپس آئے اور لاش اُمّ ربابؓ کو دے کر کہا لے یہ تیرا بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا، اب امام حسینؑ نے لشکر کفار کا رخ کیا، آپ رجز پڑھ کر لشکرِ بیزید کی طرف متوجہ ہوئے اور بعد شہادت علی اصغرؑ حسینؑ خود مرنے پر تیار ہو گئے۔ (اعظم کوئی صفحہ ۲۷)

شہادت بے شیر پر بے تابی میں

سیدانیوں کا گھر سے باہر نکل پڑنا

راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ دفعۃً ایک معظمہ اور تین لڑکیاں خیمہ سے بیٹتی ہوئی مقتل میں آئیں۔ اُمّ کلثومؓ، سکینہؓ اور فاطمہؓ اور رقیہؓ جس طرح زہب کو علی اکبرؑ سے محبت تھی اسی طرح اُمّ کلثومؓ کو علی اصغرؑ سے محبت تھی۔

"مجالس الشیعہ" صفحہ ۲۹ اور "مہج الاحزان" صفحہ ۲۱۶ پر بھی اُمّ کلثومؓ۔ فاطمہؓ، سکینہؓ اور رقیہؓ کا خیمہ سے بعد شہادت علی اصغرؑ علیہ السلام نکلنا مذکور ہے (بہ روایت حمید بن مسلم)

اکسیر العبادات میں حمید بن مسلم سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ :-

"میں لشکر ابنِ زیاد میں بروزِ عاشورہ موجود تھا پس دیکھا میں نے طرف اس بچے کے جو امام حسینؑ کے ہاتھ پر شہید ہوا تھا۔ ناگاہ ایک معظمہ خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ ان کے پاؤں گوشہ چادر میں الجھتے جاتے تھے اور وہ معظمہ کبھی گر پڑتی ہیں اور کبھی اٹھ

بیٹھتی ہیں۔ کہتی تھیں، ”اے فرزند، اے مقتول ظلم و ستم، ہائے اے راحتِ دل میرے“

پس معظمہ کے بین پر بنی امیہ بھی باوجود سنگدلی کے رونے لگے۔ یہاں تک کہ وہ مخدومہ اس طفلِ مذبح تک گئیں اور گر پڑیں اور دیر تک نوحہ و زاری میں مصروف رہیں۔ پس ان معظمہ کے پیچھے چند صاحبزادیاں باہر نکلیں اور امام حسینؑ اس وقت اہل کوفہ و شام کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ (نہر المصاب حصہ ۳۔ ابو مخنف سے بھی یہی مروی ہے تقریباً۔ نہر المصاب ۴۵)

خیمہ میں میت کا لایا جاتا:

مذبح بچہ کو لے کر حسینؑ درخیمہ تک واپس ہوئے خونِ حسینؑ کے سینہ پر بہہ رہا تھا۔ بچہ کو اُم کلثوم کے حوالہ فرمایا۔ انھوں نے خیمہ میں لا کر رکھ دیا۔ فرمایا بہن یہ بچہ حرمہ کے ہاتھوں سے سیراب ہو گیا۔

(مقتل ابی مخنف ریاض المصاب صفحہ ۳۲۵۔ سوانح شہزادہ علی اصغر صفحہ ۸۱)

لاش اُم کلثوم کے حوالہ فرمادی۔

ترجمہ نور العین فی مشہدِ حسینؑ اسفرائی میں ہے:-

”پس حضرت خیمہ میں آئے اور اپنی بہن اُم کلثوم کو وہ لاش حوالہ کی۔ انھوں نے اپنے سینے سے لگا لیا اور سب بی بیاں ایسی روتی تھیں کہ ان کے رونے سے فرشتے روتے تھے اور وہ یہ بین کرتی تھیں۔

ہائے افسوس پیاسے بچے پر جس کی دودھ بڑھائی سے پہلے ہی تیر سے دودھ بڑھائی ہو گئی۔

وہ بچہ تھا سسک سسک کر رہ گیا ہائے۔ مسلسل یہ افسوس سال بہ سال رہے گا۔
 اشتیاق نے اس کے والدین کے دل بھون دیئے۔ اس کو خواری انتقام کے ساتھ تیر
 مار کر ہلاک کیا جیسے اس سے کوئی بدلہ چکائے۔
 پس اللہ حکم کرے گا ہمارے ان کے درمیان حشر میں جہاں سب مقدمات کا فیصلہ
 ہوگا۔ (مقتل اسفرائی صفحہ ۵۷)

صاحب مجالس علویہ نے ابو جحف سے اُم کلثوم کے یہ اشعار نظم کئے ہیں :-
 ترجمہ۔ پس حسینؑ جب خیمہ کی طرف پلٹے دل کا یہ عالم تھا کہ دوسرا ہوتا تو کلیجہ
 قلق سے پھٹ گیا ہوتا سیکینٹہ نے بڑھ کر کہا بابا کیا میرے مانجائے کو آپ سیراب کر
 لائے۔ اس وقت حسینؑ کے دل کا عجیب عالم رہا ہوگا۔ فرمایا لویہ ذبح کر دیے گئے۔
 (ایضاً ہفتہ الحسین صفحہ ۱۱۳ نقض الاسلامیہ)

ربابؑ جگر کباب کی بے چینی اور پیار اور نوحہ:

پس مظلوم کر بلا مقتل سے طرف خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اس شیر خوار کی
 اس کی مادر ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا کہ اے ربابؑ صبر کرو اس مصیبتِ عظمیٰ پر جو تم
 پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالق آسمان و زمین ہے۔ یہ امر باعث
 رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسا آب خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ
 ہوگا۔ (نہر المصاب مجلس ۳۷ صفحہ ۳۴۱۔ نزہۃ حصہ ۲ صفحہ ۵۱۱)

لاش لے کر واپس آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا لے تیرا بچہ حوض کوثر سے
 سیراب ہو گیا۔ (اعثم کوئی صفحہ ۲۷۰)

علامہ مازندرانی فرماتے ہیں ”ماں در خیمہ سے دیکھ رہی تھی۔

حسینؑ بچہ کو سینے سے لگائے درخیمہ تک آئے مادر علی اصغرؑ مدھوشانہ کھڑی تھیں
بات منہ سے نہ کر پاتی تھیں۔ (مناقب مازندرانی صفحہ ۲۵۷)

میں کہتا ہوں مناقب کا یہ جملہ ”ضمہ الی صدرہ واتی بہ الی باب
القسطاط“ حسینؑ بچہ کو خیمہ کے در پر لائے۔ یہ شہادت سے قبل کا ہو تو اس کا
مطلب یہ ہے کہ خیمہ کے اندر سے حسینؑ سینے سے لگائے ہوئے درخیمہ تک لائے۔
یہ مفہوم اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ارشاد وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسینؑ کو یہ بچہ درخیمہ
پر لا کر دیا گیا تھا۔ لہذا دوسرے معنی یہی ہیں کہ بعد شہادت حسینؑ سینے سے لگائے بچے
کو درخیمہ تک لائے تو معلوم ہوا کہ بچے کی شہادت درخیمہ سے ہٹ کر مقتل میں ہوئی
تھی۔ لہذا مازندرانی علیہ الرحمہ بھی اسی کے مؤید قرار پاتے ہیں کہ علی اصغرؑ کو حسینؑ مقتل
میں لائے تھے۔ اسی مطلب کی تائید روضۃ الشہداء کی عبارت سے ہوتی ہے جو درج
ذیل ہے۔

رباب کے حوالہ لاش کر دی۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت:

امام حسین علیہ السلام نے اہل حرم کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان
کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپ کی سمیع
مبارک تک پہنچا، آپ نے اُس کا سبب پوچھا تو اہل بیت کرام نے عرض کی اے سیدو
سرور ستم گز زمانے نے ہمیں خوار کیا اور علی اصغرؑ پیاس سے زاری کر رہا ہے اُس کی
والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے اور وہ شیر خوار بچہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اُسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ، جناب زینب

سلام اللہ علیہا انھیں اٹھا کر امام حسینؑ کی خدمت میں لے آئیں امام مظلومؑ نے انھیں آغوش میں لے کر زین کا سہارا دیا اور مخالفین کی فوج کے پاس جا کر انہیں ہاتھوں میں اٹھا کر آواز دی اے لوگو اگر تمہارے گمان میں میں نے گناہ کیا ہے تو اس بچے نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ شدتِ پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

اُن سنگدل جفاکاروں نے کہا! یہ محال ہے کہ ہم ابنِ زیاد کے حکم کے بغیر آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا دے دیں، اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حرمہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا دیا، وہ تیر حضرت علی اصغرؑ کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا،

امام حسین علیہ السلام نے معصوم علی اصغرؑ کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے حلق سے جاری ہونے والا خون دامنِ پاک پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔“

پھر آپ خیمہ کی طرف تشریف لے آئے اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ شہید بچے کو لے لیں اسے حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا۔

جناب علی اصغرؑ کی والدہ کی چیخ نکل گئی اور خواتین اہل بیتؑ فریاد و فغاں کرنے لگیں امام حسینؑ بھی بیٹے کے حال پر رو دیئے۔ (حبیب السیر از روضہ)
احمد بن ابو محمد بن علی اعظمؑ کو فنی لکھتے ہیں:-

اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے انتہائی مضطرب تھا اپنے آگے زین پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی کہ اے ظالم قوم

اگر تمہارے خیال میں میں گناہ گار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسین ابن علی کی آواز سن کر ان میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا جو شیر خوار بچے کے گلے کو چھیدا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ تیر کے نکالتے ہی بچے کی روح پرواز کر گئی۔ امام حسین لاش لے کر واپس آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا لے تیرا بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا۔ اب جناب امام حسین نے لشکر کفار کا رخ کیا۔ آپؑ یہ رجز پڑھ کر کوئیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

(تاریخ اعظم کوفی صفحہ ۸۲۹ تا ۸۳۰)

ہائے کہیں بچے بھی نہ رکھتے ہیں؟

”پس مادرِ ستم رسیدہ اس کی اس بچہ کو لے کر رونے لگی اور خون منہ اور گلوئے بریدہ سے پونچھتی تھی اور زار زار روتی تھی اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھی اور منہ اپنا منہ پر اس نورِ نظر کے رکھ کر یہ بین جگر خراش کرتی تھی۔“ ہائے اے پارہ جگر، اے نورِ نظر۔ ہائے اے راحتِ دل میرے ہائے افسوس ہے کہ کس بے رحم نے تجھ سے شیر خوار پر رحم نہ کیا۔ تجھ سے تشنہ لب ہمشکلِ رسولِ خدا کو تیر ستم سے نحر کیا۔“

ماں کے نفسیات یہاں یکجا ملتے ہیں۔

(نزہۃ المصابیح حصہ ۲ صفحہ ۵۱۲)، (نہر المصابیح حصہ ۳ مجلس ۳ صفحہ ۴۴۰)

رباب کی حالت متغیر ہو گئی:

چنانچہ ابنِ نما نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حالِ مادرِ علیؑ کا نہایت متغیر پایا تو اس نورِ چشم کو آغوش سے اس معظّمہ کی لے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور اس بچہ کی لاش شہدائے اہل بیتؑ میں رکھ دی۔ (نہر المصابیح)

پہلے گنج شہیداں میں میت بے شیر لاکر رکھی:

جناب مفید نے لکھا ہے:-

مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں مجلسی نے بحار میں ابن نما علیہ الرحمہ سے اور صاحب رموز و محدث قتی نے بھی ابن نما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے دفن سے پہلے میت مقتل شہدا میں لاکر رکھی۔ (رموز شرح نفس المہموم صفحہ ۱۶۴ و ۱۸۶ الدعوتہ الساکبہ صفحہ ۳۳۰۔ لؤلؤ الاشیان صفحہ ۱۳۶ معالی صفحہ ۲۳۳) (ایضاً نزہۃ المصائب حصہ ۲ صفحہ ۵۱۲)

منہی سی قبر کھود کے بچہ کو گاڑ کے

شیر اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

علامہ طبری فرماتے ہیں:-

کہ امام حسینؑ اس وقت ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے اور نوک شمشیر سے ایک قبر کھودی اور اس فرزند کو بعض کفن کے خون مل کر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا اور بعد دفن کے اس شیر خوار کی قبر پر بدعت روئے۔

اس میں نماز کا ذکر ہے مگر احتجاج میں نہیں ملا۔

بہ روایت عوام حسینؑ نے بچہ کے روبرو اس کا خون مثل کفن کے مل دیا۔

(فرسان الہیجا... ج ۱ صفحہ ۳۷۳)

حضرت نے تھوڑی سی زمین کھود کر علی اصغر کو دفن کر دیا

(تاریخ آئمہ صفحہ ۳۶۰ روضۃ الصفا ج ۳ صفحہ ۷۱)

نیام شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا (نزہۃ المصائب صفحہ ۱۰۴ مصدرقہ ناصر المملۃ)

شہ نے پڑھی تھی میت بے شیر پر نماز:

محمد بن طلحہ مطالب السؤل میں کتاب فتوح کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ جب یہ بچہ شہید ہوا تو حسینؑ نے اس پر نماز پڑھی اور اس کو دفن کر دیا۔ (رموز صفحہ ۱۶۳)

شرح شافیہ میں ہے کہ حسینؑ گھوڑے سے نیچے اترے اور اس پر نماز پڑھی۔
(ناخ التوارخ جلد ۶ صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳۔ فرسان الحجاء)

شرح شافیہ ابو الفتوح رازی سے مطالب السؤل شافعی، جعفری ۱۲۰۲ھ صفحہ ۲۴۹ پر ہے کہ حسینؑ نے علی اصغرؑ کی نماز جنازہ پڑھی۔

احتجاج طبرسی میں یوں منقول ہے کہ امام حسینؑ لاش علی اصغرؑ کو آغوش میں لے کر مقتل شہدا میں تشریف لائے ذوالجناح سے اتر کر نوک شمشیر سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور خون حلق نازنین علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اس بچہ کے بجائے کفن کے ملا اور نماز جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اس نورِ نظر کو دفن کیا اور خاک کو برابر کر دیا اور بعد دفن قبر پر اس کی شدت سے روئے تھے اور گویا فرماتے تھے۔ واللہ مالی انیس بعد فرقتکم، الالبكاء قوع السن جالندم

(نہر المصاب، ج ۳ مجلس ۳۷ صفحہ ۳۲۱ مجلس مفید ۲۲۹، مقتل مقرر، مقتل الخوارزمی، احتجاج طبرسی)

منتہی الآمال میں عبارت احتجاج کا ترجمہ فارسی میں وارد فرمایا ہے مگر اس میں نماز کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھئے... ج ۱ صفحہ ۳۸۹، تہران۔

”احتجاج طبرسی“ میں ذکر نماز نہیں ہے۔ بقیہ امور احتجاج میں ملتے ہیں۔

نماز جنازہ کس عمر والے پر واجب ہے کس پر مستحب ہے؟

نماز جنازہ چھ سال کی عمر والے بچہ پر واجب ہے یعنی جب نماز کو سمجھنے لگے تو اس

کے لئے نماز جنازہ ثابت ہے۔ جیسا کہ محمد بن مسلم کی صحیح میں مرسل روایت ہے کہ بچے پر نماز کب پڑھی جائے؟ فرمایا جب نماز کی عقل پکڑ لے۔ میں نے پوچھا اس کی عقل کب پکڑتا ہے اور اس کی نماز جنازہ کب واجب ہوتی ہے؟ فرمایا چھ سال پر۔ یعنی جو بچہ چھ سال کو نہ پہنچا ہو مگر زندہ پیدا ہوا ہو اس کی نماز جنازہ مستحب ہے۔

(شرائع الاسلام فصل رابع الصلوٰۃ علی الاموات صفحہ ۱۳ چاپ آہنی)

لہذا معلوم ہوا کہ نومولود سے لے کر چھ سال تک والی میت پر مستحب ہے چھ سال کے پورے ہونے پر واجب۔ (اکسیر التواریخ، نزہۃ المصابی جلد ۴، صفحہ ۵۱۲ نو لکچر مصدقہ ناصر الملئہ وغیرہ، احتیاج طبری)

حسینؑ گھوڑے سے اترے۔ (اکسیر التواریخ صفحہ ۷۶)

روضۃ الصفا میں ہے، امام حسینؑ نے اپنی تلوار سے تھوڑی سی زمین کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کیا۔ (تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵)

شبیر اٹھ کھڑے ہوئے.....

علامہ ہنۃ الدین شہرستانیؒ فرماتے ہیں کہ سینؑ نے بچے کے ساتھ اپنی تمام امیدیں (جو اس قوم سے ہو سکتی ہوگی یا بچہ کی زندگی سے وابستہ ہوں) دفن کر دیں۔

(مہضۃ الحسینؑ صفحہ ۱۱۳)

علامہ اعتماد فرماتے ہیں حسینؑ نے بچہ کے ساتھ اپنی تمام امیدیں جو قوم کو ضلالت سے بچا لینے کی ایک ہادی برحق کو ہونا چاہیئے دفن کر دیں امام حسینؑ نے اپنے اس اقدام سے بنی امیہ کے دلوں کی نیتوں اور کیفیتوں کو آشکار کر دیا جو ان میں شدید ترین قساوت اور شقاوت پائی جاتی تھی رہ گئیں کیونکہ بچے کا جنہیں ہر گناہ سے بری سمجھا جاتا

ہے اور شیر خوار بچوں کا کہ جو گناہوں سے پاک ہیں قتل کرنا ان میں آتش پرستوں اور بت پرستوں کی بھی غیرت نہ تھی مگر جرموں کے عادی بنی امیہ اس کی مہارت رکھتے تھے انھیں اس میں بھی کوئی تکلف نہ تھا۔ (منالغ الثقاتہ..... صفحہ ۱۴۲)

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے لحد شیر خوار پر

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:-

آل ابوسفیان کی بدعتی و بد باطنی آشکار ہونے سے علمبردار حق امام حسینؑ نے جتنی قوت بھی ہو سکتی تھی صرف کرنے سے بچا نہیں رکھی اور جتنی فرصت مل سکتی تھی ضائع نہیں فرمائی کیونکہ ننھے ننھے بچوں کا قتل اور چھوٹے بچوں کا ذبح کرنا ایک سنگین جرم تھا جس کو شریعت ہی نہیں عرف نے بھی بڑی شدت سے منع کیا ہے، حسینؑ نے دکھلادیا کہ یہ بنی امیہ بڑے ہی بد باطن اور غبیث سیرت و ناپاک سیرت ہیں۔

محدثین روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے جا کر عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ وہ اگرچہ کفار کے بچے تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو حضورؐ نے حد درجہ ناگوار جانا۔ لوگوں نے عرض کی حضور وہ بچے تو سب کافر کی ذریت تھی۔ فرمایا ”تو کیا تم سے اچھے لوگ پہلے کافر کی ذریت سے نہ تھے؟ ہو سکتا تھا کہ بڑے ہو کر وہ اسلام لے آتے۔“

یہی توجہ ہے کہ تلوار اٹھانے نہ اٹھانے کا حق صرف عصمت سے مخصوص ہے تاکہ ارحام و اصلاہ میں ایمانی و بدعتیں تباہ نہ ہو جائیں اس لئے فرمایا
یخرجہم من الظلمات الی النور۔

ماسوا اس کے اسلام کا معیاری نظام خود یہی چاہتا ہے کہ بے جرموں پر تلوار نہ اٹھائی جائے۔ مجبوروں بیکسوں اور بوڑھوں اور عورتوں بچوں پر تلوار اٹھانا عرب کی حمیت کا تقاضا بھی نہ تھا۔

خالد بن ولید نے جب عیمصاء میں بچوں کو بھی قتل کر ڈالا تو نبیؐ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے حتیٰ کہ آپؐ کی سفیدی زیر بغل نمایاں ہو گئی اور بارگاہِ خدا میں عرض کی۔ ”خدا یا میں خالد کی کروت سے برأت کرتا ہوں پھر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو روانہ فرمایا تو حضرتؑ نے جا کر خون بہا اور خرما دیا اور تلافیِ مافات کی۔

(قتل و ذبح اطفال کی بری رسم خود غرضیوں کے ماتحت نمرود و فرعون نے جاری کی تھی۔ واد (زندہ دختر کشی) کی جاہلانہ رسم عرب جاہلیت میں تھی مگر عناد و عداوت میں بچہ کا بطنِ مادر یا آغوشِ مادر میں قتل بعد پیغمبر اسلام دورِ اوّل کی خشتِ اوّل ہے جس کے بعد معاویہ کی ہمت بندھی اور نوبت علیؑ کی شہادت تک پہنچی۔

انبار میں اطفالِ مسلمین حکمِ معاویہ سے قتل کئے گئے۔ یمن میں معاویہ کے عامل بسر بن اوطاق نے بچوں کو قتل کیا، کرایا۔ ابنِ عم رسولؐ عبید اللہ کے دونوں بچوں کو ان کی ماں کی گود میں ذبح کیا جس کے بعد وہ دیوانی ہو گئیں (ثقافتِ اسلامیہ و نہضتِ الحسین) جس کے نتیجے میں اموی سیاست کا پردہ برسرِ بازار چاک ہو گیا۔

(نہضتِ الحسین صفحہ ۱۱۲)

مگر کربلا میں مظالم لی حد ہو گئی علیؑ کو شہید کر کے بنی امیہ نے رہا سہا مسلمانوں کا بھرم رہتی دنیا تک تباہ کر دیا۔

بچ کافر نہ کند انچہ مسلماں کردند

نہی عن قتل النساء والصبيان، آپؐ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع

فرما رکھا تھا۔ (سیوطی التوفی ... ۶۱۱ھ) ابن عم۔ اس وقت یہ آیت اُتری قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (درمنثور آیہ مذکورہ تفسیر لوامح التنزیل ج ۲، صفحہ ۲۸) (عمیصاء کے قتل عام پر یہ آیت اُتری)

”خدا کی راہ میں انھیں لوگوں سے لڑو جو تم سے قتال کریں اور زیادتی نہ کیا کرو۔ انس سے مروی ہے جنگ کو جاتے وقت مدینہ سے نکل کر حضور تشریف لا کر فرماتے تھے:-

جاؤ خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں خدا کے دشمنوں سے قتال کرو۔ خبردار کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور نہ کس نہ بچے کو اور نہ کسی عورت کو اور نہ حد سے تجاوز کرنا۔

(بشکریہ زبدۃ العلماء، شہزادہ علی اصغر)

نہ تو یہ کہیں ملتا ہے کہ حسینؑ نے کسی شہید پر نماز جنازہ پڑھی نہ کسی کو دفن ہی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ دفن کرتے تو نماز ضرور پڑھتے۔ یہ دونوں فرائض ہمارے بیمار امام کے حصے میں آئے تھے۔ یہ بنی اسد کی خوش قسمتی کہ وہ امام علیہ السلام کے شریک کار بن گئے۔

چونکہ علی اصغرؑ کو حسینؑ دفن کر دینا چاہتے تھے لہذا نماز مستحب بھی جنازہ پر ادا کی جو شکرانہ کے ہم معنی تھی۔ کسی شہید کو قتل گاہ سے اٹھا کر گنج شہیداں میں لا کر لٹا دینا یہی حسینؑ کے لئے کیا کم تھا کہ اس کی قبر بنانے کی بھی فرصت پاسکتے۔ صرف علی اصغرؑ ہی کو دفن کیا۔ اس میں جو حقیقی اور واقعی مصالح و حکم امام کے پیش نظر ہوں گے ان پر کسے دسترس ہے خود امام بہتر جانتے ہیں مگر بعض علما نے اس کی توجہ نہیں کی ہیں جن میں سے چند بقدر گنجائش سوگواریوں کے سامنے پیش ہیں۔

(۱) آخوند مرزا قاسم علی کہتے ہیں:-

”از صفات باری تعالیٰ ستار العیوبی است کہ پردہ پوشی بندگان خود میفرماید و ظهور
ایں صفت از مظلوم کربلا شد کہ فرزند صغیر خود را دفن فرمود تا یہود و نصاریٰ وغیرہ بر امت
لعن نہ کنند زیرا کہ قتل چنین شیر خوار در بیچ ملت جائز نیست۔“

(حاشیہ نہر المصائب حصہ ۳ مجلس ۳۷ صفحہ ۴۴۱)

فلسفہ دفن:

نزہۃ المصائب حصہ ۲ صفحہ ۱۰۳ مجلس ۴ میں ہے۔

(امام حسین شہداء کے لئے) شاید نماز جنازہ میں اقل واجبات بجالائے ہوں اور
دفن ان کا تو ممکن ہی نہیں ہوا۔

اگر اپنے بچہ شیر خوار علی اصغر کے لئے نیام شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا
اور بجائے غسل کے خون مل کر دفن کیا اور اس قدر روئے کہ قطرات اشک زمین پر
گرے۔ شاید اس کے عوض میں چند وجہیں ہوں۔

(۱) ننھی سی قبر کھودنا ممکن تھا (۲) سر جدا نہ ہو سکے (۳) نیزوں پر سر نہ رکھا جائے
(۴) حرارت آفتاب سے محفوظ رہے (۵) پامالی سے بچے (۶) اہل حرم نہ دیکھیں۔

افسوس کہ تم نے مری تہائی نہ دیکھی:-

کب سنتا تھا فریاد کسی کی ستم آرا اک تیر ستم تاک کے معصوم کو مارا
ڈھلکی ہوئی گردن پہ لگا تیر قضارا بس چونک پڑا سہم کے وہ باپ کا پیارا
اتک آنکھوں سے شبنم کی طرح رخ پیہ ڈھل آئے
ننھے سے انگوٹھے بھی دہن سے نکل آئے

ہاتھوں پہ جو مردہ اسے شبیر نے پایا آہ دل مظلوم نے گردوں کو ہلایا
تھراتے ہوئے ہاتھوں پہ میت کو اٹھایا کی عرض کہ اب تک تو میں صابر ہوں خدا یا
محتاج ہوں پانی کا نہ خواہاں ہوں مدد کا

طالب ہوں فقط مغفرتِ اُمتِ جد کا
شیعوں کے گناہوں سے مجھے ہے خطر و بیم ناموں پہ انہیں کے ہے ثواب اُس کا بھی تقسیم
آئی یہ ندا اُن پہ کسی کو نہیں تقدیم بخشا انہیں اے راہرو جادہ تسلیم
گھبرا نہ انہیں اجرِ گرانیہ ملے گا
فردوس میں سب کو ترا ہمسایہ ملے گا

سن کر یہ صدا شاد ہوئے سبطِ پیمبرؐ اصغرؑ کو لیے آئے سوئے لاشہ اکبرؑ
چھوٹے کو بڑے بھائی کے پہلو میں لٹا کر چلائے کہ ہاتھ اپنا دھرو اے مہ انورؑ
بعد آپ کے ہم دشت میں پھر آج لٹے ہیں

ہشیار کہ یہ پہلے پہل ماں سے چھٹے ہیں
فرزند کے لاشے سے یہ کہتے تھے ابھی شاہ چلنے لگے پھر تیر ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغوں کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزرده ہوئی خاطرِ فرزندِ ید اللہ
حر بے کے لیے ہاتھ جو دو ایک کے اٹھے

ایک شیر سے شمشیر علیؑ ٹیک کے اٹھے
لاشوں کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر دو لاکھ عددِ جمع ہیں اک جان کی خاطر
بلوہ یہ نہ دیکھا یہ صفِ آرائی نہ دیکھی
افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی

..... ﴿باب ہفتم﴾

شہزادہ علی اصغرؑ
شاعروں کی نظر میں

کر بلا کا ننھا مجاہد

فاتحِ کربلا

﴿۱﴾ میر شیر علی افسوسِ دہلوی

اب زیست اُسے کیونکہ بھلا ہوئے گوارا
بن دودھ کے بد حال جب اصغر سا پسر ہو
کہتی تھی دیکھ کے اصغر کا وہ مجروح گلا
ہے ستم ننھی سی گردن ہدف تیر ہوئی

﴿۲﴾ مرزا پناہ علی بیگ افسردہ

مورا دھیان اٹک رہا ہوا صغرموں میں ہنڈولے کے ڈورے ہلائے رہی
موہے چیت نہیں کب آئے بلم موہے تڑپت گھر چھاؤ گیو

تیر اصغر کے لگا دفن کیا رن میں اُسے ایسا زخمی تھا کہ بانو کو دکھایا نہ گیا
جس طرح تشنہ لبی میں لبِ اصغر تھے کبھی ساغر گل تھا عیاں قطرہ شبنم کے لیے
نسیمِ خلد میں جا مری بندگی کہو علی کے سامنے اصغر کی تشنگی کہو
یاسِ اصغر معصوم کی بیاں کر کے جنابِ سید الشہدا کی بیکیسی کہو
جب جھولے پاس وہ گیا باندھے ہوئے کمر منہ اُس کا دیکھ کر علی اصغر نے رو دیا

اکبر کلیجہ اپنا پکڑ کر یہ بولا تب ہے ہے مرے صغیر برادر نے رو دیا

﴿۴﴾ گدا علی گدا

اے فلک افسوس اہل ظلم نے یہ کیا کیا اصغر معصوم پر کیوں ہاتھ اٹھایا ظلم کا
دودھ کی خاطر ہوا تھا پیدا وہ ننھا گلا یا تمھاری آب پیکاں کی جھکا کے واسطے

اصغر کے تیر کی دے خدا داد جب تک
تب تک ہے تیر در جگر مرتضیٰ علی

﴿۵﴾ مرزا محمد رفیع سودا

دیکھیں آکر اپنے پوتے شیرخوارے کی طرف
دیکھیں خلق اس کے میں کچھرے کے گزارے کی طرف
دیکھیں اس معصوم بے تقصیر کے مارے کی طرف
دیکھیں اور کہہ کہہ کے روویں ہے ہے اصغر سائیاں
ہائے اب جھولے میں لے کر جھلاؤں گی کے
ہائے میں ٹوپی شلوکہ سی پنہاؤں گی کے
ہائے میں دودھا پلانے کو جگاؤں گی کے
ہائے کس کو کہہ پکاروں جان مادر سائیاں
دیکھیں اس کی ننھی سی گردن کے ڈھل جانے کو ہائے
دیکھیں اس بچے کو لوہو میں نہا آنے کو ہائے
دیکھیں آکر میری پھر چھاتی کے پٹوانے کو ہائے
پار ہے گدی سے اس کے تیر کا سر سائیاں

﴿۶﴾ میاں سکندر

لال کو وہ جو دکھاتا رہا ہر چند امام مانگتا پانی رہا لے لے کے اصغر کا نام
تو بھی ہرگز نہ دیا پانی کسی نے اک جام دیکھتے اور کھڑے ہنتے تھے سب ساکن شام
تیر قاتل جو کشندوں کی کماں سے چھوٹا چھیدا بچہ کا گلا باپ کا بازو ٹوٹا

لوری

﴿۷﴾ احسان لکھنوی

بحرا اُسے جو رو رو پکاری لوری تجھے دوں سومیرے اصغرؑ
نیند کے ماتے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سومیرے اصغرؑ
دیکھ مری بھی خشک زباں ہے بابا تیرا بھی تشنہ دہاں
موند لے آنکھیں پانی کہاں ہے، لوری تجھے دوں سومیرے اصغرؑ
رو نہیں بیارے میرے بلک کر، پھیر نہ آنکھیں تیور بدل کر
ہاتھ سے تیری پیٹھ تھپک کر، لوری تجھے دوں سومیرے اصغرؑ
اے میرے بیارے، گود کے پالے، ہونٹوں پہ کیا ہے جیب نکالے
لیٹ جا میرے بھولے بھالے، لوری تجھے دوں سومیرے اصغرؑ
بین کروں میں سر پر تیرے آجا رہے نندیا آجا سویرے
آنکھوں میں گھل جائے گی میرے، لوری تجھے دوں سومیرے اصغرؑ
اے میرے بھورے بالوں والے، ماں تیرے ننھے منہ کی بلا لے
تکیہ کو نیچے سر کے لگا لے، لوری تجھے دوں سومیرے اصغرؑ

منکا ہے تیرا ہائے ڈھلکتا، میں ہوں بلکتی تو ہے سکتا
 منہ کو تو میرے کیوں ہے تکتا، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 بال ہیں تیرے اڑتے ہوا سے، ٹوپی اڑھا دوں آاے نرا سے
 اے میرے چودہ پہر کے پیاسے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 بین یہ کرتی تھی بانو بچاری، جو یہ فضا وہاں آکے پکاری
 ماں کی طرح سے میں تیرے واری، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 مجھ کو نہایت ہے گی تیری چاہ، موند لے آنکھیں چل میرے ہمراہ
 اللہ ہی اللہ ہے اللہ ہی اللہ، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 کہنے کا احسان اب نہیں یارا، بچہ وہ آخر خلد سدھارا
 پھر نہ کسی نے آکے پکارا، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

ہے تیر کھا کے حلق پہ اصغرؑ ہوا شہید عباسؑ اور قاسمؑ و اکبرؑ ہوا شہید
 یونہی غرض ہر ایک برادر ہوا شہید سب مر گئے ہیں باقی رہا میں جریدہ ہوں

﴿۸﴾ کنور سین مضطر لکھنوی

اس غم سے تھے ششدر کھڑے اک غل اٹھا جو خیمہ سے
 مرتا ہے مارے پیاس کے ششماہہ اصغرؑ شیر خوار
 جھولے سے اُس گل کو اٹھا دوش مبارک سے لگا
 روح رواں کو لے چلا روحِ الفرس پر ہو سوار
 فرمایا اس معصوم کو مت پیاس سے ضائع کرو

بارے دم آب اس کو دو اے فرقہ بد روزگار
 حزل خدا نا ترس نے اس جاں بلب معصوم کے
 مارا گلو پر تپش سے اک ناوک خارا گزار

﴿۹﴾ دلگیر

شہر بانو سے یہ جب شیریں نے رو در عرض کی
 کہیئے مجھ سے کیسی شکلِ اصغرِ بے شیر تھی
 سوئے عابد تب اشارہ کر کے بانو نے کہا
 ایسی ہی آنکھیں یہی چہرہ یہی تصویر تھی
 بعد اصغر کے جو فردوس میں پہنچی بانو
 نور کے جھولے میں اُس طفل کو پلتے دیکھا
 تیر جب گردن پہ روکا اصغر شش ماہ نے
 ہر جوان و پیر کو اُس دم اچنبا ہو گیا
 کیا پیار تھا بابا سے اصغر کو اُس سن میں
 بابا کی طرف ماں کی گودی میں ہمکتا تھا
 بانو یہی کہہ اٹھتی تھی اصغر کے الم میں
 کیا دودھ بھی پیا علی اصغر نے بھلایا
 اُس کو مجرا جسے قسمت نے سنبھلنے نہ دیا
 گود میں بانو کی معصوم کو پلنے نہ دیا
 ماں کو ارمان تھا پاؤں چلے اصغر میرا
 گٹھنیوں بھی اُسے تقدیر نے چلنے نہ دیا
 لگتے ہی تیر آگئی اصغر کو جبکہ نیند
 اکبر کے پاس شہ نے اُسے بھی سلا دیا
 کرتی تھی بین بانو اصغر کی لاش پر یوں
 ہر چند سن تو چھوٹا اس لالہ فام کا تھا
 جوشہ پہ تیر آیا گردن پہ اس نے روکا
 یہ بھولا بھالا بچہ اتنے تو کام کا تھا
 چھٹا جو بانو سے اصغر کی پرورش کا کام
 تو ساری عمر بس اُس کو بکا سے کام رہا

چوم کر اصغر کا منہ کہتا تھا ہم شکل نبیؐ
 گو نہیں ہم سن پہ میرا ہم سفر ہو جائے گا
 بعد دفن اصغر شش ماہہ یوں آئی ندا
 خاک میں حضرت نے اپنا چاند پنہاں کر دیا
 کہتی تھی بانو مرگیا گودی ہی میں یہ لال
 اصغر نہ میری آنکھوں کے آگے چلا پھرا
 شہر بانو سے یہ کہہ کر لے گئے اصغر کو شاہ
 جس نے بخشا تھا وہی اپنی امانت مانگتا ہے
 لاش سے اصغر کی بانو نے کہا اے میرے لال
 ایسی نیند آئی، نہیں ہے کچھ جو مادر کی خبر
 اصغر کو ہاتھوں پر لیے فرماتے تھے حسینؑ
 بچہ مرا یہ ناقہ صالح سے کم نہیں
 عجب کہرام تھا خیمہ میں جس دم پیاس کے مارے
 ڈھلی گودی میں ماں کی اصغر بے شیر کی گردن
 لکھا ہے یوں کتابوں میں جہاں میں محسن و اصغرؑ
 قریں نہر لبین کے نور کے جھولے میں پلتے ہیں
 بانو پکاری اصغر شش ماہہ ڈر نہ جائے
 جنگل ہے سب ہے کوئی نہیں اُس کے پاس ہے
 بولے سرور یہ بھی تھا تقدیر میں میری لکھا
 گردن اصغر کا کھینچوں تیرا اپنے ہاتھ سے
 بحرئی اصغر اگر تیر نہ کھا کر مرتے
 شہ بھی جلد اتنا نہ سراپنا کٹا کر مرتے
 کہتی تھی بانو اصغر بے شیر بیبیوں
 گھر میرے چھ مہینے کو کیا آئے کیا گئے
 اصغر کو تیر مارنے کا کیا جواب ہے
 اللہ پوچھے گا جو لعین زحیم سے
 کہا بانو سے شہ نے لائے جس دم لاش اصغر کی
 کہ میرے حال پر کیا ہے خدا کی مہربانی ہے
 خدا کی راہ میں یہ اصغر لب تشنہ اے بانو
 ذبح اللہ ہے اور ناقہ صالح کا ثانی ہے

استے میں یہ بانٹو نے کہا اے میرے والی
اصغر نے ہے اب پیاس سے جیٹھ اپنی نکالی
جس وقت کہ کی بانٹو نے پیکس نے یہ تقریر
بانٹو کی لیا گود سے پھر اصغر بے شیر
منہ چوم کے فرمانے لگے اے مرے جانی
افسوس تری بیکسی اور تشنہ دہانی
یہ کہہ کے لب نہر اسے لے گئے شبیر
تم آہ سے میری ڈرو اے فرقہ بے پیر
ہر چند اٹھا ہاتھوں پہ اصغر کو دکھایا
اک دور سے ایسا ہے اسے تیر لگایا
آغوش میں حضرت کی تڑپ کروہ ہوا سرد
رورو کے لگے کہنے کہ اے فرقہ نامرد
جس نے کہ مجھے سونا تھا یہ لال امانت
دیکھے گی جو وہ خون بھری بچے کی صورت
ڈالے ہوئے بچے پہ لہو سے بھرا دامن
شبیر نے بانٹو کا سنا نالہ و شیون
شبیر کو ڈوبا ہوا دیکھا جو لہو میں
سوراخ نظر آیا جو بچے کے گلوں میں
پھر بین یہ کرنے لگی باگریہ و زاری
دکھلائی قضا نے مجھے یہ شکل تمہاری

یوں میری بھری گود قضا کرتی ہے خالی
بن پانی بلکتا ہے یہ جو بیس پہر سے
اصغر کی طرف دیکھ کے رونے لگے شبیر
لپٹا لیا کس پیار سے بچے کو جگر سے
تجگو نہ دیا فرقہ بے رحم نے پانی
ماں باپ کے جیتے ہوئے تم پانی کو تر سے
اعدا سے کہا پانی کو مارتا ہے یہ بے شیر
ٹل جائے گا گردوں مری آہوں کے اثر سے
پر فرقہ ظالم کو ذرا رحم نہ آیا
نزدیک تھا جو گر پڑے آغوش پدر سے
اس صدمے سے شبیر کے سینے میں اٹھارد
کیا بغض تھا تم کو مرے ننھے سے پسر سے
شرمندگی اب اس سے ہوئی مجھ کو نہایت
رووے گی بہا خون جگر دیدہ تر سے
شہ آئے درخیمہ پہ جب چھیڑ کے تو سن
روتی ہے کھڑی لیٹی ہوئی خیمہ کے در سے
بانٹو نے اٹھا خاک بھری سب سرور میں
لے کر اسے لپٹا لیا پھر اپنے جگر سے
کیوں کھول کے منہ رہ گئے کیا ہو گیا واری
اے لال چلے تشنہ دہن تم مرے گھر سے

اصغر مری امید نہ کوئی بھی بر آئی یہ سالگرہ بھی تری اب کرنے نہ پائی
 منت نہ تری ایک بھی مادر نے بڑھائی اے لال یہ کیا کر چلے ماں خاک بسر ہے
 یہ کہہ کے جو عیش ہو گئی واں بانوے دلگیر اُس لاش کو قتل میں وہیں لے گئے شیر
 دلگیر بیاں کیا کرے اب درد کی تقریر پھر شاہ بھی ٹکڑے ہوئے شمشیر و تیر سے
 جب زیر قات اصغر ناداں کی بنی قبر ماں دوڑ کے کرتے بھی وہیں اُس کے دھڑائی
 شاہ گر جانتے اصغر کو لعین مارے گا تیر کاہے کورن میں وہ چھوٹا سپر لے جاتے
 بانو نے کہا اصغر آنکھیں جو جھپکتا تھا اب مجھ پہ ہوا ظاہر رخصت کے اشارے تھے
 زبان اصغر تشنہ دہن گر کھل چکی ہوتی تو صدمہ تیر کے لگنے کا وہ سرد سے کچھ کہتے
 یوں قضا اصغر سے بولی کیا ہو جھولے میں پڑے تم بہادر ہو تمھارے سونے کورن چاہیے
 شہر بانو سے مشابہ حق نے اُس کو کر دیا پرورش پاتا ہے اصغر گود میں جس حور کی
 آگ خیمہ کو لگی تو بانوے دل سوختے گر پڑی گہوارہ اصغر پہ مارے پیار کے
 خیمہ میں پانی نہ تھا جس دم ہوا اصغر شہید غسل میت دے دیا شہ نے اُسے خوناب سے
 کہا بانو نے بیٹا تجھ کو دادی یاد کرتی ہے جو بچی متصل اے اصغر بے شیر آتی ہے
 لگا جب تیر اصغر کے پکاری ڈیوڑھی سے بانو نہ گھبرانا یہ اتنا کھینچنے کو تیر آتی ہے
 شیر خوارہ جب نظر آتا تھا بانو کو کوئی آنکھوں میں پھر جاتی شکل اصغر بے شیر تھی
 چوم کر منہ علی اصغر کا کہا بانو نے اتنی سی عمر میں کیا تشنہ دہانی دیکھی

علی اصغرؑ کے تلے شہ نے بچھائی چادر خاک پر لاشِ پسر شہ سے لٹائی نہ گئی
 قضا کو کرنا تھا ہم پلہ اصغرؑ شاہ سے ورنہ گلے اور ہاتھ میں ناوک ترازو ہو نہیں سکتا
 جب کمر باندھ کے چلتا تھا کوئی زن کی طرف جھولے میں اصغرؑ شمشاہہ بچل جاتا تھا
 جب تک اصغرؑ جیسا بانو کو تھی اتنی تسکین نہیں ہمشکل نبی گو پہ یہ دلدار تو ہے
 بارہا کہتے تھے شچوم کے منہ اصغرؑ کا چھوٹے سے سن میں تری قدر بڑی ہو گئی
 بانو لگی کہنے اصغرؑ ہوا جو ہے جاں محسن کی بہر خدمت چھوٹ غلام بھیجا
 جب چلا تیر تو چلائی یہ بانو در سے یارب اصغرؑ بچے اور تیر یہ لگ جائے مجھے
 پوچھا چھوٹے بھائی کو صغرؑ نے جب بولی یہ ماں کھینے کو ساتھ محسنؑ کے علی اصغرؑ گئے
 چھڑائی ماں کی جو گودی قضا نے اصغرؑ سے جنماں میں گود میں زہرا کی وہ پلا ہوگا
 قربان ہوا باپ پہ ہنتا ہوا رن میں سن چھوٹا تھا اصغرؑ کا یہ رکھتا تھا بڑا دل
 یہ تھا ضعف اصغرؑ ناداں کو پانی کے نہ ملنے سے پھر اتا لب پہ تھا سوکھی زباں آہستہ آہستہ

سلام (دلگیر)

مجرا اُسے جو کہتی تھی رو رو ہے ہے بچے گود کے پالے
 پانی کے پیاسے تیر کے مارے اصغرؑ پیارے بھولے بھالے

اے میرے پیارے اے میرے جانی اے میرے اصغر یوسف ثانی
 ہاے رے تیری تشنہ دہانی ننھے ننھے گیسوؤں والے
 ہائے یہ سن اور تیر کا سہنا حلق پہ تیرے خون کا بہنا
 ہائے ترا خاموش ہو رہنا اے میرے بچے اے میرے بالے
 جھولا تمہارا خالی ہے پیارے روتی ہوں دیکھ کھلونے تمہارے
 خلد کی جانب تم تو سدھارے زیست کے پڑ گئے لالے
 ہو گیا نیلا ہائے تیرا تن گل سا پنڈا بن گیا سوسن
 تم تو جھکائے دیتے ہو گردن کیونکر یہ اماں تم کو سنبھالے
 کیا ہوا تیرا اب وہ ہمکنہ پیار سے ہر دم منھ کو تکتا
 دیکھ ذرا مادر کا بلکنا اپنے گلے سے مجھ کو لگا لے
 جیتے اگر تم اے مرے خوشخو سالگرہ تو کرتی یہ بانو
 تم تو گئے فردوس بریں کو کیونکر یہ ماں ارمان نکالے
 آج یہ کیسے چپکے ہو واری دیتے نہیں تم ہنکاری
 روٹھی ہے تم سے اماں تمہاری لگ کے گلے سے اس کو منالے
 دودھ ہے اُترا کس کو پلاؤں جھولے میں اب کس کو جھلاؤں
 تیرے بغیر از کس کو دکھاؤں اپنے جگر کے داغ یہ کالے
 خلد میں تو اب جاتے ہو جانی دادی سے کہنا مری زبانی
 روتی ہے ہر دم بانو تمہانی اتنا کرم کر اُس کو بلا لے
 بین یہ کروہ لاش اٹھا کر رکھ دی رو رو وہ جھولے کے اندر
 بولی کہ آخر جاتے ہو اصغر آخری جھولا ماں یہ جھلا لے

دینے لگی یوں لوریاں رو کر سومرے جانی سومرے دلیر
سومیرے پیارے سومرے اصغر سومرے بچے مرنے والے

سن یہ بیاں بانوئے نالائ روئے نہایت شاہ شہیداں
بولے کہ مت کر آپ کو ہلاک کر دے یہ لاش اب میرے حوالے
لے گئے غرض پھر لاشہ اصغر آئے شہ دیں پہلوئے اکبر
کھ کے واں پھر بولے یہ رو کر بھائی کو اکبر رکھو سنبھالے
کیا کہے اب دلگیر وہ زاری روئی جو بانو غم کی ماری
کہتی تھی رو رو بارے بارے ہے ہے بھولے بھالے

ہنسی جب زندان میں آتی تھی تو زینبؓ کہتی تھی دیکھو لوگو یاد کرتا ہے علی اصغر مجھے

﴿۱۰﴾ مظفر حسین ضمیر

نہ نیند آتی تھی اصغر کو پیاس کے مارے گلے پہ تیر جب آکر لگا تو خواب کیا
اصغر کے تیر کھانے کا ہر شکل تیر سے تا روزِ رستخیز ہے باقی نشان رہا
سوفار سے عیاں ہے کہ منہ اُس کا تھا کھلا پیکاں یہ کہتا ہے کہ نکالے زباں رہا
شاہ کہتے تھے اگر تیر نہ لگتا آکر دیکھتے تم کہ جواں کیا علی اصغر ہوتا
مچھلی بھی نہ ترپے کبھی یوں خشکی میں جس طرح سے تیر کھا کے اصغر ترپا
بحرئی مرنے کا غم شہ کو نہ جینے کا تھا قلعِ اصغر کے مگر پانی نہ پینے کا تھا
مارا بے رحم نے اصغر کے تھا حلقوم پہ تیر بچہ معصوم تو چھ سات مہینے کا تھا
رات دن سو گھ کے بو جیتی تھی بانو دکھیا دھبا کرتے میں جو اصغر کے پسینے کا تھا

﴿۱۱﴾ میر مستحسن خلیق

اصغر سے بانو کہتی تھی رن کو چلے تو ہو کُرتا لہو میں دیکھو بھر کر نہ آئیو

﴿۱۲﴾ مرزا فصیح

لگایا حرم لہ نے جب تیرا صغریٰ گردن پر بہت روئے جو تیرا انداز کامل اپنے فن میں تھے

لگا جب تیرا گردن میں تو اُگلا شیر اصغر نے جے لختے لہو کے اس کے ننھے سے دہن میں تھے

بند منہ آنکھیں کھلی دیکھ کے ماں کہتی تھی علی اصغر کا مرے نکلے ہے دم آنکھوں سے

منہ تھا اصغر کا کھلا لب اگلوٹھا تھا دھرا رورو کہنے لگے پرکان بھی ہے سونہار بھی ہے

تیرا اصغر پہ لگے چلنے تو سرور نے کہا اس کو مت مارو کہ دو روز سے بے شیر یہ ہے

نہ نیند آتی تھی اصغر کو پیاس کے مارے گلے پہ تیر جب آکر لگا تو خواب کیا

گود خالی دیکھ کر کہتی تھی بانو اے فلک ہائے میں جیتی رہوں اور گود میں اصغر نہ ہو

چاہتا تھا کہ کرے گریہ نہ رو سکتا تھا خلق میں تیر تھا اور باپ کا منہ تکتا تھا

سیکنہ پیاسی تڑپ رہی ہے، پڑی ہے خاموش بنتِ مسلم

ادھر کو اصغر سسک رہا ہے، ادھر کو باقر بلک رہا ہے

علی اصغر آپ نبی تھا جاں بلب عبث اس کو مارا العین نے تیر

وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہو اسی جان حباب میں

﴿۱۳﴾ میرا نیس

تیر گردن پر جو کھایا دھوپ میں بھر کے ٹھنڈی سانس بچہ رہ گیا
کہتی تھی ماں سوئے اصغر قبر میں ہائے خالی ان کا جھولا رہ گیا
کس لو اب پہنائے مادر دل جلی چل بے وہ یہ شلوکا رہ گیا
نہ دیکھی گئی شہ سے اصغر کی لاش زمیں میں پسر کو نہاں کر دیا

تیر کھاتے ہی گلے میں جو دم اصغر کا رکھا شاہ کے ہاتھوں پہ تڑپا ہے وہ بچا کیا کیا
بانو کہتی تھی تصور میں علی اصغر کے دودھ بن تڑپا ہے ہے مرا بچا کیا کیا
پانی دو دن نہ ملا تیر گلے پر کھایا اتنی سی زندگی میں سہہ گیا ایذا کیا کیا
کہتی تھی بانو مری قسمت کی گردش دیکھنا گھنٹیوں چلنے نہ پایا قتل اصغر ہو گیا

رو کے بانو نے کہا پچھلے پہر زنداں میں دودھ پینے کو نہ چونکا علی اصغر میرا
اصغر ہوئے شہید تو اعدا سے بولے شاہ سبط نبی پہ ظلم کرو گے کہاں تلک

عبث ہیں عدو در پے قتل اصغر یہ ایذا کہیں بے زباں کھینچتے ہیں
بود و نابود علی اصغر کا کیجے کیا بیاں بے زباں دنیا سے اٹھے بے زباں پیدا ہوئے

داغ اصغر کا کوئی بانو کے دل سے پوچھے چھد گیا کس کا جگر تیر گلن کیا جانے

کہا بانو نے شہ سے تیر چلتے ہیں کیجے پر مرا منہ جب یہ بچہ زگیسی آنکھوں سے تکتا ہے
بچا لو واسطہ زہرا کا صاحب میرے اصغر کو یہ بچہ دودھ پیتا ہے نہ اب آنکھیں جھپکتا ہے

بانو کہتی تھی میں جیتی رہی ہے ہے قسمت تیر بد لے علی اصغر کے نہ کھایا میں نے
جلتی ریتی پہ کیا آج انھوں نے آرام چھ مہینے جنھیں چھاتی پہ سلایا میں نے

کہتی تھی بانو جان چلی میری اُن کے ساتھ اصغر کو لے کے جب شہ والا چلے گئے
اصغر کو دیکھتی نہ سیکھتے تو پوچھتی اماں تمہاری گود سے بھیا چلے گئے
منہ ڈھانپے بانو کہتی تھی رود کے میرے لال کیا آئے ماں کی گود میں اور کیا چلے گئے
کہتی تھی بانو خواب میں اصغر کو دیکھ کر مادر کو اپنی چھوڑ کے بیٹا چلے گئے

خیال آگیا دنیا کی بے ثباتی کا چلے جہاں سے جو اصغر تو مسکرا کے چلے

فوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا سب خون میں تر ہو گیا ننھا سا شلوکا
دم آکے رُکا حلق میں اُس تشنہ گلو کا خوں منہ سے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا
ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے جب آتی تھی بچکی تو لپکتا تھا پدر سے

﴿۱۴﴾ مرزا دیر

بانو یہ بین کرتی تھی، اصغر کی یاد میں گم کس طرف تُو، اے مرے یوسف لقا ہوا

پانی دیا کسی نے نہ، اصغر کو بوند بھر کیا رحم دل، نہ ایک بھی، اہل و عا میں تھا

پوچھا صغرا نے کیا سب اس کا نہ پدر آئے نہ چچا آیا

ننھا بھائی مرا تو خیر سے ہے کیوں نہ گھر میں وہ مہ لقا آیا

کہتی تھی بانو تیر گلے سے نکال لوں اصغر تمہاری روح کو صدمہ اگر نہ ہو

شاہ کہتے تھے کہ کیا تیر عدو نے مارا کہ نہ اک بار بھی تڑپا علی اصغر میرا

باچھوں میں دودھ، گلے میں جھنڈولے بال
اصغر نے یوں بہشت بریں کا سفر کیا

گلے میں باپ کے، باہیں تھیں لاشِ اصغر کی
خزاں ہوا جو وہ گل، تو گلے کا ہار ہوا

بحر کی! کیا حوصلہ تھا اصغر بے شیر کا
ہنس دیا، جب حلق پر ناوک لگا بے پیر کا

پھول اُس جا پر کہاں ہے، جُز گلِ زخمِ بدن
قبر پر اصغر کے شہ نے رکھ دیا، پھل تیر کا

رکھو میرے نام پر اے بیٹی! پانی کی سیل
نام پر اصغر کے، پلوانا ٹو، کوزہ شیر کا

ہونٹ اصغر کے بلے، کھاتیر، تو شہ نے کہا
کیا تم، اے پیارے امزہ لیتے ہو آبِ تیر کا

کو دکانِ مومنیں رونے لگے، فردوس میں
دیکھ کر حلقوم میں اصغر کے، روزن تیر کا

یاد آتے تھے شہیدوں کو جب اپنے نو نہال
دم بہ دم منھ چومتے تھے، اصغر بے شیر کا

لے چلے شہ، علی اصغر کو تو بانو نے کہا
اس کو تم یکجہو سینے سے نہ زہار جدا

اکبر کی لاش لائے تو اصغر کو لے چلے
حضرت پہ دکھ پہ دکھ تو محن پر محن ہوا

اصغر کے بھی گلے میں ہلوکا تھا، وقتِ فتن
نایاب، اے فلک! یہ جہاں سے کفن ہوا

شاہ کہتے تھے کہ ہے سب کو شہادت کی خوشی
علی اصغر بھی ترا، کشتہ پیر کاں ہوگا

بانو کہتی تھی میں ہوں اس لیے مشتاقِ بہشت
کہ مجھے ڈھونڈنا، واں، اصغر ناداں ہوگا

شاہ نے لاشہ اصغر کو لٹا کر یہ کہا
آکے اب شیرِ خدا تیرا نگہاں ہوگا

پانی بول لائی تو اصغر اشارے سے
بولا کہ آبِ تیر کی لذت، وہن میں ہے

کھا کے پیر کاں، بہت آغوش میں تڑپا لیکن
شہ کی گردن میں رہے اصغرِ لدار کے ہاتھ

ننھی سی قبر پہ اصغر کے چھڑکتے پانی
پانی اتنا بھی نہ آیا، شہِ ابرار کے ہاتھ

گہوارے میں پھر جا کے جو میت کو لٹایا ماں بولی کہ اب ضبط کا یارا نہیں اصغرؑ
ظالم نے کیلجے پہ مرے تیغ پھرائی یہ تیر گلے پر ترے مارا نہیں اصغرؑ

کیا جھولا جھلاؤں تمہیں ہو خوابِ اجل میں تابوت ہے، گہوارہ تمہارا نہیں اصغرؑ

بولی بانو کھیلنے کو غلد میں اصغرؑ گئے میں تو یاں ہوں کون جھائے گا وہاں دامن کی خاک
بولے شہ قبر بناؤں گا تری ننھی سی تجھ کو اصغرؑ میں بیاباں میں سلانے کا نہیں

دفن اصغرؑ کو کیا جب تو کہا سرورؑ نے سوو اصغرؑ تمہیں اب کوئی جگانے کا نہیں

بیٹھے بیٹھے بانو کہہ اٹھتی تھی یہ زنداں میں دیکھنا کوئی پس دیوار اصغرؑ روتے ہیں
دودھ کی خاطر نہیں ہوتے ہیں گزریاں شیرِ خوار بے زباں اطفال گویا بہر اصغرؑ روتے ہیں
کہتی تھی بانو کہ میں پانی کہاں سے لاؤں ہائے صاحبِ سوکھی زباں دکھلا کے اصغرؑ روتے ہیں
غلد میں اطفالِ شیعہ سب زیارت کو ہیں جمع اور گلے کے زخم کو دکھلا کے اصغرؑ روتے ہیں

دونوں ہاتھوں پر تھی اک ننھی سی لاش خوں میں ڈوبا تھا سراپاے حسینؑ

کیوں نہ غم سے خشک ہو سبطِ پیغمبرؐ کا لہو جب شلوکے پر بہے مجرئی اصغرؑ کا لہو
شاہؑ کہتے تھے شہادت کی گواہی کے لیے دامنِ افلاک پر کافی ہے اصغرؑ کا لہو

مجرئی شہؑ نے کہا اے میری خواہر دیکھو تیر کو دیکھو گلوے علی اصغرؑ دیکھو
جا کے پھر جھولے پہ بولی کہ ہوئے اکبرؑ گم گٹھنیوں جا کے تمھی، اے علی اصغرؑ دیکھو

تیر کھانا یاد آتا تھا علی اصغرؑ کا تب دیکھتے تھے جس گھڑی عابد لبِ سوفا کو

یاد جب آتی سیکینہ غلد میں تو شاہؑ دیں اپنے سینے سے لگاتے اصغرؑ دلدار کو

کہا شہ نے کیا تیر نالم نے مارا کہ تڑپا نہ ہاتھوں پہ اصغر دوبارہ
 شہ کھینچتے تھے تیر کو اور کہتے تھے رورو اے حرمہ تقصیر بھلا بچے کی کیا تھی؟
 آیا فردوس میں اصغر تو کہا حوروں نے کیا گئے عالم فانی میں بھلا کیا آئے
 جب کہ پیدا ہوئے اصغر تو کہا بانو نے اب مرے گھر میں علی کی بھی زیارت ہوگی
 آئیں گے جب صف محشر میں حسین ابن علی گود میں اصغر معصوم کی میت ہوگی
 بانو کہتی تھی ترا فاتحہ دلو آؤں گی دودھ کے کوزے گراے اصغر دلدار ملے
 مجرئی کہتے تھے شہ خالق اکبر کے لیے ظالمو پانی دو مجھ کو علی اصغر کے لیے
 حوض کوثر پہ کہا شہ نے پدر سے اپنے دیا اعدا نے نہ پانی علی اصغر کے لیے
 کہا بانو نے کہ یا ساقی کوثر آؤ شہ کو پانی نہیں ملتا علی اصغر کے لیے
 یا امام دو جہاں عرض یہ کرتا ہے دیر مغفرت حشر میں کچھ، علی اصغر کے لیے
 بانو یہ رن میں لاشہ اصغر پہ کہتی تھی یہ پیاری پیاری شکل تری خوں میں بھر گئی
 پیاسے رہے، گلے پہ لگا ناوک ستم چھوٹے سے سن میں تم پہ یہ ایذا گزر گئی
 سرور نے کہا فدیہ معبود ہیں دونوں کچھ فرق یہاں اکبر و اصغر میں نہیں ہے
 گیا جو غلد میں اصغر قریب محسن کے وہ دیکھ خلق چھدا خوب اشک بار ہوئے
 کہا یہ بانو نے سجاد سے، دم مدفون یہ بات یاد میری، اے جگر نگار رہے
 ادھر تو کجیو اکبر کو اور ادھر شہ کو پران کے بیچ میں اصغر ہی کا مزار رہے

کہا یہ بانو نے دل پیچ و تاب کھاتا ہے جھنڈو لے بال جو آئے ہیں یادِ اصغر کے

جھوٹے کو دیکھ دیکھ کے صغریٰ یہ کہتی تھی یادش بخیر اصغرؑ ناداں سفر میں ہے

دھرا جو لاشہ اصغرؑ تو شاہ نے دیکھا بتو! گود کو کھولے ہوئے مزار میں ہے

جب چھٹی کوتارے دیکھے بانو سے بولی قضا وادیؑ غربت کی اب دیکھیں گے اصغرؑ چاندنی

قبرِ اصغرؑ سے کہا بانو نے راحت دیجو سونے والا میرے دامن کاتے دامن میں ہے

مر گیا اصغرؑ تو اک بچگی میں لیکن دیر تک ہاتھ رکھ کر شاہ دیں، سینے میں دم دیکھا کیے

بے خطا تیر گلوئے علی اصغرؑ پہ لگا خم اسی شرم و فحالت سے کماں اور بھی ہے

مجرائی کہا شہ نے کہ یارا نہیں اصغرؑ چھوڑیں تمہیں جنگل میں گوارا نہیں اصغرؑ

عباسؑ ہوئے قتل چھدا سینہ اکبرؑ تم بھی موئے اب کوئی ہمارا نہیں اصغرؑ

بانو کا گلا کاٹا شہ دیں کو کیا ذبح یہ تیر گلے پر ترے مارا نہیں اصغرؑ

پانی کو ترستا ہوا بے شیر جہاں سے تم سا کوئی کم عمر سدھارا نہیں اصغرؑ

پیاسے رہے مارے گئے اب لاش ہے بے گھر قسمت کے لکھے سے کوئی چارا نہیں اصغرؑ

بانو یہی کہتی تھی دیر جگر افکار

تم مر گئے اب کوئی ہمارا نہیں اصغرؑ

یوں پہلوئے حسینؑ میں تھا لاشہ اصغرؑ باچھوں میں دودھ لب پہ اگوٹھا گلے میں تیر

وقت قضا ملا تھا جو اس کو نہ آب و شیر کھولے ہوئے دہن تھا وہ رشک مہ منیر

نخسا سا کرتا تن میں لہو سے بھرا ہوا ایک ہاتھ تھا حسینؑ کا اس پر دھرا ہوا

تیرِ غم سیکڑوں، سرور کے کلیجے پہ لگے علی اصغرؑ جو ہوا، تیر کے پریکاں سے شہید
 ﴿۱۵﴾ میر مونس

حرمہ کہتا تھا توڑا ایک بازو ایک حلق لو نکلتے ہی کماں سے تیر بھالا ہو گیا
 چہرہ گلگونِ اصغرؑ پر جو ڈھانپا دھوپ میں دامنِ لختِ دل حیدرؑ گلابی ہو گیا
 تیر کھا کر دودھ کے ہمراہ جب اُگلا ہو سر بسر پیرا ہنِ اصغرؑ گلابی ہو گیا
 کہتی تھی ماں کلیجے پہ چلتے ہیں تیرِ غم جب سے ہوا ہے اصغرؑ تیر و کماں جدا
 بانو کہتی تھی نہ تم گٹھنیوں چلنے پائے ہائے اصغرؑ کوئی پورا مرا ازماں نہ ہوا
 بانو رو دیتی تھی منہ ڈھانپ کے اصغرؑ کے لیے کسی عورت کی جو آغوش میں بچا دیکھا
 میں نے دیکھا علی اصغرؑ کا گلا خون سے تر میں نے زخمی علی اکبرؑ کا کلیجا دیکھا
 کہتی تھی بانو دیکھ کے اصغرؑ کی لاش کو چھوٹے سے سین میں واہ بڑا مرتبہ ملا
 شہ کہتے تھے اصغرؑ پہ ہوا یہ ستم نو یوں تیر سے مرتے کوئی بچہ نہیں دیکھا
 ہوا نہ ہوگا کوئی شیرِ خوار دنیا میں شہیدِ تشنہ لبِ اصغرؑ سے بے زباں کی طرح
 حرمہ نے سوے اصغرؑ جو کیا تیر کا رُخ ہو گیا زرد سلامی شہِ دلگیر کا رُخ
 بہت روکا شہ دیں نے و لیکن نہ خونِ گردنِ اصغرؑ ہوا بند
 اصغرؑ سلامی تیرِ ستم کھائے آتے ہیں گردنِ پدر کے ہاتھوں پہ لٹکائے آتے ہیں

بازو چھدا ہے شاہ کا بچہ ہے خوں میں تر چھوٹی سی لاش چھاتی سے پلٹائے آتے ہیں

باٹو کہتی تھی مری گودی نہ تم کو آئی راس تیر کھا کر چین سے سوتے ہو دلبر دھوپ میں
دودھ بن تم تو کئی راتوں سے سوئے بھی نہ تھے صدقے جاؤں نیند آئی آج کیونکر دھوپ میں

کہتی تھی ماں ملے علی اصغر نہ صاحبو ڈھونڈ آئی اُن کو دشت میں مادر کہاں

اصغر کو تیر مارا تو بولے یہ شاہ دیں شاید کہ حرمہ کوئی تیرے پسر نہیں

آئے تھے بہر نذر شہادت پدر کے ساتھ مٹھی میں نقد جاں علی اصغر لیے ہوئے

لگا حلقِ اصغر پہ جب تیر ظلم تڑپ کر وہ ابرو کماں، رہ گیا

ادھر خوف سے تھر تھرائی زمیں ادھر کانپ کر آسماں رہ گیا

اکبر کے برابر علی اصغر کو لٹایا فرزند کے شانہ کو ہلا کر یہ سنایا

اس بانوئے مغموم کے دلبر سے خبردار اے جان پدر چھوٹے برادر سے خبردار

﴿۱۶﴾ گلشن الدولہ مرزا علی خاں بہار لکھنوی

لے گئے تھے اصغر کو گھر سے پھر سلامت نہ آئے ادھر سے

کیا ہوا دودھ پیتا وہ بچہ میرے پردیسی بیرن حسینا

﴿۱۷﴾ شیخ امداد علی بک لکھنوی

کہا یہ باٹو نے اصغر کی یاد آتی ہیں ہمک ہمک کے وہ باتیں، مجھے اشاروں کی

فرمایا شہ نے کیا اسے لڑنے کی تھی امنگ اصغر کا میرے تیر سے چمیدا لگو عبث

مجرائی خزاں نے بھی کوئی نہ چمن چھوڑا شاداب نہ اصغر سا بھی غنچہ دہن چھوڑا

﴿۱۸﴾ آغازِ بہنِ دہلوی

اصغر سے شاہ کہتے تھے بازارِ موت میں آئے ہیں تیرے واسطے پریاں نئے نئے
کہا سرور نے کہ اصغر وہاں مل جاتا آب طالب آب اگر خلد میں جا کے ہوتے
ماں نے اصغر سے کہا مر گئے پیارے بھی رہے زخمی تم ہوتے مگر پانی تو پا کے ہوتے
لاش بچے کی لئے راہ میں کہتے تھے حسین کہہ کے اب کیا تری ماں سے تجھے اصغر دوں گا
﴿۱۹﴾ میرا نس

خون سے تر ہو گیا اصغر کا شلو کا سارا حلق سے شاہ نے جب تیر کا پریاں کھینچا
چھوڑا علی اصغر نے بھی جب دارِ فنا کو بچے کا بڑا غم ہوا شاہ شہدا کو
جب دفن کیا خاک میں اس ماہ لقا کو رقت رہی تا دیرِ غریب الغریبا کو
تیر آتے تھے لیکن نہ جدا ہوتے تھے حضرت
منہ چھوٹی سی تربت پہ دھرے روتے تھے حضرت
بازو سے لہو بہتا تھا اور آنکھوں سے آنسو چہرہ عرق آلود بھرے خاک سے گیسو
چلاتے تھے کیا ہو گئے اے اصغر مہر و شبیر کو اس خاک سے آتی ہے تری بو
ہم کو عرقِ شرم میں تر کر گئے بیٹا
پانی نہ ملا تشنہ دہن مر گئے بیٹا

﴿۲۰﴾ میرزا عشق

اصغر سدھارے زلیست ہوئی شہ کونا گوار میت لٹا کے روئے کہا حفظِ کردگار

کھینچتے ہیں گلے سے تیر حسینؑ منہ سے اصغرؑ لہو اُگلتے ہیں

اصغرؑ کو جوشہ لے چلے بانو یہ پکاری دامن تو اڑھا لو کہہ رستے میں کڑی دھوپ

لاش جب رکھنے لگے قبر میں بو لے شبیرؑ علی اصغرؑ ہے بڑا داغ تمہارا ہم کو

زخم تازہ ہے ٹپکتا ہے لہو گردن سے تم کو ایذا ہے نہیں ضبط کا یارا ہم کو

ہاتھ تھراتے ہیں تم یہ نہ سمجھنا بیٹا کہ نہ آرام سے تربت میں اتارا ہم کو

قبر اصغرؑ سے کہتی تھی بانو اے لحد ہم سے یہاں چلتے ہیں

تو ہماری طرح سے بہلانا شب کو اصغرؑ بہت مچلتے ہیں

﴿۲۱﴾ میرزا عشق

کہتے تھے شاہ امت جد پر خدا ہوئے تم نے بڑوں کی بات کو اصغرؑ بنا دیا

سرکماں کا جھک گیا سو فار کا منہ کھل گیا بوجھ ہے گردن پہ خونِ اصغرؑ بے شیر کا

تھا سرائے دہر میں اصغرؑ کو رہنا ناگوار مارتے تھے دست و پا دنیا سے جانے کے لیے

بڑھتی ہے منت غذا اصغرؑ کی ہوتی ہے شروع دودھ چھٹتا ہے چلے ہیں تیر کھانے کے لئے

سب کے سب روتے تھے صغریٰ کی طرح وقتِ سفر گھر سے تابوت کہ گہوارہٴ اصغرؑ نکلا

تفنگی سے اصغرؑ بے شیر کا منہ زرد ہے پھول مرجھایا ہوا ہے گلشنِ شبیرؑ کا

حلق میں جب آ کے پکیاں رہ گیا ہچکیاں لے لے کے ناداں رہ گیا

گودیوں میں کچھ دنوں اصغرؑ پھرے گٹھنیوں چلنے کا ارماں رہ گیا

چھٹ کے اکبر سے دل شہ تہہ وبالا ہو گیا بعد بے شیر یہ غم اور دو بالا ہو گیا

یاد اصغر میں کہا کرتی تھی صغرا رو کر گٹھنیوں چلنے نہ پائے کہ وطن چھوٹ گیا

کہتی تھی بانو کہ مری گود خالی ہو گئی تم سے اصغر قبر کا آباد پہلو ہو گیا

رن کو جاتے ہوئے مڑ کر جو ادھر دیکھ لیا ماں کو بے شیر نے اور ایک نظر دیکھ لیا

﴿۲۲﴾ میر نفس

گلا چھدائے قیامت میں جبکہ آئے گا یہ شیر خوار بھی امت کو بخشوائے گا

وار دنیا جائے آسائش نہیں خوب سمجھتے تھے جو اصغر کم رہے

گلا صغیر کا ننھا سا کیوں نہ چھد جائے خدنگ ظلم جو دو ٹانگ کی کماں سے چلے

شہ نے بانو سے لیا اصغر کو جب بولی قضا ایک ہدیہ اور حضرت بہر امت لے چلے

بعد اصغر زندگی کا حوصلہ جاتا رہا بیٹھی ہے خاموش مادر مشغلہ جاتا رہا

﴿۲۳﴾ میر وحید

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اجل یہ کہتی تھی کیا خوش نصیب تھے اصغر نہ رنج شیب نہ داغ شباب لے کے چلے

یہ مرتبہ چھ مہینے کی عمر میں پایا شہید راہ خدا کا خطاب لے کے چلے

قرار بن مرے کیونکر مرے حسین لیا اجل نے گود سے اماں کی تجھ کو چھین لیا

﴿۲۴﴾ اوج (فرزندِ مرزا دیر)

قبرِ اصغر پہ کہا ماں نے دل مضطرب میں رہ گئی گھنٹیوں چلنے کی تمنا باقی
 صحن میں بانو نہ لاتی تھی کبھی معصوم کو کھائی ہیں عابد نے غم کی برچھیاں بیٹھے ہوئے
 کیا خبر تھی سوئیں گے ریتی پہ اصغر ڈھوپ میں بیٹھے بیٹھے پشتِ زیں پر ہی پر ہی شہ نے نماز
 مرقی ہوں میں تاخیر نہ فرمائیے بابا اصغر کو لئے گود میں جلد آئیے بابا

﴿۲۵﴾ پیارے صاحبِ رشید

کس طرح دل جانِ زہرا سے سنبھالا جائے گا شیر کیونکر حلقِ اصغر سے نکالا جائے گا
 یہ سمجھ کر لے گئے ہمراہ اصغر کو حسین قید میں بانو سے یہ بچہ نہ پالا جائے گا
 شور ہے چلو میں شہ لیتے ہیں اصغر کا لہو حشر آجائے گا جب یہ خون اچھالا جائے گا
 باغِ جنت میں دلِ فاطمہ بے تیر چھدا حلقِ اصغر کا چھدا بازوئے شبیر چھدا
 قبر پر بے شیر کے بانو یہی کرتی تھیں بین مر کے اے بیٹا قرارِ قلبِ مادر لے لیا
 بولیں بانو قبر میں اصغر ڈرو گے رات کو ساتھ اپنے کیوں نہ اُس مادر کو دلبر لے لیا
 کہتی تھی ماں، قبر میں اصغر اب آیام کو چین کیوں گلے کا زخم اچھا ہو گیا آتی ہے نیند
 کہتی تھی ذوالفقار نہ تھی مجھ کو یہ خبر شبیر مجھ سے تربتِ اصغر بنائیں گے
 زمین خشک ہاتھوں سے برابر کر کے شہ بولے اگر پانی ملے سر دے کے بہرِ قبرِ اصغر لیں
 پسر کے بعد جب کڑی کمائیں شہ نے فرمایا علی اصغر گئے دنیا سے اب کیوں تیر آتے ہیں

﴿۲۶﴾ میر عارف

معصوم کے جب عضو بدن چھپ گئے سارے بسمل ہوا قلب شد دیں درد کے مارے
منہ رکھ کے لحد پر بصد اندوہ پکارے اے راحت جاں بانوئے ناشاد کے پیارے
نہا سا گلا زخم سے دکھتا تو نہیں ہے
اصغر کہو اب پیاس کی ایذا تو نہیں ہے

تیر کھا کر وہاں علی اصغر نے ڈالا منہ سے خوں یہاں ابو کے جوش سے خود ماں کو آگاہی ہوئی
لگا تیر اصغر کی گردن پہ جب قدر شاہ جھک کر کماں ہو گیا
کر بلا پہنچے تو پیارا اصغر کو کر کے بولے شاہ ایک منزل سخت تر اس سے مری جاں اور ہے
﴿۲۷﴾ دولہا صاحب عروج

بنا کے شکل مجاہد کی لے چلے شبیر اُلٹ دیا علی اصغر کی آستینوں کو
ذرا آرام سے رکھنا زمین کر بلا اس کو اٹھے روتے ہوئے یہ کہہ کے سر و قبر اصغر سے
﴿۲۸﴾ ادب لکھنوی

پیکر اصغر معصوم جو ملبوس میں تھا شعلہ نور خدا حسن کے فانوس میں تھا
﴿۲۹﴾ داغ دہلوی

چشم نقش کف پائیں بھی تو آنسو بھر آئیں خاک پر گر کے جو مانگے علی اصغر پانی
﴿۳۰﴾ امیر مینائی

دکھائی اصغر معصوم نے جو خشک زباں اجل نے پیار سے بوسے لب و دہن کے لیے

﴿۳۱﴾ میر محبوب علی خاں شاہِ دکن - آصف

اندھیری رات میں باٹو یہی کہہ کہہ کے روتی تھی کہ اصغر یاد تیرے چاند سے رخسار آتے ہیں

﴿۳۲﴾ فصاحت جنگِ جلیل

شہِ مظلوم کے صبر و رضا کی آزمائش ہے علی اصغر کارن میں تیر کھا کر مسکرا دینا

حلقِ اصغر چھید کر بازوئے شہِ زخمی کیا حرمہ کے چار تیروں میں فقط اک تیر نے

اگل کے خون جہاں سے گذر گیا باٹو پھڑک کے ہاتھوں پہ معصوم مر گیا باٹو

﴿۳۳﴾ مہاراجہ کشن پرشاد شاہ

دکھائی جنگ میں صورت اُدھر جا پہنچے کوثر پر یہ اصغر ہی کی تھی رفتار اُدھر آنا اُدھر جانا

﴿۳۴﴾ مسرور حیدر آبادی

جان دے دی علی اصغر نے بھی بہر امت بچوں کے ہاتھ سے بھی عقدہ کشائی نہ گئی

﴿۳۵﴾ تلکین حیدر آبادی

جان دے کر چھ مہینے میں خدائی مول لی مالک ہر شش جہت اصغر سنانا داں ہو گیا

﴿۳۶﴾ اختر حیدر آبادی

گلا اصغر کا، پہلو شاہ کا، باٹو کا دل چھیدا دن کا مل تھا کس کس کا ارادہ قلب پیکان میں

﴿۳۷﴾ تراب یار جنگ - سعید

دے چکے جو نذر اصغر کو شہِ کرب و بلا مطمئن ایسے تھے جیسے درد کا درماں ہو گیا

﴿۳۸﴾ میر عثمان علی خاں - شاہِ دکن

خوب سیراب نمودند لعین اصغرؑ را تیر فولاد کجا گردن بے شیر کجا

﴿۳۹﴾ تاثیرِ دہلوی

بے زباں تھا بے قصور اصغرؑ کو مارا ہائے تیر کیا ملا اس حرمہ ملعونِ نانہجار کو

نہ ملا پانی جو اصغرؑ کو تو باٹو نے کہا لا دو یا شاہ کہیں سے مجھے جا کر پانی

﴿۴۰﴾ بہادر حسین انجم لکھنوی (شاگردِ میر منس)

گود خالی دیکھ کے کہتی تھی بانو اے فلک ہائے میں جیتی رہوں اور گود میں اصغرؑ نہ ہو

لاشِ علی اصغرؑ سے کہا بانو نے بیٹا جب تک تھے میرے پاس تو تھی شیر کی خواہش

پانی کو گئے رن میں تو وہاں حلق چھدایا معلوم ہوا پیاس میں تھی تیر کی خواہش

﴿۴۱﴾ منیر شکوہ آبادی

سوتے سے چونک اٹھتی تھی بانو یہ کہہ کے آہ اصغرؑ میں صدقے شکل دکھا جاؤ خواب میں

﴿۴۲﴾ درخشاں لکھنوی

چلے آتے ہیں داماں پر پیچے چشمِ گریاں سے نہیں ہے تاب طفلِ اشک کو بھی رنجِ اصغرؑ سے

﴿۴۳﴾ صغیر الہ آبادی

کہا شہ نے لاشے سے رونا نہ اصغرؑ کہ ہم تیرا بے زباں کھینچتے ہیں

﴿۴۴﴾ سید باقر حسین باقر لکھنوی

قبر میں اصغرؑ کو رکھ کر رو کے یہ بولے حسین خاک میں اب چاند سا چہرہ ترا مل جائے گا

شہ نے اصغر سے کہا تم بھی کرو جنت تمام کھول کر نہا سامنھ سوکھی زباں دکھلا گئے

﴿۴۵﴾ نواب محمد سلطان خان سلطان لکھنوی

کربا میں ڈھونڈیں گے عابد جو قبر شیر خوار کچھ زمیں جس جا کھدی ہوگی بتا مل جائے گا

﴿۴۶﴾ سید عابد علی عرف بن صاحب فرقت لکھنوی

گردن اصغر پہ جا کر دی صدایہ تیر نے اس خطا کا تجھ کو بدلا حرام مل جائے گا

﴿۴۷﴾ نواب سید امجد علی خان صاحب قیصر

شاہ کہتے تھے کہ اصغر ہے تمہارا مہمان ظالمو جان اس کی لے کر تم کو کیا مل جائے گا

﴿۴۸﴾ سید خورشید حسن صاحب مہر

حرمہ سے تیر چلتے چلتے یہ کہتا رہا بے خطا اصغر کو گر مارا تو کیا مل جائے گا

﴿۴۹﴾ آرزو لکھنوی

پیاس میں اصغر دکھا کر فوج کو سوکھی زباں باتیں کرنا اپنے سن والوں کو بھی سکھلا گئے

پیاس سے زکسی آنکھوں میں ہیں اصغر کے گڑھے پھول ساغر میں نظر آتا ہے ساغر پھول میں

﴿۵۰﴾ صفی لکھنوی

نہ تھا پانی جو سرد و تر بت بے شیر پر چھڑکیں زمیں تر ہو گئی روئے یہاں تک قبر اصغر پر

ماں کہتی تھی یاد علی اصغر میں یہ رو کر آڈھونڈ رہی ہیں تجھے نور نظر آنکھیں

اصغر کو قتل گاہ میں لائے ہیں شاہِ دیں چھوٹا سا پھول اک سر محضر بنائیں گے
شفق کوں مہر بھی وقتِ غروب ایسا ہی ہوتا ہے ملا تھا خونِ اصغر شہ نے جیسے روئے انور پر

﴿۵۱﴾ عزیز لکھنوی

اہلِ دل تڑپا کریں گے زندگی بھراے عزیز حرمہ کا تیر پیوستِ رگِ جاں ہو گیا

﴿۵۲﴾ مرزا محمد صادق علی شاغل لکھنوی

ہوگا اک دانہ نہ پیدا کہتی تھی شہ سے زمیں مجھ میں خوں گر اصغرِ معصوم کا مل جائے گا
اصغر بے شیر یوں سوکھی زباں دکھلا گئے فوجِ اعدا میں تلام میں پڑ گیا تھرا گئے
کان میں شبیر نے چپکے سے یہ کیا کہہ دیا گود سے صغرا کے پھر اصغر ہمک کر آ گئے

﴿۵۳﴾ سید عابد حسن عرف ابن صاحب - بلاغت

پوچھا اصغر کو جو بانو نے تو بولے رو کے شاہ حرمہ کا تیر کھا کر وہ شہادت پا گئے

﴿۵۴﴾ سید کاظم رضا عرف لڈن صاحب - بہار لکھنوی

کہتی تھیں یہ شہ سے بانو دل دھڑکتا ہے مرا آج تو گہوارہ تک اصغر کے ناک آ گئے

﴿۵۵﴾ نواب احمد علی خان عرف پٹن صاحب - ثروت

واقعہ اک طفل اور اک تیر کا ایسا عظیم ارض گہوارہ ہوئی ساتوں فلک تھرا گئے
کر بلا میں جنگ یا قربانی سادات تھی ہنسیوں والے تک آ کر گلے کٹوا گئے

﴿۵۶﴾ ذِآخِر لکھنوی

بعد شہِ تربت کا اصغرؑ کے نشان اب تک نہیں دل سے لاشے کو نہ جانے کس طرح لپٹا گئے

یہ سمجھتی تو نہ میدان میں جانے دیتی تیرِ قاتل سے تری دودھ بڑھائی ہوگی

پس حسینؑ اکیلے نہیں علی اصغرؑ لحد پہ دھوپ بھی ہے گریہ رباب بھی ہے

﴿۵۷﴾ حکیم سید ابراہیم - شوق موہانی

رن میں ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو یوں لائے حسینؑ اشقیا معصوم پر قرآن کا دھوکا کھا گئے

﴿۵۸﴾ سید شبیر حسن قنیل لکھنوی

قاتلِ اصغرؑ کا دل کیسا تھا آخر اے خدا وہ نہ کانپا اور زمین و آسمان تھرا گئے

﴿۵۹﴾ حکیم سید مہدی حسین - مہرِ مہدی لکھنوی

روکے صغرائے کہا اصغرؑ نے کیوں چھوڑا مجھے میرے بابا کان میں بچے کے کیا فرما گئے

﴿۶۰﴾ مظفر حسین - ناصر لکھنوی (شاگردِ ذِآخِر لکھنوی)

لشکرِ اعدا پہ کی اصغرؑ نے یوں جھٹ تمام باپ کے ہاتھوں پہ ننھی سی زباں دکھلا گئے

اکبر و اصغرؑ کی لاشوں پر صدا دیتی تھی ماں کتنے جلدی پھول میرے باغ کے مر جھا گئے

﴿۶۱﴾ نواب سید عسکری - بلخ لکھنوی

گئے فردوس میں اصغرؑ شہید کر بلا ہو کر کیا بچپن میں احسان جد کی امت پر فدا ہو کر

کب ز میں پر قبرِ اصغرؑ کے لئے ڈالائشان نقشہ کھینچا داغِ دل کا حضرت شبیرؑ نے

﴿۶۲﴾ حامد حسین خان بہادر۔ حامد لکھنوی

اجل کہتی ہے اب سوئیں گے یا غوثِ تربت میں علی اصغر چلے ہیں گود سے ماں کی جدا ہو کر

﴿۶۳﴾ نواب سید ہادی علی خان۔ ہادی لکھنوی

ہوئے بے جان ہاتھوں پر جو اصغر شہ نے فرمایا بڑوں کی بات رکھ لی تم نے اُمت پر فدا ہو کر

پاتا کون انھیں ہاتھ بندھے تھے ماں کے یوں بھی مرتے جو نہ اصغر کی شہادت ہوتی

﴿۶۴﴾ احسن مرزا۔ شرر لکھنوی

علی اصغر کو تو پانی سے نہ رکھتے محروم چشم اعدا میں اگر کچھ بھی مروت ہوتی

﴿۶۵﴾ مرزا کاظم حسین۔ محشر مرحوم

لے کے اصغر کا ہونٹ پہ جو ملتے نہ حسین ایک ایک قطرے سے اک تازہ قیامت ہوتی

ناوکِ حرم لہ مانا جو خطا بھی کرتا پیاس ہی سے علی اصغر کی شہادت ہوتی

بعد اکبر کے علی اصغر بے شیر کا غم شاہ اگر ضبط نہ کرتے تو قیامت ہوتی

رہ گیا پوشیدہ اسرار شہادت میں یہ راز پیاس نے اصغر کو مارا یا کہ مارا تیر نے

﴿۶۶﴾ سید مجاور حسین۔ تمنا لکھنوی

درخیمہ کی جانب پھر رہی تھیں زگسی آنکھیں علی اصغر چلے تھے قتل گاہ میں چھٹکے جب ماں سے

یونہی تھا آ کے اصغر کا زمانہ سے گذر جانا نفس کا جیسے سینہ میں ادھر آنا ادھر جانا

﴿۶۷﴾ سید ذاکر حسین۔ ذاکر لکھنوی (تلمیذ جناب آرزو لکھنوی)
 اکیلے حشر تک کیوں کر رہیں گے قبر میں اصغرؑ نہ ہوتے تھے کسی پہلو جو دم بھر بھی جدا ماں سے

﴿۶۸﴾ سید زوار حسین۔ زاکر لکھنوی

لگایا حرمہ نے تیر کب اصغرؑ کی گردن پر دل زہرا کو چھیدا ہے لعین نے نوک پیکل سے
 ﴿۶۹﴾ سید ظفر حسن۔ ظفر لکھنوی (نبیرہ مفتی میر محمد عباس)

لگایا حرمہ نے تیر ایسا حلق نازک پر کدل زخمی ہوا کتے ہیں اب تک اُس کے پیکل سے
 ﴿۷۰﴾ سید دلاور حسین خان۔ قمر لکھنوی (شاگرد عزیز لکھنوی)

نجات امت عاصی کے لنگر بن گئے اصغرؑ لیا یہ کام حضرت نے چراغ زبرد اماں سے
 ﴿۷۱﴾ سید مہدی حسن۔ لیاقت لکھنوی

جو تربت میں چھپے اصغرؑ تو بولی پالنے والی مری جاں پاس دادی کے گئے تم روٹھ کر ماں سے
 ﴿۷۲﴾ سید تاجدار حسین۔ وقار لکھنوی

اشاروں میں کہا اصغرؑ نے سرور سے کہ لے چلے رہا جاتا ہوں چھٹ کر کاروان راہ یزداں سے
 ﴿۷۳﴾ نواب مرزا محمد باقر علی خان۔ راز لکھنوی

نصرت شہ کی صدا جبکہ ہوا میں پہنچی انتہا یہ ہوئی میدان میں اصغرؑ نکلے
 ﴿۷۴﴾ علی میاں کاکلی

لے اصغرؑ کون میں شاہدیں کہتے تھے اعدا سے اسے پانی پلا دو دودھ پینے کا یہ خوگر ہے
 جواب شہ میں مارا حرمہ نے تیر گردن پر دل صد پارہ شبیر کا آخر یہ نشتر ہے

یہ لعلِ فاطمہ زہرا ہے اور وہ سنگدل ظالم
اکیسے دن سے آتے دیکھ کر بانو یہ چلائیں
نزاکت میں جو یہ شیشہ توہختی میں پتر ہے
شہا فرمائیے اصغر کہاں ہے قلب مضطر ہے
انہیں کا خون یہ چہرہ پر ہے اور لبوں بھی تر ہے
انہیں میں دفن کر کے رخصتِ آخر کو آیا ہوں
وہ دیکھو سامنے ننھی سی بانو قبرِ اصغر ہے

ہائے قسمت میں یہ لکھا تھا کہ اے غنچہ دہن
باپ تربت تری جنگل میں بنائے اصغر

نہ تھا معلوم ماں کو آہ یہ لکھا مقدر کا
بڑھے گا تیرے دشتِ بلا میں دودھِ اصغر کا

پیراس کے صدمہ سے بے شیر ہوا تھا یہ نڈھال
حرکتِ نبض کی گہوارہ تھی اصغر کے لیے

رودِ یے پھیر کے منہ فوجِ مخالف، میں عدد
قبر کھودی شہہ والا نے جو اصغر کے لیے

خنجر کی نہ قاتل کی نہ زخموں کی خبر ہے
تکتے تھے سوئے لاشنہِ اصغر تہہ خنجر

﴿۷۵﴾ قدیم لکھنوی

اصغرِ ناداں کو ہاتھوں پر اٹھا کے بولے شاہ
مرچکے انصار ویاور لٹ گیا گھریار بھی

ختم ہے میری بضاعت اس کو بھی کر لے قبول
فدیہ اُمت ہے یارب یہ دُرِ شہوار بھی

﴿۷۶﴾ بابو صاحب فائق

بہ مجبوری نکالا تیر تو منہ پھیر کے لیکن
نہ دیکھا شہ نے زخم گردنِ اصغر نظر بھر کے

کھپتا ہے اصغر کا دم ہاتھوں پہ سکت ہیں حسین
ہاں نظر ہٹتی نہیں مٹی ہوئی تصویر سے

لٹا کر لاشِ اصغر پہلوئے اکبر میں شہ بولے
ذرا لے میرے دلبر دھیان رکھنا چھوٹے بھائی کا

﴿۷۷﴾ امید لکھنوی

چمن دہر میں ہے پیاس سے اصغر کا یہ حال خشک کانٹے کی طرح گل سی زباں رکھتے ہیں

﴿۷۸﴾ جاوید لکھنوی

دھڑکن دلِ اصغر میں ہے کیا بعد فنا بھی اب تک شدید لاش کو لپٹائے ہوئے ہیں

بولی ماں تھوڑے دنوں میں ہوا کیا کیا اصغر گھنٹیوں بھی چلے اے لال قضا بھی آئی

﴿۷۹﴾ احسن مارہروی

محسرت دیکھ کر سوئے فلک حضرت نے فرمایا چھدا جب ناوک ظلم و ستم سے حلقِ اصغر بھی

کہیں اے چرخ اس معصوم سا مظلوم دیکھا ہے بہت دنیا میں تو نے دیکھے ہیں غمگیں بھی مضطر بھی

﴿۸۰﴾ مولانا کلب حسین اختر

حسین ہاتھوں پہ اصغر کو لے کے کہتے تھے پلا دو پانی مرے لال کو خدا کے لیے

جواب ملتا تھا قطرہ نہ دیں گے ہم اس کو گلا صغیر کا ہے ناوک قضا کے لیے

صدایہ شاہ نے دی دودھ ماں کا خشک ہوا یہ بچہ آیا ہے پانی کی التجا کے لیے

کہا یہ شمر نے دریا سے جانور پی لیں ہے بند آب، دن سبطِ مصطفیٰ کے لیے

﴿۸۱﴾ روپ کمار

کئی پہر سے جو تھا خشک وہ گلو بھی دیا بس انتہا ہے کہ شمشا ہے کا لہو بھی دیا

﴿۸۲﴾ راجہ محمود آباد (امیر احمد خاں محبوب)

علی کے گھر کا یہ دستور ہے جب وقت پڑتا ہے تو بچے گردنوں پر روکتے ہیں تیر کیا کہنا

﴿۸۳﴾ جناب احسن طباطبائی لکھنوی

ہاتھوں پہ باپ کے ستمِ رن میں کیا ہوا بچے کا پیرہن ہے لہو سے رنگا ہوا

﴿۸۴﴾ فضل نقوی

اکیلا چھوڑ کے ماں کو چلے گئے اصغرؑ اندھیرا ہو گیا خیمہ میں رات سے پہلے
نہ روزِ حشر تک اصغرؑ کا ہو سکے گا جواب نہ مثل کوئی ہوا کائنات سے پہلے

اے علی اصغرؑ نہ اب بائو کو آئے گا قرار ماں کے اشکوں میں قیامت کی روانی دے گئے

اصغرؑ کا زخم دیکھ کے ناک کاٹنا کیا انبیاء کے دل میں یہ طاقت ہے اے حسینؑ

بتلاتا ہے بے شیر کے ہونٹوں کا تسم فوجوں میں ہم ہی حشرِ پیا آج کریں گے

اصغرؑ کے گلے میں یوں ہی پیوست ہے ناک جیسے کوئی کانٹے کو چھو دے گلِ تر میں

حیرت سے دیکھتی ہیں کمائیں صغیر کو یہ وزنِ تیرِ حلق پہ کیوں کر اٹھا لیا

مانگا بے شیر نے جب شہ کی زبانی پانی شرم سے آبِ رواں ہو گیا پانی پانی

بچے کو کلیجے سے لگائے ہے ابھی ماں اصغرؑ کی طرف ہاتھ نہ پھیلائے قیامت

لے لے کے کہاں دار کو آگے بڑھیں فوجیں اصغرؑ نے کہا آج ہی آجائے قیامت

ہنسی ہنسی میں رُلا دینا فوجِ اعدا کو یہ بات تو علی اصغرؑ کے اختیار میں ہے

مرکزِ مظلومیت تھی گر علی اصغرؑ کی لاش ظلم کو دنیا نے سمجھا حرمہ کے نام سے

چشمِ بانو ہے، بھرے اشک ہیں تنہائی ہے ننھی تصویرِ کلیجے میں اُتر آئی ہے

دیکھ لے چشمِ تصور سے ذرا اے اصغرؑ گودِ بانو نے تری یاد میں پھیلائی ہے

جگمگانے لگے آئینہٴ دل میں اصغرؑ ماں کے آنسو میں شہادت کی کہانی ٹھہری

جب ربابِ آئیں قبرِ اصغرؑ پر ہر کرنِ ڈوبتی ہوئی پائی

موت نے سر جھکا لیا اصغرؑ سوکھے ہونٹوں پہ جب ہنسی پائی

تین دنِ پیاس سے جھولے میں نہ سونے والا ننھی سی قبر میں مشغول اب آرام میں ہے

خونِ اصغرؑ بھی ہے لفظوں سے نمایاں شیرؑ صبرِ آخر کی جھلکِ آخری پیغام میں ہے

تاریخ کے اوراقِ سیاہ پوش ہیں اب تک تازہ تری یادِ اصغرؑ معصوم رہی ہے

اس سن میں یہ ہمت، یہ شہادت کے ارادے خود موت بھی اصغرؑ کا گلا چوم رہی ہے

کیا بھولے کوئی چاند سا چہرہ علی اصغرؑ ہر اشک میں تصویرِ تری گھوم رہی ہے

تیرے سوکھے لبوں پہ اے اصغرؑ موت کے وقت بھی ہنسی دیکھی

ماں جب آئی تلاشِ اصغرؑ میں ننھی تربتِ بنی ہوئی دیکھی

اے خالقِ کونین وہ اکبرؑ ہوں کہ اصغرؑ کس میں ترے محبوب کا انداز نہیں ہے

بے شیرؑ کو آغوش سے تربت میں سلانا شیرؑ کا یہ صبر ہے اعجاز نہیں ہے

قید میں ماں ہے مگر جلتے ہیں اشکوں کے چراغ مامتاِ تربتِ بے شیرؑ تک آپہنچی ہے

دشت میں چھوڑ کے ماں جاتی ہے قبرِ اصغرؑ وہ جدائی ہے جو تقدیر تک آپہنچی ہے

اُجڑے جھولے میں جو محدود نظر آئی حیات راستہ موت کا اصغرؑ کو بھی آسان ملا

ماں نے بھیجا تھا جسے پانی پلانے کے لئے جب حسینؑ آئے تو بچہ وہی بے جان ملا

زندگی اور موت کا اصغرؑ مسکراہٹ میں فیصلہ دیکھا

خون میں غرق آرزو دیکھی چھوٹے سے دل کا ولولہ دیکھا

صبرِ ایوب کو وہ بھول گیا جس نے اصغرؑ کا حوصلہ دیکھا

خیمے کے در تک آ کے اے اصغرؑ کیا بتائیں کہ ماں نے کیا دیکھا

تیر دیکھا کمان سے چلتے اور نازک گلا چھدا دیکھا

لاش لائے جو شاہ خیمے تک ننھے کرتے میں خون بھرا دیکھا

پھر جو کچھ دیر میں نظر ڈالی چاند تربت میں ڈوبتا دیکھا

اب جو خیمے کے گوشے میں آئیں اُجڑا جھولا تھما ہوا دیکھا

نظروں میں جگمگاتی ہے اصغرؑ تھاری شکل ضوے رہے ہیں چاند سے رخسار آج تک

تبسم نے علی اصغرؑ کے محشر کر دیا برپا یزیدی یہ سمجھے تھے ستم رو کے نہیں رکتا

قضا کا تیر جو لایا پیام دنیا میں نہ کر سکے علی اصغرؑ قیام دنیا میں

منحصر ان کی شہادت پر ہے امت کی نجات خوش نظر آتے ہیں اصغرؑ کربلا کی راہ میں

زمانے بھر کو اے معصوم اصغرؑ قیامت تک رلایا مسکرا کے

اصغرؑ کا ہر اشارا تھا پیغام انقلاب فوجِ یزید تیرے قدم ڈگمگائے

وہ انبیاء کا باغ ہو یا خلد کا چمن اصغر سا کوئی پھول کہیں پر کھلا بھی ہے
 چھ مہینے کا سپاہی یاد آتا جائے ہے پھول خوں میں ڈوب کر بھی مسکراتا جائے ہے
 علی اصغر سے ماں کہتی تھی اکثر اُحد کی اور خیر کی کہانی
 ناک ہے اور قضا ہے اصغر ہیں بیکسی ہے سوکھے ہوئے لبوں پر بٹھری ہوئی ہنسی ہے
 تنہائیوں میں اصغر ہے بے کسی بھی شامل دل بھی وہیں ہے ماں کا تربت جہاں بنی ہے
 آئینہ اجل ہیں بانو کے بکھرے آنسو جھولے میں اب بھی اصغر خوشبوتری سی ہے
 دین حق پھیلا علی اصغر ترے پیغام سے ساری دنیا ہو گئی واقف خدا کے نام سے
 جس کو جھولے میں ہے احساس وفا و نصرت وہ سپاہی بھی نکل آتا ہے تلواروں میں
 دیکھ کر جھولے میں ماں روئی علی اصغر کو جذب آنسو ہوئے بے شیر کے زخموں میں
 اصغر سے اور ماں کی محبت تمام رات اشکوں میں دیکھی چاندی صورت تمام رات
 خون دل چشم اشک بار میں ہے خلقِ اصغر لہو کی دھار میں ہے
 قبر میں کچھ خبر بھی ہے اصغر کب سے ماں تیرے انتظار میں ہے
 ماں ہے ننھی لحد ہے آنسو ہیں چاند آغوش کا مزار میں ہے
 اصغر نے تیز کردی حقیقت کی روشنی سوکھے لبوں کو دین کی تلوار کردیا
 اصغر کو نیند آئی تھی کچھ دیر کے لئے لیکن بھڑکتی پیاس نے بیدار کردیا

چلے میدان سے ہاتھوں پر لہو میں ڈوب کر اصغرؑ

یزیدیت نے مٹا کر نشان ، کیا پایا اب آج ہر دل انساں میں قبرِ اصغرؑ ہے

اصغرؑ کی بچپن میں یہ ہمت تو دیکھئے فوجوں کو جھولا دے دیا تربت خرید لی

﴿۸۵﴾ سالک لکھنوی

کر بلا میں صبر منہ دیکھا کیا اکبر کے بعد خلقِ اصغرؑ دے دیا شہ نے خدا کے نام پر

یاد بے شیر میں جھولے کے قرین آن رباب دل میں اک چاندنی تصویر لئے بیٹھی ہے

دل رباب سے گھٹی ہوئی حیات چلی چلا صغیر کہ جھولے سے کائنات چلی

ہمارے سن کو نہ دیکھو یہ کہہ رہا تھا صغیر سپاہی ہم بھی ہیں لشکر کی بات ہم سے کرو

گلوئے اصغرؑ معصوم ہے چلے ناک تیری کہاں کے مقابل میں کوئی اور نہیں

کہتی تھی بانو نیند مجھے آئے کس طرح اصغرؑ میرا اکیلا جو تار یک بن میں ہے

مولا سے کہہ رہی تھی یہ قربانی صغیر جھولے سے اپنے چاند کا ٹکڑا لئے چلو

تیر کھا کر باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ نہس دیئے یہ جوانوں کی ہنسی غنچہ دہن کی بات ہے

گہوارہ صغیر بنی خاک کر بلا ہے زلزلے کی گود میں تربت رُکی ہوئی

یہ کیسی داستاں اصغرؑ بنا دی رہے خاموش اور دنیا ہلا دی

شہید کر بلا کی داستاں میں علی اصغرؑ نے اک سرخی بڑھا دی

تشنہ لب بے شیر نے ہنس کر نگاہیں پھیر لیں تیر اصغر کی طرف آیا جو لہراتا ہوا
اٹھا کے دے دیا اصغر گوماں نے جھولے سے خدا کی راہ میں کچھ کم نہ تھی رباب کی جنگ

﴿۸۶﴾ اکمال لکھنوی

باپ کے ہاتھوں پہ اصغر تیر کھانے کو چلے نصرت سرور کا کیا اچھا نکالا راستہ
بولیں ماں کیا ہو گیا کیوں میرے پاس آتے نہیں دیکھتی ہوں کب سے اصغر میں تمہارا راستہ
تیر سہ شعبہ لگایا گردن بے شیر پر فرق اب کیا حرمہ کے دل میں اور پتھر میں ہے

﴿۸۷﴾ تجمل لکھنوی

سوکھی زباں کے صدقے دشمن تھے آبدیدہ پتھر پگھل رہے تھے اصغر کی تشنگی سے

﴿۸۸﴾ جوالا پرشاد، روش لکھنوی

خوں میں ڈوبے ہوئے تازیخ کے اوراق ملے کہیں اکبر کہیں اصغر کی کہانی آئی

﴿۸۹﴾ آغا شاعر قزلباش

پھیری سوکھی زباں ہونٹوں پہ مارے پیاس کے کس قدر دانائی کی اصغر نے نادانی کے ساتھ

﴿۹۰﴾ نسیم امروہوی

بدلتے ہیں جو تپور بند کر کے مٹھیاں اصغر پدر کی گود میں طفلی جوانی ہوتی جاتی ہے

﴿۹۱﴾ صبا اکبر آبادی

موت نے کربلا میں پہلی بار تیر کی زد پہ بے زباں دیکھا

﴿۹۲﴾ باقر امانت خانی

جاں دی ہنستے ہوئے قبر میں سوئے اصغرؑ ماں کی آغوش سے چھٹ کر بھی نہ روئے اصغرؑ

﴿۹۳﴾ ضیاء الحسن موسوی

ذرا دل تھام کر سوچو کہ نازک کس قدر ہوگا وہ بچہ تیر جس کے واسطے شمشیر ہو جائے

﴿۹۴﴾ اصغر گونڈوی

چلے ہیں اصغر بچہ راہن کو لے کے شہرِ ن میں وہ بچہ زکسی آنکھوں سے منہ بابا کا تکتا ہے

﴿۹۵﴾ شوکت بلگرامی

نادان سمجھتے مہمان سمجھتے اصغرؑ تجھے بیدرد مسلمان سمجھتے

﴿۹۶﴾ منولا ناسبط حسن

غم سے خیمے میں سنبھل سکتی نہیں بانوئے شاہ کروٹیں لیتا ہے دل، اصغرؑ کا جھولا دیکھ کر

نکل کے آگے تیروں کی چھاؤں میں اصغرؑ ہزار حیف کہ یہ بے زباں جواں نہ ہوا

توڑ کر گردوں کو پہنچی عرش تک آؤ حسینؑ تیر کھا کر باپ کے ہاتھوں پہ بچہ رہ گیا

کس قدر بے رحم تھے اک بوند پانی کی ندی اصغرؑ بے شیر پانی کو ترستا رہ گیا

دیکھتی دنیا اثر ملتا جو اصغرؑ کا مزار تھا وہ تعویذ لحد لکھا ہوا شمشیرؑ کا

جار ہے ہیں گھر سے اصغرؑ جانبِ خلد بریں منتظر ہے راہ میں چھینے کو کاٹا تیر کا

اک جہاں ہمدرد اصغرؑ ہے یہ کیسا قتل تھا کون سا دل ہے نہیں جس میں کہ زخم اس تیر کا

سب کو دیکھا تیر جو کھا کر گرے تھے دہر میں حلقِ اصغر کی طرح ننھا گلا کوئی نہ تھا

علی اصغر چلے ہیں رن کو اور قسمت یہ کہتی ہے یہی کرتا جو پہنے ہیں یہی خونین کفن ہوگا
یہ مانا اے علی اصغر کہ مجمع ہے شہیدوں کا مری جاں بے زباں ہو کون تم سے ہم سخن ہوگا

لاشہ بے شیر کو دل سے لگائے ہیں حسینؑ پھول پیارا ہو گیا کچھ اور مر جھانے کے بعد
ماں کو بچے کی قرار آتا تو آتا کس طرح گود میں اصغر کہاں تھے یاد آ جانے کے بعد

کہتی تھی ماں کہ دھوپ میں اصغر کی قبر ہے بچے تری لحد پہ کوئی ساہاں نہیں

کانپتے ہاتھوں سے دفنایا جس کو شاہ نے ڈھونڈتی ہے آج ماں اس خوں بھری تصویر کو
گود میں آؤ علی اصغر یہ کہتی تھی ربابؑ چوم لے یہ ماں کسی صورت سے زخم تیر کو
کربلا کے دل میں کاغذ سا کھٹکتا ہے وہاں جس جگہ کھینچا تھا اصغر کے گلے سے تیر کو

آسماں پر اُٹھ گئی یا قلب سرور میں رہی سب تو ہیں اک قبر اصغر کی نہیں ہے دوستو

تیر کھا کر جان دے دی گود میں بے شیر نے کھودتے ہیں قبرِ اصغر شاہ دیں تلوار سے

مئل رہا ہے سارے منہ پر یہ لہو نورِ خدا کیسا طاہر خون الہی گردنِ اصغر میں ہے

پر لگائے حرمِ لہ نے تیر میں کیوں بے خطا موت بچے کی طرف خود مائل پرواز تھی

خوب نیند آئی علی اصغر کو کھا کر تیرِ ظلم باپ کی گودی نہ تھی اک خواب گاہِ ناز تھی

﴿ ۹۷ ﴾ شہید یارِ جنگ شہید

حسینؑ لاشہِ اصغرؑ پہ ڈال دیجئے عبا ملائکہ کی عبادت میں فرق آتا ہے

﴿۹۸﴾ شدید لکھنوی

عجبت سے گردش کرتی تھیں بے شیر کی آنکھیں نہ کرتا زنجِ اصغر کو جو ہو تیس تیر کی آنکھیں

﴿۹۹﴾ حامد لکھنوی

کہتے کہتے کچھ زبان بے زبانی رہ گئی تیر کھا کر سو گئے اصغر کہانی رہ گئی

جواب ستم دیکھ او حرمہ فقط ہنس کے اک بے زباں رہ گیا

﴿۱۰۰﴾ یوسف علی خاں ناظم (والی رامپور)

چھٹا تھا شست سے جب سوئے اصغر تو کی تھی تیر نے لعنت کہاں پر

﴿۱۰۱﴾ نوح ناروی

اس کم سنی میں یوں علی اصغر شہید ہوں کیوں آسماں نہ ٹوٹ پڑا اہلِ شام پر

﴿۱۰۲﴾ ارم لکھنوی

شامیو، اصغر نے خاموشی میں کیا کیا کہہ دیا تم نے دیکھی تھی کہیں اس شان کی تقریر بھی

﴿۱۰۳﴾ احسان امر و ہوی

گلے پر تیر کھا کر اس طرح نیند آئی اصغر کو کہ ہوں جس طرح بچے کو خواب آہستہ آہستہ

﴿۱۰۴﴾ جوش ملیح آبادی

اصغر میں سچ و تاب نہ تھا اضطراب کا وہ دل دھڑک رہا تھا رسالتِ نبی کا

چاند سے ٹکڑوں کو گہناؤ تو لو نام حسین رن میں اک بے شیر کو لاؤ تو لو نام حسین

اصغر معصوم تیری بے زبانی کو سلام اکبرِ نونیز تیری ٹوجوانی کو سلام

اصغر کی سرد لاش پہ سیدانیاں کے بین اے وائے بر تباہی و مظلومی حسینؑ

﴿۱۰۵﴾ علامہ نجم آفندی

کہاں تشنگی اور کہاں خلقِ اصغرِ بڑی دور تک تشنگی جا رہی ہے

مہرِ فطرت نے لگا دی دفترِ ایثار پر اپنا جھولا چھوڑ کر میداں میں جب اصغر گیا

ارے قربانیوں کا سلسلہ جھولے تک آپہنچا علی اکبرؑ سدھارے اب علی اصغرؑ کی باری ہے

خلقِ عظیم سے اسے نسبت ہو کس طرح جو قوم چھ مہینے کے بچے کو مار دے

بے زباں اصغرؑ کا افسانہ سنا کر خلق کو پتھروں کی آنکھ سے آنسو نکلاتے ہیں ہم

کیا وقت آگیا تھا کہ اصغرؑ سا شیرِ خوار نکلا پئے جہادِ حسینی سپاہ سے

اصغرؑ کی زندگی کا اتنا ہی تھا فریضہ آئے تھے یہ عدم سے دنیا میں تیر کھانے

پوچھو نہ ماجرا علی اصغرؑ کی موت کا اک پھول تھا کہ شاخ سے مرجھا کے گر پڑا

تو جو میدان سے بے شیر نہ آیا واپس ماں نے کیا جانیئے کب تک ترارستہ دیکھا

عمر بھر ماں کو نہ بھولی اصغرؑ ناداں کی یاد عمر بھر کی زندگی دو دن کے مہماں لے گئے

اصغرؑ گئے تھے پیاس بجھانے کے واسطے بیجا نہیں ہے ماں کو اگر انتظار ہو

جس سے اصغرؑ نے کہا پیاس ہیں ہم وہ زبان بے زبانی اب کہاں

روک نہ انھیں جائیں گے میدان کو اصغرؑ دنیا میں اسی دن کے لئے آئے ہوئے ہیں

وہ تشنگی وہ تیر وہ اک پھول سا گلا بے شیر کا خیال قیامت ہے اے حسینؑ

ہائے گلوئے اصغری ہائے شکیب سروری دہر میں پھر یہ مصرف تیر قضا نہیں ہوا

سوکھی زباں دکھا کے لبو میں جلال ہے اصغرؑ کا احتجاج عدیم المثال ہے

﴿۱۰۶﴾ استاذ قمر جلالوی

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوج شام تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

اب لڑیں گے جنگ اطمینان سے رن میں حسینؑ دُشمن کر دی میت بے شیر فرصت ہوگئی

آئے ہیں اصغرؑ کو لے کر بخشش امت کو شاہ بے زباں کے خون کی شاید ضرورت ہوگئی

خون میں ڈوبے ہوئے اصغرؑ ہیں شہ کی گود میں اے قمر کیا چاندی صورت کی صورت ہوگئی

قضا بولی علی اصغرؑ کو جب میدان میں دیکھا کہ تم بھی حلق پر تیر ستم کھانے نکل آئے

بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے گذرے تیرہ سو برس خون ابھی تیر میں ہے

﴿۱۰۷﴾ جعفر طاہر

دیکھ کر لاشہ اصغرؑ کو یہ کہتے تھے حسینؑ میرا معصوم کسی تیر کا حقدار نہ تھا

جب سر شاخ نظر کوئی گلاب آتا ہے یاد بے ساختہ فرزندِ رباب آتا ہے

﴿۱۰۸﴾ مجاہد لکھنوی

مجھے بھی لے چلو اصغرؑ کے یہ اشارے تھے میں جنگ کے لئے مقتل میں جا نہیں سکتا

اٹھاکے گود میں بچے کو بھیج دے رن میں سوا رباٹ کے یہ حوصلہ نہیں ملتا

یہاں تو بات ہے زخم گلوئے اصغر کی وگرنہ تیر تو ہنگامِ جنگ چلتے ہیں

اصغر صدائِ حسین کی سن کر تڑپ اٹھے جھولے میں انقلاب سا برپا دکھائی دے

اصغر معصوم کی گردن پہ مارا جس نے تیر اس سے بڑھ کر کوئی ظالم اور کوئی قاتل نہیں

لپٹا کے لاشِ اصغر بے شیر بولے شاہ مادر کے بدلے آج سے سونا ہمارے پاس

پڑا ہے وقت کیدا کر بلا میں شاہ والا پر عیض پانی کے کرتے ہیں لحدِ اصغر کی تر آنسو

اٹھاکے ہاتھوں پہ اصغر گورن میں بولے حسین یہ فدیہ بھی مرے مالک تری جناب میں ہے

یاد جب بچے کی آتی تھی تو کہتی تھی رباٹ ماں کے دل کا چین اپنے ساتھ اصغر لے گئے

﴿۱۰۹﴾ سید محسن نقوی

مسکراتے ہوئے تاروں نے جھکالیں آنکھیں یاد جب بھی علی اصغر کی ادائیں آئیں

آسمانوں سے جو کراتی ہے فریادِ رباٹ قبرِ اصغر پہ برسنے کو گھٹائیں آئیں

چمن والو علی اصغر کو دیکھو خزاں میں مسکرانے کا قرینہ

نیند آ ہی گئی ہے تو اسے اب نہ جگانا اے شامِ غرباں بڑا احتیاس ہے اصغر

زنداں میں رباٹ اب بھی بدلتی نہیں کروٹ وہ اب بھی سمجھتی ہے میرے پاس ہے اصغر

بچوں کو عطا کر علی اصغر کا تبسم بوڑھوں کو حبیب ابنِ مظاہر کی نظر دے

اے خون علی اصغر میدان قیامت میں شبیر کے چہرے پر کچھ اور نکھر جانا

شبیر کے ہاتھوں پہ تو اصغر تھا وہ لیکن نکلا سر میاں علی اکبر کے

﴿۱۱۰﴾ امید فاضلی

بے سرو سامان نہ ہو ایسا بھی کوئی یا علی ذوالفقار اور آئے کام اصغر کی تربت کے لیے

یہ محمد کا گھر انا ہے یہاں اصغر سا طفل رُخ بدل دیتا ہے بڑھ کر گردشِ ایام کا

تیر کھا کر مسکرا دینا کوئی آساں نہیں کون لائے گا جواب اصغر کے اس اقدام کا

اصغر نے مسکرا کے سرِ مقل حیات ہر بے زباں کو طرزِ تکلم سکھا دیا

اک طفل شیر خوار ہے اور حُرملہ کا تیر تاریخِ چیخِ اُٹھی کہ یہ کیسی لڑائی ہے

لب پہ اصغر کے تبسم دیکھ کر موت کا چہرہ بھی ہے اُترا ہوا

﴿۱۱۱﴾ وصی فیض آبادی

جان دی حق کے لئے بے شیر نے کس شان سے لاکھ کم سن ہے مگر تیرا پسر ہے اے حسین

کہتی تھی رباب آہ یہ جنگل ہے اندھیرا ماں دھونڈنے تجھ کو میرے بے شیر کدھر جائے

﴿۱۱۲﴾ پیامِ اعظمی

گلے پر تیر کھا کر مسکرانا کس کو آتا ہے جواب اصغر بے شیر لاسکتا نہیں کوئی

پیام اب تشنگی چھ ماہ کے بچے کی دنیا میں اک ایسی آگ ہے جس کو بجھا سکتا نہیں کوئی

پیار سے دیکھ کے ششما ہے کو کہتی تھی ربابؔ یہ بھی دادا کی طرح فاتح خیبر ہوگا
 جب کسی بچے کے رونے کی صدا سنتی تھی ماں یہ کہتی تھی کہ میرا علی اصغرؔ ہوگا
 جس نے دنیا میں چھپایا علی اصغرؔ کا جہاد قلب زہراؔ پہ چھری بن کے وہ تحریر چلی
 مسکرا کر صف دشمن میں قیامت کر دی غل ہوا اصغرؔ بے شیر کی شمشیر چلی

پھیری جولیوں پہ خشک زباں منہ پھیر کے ظالم تھے گریاں
 بے شیر کے حملے نے فوج بے پیر کے رخ کو موڑ دیا
 اصغرؔ نے پلٹ کے دیکھا تھا زخمی تو نہیں بابا میرا
 سمجھا ہے زمانہ ناوک نے بے شیر کے رخ کو موڑ دیا

قدم حسینؑ کے کیسے بوھیں حرم کی طرف ابو میں ڈوبا ہوا شیر خوار ہاتھ پہ ہے
 دی صدا ماں نے مدد کرنے کو آویزا علیؑ گردن اصغرؔ ہے تیر حملہ کے سامنے
 مل کے اصغرؔ کا ابو چہرے پہ بولے شاہ دیں حشر میں جاؤں گا یوں ہی مصطفیٰؐ کے سامنے
 اک کوکھ جلی روئے کہ گہوارہ سنبھالے بچہ کوئی چھ ماہ کا مادر سے جدا ہے
 دیکھ کر سوکھی زباں فوجوں میں ہے محشر عیاں کٹ گیا سب کا جگر اصغرؔ تری تلوار سے
 خود کو جھولے سے گرا کر علی اصغرؔ آئے جب کوئی شاہ کا غم خوار دکھائی نہ دیا
 شاہ نے قبر میں اصغرؔ کو لٹا کر یہ کہا ماں کی گھر کا امرے نادان کہاں پاؤ گے

ایسا بچہ صرف اصغر کے سوا دیکھا نہیں تیرسہ شعبہ گلے پر کھا کے رویا تک نہ
دیکھتی تھیں جب کبھی پانی تو کہتیں تھیں رباب میں پیوں کیسے مرا اصغر ابھی پیاسا
دیکھ کر چہرہ بے شیر عدو کہنے لگے آنڈھیوں میں شہ والا نے جلایا ہے چراغ
دیکھ کر اصغر کی شان جنگ کہتے تھے حسین میرے بچے کا تبسم تنغ حیدر بن گیا
اے حرمہ کے تیر ستم چھد کے رہ گیا ماں کا جگر بھی گردن اصغر کے ساتھ ساتھ
بیعت کا گلا کاٹ دیا دشت ستم میں اصغر کی ہنسی تیز تھی خنجر سے زیادہ
ماں یہ کہتی تھی ہٹا دو سامنے سے جام آب اصغر بے شیر کی سوکھی زباں یاد آئے گی
یہ قبر بنائی ہے چھ ماہ کے بچے کی دفنایا ہے یا شہ نے بیعت کے سوالوں کو
ماں رات کو کروٹ بھی آہستہ سے لیتی ہے سینے سے لگائے ہے اصغر کے خیالوں کو
اب بھی پیام اکثر راتوں کو آتی ہے اک ماں کی صدا اصغر اصغر اصغر جھولا خالی ہے
ماں درخیمہ پہ اصغر کو لئے بیٹھی ہے خوں میں ڈوبے ہوئے بچے کو دکھائیں کیسے
میرا اسلام لہو مانگ رہا ہے مجھ سے رن میں چھ ماہ کے بچے کو بھی لانا ہوگا
﴿ ۱۱۳ ﴾ علامہ ذکی سرور کوٹی

حرمہ کا تیر بولا اب کمانیں توڑ دو آخری وارث یہی تھا فاطمی جاگیر کا
علی اصغر کی ماں سے شاہ نے چپکے سے فرمایا تم اس کو دودھ بخشو ہم اسے اکبر بناتے ہیں

پیاسے ہو تو سقائے سکیں کو پکارو پانی علی اصغر کے مریدوں کو پلا دو
 چٹھی ہاتھوں سے گہوارے کی ڈوری علی اصغر کا جھولا یاد آیا
 وقت پڑے تو جنگ جو جنگ سے جی چرا گئے شیر خدا کے شیر خوار کھیل گئے ہیں جان پر
 شبیر کے ہاتھوں پر تڑپے جو علی اصغر آوازِ رباب آئی گھبراؤ نہ ماں واری
 فخرِ خلیل آیا میدانِ ابتلا میں قربان کر دکھایا طفلِ صغیر سن کو
 ظالم نے تیرا مارا معصوم کے گلے پر نہرِ لبن نکالی بے شیر کے دہن سے
 سرخرو شبیر ہیں خونِ پسر سے اے ذکی گردیا اصغر نے واصل لاکو لا اللہ سے
 چھ ماہ کی کمائی مادر کی لٹتی ہے پدر کے ہاتھوں پر ہر قطرہ خونِ علی اصغر مرجِ البحرین کا موتی ہے
 کہہ رہے ہیں تڑپ کر فرشتے ابھی حوضِ کوثر پہ اصغر کو لاتے ہیں ہم
 بے شیر کے تیور کہتے ہیں ہاں ہاں میں پانی مانگوں گا
 وہ موت سے کیونکر کھیلے گے جو تیروں سے ڈرتے ہیں

ہے حوصلہ تو سینہ اکبر سے پوچھ لو اصغر کو کیوں حسین اکیلا سُلا گئے
 بانگِ ازاں سے کم نہ تھی خونِ صغیر کی پکار ناطقہ بند ہو گیا اُمتِ بے امام کا
 درندو دیکھنا انساں نہیں تم علی اصغر اکیلا سو رہا ہے
 جاتی ہے تیری جان فقط اس خیال میں اصغر ترے لہو میں ہے دمِ خم حسین کا

آیا نہیں جواب تو اصغر تڑپ گئے غازی کو کیسے وقت پکارا حسینؑ نے

توڑی کمر حسینؑ کی اکبرؑ کی موت نے سر کر بلا کو کر گیا اصغرؑ حسینؑ کا

جھولا پسر کا سینے کے نیچے لئے رہی اصغرؑ پہ آڑ مادرِ اصغرؑ کئے رہی

﴿۱۱۴﴾ ڈاکٹر آغا مسعود رضا خاکی

ابھی آواز اہل من ناصر آئی نہیں شاید علی اصغرؑ ابھی آغوشِ مادر میں ہمکتے ہیں
نظر میں پھر رہی ہے اصغرؑ معصوم کی صورت سیکڑے کے گلے میں گھونٹ پانی کے اٹکتے ہیں

﴿۱۱۵﴾ وحید الحسن ہاشمی

دیکھے جہاں حسینؑ کی آغوش کا کمال ہے تیر پست گردنِ اصغرؑ بلند ہے

تیر کھا کر مسکرانا زخم کھا کر جھومنا جان دینے میں جواں مردوں سے بچے بڑھ گئے

کیوں ہونہ ذکر خطبہ اصغرؑ جہاں میں سب کچھ تو کہہ گئے ہیں وہ سوکھی زبان میں

تھرا اٹھی تبسمِ اصغرؑ سے کائنات کیا بھر دیا حسینؑ نے منہ سی جان میں

ترے نظام پہ تاحشر تیر برسیں گے یزید مان لے بے شیر کے نشانے کو

مسکراتے ہیں کھا کے تیرِ ستم قلبِ اصغرؑ بڑا کشادہ ہے

کتنے جی دار تھے شبیرؑ کہ اصغرؑ کا لہو بھر دیا قلعۂ احساس کی دیواروں میں

آج عالم کی نگاہیں ہیں علی اصغرؑ کی سمت لوگ سمجھے تھے صدائے بے زباں باریک ہے

دیکھتے شہزادہ کیا اصغر کو دفنانے کے بعد لے کے آئی تھی سمندر ساری دنیا سامنے
 ختم ہے اصغر پہ تیر ظلم کی جانب سفر ایک بچہ اور اتنا باخبر انجام ہے
 ماں کے شیر میں کتنی آگہی کی قوت تھی تیر کھا کے اصغر نے دین کو سنبھالا ہے
 سشما ہا کس طرح کرے تنقید ظلم پر ہلکی سی اک ہنسی ہے جو اصغر کے بس میں ہے
 اصغر کا دیکھئے تو ذرا شوق کر بلا کھلتے ہی ماں کی گود میں آنکھیں سفر کیا
 لہو اصغر کا دنیا نے تو دیکھا تبسم کی ادا سمجھی نہ اب تک
 خون اصغر ابتلا لاتا فضائے دہر میں رُخ پیل لیتے نہ شہ تو قوم کا نقصان تھا
 تیر دست قاتل سے کیوں ڈرے علی اصغر وہ اگر ہے حرمہ یہ علی کا پوتا ہے
 ذرا اصغر کی وہ ہچکی تو دیکھو جو ٹکراتی ہے باطل کی صدا سے
 حشر تک پیاس بجھے گی نہ علی اصغر کی سامنے لائے اگر لاکھ سمندر کوئی
 سرور کی استقامت اصغر پہ ہے نظر گل بوجھ کر بلا کا ہے منہی سی جان پر
 حد سے بڑھ گئی افواجِ عدو کی کثرت اُس سے ٹکرانے کو بے شیر کو لے آئے حسینؑ
 فاطمہؑ کا شیر ہے اپنا اثر دکھلائے گا دیکھ لینا جنگ میں اصغر کسی سے کم نہیں
 باپ سے دشت میں اصغر نے کہا تو ہوگا ظلم کا سر نہ جھکا دوں تو علیؑ نام نہیں
 دیکھئے کرتی ہیں کیا شامِ غریباں میں رباب خالی آغوش تو ہے اصغر کفام نہیں

اصغرؑ نہ کیوں ہنسی سے اُلٹ دیں بساطِ جنگ لڑنے کو آج گود ملی ہے امام کی
 دنیا ہے دنگ جراتِ اصغرؑ پہ آج تک لب کیا ہلے کہ ہل گئی بنیادِ شام کی
 علیؑ کی طرح لڑے کفر سے علی اصغرؑ مگر یہ فرق کہ ہاتھوں میں ذوالفقار نہیں
 نکل تو آئے گا ناوک گلوہ؛ اصغرؑ سے مگر ربابؑ کے دل سے نکل نہیں سکتا
 سب کو اصغرؑ کے سوا اذنِ دعا عام ملا طاقتِ کفر پہ ہنسنے کا انھیں کام ملا
 اصغرؑ کو دشتِ جنگ میں جانے دواے ربابؑ چھوٹے سے سن میں اس کا بڑا اختیار ہے
 اکبرؑ نہیں عیاں ہے رسالت کا معجزہ اصغرؑ نہیں یہ دینِ خدا کی دلیل ہے
 بس اک لبِ امام سے اذنِ دعا نہیں ورنہ تبسم علی اصغرؑ میں کیا نہیں
 کٹ جائے گا یزید تبسم کی کاٹ سے اصغرؑ کو کچھ ضرورت تیغ و تبر نہیں
 مانا کہ بھلا دے گی نبیؐ زادے کو دنیا خوں گردن بے شیر کا کس طرح چھپے گا
 شہ کے خیمے میں ابھی زینتِ گہوارہ ہیں دشت میں آکے بنیں گے یہی اصغرؑ عباس
 تا حشر بے زبانی اصغرؑ کی تیغ سے تو نے یزیدیت کی کمر توڑ دی حسینؑ
 لوگ کم فہم ہیں اصغرؑ تجھے کیا سمجھیں گے تیری ہمت پہ تو حیران ہے قربانی بھی
 تاریخ ساز ہے علی اصغرؑ کا یہ جہاد خاموش ہو کے قوم کو گویائی دے گیا

اصغر کی کمسنی پہ نہ کر غور حرمہ تو دیکھ کتنا زور ترے حوصلے میں ہے
 کیا کوئی کرے گا غم بے زباں شہید کا کچھ رباب رو گئیں کچھ حسین رو گئے
 جگر تو لائے سبھی اہل دل سرِ مقتل مگر نہ اصغرِ معصوم کی ہنسی لائے
 کر بلا میں دیکھا ہے حق پہ مرنے کو بچہ پاؤں جب نہ چلنے دیں گودیوں میں چلتا ہے
 یہ راز تو اصغر سے پوچھو یہ راز زمانہ کیا جانے تیروں کا چلنا مشکل ہے یا تیر کا کھانا مشکل ہے
 گردن بے شیر کا تازہ لہو ایک قطرہ تھا جو ذریا ہو گیا
 خشک لب کی دیکھنا جنگ اے رباب اب علی اصغر کا اکبر نام ہے

﴿۱۱۶﴾ ہوش عابدی

تجھ کو اے بزدل ترے صاحب کو رسوا کر دیا حرمہ دیکھا تبسم اصغر بے شیر کا
 تیر آتے ہی لبوں پر مسکراہٹ آ گئی ننھے بچے کی نظر میں وزن تھا یہ تیر کا
 بزدلی تاب و طاقت ہے اسیر بے نوا اس کی جو بچہ لے کے میدان میں تبسم کی کند آیا
 علی اصغر کی گردن سے جو دو قطرے لہو نکلا رخ اسلام پر آب و نمک اُسے سے دو چند آیا
 نہ پھر پیدا کیا دنیا میں اُس جیسا کوئی بچہ خدا کو اس قدر اصغر کا ہنس دینا پسند آیا
 علی اصغر کے تبسم پہ ہے نازاں تاریخ کتنا چھوٹا سا تھا اور کتنا نمایاں نکلا
 یہ حسین ابن علی کا تھا کلیجہ ورنہ کبھی چھ ماہ کا بچہ سر میدان نکلا؟

یہ عمر اور تیر کھا کر مسکرا دینا قیامت ہے علی اصغر کو وہ جو کام تھا مشکل پسند آیا
 خشک ہونٹوں پہ تبسم تھا علی اصغر کے ایسی سچ دھج کا زمانے میں سپاہی نہ ہوا
 ثانی سبط رسولؐ عربی کیا ہوتا اُن کے معصوم سپاہی کا بھی ثانی نہ ہوا
 ذرا سی چوٹ لگتی ہے تو رو دیتا ہے ہر بچہ تبسم سے دیا لیکن جواب اصغرؑ نے پیکال کا
 علی اصغرؑ کے لب پر ایک ہلکا سا تبسم ہے تمسخر اڑ رہا ہے کربلا میں اہل باطل کا
 علی اصغرؑ کے قاتل حرمہ سے پوچھ لے کوئی کہ بس چھ ماہ کا سن تھا ترے مد مقابل کا
 مسکراہٹ پر علی اصغرؑ کی جب سوچا گیا تھا یہ بچہ کربلا کا فاتح خیر کھلا
 تنہی علی اصغرؑ کے دل میں نصرتِ دین کی طلب ورنہ جھولے میں یہ بچہ کس لیے بیتاب تھا
 اصغرؑ، ذلیل کر دیا تم نے یزید کو لب پر ہنسی نہیں تھی یہ بھرپور وار تھا
 فیصلہ کر گیا تاحشر حق و باطل کا ناوک ظلم پہ معصوم کا خنداں ہونا
 یوں چلے تھے سجدہٴ آخر ادا کرنے حسینؑ شکر لب پر رُخ پہ اصغرؑ کے لہو کا غازہ تھا
 حرمہ اصغرؑ کے ہونٹوں کا تبسم ہے بلخ تجھ کو کیا معلوم اس سے انقلاب آئیں گے کیا
 جن کی قوت ہے علی اصغرؑ کے ہونٹوں کی ہنسی کثرتِ انواع سے وہ لوگ گھبرا ئیں گے کیا
 مطمئن تھے شاہِ اصغرؑ کی شجاعت دیکھ کر کون کہتا ہے کہ قلبِ شاہِ دیں مضطر ہوا
 جو بچہ تیر کھا کر دشمن پہ ہنس رہا تھا چھ ماہ کا تھا لیکن قد میں بہت بڑا تھا

اصغر کی بے زبانی حُسنِ بنی ہے ہلکا سا اک تبسم تفصیلِ کربلا تھا
 ہنس کر نظامِ ظلم کو مسمار کر دیا اصغر تو معجزہ ہے محمدؐ کے باغ کا
 جس کی آغوش میں اصغر ساجری آیا تھا کم نگاہوں نے اُسے بے سرو ساماں سمجھا
 لب پہ اصغر کے نمایاں تھا جو عاشور کے دن وہ تبسم بھی تھا اور مقصدِ شبیر بھی تھا
 تیر کھا کر مسکرا دینا کوئی آساں نہیں اس قدر تو صرف اصغر موت سے بانوس تھا
 اظہارِ فتحِ جنگ تھا تضحیکِ ظلم تھی اصغر کے مسکرانے میں کتنا شعور تھا
 اصغر بھی آرہے ہیں شہِ کربلا کے ساتھ اب جنگ جیتنا کوئی مشکل نہیں رہا
 اصغر شہید و شاہدِ کرب و بلا ہوئے قدرت نے اہتمام کیا تھا گواہ کا
 علی اصغر نے ہمک کر لیا حلقوم پہ تیر ورنہ ممکن تھا نشانے کا خطا ہو جانا
 گردن میں تیر لب پہ ہنسی باپ پر نگاہ بیٹا پدر سے طالبِ دادِ نبرد تھا
 تازہ ہے دل میں معرکہ کربلا ابھی اصغر کے مسکرانے میں ہے بانگِ ہنوز
 جہاں سے ختم تصور کی طاقتِ پرواز وہاں سے ہے علی اصغر کا نقطہ آغاز
 اصغر تمہارے لب پہ تبسمِ خدا گواہ دیکھے اگر تو پھر یہ کبھی مسکرائے گل
 تیر ستم سے چھد گیا سینہ حیات کا اصغر ہنسے تو رہ گئی تشنہ لبی کی شرم

کرب و بلا کی جنگ کا ہوتا کچھ اور رنگ اصغر کے ہاتھ دیکھتی دنیا شباب میں
 تیر کھاتے ہیں گلے پر علی اصغر ہنس کر اے یزید اب ترا انجام کوئی دور نہیں
 کافی ہے ان کا ایک تبسم بجانِ ظلم اصغر کمر میں باندھ کے تلوار کیا کریں
 حسین ابن علیؑ نے تیر کھینچا حلقِ اصغر سے مگر تیر تبسمِ حشر تک ہے قلبِ دشمن میں
 کیا اصغر نے عجب وار کہوں یا نہ کہوں دوسرا حیدر کرار کہوں یا نہ کہوں
 ہمک کر اپنی گردن پر لیا ہے تیر دشمن کو جوانی سے بڑھایا ہے علی اصغر نے بچپن کو
 اصغر نے اپنے سوکھے لبوں سے دمِ جدال وہ کام لے لیا کہ جو شمشیر سے نہ ہو
 اصغر جو مسکرا دیئے کھا کر گلے پہ تیر کیسی یزیدیت کی اڑیں دھجیاں نہ پوچھ
 اصغر کی ہنسی صاف بتاتی ہے یہ نکتہ واقف تھا یہ بچہ اموی کم نسبوں سے
 روتے علی اصغر تو پلٹ جاتا یہ تختہ ہنس کر تو زباں چھین لی بیعت طلبوں سے
 انسان کے ہاتھوں علی اصغر کو لگا تیر بچے کو تو ہم پھول بھی مارا نہیں کرتے
 اللہ کا ولی ہے رسالت کی جان ہے بچہ کہ جس کے منہ میں نبی کی زبان ہے
 اصغر کو لائے اس لئے میدان میں شاہِ دیں تاریخ ساز بچہ ہے گو بے زبان ہے
 یوں بنے اصغر کہ جیسے فتحِ خیبر ہو گیا یوں لگا جیسے علیؑ کے ہاتھ میں تلوار ہے
 ننھا سا ہے سنِ پیاس سے بے حال ہیں اصغرؑ دشمن کی مگر ایک بھی چلنے نہیں دیتے

گلے پر تیر کھا کر سانس تک لیتا نہیں انسان علی اصغرؑ کے ہنسنے پر فرشتوں کو بھی سکتا ہے

لب پہ اصغرؑ کے تبسم حاصل صدر راز ہے خامشی سے گفتگو کا کیا حسیں انداز ہے

تیر گردن میں لبوں پر تمکنت سے ہے ہنسی ہے علی اصغرؑ مگر اس سن میں بھی جانباز ہے

تلخی درو تبسم کی حلاوت میں گھلی علی اصغرؑ تھے مگر دل تو بڑا رکھتے تھے

اصغرؑ کے مسکرا نے کو سمجھے تو آدمی اصغرؑ کا مسکرانا رجز ہے خطاب ہے

کیا فقط تبسم ہے ننھے بچے کے لب پر زندگی کے ہاتھوں میں موت کا گریباں ہے

علی اصغرؑ کے تبسم کا وہ بھرپور انداز موت بھی اپنے اس انجام سے گھبرائی ہے

تری خامشی میں اصغرؑ ہے صدافتوں کا محشر کہ ہیں تیرے ایک تبسم کے ہزار ہا معانی

اک تبصرہ تھا ظلم و ستم پر ہنسی نہ تھی دنیا سمجھ رہی تھی کہ بچہ نموش ہے

﴿۱۱۷﴾ کلیم الہ آبادی

تیر کھا کر مسکرایا ایک لمحے کو صغیر ہو رہا ہے آج تک اس بانگین کا تذکرہ

خشک لب بے شیر کے ماں کو نظر آنے لگے جب کبھی آیا کسی غنچہ دہن کا تذکرہ

اے علی اصغرؑ تمہارے حوصلوں کا کیا جواب چھد گیا ننھا گلا اور مسکراتے ہی رہے

تذکرہ اصغرؑ بے شیر کا ہے چار طرف تیر باقی ہے جہاں میں نہ کہاں باقی ہے

اب جنگ کو دنیا میں تلوار نہیں لازم اس ننھے مجاہد نے یہ رسم اٹھا دی ہے
 علی اصغرؑ زمانہ در رہا ہے چودہ صدیوں سے نہ جانے درد تھا کتنا تمہارے مسکرانے میں

﴿۱۱۸﴾ اثر ترابی

تڑپ کر گر پڑے جھولے سے بابا کی صداسن کر قرار اصغرؑ کو آیا شاہ والا پر فدا ہو کر
 کیا ویران اک جھولا اُجار ایک مادر کو بتاے قاتل اصغرؑ ترے کیا ہاتھ آیا ہے
 یہ ماں کہتی تھی زینبؑ سے مجھے جانے دو جنگل میں بہت بے چین ہے اصغرؑ صدائے کی آئی ہے
 باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ تو تڑپ کر مر گئے فاطمہؑ کے دل میں اب تک حرمہ کا تیر ہے
 مرنے کی آرزو میں جھولے سے گر پڑے ہیں اصغرؑ کو چین آیا گردن پہ تیر کھا کے
 یہ قاتل اصغرؑ سے کسی نے بھی نہ پوچھا بچے کو مزا موت کی کس جرم پہ دی ہے
 ایک بچکی بھی نہ لی اصغرؑ نے شہ کی گود میں یوں قضا لپٹی ہوئی تھی حرمہ کے تیر سے
 کرتا علی اصغرؑ کا کلیجے سے لگائے کیا جانے کس سوچ میں ماں ڈوبی ہوئی ہے
 کہتی تھی ماں آؤ اصغرؑ رات گہری ہو گئی تم تو غربت میں نہ روٹو مادرِ دلگیر سے
 بھیج کر ماں نے پھر اصغرؑ کو نہ پایا لیکن رُخ شبیرؑ پہ خونِ علی اصغرؑ دیکھا
 ہائے چھ ماہ کے بچے پہ چلایا گیا تیر کو فو کچھ تو خطائے علی اصغرؑ ہوتی
 سوکھی زباں دکھا کر پانی طلب کیا تھا قاتل سے کوئی پوچھے اصغرؑ کی کیا خطا ہے

منہ پھیر پھیر روئے سب اشتیائے اُمتِ اصغرؑ نے جب دکھائی سوکھی زباں دہن سے
تیر نے چیر دیا فاطمہ زہرا کا جگر کچھ خبر اس کی تجھے قاتلِ اصغرؑ ہوتی
گردن پہ تیر کھا کر جب مسکرائے اصغرؑ تڑپا گئے جہاں کو اندازِ گلبدن کے
ناوک نے جسے چھیدا وہ فاطمہ کا دل تھا ظالم نے یہی جانا خلقِ علی اصغرؑ ہے
شاہ کے ہاتھوں پر علی اصغرؑ تڑپ کر مر گئے یا ہوائے تیر سے مرجھا گیا بانو کا پھول
﴿۱۱۹﴾ سید محمد علی رضوی (سچے)

اکبرؑ سا گلبدن علی اصغرؑ سا گلغزار لکھے تھے یہ نصیب میں کرب و بلا کے پھول
ہے کربلا پہ ختم مصیبت کی داستاں ہاتھوں پہ باپ کے ہوا غنچہ دہن تمام
کس جا چھپے ہوائے علی اصغرؑ جواب دو مادر بھٹک رہی ہے اندھیرے میں رات کے
کون ہے جو بڑھ کے روکے تیر کا برجی کا دار اب نہ اصغرؑ ہے زمانے میں نہ اکبرؑ دوسرا
اللہ اللہ وہ اصغرؑ کا جہادِ اکبرؑ رکھ دیا نوک پہ ناوک کی گلا آپ سے آپ
خیبر کشا کے لال کی طاقت تو دیکھئے اصغرؑ کی لاش ہاتھوں پہ ہے پھول کی طرح

﴿۱۲۰﴾ آصف عابدی

پہلوئے بانو سے اصغرؑ کی حرارت نہ گئی جھولا ہلتا ہی رہا ہات کی عادت نہ گئی

﴿۱۲۱﴾ قائم جعفری نجفی

حسینؑ کے دل کی ساری قوت کھنچ آئی ہاتھوں میں آج شاید
کہ جلتی ریتی پہ قبرِ اصغرؑ خود اپنے ہاتھوں بنا رہے ہیں

﴿۱۲۲﴾ محمد امیر حسن خان

حرمِ شاہ میں تیر جفا آتے ہیں لشکر سے شقاوتِ حرمِ ملک کی صاف ہے رودادِ اصغرؑ سے

﴿۱۲۳﴾ مسعود جامی

کھینچتے ہیں تیر اصغرؑ کے گلے سے شاہ دیں اے خلیل اللہ دیکھو امتحانِ کربلا

﴿۱۲۴﴾ حیدر اختر کاظمی

اس بے زباں کی عظمت و شوکت نہ پوچھئے منہ بولتا ورق ہے خدا کی کتاب کا

﴿۱۲۵﴾ علمی آفندی

شمر لعین نے ظلم کی حد کو دکھا دیا بچے کا ماں کے سامنے جھولا جھلا دیا

﴿۱۲۶﴾ حیدر علی حبّ

کبھی بہا تھا کسی طفلِ بے زباں کا لہو شفق سے دامنِ چرخِ اب بھی لال ہوتا ہے

﴿۱۲۷﴾ میر حامد علی غنیور

لرزتے ہیں تیر کھا کے اصغرؑ غضب کی تکلیف جاکنی ہے
کھلا ہے ننھا سا منہ زباں پر بسایِ ذنبِ قتلتنی ہے

﴿۱۲۸﴾ سید فیض حسین فرد

دن مصیبت کے ہیں اور شکل ہے آنکھوں میں تری راتیں فرقت کی ہیں اور تیری کہانی اصغرؑ

﴿۱۲۹﴾ پرنس عباس مرزا

یہ انتہائے ظلم کی تصویر دیکھئے اصغرؑ سی جان دیکھئے اور تیر دیکھئے

﴿۱۳۰﴾ طالب جارچوی

گواہی کے لئے روز قیامت خون ناحق کی ضروری تھا تمہارا اے زمین و آسمان ہوتا

﴿۱۳۱﴾ منور عباس شہاب

ابھی جھولے میں غش تھے اور ابھی مردِ مجاہد ہیں وہی اصغرؑ ہیں لیکن شکل پہچانی نہیں جاتی

﴿۱۳۲﴾ جعفر شیرازی

بیوست تیر دیکھ کے اصغرؑ کے حلق میں کہتے تھے شاہ یہ بھی اُسی کی رسا میں ہے

﴿۱۳۳﴾ مقبل

تیر کا حال کیا کہے اصغرؑ تشنہ کامی ہے بے زبانی ہے

﴿۱۳۴﴾ وفا

بانو کہتی تھی کہ اولاد نہ ہوگی اُس کے تیر جس نے علی اصغرؑ کے لگایا ہوگا

﴿۱۳۵﴾ دارا

صد حیف کہ اصغرؑ ہوا حزل کا نشانہ گو لشکرِ اعدا سے چلے غیر ہزاروں

﴿۱۳۶﴾ نجف

اصغر تڑپ کے مر گیا حزل کے تیر سے زہرا پکاری پوری رضائے خدا ہوئی

یاد کر اکبر و اصغر کو یہ بانو نے کہا حسن میں لعل میرے شمس و قمر تھے دونو

﴿۱۳۷﴾ واجد لکھنوی

جو اصغر کی فضیلت ہے وہ اکبر کی فضیلت ہے یہ ہم صورت علی کے وہ رسول اللہ کی صورت

﴿۱۳۸﴾ آشفۃ

کہتے ہیں کہ اصغر کو کیا دفن جو شہ نے رکھتی ہے ہوا خاک سے پیدا شجر گل

نکلے جگر بانوے ناشاد ہو جب آہ پھر چاک ہو کیونکر نہ چمن میں جگر گل

گلے میں باپ کے باہیں تھیں لاش اصغر کی خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا

﴿۱۳۹﴾ نصیر

اصغر سے کہا شہ نے کہ تیر آتا ہے ہم پر بولا وہ اشارے سے مرا حلق سپر ہے

﴿۱۴۰﴾ فائر

سوال آب پر تیر اصغر معصوم کو مارا نہ ظالم اس خطائے فاش کو اپنی خطا سمجھے

نگہت گل کی طرح روح بدن سے نکلی خون کے ساتھ ہی بس جان بھی تن سے نکلی

﴿۱۴۱﴾ خلیل لکھنوی

مقتل میں تھا جو لاشہ اصغر تمام رات جنگل میں ڈھونڈتی رہی مادر تمام رات

﴿۱۴۲﴾ ظہیر لکھنوی

شہ سے بانو کہتی تھی کانٹے پڑے ہیں حلق میں ضعف سے اب اصغر معصوم رو سکتا نہیں

﴿۱۴۳﴾ سید محمد شمیم (شاگرد مرزا دہیر)

شاہ فرماتے تھے رو رو کر علی اصغر کے بعد مرہم زخم جگر تھا بس یہی اکبر کے بعد

﴿۱۴۴﴾ اقتدار الدولہ مرزا کلب علی خاں بمین لکھنوی (شاگرد دہیر)

مرضی حق سے ہے وہ گرفتار اہل جور تبدیل کر دے ورنہ قضا و قدر کا رنگ
گودی میں شکی جب ہوا معصوم بھی شہید حیراں تھے آپ دیکھ کے نورِ بصر کا رنگ

﴿۱۴۵﴾ سید عبدالوہاب حسینی وہاب مدراسی (شاگرد مرزا دہیر)

بانو کو ڈھونڈتے ہوئے حجرہوں میں خلد کے پھرتے تھے گھٹنیوں علی اصغر کہاں کہاں

﴿۱۴۶﴾ راجہ الفت رائے الفت

لگا جب تیر مشکیزہ پہ سقائے حرم بولا بنی باتیں بگڑ جاتی ہیں جب پھرتی ہے
بہی دن رات بانو دھیان میں اصغر کے کہتی تھی مری آنکھوں میں اس کی چاندی تصویر پھرتی ہے

﴿۱۴۷﴾ میر مہدی مجروح دہلوی (شاگرد غالب)

وہ ننھی سی جاں اصغر بے زباں ذبح رہ کبریا ہو گیا
بانو کہتی تھی لاشِ اصغر پر ماں سے تم ہو گئے جدا جلدی

﴿۱۴۸﴾ نواب سید اصغر حسین فاتح لکھنوی

ماں کہتی تھی کہ جھولے کو ویران کر گئے بستی مری اجاڑ کے اصغر کدھر گئے

باؤ نے جب کہا علی اصغر کدھر گئے فرمایا شہ نے گود میں بابا کے مر گئے

﴿۱۴۹﴾ مولانا سید سبط حسن فاطر لکھنوی

قبر بچے کی بنائی تھی شہ مظلوم نے وہ نشانی بھی تو نذر بے نشانی ہو گئی

﴿۱۵۰﴾ رضا علی خاں نواب رامپور

کرمل بن میں بانو دکھیا کھڑی پچھاڑیں کھاوت ہے
رین اندھیری بالے اصغر ماتا تمہاری بلاوت ہے

﴿۱۵۱﴾ شاہد نقوی

کس طرح تجھ سے دیکھا گیا ارض کر بلا چہرے پہ جب حسین نے اصغر کا خوں ملا

﴿۱۵۲﴾ رفیق رضوی

خیال حضرت اصغر ہے جز ولا ینفک غم رباب غلش ہے ہر ایک ماں کے لئے

﴿۱۵۳﴾ تکمیل رضوی

چلے خیمے سے اصغر گولے یوں شاہ ہاتھوں پر عدو سمجھے کہ شہ قرآن کو لے کر نکلتے ہیں

﴿۱۵۴﴾ سید سجاد احمد رزمی

غم اصغر کی شدت کوئی پوچھے قلب مادر سے کہ جتنا بھولتی ہے اور بڑھ کر یاد آتے ہیں

سلام

ترے ہتھیار تھے سب سے زالے علی اصغر نگاہ گرم تھی ناوک زبان تیز تھی خنجر

تیری کیا بے نیازانہ روش تھی اے علی اصغر خود اپنے گھر میں ٹھہرا چھ مہینے میہمان ہو کر

سہ سالار تجھ سا پھر نہ دنیا میں کوئی نکلا ترے بلکے تبسم ہی کی موجیں تھیں تیرا لشکر

بڑی مشکل سے تو نے جنگِ برحق کی اجازت لی
 چلنے والے گہوارہ سے ماں کی گود میں گر کر
 علی نے ایک ہی خیر کا دروازہ اکھاڑا تھا
 تہہ وبالا کیے تو نے دلوں کے سینکڑوں خیر
 حسین ابن علی کے آنسوؤں کو تو نے روکا ہے
 تبسم کی ادا کو وقتِ آخر کام میں لا کر
 علی اکبر ہے تو بھی کارنامہ تیرا شاہد ہے
 نہ ہوتا نام اگر تیرا نہ کہتا میں تجھے اصغر
 مخالفت کے گہراہٹ میں کیا کیا کھڑائے ہیں
 تو آیا جب حسین ابن علی کے پاؤں سے چل کر
 مسلسل پھر رہا ہوں گرد تیرے میں تصور میں

کرم فرما ہے مجھ پر خود میری تقدیر کا چکر

کسی مخصوص امانت کی طرح تیری حفاظت کی
 علی کے لال نے تجھ کو سپرد خاک فرما کر
 علی کہنا تجھے ہر زاویے سے حق بجانب ہے
 علی صورت علی سیرت علی پیکر علی اصغر
 تو وہ تارا ہے ظلم و جور کے گہرے اندھیرے میں
 جوتا راٹوٹ جاتا ہے فضا کو روشنی دے کر
 وہ کافر ہے جسے شک ہو کوئی تیری طہارت میں
 مقدس گودیوں میں کھیلنے والے علی اصغر
 تجھے میدان میں ہاتھوں پہ یوں شبیر لے آئے
 دعا مانگے کوئی قرآن اٹھا کر جیسے پیغمبر
 تیرا ٹھہرا ہوا جھولا جہاں بھی یاد آتا ہے
 وہاں کچھ اور تیزی سے دھڑکتا ہے دل خاور

﴿۱۵۵﴾ حسین نظر

درس دیتا ہے تبسم اصغر بے شیر کا راہِ حق میں تیر کھا کر مسکرانا چاہیے

﴿۱۵۶﴾ فہیم

لگایا بے خطا جب حرمہ نے تیر بچہ کو لیانا دکھنے بوسہ حلق کا تیر قضا ہو کر

﴿۱۵۷﴾ چھنگا صاحب حسین لکھنوی

لوعبا کا کر کے سایہ لے چلے اصغر کو شاہ ایک مہ پارہ چراغ زیر داماں ہو گیا
 ماں یہ کہتی تھی کہ پڑتی مرے دل میں ٹھنڈک پاس دریا کے جو اصغر تری تربت ہوتی
 لیٹ کر حلق نازک سے کہا خود تیرے رن میں علی اصغر میں شاہد ہوں کہ بالکل بے خطاتم ہو

﴿۱۵۸﴾ شفیق

شکر خالق کر کے شہ یہ دل سے فرمانے لگے راہ حق میں اصغر ناداں بھی قربان ہو گیا

﴿۱۵۹﴾ شمر

دہر پانی کے لئے چھوڑ رہا ہے بچہ باپ مجبور ہے دم توڑ رہا ہے بچہ

﴿۱۶۰﴾ رقیع (نبیرہ مرزا دپیر)

وصف اصغر میں ہے تسبیح شہادت کا بیاں ہے نہایت قیمتی چھوٹا سا یہ دانا مرا

﴿۱۶۱﴾ زاہد حسن

اصغر کا حال دیکھ کے کہتے تھے اشتیا ناک گئے یہ اس کے لگانا نہ چاہیے

﴿۱۶۲﴾ مودب لکھنوی

آئے تھے اصغر بچھانے پیاس رن میں تیر سے آرزوئے آب پیکاں تھی زیادہ شیر سے

سفر کرتے ہیں شہ بہتی ہیں بانو خیر ہو یارب علی اصغر مرے پہلے پہل باہر نکلتے ہیں

﴿۱۶۳﴾ نگار بارہ بنکوی

جہانِ خطابت پہ بھاری ہے اصغرؑ ترا ایک تبسم تری بے زبانی

﴿۱۶۴﴾ سجاد علی خاں رہبر لکھنوی

اے کربلا کے ننھے مجاہد ترے ثار تو نے اٹھایا سب سے سوا بارِ تشنگی

﴿۱۶۵﴾ وقار نگری (مدراں)

کربلا میں مسکرا کر اصغرؑ معصوم نے حملہ کو قتل کر ڈالا اُسی کے تیر سے

﴿۱۶۶﴾ اعجاز زیدی لکھنوی

علی اصغرؑ کی ہمت کہہ رہی ہے سارے عالم سے جو بچہ مسکرائے تیر کھا کر، اور ہوتا ہے

﴿۱۶۷﴾ ایوب مبارک پوری

علم، تابوت و مہندی، ذوالجناح و غزیر، جھولا یہ آیات عقیدت ہیں عزاداری کے سماں میں

﴿۱۶۸﴾ مضطر تاج پوری

ختمِ حجت کے لیے بچے نے دکھائی زباں ورنہ کیوں مانگتا وہ اہلِ جفا سے پانی

﴿۱۶۹﴾ مولانا مرزا محمد اشفاق، شوق لکھنوی

خلق اس شوقِ شہادت کے ثار ہے گریبانِ علی اصغرؑ کھلا

اصغرؑ کی پیاسِ مطلعِ اوّل بنے گی شوق ترتیب دے گا جب کوئی دیوانِ تشنگی

ظالم چلا نہ تیر ستم دیکھ تو ذرا ہاتھوں پہ ہے حسینؑ کے قرآنِ تشنگی

﴿۱۷۰﴾ تصویر لکھنوی

یاد آرہی ہیں خاک پہ اکبر کی کروٹیں زلوار ہی ہیں جھولے میں اصغر کی کروٹیں

﴿۱۷۱﴾ انور رائے بریلوی

یاد آ جاتی ہے اصغر کی ہنسی بے ساختہ کیوں نہ دیکھیں دیکھ کے پھولوں کو ہم ہنستے ہوئے
جراتِ اصغر تھی جب تیر سے گردن چھدی باپ کے سینے سے لپٹے مرتے دم ہنستے ہوئے

﴿۱۷۲﴾ کاظم جرولی

شاہ دیں دم توڑتے دیکھا کئے بے شیر کو پھول مرجھایا کیا بادِ صبا کے سامنے

﴿۱۷۳﴾ طیب کاظمی

جب چلے میدان میں لے کر شاہ دیں بے شیر کو مامتا سر پہنتی، روتی جلی اصغر کے ساتھ

﴿۱۷۴﴾ میرزا مجرب لکھنوی

ایک اصغر کی شہادت دوسرے اکبر کی موت اُمتِ جد پر بڑے ہیں شہ کے یہ احسان دو

﴿۱۷۵﴾ ضیا الحسن ضیا نونہروی

اصغر نے اپنے دستِ تقسم سے جنگ میں عزمِ یزید کو درِ خیبر بنا دیا
گہوارہٴ جہاد میں آکر صغیر نے بیعت کے منہ کو کلمہٴ اذہر بنا دیا

﴿۱۷۶﴾ سید اطہر علی اطہر جلالوی

مدتوں تک یادِ اصغر میں یہ تھا بانو کا حال چونک اٹھنا خواب سے جھولے کو جا کر دیکھنا

﴿۱۷۷﴾ سید افسر علی بقا جلالوی

یہ درس صبر زمانے کو اے علی اصغرؑ کہ تیر حلق میں کوہ ثبات مٹھی میں

﴿۱۷۸﴾ کمال لکھنوی

وہ خون ہے تاریخ شہادت کا خلاصہ جس خون کو شیر نے چہرے پہ ملا ہے
اصغرؑ کے دلیرانہ تبسم سے دہل کے کیا کیا نہ ستم نے کفِ افسوس ملا ہے

﴿۱۷۹﴾ آرزو سرسوی

جانِ ربابِ اصغرؑ بے شیر زندہ باد اب ظلم کو بھروسہ نہیں ہے کمان پر

﴿۱۸۰﴾ ظلِ صادق

مسکراہٹ ، اصغرؑ بے شیر کی کتنا باہمت - جواب تیر ہے

﴿۱۸۱﴾ سید ظلِ ثقلین

دینِ حق کے تذکروں کو اس طرح سے عام کر نامِ اصغرؑ کا وظیفہ ہر گھڑی ہر گام کر
جب خدا کے دین کے سارے سہاے چھٹ گئے تب چلا دینِ خدا اصغرؑ کی انگلی تھام کر

﴿۱۸۲﴾ سید ظلِ رضا

قاسمِ نوشاہ کے پہلو میں لا کر شاہ نے لاش کو اصغرؑ کی شہ بالا بنا کر رکھ دیا



نوحہ ہندی در حال حضرت علی اصغر علیہ السلام

میسجر ہنر ہائینس ڈاکٹر نواب سر محمد رضا علی خاں صاحب بہادر آف رامپور

کر بل بن میں بانو دکھیا کھڑی پچھاڑیں کھاوت ہے

رین اندھیری بالے اصغر ماما تہاری بلاوت ہے

دلیں چھوڑ پردیس بسایا سہاگ چندر کو گن اگیا

اب تم بن مجھ کوکھ اڑی کو برہا ارگن جلاوت ہے

سینا پتی نے سینا کھوئی جیون کھیتی بن میں بوئی

کہ، نہیں رکھوالا زینب اُجڑا کھیت رکھاوت ہے

بالکے اکبر قاسم بیرن توڑ گئے سب رکشا بندھن

جا کے کارن آج سکیئہ کانن رکت بہاوت ہے

رجا نبی کی دیویں دہائی گھور گھٹا اب دکھ کی چھائی

سیس کھلا بانو زینب کا عابد کوڑے کھاوت ہے



۸۴۷

شہزادہ علی اصغر علیہ السلام

..... ﴿باب ہشتم﴾
jahir.abbas@yahoo.com

نوے درحال

شہزادہ علی اصغر علیہ السلام

نوحہ

مرزا پناہ علی بیگ افسردہ

بانو پکاری پیٹ کے چھاتی، سو گئے اصغر میرے لال
 بھرا تو کرلو ماں ہے جگاتی، سو گئے اصغر میرے لال
 حلق پہ کیسا تیر لگا ہے، کرتے پہ کیسا خون جما ہے
 بولتے مجھ سے تم نہیں کیا ہے، سو گئے اصغر میرے لال
 ہائے تمہارا پانی نہ پانا، ہائے تمہارا تیر یہ کھانا
 پیاس کا مجھ سے کر کے بہانا، سو گئے اصغر میرے لال
 جھولے میں کس کو ماں یہ بھلاوے، کس کو شلو کے آج پنہاوے
 پانی کے مجھ کو دے کے بھلاوے، سو گئے اصغر میرے لال
 مرگ نمین تک اپنے یہ کھولو، دودھ کی خاطر ہٹ سے رولو
 کیسے ہو چکے کچھ تو بولو، سو گئے اصغر میرے لال
 کیوں میرے بھولے کیوں مرے بالے، جی کیا تم نے کس کے حوالے
 گود میں کس کو ماں یہ اٹھالے، سو گئے اصغر میرے لال
 اے مرے دودھ دھاری جاگو کہ ماں پر آئی ہے خواری
 کرتی ہوں منت کب سے تمہاری، سو گئے اصغر میرے لال
 سینے پہ میرے ہاتھ تو دھر لو منہ سے اشارے دودھ کے کرلو
 ایسے میں اٹھ کر میری خبر لو، سو گئے اصغر میرے لال

میرے گلے میں ہاتھ تو ڈالو، ماں ہے یہ سوتی اس کو جگالو
 روٹھی ہوں تم سے مجھ کو منالو، سو گئے اصغر میرے لال

دادی کی گودی ایسی بسائی گود اماں کی یاد نہ آئی
 روتی تمہاری آج ہے دائی، سو گئے اصغر میرے لال

خیر سے رن کو تم تھے سدھارے آئے لہو میں ڈوب کے سارے
 تم نہیں سوئے بھاگ ہمارے، سو گئے اصغر میرے لال

کل سے تمہیں تھی نیند نہ آتی ہوتے تھے بیکل میں جو سلاقی
 اب نہیں اٹھتے ماں ہے جگاتی، سو گئے اصغر میرے لال

اب نہ اٹھو گئے اصغر پیارے سوتے رہو گئے اصغر پیارے
 کچھ نہ کہو گئے اصغر پیارے، سو گئے اصغر میرے لال

سور ہو پیارے، سور ہو جانی، سور ہو میرے اکبرِ ثانی
 کون سنے اب میری کہانی، سو گئے اصغر میرے لال

کس کو سلاؤں کہہ کے میں دکھیا، آجاری نندیا آجاری نندیا
 چین سے تم تو آپ ہی اس جا، سو گئے اصغر میرے لال

ہائے مجھے بھی نیند نہ آئی میں نے نہ پیکا تیر کی کھائی
 میری لٹا کر رن میں کمائی، سو گئے اصغر میرے لال

شاہ نے گھر سے لاشا اٹھایا لاشوں میں لا کر اُس کو سلا یا
 کہہ کے پیر و رو شور مچایا، سو گئے اصغر میرے لال

آگے افسردہ تھام قلم کو پھاڑ گریاں خاک بسر ہو
 بانو تھی کہتی خیمے میں رو رو، سو گئے اصغر میرے لال

سلام احسان لکھنوی

مجرا اُسے جو رو رو پکاری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 نیند کے ماتے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 دیکھ مری بھی خشک زبان ہے بابا تیرا بھی تشنہ دہان ہے
 موند لے آنکھیں پانی کہاں ہے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 رو نہیں پیارے میرے بلک کر پھیر نہ آنکھیں تیور بدل کر
 ہاتھ سے تری پیٹھ تھپک کر لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 اے میرے پیارے گودی کے پالے ہونٹوں پہ کیا ہے جیب نکالے
 لیٹ جا میرے بھولے بھالے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 بین کروں میں سر پر تیرے آجاری ننڈیا آجا سویرے
 آنکھوں میں گھل جانے کے میرے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 اے میرے بھورے بالوں والے ماں تیرے ننھے منہ کی بدلا لے
 تکیہ کو نیچے سر کے لگالے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 منکا ہے تیرا ہائے ڈھلکتا میں ہوں بکیتی تو ہے سسکتا
 منہ کو تو میرے کیوں ہے تکتا لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 بال ہیں تیرے اڑتے ہوا سے ٹوپی اڑھا دوں آاے نرا سے
 اے میرے چودہ پہر کے پیاسے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
 بین یہ کرتی تھی بانو بچاری جو یہ قضا وہاں آ کے پکاری
 ماکہ طرح سے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

مجھ کو نہایت ہے گی تیری چاہ موند لے آنکھیں چل میرے ہمراہ

اللہ ہی اللہ ہے اللہ ہی اللہ لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

کہنے کا احسان اب نہیں یارا بچہ وہ آخر خلد سدھارا

پھر نہ کسی نے آکے پکارا لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

سلام

میرزا گدا علی گداد ہلوی

مجر ہے اس معصوم کو جس کے گلے میں تیر ہے
مجھ سے اگر اس کا نسب تم پوچھتے ہو مومن
پہلو میں اپنے باپ کے اس طفل بے تقصیر کا
پھوہیاں تو مقتل میں اُسے چھاتی لگائے روتیاں
جاری وہیں سے دمدم لو ہو بجائے شیر ہے
پوتا خدا کے شیر کا وہ کودک شبیر ہے
چھیدا ہوا حلقوم ہے لو ہو بھری تصویر ہے
اس کی اماں ناشاد کی لیکن یہ کچھ تقریر ہے
کیوں قتل کرتے ہو اسے یہ طفل بے تقصیر ہے
جلدی سے بلواؤ جو وہاں وہ مجھ لیے دیکر ہے
یک کوٹھری زندان کی محکوم علی جاگیر ہے
گردن میں کیسا طوق ہے پاؤں میں کیوں زنجیر ہے
بھینا سے ٹک باتیں کرو سجاد کو پوچھو ذرا

اب آگے یارو کیا کہوں اصغر کی آفت میں گدا

نہ مجھ میں یارا ہے نہ طاقت تحریر ہے

نوحہ

حیدر بخش حیدر تری

بانو نے کہا پیٹ کے سردے کے دہائی ہے ہے علی اصغرؑ
 تقدیر نے مجھ ماں کو تری لاش دکھائی ہے ہے علی اصغرؑ
 ارمان تھا دل میں کہ ترا بیاہ کروں گی چھوٹے ہی سے سن میں
 سو سال گرہ بھی یہ تری ہونے نہ پائی ہے ہے علی اصغرؑ
 افسوس مرے سامنے بٹرا نہ بنا تو یہ رہ گیا ارماں
 بٹری بھی تری بیاہ کے میں گھر ٹیس نہ لائی ہے ہے علی اصغرؑ
 تم کھیل گئے ہاتھوں ہی ہاتھوں پہ صد افسوس لے لاڈلے میرے
 پاؤں بھی تمہیں چلتے نہ میں دیکھنے پائی ہے ہے علی اصغرؑ
 یہ کرتے شلو کے کہو پہناؤں میں کس کو اور گہنا تمہارا
 یاں تم کو تو تقدیر نے ہی کفنی پنھائی ہے ہے علی اصغرؑ
 میں کہتی تھی تو فاتحہ دلو اوے گا میری اور دفن کرے گا
 افسوس ترے آگے مجھے موت نہ آئی ہے ہے علی اصغرؑ
 کس طرح سے بے خود پڑے سوتے ہو کہ اب تک کروٹ بھی نہیں لی
 ایسی تمہیں معناد یہاں کس نے کھلائی ہے ہے علی اصغرؑ
 یہ چاند مرادوب گیا خوں کی شفق میں کھاتیر کی پریاں
 اس غم سے مری آنکھوں میں ہے تیرگی چھائی ہے ہے علی اصغرؑ
 آواز مری سنتے ہی آتے تھے مرے پاس گودی میں ہمک کر
 اب رونا مر اسن کے پلک بھی نہ اٹھائی ہے ہے علی اصغرؑ

کل تک تو پڑے کرتے تھے آنکھوں سے اشائے تم دودھ کی خاطر
یہ آج خموشی تمہیں کس طرح کی آئی ہے ہے علی اصغرؑ
نبھلاتی نہ تھی میں کبھی انگنائی میں تجھ کو اے یوسف ثانی
یاں لاش تری خون کے دریا میں نہائی ہے ہے علی اصغرؑ
مجھ ماں سے جو تم روٹھ کے جنگل میں پڑے ہو اے نازیں میرے
یہ گود مری پیارے تمہیں کیوں نہ خوش آئی ہے ہے علی اصغرؑ
بے گود مری نیند نہ آتی تھی تمہیں ہائے اے پیارے گھڑی بھر
اب نیند تمہیں خاک پہ کس طرح سے آئی ہے ہے علی اصغرؑ
سنتا نہیں فریاد یہاں اس گھڑی کوئی مجھ کو کھ جلی کی
دیتی ہوں گھڑی کب سے مجھ کی دہائی ہے ہے علی اصغرؑ
اے حیدرؑ اب تاب کہاں کیوں کہ لکھیں ہم اس دکھیا کی زاری
جس طور سے کہتی تھی وہ قسمت جلی مائی، ہے ہے علی اصغرؑ

نوحہ

ذآخر لکھنوی

رُو کے ماں کہتی تھی اصغرؑ نیند بھر کر سو رہو
باپ پانی لائے کیونکر نیند بھر کر سو رہو
قتل فوج کیس کرے تم کو نہ اکبرؑ کی طرح
ماں ہے برگشتہ مقدر نیند بھر کر سو رہو

چھوٹ کر ماں سے تمھیں آرام آنے کا نہیں
 قبر سے گودی ہے بہتر نیند بھر کر سو رہو
 ڈر رہی ہے ماں کہیں ناوک نہ کوئی سر کرے
 تیر کو کھاؤ گے کیونکر نیند بھر کر سو رہو
 آگئی ہے کربلا میں کیا جدائی کی گھڑی
 کیوں تپاں ہے قلب مضطر نیند بھر کر سو رہو
 پیاس کی بے حد ترقی ہے تو گھبراتا ہے دل
 کیا اُجاڑو گے مرا گھر نیند بھر کر سو رہو
 دن ہے قربانی کا اولاد پیہر کے لیے
 خون کا پیاسا ہے لشکر نیند بھر کر سو رہو
 فوج سے اچھی نہیں مقتل میں پانی کی طلب
 ماں فدا جھولے کے اندر نیند بھر کر سو رہو
 جس کو محنت سے میں پالوں قبر کے اندر وہ ہو
 مدتوں روئے گی مادر نیند بھر کر سو رہو
 پیاس سے اصغر تڑپتے تھے جو اسے ذخیرہ سوا
 دم بہ دم کہتی تھی مادر نیند بھر کر سو رہو

نوحہ

نواب باقر علی خاں تشریف لکھنوی

بانو نے کہا درد مجھے اپنا بتاؤ اے اصغرِ معصوم
 حلقوم پہ ہے زخم کہاں جلد دکھاؤ اے اصغرِ معصوم
 تم خون میں سرتا بقدم ہو گئے کیوں لال تغیر ہے احوال
 اٹھ بیٹھو کرو باتیں مری گود میں آؤ اے اصغرِ معصوم
 بند آنکھیں ہیں اور مُردنی چہرے پہ ہے چھائی خالق کی دہائی
 تم غش میں ہو یا مر گئے احوال بتاؤ اے اصغرِ معصوم
 رکنِ مخنوں سے میں نے تمہیں ہائے تھا پالا ابنِ شہ والا
 محنت پہ کرو غور مجھے تم نہ رُلاؤ اے اصغرِ معصوم
 تم مر گئے کیا لال جو سب کرتے ہیں رقتِ تغیر ہے حالت
 زینب کے ذرا منہ سے تو چادر کو اٹھاؤ اے اصغرِ معصوم
 روئے جو بہت کر گئے غش عابد بیمار تم دیکھو تو دلدار
 سجاد کو ان چھوٹے سے ہاتھوں سے اٹھاؤ اے اصغرِ معصوم
 پانی کی طرف سے ہیں سبھی ہو گئے بے آس یوں مر گئے عباس
 روتی ہے سیکینے اُسے تم جا کے مٹاؤ اے اصغرِ معصوم
 کلاکریاں کرتے نہیں ایسے ہوئے بے ہوش کیوں ہو گئے خاموش
 کچھ شغل کرو بہنوں کو پاس اپنے بلاؤ اے اصغرِ معصوم

مرنے کے لیے شاہِ زمن جاتے ہیں دلیر تم روک لو اٹھ کر
 سمجھاؤ، کہو بابا نہ گردن کو کٹاؤ اے اصغرِ معصوم
 جیتی نہیں رہنے کی بس اب زینبِ مغموم مر جائے گی کلثوم
 حلقوم چھدا اپنا یہ بہنوں سے چھپاؤ اے اصغرِ معصوم
 کیا کیجئے کچھ بن نہیں آتا مجھے پیارے جنت کو سدھارے
 میں کیا کروں کچھ مجھ کو بھی تدبیر بتاؤ اصغرِ معصوم
 دنیا مری آنکھوں میں نہ کس طرح ہو کالی جب گود ہو خالی
 اور وادی پر خوف کو تم جا کے بساؤ اے اصغرِ معصوم
 شہ لے چلے جب لاش تو کہنے لگی بانو اُس وقت یہ رورو
 دولت یہ مری خاک میں ہے نہ ملاؤ اے اصغرِ معصوم
 کچھ میرا بھی اے لال کئے جاؤ ٹھکانہ ہوتے ہو روانہ
 مجھ پیکس و دلگیر کو لے ساتھ ہی جاؤ اے اصغرِ معصوم
 جیتی رہی جب تک یہی بانو رہی کہتی رورو کے تشفی
 ظاہر میں نہیں آتے ہو گر خواب میں آؤ اے اصغرِ معصوم

..... ﴿باب نہم﴾

مرثیے در حال
حضرت علی اصغر علیہ السلام

مرثیہ میر انیس

جب رن میں حسینؑ اصغر بے شیر کولائے

جب رن میں حسینؑ اصغر بے شیر کولائے | لختِ جگر بانوئے دلگیر کو لائے
 جلا دوں میں اُس صاحبِ تو قیر کولائے | ہاتھوں پہ دھرے چاندی تصویر کولائے
 غل پڑ گیا دیکھو شہِ والا کے پسر کو
 خورشید نے ہاتھوں پہ اٹھایا ہے قمر کو
 معصوم کے رخ پر ہے عجب حُسنِ عجب نور | آئینہ افلاک تجلی سے ہے معمور
 اسپند ہے اس رخ کے لئے خالی رخِ خور | موسیٰ کے کفِ دست پہ ہے شمعِ سرِ طور
 کیا صاحبِ اعجازِ امامِ دو جہاں ہے
 نورِ یدِ بیضا بہ سرِ دست عیاں ہے
 حُسنِ رُخِ اصغرؑ سے تجلِ نیرِ اکبرؑ | خورشید تو ذرّہ ہے ستارہ مہِ انور
 گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبین پر | ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
 بالوں کے تلے لوحِ جبین نورِ فشاں ہے
 ہے نصفِ قمرِ ابر میں اور نصفِ عیاں ہے
 ابرو کو دیا ہے یدِ قدرت نے عجب خم | بس دو مہِ نو صاف نظر آتے ہیں باہم
 ہے زکسی آنکھوں کا نقاہت سے یہ عالم | دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دم
 ہے خواب بھی اس چشمِ گہر بار کو بھاری
 جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری

آئینہ مہ میں یہ کہاں جلوہ نمائی ۵ روشن ہوا دل جس کو وہ صورت نظر آئی
دودن سے جواک بوند نہیں پانی کی پائی ۶ زردی سی ہے ان پھولوں سے رخسار پہ چھائی

شہ روکتے ہیں دھوپ کو دامانِ عبا سے

ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بدن گرم ہوا سے

روشن وہ گلا شمع تجلی کی ہے تصویر ۶ سواں پہ لگے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر
دوروز سے پانی نہ مقدر میں ہے نہ شیر ۷ اور کٹھ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلو گیر

اب دودھ بھی اور طوق بھی منت کا بڑھے گا

فریاد ہے نیزے پہ یہ سرکٹ کے چڑھے گا

کیا دوش و برو سا عدو بازو کا کہیں طور ۷ سب نور کے سانچے میں ڈھلے ہیں جو کرو نور
نکھسا سا وہ سینہ ہے کہ آئینہ بلور ۸ کس طرح اٹھا ایسے پہ دستِ ستم و جور

ان ہاتھوں پہ جو پختی ہیں وہ فدا ہیں

گو مٹھیاں باندھیں ہیں مگر عقدہ کشا ہیں

گوسن میں بہت کم ہیں یہ رتبہ ہے زیادہ ۸ ہے موسمِ طفلی میں جوانوں کا ارادہ
کیوں ہونہ اولوالعزم وہ عالم کا خوزادہ ۹ زہرا سی تو دادی اسد اللہ سا دادا

ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے

بے جنگ کئے خلق میں کیا نام کیا ہے

نازک ہے لبِ لعل جو برگ گل تر سے ۹ وہ پانی کو محتاج رہے دودھ کو تر سے
گہوارے میں دم توڑتے ہیں چار پہرے ۱۰ لے آئے ہیں گھبرا کے شہزادے اُسے گھر سے

بچے کو اماں ظلم کے بانی نہیں دیتے

منہ کھولے ہے معصوم وہ پانی نہیں دیتے

وہ ننھے سے کرتے کے تلے چاند ساسینہ ۱۰ جس میں نہ کدورت نہ حسد اور نہ کینہ
خوشبو میں یہ از عطرِ گلاب اس کا پسینہ سینہ نہیں اک دُرِ نجف کا ہے گنینہ
اب خون میں وہ ڈوب کے یا قوت بنے گا

جس جھولے میں وہ پلتے ہیں تابوت بنے گا
اعداء کو دکھاتے ہیں منہ اس کا شہِ خوش خو ۱۱ میداں میں تجلی ہے مہ و مہر کی ہر سو
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو ۱۱ کھولے ہیں وہنِ مثلِ صدفِ اصغرِ مہر و
پیا سا ہے پسر اشکوں سے منہ دھوتے ہیں شبیر
بچے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیر

کچھ گھٹنیوں چلنے سے ابھی تک نہیں آگاہ ۱۲ ہیں راہِ الہی میں مگر باپ کے ہمراہ
ہے عمر تو کوتاہ پہ ہمت نہیں کوتاہ ۱۲ اس سن میں عجب عزم ہے العظمت للہ
میدان میں مرنے کیلئے آئے ہیں گھر سے
پہلے یہی فردوس میں پہنچیں گے پدر سے

فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے مرے پیاسے ۱۳ بتلاؤ مجھے کیا کہوں میں اہلِ جفا سے
گویا نہیں اس وقت زباں فرطِ حیا سے کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے
ادنا سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے
اب صبر کرو نہرِ لبْنِ دور نہیں ہے

لیکن تری مادر پہ تری پیاس ہے دُشوار ۱۴ دروازے پہ پھر کھولے کھڑی ہے وہ دل انگار
میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار کرتا ہوں لعینوں سے تری پیاس کا اظہار
پر وہ نہیں دینے کو مرے دل کو یقیں ہے
اس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

یہ کہہ کے پکارا اسد اللہ کا جانی کچھ کہتا ہوں یارو علی اصغر کی زبانی
اب اٹھ نہیں سکتا تعب تشنہ دہانی ^{۱۵} کہتے ہیں کہ اک بوند پلا دو ہمیں پانی

دن آج تمہارا ہے تو کل ہو گا ہمارا

فردوس کی نہروں پہ عمل ہو گا ہمارا

اب چو کہ تو بخشش کا کوئی طور نہیں ہے ^{۱۶} کوثر پہ پہنچنے کی سبیل اور نہیں ہے

ہم بیاس سے مرتے ہیں تمہیں غور نہیں ہے سوچو یہ مقامِ ستم و جور نہیں ہے

مسلم ہو طریقِ اسد اللہ پہ آؤ !

بہکے ہوئے پھرتے ہو کدھر راہ پہ آؤ !

بس دل میں نہیں نورِ محبت کا ہماری قرآن سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری

بے کار ہے گر عمر عبادت میں گزاری ^{۱۷} کچھ نفع نہ بخشے گی اُسے طاعتِ باری

عشقِ اسد اللہ کا داغ اس میں نہیں ہے

بے نور ہے وہ گھر چراغ اس میں نہیں ہے

جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ کنہ گار ^{۱۸} بخشائیں گے ہم اور انھیں بخشے گا غفار

پلے پہ علی ہوویں گے اور احمد مختار ہو جائے گی میزانِ عمل آپ سبک بار

ہے دوستی آل انھیں روزِ ازل سے

پیارا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدم الفتِ حیدر ^{۱۹} بالائے صراط ان کے نبی ہوویں گے رہبر

فرمائیں گی یہ فاطمہ ان لوگوں سے آکر لو تھام لو ہاتھوں سے میرا گوشہ چادر

دم بھرتے رہو تم سحر و شام علی کا

جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو نام علی کا

تم لوگوں میں احمدؑ نے امانت ہمیں چھوڑا ۲۰ سو تم نے تو سر رشته اُلفت ہی کو توڑا
قرآن سے بھی تم پھر گئے منہ ہم سے بھی موڑا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا
اولادِ نبیؐ قابلِ بیداد نہیں ہے

کیا آیہ لَا سَأَلْکُمْ یَا د نہیں ہے
ان پھول سے زُخاروں کے کھلانے کو دیکھو گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو دیکھو
ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو دیکھو ۲۱ غش آنے کو اور سانس اُلٹ جانے کو دیکھو
ناحق ہے عداوت تمہیں نازوں کے پلے سے
پھر دو گے تو پانی بھی نہ اترے گا گلے سے

سُن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پکارے ۲۲ خیر، آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے
اطفال جنیں یا کہ مریں پیاس کے مارے تم لوگوں کا حصہ نہیں پانی میں ہمارے
ہم سمجھ کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
بچے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر ۲۳ ہم پیاس بجھائیں گے تو کوثر ہی پہ جا کر
ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغر کو لٹا کر دریا سے تم ہی پانی پلا دو اسے لا کر
اپنے لئے سائل کبھی پانی کا نہ ہوں گا
بچے مرا بچ جائے پیاسا ہی رہوں گا

بڑھ کر بنِ کامل نے کہا اے شہ والا ۲۴ اکبرؑ کو تو دیکھا، اسے میں نے نہیں دیکھا
دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرہ سنتا ہوں کہ ہم صورتِ حیدر ہے یہ بچا
حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیغمبرؐ کی زیارت
باقی ہے مگر حیدرِ صفدر کی زیارت

شبیر نے اس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا ۲۵ چلے سے کہاں دارنے واں تیر ملایا
 خم ہو کے اسے مثل کہاں شہ نے بچایا مانند اجل ناوک تیر ستم آیا
 شبیر چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
 بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

فوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا! ۲۶ سب خون میں تر ہو گیا بچے کا شلو کا
 دم آ کے رکا حلق میں اس تشہ گلو کا خوں منہ سے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا
 ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
 جب آتی تھی بچگی تو لپٹتا تھا پدر سے

مچھلی سارن پتا تھا جو ہاتھوں پہ وہ بے شیر ۲۷ بیتاب تھے بچے کو لئے حضرت شبیر
 جب خوں نہ ہوا بند، گلے سے کسی تدبیر چلو سے لگے پھٹکنے سوئے فلک پیر
 اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر
 لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اُس خون کا گرتا بسرِ خاک ۲۸ دانہ نہ کبھی اُگتا زمین پہ تیر افلاک
 ہو جاتی گرفتار بلا اُمتِ سفاک اللہ رے صبر پسر سید لولاک
 فرماتے تھے راضی ہوں میں جو مجھ پہ تعب ہو
 نازل مگر اُمت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا ۲۹ دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسیوں والا
 چلا کے عجب درد سے روئے شہ والا نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہہ دہلا
 غل تھا کہ اب اُمت کا نگہبان علی ہے
 فریاد کو زہرا طرف عرشی چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں پہ اٹھا کر یہ پکارے ۲۸
اے بارِ خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے
کچھ اور پئے نذر نہ تھا پاس ہمارے

یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ !

مقبول ہو اس بندہ محتاج کا ہدیہ !

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلاق ۲۹
رتبہ ہے ترا صبر میں ایوب سے فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق
ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں ترے لائق
باقی فقط اک مرحلہ خنجرِ کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سُن کر یہ صدا گردنِ تسلیم جھکائی ۳۰
تلوار سے کھودی لحد اور لاش لٹائی
جب خاک میں وہ چاندی تصویر چھپائی
تعویذ پہ منہ رکھ دیا رقت بہت آئی
فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

فرمایا کہ اے خاکِ امانت سے خبردار ۳۱
بانوئے دل افکار کی دولت سے خبردار
لختِ جگرِ شاہِ ولایت سے خبردار
اس بندہ بیکس کی بضاعت سے خبردار
یہ گوہرِ نایاب ہے پاکیزہ صدف ہے
سونپا ہے تجھے میں نے نگیں دُرّ نجف ہے

فرما کے یہ گھوڑے پہ چڑھنے سبطِ پیبر ۳۲
رو کر کہا اب خیمے میں جانا نہیں بہتر
کیا جا کے سناؤں خبرِ رحلتِ اصغر
پڑھتے رجز آئے صفِ اعداء کے برابر
سُرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھ کو قبضے پہ دھرے تھے
کپڑے تن پر نور کے سب خوں میں بھرے تھے

خاموش انیس! اب کہ بہت رونے کا ہے جوش ^{۳۳} ہوگی نہ محبوں کو تری یاد فراموش
اللہ نے بخشی ہے جنہیں چشمِ خطا پوش کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقلِ ذی ہوش
تعریف کریں خاص، تو ہے کام کی تعریف
کب مانتے ہیں اہلِ سخن عام کی تعریف
❀ ❀ ❀

jabir.abbas@yahoo.com

مرثیہ..... میر انس

بسل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلزار

بسل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلزار | سرتا قدم لرزے لگے شاہِ نامدار
آیا نہ کچھ زباں پہ بجز شکرِ کردگار | کھینچا جو تیرِ ظلم تو چھوٹی لہو کی دہار
ابلا جو خونِ لختِ دل آنکھوں کے سانسے
اُس زخم سے ملا دیا چلو امام نے

لبریزخوں سے ہو گیا جس وقت دستِ پاک | چاہا کہ پھینک دیں اسے مولا بروئے خاک
کی عرض یہ زمیں نے با آوازِ دردناک | کیا دور غم سے گرمِ اسینہ ہو چاک چاک
ہر بوند اس کی میرے کلیجے کو تیر ہے
مولا یہ خونِ ناحقِ طفلِ صغیر ہے

شہ نے اٹھایا ہاتھ سوئے چرخِ ناگہاں | تھرا کے آسمان نے صدا دی کہ الامان
رکھتے معاف بہرِ خدا وند انس و جان | آئے اگر یہ خوں ادھر اے سرورِ زمان
ہر ذی حیات پانی کو تر سے زمین پر
تاحشر پھر سحاب نہ بر سے زمین پر

اس دم دلِ حزین کو جو صدمہ ہوا کمال | مجبور ہو کے رونے لگے شاہِ خوش خصال
بولے یہ جھک کے لختِ جگر سے بصدِ ملال | بتلاؤ کیا کرے یہ لہوِ فاطمہ کا لال
انکارِ آسمان کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغر تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

مرثیہ..... مرزا دبیر

بانٹو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے

بانٹو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے ، بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے
کہتی تھی کیا کروں میں دہائی حسین کی
تپتی پھری ہے آج مرے نورعین کی

فریاد یا علی میں کدھر جاؤں یا علی ، ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علی
کس طرح ان کی سانس کو ٹھہراؤں یا علی پانی کا قحط ہے میں کہاں پاؤں یا علی
پچھلے کو آنکھ کھولی تھی تھے اب کھولتے نہیں
رُوتے نہیں ہمکتے نہیں بولتے نہیں

آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو ، لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بے زباں کا حال سناؤ امام کو ، عیسیٰ رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبر کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں
کوئی پکار لو وہ ابھی ہوں گے راہ میں

حضرت لٹار ہے تھے ابھی لاش جو اس ، جو خیمہ سے بلند ہوئی بیبیوں کی فغاں
بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں ، اکبر تمہاری لاش کا خالق نگاہ باں
ہم خیمہ گاہ میں جاتے ہیں اصغر بلاتے ہیں
اُن کو بھی لا کے پاس تمہارے لٹاتے ہیں

منہ پر جوان بیٹے کا تازہ لبو لگائے ۵ ماتم سرا میں گنج شہیداں سے شاہ آئے
جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے اہل بیت لائے بچے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر انھیں دکھائے
رو کر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے

ہو اس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے
بیٹھے سر ہانے جھولے کے شبیر سر جھکائے ۶ اصغر کے کان سے لب معجز نما بلائے
چپکے سے کچھ کہا کہ راستے ہی مسکرائے سوئے حسینؑ ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے
بولی سکیٹہ بابا نے مشکل کشائی کی
اماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

ہاتھوں پہ اُس کو لے کے چلے شاہ کر بلا ۷ اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا ۷ اصغر پہ ماں نے ڈال دی اجلی سی اک ردا
چادر نہ تھی وہ چہرہ پر آب و تاب پر
ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر
پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے ۸ چاہا کریں سوال یہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ اڑ گیا تھرا کے رہ گئے چادر پسر کے چہرے سے سر کا بے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں

اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں
گر میں بقول شمر و عمر ہوں گناہ گار ۹ یہ تو نہیں کسی کے بھی ہر گز قصور وار
ششماہ بے زبان نبی زادہ شیر خوار ۹ ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے یہ مقرر
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر ۱۰ رو کر کہا جو کہنا تھا سو کہہ چکا پدر
اتی رہی نہ بات کوئی اے مرے پسر سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر

پھیری زبان لبوں پہ جو اُس نور عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں ۱۱ لی حرمہ نے شانے سے دو ٹانگ کی کماں
ترکش سے جب کہ کھینچ لیا تیر جا نستاں چھوڑا کماں سے تاک کے حلقوم بے زبان

چھٹے ہی حلق نیچے کا چھیدا جو تیر نے
گھبر کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ دہل گیا ۱۲ سوکھے گلے سے خون کا دریا اُبل گیا
ترپا جوشہ کے ہاتھوں پہ تو نونکا بھی ڈھل گیا ٹوپی گری زمین پہ اور دم نکل گیا
منتھی کلائیوں میں تشنچ سے بل پڑے
ہچکی جو آئی منہ سے اگوٹھے نکل پڑے

منہ آسمان سے شہ نے پھر لیا کہ کیا ہوا ۱۳ دیکھا کہ پار حلق سے تیر جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا اور ننھا ہاتھ زخم گلو پر دھرا ہوا

آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں
آگے تو دودھ اُگلے تھے اب خوں اُگلے ہیں

کھینچا گلے سے بچے کے آہستہ شہ نے تیر ۱۴ اور ہاتھوں پر بلند کیا لاشہ صغیر
گردن جھکا کے بولے اے خالقِ قدیر مقبول ہو حسین کا یہ ہدیہ اخیر

ششماہہ کوئی کشتہ تیر ستم نہیں
یہ بے زبان نافہ سالح سے کم نہیں

مرثیہ..... مرزا دبیر

جب اکبر و عباسؑ کو بھی رو چکے شبیرؑ

جب اکبر و عباسؑ کو بھی رو چکے شبیرؑ | دل نے کہا اب زیست کے دن ہو چکے شبیرؑ
اٹھارہ برس کا بھی پسر کھو چکے شبیرؑ سب خواب اجل میں رنقاء سو چکے شبیرؑ
آجائے قضا دیر سے مشتاق قضا ہوں
اب کون ہے جس کے لئے رونے کو رہا ہوں

دنیا سے گیا ہوگا نہ ہم سا کوئی مظلوم ۲ مرنا بھی کسی کو نہ مرا ہوئے گا معلوم
پانی سے دمِ ذبح نہ تر ہوئے گا حلقوم لاشہ کفن و گور سے رہ جائے گا محروم
وہ بیکس و تنہا ہوں کہ ہوئے گا نہ کوئی
زہرا کے سوا لاش پہ روئے گا نہ کوئی

ناگاہ درخیمہ سے فضہ یہ پکاری ۳ اے میرے خوزادے تری غربت کے میں داری
میدانِ شہادت سے ذرا پچھیر سواری غش ہوگئی زینبؑ بھی سکیئہؑ بھی تمہاری
اکبرؑ کے لئے آپ وہاں روتے ہیں مولا
یاں بانو سے اصغرؑ بھی جدا ہوتے ہیں مولا

خیمہ کو چلے دل سے یہ کہتے شہِ اکرم ۴ اکبر کا سہا داغ تو اصغرؑ کا ہے کیا غم
پہنچے درخیمہ پہ جو سلطانِ دو عالم گھوڑے سے کہا نعرہ کراے موٹس و ہدم
اب خیمہ میں نالہ بھی ہمارا نہیں جاتا
آقا ترا پیاسا ہے پکارا نہیں جاتا

نعرہ کیا رہوار نے ارشاد یہ سن کر ۵ گھوڑے کی صدا سن کے حرم آئے کھلے سر
آغوش میں اصغر کو لئے بانوئے مضطر چلائی کہ فریاد ہے اے مالک کوثر

جیتے تھے جو اکبرؒ تو زیارت تھی نبیؐ کی

صدقے گئی اب شتی ہے تصویر علیؑ کی

شہ نے کہا تم جانتی ہو حال تو میرا ۶ مظلوم ہوں ناچار ہوں اور یکس و تنہا
اکبرؒ مرا اٹھارہ برس کا مویا پیاسا پانی میں ستمگاریوں سے مانگوں گانہ حاشا

پانی کے لئے لوں گا نہ احسان کسی کا

غیرت مجھے آتی ہے میں بیٹا ہوں سخی کا

سرو کی صدا سن کے وہ یکس ہوئی ناچار ۷ اصغرؒ کو دیا گود میں شہ کی بہ دل زار
پھر دل جو بھرا آیا تو یہ کی رورو کے گفتار ۷ لونڈی کی امانت سے خبردار خبردار

منت مجھے اصغرؒ کی بڑھانی ہے وطن میں

اکبرؒ کی طرح اس کو نہ چھوڑ آئینہ میں

اصغرؒ کو لئے ہاتھوں پہ زہرا کا وہ جایا ۸ خیمہ سے قریب صفِ کفار جو آیا
منت سے سماجت سے یہ اعدا کو سنایا ۸ پوتا یہ سخی کا غرض اک اپنی ہے لایا

کہتا ہے اشارے سے کہ سید کا پسر ہوں

مہمان ہوں نادان ہوں اور تشنہ جگر ہوں

کی شہ نے جو مظلومی و غربت سے یہ گفتار ۹ ترکش سے لیا حرم نے تیر جفا کار
وہ ناوکِ خوں ریز کہ آئین سے بھی ہو پار ۹ فولاو کے پیکل لبِ سوفا رہی تیار

عمداً یہ اگر ظلم نہ تھا آہ تو کیا تھا

اس تیر کے قابل تو نہ اصغرؒ کا گلا تھا

دہ ناوک قاتل جو کماں سے ہوا باہر ۱۰
حلقوم تو اصغر کا چھدا بازوئے سرو
معصوم لپٹنے لگا شبیر سے ڈر کر
سورخ پڑے دو دل زہرا میں برابر
دونہریں بہیں خوں کی ادھر اور ادھر سے

اک باپ کے بازو سے اور اک حلق پر سے
جب بند ہوئیں زگسی آنکھیں بھی تھارا ۱۱
موقوف ہوا باپ کے چہرے کا نظار
مقتل کی طرف دیکھ کے حضرت نے پکارا
لو اے علی اکبر علی اصغر بھی سدھارا
گردن میں تو چھوٹے سے دہ ہاتھ اس کے پڑے تھے
شہ گود میں لاشا لئے حیران کھڑے تھے

کہتا ہے یہ راوی کہ میں تھا وار و صحرا ۱۲
پھر چھوٹا سا مرقد شہ مظلوم نے کھودا
اور اس میں دھرا شاہ نے ننھا سا دہ لاشا
تھا جائے کفن ہائے وہی خوں بھرا کرتا
پھیلائے لگے قبر میں جو پاؤں پر کے
تھرانے لگے ہاتھ شہ جن و بشر کے

پھر خاک بھی اس قبر میں سرور نے جو ڈالی ۱۳
اُلفت سے لحد اپنے کلیجے سے لگائی
کہنے لگے مقتل کی زمیں سے شہ عالی
اب اک مرے لاشے کی جگہ تجھ میں ہے خالی
ششاہ پر تک بھی تجھے سوپ دیا ہے
لٹوا کے گھر اپنا تجھے آباد کیا ہے

اے قبر یہ باٹو کی امانت ہے خبردار ۱۴
اے قبر یہ محتاج کی دولت ہے خبردار
یہ گوہر خاتون قیامت ہے خبردار
یہ اختر افلاک امامت ہے خبردار
اُلفت پر سید کونین سے رکھنا
اے قبر کلیجے کو مرے چین سے رکھنا

اس نوے سے بائو بھی نکل آئی کھلے سر ۱۵ اور ٹوپیاں کرتے رکھے منھ سی لحد پر
چلانے لگی بچے کی تربت سے لپٹ کر ہے ہے علی اصغر میرے منھے علی اصغر

اب قبر میں تم چین سے سوتے ہو میں واری

یا حلق کے چھد جانے سے روتے ہو میں واری



jabir.abbas@yahoo.com

مرثیہ.....مرزا دبیر

بانو پچھلے پہر اصغرؑ کے لیے روتی ہے

بانو پچھلے پہر اصغرؑ کے لیے روتی ہے ، ایک وہ جاگتی ہے خلقِ خدا سوتی ہے
سر کو بھی پینتی ہے جان کو بھی کھوتی ہے یہ عجب ہے کہ تسکین نہیں ہوتی ہے

پٹتے پٹتے بے ہوش جو ہو جاتی ہے
علی اصغرؑ علی اصغرؑ کی صدا آتی ہے

کبھی کونے میں وہ منہ ڈھانپ کے چلاتی ہے ، اور کبھی صحن میں گھبرا کے نکل آتی ہے
لوکھ پکڑے ہوئے ہر ایک طرف جاتی ہے ڈھونڈتی ہے مگر اصغرؑ کو نہیں پاتی ہے

تن کو لرزش ہے جدا اور ہے منہ زرد جدا

دل تڑپتا ہے جدا سینے میں درد جدا

کبھی کہتی ہے کہ گھر میں مرے اندھیا رہے ، علی اصغرؑ کی جدائی نے مجھے مارا ہے
ہائے میں گھر میں ہوں جنگل میں مرا پیا رہا ہے مہربانی جو کرے موت تو چھٹکارا ہے

کب تلک راتوں کو ہم نالہ و فریاد کریں

یا الہی ! علی اصغرؑ مجھے اب یاد کریں

گود پھیلا کے کبھی کہتی ہے دلبر آجا ، روح بے چین ہے آجا علی اصغرؑ آجا
دل تڑپتا ہے مرا گود کے اندر آجا فاطمہؑ کے لیے آجا پئے حیدر آجا

بوند پانی کے لیے ہائے تری جان گئی

آ میں صدقے گئی واری گئی قربان گئی

آکے سینے سے مرے سینہ لگا دو بیٹا ۵ آگ بھڑکی ہے کلیجے میں بجھا دو بیٹا
 خشک منہ اپنا مرے منہ سے ملا دو بیٹا اک نظر چاند سی تصویر دکھا دو بیٹا
 جاؤ پھر خلد میں ماں تم کو نہ بہلائے گی
 ایک دم سے نہ زیادہ تمہیں ٹھہرائے گی

لوریاں ہم تمہیں اے لال دیا کرتے تھے ۶ آپ لیٹے ہوئے جھولے میں ہنسا کرتے تھے
 گھٹنیوں گھٹنیوں گر آپ چلا کرتے تھے کرتا پکڑے ہوئے ہم ساتھ رہا کرتے تھے
 ہائے ماں باپ سے قسمت نے چھڑایا تم کو
 سونے جنگل میں مری جان سٹلایا تم کو

یاد ہر چیز تری آتی ہے اے نیک خصال ۷ مری نظروں کے تلے پھرتی ہے وہ تیری چال
 جی جی وہ بھویں اور جھنڈولے وہ بال چھوٹی چھوٹی وہ تری انگلیاں اے میرے لال
 بوئے گل آتی ہے بیٹا تیرے پیراہن میں
 خوب کھلتی تھی علی بند تری گردن میں

خلق سب سوتی ہے راتوں کو گھروں میں اپنے ۸ ہم اگر لیتے ہیں کروٹ تو قسم لو ہم سے
 نیند آتی جو پہلو میں اگر تم ہوتے تم تو اے لختِ جگر گود میں مرقد کی گئے
 یاد اُس پالنے والی کی بھلائی تم نے
 پائنتی باپ کی اے لال بسائی تم نے

ہائے اصغر نہ ترا دین ہوا ماں سے ادا ۹ بوجھ کوئی مری گردن سے نہ اُترا تیرا
 نہ تری سالگرہ کی، نہ ترا دودھ بڑھا نہ لحد تجھ کو ملی اور نہ کفن تجھ کو ملا
 تُو تو مارا گیا چھاتی لٹاؤں کس کو
 چھوٹے چھوٹے یہ شلو کے میں پنھاؤں کس کو

بین کرتی تھی یہ سر پیٹ کے بانو دکھیا ۱۰ آگے اس طرح سے ہے راوی پر غم نے لکھا
آئی اک سمت سے واں پٹینے رونے کی صدا ہر طرف بانوئے بیکس نے بہ حسرت دیکھا
رو کے کہنے لگی معلوم نہیں ہوتا ہے

کوئی بیٹھا ہوا ہمراہ مرے روتا ہے
کون ہے میری طرح دکھ میں پھنسا لے داور ۱۱ کون بیکس ہے مری طرح سے روتا آکر
یہ وہ کہتی تھی کہ یہ آئی صدا اُس جا پر اے بہو! خلد سے آیا ہے یہاں پیغمبرؐ
تیرے رونے نے اذیت مجھے پہنچائی ہے
قبر سے آہ تری مجھ کو اٹھا لائی ہے

غش ہوئی سن کے محمدؐ کا سخن وہ دکھیا ۱۲ خواب میں کیا دکھتی ہیں آئیں جناب زہراؑ
تن میں کالی کفنی بال کھلے سر ننگا خاک گیسو پہ پڑی اور لہو منھ پہ لگا
لب پہ فریاد ہے دریائے الم جوش میں ہے
لاش اک ننھی سی اُس بی بی کی آغوش میں ہے

پیٹ کر سر کو یہ کہتی تھی بتولِ عذرا ۱۳ لے بہو دیکھ لے تو اپنے پسر کا لاشا
ہے مری گود کے اندر ترا بھولا بھالا خلد سے تیرے دکھانے کو ہے آئی زہراؑ
کوئی اس طرح بھلا راتوں کو چلاتا ہے
سُن کے اصغرؑ ترے رونے کو ترپ جاتا ہے

غش میں بانو نے جو یہ فاطمہ زہراؑ سے سنا ۱۴ ہاتھ پھیلا دیے اور گود میں اصغرؑ کو لیا
منھ سے منھ اس کے ملا اور لبوں کو چوما خوب لپٹا کے کلیجے سے یہ رورو کے کہا
تھی جدائی نے تری آگ لگائی بیٹا
تم نے وہ آگ مرے دل کی بجھائی بیٹا

مرثیہ..... محمد تقی اختر

رن میں آبرو کماں کی آمد ہے

رن میں آبرو کماں کی آمد ہے ۱ | اصغر بے زباں کی آمد ہے
 بھوکے کی ناتواں کی آمد ہے ۲ | پیاسے کی نیم جاں کی آمد ہے
 نہیں خیمہ میں شورہ ہوتا ہے
 وعدہ ان کا بھی پورا ہوتا ہے
 بیاس نے کر دیا ہے یہ عالم ۳ | غش پہ غش آتے ہیں انھیں پیہم
 ہلتے ہیں ہاتھ پاؤں بھی کم کم ۴ | سینہ میں اب نہیں سماتا دم
 غم سے ماتم زدوں کو سکنا ہے
 ننھا سید پڑا سکتا ہے
 سینہ گرمی کے مارے جلتا ہے ۵ | ننھا سا دل پڑا اچھلتا ہے
 دم بدم رنگ کو بدلتا ہے ۶ | بس نہیں کچھ کسی کا چلتا ہے
 نام پانی کا سب جو لیتے ہیں
 ننھ کو گھبرا کے کھول دیتے ہیں
 رو کے کہتی ہے بانوئے دلگیر ۷ | میں کدھر جاؤں کیا کروں تدبیر
 ہائے بچے مرے تری تقدیر ۸ | نہ تو پانی ملا تجھے نا شیر
 لشکرِ شام باس جاؤں کی
 حال بے شیر کا سناؤں گی

کہوں گی جا کے ہوں میں سیدانی ۵ دیکھو مرتا ہے یہ مرا جانی
تنگی کی ہے اس پہ طغیانی واہ کیا خوب کی ہے مہمانی
کرو سیراب لال کو میرے

پانی دو نونہال کو میرے
فضہ چلاتی ہے حسین آؤ ۶ پانی بے شیر کو پلاؤ
اپنی بہنوں کو آکے سمجھاؤ علی اکبر کا پڑسا دے جاؤ
آؤ برپا کرو غم اکبر
مرگ اصغر ہے ماتم اکبر

خیمہ میں آئے سرور عالم جھولے سے بے زباں کو لائے حرم
شہ نے دیکھا کہ ہے لبوں پر دم رو کے ارشاد یہ کیا پیہم
مرے جانی مرے جگر آؤ
چلو میدان کی سیر کر آؤ

اے مرے پیارے اے مرے بے شیر ۸ جانتا ہوں میں یکس و دلیر
شدنی ہے قضائے رب قدیر پانی تجھ کو نہ دے گی قوم شریر
خیر میں اتنا کام کرتا ہوں
جا کے حجت تمام کرتا ہوں

کہہ کے یہ روئے سرور ذبیحہ ۹ لیا ہاتھوں پہ اپنا غیرت ماہ
کیا پنہاں عبا میں خاطر خواہ اور کہا لا الہ الا اللہ
لے کے پیاسے کو اشک بار چلے
پشت خم کر کے بیقرار چلے

شہ نے دامن جو رخ سے سرکایا ۱۰ نور نے جلوہ رخ کا چکایا
لشکر ابن سعد چلایا چاند بدلی سے لو نکل آیا
شہ کے ہاتھوں پہ مہ لقا دیکھا

ید بیضا کا معجزہ دیکھا
رو کے کہنے لگے امام غیور ۱۱ غافلہ کچھ نہیں ہے تم کو شعور
تم سمجھنا نہیں خدا کو دور میرے بچے کا کچھ نہیں ہے قصور
بے گنہ کی نہ جان لو یارو
میرے کہنے کو مان لو یارو

اس کا دادا ہے ساقی کوثر ۱۲ آج پانی دو ہوگا کل محشر
آؤ گے تم جو پیاسے اُس جا پر میں بھی ضامن ہوں اور مرا اصغر
جام کوثر سے بھر کے لائے گا
پیاس تم لوگوں کی بجھائے گا

ظالمو واسطہ پیہر کا ۱۳ دم نکلتا ہے میرے دلبر کا
تر کرو حلق میرے اصغر کا جام دوں گا میں تم کو کوثر کا
حُر ملہ بولا آب ملتا ہے
ٹھہرو ٹھہرو جواب ملتا ہے

لے کے دوٹانک کی کماں بے پیر ۱۴ آیا نزدیک اصغر بے شیر
تا کا حلقوم آہ جوڑ کے تیر متیر ہوئے شہ دگیر
بچے کو گود میں چھپانے لگے
پشت مثل کماں جھکانے لگے

بولے کرتا ہے کیا غضب ظالم ۱۵ مارتا کیوں ہے بے سبب ظالم
پانی مانگیں گے ہم نہ اب ظالم سنتا تھا شہ کا کہنا کب ظالم

تیر ابرو کمان کو مارا

چھ مہینے کی جان کو مارا



jabir.abbas@yahoo.com

مرثیہ..... مرزا محمد جعفر اوج (فرزند مرزا دبیر)

جب وارثِ خلیل شہِ کربلا ہوئے

جب وارثِ خلیل شہِ کربلا ہوئے ۱
پھر ثانی ذبح تمام اقرباء ہوئے ہدیے شہِ بُدا کے قبولِ خدا ہوئے

آئی ندا جو چاہتے ہو کارساز کو

ششماہ طفل نذر کرو بے نیاز کو

کی عرض شہ نے بارِ خدا یا ابھی ابھی ۲
گھر میں گیا حسین اور آیا ابھی ابھی اُن کو بھی قتل گہ میں بسایا ابھی ابھی

پر زخم کونسا ہو گلوئے صغیر میں

خنجر میں ہے ثواب زیادہ کہ تیر میں

اکبر تھا ملکِ خالقِ اکبر حسین کون ۳
عار بھی ہے امانتِ داود حسین کون اہلِ حرم کا گھر ہے ترا گھر حسین کون

چاہا بسایا یا کہ اُجاڑا ملال کیا

بندے کو اس میں چوں و چرا کی مجال کیا

قطرے کا آج قلمِ رحمت سے ہے وصال ۴ قابل ترے ملے کوئی تحفہ یہ ہے محال
نذرانہ ملازمت رب ذوالجلال سوچا ہوں اپنے حسبِ لیاقت میں خستہ حال
دو ہدیے لاؤں بارگاہِ کردگار میں

سر ہاتھ میں ہو لاشہ اصغر کنار میں
فرزند کو خلیل نے قربان جب کیا ۵ تحفہ غذا کھلائی اور آبِ خنک دیا
اصغر نے دو ہدیے بھی کئی دن سے نہیں پیا ۶ تڑپے نہ تیر کھا کے تو ہے شانِ کبریا
چشم قبول اس پہ ہو رب جلیل کی
یہ نذر آخری ہے حقیر و ذلیل کی

آئی ندا کہ تم ہو دو عالم کے افتخار ۶ خاتم تمہارے نانا تھے آدم کے افتخار
تم ہو خدا کے فضل سے خاتم کے افتخار ۷ کرسی کے زیب عرش معظم کے افتخار
بندے مری خدائی کا تو زیب و زین ہے
دونوں جہاں میں ایک خدا اک حسین ہے

آنکھوں سے مثل اشک چلے حکم حق پہ شاہ ۷ ماتم سرا میں آتے ہی ہر سمت کی نگاہ
پوچھا کہاں ہے ہدیہ مقبول بارگاہ ۸ نذر خدا امانتِ حق فدیہ الہ
بولے حرم انھیں کو تو ہم لوگ روتے ہیں
فدیہ خدا کے گنج شہیداں میں سوتے ہیں

بانوئے ناعرا کو حضرت نے دی صدا ۸ اے ہاجر زمانہ پیغمبر ہوا
اللہ کی کینز تو ازلی پہ ہو خدا ۹ آیا ہوں تیرے پاس فرستادہ خدا
اکبر تو کب کے داخل دربارِ رب ہوئے
لوا ب تمہارے ہنسلیوں والے طلب ہوئے

جھولے سے تشنہ لب کو جولائی وہ خستہ تن ۹ ہاتھوں پہ لے کے رونے لگے شاہ بے وطن
ٹپکے جو منہ پہ نیچے کے اشکِ شہِ زمیں پانی سمجھ کے کھول دیا پیاسے نے دہن

پھڑائے لب تو ہو گئے پانی کی آس میں

پر کھل سکی نہ آنکھ نقاہت سے پیاس میں

المدعا رواں ہوئے رن کو شہ ہڈا ۱۰ ہاتھوں پہ بچے بچے پر اُجلی سی اک ردا
بچے کی موت بڑھ کے یہ دیئے لگی ندا جلا دو آؤ لاتے ہیں شہِ فدیہ خدا

اُمت کے شیر خواروں پہ احسان کرتے ہیں

اب دودھ پیتے بچے کو قربان کرتے ہیں

بچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب مستغینا نہ اہلِ جفا سے کیا خطاب
پانی کا ماتی نہیں ابنِ البوتراب ۱۱ استغفر اللہ آلِ نبیؐ اور سوالِ آب

دیتا ہے جو سبھوں کو اسی سے سوال ہے

منظور ہے زبان کا اظہارِ حال ہے

دو اک قدم کی ہو جو نہ تکلیف ناگوار ۱۲ آنکھوں سے اپنے دیکھ لو احوالِ شیر خوار
آگے بڑھے جو اُن سے ہو ہو کے شرمسار چادر لٹ دی شاہ نے چہرے سے ایک بار

دیکھا تو شہ کے ہاتھوں پہ بچہ نڈھال تھا

بجھتے ہوئے چراغ کی لوکا سا حال تھا

بولے حسینؑ دیکھ چکے وہ پکارے ہاں ۱۳ فرمایا پھر حمیتِ اسلام ہے کہاں
ہے جاں بلبِ عطش سے تہارا یہ مہماں طالب نہیں صراحی و ساغر کا بے زباں

مشہور ان کے گھر کی قناعت ہے خلق میں

دو چار قطرے پانی کے ٹپکا دو حلق میں

اُترے بھی یا نہ اُترے بھی پانی گلے سے اب ۱۴ تالو سے لگ گئی ہے زباں اور لب سے لب
پوری یہ بات کہہ نہ چکے تھے شہ عرب ننھے گلے پہ تیر لگا آکے ہے غضب
کھاتے ہی تیر سانس گلے میں اٹک گئی
ہاتھوں سے شہ کے بچے کی گردن ڈھلک گئی
رگڑے یہ ننھے پاؤں کہ گھنکر و نکل پڑے ۱۵ منہ سے اگوتھے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے
ہو ہو کے ڈھیلے جوشن باز و نکل پڑے حیدر جناں سے کھول کے گیسو نکل پڑے
شہ بولے قدر بڑھ گئی مجھ دل ملول کی
نذر حسینؑ ربؑ علانے قبول کی
یہ کہہ کے آئے گنج شہیداں میں بیقرار بیٹھے زمیں پہ بر میں لئے لاش گلزار
ممکن نہ گور کن تھا نہ کوئی معین و یار ۱۶ آخر لحد کے کھودنے کو نکلی ذوالفقار
منظور ہے جو شہ کو رضا کردگار کی
منٹھی سی قبر کھودتے تھے شیر خوار کی
پھر صاف کر کے ہاتھوں سے اصغر کی خواب گاہ ۱۷ باندھا عمامہ ننھا سامیت کے سر پہ آہ
اور قبلہ رولحد میں لٹا کر پکارے شاہ جلدی ہمیں بلائیو اے فدیہ الہ
پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے لحد شیر خوار پر



مرثیہ..... تعشق

حسینؑ خیمہ سے اصغر کو لے کے جاتے ہیں

حسینؑ خیمہ سے اصغر کو لے کے جاتے ہیں ۱ | وفور ضعف سے بے شیر کو غش آتے ہیں
جب آنکھ کھلتی ہے سوکھی زبان دکھاتے ہیں خوشی ہے مرنے کی ایسی کہ مسکراتے ہیں

وفور شوق میں رن کی طرف ہمتے ہیں

ہر ایک گام پہ مڑ مڑ کے ماں کو تکتے ہیں

بلائیں لے کے یہ کہتی ہے بانو نے مضطر ۲ چلے ہو پہلے پہل آج گھر سے تم باہر
فدا ہو لالہ یہ مادر تمہاری الفت پر نگاہ بد سے بچائے تمہیں خدا اصغرؑ

بہت نہ دشت میں عرصہ لگاؤ بیٹا

نثار ہو گئی ماں جلد آؤ بیٹا

عجیب حال ہے صدقے گئی مرے دل کا ۳ ردا اڑھائے ہوئے لے چلوں لب دریا
چلوں میں ساتھ جو بابا سے پوچھ لو بیٹا کڑی ہے دھوپ بہت گرم چل رہی ہے ہوا

کمال چاند سا منہ ہے اداس اے اصغرؑ

خدا بجھائے تمہاری یہ پیاس اے اصغرؑ

تمہاری پیاس سے بیٹا ہے صدمہ جہاں کاہ ۴ یقین ہے کہ ترس کھائیں دیکھ کر گمراہ
پلائیں اب یہ توفیق دے انھیں اللہ عجیب پیاس سے کہتے ہیں منہ کو دیکھ کے شاہ

خیام میں تجھے تقدیر اب نہ لائے گی

یہ تیری پیاس وہ ہے جان لے کے جائے گی

جگر کو ہاتھوں سے پکڑے ہیں بانوئے خوشو ۵ دعائیں پڑھتی ہیں ہر بار تمام کر بازو
گلے کو چوم لیا جب ٹپک پڑے آنسو عجب پیار سے کہتی ہیں اے مرے مہر و

کچھ اختیار نہیں دل ہے بیقرار اصغرؑ

میں تیری پیاس کے صدقے ترے نثار اصغرؑ

کیسے دکھاؤں میں صدمہ جو ہے مرے دل پر ۶ ابھی تو لال سدھارے نہیں ہو تم باہر
ہنسی خوشی تمہیں آنا نصیب ہو اصغرؑ لٹا ہوا نظر آتا ہے مجھ کو سارا گھر

اوجاڑ ابھی سے مری آنکھ میں یہ بستی ہے

تمہارے جھولے پہ کیا بیکسی برستی ہے

سوال آب کو جاتے ہو ماں تمہارے نثار ۷ تمہارے سن پہ کرے رحم ایزد غفار
کہاں یہ دھوپ کہاں تم کہاں یہ گرد و غبار یہ اضطراب میں کہتی ہیں شاہ سے ہر بار

ضرور آب انھیں اشقیاء پلائیں گے

اجل یہ کہتی ہے گردن پہ تیر کھائیں گے

عجب یاس سے کہتے ہیں سید والا ۸ یہ اضطراب ہے ناحق کرو خدا سے دعا
پھر آئیں گے علی اصغرؑ اگر وہ چاہے گا کچھ اختیار کسی کا نہیں جب آئے قضا

جگر پہ داغِ علمدار کا سہا ہم نے

جوان مر گئے اکبرؑ تو کیا کیا ہم نے

ترپ کے خاک پہ توڑا ہمارے آگے دم ۹ چلا نہ زور کلیجہ پکڑ کے رہ گئے ہم
نگاہ یاس سے دیکھا ادھر ادھر پیہم ہزار حیف گبا تشنہ کام سوائے عدم

قضا ٹلی نہ بہت ہم نے غیر حال کیا

ہماری گود میں سر تھا جب انتقال کیا

کہا جواب میں بانو نے یہ بجا ہے حضور ۱۰ میں کیا کروں کہ نہیں مانتا دل رنجور
مجھے حواس نہیں کچھ یہ رنج کا ہے وفور یقین ہے علی اصغر شہید ہوں گے ضرور

خیام میں نہ پھر آئیں گے جا کے مقتل میں

چھڑا کے مجھ سے قضا لے چلی ہے جنگل میں

ابھی سے چھائی ہے چہرے پر مُردنی صاحب ۱۱ سفر میں کیا مرے بچے پہ آہنی صاحب
عمیاں ہیں چہرے سے آثارِ جاں کنی صاحب ۱۱ شنگروں نے عجب کی ہے دشمنی صاحب

اب ان کو دیکھ کے جینے سے یاس ہوتی ہے

کہیں جہاں میں ایسی بھی پیاس ہوتی ہے

بدن ہے سرد چھپائے رہو عبا میں ذرا ۱۲ کہ ان کے واسطے اچھی نہیں یہ گرم ہوا
پلک جھپک نہیں سکتی یہ ضعف ہے کیسا ۱۲ عجیب حال ہے اب تو بتاؤ کوئی دوا

خدا کے واسطے رونے کو کم کرو صاحب

دعائیں تم مرے بچے پہ دم کرو صاحب

پکارتی ہیں کبھی ہو کے اشکبار اصغر ۱۳ مجھے تو دیکھ ذرا میں ترے نثار اصغر
بہت یہ پالنے والی ہے بے قرار اصغر ۱۳ چلوں گی ساتھ نہیں دل پہ اختیار اصغر

خدا بچائے عدو فوجِ شام ہے بیٹا

نہیں یہ پیاس قضا کا پیام ہے بیٹا

قریب پردہ عصمت سرا جو پہنچے شاہ ۱۴ وفور غم سے ہوا اور ماں کا حال تباہ
لگی دہاں و گلوچو منے جو وہ ذبیحہ ۱۴ عجیب یاس سے مادر پہ کی پر نے نگاہ

کیا اشارہ کہ نہرِ لبں پہ جائیں گے

چلے ہیں ایسے کہ امان ہم اب نہ آئیں گے

بلائیں لے کے یہ ماں نے کہا خدا حافظ ۱۵ ترے ہیں دشمن جاں اشقیا خدا حافظ
مجھے خیال رہے گا بڑا خدا حافظ تمہاری جان کا اے مہ لقا خدا حافظ

لگی ہے پیاس بہت خلیہ کو بساؤ گے

مجھے یقین ہے تم ماں کو چھوڑ جاؤ گے

خدا کرے کہ مبارک ہونہر کا جانا ۱۶ نصیب ہو تمہیں مادر کے پاس پھر آنا
ذرا سا آب سکینہ کہ واسطے لانا یہ چاہتی ہوں اگر بھائی کو کہیں پانا

مری طرف سے برادر کو پوچھیو بیٹا

بہت بہت علی اکبر کو پوچھیو بیٹا

مرا پیام یہ کہہ دیجو مرے ناداں ۱۷ تمہارے واسطے بھائی تڑپ رہی ہے ماں
مرا بھرا ہوا گھر تم نے کر دیا ویراں تمام حق محبت بھلا دیئے مری جاں
پھرائی آنکھ بہار آتے ہی جوانی کی

یہ تم نے پالنے والی کی قدردانی کی

عجیب درد سے روتی تھیں بانوئے مضطر ۱۸ سب اہل بیت کھڑے پیٹتے تھے سیدہ دوسر
قریب در جو گئے شہ پیا ہوا محشر تڑپ کے رہ گئی مادر چلے گئے اصغر

رہے نہ فرط الم سے حواس بیٹھ گئیں

جگر کو تھام کے پردے کے پاس بیٹھ گئیں

پسر کو سینے سے لپٹائے تھے شہ ابرار ۱۹ پہنچ گئے جو قریب سپاہِ بد اطوار
اٹھائے ہاتھوں پہ اصغر کو دی صدا اک بار یہ شیر خوار ہے دل بند احمد مختار

پلائے آب کوئی حق شناس ہے یارو

مسافری ہے کئی دن کی پیاس ہے یارو

میں اپنے واسطے طالب نہیں ہوں پانی کا ۲۰ دیانہ آب مجھے گر تو تم نے خوب کیا
 کسی طرح کا نہیں ہے حسینؑ کو شکوہ فساد مجھ سے ہے لڑکوں کو ان میں دخل ہے کیا
 صغیر ہیں ابھی اصغر ذرا شعور نہیں
 یہ بے قصور ہیں ان کا کوئی قصور نہیں

دور تشنہ دہانی سے اب یہ ہیں آخر ۲۱ تمام موت کے آثار رخ پہ ہیں ظاہر
 کسی سے کام ہے کیا میں تو آپ ہوں حاضر مسافروں کی بھلا کوئی تو کرو خاطر
 مقام رحم ہے اتنا کہا کرو میرا
 پلاؤ آب انھیں سر جدا کرو میرا

یہ کہہ رہے تھے ابھی فوج سے شہ صفر ۲۲ کسی نے تیر لگایا جو خلق اصغر پر
 تڑپ کے سرور دیں سے لپٹ گئے اصغرؑ فلک کو دیکھ کے گویا ہوا علی کا پسر
 کوئی قصور نہ اسے ذوالجلال تھا میرا
 اسی جواب کے قابل سوال تھا میرا

حسینؑ نے تو کچھ ایسا نہیں کہا مالک ۲۳ امیدوار ہوں میں صبر کر عطا مالک
 نہیں ہے تاب کلیجہ نکل گیا مالک کچھ ان جفاؤں کی آخر ہے انتہا مالک
 لگا ہے تیر اب ان سے دم جدائی ہے
 ابھی ابھی علی اکبرؑ کی لاش اٹھائی ہے

گلے سے تیر کو جب کھینچنے لگے شیر ۲۴ پھر اے زگسی آنکھوں کو غش ہوا بے شیر
 زمین پہ بیٹھ گئے قبلہ رو شہ دلگیر لہو کی دھار چھٹی خلق سے جو نکلا تیر
 لباس دلبر زہرا لہو میں ڈوب گیا
 صغیر کا بھی شلوکا لہو میں ڈوب گیا

گلے لگائے ہوئے منہ کو دیکھتے تھے شاہ ۲۵ کہ لیس صغیر نے دو چار ہچکیاں ناگاہ
لپٹ کے شاہ سے اصغر نے لی جو خلد کی راہ پکارے اشہدان لا الہ الا اللہ
ربی نہ تاب تمام اہل شام رونے لگے

لٹا کے خاک پہ لاشہ امام رونے لگے
وہ منزلوں تک اُداسی وہ لق و دق صحرا ۲۶ دھرا ہوا تھا شہ دیں کے سامنے لاشا
حسینؑ روتے تھے بیٹھے ہوئے تن تنہا دھرا تھا خاک پہ منہ سوسے قبلہ میت کا
اٹھا کے ہاتھوں کو شہ آہ سرد بھرتے ہیں
دعاے بخشش امت حسینؑ کرتے ہیں

ہوائے تند سے جو گرد اُڑ رہی تھی کمال ۲۷ حسینؑ لاش کو بیٹھے ہلاتے تھے رومال
وہ چاند سا رخ اصغر لہو سے گرتا لال چمک رہے تھے جو گردن کے طوق مثل ہلال
کمال شاہ کو آتا تھا پیار روتے تھے
گلے کو چوم کے بے اختیار روتے تھے

عجیب صابر و شاکر تھے سید خوش خو ۲۸ خدا کا شکر بجالائے پونچھ کر آنسو
کہا کہ بہل ہے سب کچھ اگر معین ہے تو نہ ایک دوست کو دیکھا نظر جو کی ہر سو
کسی سے کچھ نہ کہا فاطمہؑ کے دلبر نے
بنالی تیغ سے بیٹے کی قبر سرور نے

اٹھا کے کانپتے ہاتھوں پہ لاشہ اصغرؑ ۲۹ کنارے قبر کے بیٹھے امام جنؑ و بشر
کہا یہ لاش کا منہ دیکھ کر کہو دلبر لحد میں آج تمہیں نیند آئے گی کیوں کر
گلے لگا کے دعائیں دیا کیئے شبیرؑ
اُپر کی لاش سے باتیں کیا کیئے شبیرؑ

یہاں تھے دفن کی تدبیر میں شہ اکرم ۳۰ وہاں کھڑے ہوئے ڈیوڑھی میں پیٹتے تھے حرم
پکاری بانوئے مضطر کہ یا امام ام زمین گرم پہ بیٹھے ہیں کیوں حضور اس دم
عجب خیال دلوں میں یہاں گزرتے ہیں

پکارے شہ علی اصغر کو دفن کرتے ہیں

لٹائیں قبر میں چاہا جو ابن حیدر نے ۳۱ ملی بدن پہ بیابان کی خاک سرور نے
پسر کو قبر میں رکھا نبی کے دلبر نے کیا مزار کو روشن جمال اصغر نے =
پسر کا حسن جو زہرا کے ماہ نے دیکھا
عجیب پیار سے تادیر شاہ نے دیکھا

پسر سے کہنے لگے جھک کے پھر امام انام ۳۲ ہماری سمت سے دادا کو دیجو یہ پیام
دعا ہے آپ کے پاس آئے جلد یہنا کام بہت دنوں سے تڑپتا ہے دیکھنے کو غلام
جو حال ہے حسنِ مجتبیٰ نے کہہ دینا

سلام شوق ہمارا پیچا سے کہہ دینا

یہ کہہ کے خاک گرانے لگے شہ صفدر ۳۳ نظر سے جبکہ نہاں ہو گئے علی اصغر
زمین کانپ گئی روئے اس طرح سرور تڑپ کے منیمہ سے باہر نکل پڑی مادر
زمین اُڑانے لگی خاک آسمان روئے

بنا کے قبر پر شاہ انس و جان روئے

ابھی تھے ماتم اصغر میں سید ابرار ۳۴ جو گرد آگئے تلواریں کھینچ کر کفار
سناں و تیر کے ہونے لگے حسینؑ پہ وار کسی کی فرقِ مطہر پہ چل گئی تلوار

ہجوم فوج ہے تیغوں کے وار ہوتے ہیں

جگر سے تیر سم آلودہ پار ہوتے ہیں

تمام جسم ہے زخمی عجیب حالت ہے ۳۵ چبار ہے ہیں زبان تشنگی کی شدت ہے
یہی ہر ایک لعین سے کلام حضرت ہے پلاؤ آب کد اب تم سبھوں سے رخصت ہے

دم اخیر ہے سارے سفر کے سامان ہیں

تمہارے ہم نفس چند اور مہمان ہیں

ہمیں تو آپ ہے جلدی کہ ہو جدا کہیں سر ۳۶ جوان مر گئے اب کیا کریں ہم جی کر
کبھی یہ جھک کے پکارے سوے مزار پر تمہیں نہ چھوڑیں گے تنہا ہم اے علی اصغر

اجل قریب ہے دنیا سے ہاتھ اٹھاتے ہیں

تمہارے پاس بہت جلد ہم بھی آتے ہیں

گھرے ہوئے تھے لعینوں میں سید ذبیحہ ۳۷ عجب عجب سخن یاس کر رہے تھے شاہ
کہ ایک تیر لگا آ کے خلق پر ناگاہ سیاہ ہو گئی دنیا تمام پیش نگاہ
اک آہ کھینچ کے خاموش ہو گئے شبیر
جگر کو تھام کے بے ہوش ہو گئے شبیر

زمین گرم پہ غش میں پڑے تھے سرور دیں ۳۸ بڑھاپے سے گلا کاٹنے کو شر لعین
سپہر کانپ گیا اہل گئی تمام زمیں بتول پیٹ کے رونے لگیں سر بالیں
طیور خاک پہ گر گر کے جان کھونے لگے

حسین تشنہ دہن رن میں ذبح ہونے لگے

یہاں تو خلق پہ چلتی تھی شر کی تلوار ۳۹ وہاں کھڑی ہوئی تھیں در پہ زینب ناچار
ہوا جو تن سے جدا فرق سید ابرار بجائے فتح کے باجے سپاہ نے اک بار

رہی نہ تاب کھلے سر نکل پڑیں زینب

ردا کو پھینک کے باہر نکل پڑیں زینب

پکارتی تھیں کہ بھائی ہوئی تباہ بہن ۴۰ ملا نہ آب سدھارے جہاں سے نشہ دہن
پرائے شہر میں ہوں دور ہے یہاں سے وطن تمہارے واسطے بھائی کہاں سے لاؤں کفن

عدو ہیں سب نہ رہا ہائے مہرباں کوئی

ہمارا پوچھنے والا نہیں یہاں کوئی

یہ کہہ رہی تھیں کھڑی رن میں دختر حیدر ۴۱ چڑھایا نیزے پہ کفار نے سر سرور
عجیب پیار سے بھائی نے کی بہن پہ نظر پکاری لے کے بلائیں یہ زیب مضطر

کیا شہید لعینوں نے بے خطا تم کو

بہن کے چاہنے والے یہ کیا ہوا تم کو

بیان حضرت زینبؓ سے روتے تھے اعدا ۴۲ ہر ایک سمت کو صحرا میں حشر تھا برپا
قلم کو روک تعشق کہ اب ہے جوش بگا دعا یہ مانگ کہ اے بادشاہ ہر دوسرا

نظر نہ میرے گناہوں پہ کیجیو آقا

خبر غلام کی تربت میں لیجیو آقا



مرثیہ.....تعشق

ماں سے اصغر وداع ہوتے ہیں

ماں سے اصغر وداع ہوتے ہیں ، دیکھنے والے جان کھوتے ہیں
 حرم اشکوں سے منہ کو دھوتے ہیں منہ پہ منہ رکھ کے شاہ روتے ہیں
 دن کو جاتے ہیں ماں بلاتی ہے
 ہاتھ پھیلائے ساتھ آتی ہے
 دم بدم یہ زبان پہ ہے جاری م علی اصغر کہاں چلے واری
 ہے وہاں جمع فرقہ ناری حافظ و ناصر ایزد باری
 عمر خالق سوا نصیب کرے
 گھر میں آنا خدا نصیب کرے
 خوب اس وقت مجھ کو یاد آیا م واں ملاقات ہو جو ماہ لقا
 بھائی کو پوچھ دیجو بیٹا کہیو ماں نے تمہیں کہی ہے دعا
 دھیان اتنا رہے ذرا اصغر
 جی تو اچھا ہے پوچھنا اصغر
 علی اصغر یہ ماں ترے قربان م بہنیں منتظر یہ کیجیو بیان
 ہے پھوپھی کو بڑا تمہارا دھیان ساری تم میں لگی ہوئی ہے جان
 کہیو دل غم سے چور ہے بھائی
 دیکھ آنا ضرور ہے بھائی

رنج سے دل بہت پریشاں ہے ۵ ہر گھڑی سر ہے اور گریاں ہے
دل سے باتیں ہیں چشم گریاں ہے سر ہے زانو پہ منہ پہ داماں ہے
شکوہ غم نہ فکر راحت ہے

خاک پر بیٹھنے سے رغبت ہے
ضعف سے منہ ہے زرد تر آنکھیں ۶ بند رہتی ہیں بیشتر آنکھیں
ڈھونڈھتی ہیں تمہیں مگر آنکھیں پہروں رہتی ہیں سوے در آنکھیں
برچھیاں قلب سے گزرتی ہیں
ایسے جاں سوز بین کرتی ہیں

رنج و غم نے یہ شکل دکھلائی ۷ چشم تر سے جدا ہے بینائی
شاہ سے پوچھتی ہیں کیوں بھائی میرے بچے کی کچھ خبر آئی
کس طرف کو گیا خدا جانے
یہاں کی راہیں بھلا وہ کیا جانے

مینہ برستا ہے دیدہ تر سے ۸ جب سے رن کو گئے ہو تم گھر سے
منہ لپیٹے پڑی ہیں چادر سے کہتی ہیں اب چھٹے ہم اکبر سے
ہے تمہارا خیال روتی ہیں
دل سے رہ رہ کے باتیں ہوتی ہیں

ہر گھڑی ہے صدا علی اکبر ۹ سر و قد منہ لقا علی اکبر
میرے گلگوں قبا علی اکبر تجھ کو لائے خدا علی اکبر
آبنے جب تری جوانی پر
خاک ہے میری زندگانی پر

پہرول روتے ہیں منہ کوڑھانپ کے سب ۱۰ نام لے کر پکارتی ہیں جب
چین پھپھو کو ایک دم ہے کب ماں کے دل کو بھی ہے کمال تعب

ہر کوئی آہ سرد بھرتا ہے

سارا گھر تم کو یاد کرتا ہے

یاد رکھو ذرا مرا پیغام ۱۱ کہیو بھائی سے لے کے میرا نام

تم سے شکوہ ہے ماں کو اے گلفام ہے مری جان بڑے عجب کا مقام

قدر کی خوب واہ واہ تم نے

ماں کو دل سے بھلا دیا تم نے

ایسے تو لال تم نہیں نادان ۱۲ خیر گو میں نہیں کوئی مری جان

کچھ پھوپھی کی بھی محنتوں کا ہے دھیان علی اکبرؑ یہ کیا کہے گا جہان

سب سے خوب الفت ایک بار گئی

یہی ہوتا ہے میں غار گئی

میرے دلبر بس اب چلے آؤ ۱۳ مہ انور بس اب چلے آؤ

جانِ مادر بس اب چلے آؤ علی اکبرؑ بس اب چلے آؤ

سب تمہارا مزاج جانتے ہیں

خیر بیٹا کہا بھی مانتے ہیں

خفگی ہو چکی علی اکبرؑ ۱۴ ہیں پھوپھی کے بہت سے حق تم پر

کیا ہوا ہے سمجھ کو اے دلبر دل میں دل ڈال دے یہ ماں کیونکر

سب سے دوری تمہیں خوش آئی ہے

دل میں بیٹا یہ کیا سمائی ہے

کہہ چکیں جب یہ بانوئے دلگیر ۱۵ علی اصغر کو لے چلے شبیر
 رنج کا ماں کے دل پہ چل گیا تیر منہ پہ منہ رکھ دیا یہ کی تقریر
 نہ کہیں بھول جائو بیٹا
 بھائی کو لے کے آئیو بیٹا

بچے نزدیک در جو شاہ زماں ۱۶ کس قدر بیقرار ہو گئی ماں
 اشک کا چشم سے اٹھا طوفاں بیٹھ کر اس طرح ہوئی نالاں
 رشک گل رشک باغ جاتا ہے
 میرے گھر کا چراغ جاتا ہے

پہلے تو گرد سات بار پھری ۱۷ شہ چلے اور وہ سوگوار پھری
 صورت ابر اشکبار پھری دل کے مانند بیقرار پھری
 سچ ہے کیا داغ دے گئے اصغر
 ماں کو تکتے چلے گئے اصغر

نکلے خیمہ سے بس امام زمن ۱۸ رُخ اصغر ہوا جو سایہ فگن
 ہو گیا دشت غیرت گلشن ہر طرف رن میں تھی بہار چمن
 شور تھا کس طرف سے حور گئی
 بو شلوکے کی دور دور گئی

چاند سے رُخ کا تھا عجیب جمال ۱۹ بڑھ کے ماتھے تک آگئے تھے بال
 سرخ تھے دھوپ میں وہ پھول سے گال پوچھیے ماں کے دل سے اُن کا حال
 پرتو رُخ جو زیر دامن تھا
 چاندنی میں چراغ روشن تھا

ہے نیا رنگ روئے روشن میں ۲۰ سیڑیوں گل ہیں شہ کے دامن میں
 عطر کی بو ہے پھول سے تن میں ہنسیوں کا وہ حُسن گردن میں
 نیند سے کیا مزا ہے آنکھوں میں
 سرمہ پھیلا ہوا ہے آنکھوں میں

کان میں دُر ہیں یا ستارے ہیں ۲۱ بال مادر نے خود سنوارے ہیں
 میلے کپڑے ابھی اُتارے ہیں باپ کی جان ماں کے پیارے ہیں
 حُسن جلوہ نیا دکھاتا ہے
 دشمنوں کو بھی پیار آتا ہے

گوری گوری جبیں ہے غیرت ماہ ۲۲ کیا کھلی ہیں بھنویں سیاہ سیاہ
 سر پہ کس لطف سے دھری ہے کلاہ پلکیں کیسی گھنی گھنی ہیں واہ
 دور جس دم وہ ماہ ہو جائے
 ماں نہ کیونکر تباہ ہو جائے

وہ شلو کے کی گل سے تن میں بہار ۲۳ ہوں تصدق چمن ہزار ہزار
 بہنیں قربان ہیں تو ماں ہے ثار اب کوئی دم میں ہوں گے زیبِ حزار
 ماں سے چھوٹیں گے جان کھوئیں گے
 آج اکیلے لحد میں سوئیں گے

بازوں میں جلوہ گر تعویذ ۲۴ واہ زیبا ہیں کس قدر تعویذ
 فیض بازو سے گل ہے ہر تعویذ آج کھل جائیں گے مگر تعویذ
 یہ تہِ خاک چھاؤں میں ہوں گے
 نہ کڑے ہاتھ پاؤں میں ہوں گے

سینے پر کیا ہے خوش نما ہیکل ۲۵ گل کے ہاروں سے ہے سوا ہیکل
 ہے عجب قدرتِ خدا ہیکل چشمِ مادر کی ہے ضیا ہیکل
 زیبِ گردن کیا ہے مادر نے
 کس خوشی سے لیا ہے مادر نے

آنکھیں ہیں بند ضعف ہے ایسا ۲۶ سرد کرتی ہے تن کو گرم ہوا
 پھول سے تن کو بار ہے گرتا رنگِ سونلا گیا ہے چہرے کا
 دست و پا سرد ہیں نقاہت سے
 سست ہیں تشنگی کی شدت سے

وہ خطرناک وادی پر خار ۲۷ وہ درندوں کا غل سوے گھسار
 وہ ہوا سے خروش میں اشجار دل دھڑکتا ہے سینے میں ہر بار
 تیز چلتی ہے جو ہوا رن میں
 شہ چھپائے ہوئے ہیں دامن میں

نظر آیا جو سامنے دریا ۲۸ دل بھر آیا کہ رو دیئے مولا
 غم ہوا تشنگیِ اصغر کا بڑھ کے دی فوجِ شام کو یہ صدا
 غش پڑے ہیں یہ حال ہے ان کا
 سنتے ہو کچھ سوال ہے ان کا

کہتے ہیں ہم تمہارے مہماں ہیں ۲۹ مضطر و یکس و پریشاں ہیں
 دم نکلنے کے اب تو ساماں ہیں تھوڑے پانی کے تم سے خواہاں ہیں
 عزت و جاہ کبریا دے گا
 اجر اس کا تمہیں خدا دے گا

روح بے چین ہے حرارت سے ۳۰ آنکھ کھلتی نہیں نقاہت سے
مان لو ہم کہیں جو منت سے ہم سے تو پیش آؤ الفت سے

رحم ہم پر ضرور ہے یارو
کیا ہمارا قصور ہے یارو

ہے یوں ہی ہم نے جو کہا تم سے ۳۱ ہیں بزرگ اپنے آشنا تم سے
رنج ہم کو نہیں داتا تم سے کیا کسی بات کا گلا تم سے

نہ یہاں مال و زر کی پروا ہے
نہ لڑائی کا ہم کو دعوہ ہے

سینے میں دل کمال ہے سوزاں ۳۲ کہیں کس سے کہ ہم ہیں تشنہ دہاں
کہ غریب الوطن ہیں اور ناداں نہ ملاقات ہے کسی سے یہاں
تم سے پانی طلب کیا ہم نے
دوست ہو اس لیے کہا ہم نے

حال اپنا جہاں پہ روشن ہے ۳۳ ناوک غم سے دل میں روزن ہے
آج سارا جہان دشمن ہے گھر سے چھوٹے ہوئے ہیں بچپن ہے

رنج دے کر نہ دل اُداس کرو
بیکسوں کا ذرا تو پاس کرو

کہہ چکے تھے نہ یہ شہِ دلگیر ۳۴ ناوک آنے لگے سوئے بے شیر
ہاتھ سے روکنے کو تھے شیر کہ لگا پھول سے گلے پر تیر

سونے پائے نہ چین سے اصغرؑ
ڈر کے لپٹے حسینؑ سے اصغرؑ

کھل گیا منہ رُکا گلے میں جو دم ^{۳۵} اور کھینچنے لگیں رگیں کم کم
آنکھوں کو پھیرنے لگے پیہم سانس کا اور ہو گیا عالم
دیکھ کر خون سہے جاتے تھے

مٹھیاں باندھے تھرتھراتے تھے

اتنے سے سن میں اور یہ آلام ^{۳۶} ہو گئے زرد عارضِ گفلام
نہ رہا خون کا بدن میں نام ہنسلیاں بھر گئیں لہو میں تمام
خون بہہ کر عجیب حال ہوا

کہ شلوکہ تمام لال ہوا

روح کو جسم میں رہا نہ قرار ^{۳۷} دست و پا کھینچنے لگے اکبار
بس نظر آئے موت کے آثار آئیں رُک رُک کے ہچکیاں دو چار
دل وہ ننھا سا ہو گیا سن سے

تیر کھینچا جو شہ نے گردن سے

نہ کرا ہے نہ روئے چلا کر ^{۳۸} چپ ہوئے ہاتھ پاؤں پھیلا کر
ہو گیا سرد جسم تھرا کر جیسے رہ جائے پھول کھلا کر

کیسے مانوس باپ ماں سے گئے

آنکھیں کھولے ہوئے جہاں سے گئے

اے زہے صبر دلبرِ حیدر ^{۳۹} آپ کھودی لحد برائے پر
پھر پکارے کہ اے علی اصغر قبر میں نیند آئے گی کیونکر

جوشِ الفت نے بیقرار کیا

منہ پہ منہ رکھ کے خوب پیار کیا

شہ نے کیا صبر اختیار کیا^{۴۱} دل تڑپنے لگا تو پیار کیا
دور بالوں سے سب غبار کیا لاش کو زینت مزار کیا
سچ ہے تھے لا جواب صورت میں

چاند نکلا ہوا تھا تربت میں
دفن جب ہو چکے علی اصغر^{۴۲} خوب روئے حسین چلا کر
نکلی خیمہ سے پیٹنی مادر تھے یہ نالے کہ ہائے رشک قمر
لال کچھ بس نہیں جو مر جائے
ماں تمہیں ڈھونڈھنے کدھر جائے

ہائے کیا پھر گئی مری تقدیر^{۴۳} بھر گئی خون میں چاند سی تصویر
طرفہ غربت ہے اے مرے بے شیر چپکے چپکے گلے پہ کھایا تیر
روئے تک بھی نہ تم ذرا اصغر
ہائے کیا چین آگیا اصغر

علی اصغر بہت ہمیں ہے ملال^{۴۴} ہائے کیا جلد ہو گیا یہ حال
کب اجل آئی مرے نیک خصال شمع بجھنے میں دیر ہوتی ہے لال
دل کو تم داغ دے گئے واری
ماں سے چھپ کر چلے گئے واری

کچھ خوش آئی وہاں کی آب و ہوا^{۴۵} بھائی اکبر سے بھی ملے بیٹا
چاہنے والے ہیں بہت اس جا دل وہاں خوب لگ گیا ہوگا
جلد ماں کو بھلاؤ گے اصغر
خواب میں بھی نہ آؤ گے اصغر

ماں کو بیٹا یہ دھیان ہر دم ہے ۴۶ جی کہیں ست ہو نہ یہ غم ہے
سچ کہو اب جو دل کا عالم ہے زخم کا درد لال کچھ کم ہے
دل تو اے نور عین اداس نہیں
کیوں مری جان اب تو پیاس نہیں
روک لے بس تعشق اب تو قلم ۷۷ حال بانو نہ ہو سکے گا رقم
عرض کر اب کہ اے شہ عالم جلد بلوایے امام ام
مر کے بھی بس وہیں غلام رہے
آپ کے خادموں میں نام رہے



مرثیہ.....روپ کماری

اک اپنا کیا کہ بہتر کا سر دیا شہ نے

اک اپنا کیا کہ بہتر کا سر دیا شہ نے ۱
جناب قاسم مضطر کا خوں دیا شہ نے ۲
کئی پہر سے جو تھا خشک وہ گلو بھی دیا
بس انتہا ہے کہ شہا ہے کا لہو بھی دیا

غضب ہے گرد نہ پڑا آسمان ظلم شعار ۳
حسین میں ترے صدقے یہ میری جان نثار ۴
وہ آخری ترا فدیہ جو یاد آتا ہے

حسین دل مرا ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے
لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہ دیں کار ہا ۵
جو مریاس نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۶
خبر لو شہ کربلا دہائی ہے
تمہارے بچے کو جھولے میں نیند آئی ہے

یہ سن کے خیمے کی جانب گئے امام ہدا ۷
معاف کیجیو نیکیں پدر کو اے بیٹا ۸
قریب جھولے کے پہنچے تو روکے فرمایا ۹
کہ ایک پانی کا قطرہ تمہیں پلا نہ سکا
خدا گواہ بہت تم سے شرمسار ہوں میں
یقین کرو علی اصغر کہ بیقرار ہوں میں

یہ کہہ کے روئے بہت اور پسر کو پیار کیا ۵ اٹھایا جھولے سے حضرت نے اپنا ماہ لقا
ٹپک پڑے تھے جو چہرے پہ اشک شاہِ ہدا وہ سمجھا پانی ہے بچے نے منہ کو کھول دیا
تری جو اشکوں کی پائی تو مسکرانے لگا

زبان خشک کو ہونٹوں پہ وہ پھرانے لگا
کہا حسین نے پانی تمہیں پلا لائیں ۶ چلو گے نانا کی اُمت کے پاس لیجائیں
شتمگروں کو یہ حالت تمہاری دکھائیں صغیر جان کے شاید عدو ترس کھائیں
دہن کو کھول کے سوکھی زباں دکھا دینا

کہ تین روز سے پیاسا ہوں جتا دینا
سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیا قیامت ہے ۷ یہ آج گلشنِ ہستی کی کیسی حالت ہے
تباہ کون ہوا کس پہ آئی آفت ہے ۷ نذا یہ آئی کہ شمشا ہے کی شہادت ہے
تمام اہل حرم زار زار روتے ہیں
سیکنہ سے علی اصغر وداع ہوتے ہیں

غرض وداع کیا اور شہِ انام چلے ۸ شتمگروں کی طرف شاہِ تشنہ کام چلے
پسر کو ہاتھوں پہ رکھے ہوئے امام چلے ۸ قدم قدم پہ اُدھر موت کے پیام چلے
تمام پیاسوں میں پیارا جو شہ کو تھا یہ پسر
حسین ڈھال کا سایہ کئے تھے اصغر پر

پکارے لشکر بے دین سے جا کے سرور دیں ۹ تڑپ رہا ہے کئی دن سے میرا ماہِ جبیں
جو کہہ رہا ہوں میں یارو کرو تم اس کا یقیں ۹ خود آ کے دیکھ لو بچے ہیں یہ اجل کے قریں
جو رحم کھاؤ تو پانی پلانے لایا ہوں
انہیں میں خیمہ سے تم کو دکھانے لایا ہوں

لٹا دوں ریتی پہ دیکھو گے میرے کم سن کو ^{۱۰} عطش سے مرتے ہیں پانی پلاؤ گے ان کو
سکوں شب کو انھیں ہے نہ چین ہے دن کو جو تم نے قتل کئے اُن کا درد ہے ان کو

کلیجہ ننھا سا معصوم کا سلگتا ہے

کراہتے ہیں تو اک تیر دل پہ لگتا ہے

سین حسین کی باتیں تو اہل شہر روئے ^{۱۱} دلوں کو تھام کے سب صاحب جگر روئے
سوار فوج میں رونے لگے شہر روئے بشر پہ کچھ نہیں موقوف جانور روئے

حباب پانی سے اٹھ اٹھ کے جان کھونے لگے

جو ذی حیات تھے آخر تمام رونے لگے

پرے سے فوج کے ناگاہ حملہ نکلا ^{۱۲} کمان دوش سے چلے سے تیر لے کے چلا
گلوئے لختِ دل شاہِ کربلا تاکا کمان میں تیر کو جوڑا شقی نے اور یہ کہا

حسین اب وہ پلاتا ہوں آبِ سرد ان کو

کہ تابہ حشر لگے گی نہ پیاس کمن کو

یہ کہہ کے تیر کو جوڑا اُدھر یہ حال ہوا ^{۱۳} کہ حلق چھد گیا معصوم خوں میں لال ہوا
دہن سے خون اُگلنے لگا نڈھال ہوا اک آہ ہلکی سی کی اور انتقال ہوا

پدر نے یاس سے ننھی سی جان کو دیکھا

کبھی زمیں کو کبھی آسمان کو دیکھا

پکارے سید یکس کہ کیا کیا تم نے ^{۱۴} ہمارے لال کو پانی پلا دیا تم نے
جو کچھ کیا ارے لوگو بڑا کیا تم نے غضب کیا مرے بچہ پہ کی جھاتم نے

یہ کہہ رہے تھے کہ تیروں کا مینہ برسنے لگا

حسین روئے لشکر تمام ہنسنے لگا

مرثیہ..... چھنگا صاحب حسین لکھنوی

ناگہاں شوئے فلک پیاس سے شہ نے دیکھا

ناگہاں شوئے فلک پیاس سے شہ نے دیکھا | مرنے پر کھینچ کے پھر ٹوٹی کمر کو باندھا
گئے رخصت کے لیے خیمے میں سلطان ہدیٰ | حال اصغر کا وہ دیکھا کہ نہ دکھلائے خدا
مٹھیاں بند ہیں منکا بھی ڈھلا جاتا ہے
ہچکیاں پیاس سے آتی ہیں شش آ جاتا ہے

پیاس کا اصغر ناداں پہ جو صدمہ دیکھا | تھام کے ہاتھوں سے دل بیٹھ گئے شاہ بددا
گود میں لے کے یہ بانو سے بہ منت پوچھا | ان کو لے جاؤں عجب کیا کوئی پانی دے ذرا
دیکھ کر صاحب اولاد ترس کھائیں گے
پانی مل جائے ذرا سا تو یہ جی جائیں گے

کان میں پھر شہ والانے یہ اصغر کے کہا | چلتے ہو باپ کی نصرت کے لیے اے بیٹا؟
اللہ اثبات میں کیا شاہ کی تھا | ننھے سے ہاتھ اٹھا کر علی اصغر ہرکا
تھا اشارا نہیں اب زیت گوارا بابا
ہم کو اس پیاس نے بے موت مارا بابا

اٹھے شہ اصغر ناداں کو لیے ہاتھوں پر | فرش پر گر پڑی ماں تھام کے ہاتھوں سے جگر
لے چلے جب تو وہ کہنے لگی یہ پیٹ کے سر | پھر کے کب آؤ گے؟ اتنا تو بتا دو اصغر

سن لو دنیا میں ہمیشہ نہیں جینا بیٹا

بے پیے شاہ کے تم پانی نہ پینا بیٹا

سُن کے یہ شاہ کے دل پر چلا اک فخرِ غم ۵ نکلے خیمے سے پسر کو لیے سلطانِ اُم
حشر کے روز سے کچھ دھوپ نہ تھی اُس دن کم چھاؤں کرنے کے لیے قبلہء عالم ہوئے غم

گرد کے دھیان سے دامن جو قبا کا ڈھانپا

لکھ ابر نے خورشید کا چہرا ڈھانپا

الغرض ایک بلندی پہ گئے شاہِ ہدا ۶ دی صدا صاحبِ اولاد ہو جو دیکھے ذرا

ایک معصوم بچے آب ہے گھر سے نکلا تین دن ہو گئے پانی کا نہ قطرہ پایا

بول سکتا ہے نہ دکھ درد سنا سکتا ہے

رنگی آنکھوں سے ہر ایک کا منہ تکتا ہے

سن کے جو صاحبِ اولاد تھے دل ان کا ہلا ۷ حال پر اصغرِ معصوم کے روئے اعدا

شمر بے دیں نے کہا حُرملہ سے دیر ہے کیا آب پریاں سے ہو تر خشک ننھا سا گلا

قطعِ جلدی سے کلامِ شہ والا ہو جائے

کہیں ایسا نہ ہو لشکرِ تہ و بالا ہو جائے

سن کے یہ ہو گیا آمادہ جفا پر وہ شریر ۸ ہاتھوں میں لے کے کہاں لیس ہوا وہ بے پیر

تیر چلہ میں رکھا تاک لیا حلقِ صغیر اُس کا چھٹنا تھا کہ بچہ ہوا ہاتھوں پہ اخیر

حلقِ اصغر کا چھدا شاہ کا بازو ٹوٹا

رن میں بانو کی کمائی کو اجل نے لوٹا

رہ گیا شاہ کے ہاتھوں پہ تڑپ کر بچہ! ۹ سینے سے شاہ نے لپٹا کے کہا شکر خدا

خونِ ناحق نہ زمیں پر گرے یہ دھیان جو تھا لے کے چلو میں ملا منہ پہ یہ اعدا سے کہا

سر خرو ہوگا رسولِ دوسرا کے آگے

اسی صورت سے میں جاؤں گا خدا کے آگے

مرثیہ..... میر مونس

تنہا جو بعد ظہر امام اُمّ ہوئے

تنہا جو بعد ظہر امام اُمّ ہوئے | اٹھایہ دل میں درد کہ صدمے سے خم ہوئے
جتنے تھے سب مسافر ملک عدم ہوئے | داحسرتا کہ یکس و بے یار ہم ہوئے
رحلت ہوئی جہاں سے ہر ایک نور عین کی
اے مرگ جلد آ کے خبر لے حسین کی

اب کیا جنیں کہ زیست کا نقشہ بگڑ گیا | پھولا پھولا حسین کا گلشن اُجڑ گیا
ترپیں نہ کس طرح کہ بڑا پیچ پڑ گیا | ہمراہیوں کا قافلہ ہم سے بچھڑ گیا
رونا یہ ہے کہ تشنہ دہن میں نحیف ہیں
منزل بہت کڑی ہے یہ اور ہم ضعیف ہیں
دیکھا نہ زپہ خنجر قاتل حسین کو | ہونے دیا نہ خاک پہ بسل حسین کو
پہنچا گئے نہ اوّل منزل حسین کو | اس دم عجب طرح کی ہے مشکل حسین کو
نرخے میں چھوڑ کر ہمیں غازی چلے گئے
تنہا رہا امام نمازی چلے گئے

ایسے گئے کہ کچھ ہمیں اُن کی خبر نہیں | کیونکر پتہ لگے کہ کوئی راہ بر نہیں
افسوس بھاجے نہیں بھائی پسر نہیں | دے ساتھ کون آہ کوئی ہم سفر نہیں
پانی بغیر پڑ گئے کانٹے زبان میں
ہمسا بھی کوئی ہوگا نہ یکس جہان میں

حسرت تھی یہ خلق سے جب ہم کریں سفر ۵ سرنگے ہوئیں قاسم و اکبر ادھر ادھر
ہوں بھانجے بھی ساتھ جنازے کے نوحہ گر ہم کو اُتاریں قبر میں عباس نامور
کس کو خبر تھی یہ کہ ہر اک قتل ہوئے گا

ہم سب کو روئیں گے ہمیں کوئی نہ روئے گا
یہ کہہ کے رو رہا تھا وہ مظلوم کربلا ۶ ناگاہ اہل بیت کے رونے کا غل اٹھا
مڑ کر جو کی نگاہ تو دیکھا یہ ماجرا بانو کھڑی ہے در پہ کھلے سر برہنہ پا
دامن تک ہے چاک گریباں کئے ہوئے
اصغر کو گود میں ہے وہ بیکس لئے ہوئے

نفسہ کی ہے صدا کہ حرم نکلے آتے ہیں ۷ بچے کوشش میں دیکھ کے سب تھر تھراتے ہیں
نیلے ہیں ہونٹ پیاس سے تیور پھراتے ہیں جلد آئے کہ خلق سے اصغر بھی جاتے ہیں
قربان جاؤں پانی کے لانے میں کد کرو
اے نور چشم ساقی کوثر مدد کرو

یہ حال سن کے روئے بہت شاہ خاص و عام ۸ فرمایا سنگدل ہیں جفا جو ہیں اہل شام
گر ایک سطح آب ہو روئے زمیں تمام آب حیات سمجھیں وہ اور دیں نہ ایک جام
لیجاؤں لاؤ کیا مرا بیارا پسر نہیں
تقدیر کی مگر مجھے بی بی خبر نہیں

میں نے نہیں کیا ہے کسی سے کبھی سوال ۹ جو چاہتا تھا دیتا تھا وہ رب ذوالجلال
ناچار ہوں کہ ہاتھوں سے جاتا ہے میرا لال ہے اس سفر میں تم سے ندامت مجھے کمال
کچھ بس نہیں ہے کیا کرے معذور ہے حسینؑ
اللہ جانتا ہے کہ مجبور ہے حسینؑ

بانو نے اس کلام کو سن کر بہ اشک و آہ ۱۰ کرتا بدل کے جلد پنہائی نئی کلاہ
بیکل گلے میں ڈال کے رُخ پر جو کی نگاہ اس پیار سے گلے سے لگایا کہ روئے شاہ

ہاتھوں پہ لے کے بچے کو باچشم نم چلے

اصغر نے ماں کو پیاس سے دیکھا کہ ہم چلے

منہ چوم کر یہ کہتے تھے سلطان کر بلا ۱۱ بابا غار اے مہ تابان کر بلا

بچے کہاں، کہاں یہ بیابان کر بلا ۱۱ بابا کے ساتھ تم بھی ہو مہمان کر بلا

اعدا سے جا کے کون سی تقریر اب کروں

بتلاؤ کس زباں سے میں پانی طلب کروں

آخر پکارا بڑھ کے محمدؐ کا وہ حبیب ۱۲ کچھ مانگنے کو آیا ہوں میں بیکیں و غریب

بن پانی حال اس مرے بچے کا ہے عجیب ۱۲ یہ چھوٹا مہمان ہے اب مرگ کے قریب

اک بوند پانی آج اے جو پلائے گا

کل پیاس اُس کی ساقی کوثر بھجائے گا

سید ہے تشنہ لب ہے مسلمان ہے یہ صغیر ۱۳ کم سن ہے شیر خوار ہے ناداں ہے یہ صغیر

پانی کا اہل رحم سے خواہاں ہے یہ صغیر ۱۳ دنیا میں کوئی آن کا مہماں ہے یہ صغیر

لازم نہیں ہے ظلم و ستم بے زبان پر

یارو ترس کرو چھ مہینے کی جان پر

بولے لعین کہ اے خلف شیر ذوالجلال ۱۴ مالک ہے شمر کیئے اُسی سے پسر کا حال

اس سے کہا تو نہں کے یہ بولادہ بد خصال ۱۴ میں کون ابنِ سعد سے ہاں کچے سوال

میت کرو گے حال پسر کا دکھاؤ گے

لیکن یہ جانتا ہوں کہ پانی نہ پاؤ گے

حضرت نے سر جھکا لیا سینے سے آہ کی ۱۵
چاہا کہ راہ نہر سے لیں خیمہ گاہ کی
جلدی کہاں میں جوڑ کے سرکش نے تیر کو

تا کا نگاہ قہر سے حلقِ صغیر کو

کتنا بچایا شہ نے مگر کچھ نہ بس چلا ۱۶
آنسو ڈھل آئے چہرے پہ مژکاجوں ہی ڈھلا
آنکھوں سے آنکھیں شہ سے ملیں منہ سے منہ ملا

جو حسرتیں تھیں دل میں قضا نے نکال دیں

منہی سی باہیں باپ کی گردن میں ڈال دیں

کھینچا جو شہ نے تیر تو بچہ دہل گیا ۱۷
خوں جوش کھا کے زخم گلو سے اُبل گیا
بے جاں ہوئے حیات کا نقشہ بدل گیا

بولے حسین زندہ مرا نہ لقا نہیں

اب لاش لے کے خیمہ میں جانا روا نہیں

غصے میں حُرملہ سے کہا یوں پکار کر ۱۸
نازاں ہے تیر حلق پہ بچے کے مار کر
مجھ سے نکل کے جنگ اب اے نابکار کر
آتا ہوں منہی لاشِ خد میں اُتار کر

سینے پہ میرے تیر لگاتا تو غم نہ تھا

بچہ میرا یہ ناقہ صالح سے کم نہ تھا

یہ کہہ کے ذوالفقار سے کھودی وہیں زمیں ۱۹
رو رو کے کی سپردِ لحد لاشِ نازیں
پھر منہ کو رکھ کے منہی سی تربت پہ شاہ دیں
بولے کہ سوچیں سے اے میرے منہ جیں

تم یہ نہ جانو کہ ہمیں چھوڑے جاتے ہیں

ہم بھی تمہارے پاس کوئی دم میں آتے ہیں

مرثیہ..... میر مونس

ہوئے جو پیاس سے جھولے میں نیم جاں اصغرؑ

ہوئے جو پیاس سے جھولے میں نیم جاں اصغرؑ ، صغیر و تشنہ و بے شیر و بے زباں اصغرؑ
 پھرا کے آنکھیں لگے لینے ہچکیاں اصغرؑ ، پکاری بانوئے یکس چلے کہاں اصغرؑ
 ذرا سی عمر میں کیوں منہ کو ہم سے موڑتے ہو
 قصور کیا ہے جو مادر کا ساتھ چھوڑتے ہو

وطن سے میں تمہیں چھاتی لگا کے لائی ہوں ، دعائیں پڑھتی ہوئی کر بلا تک آئی ہوں
 ستم رسیدہ ہوں داری فلک ستائی ہوں ، نہ سمجھو ماں مجھے بیٹا تمہاری دائی ہوں
 نہ موڑو آنکھ پیغمبرؐ کا واسطہ اصغرؑ
 دعا نہ دو علی اکبرؑ کا واسطہ اصغرؑ

بیاں یہ کرتی تھی اور روتی جاتی تھی مادر ، صدف کی طرح سے کھولے ہوئے تھے منہ اصغرؑ
 رُکا ہے دم دل اُچھلتا ہے سینے کے اندر ، کبھی غش آتا ہے چونک اٹھتے ہیں کبھی روکر
 یہ دُکھ ہیں جان پر اور عمر میں ذرا سے ہیں
 اشارہ نرگسی آنکھوں سے ہے کہ پیاس سے ہیں

نہ چونکے غش سے کسی طرح جب علی اصغرؑ ، علی کی بیٹیاں، بہویں ہوئیں بہت مضطر
 پکاری شہ کو یہ ڈیوڑھی سے بانوئے بے پر ، شتاب آئیے اے ابنِ ساقی کوثر
 جہاں سے اصغرؑ معصوم گُوج کرتا ہے
 یہ بے زباں چھ مہینے کا پیاسا مرتا ہے

یہ نوحہ سن کے شہ خاص و عام رن سے پھرے ۵ گئے تھے تشنہ دہن، تشنہ کام رن سے پھرے
سوئے خیام فلک احتشام رن سے پھرے ۶ ہوا یہ ڈیوڑھی پہ نعل لوامام رن سے پھرے
غش آنہ جائے کہیں زخم کھائے آتے ہیں

قبا ہے سرخ لہو میں نہائے آتے ہیں
جناب زینب ناشاد یہ خیمے سے چلائی ۶ بہن ثار اس جانے آنے کے بھائی
لہو یہ کیسا ہے، تلوار کیا کوئی کھائی ۷ پکارے شہ کہ نہیں اے بتوں کی جائی
نہ گھاؤ تیغ کا ہے اور نہ زخم خنجر ہے
مری قبا علی اکبر کے خون میں تر ہے

یہ کہہ کے شہ سوئے گوارہ پیر آئے ۷ سروں کو پیٹتے اہل حرم نظر آئے
قریب جھولے کے جب شاہ بحر و بر آئے ۸ پسر کو جھک کے جو دیکھا تو اشک بھر آئے
اُٹھے تو بانٹو کے رخ پر نگاہ کی شہ نے
کلیجے بل گئے اس طرح آہ کی شہ نے

محبت پدری سے ہوا جو کلنوںے جگر ۸ اٹھا کے جھولے سے چھاتی لگا لیا روکر
کہا یہ بانوئے یکس سے پھر بہ دیدہ تر ۹ جو تم کہو تو اسے لے کے جاؤں دریا پر
حیات ہے تو یہ سیراب ہو کے آئیں گے
گلہ نہ کیجیو گر جان کھو کے آئیں گے

قدم پہ گر کے یہ چلائی بانوئے دلگیر ۹ خدا کے واسطے کچھ جلد کیجئے تدبیر
کرے گا رحم نہ بچے پہ کیا کوئی بے پیر ۱۰ صغیر، تشنہ دہن، بے گناہ، بے تقصیر
سُنے گا آپ سے حال اس کا جو وہ روئے گا
کوئی تو صاحبِ اولاد رن میں ہوئے گا

یہ کہہ کے آنکھوں میں سُرمہ دیا بہ دیدہ تر ۱۰ جھنڈولے بال سنوارے بلائیں لے لیکر
 عمامہ رکھ دیا چھوٹا سا چاند سے سر پر پنہا چکی اُسے کُرتہ بھی جب وہ خستہ جگر

کہا کہ بیسیو! یوسفؑ ہے نو نہال مرا

صغیر عمر میں دولہا بنا ہے لال مرا

قریب فوج پہنچے تو بولے بانی شر ۱۱ لیے ہیں زپر عبا کیا حسینؑ تشنہ جگر
 پکارا شمر کہ قرآن ہے شہ کے ہاتھوں پر ۱۱ کہا کسی نے نہیں، مر گیا ہے کوئی پر

رواں ہیں آنکھوں سے اشک سر جھکائے آتے ہیں

ہمارے سامنے میت اٹھائے لاتے ہیں

پکارے شاہ نہ میت ہے یہ نہ قرآن ہے ۱۲ مگر یہ مصحفِ ناطق کے جسم کی جاں ہے
 بلا نصیب ہے، غربت زدہ ہے، مہماں ہے ۱۲ ستم رسیدہ ہے، تشنہ دہاں ہے، ناداں ہے

اُمید قطع ہے اب اس کی زندگانی کی

نہ دودھ ہے کئی دن سے، نہ بوند پانی کی

یہ کہہ کے منہ سے پسر کے اٹھالیا دامن ۱۳ ستارہٴ سحری تھا کہ ہو گیا روشن
 پکارا خرملہ کو بڑھ کے شمر ذی الجوشن ترانہ نہ ہے اس کی ڈھلی ہوئی گردن

بچے نہ سینہٴ شبیر کے تلے اصغرؑ

لگا وہ تیر کہ بچگی تلک نہ لے اصغرؑ

بڑھایہ سن کے پرے سے وہ مثلِ پیل دماں ۱۴ اٹھائی جوڑ کے تیر ستم شقی نے کہاں
 بہت پسر کو بچایا کیے امام زماں ۱۴ مگر ملی ہے کسے بچہ اجل سے اماں

مڑے ادھر سے ادھر کو تو زخم بازو تھا

گلے میں بچے کے تیر ستم ترازو تھا

رُکی جو سانس تو چلائے اصغرِ مہ رو ۱۵
دہن سے دودھ بہا حلقِ ناز میں سے لہو
تڑپ کے کھول دیا منہ پُک پڑے آنسو
ہلال بن گیا خوں کی شفق میں طوقِ گلو

دکھائی شکل اجل نے توڑ گئے اصغر

لپٹ کے باپ کی چھاتی سے مر گئے اصغر

پھرے یہ کہہ کے جولا شہ لیے ہوئے شبیر ۱۶
قریب آ کے یہ چلائے سناہ عرشِ سریر
کھڑی تھی ڈیوڑھی پہ سرنگے بانوئے دلگیر
سدھارے اصغر بے شیر کھا کے حلق پہ تیر

تمہارا ماہ لقا خوں میں بھر گیا بانو

تڑپ تڑپ کے یہ معصوم مر گیا بانو

پکاری کوکھ پکڑ کر وہ بیکس و بے پر ۱۷
چھری سی دل پہ لگی، مر گئی یہ خستہ جگر
یہ کس کا نام لیا اے امام جن و بشر
جہاں سے اُٹھ گیا کس کا یہ نامراد پسر

بتاؤ تیر ستم کس پہ چل گیا صاحب

یہ کیا کہا کہ کلیجہ نکل گیا صاحب

لہو میں ڈوب گیا میرا ہنسلویں والا ۱۸
نکل پڑوں گی کلیجہ ہے اب تہ و بالا
وہ سو رہا ہے جسے راتوں کو جاگ کر پالا
یہ خوں بھرا ہوا دامن ہے اس پہ کیوں ڈالا

یہ شرم کیسی ہے للہ بولیںے صاحب

مرے پسر کا ذرا منہ تو کھولیںے صاحب

اُٹھایا منہ سے جو بچے کے شاہ نے دامن ۱۹
اُگوٹھا ہونٹوں پہ تھا اور کھلا ہوا تھا دہن
لہو میں سرخ تھا گل کی طرح وہ رشک چمن
کبود گل تھے، کج تھی، دھلی ہوئی گردن

منہ اپنا بانو نے پیٹا تو کٹ گئے شبیر

لٹا کے خاک پہ میت کو ہٹ گئے شبیر

حرم کا قافلہ سر پٹنے لگا اک بار ۲۰ زمیں پہ چہار طرف ہوئی وامصیبتا کی ریکار
پچھاڑیں کھا کے یہ چلائی بانوئے ناچار ارے میں لٹ گئی، مارا گیا مرادلدار
نہ تھا مو، صاحبو! مجھ خستہ جاں کو رونے دو

جواں کو رو بچکی، اب بے زباں کو رونے دو
کلیجہ پھٹ گیا، کرنے دو گریہ وزاری ۲۱ میں اپنے ننھے سے پیاسے شہید کے واری
ابو میں بھر گئیں ہے یہ ہنسلیاں ساری یہ حلق ہے غضب اور زخم اس قدر کاری
کے دکھاؤں یہ منکا ڈھلا ہوا لوگو!

پچھڑ گیا مرا بچہ پلا ہوا لوگو!
کسے میں لوریاں دیدے کے اب سلاؤں گی ۲۲ لٹاکے جھولے میں اب کسکے صدقہ جاؤں گی
سراپنا پیڑوں گی، تڑپوں گی خاک اڑاؤں گی کہاں اب اے علی اصغر میں تم کو پاؤں گی
چھٹے مہینے میں یوں موت آگئی بیٹا
ان آنکھڑیوں کو نظر کس کی کھا گئی بیٹا

یہ دائی دستِ تاسف نہ کیوں ملے اصغر ۲۳ نہ دانت نکلے نہ تم گھٹنیوں چلے اصغر
ہماری چھاتی پہ اتنے دنوں پہلے اصغر رہو گے حشر تک اب خاک کے تلے اصغر
کرے گا کون اُجالا جو روو گے بیٹا

اندھیری قبر میں کس طرح سوو گے بیٹا
یہ بین کر کے جو بیٹی وہ بیکس ونا کام ۲۴ غش آگیا اُسے رائٹوں میں پڑ گیا کہرام
اُٹھا کے لاش پسر لے گئے امامِ انام بس آگے اب نہیں مونس زباں کو تاپ کلام
جو اہل دل ہے مصیبت یہ سن کے روئے گا
یہ غم وہ ہے کہ نہ تا حشر ختم ہوئے گا

مرثیہ..... میر منوس جب تیر ستم کھا کے قضا کر گئے اصغرؑ

جب تیر ستم کھا کے قضا کر گئے اصغرؑ ۱ حق باپ کا بچپن میں ادا کر گئے اصغرؑ
جاں اپنی رہ حق میں فدا کر گئے اصغرؑ رو کر کہا حضرت نے یہ کیا کر گئے اصغرؑ
جھولے سے بھی بیزار ہوئے گھر کو بھی چھوڑا

بابا کو بھی تنہا کیا مادر کو بھی چھوڑا
ماں باپ کے گھر میں چھ مہینے رہے مہماں ۲ افسوس ہوئی سال گرہ بھی نہ مری جاں
مادر کی بھری گود کو تم کر گئے ویراں یہ حلق کہاں اور کہاں تیر کا پیکاں
بابا ترے صدقے میرے بھولے علی اصغرؑ
رنجی ہوئے پر منہ سے نہ بولے علی اصغرؑ

کیا درد سہا تیر کا اللہ رے شجاعت ۳ حلقوم چھداخوں میں بھری چاندی صورت
لپٹے رہے بازو سے پدر کے بصد الفت دم توڑ کے ہاتھوں پہ مرے کر گئے رحلت
آفت زدہ جاں خاتہ تن سے نکل آئی
چھوٹی سی زباں خشک دہن سے نکل آئی

ایدائے سفر ایک تو رستے میں اٹھائی ۴ اور دوسرے راحت کسی منزل میں نہ پائی
 تقدیر جب اس دشتِ بلا خیز میں لائی گھر پر ہوئی ماں باپ کے اعدا کی چڑھائی
 دو روز رہے شام سے بے چین سحر تک
 اس دھوپ میں پیاسے رہے چوبیس پہر تک
 غم کھاتی رہی آٹھ پہر بانوئے دلگیر ۵ واں پانی ہوا بند ادھر خشک ہوا شیر
 سمجھا تھا کہ پانی تمہیں دے گا کوئی بے پیر لایا تو یہاں لاتے ہی گردن پہ لگا تیر
 اس ظلم کا دھڑکا تھا مجھے رات سے بیٹا
 ہاتھ آیا نہ کچھ کھویا تمہیں ہات سے بیٹا

مرثیہ..... میر نفس

جاں بلب پیاس سے جب اصغر معصوم ہوئے

جاں بلب پیاس سے جب اصغر معصوم ہوئے ۱ غم سے مضطر حرم خاصہ قیوم ہوئے
دیکھ کر اس کو پریشاں شہِ مظلوم ہوئے ۲ دل سے کی آہ جگر سوز یہ مغموم ہوئے
درد سے رونے لگے صحن میں آ کر شبیر
خاک پر بیٹھ گئے سر کو جھکا کر شبیر

آکے جھولے کے قرین بولی یہ بانوئے حزیں ۳ ہائے بے آب پھڑکتا ہے مرا ماہِ جبیں
اب کوئی دم کا ہے مہماں پسرِ سرورِ دیں ۴ نہ جئے گا مرا بچہ مرے دل کو ہے یقین
کیوں نہ اس لال سے پہلے اجل آئی میری

لٹ رہی ہے چھ مہینے کی کمائی میری
صدقے ماں ہو گئی آنکھوں کو تو کھلو بیارے ۵ گل سے لب ہو گئے ہیں خشک عطش کے مارے
نظر آتے ہیں مرے لٹنے کے سا ماں سارے ۶ کوئی اس مادرِ ناشاد کو تم پر وارے

مجھ کو غم اپنی جدائی کا نہ دیجو بیٹا
ماں کو پردیس میں برباد نہ کیجیو بیٹا
کہہ کے یہ بیٹھ گئی پاس بحالِ مضطر ۷ بوسے لینے لگی آنکھوں کے وہ بادیدہ تر
دیکھا اکھڑا جو دم اس کا تو پکاری رو کر ۸ یا حسین ابنِ علی لیجئے اصغر کی خبر
آفتاب آپ کا اب پھول سا کھلاتا ہے
دیکھئے میری ریاضت پہ زوال آتا ہے

یہ جو بانو نے کہا رونے کی برپا ہوئی دھوم ۵
گرد جھولے کے ہوا آلِ پیہر کا ہجوم
خاک پہ گر کے تڑپنے لگی اُمّ کلثوم
کہا سر پیٹ کے زینب نے کہ ہے ہے معصوم

چونک کر دخترِ سلطانِ مدینہ دوڑی

بھائی کے واسطے گھبرا کے سیکنے دوڑی

آئے جھولے کے قریں سرورِ آوار وطن ۶
دیکھا مہماں کوئی ساعت کا ہے وہ غنچہ دہن
کھینچ کر سینہ سے اک آہ جھکے شاہِ زمن
چوم کر ننھے سے بازو یہ کیا شہ نے سخن
پانی ملتا جو نہیں جھولے میں دم توڑتے ہو

اے مرے غنچہ دہن تم بھی ہمیں چھوڑتے ہو

کہہ کے یہ ہاتھ دھرا سینہ پہ اُنس کے یک بار ۷
اور پڑھا سورۃ الحمد پچشمِ خوں بار
دیکھ کر بانو کو بولے یہ امامِ ابرار
تم ہو آگاہ کہ دشمن ہیں مرے سب کفار
حال بے شیر کا ملعونوں کو دکھاتا ہوں

خیرِ اصغر کو میں دریا پہ لئے جاتا ہوں

پرندیں گے اسے پانی مرے دل کو ہے یقیں ۸
میرے بچوں کی بھی قاتل ہے سپاہ بے دیں
رو کے حضرت سے یہ کہنے لگی بانوئے حزین
ہائے اتوں میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں
کیا ملے گا انھیں یہ طفل جو بے جاں ہوگا

ایک قطرے میں تو اعدا کا نہ نقصاں ہوگا

گود میں سبطِ پیہر کے دیا بادلِ زار ۹
کہا لو جاؤ سوئے نہر یہ مادر ہو تار
رحم فرمائے تری پیاس پہ ربِ غفار
پھر دکھانا مجھے یہ چاندی سی شکل اے دل دار

لو تمہیں میں نے شہِ عقدہ کشا کو سونپا

کیا اصغر نے اشارہ کہ خدا کو سونپا

نکلے خیمے سے اُسے لے کے امامِ دوسرا ۱۰
تھی بہت دھوپ اُڑھایا اسے دامانِ عبا
کیا کہوں حالتِ فرزندِ جناب زہرا ۱۱
اشک آنکھوں میں خمیدہ کمر اور لب پہ رُکا
سر کو نیہوڑا کے شہِ جن و بشر جاتے تھے

پاؤں تھراتے تھے جس دم تو ٹھہر جاتے تھے
پہنچ اس حال سے رن میں جو شہِ عرش سریر ۱۲
دیکھ کر شاہ کو حیران ہوئی فوجِ شیر
بولے آپس میں یہ تب دشمنِ شاہِ دلگیر
گھر سے روتے ہوئے سلطانِ زمن آتے ہیں
دُفن کے واسطے شاید اُسے یہاں لاتے ہیں

بولے شبیر یہ میت نہیں اے اہلِ ضلال ۱۳
ابھی زندہ ہے مگر پیاس سے مرتا ہے یہ لال
نظرِ غور سے دیکھو مرے معصوم کا حال
تم سے اس کے لئے کرتا ہوں میں پانی کا سوال
سارے دریا کو تو یہ طفل نہ پی جائے گا
اک قطرہ اسے دو گے تو یہ جی جائے گا

کہہ کر یہ کھول دیا شہ نے رُخِ پاکِ پسر ۱۴
سب نے جانا کہ نمایاں ہو ابدلی سے قمر
نورِ رُخ دیکھ کے بولے یہ کئی بانی شر
اے حسین ابنِ علی کس کا ہے یہ نورِ نظر
رو کے حضرت نے کہا عرش کا تارا ہے
یارو مجھ بیکس و مظلوم کا پیارا ہے

پسرِ شافعِ محشر ہے یہ اے اہلِ ستم ۱۵
اُس کا پوتا ہے جو ہے عقدہ کشائے عالم
اس کا بھائی ہے کیا جس کو سناں سے بے دم
نام اس کا علی اصغر ہے کہ ہے عمر میں کم
پانی دو گے تو قیامت میں یہ کام آئے گا
ساتھ اپنے تمہیں کوثر پہ یہ لیجائے گا

یہ جو حضرت نے لعینوں سے کہا بادل زار ۱۵
 حالِ معصوم پہ گریاں ہوئی فوجِ کفار
 تب کہا شہرِ سیہ قلب نے بڑھ کر یکبار
 ایک قطرہ اسے پانی کا نہ دیں گے زہار
 گو یہ بچہ ہے مگر خوں میں بھریں گے اس کو
 تیر بیداد سے اب قتل کریں گے اس کو
 سن کے یہ شاہ نے کھینچی دل پر درد سے آہ ۱۶
 دیکھ کر بچے کو بولے یہ امامِ ذی جاہ
 لومری جاں نہیں دیتے تمہیں پانی گمراہ
 کیا کروں میں مرا کچھ بس نہیں اے غیرت ماہ
 یہاں بجھے گی نہ تری تشنہ دہانی بیٹا
 جا کے اب خلد میں پی لیجیو پانی بیٹا
 یہاں رقم کرتا ہے راوی یہ بھد درد و ہنگام ۱۷
 صفِ اوّل سے بنِ کاہل بے پیر بڑھا
 رکھ کے چلہ میں خطا کار نے ایک تیر جفا
 تاک کر گردنِ معصوم کی جانب چھوڑا
 چاند سے حلق سے وہ تیر ستم پار ہوا
 دلِ شبیر سے اک نشترِ غم پار ہوا
 چھد گیا تیر سے پہلو سے جونہا سا گلو ۱۸
 دودھ کے بدلے اُگلنے لگا منہ سے وہ لہو
 ہچکیاں لینے لگا ہاتھوں پہ جب وہ گلو
 دیکھ کر ہو گئے بیتاب امامِ خوش خو
 صورتِ مائی بے آب وہ دلبر تڑپا
 مرغِ بمل کی طرح یہاں دلِ سرور تڑپا
 اتنے میں اُس کو لگی موت کی ہچکی آنے ۱۹
 ننھے ننھے سے وہ بازو بھی لگے تھرانے
 پتلیاں پھر گئیں وہ پھول لگا مرجھانے
 آہ کی سینے سے لختِ جگر زہرا نے
 کوئی دم نہ سکے صدمہ پیکاں اصغر
 ہو گئے باپ کی آغوش میں بیجاں اصغر

مر گیا شاہ کے ہاتھوں پہ جو وہ طفلِ حسین ۲۰ شاہ اس درد سے روئے کہ ہلا عرشِ بریں
آئے مقتل میں لئے لاشِ پسرِ سرورِ دیں پاس اکبر کے لٹا کر کہا اے ماہِ جبین

چھوٹے بھائی سے خبردار کہ دکھ پائے ہیں

آپ کے پہلو میں سونے کے لئے آئے ہیں

درِ خیمہ سے یہ بانو نے پکارا ناگاہ ۲۱ کہیئے سیراب ہوا نہر سے وہ غیرتِ ماہ
غم سے دل سینے میں بیتاب ہے اس دمِ شاہ لائیے جلد مرے لعل کو اے عرشِ پناہ

علی اصغرؑ نہیں گودی میں تو گھبراتی ہوں

آئیے آپ نہیں میں ہی نکل آتی ہوں

کہیئے حال اس کا عینوں کو دکھایا کہ نہیں ۲۲ رحمِ اصغرؑ پہ کسی شخص کو آیا کہ نہیں
جا کے دریا پہ اُسے پانی پلایا کہ نہیں کوئی قطرہ مرے بے شیر نے پایا کہ نہیں

شاہ چلائے کہ پیاسے گئے مارے اصغرؑ

اب کسے لاؤں میں کوثر پہ سدھارے اصغرؑ

بانو چلائی کہ لوٹی گئی میں ہائے غضب ۲۳ چھٹ گیا مجھ سے مرالال دُہائی یارب
حرمِ سیدِ ذبیحہ لگے پیٹنے سب پاس پردے کے تڑپنے لگی آکر زینبؑ

بانو سر پیٹ کے اصغرؑ کو جو چلاتی تھی

صاف زہرا کی بھی رونے کی صدا آتی تھی



مرثیہ..... میر محمود علی لائق

رن میں اصغر کو لیے ہاتھوں پہ آئے ہیں حسینؑ

رن میں اصغر کو لیے ہاتھوں پہ آئے ہیں حسینؑ اپنے دلبر کو کیجے سے لگائے ہیں حسینؑ

امتحان میں سر تسلیم جھکائے ہیں حسینؑ نذر حق کیلئے شمشاہ کو لائے ہیں حسینؑ

پھول کو دھوپ کی حدت سے بچائے ہوئے ہیں

اپنا دامان عبا منہ پہ اڑھائے ہوئے ہیں

گرچہ دل ہے غم و اندوہ سے مغموم کمالؑ پر خوشی حق کی ہے مطلوب شہنیک خصالؑ

رن میں لاتے تو ہیں بچے کو بصد استقلالؑ مگر آتا نہیں لب تک کبھی پانی کا سوالؑ

طلب آب میں شرم آتی ہے مضطر ہیں حسینؑ

یہ سبب ہے پسر ساقی کو شر ہیں حسینؑ

اپنے معصوم کے چہرے سے ہٹا کر چادرؑ کلمہ گو یوں کو وہ دکھلاتے ہیں حالِ اصغرؑ

یہی فرماتے ہیں رورو کے شہ جن و بشرؑ جان بلب پیاس سے یہ طفل ہے بانی شرؑ

رحم دل ہے کوئی جو نہر سے لادے پانی

مر رہا ہے اسے تھوڑا سا پلا دے پانی

پھر یہ بے شیر سے فرماتے ہیں سلطانِ انامؑ میری باتوں کو نہیں مانتے ہیں یہ بد انجامؑ

بے زباں گو ہوا بھی کر نہیں سکتے ہو کلامؑ ختمِ حجتِ کرد تم بھی کہ ہو فرزندِ امامؑ

سُن کے یہ حکمِ امامِ دو جہاں اصغرؑ نے

سب کو سوکھی ہوئی دکھلائی زباں اصغرؑ نے

دیکھا یہ حال تو بیتاب ہوا لشکرِ فُوم ۵
 یک زباں بول اٹھے سب ہے یہ بچہ معصوم
 حیف ہے آپ رواں سے بھی یہ ہوئے محروم
 یہ تو وہ حال ہے پتھر سا بھی دل ہو مغموم

ہم کو لازم ہے ابھی نہر سے لائیں پانی

جلد مرتے ہوئے بچے کو پلائیں پانی

دیکھ کر درہم و برہم سپہِ جور و جفا ۶
 حُرمہ کو پسرِ سعد نے یہ حکم دیا
 قدر اندازوں اب مثل نہیں ہے تیرا
 دور ایسا نہیں کچھ تاک لے اصغر کا گلا

سر کر اک تیر کہ بچہ یہ ہدف ہو جائے

ڈر یہ ہے فوج نہ حضرت کی طرف ہو جائے

پسرِ سعد کا یہ حکم جو پایا اُس نے ۷
 اپنے ایمان کا گھربا تھوں سے ڈھایا اُس نے
 قبر میں روحِ پیہر کو ستایا اُس نے
 حضرت فاطمہ زہرا کو رُلایا اُس نے

تاک کر حلق کو چلے سے رہا تیر کیا

زخمی اصغر کا گلا بازوئے شبیر کیا

خوں اُگلنے لگا بے شیر کا جب زخمِ گلو ۸
 خلق کے نیچے رکھا شاہ نے اپنا چلو
 بھر گیا دستِ مبارک میں جو اصغر کا لہو
 پھینکا چاہتے تھے خاک پہ شاہِ خوشخو

دی زمیں نے یہ صدا قحط ابھی برپا ہوگا

ایک دانہ نہ مرے بطن سے پیدا ہوگا

چاہت سوائے فلک پھینک دیں بے شیر کا خوں ۹
 آئی آواز میں اس بوجھ کے قابل نہیں ہوں
 میری سمت آیا لہو گر تو برا ہے یہ شگون
 ہوگا پھر پانی سے سر سبز نہ ریحِ مسکون

ایک قطرہ نہ کبھی ابر سے پھر برے گا

بوندِ پانی کو زمانے میں ہر اک ترے گا

گوش زد جب یہ ہوئی ارض و سما کی تقریر ۱۰
مُترّد ہوئے کچھ دیر شہ عرش سر یہ
پیار سے چوم کے پھر زخم گلوئے بے شیر
کہا اصغر سے کہ کچھ تم ہی بتاؤ تدبیر
ہے جو ناراض زمیں چرخ بھی انکاری ہے

سب کو اے لال ترے خون سے بیزاری ہے
راہی خلد ہوئے آپ تو چھدوا کے گلو ۱۱
مجھے بتلاؤ کہ میں کیا کروں اصغر یہ لہو
گر زمیں پر اسے پھینکوں نہ ہو دانے کا نمو
چرخ پر پھینکوں تو ہر نقطہ سے اک عالم ہو
خونِ ناحق سے ترے کوئی نہیں راضی ہے
نہ فلک راضی ہے بٹیا نہ زمیں راضی ہے

کہہ کے یہ ہو گئے خاموش جو کچھ بس نہ چلا ۱۲
سوچ کر کچھ وہی خوں چہرہ اقدس پہ ملا
اشک آنکھوں سے بہے تا جگر و قلب جلا
صبر یہ اُس کا ہے آغوشِ نبی میں پلا
کہتے تھے بارِ خدا صبر دکھاتا ہوں میں
سُرخِ رواب ترے دربار میں آتا ہوں میں

لاش کو سینے سے چمٹائے بہ چشمِ گریاں ۱۳
آئے خیمے کے جو نزدیک شہ کون و مکاں
گوش زد ہونے لگی رائدوں کی فریاد و فغاں
مضطرب سب سے زیادہ علیٰ اصغر کی تھی ماں
شہ کی آہٹ جو سُنی اہلِ حرم آنے لگے
آپ نے دیکھا جو بانو کو تو شرم مانے لگے

سمجھیں بانو کہ ہیں شرمندہ امامِ ابرار ۱۴
جانبِ لاشِ پسر ہاتھ بڑھا کر اک بار
لے لیا گود میں اور لاشے کو کرنے لگیں پیار
یہ کیے بین کہ اس چھوٹی سی میت کے شمار

ایک قطرہ نہ ملا ہائے مرے جانی کو
لعل سی جان گئی آگ لگے پانی کو

شہِ مظلوم یہ فرمانے لگے اے باؤ ۱۵
اکبر و اصغر معصوم کا تم سوگ رکھو
راہِ حق میں دیا نہ نب نے بھی دو بیٹوں کو
پہنچنے رونے میں اللہ کی ناراضی ہے

ہیں جو راضی بہ رضا اُن سے خدا راضی ہے

کہہ کے یہ لاشِ پسر لے چلے رن کو شہِ دیں ۱۶
قبر کے واسطے کرتے تھے تلاش ایسی زمیں
پہنچے مغموم و حزن گنجِ شہیداں کے قریں
نہ لحد بچے کی پہچان سکے کوئی لعین
کوئی پہنچا نہ سکے قبر میں دکھِ اصغر کو
کوئی بے رحم ستمگار نہ کاٹے سر کو

ایک جا بیٹھ گئے خاک پہ با حالِ تباہ ۱۷
کھود کر تیغ سے ننھی سی لحدِ باغم و آہ
صدمہ و غم سے نگاہوں میں زمانہ تھاسیاہ
دفنِ اصغر کو کیا اور کہا انا للہ
پر شہِ دیں نے بنایا نہ نشانِ ثرّت کا
تاکہ ہوئے نہ کسی کو بھی گماںِ ثرّت کا

فرطِ اندوہ سے تیور کے گرے پھر سرِ خاک ۱۸
پھر زمیں سے یہ کہا تھام کے قلبِ صد چاک
دیر تک رکھے رہے قبرِ پسر پر رُخِ پاک
میرا بچہ ہے یہ لختِ دلِ شاہِ لولاک
اب کوئی ظلم مرے لال پہ ثرّت میں نہ ہو
اے زمیں فرق کوئی میری امانت میں نہ ہو



مرثیہ..... میر نفیس

غش ہوئے پیاس سے جب بانو کے جانی اصغرؑ

غش ہوئے پیاس سے جب بانو کے جانی اصغرؑ | طفل تھے سہ نہ سکے تشنہ دہانی اصغرؑ
بانو چلائی مرے یوسف ثانی اصغرؑ چلے پیاس سے نہ میسر ہوا پانی اصغرؑ

دیکھوں کن آنکھوں سے میں حال تمہارا بیٹا
ہے غضب تشنہ لبی نے تمہیں مارا بیٹا

تیرے ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے تربان باد | لگ گئی زگسی آنکھوں کو تری کس کی نظر
نکل آئی ہے زباں چھوٹی سی منہ کے باہر ۲ چھوڑتے ہو مری آغوش کو ہے ہے دلبر
گل سے زخماں بھی اب زرد ہوئے جاتے ہیں

ہاتھ اور پاؤں تیرے سرد ہوئے جاتے ہیں

ہائے پانی علی اصغرؑ میں کہاں سے لاؤں ۳ ہاتھ سے جاتے ہو بیٹا تمہیں کیونکر پاؤں
دم گھٹا جاتا ہے کس طرح نہ میں گھبراؤں کھول دو زگسی آنکھوں کو میں صدتے جاؤں

چھ مہینے کی نہ محنت مری برباد کرو

پھر اسی طرح سے ہنس کر مراد دل شاد کرو

بانو یہ کہتی تھی اور خیمے میں تھی رونے کی دھوم ۴ گرد گوارہ اصغرؑ کے حرم کا تھا ہجوم
روکے زمین سے یہی کہتی تھی اُم کلثومؑ بھیجو فطہ کو چلے آئیں امام مظلوم

کوشش اب کریں وہ کہ پسر مرتا ہے

چھوٹا فرزند بھی دنیا سے سفر کرتا ہے

شور رونے کا جو گھر سے گیا میدان تلک ۵ گھر میں گھبرائے ہوئے آئے شہر جن و ملک
دیکھا اشکوں سے ہراک بی بی کی ڈوبی ہے پلک سوچا اب دیکھیے کیا ہم کو دکھاتا ہے فلک
کہا باٹو سے ہٹو گرد سے گھوارے کے

باپ کو پاس تو آنے دو مرے پیارے کے
آب دیدہ ہوئے شہ نے جو سنا حال پسر ۶ پاس آجھولے کے تکتے لگے سوئے دلبر
کہا باٹو سے تڑد نہیں کرنا بہتر جان کی خیر ہے اس بچے کی پیاسا ہے مگر
دم ہے اکھڑا پہ ہے نبضوں میں روانی باٹو
چونک اٹھے ابھی مل جائے جو پانی باٹو

شاہ نے جھولے سے ہاتھوں پہ اٹھایا اُس کو ۷ پیار سے چوم کے چھاتی سے لگایا اُس کو
پر بہت پیاس سے بے حال جو پایا اُس کو جلد لیجا کے لعینوں کو دکھایا اُس کو
کہا تم لوگوں سے پانی کی طلب بیجا ہے
ماں نے اس بچے کی دریا پہ مجھے بھیجا ہے

اور جو پیاس سے تھے وہ تو گئے سب کوثر پر ۸ مرتے مرتے بھی لب اُن کے نہ ہوئے پانی سے تر
ایک بچہ یہی باقی ہے مرا تشنہ جگر رحم اس پہ کرو پیاسا ہے بہت یہ دلبر
باتیں یہ سُن کے بھی ملعون نہ شرماتے تھے
پانی پانی شہِ مظلوم ہوئے جاتے تھے

کھڑے تھراتے تھے غیرت سے امامِ خوشو ۹ بولا کوئی اسے پانی دو کوئی بولا نہ دو
حاکمِ شام کے بھی حکم سے کچھ واقف ہو یہی اب تک ہے منادی کہ تم پانی نہ دو
بولے شہ یہ تو ہے معصوم گو پیاسا ہوں میں
پر رہے دھیان محمدؐ کا نواسا ہوں میں

پانی دینا مجھے مشرب میں تمہارے ہے گناہ ۱۰ ہے یہ بچہ اسے دو تھوڑا سا پانی لے لے
پیاس سے اس میرے معصوم کی حالت ہے تباہ نہ ملا پانی تو مرجائے گا یہ غیرت ماہ

آج سیراب اگر یہ گل خنداں ہو گا

احمد و حیدر و شبیرؑ پر احساں ہو گا

گر ہے یہ دھیان کہ پی لے گا علی کا دلبر ۱۱ ہاتھ سے اپنے پلا دو اسے پانی لے کر
تشہ لب کھا کے سناں غلق سے جائے اکبر اور حسینؑ اپنے لب خشک کرے پانی سے تر

بھائی عباسؑ کے مرجانے نے مارا ہے مجھے

آپ ہی نہر کے پانی سے کنارا ہے مجھے

شہ یکس نے لعینوں سے جو یہ کی تقریر ۱۲ سر کو نہوڑا لیا اور رونے لگے کتنے شریر
ہاتھوں میں لے کے کہاں کہنے لگا اک بے میر مارتا ہوں پسرِ فاطمہؑ کے لال کو تیر

اس کی گردن سے جو پیکان گزر جائے گا

ساتھ فرزند کے شبیرؑ بھی مرجائے گا

کہہ کے یہ تیر شنگرنے کہاں میں جوڑا ۱۳ دین سے دولت دنیا کے لیے منہ موڑا
یوں کہاں سے شہ آفاق کی جانب چھوڑا چھیدا بچے کا گلا، بازوئے سرور توڑا

خون منٹھی سی جو گردن سے رواں ہونے لگا

چھاتی سے بیٹے کو لپٹا کے پدر رونے لگا

خوں سے آلودہ تھا کرتے کا گریباں سارا ۱۴ زرد تھا صدمے سے منہ چاند سایا یا ریا ریا
خلق سے چھوٹا تھا خون کا اک فوارا کچھ نہ بن آتی تھیں حیراں تھا پدر بیچارا

دم جو تھا بند نہ زندہ رہے دم بھر اصغرؑ

مر گئے شاہ کی گودی میں تڑپ کر اصغرؑ

دیکھ کر جانبِ افلاک یہ بولے شبیرؑ مارا اعدا نے میرے لال کو اسے جی قدر
 رہیو شاہد کہ یہ بچہ تھا مرا بے تقصیرؑ ۱۵ بوند بھر پانی طلب کرنے پہ مارا اسے تیر

ان ستمگروں نے برباد کیا گھر میرا

کم نہ تھا ناقہٴ صالح سے یہ دلبر میرا

کہہ کے یہ بچے کی میت پہ اڑھائی چادرؑ اور چلے روتے ہوئے خیمے کی جانب سرور
 پاؤں تھراتے تھے اور سینے میں دل تھا مضطرؑ ۱۶ کہتے تھے سامنے بانو کے میں جاؤں کیوں کر

جب وہ پوچھے گی نہ آئے میرے پیارے اصغرؑ

اُس سے کس منہ سے کہوں گا گئے مارے اصغرؑ

دل سے یہ کہتے ہوئے خیمے کے در پر آئےؑ غل ہوارانڈوں میں میدان سے سرور آئے
 بانو کہتی ہوئی دوڑی، میرے دلبر آئےؑ ۱۷ اتناں قربان ہو، تم اسے علی اصغر آئے

ہاتھ پھیلا کے کہا شاہ سے لاؤ صاحب

اب نہ صدے مری خاطر سے اٹھاؤ صاحب

سُن کے بانو کا سخن شاہ کا دل بھر آیاؑ چشم سے اشک ہے شرم سے سر نہوڑا یا
 دیکھ کر جانبِ شہ بانو کو رونا آیاؑ ۱۸ عرض کی کیا نہ میرے لال نے پانی پایا

وجہ کیا منہ جو پسر کا نہیں دکھلاتے ہو

کیا ہے صدقے گئی کیوں لونڈی سے شرماتے ہو

شاہ نے بچے کے منہ پر سے ہٹایا دامنؑ دیکھا بانو نے کہ سب خون میں ڈوبا ہے بدن
 تیر آفت سے صراحی سی چھدی ہے گردنؑ ۱۹ اور کھلا رہ گیا ہے صورت سو فار و ہن

خون سے چاند سے رُخسار بھرے ہیں دونوں

ہاتھ بھی خوں بھرنے چھاتی یہ دھرے ہیں دونو

لے کے گودی میں پکاری مرے دلبر ہے ہے ۲۰ پیاسے مارے گئے کسن علی اصغر ہے ہے
منہی گردن پہ لگا تیر شکر ہے ہے خون میں چاند سے رخسار ہوئے تر ہے ہے

راحت اس دشت مصیبت میں نہ اصلاً پائی

رغم کا دور سہا ، پیاس کی ایذا پائی

گھر سے میدان میں تمہیں بھیج کے میں چھتائی ۲۱ واری ماں بوند بھی پانی کی نہ تم نے پائی
ہائے قسمت نے تیری لاش مجھے دکھائی میرے مرجانے کے دن تھے یہ تمہیں موت آئی

ہے غضب مر نہ گئی پالنے والی بیٹا

کر گئے میری گود کو خالی بیٹا

ماں کو ارمان تھا سو گھنٹیوں تم تو نہ چلے ۲۲ اٹھ گئے گلشن ایجاد سے پھولے نہ پھلے
چھ مہینے مری آغوش میں راحت سے پلے لٹاں صدقے گئی اب سوؤ گے مٹی کے تلے

ماں کو پوچھو گے نہ بہنیں تمہیں یاد آئیں گی

حسرتیں خاک میں ساری مری مل جائیں گی

کہہ کے یہ ہو گئی غش بانوئے تقیدہ جگر ۲۳ لے گئے گود سے شہوتے ہوئے لاش پر
بہنیں چلائیں کہ چھوڑا ہمیں بھیا اصغر بس نفیس آگے دعا مانگ یہ بادیدہ تر

تعر یہ داروں کے گھر خلق میں آباد رہیں

پسرِ فاطمہ کے دوست سدا شاد رہیں



مرثیہ..... نسیم امروہوی

جب فاطمہؑ کے سب گل ترخوں میں بھر گئے

جب فاطمہؑ کے سب گل ترخوں میں بھر گئے ، مقتل کی راہ سے سفرِ غلد کر گئے
یکس کے سارے چاہنے والے گزر گئے عباسؑ مر گئے، علی اکبرؑ بھی مر گئے
فردوس کو رواں ہوئے منھ موڑ موڑ کے

سب چل بے حسینؑ کو غربت میں چھوڑ کے

صابر نے سب جھائیں کہیں بدعاندی م گھر لٹ گیا یہ منھ سے شکایتِ ذراندہ کی
اوروں کو روئے اپنے پسر کی عزاندہ کی بیٹا جوان مر گیا، آہ و بکا نہ کی
اتنا کہا کہ غم سے جگر چاک چاک ہے
اے لال! اب حسینؑ کے جینے پہ خاک ہے

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نور عین م بیٹھے تھدل کو پکڑے ہوئے شاہِ مشرقین
ناگاہ اک کنیز پکاری بہ شور و شین دم ٹوڑتا ہے پیاس سے بے شیر یا حسینؑ
لہلہ جلد خیمے میں تشریف لائے

بانو کا لال روٹھ گیا ہے منائے

بسل ہوئے یہ سنتے ہی مظلوم کر بلا م اٹھے کمر پکڑ کے بصدِ نالہ و بکا
آئے جو خیمہ گاہ میں دیکھا یہ ماجرا مکا ڈھلا ہے سرد ہیں بچے کے دست و پا

جھولے میں جاں بلب جو ہیں اصغر پڑے ہوئے

روتے ہیں اہل بیتؑ پیمر کھڑے ہوئے

گو دل کو الفتِ پدری نے ہلا دیا ۵
پر جھک کے کان میں کوئی مژدہ سنا دیا
بچے نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا دیا
ہاتھوں کو شہ کی سمت ہمک کر بڑھا دیا

پھر ضعف تھا نہ پیاس سے حالت تباہ تھی

قلقاریاں تھیں اور سوئے مقتل نگاہ تھی

مُر جھا کے کھل گیا وہ گل تر جو ایک بار ۶
نہنٹ نے کی یہ عرض کہ اے شاہِ نامدار
کیا کہہ دیا کہ پیاس بھی بھولا یہ شیرِ خوار
بولے، کہا تھا ہم نے کہ اٹھو پدرِ نثار

اکبرؒ شہید ہو گئے اُمت کے واسطے

اب تم بھی جان دے دو شفاعت کے واسطے

اُمت کا پاس ہے جو میرے پاس آئے ہیں ۷
ماں سے بھی شوقِ مگس میں آنکھیں پھرائے ہیں
بانو پکاریں کیوں نہ ہون ہڑا کے جائے ہیں
اخلاقِ مصطفیٰ مرے بچے نے پائے ہیں

دل پر خوشی سے داغ میں ان کا اٹھاؤں گی

سب منتیں جنازے پہ رو کر بڑھاؤں گی

لو آؤ بیسیو! انھیں دولہا بناؤں میں ۸
رفیقِ سنواروں، آنکھوں میں کاجل لگاؤں میں
سب ہنسلیاں بھی طوق بھی ان کو پنھاؤں میں
اکبرؒ کو تو بلاؤ کہ سہرا منگاؤں میں

اس لفظ نے کیلجے میں نشتر چھو دیئے

نہنٹ تڑپ کے رہ گئیں شبیر رو دیئے

بچے کو ماں نے اُجلا سا کرتہ پنھا دیا ۹
نٹھا عمامہ باندھ کے دولہا بنا دیا
مٹی کا عطر مل کے شلوکہ بسا دیا
باچھوں کا دودھ اپنی روا سے چھڑا دیا

اشکوں کے دُر نثار کیے رول رول کر

صدقے کی طرح گرد پھری بال کھول کر

دولہا بنا جو بانوئے سرور کا بے زباں ۱۰ زینبؓ بلائیں لینے لگیں ہو کے نیم جاں
منہ چوم کر جو سب نے دعادی بصد فغاں اصغرؓ کا ہاتھ ماتھے پہ رکھ کر پکاری ماں
لو بیویو! اب اپنے کلیجوں کو تھام لو

رخصت طلب ہیں اصغرؓ ناداں سلام لو
اصغرؓ کو لے کے دشت میں آئے شہ ہدا ۱۱ بچے کا منہ دکھا کے یہ فوجوں کو دی ندا
یہ بے زبان رحم کے قابل نہیں ہے کیا دودن سے اس غریب کو پانی نہیں ملا
بچہ نڈھال ہے اسے تھوڑا سا آب دو
صورت سوال ہے اسے تھوڑا سا آب دو

پھر منہ کو چوم کر علی اصغرؓ کو دی ندا ۱۲ تم بھی تو کچھ اشاروں سے کہہ دو پدر ندا
سمجھیں تو یہ کہ ہو پسرِ حجتِ خدا بچے نے کی یہ سن کے نظر سوئے اشتیا
منہ سے نہ کچھ کہا، یہ جو کہنا تھا کہہ گئے
سوکھی زبان پھیر کے ہونٹوں پہ رہ گئے

حاکم نے حُرمہ سے اشاروں میں کچھ کہا ۱۳ ہنتا ہوا وہ شوم کہیں گاہ کو چلا
بچے کو لے کے پیچھے ہٹے شاہِ کربلا ناگہ زمین کانپ گئی، آسماں ہلا
واں تیر غم لگا کے وہ سفاک ہٹ گیا
یاں ہاتھوں پر تڑپ کے یہ بچہ اُلٹ گیا

بازو چھدا حسینؑ کا، بے شیر کا گلا ۱۴ اک آہ بھر کے رہ گئے مظلوم کربلا
بیٹے کی سمت دیکھ کے بولے کہ میں فدا کیوں میری جان، پیاس بجھی حلق تر ہوا
جا کر ریاضِ خلد میں اب شیرِ پنجبجو
دارِ اپنے صبر کی مرے بابا سے لیجو

تھی گر چہ اُلفت پدری سے نہ دل کو تاب ۱۵ فطرت سے لڑ رہا تھا مگر جان بو تراب
دل رو کے کہہ رہا تھا کہ اے دلبر رباب اس امتحان میں بھی ہوا باپ کا میاب
چونکو تو تیر کھینچ لیں ہم منہ کو پھیر کے
اے لال! اُف نہ کیجیو پوتے ہو شیر کے
❀ ❀ ❀

jabir.abbas@yahoo.com

مرثیہ..... مرزا فصیح

نکلے خیمہ سے جو لے کر علی اصغرؑ کو حسینؑ

نکلے خیمہ سے جو لے کر علی اصغرؑ کو حسینؑ | دونوں ہاتھوں پہ دھرے تھے تن لاغر کو حسینؑ
اُس پہ ڈالی ہوئی اک اجلی سی چادر کو حسینؑ | دھوپ میں سایہ کئے لاتے تھے دلیر کو حسینؑ
اشک آنکھوں سے نہ تھمتے تھے بہے جاتے تھے

سر جھکائے ہوئے خاموش چلے باتے تھے

دل میں کہتے تھے کہ اے خالق ذوالجود و جلال | میں نے کچھ چیز نہیں مانگی کسی سے تا حال
آج حیران ہوں آتا ہے یہ ہر بار خیال | ان لعینوں سے کروں آب کا کیونکر میں سوال
آج کا روز قیامت سے نہیں کم مجھ کو

علی اصغرؑ کا ہے واللہ بڑا غم مجھ کو

اس طرف تھے شیرِ یکس کے یہ پروردِ سخن | اس طرف دور سے یہ دیکھ کے بولے دشمن
کیا ہے شبیر کے یہ ہاتھ پہ مانند کفن | اک لگا کہنے کہ ہوتا ہے یہ مجھ پر روشن
تفنگی سے کسی معصوم کا دم نکلا ہے
دفن کرنے اسے یہ کشتہ غم نکلا ہے

ناگہاں تاک کے پیر حم نے مارا اک تیر | حلقِ اصغرؑ کا چھدا دستِ جنابِ شبیر

تیر جس وقت لگا چونک پڑا غش سے صغیر | اس کا پیکان سے گلا بند ہوا وقتِ اخیر

چاہتا تھا کہ کرے گریہ نہ رو سکتا تھا

حلق میں تیر تھا اور باپ کا منہ نکلتا تھا

سخت بے رحم ہو تم کو نہیں کچھ خوف خدا ۵ خیر پروا نہیں دنیا کا ہے عرصہ تھوڑا
 آخر اے اہل ستم روز جزا بھی ہو گا اُس دن آؤں گا میں اصغر کو لئے خون بھرا
 جو ستم آج کرو گے متحمل ہے حسینؑ
 ناقصو رسجھے ہو کیا صبر میں کامل ہے حسینؑ
 کہہ کے یہ شاہ نے اصغر کو اڑھائی چادر ۶ سمتِ خیمہ کے چلے رن سے لئے لاش پر
 پہنچے جس وقت شہ تشنہ لباب ڈیوڑھی پر شرم سے بانو کے جاتے تھے نہ گھر کے اندر
 در تک آ کے نہ داخل بہ حرم ہوتے تھے
 لاش گووی میں لیے در پہ کھڑے روتے تھے

لاشِ اصغرؑ رن سے لاتے ہیں حسینؑ ۷ زخم بازو کا چھپاتے ہیں حسینؑ
 پاؤں آہستہ اٹھاتے ہیں حسینؑ دل سے اپنے کہتے جاتے ہیں حسینؑ
 لاشِ اصغرؑ خیمہ میں جب جایگی
 شہر بانو دیکھ کر مر جایگی
 دو قدم چلتے ہیں اور تھکتے ہیں شاہ ۸ راس و چپ مڑکے کرتے ہیں نگاہ
 کہتے ہیں نزدیک ہے اب خیمہ گاہ منظر ہو دیگی بانو در پہ آہ
 تیر حلقِ نازیں کے پار ہے
 خیمہ تک جانا بہت دشوار ہے

مرثیہ..... مرزا فصیح

رن سے اصغر گلا چھدا کے پھرے

رن سے اصغر گلا چھدا کے پھرے نہ پیا پانی تیر کھا کے پھرے
جیتے آئے تھے جی گنوا کے پھرے سچ شہیدوں کی سی بنا کے پھرے
چھوٹے سے سن میں کیا سعید ہوئے

باپ کی گود میں شہید ہوئے
جب لگا تیر جائے رقت تھی نہ کیا گریہ کیا شجاعت تھی
باپ سے کس قدر محبت تھی آخری وقت بھی یہ صورت تھی
نہ ادھر دیکھا نہ ادھر دیکھا
مُسکرا کر رُخِ پدر دیکھا

جیتے اصغر تو کیا جواں ہوتے مرد میدانِ امتحان ہوتے
جب صفِ جنگ میں عیاں ہوتے شیرِ روبہ صفت نہاں ہوتے
خُرمِ لہ نے عذابِ نار لیا

چھ مہینے کے سن میں مار لیا
شانِ اکبر تھی شانِ پیغمبر علی اصغر تھا صورتِ حیدر
وہ اگر لعل تھا تو یہ تھا گہر وہ اگر شمس تھا تو یہ تھا قمر
دونوں تصویریں کیا مٹا ڈالیں
دونوں قدیلیں کیا بچھا ڈالیں

حق بجانب ہے کیوں نہ روئے حسینؑ جس کے مرجائیں ایسے نورالعین
 باپ کے دل کو آئے کیوں کر چینؑ دونوں فرزند اُس کے تھے شمسین
 آگ سینے میں مشتعل ہوگی
 آہ برق قرارِ دل ہوگی

زخمِ تازہ امام کھائے ہوئے آتے تھے گھر کو سر جھکائے ہوئے
 سینے سے لاش تھے لگائے ہوئے اپنے دامن سے تھے چھپائے ہوئے
 دھوپ سے لاش کو بچاتے تھے
 پیار میت کو کرتے آتے تھے

کہتے تھے گھر میں اب چلو اصغرؑ منتظر ہوگی خیمے میں مادر
 مل لو اُس سے وہ دیکھ لے دم بھر پھر لے آئیں گے رن میں اے دلبر
 رو رو اس خاک میں چھپائیں گے
 منہی سی قبر ایک بنائیں گے

دونو بہنیں بھی تکتی ہوں گی راہ ڈھونڈتی ہوں گی پالنے میں گاہ
 کبھی ڈیوڑھی پہ کرتی ہوں گی نگاہ روتی ہوویں گی کرتی ہوں گی آہ
 چلو مل کر انھیں رُلا آؤ
 اپنا مکھڑا ذرا دکھا آؤ

دونو پٹھو پٹھیاں بھی پیار کرتی ہیں جان تم پر غار کرتی ہیں
 یہ سے انتظار کرتی ہیں گریہ بے اختیار کرتی ہیں
 دیکھ کر تم کو وہ بھی خوش ہو جائیں
 بلکہ مارے خوشی کے غش ہو جائیں

دیکھ لیں تم کو عابد بیمار کیوں کہ کرتے ہیں وہ نہایت پیار
ہیں مگر وہ بہت نحیف و نزار جان کھوئیں کہیں نہ نعرے مار
اُن کو نکھڑا فقط دکھا لینا

حلق کے زخم کو چھپا لینا
پہنچے جب در پہ گھر کے سبطِ نبیؐ دیکھا بہنیں کھڑی ہیں اصغرؑ کی
دیکھ کر شہ کو بولی بابا جی خیر سے جیتے آئے ہیں بھائی
ہم کو دیجے، جو آئیں لے لیوں
صدقے ہوویں بلائیں لے لیوں

شاہ بولے بلاؤ باٹو کو سامنے جلد لاؤ باٹو کو
آئے اصغرؑ سناؤ بانو کو سوتی ہو تو جگاؤ باٹو کو
اُس کا بچہ اُسی کو سوئیوں گا
ہے امانت اُسی کو میں دوں گا

دوڑی کُبرا کمال دُکھ پائی کہا اے امتاں آئے ہیں بھائی
دوڑ کر بانو شہ کے پاس آئی دیکھ کر رُوئے شاہ گھبرائی
بولی فرماؤ کیا ہوا صاحب

جیتا اصغرؑ ہے یا مُوا صاحب
شاہ بولے کہ آئے ہیں اصغرؑ تھی امانت نہ لاتے ہم کیوں کر
ان سے پر مل لو دیکھ لو دم بھر پھر حوالے کرو مرا دلبر
نہ رہیں گے یہ دن کو جائیں گے
اب تو آئے ہیں پھر نہ آئیں گے

ان کو بھایا ہے قتل کا میدان دودھ بن گھر میں ہوتے تھے حیراں
 اب نہ ٹھہریں گے یاں کسی عنوان چین میدان کا سا گھر میں کہاں
 جھولے میں بد مزہ یہ ہوئیں گے
 چین سے اب لحد میں سوئیں گے
 باٹو چلائی کیا کہا سرور ہو گیا ٹکڑے ٹکڑے میرا جگر
 مر گیا کیا میرا علی اصغر شہ نے دامن اٹھا لیا رو کر
 خون میں معصوم تر نظر آیا
 ہاتھ پر شہ کے سر نظر آیا
 ماں نے مڑکا بھی پھر ڈھلا دیکھا بند آنکھیں دہن ٹھکڑا دیکھا
 خون رخساروں پر ملا دیکھا مُردہ اپنا وہ لاڈلا دیکھا
 پاؤں سیدھے دھرے نظر آئے
 کف دہن میں بھرے نظر آئے
 خاک پر تب پچھاڑیں کھانے لگی کوکھ کو پکڑے پہلوانے لگی
 نوچ کر بال خاک اڑانے لگی ایسی پیٹی کہ جان جانے لگی
 کہتی تھی خاک میرے جینے پر
 داغ ایسے سہوں جو سینے پر
 خوب جب رو پچی اٹھی بے چین کہا حضرت سے یا امام حسین
 لاؤ دو مجھ کو میرا نور العین لاش گودی میں لے کے یہ کیے بین
 ماں نثار اس غریب صورت پر
 جاں نثار اس غریب صورت پر

ان کو بھایا ہے قتل کا میدان دودھ بن گھر میں ہوتے تھے حیراں
 اب نہ ٹھہریں گے یاں کسی عنوان چین میدان کا سا گھر میں کہاں
 جھولے میں بد مزہ یہ ہوئیں گے
 چین سے اب لحد میں سوئیں گے
 باٹو چلائی کیا کہا سرور ہو گیا ٹکڑے ٹکڑے میرا جگر
 مر گیا کیا میرا علی اصغر شہ نے دامن اٹھا لیا رو کر
 خوں میں معصوم تر نظر آیا
 ہاتھ پر شہ کے سر نظر آیا
 ماں نے منکا بھی پھر ڈھلا دیکھا بند آنکھیں دہن ٹھلا دیکھا
 خون رخساروں پر ملا دیکھا مردہ اپنا وہ لاڈلا دیکھا
 پاؤں سیدھے دھڑے نظر آئے
 کف دہن میں بھرے نظر آئے
 خاک پر تب پچھاڑیں کھانے لگی کوکھ کو پکڑے پہلوانے لگی
 نوج کر بال خاک اڑانے لگی ایسی پٹی کہ جان جانے لگی
 کہتی تھی خاک میرے جینے پر
 داغ ایسے سہوں جو سینے پر
 خوب جب رو چکی اٹھی بے چین کہا حضرت سے یا امام حسین
 لاؤ دو مجھ کو میرا نور العین لاش گودی میں لے کے یہ کیے بین
 ماں نثار اس غریب صورت پر
 جاں نثار اس غریب صورت پر

رن سے تم جا کے تیر کھا آئے یہ گلا ناز میں چھدا آئے
خون میں اپنے تم نہا آئے منہ سی جان کو گنوا آئے
کیا ہوئی سُرخِی دونوں گالوں کی

کیا ہوئی بُو جھنڈولے بالوں کی

مُٹھ پہ آنسو ہیں بہے کیوں جانی روئے تھے رن میں مانگ کر پانی
بول اٹھو میرے یوسفِ ثانی میں نے ہیں آج نقیش مانی
آنکھوں کو کھولو دودھ اُتر آئے

ابھی ماں کی مراد بر آئے

پر گلے کا تو زخم ہے کاری اب تلک جس سے خون ہے جاری
کس طرح جی اٹھو گے میں واری عمر بھر اب کروں گی میں زاری
کیا کروں میرا بس نہیں اصغر

زیست کی اب ہوں نہیں اصغر

دھیان تھا مجھ کو تیرے پلنے کا دھیان تھا دانت کے نکلنے کا
دھیان تھا تیرے پاؤں چلنے کا آگیا وقت ہاتھ ملنے کا
نہ کھلی تھی ابھی زباں تیری

نگلی ننھے سے تن سے جاں تیری

رن میں کی تم نے جا کے کیا تقصیر کس نے مارا تیرے گلے پر تیر
روک لیتے جو تیر کو شبیر کا ہے کو مرتا میرا ماہِ مُنیر

شہ نے بازو دکھا دیا اُس کو

آپ رو کر رُلا دیا اُس کو

اور کہا بانو جب کہ تیر چلا میں نے بازو پہ اپنے روکا تھا
 پھوٹ کر بازو حلق اُس کا چھدا میرا اس میں نہیں قصور ذرا
 روئی بانو یہ کر کے اُس دم بین
 ہائے زخمی ہوئے امام حسینؑ

بانو بولی کہ یا امام ہدا کیا ہوا تیر حلقِ اصغرؑ کا
 شہ نے فرمایا میں نے پھیک دیا بانو بولی کہ ساتھ لانا تھا
 ہائے وہ تیر میں اگر پاتی
 پار کرتی جگر سے مر جاتی

شہ نے فرمایا جو ہوا سو ہوا بانو اتنا نہ رو ہوا سو ہوا
 صبر دل سے نہ کھو ہوا سو ہوا اتنی مضطر نہ ہو ہوا سو ہوا
 لاش دو اس ستم کے مارے کی
 قبر کھودوں میں اپنے پیارے کی

دے کے لاشے کو بولی وہ مضطر قبر میں سونے کو چلے اصغرؑ
 شاہ لے کر چلے جو لاش پر دوڑیں اصغرؑ کی بہنیں ننگے سر
 کہتی تھیں ہم کو لاش دو بابا
 پیار ہم کر لیں بھائی کو بابا

شہ نے فرمایا وقت ہے اب تنگ اب نہ ٹھہریں گے ہم کہ ہوگی درنگ
 گاڑ کر اس کو ہم کریں گے جنگ ہے ہمارا بھی خلد کا آہنگ
 کیا کرو گی یہ تیر خوردہ ہے
 علی اصغرؑ نہیں یہ مُردہ ہے

دونوں بہنوں کو تھا نہ صبر و قرار کچھ نہ سنتی تھیں شاہ کی گفتار
مٹھیں کرتی تھیں پکار پکار دوڑی آتی تھیں پیچھے زار و زار
جاتے تھے شہ قدم اٹھائے ہوئے

لاش کو سینے سے لگائے ہوئے
بچے میدان میں جو مالک صبر کھینچ کر تیغ کھودی منھی قبر
روئے وہ قبر کھود کر جوں ابر پھر کیا اختیار شاہ نے جر
کفن اُس بچے کو پہنانے لگے
ہاتھ اُس وقت تھڑھرانے لگے

چھوٹا سا اک عمامہ پھر باندھا اور کہا تجھ پہ ہو فدا بابا
قبر میں رکھ دیا وہ ماہ لقا منھی تربت بنا کے پھر یہ کہا
اے زمیں تجھ میں میرا جانی ہے
بے نشانوں کی یہ نشانی ہے

دیکھا بے تاب ہو کے سُوائے فلک پھر کہا اے خدائے جن و ملک
میں رضا جو ہوں تیرا آج تلک نہیں بے حکم میری ہلتی پلک
دل سے اُس کو بھلا دیا میں نے
چاند اپنا چھپا دیا میں نے

بہ خوشی اب میں سرکھاتا ہوں گھر تیری راہ میں لٹاتا ہوں
تیرے سینے پہ اپنے کھاتا ہوں جد کی اُمت کو بخشواتا ہوں
تو خدائے عظیم ہے یارب
تو کریم و رحیم ہے یارب

بس صبح اب مقامِ عرفاں ہے یاں ہو سکت کہ رازِ پنہاں ہے
 یہ جہاں مومنوں کو زنداں ہے عیشِ دائمِ رضائِ سبحاں ہے
 مر گئے جب تو قید سے چھوٹے
 خلشِ عمر و زید سے چھوٹے

مرثیہ..... میر ضمیر

نیزہ جو کھا کے سینے میں اکبر ہوا تمام

نیزہ جو کھا کے سینے میں اکبر ہوا تمام یعنی شبیہ خاصِ پیہر ہوا تمام
 شہ نے کہا اب مرا لشکر ہوا تمام اکبر نہیں تمام ہوا گھر ہوا تمام
 دل آرزوئے مرگ میں جینے سے سیر ہے
 اب ہم کو سر کٹانے میں یاں کتنی دیر ہے
 عباس کی جدائی سے گو ہے کمر میں خم پشت و پناہ ہے مری خاطر ترا کمر
 اکبر کے قتل سے ہوئے بیکس اگرچہ ہم تیری مدد کی ہے مجھے امید دم بدم
 کیونکر رضا رضا کے سوا لبِ ہلاؤں میں
 اکبر تو جا چکے علی اصغر کو لاؤں میں
 مقتل سے تھوڑی دور بڑھے جب پچشم تر اکبر کی لاش دور سے آئی نہ پھر نظر
 سوئے فرات کہنے لگے منہ کو پھیر کر عباس آج سوتے ہو کیا فرشِ خاک پر
 اصغر کو لینے جاتا ہوں میں خیمہ گاہ میں
 رکھیو ضرور لاشہ اکبر نگاہ میں
 امام خیمے میں پہنچ کر حضرت علی اصغر کو ہاتھوں پر اٹھا لیتے ہیں شہر بانو روکتی ہیں کہ علی
 اصغر کو فوجِ قاہرہ میں لیجانا مناسب نہیں۔ شاید کوئی شقی القلب انسان اسے بھی ہلاک

کردے۔ امام جواب میں فرماتے ہیں۔

تاثیر بیان

آویگا اس پہ تیر تو ہو جاؤں گا سپر ۴ تلوار گر چلے گی تو روکوں گا جسم پر
معصوم کو بچاؤں گا نیزہ چلا اگر اور موت ہی لکھی ہے تو مجبور ہے پدر
تو جانو کہ راہ خدا میں فدا کیا
اکبر جوان مر گیا تو ہم نے کیا کیا

jabir.abbas@yahoo.com

مرثیہ.....خلیل

انصار واعزہ لڑائی میں کام آچکے ہیں۔ حضرت علی اکبرؑ کے لاشہ مبارک کو سپرد خاک کرنے کے بعد امام عالیجاہ خیمہ حرم میں داخل ہو کر کیا دیکھتے ہیں کہ معصوم علی اصغر شدت تشنگی سے گہوارے میں دم توڑ رہا ہے۔

دیکھا جو یہ احوال تو رونے لگے سرور ۱۰ جھولے سے لیا گود میں گھر سے ہوئے باہر گھوڑے پہ چڑھے اور روانہ ہوئے مضطر اعدا سے مخاطب ہوئے یوں دشت میں آکر

کیوں بد گہرو اس پہ جو یہ جور و جفا ہے

بتلاؤ تمہیں کیا مرے بچے کی خطا ہے

دی بڑھ کے صدا حرم نے یا شر خوشو ۱۱ پانی کے عوض لیجئے پیکان سے پہلو

بس گردنِ اصغر پہ لگا تیر جفا جو ۱۲ جب حلق چھدا شاہ کا زخمی ہوا بازو

تڑپے نہ ذرا گود میں پیارے علی اصغرؑ

بابا کے گلے لگ کے سدھارے علی اصغرؑ

تشفی

شدت تشنگی سے حضرت علی اصغر جھولے میں بے ہوش پڑے ہیں:-

ممکن جو نہیں پانی کئی روز سے پیہم ۱ افسوس ہے دونوں لب لعلیں ہوئے نیلم

دیکھا جو دہن خشک تو با دیدہ پُر نم ۲ لینے لگے بوسے شہِ مظلوم بصدغم

مشاق بہت تھے سفرِ غلہ بریں کے

بٹھلایا آگے انھیں قبر بوس پہ زین کے

روتے رہے در پر حرم شاہ زمانہ ۲ رہوار بڑھا کے وہ ہوئے رن کو روانہ
دل ماں کا ہوا تیر حوادث کا نشانہ سب سوئے فلک تھے گراں مضطربانہ
تشویش یہی تھی کوئی تازہ نہ جفا ہو

اتجھے نہیں سامان خدا جانے کہ کیا ہو

جب رونق میدان پُر آفت ہوئے آقا ۳ ٹھہرے صفِ اعدا کے مقابل تنِ تنہا
دیکھا کبھی گردوں کو کبھی جانبِ دریا کچھ پانی طلب کیجئے تھا دل میں ارادہ
گو کام نہیں ہے انھیں حیدر کے خلف سے
باقی کوئی حجت نہ رہے اپنی طرف سے
آخر فوجِ اشقیاء سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں :-

سب دہلیم و ترکِ ستم ایجاد ہوا سیراب ۴ تلاء تو اس بچے کی ہے کونسی تقصیر
پیاسا ہے کئی دن سے بہت حال ہے تغیر پانی کا طلبگار ہے تم سب سے یہ بے شیر
بس اس کو پلا دو نہ کوئی اور پیئے گا

گرا آج بھی پانی نہ پئے گا نہ جئے گا
موجود تھا واں حُرملہ ظالم و بے پیر ۵ مارا اسی بے رحم نے اس بچے کو اک تیر
حلقوم پہ بیٹھا تو تڑپنے لگا بے شیر منہ کر کے سوئے چرخ یہ کہنے لگے شیر
اے بارِ خدا اے مرے مالک مرے مولا

کیا کیا نہیں احسان ہیں مجھ پر ترے مولا

یہ کہہ کے دل پاک کو ہر چند سنبھالا ۶ صدمہ ہوا اس درجہ کیا نالے پہ نالا
اور تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا نزدیک یہ تھا سارا جہاں ہوتا و بالا
تیور جو بد لگے لگے نازوں کے پلے کے
شبیر نے ہاتھ اپنا رکھا نیچے گلے کے

ہر حال میں شفقت تھی بہت گرچہ پدر کی اُس زخم سے حالت متغیر تھی پدر کی
اس طرح سے جب پیاس بجھی تشنہ جگر کی ہو کر متبسم رخِ حضرت پہ نظر کی
بابا کی طرف دیکھتے ہی مر گئے اصغرؑ
رونے لگے شبیرؑ قضا کر گئے اصغرؑ

میر انیس

امام عالیجاہ حضرت علی اصغرؑ کو لے کر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوتے ہیں :-
شہ نے کہا تقدیر سے مجبور ہے شبیرؑ کچھ مرضیٰ معبود میں چلتی نہیں تدبیر
اللہ کو کرو یاد نہ ہو مضطر و دلگیرؑ جاتی رہے گی تشنگیٰ اصغرؑ بے شیر
اسی سلسلہ بیان میں کہتے ہیں :-
سمجھا کے انھیں رن کو چلے سید مظلومؑ اور ہاتھوں پہ رکھے ہوئے وہ ننھا سا معصوم
لشکر کے قریں آ کے کہا بادل مغمومؑ یہ پیاس سے جو خشک ہے اس بچے کا حلقوم
تم روح پیبرؑ پہ یہ احسان کرو گے
سیراب جو بچہ مرا اس آن کرو گے
شہ کر رہے تھے آہ یہ رو کر ابھی تقریرؑ جو تیر و کماں لے کے بڑھا خرمد بے پیر
ناگاہ لگا اصغرؑ بے شیر کے اک تیرؑ بچے کا چھدا حلق بھی اور بازوئے شبیرؑ
صدمہ تھا عجب دل پہ شہ عرش نشین کے
جب سہم کے لپٹا وہ گلے سرور دیں کے
اس دم شہ مظلومؑ نے دیکھا سوائے افلاکؑ اور عرض کی خالق سے یہ بادیہ نمناک
وہ ظلم کیے مجھ پہ کلجہ ہوا صد چاکؑ دے داد کہ فریادی ہے ابنِ شہ لولاک
مظلومؑ پہ سیدؑ پہ مسافرؑ پہ جفا کی
معصومؑ کو مارا ہے دہائی ہے خدا کی

میر منس

جب رہ گئے تنہا شدہ دین دشت ستم میں ۱
تھمتے نہ تھے اشک آنکھوں سے فرزند کے غم میں
فرماتے تھے اپنا بھی سفر ہے کوئی دم میں
ہو آئیے اب آخری رخصت کو حرم میں
اس کے بعد لکھتے ہیں :-

یہ کہہ کے پھرے رن سے شہنشاہ دو عالم ۲
فرمانے لگے لاش پہ عباس کے ماتم
روتے تھے جو لاش علی اکبرؑ پہ بھد غم
لب خشک تھے سو جے ہوئے تھے دیدہ پر غم
ہر چار طرف تھکتے تھے حسرت کی نظر سے
ہر ایک قدم آہ نکلتی تھی جگر سے

بانوئے حزیں اتنے میں روتی ہوئی آئی ۳
مردے کی طرح ہاتھوں پہ اصغر کو بھی لائی
چلائی کہ اکبرؑ نے تو جان اپنی گنوائی
اٹھارہ برس کی مری لوٹی ہے کمائی
کس سے کہوں جو داغ کیجے پہ سے ہیں
باقی ہیں اب اصغرؑ سو یہ دم توڑ رہے ہیں

یہ سنتے ہی مہر پدری کا ہوا اک جوش ۴
رونے لگے دیکھا علیؑ اصغر کو جو بے ہوش
لے کے اُسے آغوش میں وہ شاہ کفن پوش
خمیے سے چلا سر کو جھکائے ہوئے خاموش
اس وقت عجب حال سے وہ تشنہ جگر تھا
لخت جگر آنکھوں میں تھے دامن میں پسر تھا

اس چاند کے گلے پہ پاڑھائے تھے جو دامن ۵
فانوس میں اک شمع نظر آتی تھی روشن
جا بچنے جو نزدیک جھکائے ہوئے گردن
ہنس ہنس کے تب آپس میں یہ کہنے لگے دشمن
لو پانی طلب کرنے کو یاں آئے ہیں شبیر
سوکھی سی کوئی مشک اٹھا لائے ہیں شبیر

لشکر کے پاس پہنچ کر حضرت نے رُخِ اصغر کو بے نقاب کر دیا اور کہنے لگے۔

دودن سے جو ہے پانی سے محروم یہی ہے

دیکھو چھ مہینے کا معصوم یہی ہے

شمر ستم ایجاد نے کی بڑھ کے یہ تقریر ۶ کیا سوچ کے اس بچے کو یوں لائے ہیں شبیر

پانی کی گدائی کی تو اچھی ہے یہ تدبیر یہ کہہ کے پکارا وہ کہ ہاں جلد چلیں تیر

بسل سے تڑپتے رہیں شبیر میں دیکھوں

ہو جائے یہ بچہ ہدف تیر میں دیکھوں

کچھ خوفِ خدا دل میں نہ لائے وہ جفا کار ۷ بو چھار ہوئی تیروں کی اس بچے پہ اکبار

جھک جھک کے پچانے لگے اس کو شہِ ابرار ۸ چلائے یہ کیا کرتے ہو اے قومِ ستمگار

مجرم ہوں میں زنجی جو کرو مجھ کو بجا ہے

اے ظالمو بچہ مرا بے جرم و خطا ہے

سنتا نہ تھا کوئی شہِ مظلوم کی فریاد ۹ بے جرم و خطا ہوتی تھی معصوم پہ بیداد

ہنتا ہوا نکلا بنِ کابل ستمِ ایجاد ۱۰ اور لیس ہوا قتل پہ بچے کے وہ جلا د

چلے سے کہاں کے لبِ سو فار ملا کر

تا کا علی اصغر کا گلا ہاتھ اٹھا کر

تیر لگتے ہی۔۔

بسل کی طرح ہاتھوں پہ تڑپا علی اصغر ۱۱ دم رک گیا اور جسم لگا کا پٹنے تھر تھر

منہ کھول دیا تنہا شاہک آنکھوں میں بھر کر ۱۲ بچے کو لئے بیٹھ گئے خاک پہ سرور

کھینچا جوں ہی پیکانِ ستم اس کے گلو سے

تر ہو گیا گرتا علی اصغر کے لہو سے

منہ ملنے لگے بچے کے منہ سے شہ ذیشان ۱۰ کہتے تھے یہ بابا تری مظلومی کے قربان
پچتایا میں خیمے سے تمہیں لاکے میری جان تقصیر ہوئی باپ سے اے اصغر نادان

کیا قہر ہے دم توڑو تم اور زندہ ہو شیر

قسمت میں یہ تھا بانو سے شرمندہ ہو شیر

رورو کے یہ کہتے تھے شہ یکس و بے پر ۱۱ اتنے میں لگے ہچکیاں لینے علی اصغر
کس پیار سے دیکھا رخِ فرزندِ پیہر اور سرد ہوئے رنگی آنکھوں کو پھرا کر

چلائے کہ پانی نہ دیا مر گئے اصغر

لو ظالموں دنیا سے سفر کر گئے اصغر

تاثیر بیان

اس وقت چلے لاش کو چھاتی سے لگا کر ۱۲ ہر گام پہ رو دیتے تھے گردن کو جھکا کر
بانو کو پکارے یہ درِ خیمہ پہ جا کر لیجاؤ نہیں آئے ہیں یہ پیاس بجھا کر

کھلا گئے ہیں دھوپ میں دامن سے ہوا دو

صاحب انھیں گہوارے میں لیجا کے سلا دو

مرثیہ..... امین

حضرت امام حسینؑ حضرت علیؑ اصغر کو لشکرِ غنیم کے روبرو لے کر جاتے ہیں:-

بے چین و مضطرب تھے جواہلِ حرم تمام ۱۳ واں پہنچا ماہِ فاطمہ نزدیکِ فوجِ شام
کھلا گیا تھا دھوپ سے رخسارِ لالہ فام روتے تھے دیکھ دیکھ کے صورتِ شہِ انام

دلبر کو زہِ سینہ انور چھپائے تھے

دامنِ عبا کا چاند سے رخ پر اڑھائے تھے

ٹھہرے پہنچ کے متصل فوج اشقیا ۲ چاہا کہ پانی مانگیں پہ مانع ہوئی حیا
 آپس میں ذکر کرنے لگے بانی جفا کیا شے چھپا کے لائے ہیں سلطان کربلا
 بولا کوئی کہ جنگ سے عاجز اب آئے ہیں
 قرآن صلح کے کیلئے ہاتھوں پہ لائے ہیں
 آپ فوج اشقیا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ قرآن پاک نہیں ہے میرے جگر
 کا ٹکڑا ہے۔

دم توڑتا ہے سوزِ عطش سے یہ نونہال ۳ بے رحم جو جائے رحم ہے کچھ تو کرو خیال
 یہ بے زباں ہے غنچہ صفت کیا کرے مقال اس کی طرف سے کرتا ہوں تم سب سے میں سوال
 پانی اسے برائے خدا دو مجھے نہ دو
 آکر تم آپ اس کو پلا دو مجھے نہ دو
 اس وقت شمر شقی القلب حُرمہ کی پیٹھ ٹھونک کر کہتا ہے۔ کہ ہاں دوست تیری -
 تیر اندازی اور ثبوت و فاداری کا زریں موقع ہے۔

یہ سُن کے لیس قتل پہ وہ بے حیا ہوا ۴ چلے میں جوڑا تیر کو دردا وا حسرتا
 گوشے کماں کے کھینچ کے دو نو دیئے ملا تاکا خطا شعار نے مظلوم کا گلا
 پیکاں چھٹا تو گردنِ نازک ہدف ہوئی
 دولت علی کے لال کی بالکل تلف ہوئی

تیر ستم رُکا نہ کسی طرح راہ میں ۵ در آیا حلق چھید کے بازوئے شاہ میں
 عالم سیاہ ہو گیا سارا نگاہ میں باقی تھی جان ایک رنقِ رشکِ ماہ میں
 بولے نہ کچھ تڑپ کے جہاں سے گزر گئے
 اصغر اگل کے منہ سے لہو ہائے مر گئے



تعشق

شدتِ تشنہ لبی سے حضرت علی اصغر جھولے میں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ معصوم بچے کی یہ حالت دیکھ کر۔

بیتاب ہوا سینہ سرور میں دلِ زار | ہٹ ہٹ گئے ناموس بڑھے سید ابرار
جھولے کے قریب آئے شہنشاہِ خوش اطوار | دیکھا کہ ہیں اصغر بھی شہادت کے طلبگار
تیکے میں تر آیا ہے عرق متصل ایسا

گہوارے کو جنبش ہے ترپتا ہے دل ایسا

ہے خشک دہن غنچہ پڑمرودہ کی تمثال | ماتھے پہ عرق آنے سے جم گئے ہیں بال
یوں پاؤں رگڑتے ہیں کہ دل ہوتے ہیں پامال | سوزِ جگر و دل سے ہے تغیر بہت حال
تن سرد ہے دریا جو پسینے کا بہا ہے
نبضوں میں تلاطم ہے کہ جی ڈوب رہا ہے

جب پھول سے ہاتھوں کو پکاتا ہے وہ مضطر | اک چوٹی سی لگتی ہے دلِ سرور دیں پر
آنکھیں جو پھراتا ہے وہ برگشتہِ مقدر | سینوں میں الٹ جاتے ہیں دلِ صورتِ ساغر
منہ خشک جو ہے غم سے جگر جلتے ہیں سب کے

یوں ٹھنکیاں باندھے ہیں کہ دل ملتے ہیں سب کے

حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت شہر بانو کی رضا مندی سے حضرت علی اصغر کو
لشکرِ غنیم کے رو برو لیجاتے ہیں:-

روتی رہیں پردے کے ادھر بانوئے مضطر ۴
 اصغر کو ادھر لے کے روانہ ہوئے سرور
 لپٹا ہوا گرتا ہے پسینے میں جو ہیں تر ۵
 ہے جسم شلوکے سے عیاں مثل گل تر
 کب غرق عرق لخت دل سرور دیں ہے
 آلودہ شبنم گل فردوس بریں ہے
 انداز بیان

ہے گود میں اس طرح سے شبیر کا پیارا ۵
 آغوشِ مہِ نو میں جھلکتا ہے ستارا
 اس شمع سے پُر نور بیابان ہے سارا ۶
 حضرت کو ہوا کا نہیں منظور گزارا
 اللہ رکھے خلق میں اس جلوہ گری کو
 دامن میں چھپائے ہیں چراغِ سحری کو
 پرہول جو باجوں کی صدا آتی ہے رن سے ۷
 لپٹے ہوئے ہیں سینہ سلطانِ زمن سے
 آکر جو ہوا گرم نکل جاتی ہے سن سے ۸
 معلوم یہ ہوتا ہے چلی روح بدن سے
 جلتی ہوئی ریگ آنکھوں میں پڑتی ہے جو آکے
 منہ ملتے ہیں سینہ سے امامِ دوسرا کے
 معصوم کو حیرت ہے کہ یہ سانحہ کیا ہے ۹
 وہ گھر ہے نہ بہنوں کی نہ مادر کی صدا ہے
 گھوڑوں کے سموں کی ہے صدا حشرِ پیا ہے
 ہے تند ہوا گرد میں پوشیدہ فلک ہے
 سنائے ہیں تیروں کے کمانوں کی کڑک ہے

دریا کے نگہبان صدا دیتے ہیں ہر بار ۸
 ہاں بھائیو ہر گھاٹ کو رو کے رہو ہشیار
 مینہ تیروں کا برسے اگر آئے کوئی اس پار ۹
 پیاسا کوئی اس سمت سے گزرے نہ خیردار
 قطرہ اُسے پانی کا نہ دو تشنہ لبی میں
 بچہ بھی جو ہو آلِ رسولِ عربی میں

باتیں یہ اُدھر تھیں کہ پکارے شہناشاہ ۹ اے قومِ جفا کار و لعین و ستم ایجاد
موجود ہوں میں مجھ پہ جو منظور ہے بیداد لڑکوں پہ کرو رحم کہ ہو صاحبِ اولاد
جرم مجھے سمجھ ہیں جو سب درپے کیس ہیں
اچھا مرے بچے تو گنہگار نہیں ہیں
چوپائے تک اس نہر سے پی جاتے ہیں پانی ۱۰ بجھتی ہے پرندوں کی یہاں تشنہ دہانی
معصوموں پہ بھی رحم مگر کیا نہیں آتا
بچہ یہ تڑپتا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
اسی سلسلہ بیان میں کہتے ہیں:-

تڑپائے ہیں رات کو بچے میرے سارے سویا نہیں تا صبح کوئی پیاس کے مارے
یہ لال ہے اولادِ پیہر کی تمہارے ۱۱ تم گود میں لے جاؤ اسے نہر کنارے
اپنے لئے مجھ کو طلب جام نہیں ہے
میں دور کھڑا ہوں مجھے کچھ کام نہیں ہے
وہ پیاس ہے اس کی کہ نہیں کہنے کے قابل ۱۲ سوزش سے پھڑکتا ہے یہ دل صورتِ بے
سینے پہ ذرا ہاتھ کا رکھنا بھی ہے مشکل چھاتی سے لگاتا ہوں تو جلتا ہے مرادل
دیکھی نہیں حالت یہ کسی تشنہ دہن کی
تم تک تو پہنچتی نہیں آنچ اس کے بدن کی
پانی کی کمی کچھ نہیں موجود ہے دریا ۱۳ لیجاتے ہیں بچوں کے لئے طابِ صحرا
لٹتا ہے پڑا آب تمہیں کچھ نہیں پروا سب کھیت ہیں سیراب یہ معصوم ہے پیاسا
رتبہ نہیں کچھ نخل و گل و برگ و شمر کا
لکڑا ہے یہ محبوبِ الہی کے جگر کا

اللہ رے صبر دل شاہنہرہ دلیگر ۱۳ یوں منہ پہ دھرا ہاتھ تہ گردن بے شیر
اک ہاتھ سے بس کھینچ لیا شاہ نے وہ تیر قبلہ کی طرف پھرتے ہی حالت ہوئی تغیر

دو مرتبہ کانپا بدن اور مر گئے اصغر

تکبیر کہی شہ نے قضا کر گئے اصغر

ہدیہ درویش

بس ہاتھوں پہ میت کو اٹھا کر شہ والا ۱۵ یوں کرنے لگے عرض کہ اللہ تعالیٰ
تو راحم و غفار ہے تو بخشے والا اک اور یہ حاضر ہے مری گود کا پالا

رحمت سے تیری داغ جگر پھول ہو مالک

درویش کا ہدیہ ہے یہ مقبول ہو مالک

آخر علی اصغر جو گئے باغ جہاں سے ۱۶ لازم ہے کہ اُف تک میں نکالوں نہ زباں سے
مالک مجھے کیا کام کسی تشنہ دہاں سے بھوں تو ذرا میں انھیں لایا تھا کہاں سے

معبود ہے تو عبد یہ ناچیز حزیں ہے

مملوک کو دعویٰ کوئی مالک سے نہیں ہے

اس وقت امام نے حضرت علی اصغر کو مدفون کرنے کے لئے چھوٹی سی قبر تیار کی۔ پھر
لاشے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

کچھ بھی نہ رہے دہر میں اے اصغر ناداں ۱۷ کل آئے سوئے غلہ چلے آج میری جاں
جیسے ہو کسی غیر کے گھر میں کوئی مہماں تھے یہ چھ مہینے مگر اک خواب پریشاں

چلنے بھی نہ پائے کہ قضا کر گئے بیٹا

جی بھر کے نہ دیکھا تھا کہ تم مر گئے بیٹا

جب حسرت و حرمات کی یہ باتیں ہوئیں آخر ۱۸ طوق اصغر ناداں کے بڑھا کر شہ صابر
منہ چوم کے بولے میرے ننھے سے مسافر تربت ہو مبارک لے خدا حافظ و ناصر

مٹی میں ملایا وہ ستارہ شہ دیں نے

فرزند کو تربت میں اُتارا شہ دیں نے

تھا چاند کے نکلنے سے جو پیارا رخ فرزند ۱۹ دیکھا کئے تادیر جھکے شاہِ خرد مند
پیوند زمیں اپنے جگر کا کیا پیوند ۱۹ دنیا ہوئی آنکھوں میں سیہ قبر جو کی بند

اشکوں سے رُخِ پاک دھویا کئے حضرت

منہ قبر پہ رکھے ہوئے رویا کئے حضرت

